اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ

الله
رسول
محمد

سیرت نبوی ﷺ کی انقلابی حیثیت اور مُنکرین کی محاذ آرائی کا مختصر تذکرہ

مخزنِ انقلاب

مولّف : ڈاکٹر شمسُ الحق

لائبریریوں اور تعلیمی اداروں کے لئے حکومت پنجاب سے منظور شدہ سرکلر

Nos(A-N-4-19/2000

مطالعہ اسلام کے سلسلہ میں ایک انسائیکلوپیڈیا

مخزن انقلاب

(پبلشر ایوارڈ یافتہ)

حکومت پنجاب

طبع دوم

سیرت نبوی ﷺ کی انقلابی حیثیت اور اس کی
راہ میں خار وزار کا مختصر تذکرہ

مؤلف
ڈاکٹر شمس الحق اگروری

Marfat.com
Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

83993

مصنف ڈاکٹر شمس الحق
الشمس مارکیٹ
چاہ میراں لاہور

ناشر INFOAXIS
79-A-2 گلبرگ III لاہور

مطبع توحید و حمد پرنٹرز
رائل پارک لاہور

طبع اول نومبر ۱۹۹۷
طبع دوم جون ۲۰۰۶
تعداد ۲۵۰

یہ کتاب مفت تقسیم کی گئی ہے

Marfat.com
Marfat.com

GOVERNMENT OF THE PUNJAB

BEST PUBLISHERS PUNJAB AWARD 1997

SECOND PRIZE

TO

INFOAXIS PUBLISHERS

FOR

MAKHZAN-E-INQLAB

PRESENTED BY GOVERNOR, PUNJAB.

Marfat.com
Marfat.com

نوائے وقت، لاہور

پنجاب پر بہترین کتاب کو 5 لاکھ ملیں گے، متعدد کتابوں پر انعامات کا اعلان

انعام اور ایوارڈ 96ء، 97ء اور 98ء کی کتابوں پر دیئے گئے، تقسیم ایوارڈ کی تقریب جلد ہوگی

لاہور (پ ر) حکومت پنجاب نے پنجاب پر لکھی جانے والی بہترین کتب کے مصنفین اور بہترین پبلشروں کو 5 لاکھ روپے نقد انعامات دینے کے فیصلے کو حتمی شکل دے دی ہے جبکہ ایوارڈز دینے کی تقریب جلد ہی انعقاد کے لئے تمام تر ضروری انتظامات بھی کر لئے گئے ہیں۔ صوبائی محکمہ اطلاعات، ثقافت و امور نوجوانان بہترین کتب اور بہتری پبلشروں کے لئے ان ایوارڈز کا انتظام کرتا ہے تاکہ پنجاب کے ادبی، سماجی اور ثقافتی مناظر کے مختلف پہلوؤں پر کتابیں لکھنے کے لئے دانشوروں اور سکالروں کی حوصلہ افزائی ہو اور عوام کے لئے اچھی، معیاری اور سستی کتب کی طباعت کو فروغ دیا جا سکے۔ 1998ء کے لئے ڈاکٹر الیف ایم انجم رحمانی، محترمہ مسرت حسن اور نورالزمان احمد اوج کو بالترتیب ''پنجاب، تمدنی اور معاشرتی جائزہ'' اور ''ہڑپہ کا ورثہ'' پر علامہ ڈاکٹر محمد اقبال ایوارڈ (50 ہزار روپے)، شاہ عبداللطیف بھٹائی ایوارڈ (40 ہزار روپے) اور خوشحال خان خٹک ایوارڈ (30 ہزار روپے) کے لئے حقدار قرار دیا گیا ہے۔ نذیر احمد چودھری اور پروفیسر سمیع اللہ قریشی کو بالترتیب ان کی کتابوں ''لاہور شیکسپیئر'' اور ''سرزمین جھنگ'' پر مشترکہ چوتھے انعام جام ورک ایوارڈ (20 ہزار روپے) کا حق دار قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح 1996ء کے لئے پبلشرز سنگ میل، ادارہ تصنیف ادب، جامعہ اشرفیہ اور رضا دارالاشاعت کو ان کی مطبوعات ''نیرنگ اندلس''، ''فلکیات جدیدہ'' اور ''البرکت بلکیتہ'' (چھوٹا اور بڑا سائز) اور ''قصیدہ بردہ شریف'' کو پہلے، دوسرے اور تیسرے انعام کے لئے بالترتیب 50 ہزار

Marfat.com
Marfat.com

روپے، 40 ہزار روپے اور 30 ہزار روپے کا حق دار قرار دیا گیا ہے۔ 1997ء کے لئے ادارہ تصنیف ادب جامعہ اشرفیہ، الفوکسز پبلشرز اور ولیہ پبلشرز کو ان کی مطبوعات ''ترغیب المسلمین اور متبارک دنیا ''مخزن انقلاب'' اور ''جہاں گردی'' پر بالترتیب پہلا انعام (50 ہزار روپے)، دوسرا انعام (40 ہزار روپے) اور تیسرا انعام (30 ہزار روپے) ملے گا۔ سال 1998ء کے لئے فیروز سنز، الفیصل ناشرین اور سنگ میل کو ان کی مطبوعات بعنوان ''پینٹنگز ان پنجاب''، ''پنجاب، تمدنی اور معاشرتی جائزہ'' اور ''......لاہور شیکسپیئر''، ''قائداعظم بے مثال شخصیت''، ڈاکشن آف ڈائلینڈ آف اسلامیات موومنٹ'' اور ''میں پہلے جنم میں رات تھی'' پر بالترتیب پہلا انعام (50 ہزار روپے)، دوسرا انعام (40 ہزار روپے) اور تیسرا انعام (30 ہزار روپے) کا حق دار قرار دیا گیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

اخبارات کے تبصرے

روزنامہ دن، لاہور

نام کتاب..............مخزن انقلاب

مولف..............ڈاکٹر شمس الحق

صفحات..............611

قیمت..............250 روپے

سیرت النبی ﷺ ایسا موضوع ہے جس پر وقت کے ہر ہر سیکنڈ میں کچھ نہ کچھ کہیں نہ کہیں تحریر کیا جا رہا ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارکہ پر جتنا کچھ ضبط تحریر لایا جا چکا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ڈاکٹر شمس الحق علمی حلقوں میں معروف نام ہے۔ ''مخزن انقلاب'' ان کی سیرت نبوی ﷺ کے حوالے سے ایک انتہائی متاثر کن تصنیف ہے، جس میں انہوں نے سیرت مبارکہ کی انقلابی حیثیت اور منکرین کی محاذ آرائی کا تذکرہ کیا ہے۔ کتاب کا قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ کتاب کا آغاز تخلیق کائنات سے کیا گیا ہے اور لحہ بہ لحہ آگے بڑھتے ہوئے سیرت طیبہ ﷺ کا احاطہ کیا ہے اور موجودہ دور تک دنیائے عالم میں چلنے والی اسلامی تحریکوں اور ان کے خلاف ہونے والی سازشوں کا علمی محاکمہ کیا ہے، جس نے کتاب کو کلاسیکل بنا دیا ہے۔ بلاشبہ یہ اپنے طرز کی منفرد تصنیف ہے جس سے علم کے شیدائی بہت کچھ جان سکتے ہیں۔

مخزن انقلاب کی علمی حیثیت کو دیکھتے ہوئے حکومت پنجاب نے اس کے پبلشر کو دوسرے انعام کا حق دار قرار دیا ہے۔ مولف کے لئے شائد اتنے اعزاز کی بات نہ ہو جتنا کہ خود

Marfat.com
Marfat.com

حکومت کے لئے ہے۔ یہ کتاب اسلام کی مکمل تاریخ ہے، جس میں حقائق کی روشنی جگہ جگہ منور نظر آتی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اسلام کی ترویج کے لئے جو کوششیں اور قربانیاں دیں اور جس جانفشانی سے صراط مستقیم کے انقلاب کو آپؐ اور آپ کے انقلابی گروہ نے ہم تک پہنچایا اس کی تاریخ سے واقفیت حاصل کرنا ہر مسلمان کا فطری حق ہے۔ نپولین نے ایک مرتبہ کہا تھا: ''خدا کرے میرا بیٹا تاریخ کا مطالعہ کرے، کیونکہ تاریخ ہی صحیح فلسفہ ہے۔''

ڈاکٹر شمس الحق نے کتاب کا انتساب پیغمبر انقلاب کی قابل احترام زوجہ محترمہ خدیجۃ الکبریٰ کے نام کیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

ایک نومسلم کی رائے......قرآن کے متعلق

''اگر آپ پہلے ہی ہتھیار نہیں ڈال چکے تو آپ اس کے خلاف لڑیں گے یہ براہ راست اور بڑی سختی سے آپ کی ذات پر حملہ آور ہوتا ہے۔آپ سے مکالمہ کر کے بحث و تمحیص کرتا ہے،تنقید کرتا ہے اور آپ کی عزت نفس پر ضرب کاری لگاتا ہے اور پھر آپ کو چیلنج کر دیتا ہے۔شروع ہی میں یہ جنگ کی جو لائن کھینچ دیتا ہے میں تو اس لائن سے دوسری طرف تھا'' کیونکہ اس کا مصنف ''خدا'' تھا اور میں اسے کم ہی جانتا تھا اور وہ مجھے اچھی طرح جانتا تھا۔

اور پھر سورۃ آیت نمبر 93 پڑھنے کے بعد کی رائے

قرآن پاک کے صفحات میں میری ملاقات اپنے آپ سے ہوئی اور جو کچھ مجھے اپنے آپ میں نظر آیا میں اس سے خوفزدہ تھا،میری راہنمائی کرتے کرتے مجھے ایسے کونے میں لا کھڑا کر دیا گیا تھا جہاں منتخب کرنے کا صرف ایک ہی راستہ باقی رہ گیا ہو۔

اس سوال کا جواب تلاش کیجیے ''کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ آپ اپنے اور اپنے خدا کے درمیان رشتہ و تعلق کیسا محسوس کرتے ہیں؟''

(نومسلم ''جیفرے لینگ'' ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ ریاضی،امریکن یونیورسٹی)

Marfat.com
Marfat.com

قرآن کی شان

1- قرآن پوری انسانیت کے لئے پیام ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی احادیث اسی پیام کی تفسیر ہیں، اسی لئے یہ کل دنیائے اسلام کی مشترکہ میراث ہیں اور فقہ حنفی قرآن و احادیث کی قومی تعبیر ہیں۔

2- دنیاء جدید کے مروجہ دو عفریتوں سوشلزم، کیپیٹل ازم سے نجات کے لئے صراط مستقیم کو اپنایئے۔

3- اسلام کے دو تقاضے، شرک کا قلع قمع کرنا اور ارتداد کا سر کچلنا۔

4- قرآن کا مقصود اور اس کی منزل اور ہے اور آج کے مسلمان کا جو رسم و آئین ہے وہ اور ہے۔ اس کے دل میں جلنے والی آگ نہیں اور اس کے سینے میں (روح) مصطفیٰ زندہ نہیں، بندہ مسلم نے قرآن سے کچھ حاصل نہیں کیا اور اس کے پیالے میں نہ شراب ہے اور نہ تلچھٹ۔ (ڈاکٹر علامہ اقبالؒ)

پرانی سنسکرت کی ضرب المثل

5- خاندان کی عزت و ناموس بچانے کے لئے فرد کی قربانی دے دو۔

قبیلہ کی عزت بچانے کے لئے خاندان قربان کر دو۔

ملک بچانے کے لئے قبیلے کی قربانی دے دو اور روح بچانے کیلئے دنیا قربان کر دو۔

☆ تو عالم ہستی میں جویائے سکوں کیوں ہے
ایک شورش پیہم ہو، اے ہمت مردانہ

(مولانا مودودیؒ)

☆ عقاب پہاڑوں میں زندہ رہتا ہے
اور میدانوں میں انتقال کر جاتا ہے

Marfat.com
Marfat.com

مصنف کا مختصر تعارف/ حالات زندگی

پیدائش: 1924ء

ابتدائی تعلیم: اینگلوورنیکولر مڈل سکول اوگی، علاقہ اگرور، ڈسٹرکٹ ہزارہ صوبہ سرحد سے حاصل کی۔ 36-1935ء میں لاہور منتقل ہونا پڑا۔ عربی زبان سیکھنے کے شوق کی خاطر ایک عربک کالج جو کہ حجازی بلڈنگ بیرون دہلی دروازہ میں مشہور زمانہ استاد پروفیسر نومسلم جناب ''اسد'' مصنف ''روڈ ٹو مکہ'' نے طلباء کو عربی زبان سے روشناس کرانے کی خاطر قائم کیا، داخلہ لیا۔ پھر پنجاب یونیورسٹی کے اورینٹل کالج لاہور سے اورینٹل لنگویج میں آنرز کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔

طبی تعلیم: طبی علم کی مروجہ عربی کتابیں ایک مشہور حکیم جناب دوران شاہ صاحب جن کا تعلق کشمیر کے علاقہ ''کرنا'' سے تھا سے پڑھیں۔

سیاسی تربیت: سیاسی تعلیمات میں حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے شارح محترم مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم اور کابل کے ایک مشہور سیاستدان جناب ''ملاشور بازار'' کے نظریات سے استفادہ کیا۔

دینی تعلیم: دینی علوم کی ترغیب جمعیۃ العلماء ہند کے مولانا مفتی کفایت اللہ اور مولانا داؤد غزنوی نے دلائی جبکہ میں ایک مشہور کانگریسی ہندو لیڈر دیوان چمن لال کی رہائش گاہ نمبر 10، اورنگ زیب روڈ، نیو دہلی میں رہائش پذیر تھا اور اس لیڈر سے ملنے کے لئے مذکورہ محترم حضرات تشریف لاتے رہے اور مجھے ان کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ انہی کی سفارش میں مجھے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ ملا جو کہ برصغیر ایشیا میں جامعہ ازہر (مصر) کے بعد بلند پایہ ایک دینی یونیورسٹی تسلیم کی جاتی ہے۔ اس ادارہ سے جناب محترم

Marfat.com
Marfat.com

استاد حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ کے زیر اہتمام سند فراغت حاصل کی۔

ہومیو پیتھک تعلیم: ڈاکٹر سید عبدالحنان مرحوم جو کہ "ریشنل ہومیو پیتھک میڈیکل کالج" ورنگل حیدر آباد دکن (انڈیا) کے استاد تھے ان سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔

پاکستان میں مصروفیات: 1948ء میں لاہور شہر میں اپنے معاشی حالات کے پیش نظر ہومیو پیتھک پریکٹس شروع کی۔ اسی دوران لاہور کے مشہور ہومیو پیتھک ڈاکٹر محمد مسعود قریشی (مرحوم) کے قائم کردہ گورنمنٹ پاکستان ہومیو پیتھک میڈیکل کالج لاہور کی آؤٹ ڈور ڈسپنسری میں تقریباً 15 سال پارٹ ٹائم مریضوں کا معائنہ بھی کرتا رہا۔

صحافتی خدمات: اگرور سے تعلق کی وجہ سے علاقہ کی عوام کے مسائل اور ان کی آواز حکومتی ایوانوں تک پہنچانے کی خاطر ماہنامہ "اخبار اگرور" کا اجراء کیا۔ ("اگر" کا لفظ دراصل کوہ ارارط (جہاں کشتی نوح دریافت ہوئی ہے) کے دامن میں ایک گاؤں کا نام تھا)

مخزن انقلاب کا خیال: چار سال قبل حرمین شریف کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ صحت خراب ہوئی تو خیال آیا کہ سرکاری تعلیمی اداروں میں مطالعہ پاکستان لازمی قرار دیا گیا ہے کیوں نہ تعلیم مطالعہ اسلام کی خاطر کوشش کی جائے تو اس خیال سے مخزن انقلاب کا مسودہ تیار ہوا اور اب آپ کے سامنے ہے ممکن ہے اللہ میری اس کوشش کو میری مغفرت کا ذریعہ بنا دے۔ اس کی بنیاد بھی سیرت نبویؐ کی انقلابی حیثیت پر رکھی ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

(نوٹ) میں پیشہ ور مصنف نہیں اس لئے غلطیوں کا امکان بھی ہے۔ دعا کریں اللہ میری تقصیریں معاف کر دے۔ (آمین)

احقر

شمس الحق عفی عنہ

Marfat.com
Marfat.com

عرض حال

مخزن انقلاب میں اس روح پرور انقلاب کی ہلکی سی تصویر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے پاکستان آج تاریخ کے اس دوراہے پر کھڑا ہے جہاں سے وہ صدق' اخلاص اور قومی جذبہ کا بلند اور ارفع راستہ اختیار کر کے نہ صرف اپنا تحفظ کر سکتا ہے بلکہ اقوام عالم میں اپنا جائز مقام بھی حاصل کر سکتا ہے مگر اس کے لئے قربانی اور اخلاص کی ضرورت ہے۔ ہم پاکستانی قوم آج کل بد ترین خطرات سے دوچار ہیں اور دوسروں پر بھروسہ کرنے کی فطرت اپنا چکے ہیں دراصل موجودہ مغربی ترقی یافتہ طاقتوں کا منشا بھی یہی ہے کہ مسلمان دین پر صرف مذہبی رسومات اور عقائد کی ہی حد تک عمل کریں وہ نہیں چاہتے کہ اسلام ایک انقلابی اور متحرک دین کے طور پر ابھرے اور اس کے سیاسی عزائم اور مقاصد بھی ہوں۔

مغرب کے انہی مادیت پسند نظریات کو اپنا کر مسلمان اخلاقی گراوٹ کی اتھاہ گہرائیوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ مخزن انقلاب کے حصہ اول میں اسی تباہ کن اقدار کی نشاندہی کی کوشش کی گئی ہے حصہ دوم میں اسلامی انقلاب کا نقطہ نظر اور دستور عمل "صراط مستقیم" کا نقطہ نظر اور دستور العمل "صراط مستقیم" کی وضاحت کی گئی ہے جس کو حضور اکرم ﷺ کے انقلابی فدائیں نے اپنایا تھا اس صراط مستقیم میں رکاوٹ ڈالنے والوں کے طریقہ کار یعنی "نظریات کے خلاف نظریات کی محاذ آرائی" کی مختلف صورتیں پیش کی گئی ہیں۔

حصہ سوئم میں انقلابی تحریک کا محل وقوع "مکہ" کی تاریخی حیثیت اور اس کی اہمیت بیان کی جاتی ہے۔ مکہ سے ہجرت کے اسباب اور وجوہات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حصہ چہارم اور پنجم کے بعد مدینہ منورہ کی طرف ہجرت اور مشرکین مکہ کی انتقامی کاروائیوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مدینہ میں حکومت الٰہیہ کا قیام اور مسلمانوں اور غیر مسلموں سے

Marfat.com
Marfat.com

معاہدوں کا دور' مہاجرین اور انصار میں مواخات کا فلسفہ' انقلابی صحابہ کا کردار جو کہ ہر انقلابی کے لئے راہنما کا کام دیتا ہے۔

مدینہ منورہ اور بیرون مدینہ میں مساجد جو کہ انقلابیوں کے کیمپ کی حیثیت سے تعمیر کی گئیں تھیں کا ذکر کیا گیا ہے ان کیمپوں میں تعلیم و تربیت کی جاتی تھی اسی لئے اسلام کی پہلی درس گاہ "صفہ" قرار دی گئی ہے اور آخر میں عظیم انقلابی شخصیت کا عکس قرآن اور احادیث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے سیرت نبویؐ پر ہزاروں کتابوں میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ مخزن انقلاب میں سیرت نبویؐ کے انقلابی پہلو پر جن مفکرین نے روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے ہم نے ان کے نگارشات کو مختصر الفاظ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ موجودہ دور میں اسلامی تحریکیں بھی برائے نام اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے قیام کی کوشش میں لگی ہوئی ہیں مگر کامیابی مشکل ہے کیونکہ ان کے راہنماؤں کا نقطہ نظر کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ خلافت راشدہ کے آخری خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ایک گورنر نے مرکز کو لکھا کہ لوگ اسلام کی طرف بے تحاشہ دوڑ رہے ہیں اس کے نتیجہ میں جزیہ (ٹیکس) جو کہ غیر مسلموں سے ان کی حفاظت کی خاطر وصول کیا جاتا تھا اس آمدن میں کمی آچکی ہے۔ تو خلیفہ وقت نے جواباً" تحریر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو لوگوں کی ہدایت کے لئے رسول اور نبی بنا کر بھیجا تھا لوگوں سے جزیہ وصول کرنے کے لئے نہیں بھیجا تھا۔ ہمارا بھی مقصد یہی ہے کہ لوگ صراط مستقیم پر چلنا شروع کریں' خزانہ بھرنا مقصد نہیں اور نہ ہی اقتدار کے مزے لوٹنا ہیں' اسلامی تحریکوں کے قائدین کے نقطہ نظر میں تبدیلی کی خاطر ہی اس نقطہ نظر کو واضح کیا گیا ہے کہ جب تک حضور اکرم ﷺ اور ان کی پہلی انقلابی جماعت کے طریقہ کار کی طرف نہ لوٹیں گے کامیابی مشکوک ہی رہے گی۔ کیونکہ یہ ایک عام اصول ہے کہ ہر ایک چیز اپنے اصل کی طرف لوٹ کر کامیابی حاصل کر سکتی ہے۔ اسی خیال کو ایک غیر

Marfat.com
Marfat.com

غیر مسلم دانشور نے ان الفاظ میں بیان کیا تھا کہ جو شئے اپنے مقام سے ٹل جائے وہ قابل نفرت ہو جاتی ہے۔ مثلاً بال، ناخن، دانت وغیرہ جب اپنے مقام سے ہٹتے ہیں تو ان سے گھن آتی ہے۔ اسی طرح جب مسلمان اپنے اصل مقصد کو چھوڑ دیں گے تو ان سے نفرت آنا قدرتی تقاضا ہے۔ جیسے کہ آج کل کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں مگر چونکہ اکثریت نے حضور اکرم ﷺ اور ان کے فدائین گروہ کے طریقہ کار کو بھلا دیا ہے، لہٰذا تباہی اور بربادی ان کا مقدر بن چکا ہے اس ذلت کے گڑھے سے نکلنے کی خاطر صرف حضور اکرم ﷺ اور ان کے انقلابیوں کے طریقہ کار کو اپنانے میں کامیابی حاصل ہوگی۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات کی واضح ہدایت ہے کہ مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ سب انسان اسی کے بندے ہیں اور ایک آدم کی اولاد ہیں۔ توحید اور وحدت نسل انسانی کا یہ تصور پہلا حلقہ ہے جو تمام انسانوں کو بلا امتیاز نسل و رنگ اور زبان کے برابر اور مساوی حقوق کا مالک بناتا ہے۔ یہی تو جمہوریت کی حقیقت ہے، جس کا اظہار بیعت عقبہ پر اسعد بن زرارہؓ کے خطبہ سے ہوتا ہے۔ جو کہ ایک وفد کی صورت میں مدینہ سے صبح کعبے آتے تھے۔

ایک خطبہ

ٹھہر و اے اہل یثرب! ہم لوگ جو ان کے پاس آئے ہیں تو یہ سمجھتے ہوئے آئے ہیں کہ یہ اللہ کے رسولؐ ہیں اور آج انہیں یہاں سے نکال کر لے جانا چاہتے ہیں۔ تمام عرب سے دشمنی مول لینا ہے۔ اس کے نتیجے میں تمہارے نونہال قتل ہوں گے اور تلواریں تم پر برسیں گی۔ لہٰذا اگر تم اس کو برداشت کرنے کی طاقت اپنے اندر پاتے ہو تو ان کا ہاتھ پکڑو (بیعت کرنا) اور اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور اگر تمہیں اپنی جانیں عزیز ہیں تو پھر چھوڑ دو اور صاف صاف عذر کر دو کیونکہ اس وقت عذر کر دینا خدا کے نزدیک زیادہ قابل قبول ہوگا۔

Marfat.com
Marfat.com

فہرست

عنوانات	صفحہ
انتساب	
حصہ اول	
تخلیق کائنات	1
تخلیق آدم علیہ السلام	4
حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹی اور نواسے	7
کائنات میں فساد کی ابتداء	10
نسل انسانی میں فساد کی ابتداء	11
بعل کا مشہور بت کدہ	17
تاریخ میں بت پرستی	14
جزیرۃ العرب میں شرک	20
مشرکین کے عقیدہ کے تجاوزات	22
حصہ دوئم	
اصلاح معاشرہ	23
معاشرہ کے دو اصول	23
اصلاح کا دوسرا اصول	25
نظام تعلیم اور اس کے اثرات	27
نظام تعلیم تاریخ کی روشنی میں	30
حسن ترتیب کا فقدان	34
اسلامی زندگی اور اس کے تقاضے	38
اصلاح معاشرہ میں علماء کا کردار	41
اسلام کے آئمہ مجتہدین	46
تہذیب کا ارتقاء	53
اسلامی تہذیب کی امتیازی حیثیت	56
دین اسلام میں فرقہ پرستی	58
تصویر کا دوسرا رخ ''امریکی تہذیب''	62
اسلامی تہذیب میں تصوف کا کردار	65
روس میں انقلابی تحریک	65
ایک عظیم مجاہد امام شاملؒ	68
امام شاملؒ کا تصوف	70
امام شاملؒ بطور کمانڈر	72
امام شاملؒ کا معاہدہ	75
امام شامل کی آخری خواہش	80
اصلاح معاشرہ کیلئے انبیاء کی ضرورت	84
حصہ سوئم	
صراط مستقیم کیا ہے	90
دعوت توحید کا ارتقاء	92
انسانی تمدن کا ارتقاء	93
دعوت توحید کا ایک ہی ہونا کیوں ضروری ہے	96
تمام انسانوں کے مشترکہ اقدار	97
دعوت توحید کا آخری دور	99

Marfat.com
Marfat.com

عنوانات	صفحہ
مشرکین مکہ کی مخالفت	100
حصہ چہارم	
صراط مستقیم کی تشریح	105
صراط مستقیم کی پہلی منزل (توحید پرستی)	106
دین کا ابتدائی تصور	107
صراط مستقیم کی دوسری منزل (حق ربوبیت)	109
صراط مستقیم کی تیسری منزل (صفت رحمت)	114
صراط مستقیم کی چوتھی منزل (مکافات عمل)	121
صراط مستقیم کی پانچویں منزل (حلف فادری)	124
عقیدہ توحید	128
صراط مستقیم کی چھٹی منزل (رہنمائی کی طلب)	132
قانون کا احترام	135
حضرت عمرؓ کے جذبات	136
حضرت ابوبکرؓ کی تقریر کا ردعمل	138
صراط مستقیم میں تجاوزات کے خلاف ردعمل	140
انقلابی اقتدار میں ارتداد کا انتشار	142
خلافت راشدہ کے دور میں پہلا فساد	143
خلافت کے بعد امارت کا دور	145
تحریک آزادی ہند	147
مذہبی سیاست کے اثرات	151
قرآن کی انقلابی تحریک دہلی کالج سے براستہ دیوبند، کابل تک	153
انقلابی گروہ پر وہابیت کا الزام	155
دیوبند اور علی گڑھ کا اتحاد	158
دین کے نام پر سیاست کا دور	161
فرقہ اسماعیلیہ	162
الحاکم بامر اللہ	163
روضہ رسولؐ سے گستاخی	164
حسن بن صباح	165
ہندوستان میں اسماعیلی خاندان	166
بوہرہ فرقہ	168
ملا کے لفظ کا استعمال	168
خلافت عثمانیہ	170
جدید ترکی میں اسلامی سیاست کا حلیہ	172
دونمہ پارٹی کی حقیقت	172
فری میسن کا کردار	173
یہودیت سوشلزم کے پردہ میں	174
اہل سنت کے امام ابوحنیفہ اور ان کا کردار	176
امام ابوحنیفہ کا آخری امتحان	178

Marfat.com
Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
ہندوستان میں شیعہ فرقہ کا وارد	180	ہند میں اسلام کا دور	245
حنفی مسلک کا دور	181	مغلیہ خاندان کا دور	246
مسلمانوں میں پہلا اختلاف	184	اکبر کا دین الٰہی	247
ملت اسلامیہ میں اتحاد کا فارمولا	185	مغل حکمرانی کا آخری دور	249
اتحاد کیلئے قرآن کا فیصلہ	188	برصغیر میں مذہبی اور فرقہ وارانہ فساد	251
قانون ارتقاء Law of Evolutio	195	نظام اسلام کے آئمہ اربعہ یا چیف جسٹس	253
روحانی ارتقاء	195	ہندوستان میں صوفیاء کرام کی جدوجہد	257
جدید دور کے علماء کا نظریہ	196	تاریخ انسانی کا نشیب و فراز	262
بیسویں صدی کا انقلابی تصور	198	انسانیت کی تربیت میں مذہب کا کردار	267
دین ابراہیمی اور اس کے پیروکار	201	ہندومت	269
مجوسیت کا دور	207	بدھ مت	276
یہود اور مجوس کا گٹھ جوڑ	208	یہودمت	278
مجوسیت کی دعوت ہدایت	212	یہودیت تاریخ کے آئینہ (روشنی) میں	284
یہودی عقیدہ	212	ہیکل سلیمانی کی تباہی	289
یہودی تصور میں انقلاب	213	فری میسن کی تحریک	290
قرآنی تصور	215	یہودیوں کی مالی دہشت گردی	304
صراط مستقیم پر تبصرہ	219	عیسائیت	305
برصغیر پاک و ہند میں نظریاتی سیاست کا ارتقاء	223	دین مسیحی میں فرقہ پرستی	309
بنیاد پرستی کے خلاف محاذ آرائی	225	ایک خواب اور اس کی تعبیر	311
بنیاد پرستی کے خلاف یہودی دنیا کی ایک نئی تحریک	235	نیند کی فلاسفی	311
جدید دور کا ایک انقلابی مجاہد	238	دیت کا حکم	313

Marfat.com
Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
مکہ مکرمہ کی جغرافیائی حیثیت	315	انقلابی شخصیت کی عدم تشدد کی پالیسی	376
نبی کریم ﷺ کے اجداد	320	عدم تشدد کے فوائد	384
حضرت عبداللہ کی شادی	327	دعوت صراط مستقیم کے تین دور	386
عبداللہ کی وراثت	328	دعوت صراط مستقیم مکہ سے باہر	387
نور نبوت کا نسب نامہ	328	مشرکین مکہ کی تشویش	394
انقلابی شخصیت کی ابتدائی زندگی	331	مشرکین کا پارلیمانی اجلاس	395
جزیرۃ العرب میں خاندانی اصطلاحات	332	ایجنڈا	396
مکہ کا اسمبلی ہال	333	پہلی تجویز	396
انقلابی شخصیت کا پہلا اپریشن	337	نکتہ اعتراض	396
انقلابی شخصیت کی ابتدائی جسمانی تربیت	340	دوسری تجویز	397
انقلابی شخصیت کا دوسرا اپریشن	342	نکتہ اعتراض	397
انقلابی شخصیت کی جنگی محاذ پر شرکت	347	تیسری تجویز	397
انقلابی شخصیت کی ازدواجی زندگی	348	آخری شبخون کی تیاری	400
انقلابی شخصیت کا مثالی کردار	350	تاریخ انسانیت میں اعلیٰ قیادت کی شجاعت کا مظاہرہ	402
غور وفکر اور تنہائی کا عبوری دور	353	بے مثال خود اعتمادی	403
پہلا انقلابی گروہ	359	**حصہ پنجم**	
انقلابی شخصیت کی پہلی میٹنگ	361	انقلابی شخصیت کی تعلیمات کا اثر	406
دوسری میٹنگ	362	انقلابی شخصیت کا خاندان	409
تیسری پبلک میٹنگ	364	ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش	410
مکہ میں دعوت توحید کا ردعمل	365	تعمیر کعبہ	416
تدبیر کند بندہ تقدیر کند خندہ	371	روئیداد کعبہ مکرمہ	420

Marfat.com
Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
اسمائے کعبہ	421	انقلابی شخصیت ہجرت کے بعد	441
حجر اسود کی امتیازی شان	425	مدینہ میں یہودیوں کا کاروبار	443
تعمیر کعبہ ضرار	426	یہودیوں کی بددیانتی کا تجربہ	444
حدود کعبہ	428	اسلامی معاشرہ اور حکومت الٰہیہ	446
چاہ زمزم	430	اہل مدینہ اور مہاجرین کا معاہدہ	449
مگنیشیم سلفیٹ	431	یہودی قبائل سے معاہدہ	451
سوڈیم سلفیٹ	432	مشرکین مکہ سے معاہدہ	455
سوڈیم کلورائیڈ	432	مکہ کی پارلیمنٹ میں اجلاس	457
کیلشیم کاربونیٹ	432	قریشی چھاپہ ماروں کی گرفتاری	461
پوٹاشیم نائٹریٹ	432	دفعات معاہدہ حدیبیہ	462
ہائیڈروجن سلفیٹ	433	مہاجرین کا بھائی چارہ	465
جبل ابوقبیس	433	انصار اور مہاجرین کا معاہدہ	466
جبل نور	434	مدینہ کے غیر مسلم اور مسلمانوں کا معاہدہ	466
جبل ثور	434	مشرکین مکہ سے معاہدہ کے فوائد	467
دار ارقم	434	اسلامی تعلیمات کا ریفریشر کورس	471
مقام رہائش	435	خلیفہ چہارم کی ایک گورنر کو نصیحت	475
مسجد جن	435	مصر کی اہمیت	477
مقام پیدائش	435	تمہارے اخلاق	477
حصہ ششم		عوام کے طبقات	480
مکہ سے ہجرت کا مقصد	436	فوج	481
یثربی قبائل کی دھمکی	438	انتخاب	483

Marfat.com
Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
قاضی (جج)	483	مدینہ میں ہجرت کا پہلا سال	539
عمال حکومت (عہدہ دار)	484	مدینہ میں چار رکعت نماز کی ابتداء	540
محکمہ خراج (ٹیکس)	484	مدینہ منورہ میں جہاد کی ابتداء	541
ملک کے عوام	485	اموال غنیمت	541
تاجر اور اہل حرفہ (صنعت)	486	اسلامی تاریخ یا جنتری کی ابتداء	549
غربا و مساکین	487	اسلام میں عید کا تہوار	551
فریادی (سائل)	488	جنت البقیع	553
امامت نماز	489	جنت المعلی	554
معاہدوں کا فلسفہ قرآن کی روشنی میں	492	مدینہ کی ریاست میں آزادی رائے وفکر	558
خون ناحق	492	عظیم انقلابی شخصیت ایک یورپین مصنف کی نظر میں	561
حضرت علیؓ نے فرمایا	494	انقلابی شخصیت ایک ہندو نوجوان کی نظر میں	567
مدینہ اور جزیرۃ العرب سے باہر انقلاب	494	مدینہ میں اسلامی اقتدار کے بعد	570
حصہ ہفتم : مقام نبوت ورسالت	502	انقلابی شخصیت کا نظریہ انقلاب	575
انقلابی شخصیت کا قانون انقلاب	513	شرک کا منبع	576
مدینہ کی پہلی اسلامی مملکت اور اس کا دستور	518	جنگ کا نیا تصور	579
دستوری دستاویز	518	ہدایات جہاد	579
روئیداد مدینہ منورہ	520	جہاد اور جنگ میں فرق	582
یثرب میں انقلابی تحریک	527	صراط مستقیم کی انقلابی شخصیت کا عکس	587
مدینہ کے فضائل	528	روایات کی روشنی میں	
مدینہ منورہ میں اسلامی افواج کی پہلی تنظیم	532	جنات کیلئے ہدایات بابت خوراک	589
مدینہ منورہ میں نماز جنازہ کی ابتداء	537	عظیم انقلابی شخصیت کا خلق عظیم	591

Marfat.com
Marfat.com

عنوانات	صفحہ
آپ کا حلیہ مبارک احادیث کی زبانی	600
نبی کریم ﷺ کا لباس	604
حادثات مدینہ	606
مدینہ منورہ کی مساجد یا انقلابی کیمپ	613
اسلامی انقلاب کا پہلا مرکز مسجد نبوی	614
مسجد قباء	615
مدینہ منورہ کی امتیازی حیثیت	
مدینہ میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم	632
مدینہ میں تحویل قبلہ کا حکم	633
مسجد میں نماز کے لئے اذان کی ابتداء	635
صبح کی اذان میں اضافہ	636
مدینہ منورہ میں معیشت کا استحکام	637
مدینہ میں مواخاتی رشتہ کی تفصیل	639
مواخات کا فلسفہ	640
مکہ میں مواخاتی رشتہ کی تفصیل	642
انقلابی شخصیت قرآن کی روشنی میں	643
مکتوبات نبوی کی روئیداد	645
سفارتی مکتوبات نبوی کی کیفیت	648
شاہ حبشہ کے نام پہلا مکتوب گرامی	651
ہرقل ''قیصر'' کے نام مکتوب گرامی	653
روئیداد مکتوب گرامی بنام قیصر	656
تصاویر انبیاء کا انکشاف	657
مقوقس کے نام مکتوب مبارک	661
خسرو پرویز کے نام مکتوب کا ترجمہ	666
ایک شبہ کا ازالہ	666
منذر بن ساوی کے نام مکتوب کا ترجمہ	669
مدنی ریاست کے سفارتی تعلقات	670
اسماء احباب شہدائے غزوہ بدر رضی اللہ عنہم	672
حضور اکرمؐ کی شخصیت مغربی مفکرین کی نظر میں	673
پبلشر نوٹ	689

Marfat.com
Marfat.com

انتساب

میں اپنی اس تالیف کو اس عظیم انقلابی شخصیت جن کے احترام کی خاطر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس جہان رنگ وبو کو عالم وجود میں لایا اس صراط مستقیم کی انقلابی شخصیت کے بے سروسامانی کے ایام میں مکہ مکرمہ کی ایک عظیم متمول صنف نازک شخصیت محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو دست تعاون بڑھا کر منصب زوجیت حاصل کیا ان کے نام نامی گرامی سے منسوب کرنے کا فخر حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول افتدز ہے عز وشرف

مؤلف

83993

Marfat.com
Marfat.com

ابتدائیہ (طبع دوم)

فطرت انسانی کی انقلابی تاریخ حضرت آدم صفی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسمانی وجود کے تیار ہونے کے بعد روح مبارک جسم اطہر میں داخل کرانے کے بعد شروع ہوتی ہے۔ محققین کے مطابق یہ واقعہ ہجرۃ نبویؐ سے تقریباً سات ہزار دوسو نوے سال پیشتر رونما ہوا تھا۔ (بحوالہ غیاث الغات فارسی ص: ۳۲۵) اسی لئے حضور اکرم ﷺ کا ایک ارشاد ہے کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدمؑ کا وجود پانی اور مٹی کے ملنے کا منتظر تھا۔ (ترجمہ)

تاریخ انسانیت میں جسم آدمؑ میں روح کا داخل کرانا ہی انقلاب عظیم ہوا۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ واسلام کی تشریف آوری کا مقصد ہی دعوت توحید کی نشرواشاعت تھا۔ پھر اسی دعوت کو وقتاً فوقتاً اپنے اپنے دور میں تمام انبیاء کرام نے اپنی اپنی امتوں کی اصلاح کی خاطر پہنچایا، مگر ہر دور کی امتوں نے اپنے انبیاء کی دعوت توحید میں اپنی ذاتی خواہشات کی تجاوزات کر کے حلیہ بگاڑتے رہے۔ ان تمام تجاوزات سے دعوت توحید کو اصلی حالت میں لانے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اور پھر اسی دعوت توحید کو حضور اکرم ﷺ کے بعد ہر دور میں امت محمدیہ نے پہنچانے کا فریضہ انجام دیا کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی نبی کو مبعوث کرنے کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ آپؐ کے بعد اصلاح امت کا فریضہ علماء امت کی ذمہ داری قرار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانیت کے بعد ہمیشہ سے اس اشرف المخلوقات کی روحانی اور جسمانی تربیت کرنا تھی۔ امت محمدیہ بھی آخری امت ہے اور آج دنیا کے مسائل کا تعلق بھی اسی امت سے ہے۔ یہ مسائل بھی ایک دوسرے سے اتنا گہرا تعلق پیدا کرتے ہیں کہ باہمی طور پر تبادلہ خیال کرنا اور آپس

Marfat.com
Marfat.com

میں رابطہ قائم رکھنا بہت ضروری ہوگیا ہے کیونکہ آج کی دنیا ایک وحدت اور اکائی میں تبدیل ہوگئی ہے۔آمدورفت کے ذرائع کی سہولت سے تمام فاصلے مٹ گئے۔سرحدیں ختم ہورہی ہیں۔انسان اس کرہ ارض کو چھوڑ کر خلا میں تسخیر کرنے کے ذرائع تلاش کرنے میں کوشاں ہے۔زمین کو چھوڑ کر سیاروں میں آبادی قائم کرنا چاہتا ہے۔سائنس کی خداداد ترقی نے ساری دنیا کو ایک عالم گیر برادری میں منسلک کردیا ہے جس طرح بین الاقوامی تعلقات کا دائرہ وسیع ہوتا جارہا ہے اسی طرح اس کی ضروریات بھی بڑھتی جارہی ہیں کہ تمام مذاہب ایک دوسرے کو قریب سے سمجھنے کی کوشش کریں۔بین الاقوامی سیاست نے ہر ملک اور قوم کو دوسرے ملکوں اور قوموں سے رابطہ اور تعلق قائم رکھنے اور ایک دوسرے کے نظریات کو سمجھنے پر مجبور کردیا ہے۔اب انسانیت ایک ایسے مرحلہ پر پہنچ گئی ہے جہاں قومی مفاد کو وسیع تر عالمی مفاد کے مقابلے میں کم تر درجہ دینا ضروری ہوگا۔ہم تاریخ کے ایک ایسے انقلابی دور سے گزر رہے ہیں جس میں ہر طرح کی حد بندیاں ٹوٹ رہی ہیں اور ایک بین الاقوامی برادری بنتی جارہی ہے،مگر حقیقت یہ ہے کہ دنیا ایک ہوجانے کے باوجود ابھی تک ایک نہیں بن سکی بلکہ انسان انسان سے دور ہوتا جارہا ہے۔ہر طرف نفرت اور دشمنی کا لاوا ابل رہا ہے۔ہم جس معاشرے میں سانس لے رہے ہیں اس میں قوم پرستی ہی کو سب کچھ سمجھا جاتا ہے۔ہر چند دنیا کا چپہ چپہ روشنی سے جگمگا رہا ہے مگر دلوں کی تاریکی ہر لمحہ بڑھتی جارہی ہے۔انسانوں میں ''تعصب'' علم و دانش کو اندھا کرنے پر تلا ہوا ہے اسی وجہ سے بھائی اپنے ہی بھائی، بیٹا باپ اور ماں بیٹی کے خون سے ہاتھ آلودہ کرنے کے درپے ہیں۔اعتماد،محبت اور رواداری مفقود ہوگئی ہے۔موجودہ ترقی یافتہ انسان اخلاقی اور روحانی اعتبار سے بے حد منتشر اور پراگندہ ہوچکا ہے۔ہر قسم کی مادی ترقی کے باوجود انسان اپنی زندگی میں ایک خلا محسوس کررہا ہے اور اپنے آپ کو بے چینی، بے اطمینانی کے ماحول میں گھرا ہوا پا رہا ہے۔ساری دنیا اپنے خودساختہ نظاموں کے نقصانات سے گھبرا رہی اور

Marfat.com
Marfat.com

اس کی روح پرامن وسلامتی کے کسی جان افزا پیغام کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اسے وہ قلبی سکون اور روحانی اطمینان حاصل نہیں ہو رہا جو تخلیق آدم کا حقیقی مقصد تھا۔ ہماری نگاہیں ہر سمت اٹھتی ہیں اور جب مایوس ہو کر پلٹتی ہیں تو ہمیں تاریخ کے دریچوں میں صرف ایک ہی سمت میں ایسی شعاع چمکتی ہوئی نظر آتی ہے جو پندرہ سو سال پہلے ایسے ہی حالات میں بلکہ اس سے بھی بری کیفیت میں ہوتے ہوئی مایوسی کی صورت میں دلوں کا سہارا بنی تھی۔ اس لئے آج کے حالات میں بھی صرف وہی شمع ضوفگن ہمارے اس تاریکی کے ماحول کو منور کرسکتی ہے۔ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی انسانیت کی اصلاح وتعمیر کا صحیح طریقہ وہی انقلابی طریقہ کار جو خدا کے بھیجے ہوئے برگزیدہ شخصیت حضور اکرم ﷺ نے اپنا کر جہالت کی تاریکی کو نابود کر دیا تھا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کے دلوں میں تقویٰ کی اہمیت کو اجاگر کر کے ہی اس انقلاب کو رونما کرایا تھا۔

قرب قیامت کے قریب حضرت عیسیٰؑ جب اس امت کی ہدایت کے لئے تشریف لائیں گے تو وہ بھی اس انقلاب کو اپنا لائحہ عمل قرار دیں گے۔ اسرائیلی ریاست بھی بالآخر اس کے آگے سر تسلیم خم کرے گی۔ موجودہ ترقی یافتہ دور میں بھی ہم مختلف وجوہ کی بناء پر انہی حالات سے قریب تر ہوتے جارہے ہیں جو کہ حضور اکرم ﷺ کے دور اقدس میں تھے۔ آج بھی اس شمع ہدایت کی روشنی سے ہم اکتساب فیض کر کے موجودہ دور کے مشکلات سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ اس دنیا کے آخری پیغمبر ہیں۔ آپ کی پوری زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح ہمارے سامنے ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو کسی دشواری کے بغیر آج بھی انسانیت کے لئے اسوہ حسنہ اور نمونہ عمل بنایا جا سکتا ہے۔ آپؐ نے بنی نوع انسانی کو وہ علم دیا ہے جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں راہنمائی دے سکتا ہے۔ سیرت مقدسہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر شخص کے لئے خواہ وہ کسی مذہب اور عقیدے سے تعلق رکھتا ہو اس کو روشنی اور ہدایت بخشتی ہے۔ اس کا

Marfat.com
Marfat.com

کمال یہ ہے کہ جہاں وہ سربراہان مملکت کے لئے نمونہ کا کام دیتی ہے وہیں ایک عام انسان بھی اس سے راہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر وہ سرمایہ دار ہے تو اس کے لئے شمع ہدایت کا کام دیتی ہے اور مزدور کے لئے بھی اس میں زندگی کو بنانے اور سنوارنے کے لئے مثالی نمونہ موجود ہے۔ انسانوں کے زمانہ امن میں اگر راہنمائی اور اصول پیش کرتی ہے تو حالات جنگ اور جہادوں میں بھی ایسی بے مثال ہدایات کرتی ہے کہ مخالفین بھی اس کو دیکھ کر ہش ہش کر کے خراج عقیدت و تحسین پیش کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ غرض ہر حالت میں اور ہر حیثیت کا انسان سیرت نبوی ﷺ کو اپنے لئے ایک مثالی نمونہ پائے گا۔

سیرت نبوی دنیا کی وہ واحد عظیم تاریخ ہے جس میں سارے انسانی مسائل مکمل شکل میں موجود ہیں اگر کسی کو اپنی بے بسی کے ڈر سے واسطہ پڑے تو آپ کی ابتدائی زندگی کی تاریخ سہارا دیتی ہے کہ یہ عارضی بے بسی کا دور ختم ہو کر بالآخر کامیابی نصیب ہوگی۔ حکمرانوں کیلئے اپ کی مدنی زندگی کا ابتدائی دور بطور نمونہ انہیں بتاتا ہے کہ وہ کس طرح اپنی حکمرانی کا انتظام کر سکتے ہیں۔ سیرت نبوی کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ایک طرف تو انسان کو خدا کے قریب کر کے ان کی اخلاقی اور روحانی زندگی کو سنوارتی ہے اور دوسری طرف ان کو بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی، اخوت، مساوات قائم کرنے پر ابھارتی ہے۔ مختلف خیال کے لوگوں کے اخلاق میں ہم آہنگی پیدا کر کے باہمی نفرت کو دور کرنے کا سبق سکھاتی ہے۔ سیرت نبوی کی انقلابی حیثیت انسانوں کو جہاں پر امن دور میں زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتی ہے اسی طرح دشمن کے سامنے آ کر بھی خواہ حالت کیسی بھی ہو حوصلہ اور اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے معاملات طے کرنے کی راہنمائی کرتی ہے۔ موجودہ دور میں سائنس نے اپنی ایجادات کے ذریعہ تمام دنیا کے ماحول کو متاثر کر دیا ہے۔ جدید دور کی سائنسی ایجادات ریڈی ایشن اور وائبریشن کے زیر اثر تمام دنیا ایک معاشرہ کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ آج کے دور میں ریڈی ایشن ایک ایسی اصطلاح سائنسدانوں نے رواج دی

Marfat.com
Marfat.com

ہے جس کے نتیجہ میں وہ واقعات جن کو کسی دور کے دانشور واہمہ، جن یا بھوت کے ناموں سے متعارف کرتے تھے پھر انہی کو نفسیات کے زیر اثر لاکھ اطمینان حاصل کرتے تھے۔ اب ان واقعات کو ریڈی ایشن کی اصطلاح سے پکارتے ہیں اور اس ایجاد کردہ اصطلاح کے پیش نظر اسلامی تاریخ میں بعض وقوعات جن کو محض واہمہ کہا جاتا تھا اب انہی واقعات کو حقیقت پر مبنی سمجھا جاتا ہے۔

اس کتاب میں انقلابی مساجد کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ مدینہ منورہ میں مرکز انقلاب کے لئے مسجد نبوی ایک پارلیمنٹ اور تربیت گاہ کی حیثیت اختیار کر گئی تھی۔ اس مرکز انقلاب میں جہاد کے لئے تیاری اور دوسرے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے صحابہ کرام کے مشورے بھی ہوتے رہے۔ مسجد صرف نماز کے لئے مخصوص نہیں بلکہ مسلمانوں کے تمام مسائل اس مرکز میں حل ہوتے تھے۔

دور نبوت میں جہاد کے سلسلہ میں کئی بار مدینہ سے باہر بھی جانے کا اتفاق ہوتا رہا اور جہاں جہاں بھی حضور اکرم ﷺ نے عبادت کی خاطر قیام فرمایا اسی جگہ کو صحابہ کرام نے مسجد کی عمارت بنوا کر انقلابی مرکز بنایا۔

Marfat.com
Marfat.com

مخزن انقلاب میں موجودہ دور کے نظریات اور مغربی جمہوریت کے نام پر صراط مستقیم کی شاہ رہ میں جو کاوٹیں کھڑی کی جارہی ہیں جو بنیاد پرستی اور فرقہ پرستی کے بے بنیاد خطرات کے خیالات کا اظہار موجودہ دور کے ابلاغ عامہ سے ہو رہا ہے۔ان کو مدنظر رکھ کر سیرت نبویؐ کی انقلابی حیثیت کی وضاحت کی گئی ہے اور اب خطوط مبارکہ کی عکسی تصاویر کا اردو ترجمہ بھی اس میں شامل کر دیا گیا ہے۔ کچھ حوالہ اطلس سیرت نبویؐ سے لیا گیا ہے۔(شائعہ کردہ ادارہ دارالسلام)

''سیرت نبوی کی انقلابی حیثیت'' میں موجودہ دور کے مخالفین کے نقطہ کو یعنی کمیونزم اور کیپٹل ازم کے الزامات، بنیاد پرستی کے عنوان سے لاکر کچھ وضاحت کی گئی ہے۔ موجودہ دور کے مجاہدین خواہ وہ ایران سے تعلق رکھتے ہوں یا چیچنیا'' کا کیشیا'' اور افغانستان کی آزادی کی جدوجہد میں حصہ لینے والے ہوں ان کا بھی مختصر طور پر ذکر کیا گیا ہے۔عوام کے سامنے ایسے واقعات اور آزادی کے لیے جدوجہد کرنے والے لوگوں کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ موجودہ دور کے مسلمان اپنے ذہنوں میں یہ جہاد کا مسئلہ ہمیشہ تروتازہ رکھیں۔اسلامی نقطہ نظر پر عمل درآمد کرنا آج بھی کامیابی کی گارنٹی ثابت ہوسکتی ہے۔جدید تعلیم یافتہ عوام میں آسان اور اردو زبان میں ''مخزن انقلاب'' کے ذریعہ اسلامی انقلاب کی روح کو اجاگر کرنے کی کوشش میں اس کی قبولیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ حکومت پنجاب نے اس کے پبلشر کو 1997ء کا ایوارڈ لینے کا حق دار قرار دیا اور اس کتاب کا پہلا ایڈیشن تقریباً ختم ہو چکا ہے۔اب'' مخزن انقلاب'' کا دوسرا ایڈیشن کچھ نئے عنوانات کے اضافہ کے ساتھ قارئین کرام کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔''الحمدللہ''

Marfat.com
Marfat.com

انقلاب اور تقویٰ

لفظ تقویٰ ...... جس کو لباس سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ عام اصطلاحی زبان میں لباس اس کو کہا جاتا ہے جس چیز سے جسم کو ڈھانپا جائے۔ لیکن قرآن تقویٰ کو بھی لباس سے تعبیر کرتا ہے کیونکہ اس کے ذریعے مجاہد کے جسم اور روح دونوں کی حفاظت کی جاتی ہے اور یہی ایک مقصد مجاہدین کی حفاظت کرانا ہے جس کے ذریعے اس کی زندگی میں ہر قسم کے تجاوزات جو دین میں داخل ہو سکتے ہیں ان سے حفاظت کرانا ہوتا ہے۔

لفظ انقلاب ...... لفظ قلب سے بنایا گیا ہے اور عربی میں قلب دل کو بھی کہا گیا ہے۔ چونکہ دل ہر وقت حرکت میں رہتا ہے۔ جسم کے تمام خون کو الٹ پلٹ کر جسم کے ہر حصے تک پہنچاتا ہے اسی لئے اس کو قلب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ایک ارشاد ہے کہ جسم انسانی میں قلب گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے جب یہ ٹھیک اور صحیح طور پر کام کرے تو پورا جسم صحیح ہو جاتا ہے اور جب اس میں خرابی واقع ہو جائے تو تمام جسم میں فساد برپا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح جب کسی معاشرہ میں فساد رونما ہو جائے تو اس کی اصلاح کے لئے بھی تدبیریں کی جاتی ہیں ان میں سے ایک تدبیر کو ''انقلاب'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

عام طور پر انقلاب سے مراد کسی مروجہ نظام کو تباہ و برباد کر کے رکھ دینا ہوتا ہے اور یہ عموماً اس معاشرہ میں رونما ہوتا ہے جو کسی غیبی طاقت کے تصور سے خالی ہو کیونکہ اس قسم کے معاشرہ میں انسانوں کے ذاتی خواہشات کو بنیاد بنا کر انقلاب برپا کیا جاتا ہے اس لئے اس کے نتائج بھی دیرپا نہیں رہتے۔ اسلامی معاشرہ میں انقلاب کا تصور دوسرے معاشروں کی نسبت سے مختلف صورت کا حامل ہوتا ہے۔ کیونکہ اسلامی معاشرہ کی بنیاد تصور

Marfat.com
Marfat.com

وحدانیت اللہ پر موقوف ہوتی ہے اس لئے توحید کے تصور کو انسانیت کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک ارشاد میں فرمایا ہے کہ ہر مولود (بچہ) پیدا ہونے والا اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے (جو کہ وحدانیت کی ہے) پھر والدین یا معاشرہ اس کی فطرت کو دوسرے نظریات کی آمیزش کر کے تجاوزات کا باعث بنتے ہیں۔ انسانی معاشرہ میں ابتدائی تصور وحدانیت کا ہی تھا اس تصور کو ختم کرانے کے لئے بعد کے ادوار میں اوہام، جنات، سورج، چاند، حیوانات اور اپنے آباؤ اجداد کی روحانی زندگیوں کو بت پرستی کے درجہ میں لا کر تجاوزات کا باعث بنا اور معاشرہ میں فساد کی بنیاد رکھ دی گئی۔

انسانی معاشرہ میں دو نظریات ایسے ہیں جو کہ مخلوقات میں سے کسی میں بھی ان کا تصور بھی نہیں کیا گیا۔ ایک شرک اور دوسرا نفاق انسانوں کے علاوہ کسی اور جاندار میں یہ دو بیماریاں نہیں ملتیں اور انہیں دونوں تصورات کی وجہ سے معاشرہ میں فساد برپا کیا جاتا ہے۔ اسلام بھی اپنے پیروکاروں کی اصلاح کے لئے انقلاب کی دعوت دیتا ہے جیسے کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے: (ترجمہ) اللہ اس قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہ بدلے (..........) یہی تبدیلی کی دعوت ہے جس پر عمل پیرا ہو کر انقلاب لایا جا سکتا ہے۔

کسی مسلمان کی حالت میں تبدیلی کی واضح نشانی یہ ہے کہ اس کے اندر تقویٰ کا تصور رونما ہو جائے۔ (تقویٰ یہ ہے کہ اوامر اور نواہی جو کہ زندگی گزارنے کے دو پہیے ہیں، انسان اپنے معمولات میں ان دونوں کو اپنا ماٹو بنا لے۔) اسلام نے ان دونوں کی نشاندہی کر دی ہے اور حضور اکرم ﷺ نے اپنے روزمرہ کے معمولات میں ان دونوں کو عملی طور پر صحابہ کرام کے سامنے پیش کر کے واضح کر دیا اور دور نبوت کے بعد صحابہ کرام نے بھی اسی تقویٰ کو اپنائے رکھا۔ اسی تقویٰ کے ہتھیار سے مسلح ہو کر صحابہ کرام نے چہار دانگ عالم میں اسلامی تاریخ کے نقوش واضح کئے۔ تقویٰ کے بغیر کتنی ہی کوششیں اسلامی نظام کے قیام کے لئے کی جائیں وہ ہمیشہ ناکام ثابت ہوں گی۔

Marfat.com
Marfat.com

تاریخ اسلام میں مسلمانوں کو اگر کسی مقام پر شکست سے دو چار ہونا پڑا وہاں بنیادی وجہ یہی تقویٰ کے نہ ہونے کی تھی۔ اسلام تو تقویٰ کے ہتھیار کو استعمال کرنے کو اتنی اہمیت دیتا ہے کہ جہاں بھی تقویٰ کے خلاف کوئی شائبہ تک بھی ہو تو اس سے بھی بچنے کی ہدایت دیتا ہے۔ مثلاً ایک ہدایت یہ دی گئی ہے، اتقو مواضع التهم۔ اور پھر یہ بھی ارشاد ہے کہ اتقو اللہ یعنی خوف خدا کو ہمیشہ کے لئے ذہن اور دل میں رکھو۔ مسلمانوں کے لئے یہ ایک ایسا نگہبانی کا تصور ہے جو اس کے سائے کی طرح ہر وقت اور ہر جگہ زندگی بھر اس کی حفاظت کرتا ہے۔

اسلام کے بنیادی نظریہ توحید کے خلاف منکرین نے ہزاروں انقلاب برپا کئے مگر بالآخر انجام کار مایوسی اور ناکامی سے ہی دوچار ہوئے۔ البتہ اگر کچھ نقصان اٹھانا پڑا تو وہ بھی اسلام کے نظریہ توحید میں شرک اور نفاق کے پردوں میں رہتے ہوئے مسلمانوں نے حملے کئے اور یہ حملے بھی نظریاتی تھے۔ یعنی اسلام کے خلاف اسلام ہی کے نام پر محاذ آرائی کرنا۔ انسان اپنے کھلے اور ظاہر شدہ دشمن سے اتنا نقصان نہیں اٹھاتا جتنا نقصان ہمدرد بن کر اور اپنایت کا مظاہرہ کرنے والوں سے اٹھا کر رہتا ہے۔ مدینہ کی غیر مسلم آبادی کے ساتھ معاہدے

Marfat.com
Marfat.com

کیے گئے، جہاد کی بھی تیاری کی جاتی رہی، مقصد یہ ہے مدنی انقلاب برپا کرنے میں بنیادی تصور تقویٰ کو ہر حالت میں پیش نظر رکھا گیا۔ بغیر تقویٰ کے کسی انقلاب کی کامیابی کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ قرآن کریم نے بھی افراد کی اہمیت کو تقویٰ کی خوبی کے پیش نظر ہی پسندیدہ قرار دیا ہے چونکہ تقویٰ حکم کے تعمیل کا نام ہے، ممنوعات سے رکنا بنیادی کام ہے۔ شرک سب سے بڑا گناہ ہے اس لئے اسلام کے قبول کرنے سے شرک کو ممنوع قرار دیا گیا۔ یہ تقویٰ عام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے ورنہ اسلام نہیں رہے گا۔ خواص کا تقویٰ یہ ہے کہ تمام حرام کیے ہوئے کاموں سے بھی بچتا رہے اور جن امور کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ الوسع ان کو پابندی کے ساتھ ادا کرتا رہے۔ خاص الخاص لوگوں کا تقویٰ یہ ہوگا کہ اپنے آپ کو صرف اطاعت الٰہی کے لئے وقف کرا دے۔ سوا اطاعت کے جو کام بھی ہوں خواہ ان کے کرنے کی اجازت ہی کیوں نہ ہو اس سے بھی بچتا رہے اور ہمہ وقت اطاعت الٰہی میں لگا رہے۔ علم جو کہ نور ہے یہ بھی تقویٰ کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ متقی انسان کے اوصاف میں خشیۃ الٰہی (خوف) زہد، مجاہدہ اور تواضع کو شمار کیا جاتا ہے۔

تقویٰ کا اعجاز

نزول قرآن کے ابتدائی دور کے چند سال تو اس حالت میں گزرے کہ قرآنی تعلیمات کو کھلے عام طور پر پیش کرنا بھی ممکن نہ تھا۔ آنحضرت ﷺ خفیہ طور پر لوگوں کو اصول قرآن کی طرف دعوت دیتے تھے پھر بے شمار مزاحمتوں اور مخالفتوں کے نرغہ میں کچھ اعلانیہ دعوت بھی شروع کی جاتی تھی۔ ہجرت مدینہ کے بعد صرف دس سال ہی ایسے ملے جن کو مسلمانوں کے لئے آزادی کا زمانہ کہا جا سکتا ہے، جس میں قرآنی نظام کی مکمل تعلیم اور تنفیذ کی کوشش اور تعمیری کام کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ان دس سالوں میں بھی آپ تاریخ

Marfat.com
Marfat.com

اسلام پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ابتدائی چھ سال آپ دشمنوں کے نرغہ اور منافقین یہودیوں کی سازشوں سے کس کو فرصت تھی کہ کوئی تعمیری کام اور ایسا نظام جو ساری دنیا کے نظاموں سے مختلف ہو عملی طور پر نافذ کر سکے۔ مسلمانوں کے خلاف سب سے بڑے بڑے معرکے انہیں چھ سالوں میں پیش آتے رہے۔ غزوہ بدر، احد، احزاب وغیرہ سب اسی مدت کے اندر ہوئے۔ ہجرت کے چھٹے سال دس سالوں کے لئے صلح حدیبیہ کا واقعہ ہوا، مگر صرف ایک سال تک اس معاہدہ پر قریش عرب قائم رہے اس کے بعد وہ بھی انہوں نے توڑ ڈالا اور پھر جنگ اور جہاد کا سلسلہ شروع ہوا۔

ظاہر اسباب میں صرف یہ ایک دو سال ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو اس کام کے لئے ملے کہ قران کی دعوت کو عام کر سکیں اور اس کے نظام کو نافذ کر سکیں۔ اسی عرصہ میں آپ نے دنیا کے بڑے بڑے اس وقت کے سلاطین کو خطوط لکھے اور قرآنی دعوت کو پھیلایا۔ (مخزن انقلاب صفحہ 527 دیکھئے) نبی اکرم ﷺ کی آخری عمر مبارک تک اس آزادی کے صرف چار سال ہوتے ہیں جن میں فتح مکہ کا جہاد بھی شامل تھا۔ اب اس چار سال کی قلیل مدت کو دیکھئے اور قرآن کے نفوذ اور اثر پر نظر ڈالیے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت تقریباً پورے جزیرۃ العرب پر قرآن کی حکوت تھی۔ ایک طرف سرحد روم تک اور دوسرے طرف عراق تک۔ تیسری طرف عدن تک یہ حکومت پہنچ جاتی ہے اور پھر یہ نظر میں رہے کہ آپ کی قوم ایک ایسی قوم تھی کہ س نے کبھی کسی بادشاہ کی اطاعت قبول نہ کی تھی اور ساری دنیا کے عوام آپ کے خلاف تھے ان حالات میں غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ مٹھی بھر فدائیں کے ساتھ دنیا بھر کو دعوت دیتے ہیں کہ آؤ مخالفت چھوڑ دو اور اس بات پر اتفاق کرلو جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابری کی بات بنتی ہے اور وہ ہے توحید۔ یہ تمام تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کے نظریہ کی کامیابی کا نسخہ ایک ہی ہے اور وہ تقویٰ ہے جس کو مسلمانوں نے اپنایا۔

Marfat.com
Marfat.com

پبلشر نوٹ

محترم قارئین کرام! ''مخزن انقلاب'' کا تصور میرے والد محترم کا ایک خواب تھا جس کی تعبیر کا عملی صورت میں پیش آیا۔

والد صاحب بتاتے تھے کہ سفر حج کی واپسی پر بیمار ہوا، اور بیماری کے دوران ایک خواب دیکھا کہ میں جبل رحمت کے دامن میں ایک بہت بڑے اجتماع میں شریک ہوں جہاں ایک صاحب ٹرک پر کھڑے ہو کر حج کی فضلیت اور مسائل بیان کر رہا ہے دوران خطاب کہنے لگا کہ اس دفعہ تین آدمیوں کے تھیسس منظور ہوئے ہیں پہلے شخص کا نام لیا اور پھر دوسرا نام میرا پکارا! تو مجھے خیال آیا کہ اب مجھے سٹیج پر بلائیں گے تو اچانک میری نیند ختم ہو گئی۔ اب میں سوچ رہا تھا کہ میں نے تو کوئی کتاب وغیرہ نہیں لکھی یہ تھیسس کیسا؟

جب سوچا تو چند سال پہلے میں نے سیرت کی ایک کتاب کا مطالعہ کیا تھا اور اس میں حضور اکرم ﷺ کی شبیہ مبارک کا ذکر تھا میں نے اس کیفیت کو ایک کاغذ پر نقل کیا اور خیال تھا کہ اسکو چھپوا کر عوام میں تقسیم کروں کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ حضور اکرم ﷺ کیسے تھے۔ جب قبر میں ان سے پوچھا جائے گا کہ یہ کون ہیں؟ تو ان کو کیسے معلوم ہو گا کہ یہ رسول خدا ہیں۔

تو اس تحریر کی جانب خیال پھرا۔ تو پھر اس کو چھپوانے کی خاطر مزید کتابیں اور لٹریچر دیکھنا شروع کیا جس کے نتیجہ میں مخزن انقلاب ترتیب پایا گیا۔ سابقہ اسٹاک ختم ہوا اور ملک بھر سے اور بیرون ملک سے اس کے مطالبے ہونے لگے تو میرے چھوٹے بھائی جو کہ سول انجینئر ہیں نے دوبارہ شائع کرانے کا وعدہ کیا، اخراجات شہزاد اور اس کی بیگم رابعہ ملک صاحبہ نے کینڈا سے بھیجے اور کتاب کو از سر نو ترتیب دینے میں حافظ مجاہد فاروق اور ان کی بیگم ڈاکٹر عالیہ صفدر نے خدمات پیش کیں شہزاد صاحب نے صدقہ جاریہ کے طور پر مفت تقسیم کرنے کی ہدایت کی قارئین سے درخواست ہے کہ مصنف اور ناشرین کے لیے دعائے خیر کریں۔

ناشر: اظہر سعید سابقہ ایڈیٹر پاکستان ٹائم لاہور

Marfat.com
Marfat.com

حصہ اول

تخلیق کائنات

اس کائنات کا آغاز آدمی کے بغیر ہوا اور اس کا اختتام بھی آدمی کے بغیر ہوگا۔
(ایک فرانسیسی مفکر)

جیسے کہ ایک حدیث قدسی کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ میں اپنی شخصیت کو متعارف کراؤں تو تخلیق کائنات کا سلسلہ عالم وجود میں شروع ہوا۔ قدرتی طور پر کسی مکان میں مکین کے آنے سے پہلے مکان کی تعمیر ہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جہان رنگ و بو میں پیدا ہونے والی مخلوقات کے لئے اسباب حیات پہلے سے ہی پیدا کر لئے مثلاً آسمانوں کی تخلیق، زمینوں کے طبقات اور پھر ان میں قسم قسم کے اجناس وغیرہ۔ جیسے زمین کے طبقات پیدا کئے اسی طرح آسمانوں کے بھی الگ الگ طبقے ہیں ہر آسمان سے دوسرے آسمان کا فاصلہ پانچ سو سال کا ہے۔ پہلا آسمان بخارات کی موجوں سے بھرا ہوا اور ملفوف ہے، دوسرا سفید سنگ مرمر کی طرح کا سفید ہے، تیسرا (حدید) لوہے کی طرح ہے، چوتھا (نحاس) پیتل کی طرح ہے، پانچواں چاندی جیسا، چھٹا سونے کا، ساتواں سبز رنگ کی زمرد سے تیار کرایا گیا ہے۔ (تفسیر صادی) آسمان اور زمین کی پیدائش ایک ایسے مادہ سے ہوئی جیسے قرآن (دخان) کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔ دخان کے معنی دھوئیں کے ہیں۔ یعنی ایسی بھاپ جو اوپر چڑھی ہو۔ پھر اس کے مختلف حصے ایک دوسرے سے جدا کر دیئے گئے۔ تمام کائنات ابتداء ایک گولا تھا جو پھٹا اور کثیف حصہ دور جا گرا جو زمین کی صورت میں ہے۔ کائنات (مکان) کی تیاری کے بعد مکینوں کو عالم وجود میں لایا گیا۔ روحانی طور پر سب سے پہلے افضل البشر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک کا ظہور ہوا تھا۔ اس کائنات میں تخلیق جسمانی کے لحاظ سے ہی ابوالبشر حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا وجود ظہور میں آیا۔ جدید ترقی یافتہ دور کی سائنسی اصطلاح بگ بونگ

Marfat.com
Marfat.com

(BIG BUNG) کا نظریہ دراصل مذہبی فلسفہ ''کن فیکون'' کی بازگشت ہے۔ یہ نظریہ 1912ء میں ایروزنا کے شہر فلیگ سٹاف کی لوویل آفیسر روڈیڈی ہی نے قائم کیا تھا۔ قرآن کے بیان کے مطابق اس دنیا کے آسمان اور زمین کو لپیٹ دیا جائے گا اور ایک رائی کے دانے کے مطابق ہتھیلی میں رہے گا جیسے کہ فرمان ہے (کطی سجل۔ الآیہ) چونکہ ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے تو یہ کائنات بھی لپیٹ دی جائے گی۔ مثل ایک گولا کے۔ قدرت نے اس عالم کو ایک کلی جیسی شکل سے پیدا کیا (کالوردۃ الدھان) اور اس تصور کو جدید سائنس ایک گولا (BIG BANG) قرار دیتی ہے۔ جب یہ گولا پھٹا تو مختلف اجزاء میں منتشر ہوا۔ سب سے لطیف ترین حصہ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے اصل کی طرف روانہ ہوا۔ تو اس فضاء میں روح کا منظر رہا اور اسی سے فرشتوں کی تخلیق فرمادی گئی ہوگی۔ یہی منظر جنت کہلاتا ہوگا۔ اس فضاء لطیف سے قریب ترین فضاء سے آسمانوں کی تخلیق اور ہر آسمان کے مناسب تزئین کے لئے اسباب اور امور پیدا فرمائے۔ اس فضاء سے جو کثیف حصہ تھا اور وہ حرارت پر مشتمل تھا جس کو ''سموم'' کہا جاتا ہے اس سے جنات کی تخلیق فرمادی۔ اس سے زیادہ کثیف مواد جو بچا اس سے دوسری مادی مخلوق کی تشکیل دی گئی۔ آخری حصہ جو بچا تو اس پر جب فضائی حصہ جو کہ اپنے رب کے سامنے خوف اور اطاعت سے منور ہوا تو پھر پگھل کر پانی کی صورت میں تھا۔ اس کا کثیف حصہ جو کہ بچا ہوا تھا، اس پر برسنا شروع ہوا جو کہ ایک کیچڑ کی صورت بن گئی اس کیچڑ میں سے کچھ حصہ فرشتوں کے ذریعہ اٹھوا کر جنت کی فضاء میں لایا گیا اور اسی فضاء میں اس کیچڑ سے انسان کی تخلیق کی گئی اور پھر اس میں اپنی روح کا عکس یعنی وائبریشن داخل کر کے حیات کا منظر بنا دیا گیا۔ چند عرصہ اس حالت میں اس انسان نے تنہائی میں زندگی گزاری تو اس کو بے چینی کی پریشانی سے نجات دینے کے لئے اس کی ہم جنس، اسی کے حصہ سے (حالت خواب میں تخلیق کر کے حواؑ کے نام سے ایک ساتھی بنا دیا گیا) پسلی کی ہڈی کے اندرونی مواد سے جس کو جدید سائنس D.N.A سے تعبیر

Marfat.com
Marfat.com

کرتی ہے (اسی فضا کو جنت قرار دیا گیا) اس فیکٹری کا سراغ لگانے کی جدوجہد جنات کے سردار شیطان رجیم نے شروع کی مگر اس کو اپنے حدود سے نکلنے کی اجازت نہ تھی۔ اس نے کسی حیلے بہانے ایک مخلوق (سانپ) کو بھلا پھسلا کر اس کے منہ کے ذریعہ خفیہ طور پر جنت کی فضاء میں داخل ہو گیا اور دیکھا کہ اس فیکٹری میں ایک انسان بھی موجود ہے تو اس پر حسد کا اثر ہوا کہ اس کو کیسے خوبصورت منظر میں رکھا گیا ہے حالانکہ یہ میرے خمیر سے کم تر ہے کیونکہ یہ نسبت اس کے وہ کثیف مواد سے بنا تھا۔ اس کو جنت سے نکلوانے کیلئے ورغلایا اور نافرمانی پر آمادہ کرایا گیا۔ نتیجہ میں جنت سے نکلوا کر دوسری مخلوق اور اپنی فضاء میں لا ڈالا (دنیا) اسی لئے تو اس فضاء کی ہر چیز اس سے خوفزدہ رہتی ہے اور اپنے دفاع کے لئے اس پر حملہ آور ہوتی ہے سب سے بڑا دشمن اس کا جنات میں سے ''شیطان'' اور دوسرے حیونات میں سے ''سانپ'' یہ دونوں ہمیشہ اس سے خوفزدہ رہتے ہیں کیونکہ ان دونوں نے اس کے ساتھ دشمنی کا کردار ادا کیا تھا۔ یہ تفصیل اسرائیلیات کے حوالہ سے ہے۔

جنت کی فضا ایک ایسی کمپیوٹر کی ہے جس میں ہر مخلوق کی (کاپی) عکس موجود ہے جس کو لوح محفوظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم) ہر چیز کی خاصیت اور حالت لفظ کن کے نتیجہ میں ہی اس کے اندر محفوظ کر دی گئی۔ اور ایک دن اس دنیا نے ختم ہونا ہے کیونکہ ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ ''روح'' روح کی طرف اور مادہ مواد کی طرف۔

Marfat.com
Marfat.com

تخلیق آدم علیہ السلام

جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم کی تیاری کا مرحلہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کے خطہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہارے وجود سے ایک خلیفہ بنانا چاہتا ہوں تو زمین نے فطرتاً اپنے جسم سے کسی حصہ کو الگ کرنے پر رونا شروع کیا چونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا کہ جو انسان اطاعت گزار ہوگا وہ جنت میں جائے گا اور نافرمان کو دوزخ کی ایندھن بنادیا جائے گا۔

تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد ان کی پسلی سے اماں حوا کی پیدائش کی گئی چونکہ ان کی پیدائش انسانوں کے پیدائش کے طریقہ مقررہ یعنی رحم مادر سے نہیں ہوئی اس لئے ان کو اخوۃ کا درجہ نہیں دیا جاتا۔ پیدائش کا مقصد بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کے ہم جنس کے نہ ہونے سے تنہائی کی وحشت کو ختم کرنے کے لئے سوتے ہوئے نیند کی حالت میں ایک ہم جنس پیدا کرائی گئی۔ (یہ تفصیل بائبل میں تلمود کی نسبت سے بیان کی گئی ہے)

بائبل کے نزدیک تخلیق آدم کا مقصد محض کھیتی باڑی تھا۔ جبکہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت آدمؑ کو اشرف المخلوقات اور خلیفہ الارض کا شرف حاصل ہوا تاکہ وہ لوگوں اور دوسری مخلوقات کو کام میں لائے۔ حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے علم بھی عطا کیا اور فرشتوں کے سامنے لاکر ان کی اہمیت بھی واضح کرائی۔ یہ تو قرآن حکیم کا ارشاد تھا اس سے پہلے ایک الہامی کتاب ''تورات'' کا حضرت آدمؑ کے متعلق بیان ہے ''اور خدا نے انسان کو اپنی صورت میں پیدا کیا۔ ''نر اور ناری'' ''عورت'' کو پیدا کیا اور خدا نے ان کو برکت دی اور کہا کہ پھلو بڑھو۔ اور زمین کو محکوم کرو۔ اور سمندر کی مچھلیوں اور ہوا کے پرندوں اور کل جانوروں پر جو زمین میں تھے ان پر اختیار دیا۔''

حوالہ تورات (پیدائش ب آیات ۲۶ تا ۲۷)

Marfat.com
Marfat.com

لفظ آدم ادیم الارض سے نکالا گیا ہے یعنی زمین کا بیرونی حصہ ،زمین کے خواص کے لحاظ سے ساٹھ اجزاء ہیں تو یہی خواص جسم انسانی میں منتقل ہو گئے اس لئے کہا جاتا ہے کہ اولاد آدم کی ساٹھ طبیعتیں ہیں اور پھر جب کسی تقصیر کا کفارہ ادا کرنا پڑا تو بھی ساٹھ کے عدد کو ملحوظ رکھا گیا جیسے روزہ کا کفارہ وغیرہ۔ تاکہ ہر حصہ کا کفارہ ادا ہو سکے۔ آدم علیہ السلام کا خمیر چالیس سال تک خانہ کعبہ کے مقام پر پڑا رہا۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نوسو ساٹھ سال زندگی گزری ہے اور ہزاروں اولاد دیکھنے کے بعد وفات پا گئے۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد چالیس جوڑوں میں (بہن بھائی) پیدا ہوتے رہے۔ ایک جوڑے کی بہن کا دوسرے جوڑے کے بھائی سے نکاح ہوتا رہا اس طرح اولاد آدم میں اضافہ ہوتا رہا بعد کے زمانوں میں انسان کی موجودہ شکل بعض اوقات بوجہ نافرمانی بطور عذاب بدل بھی جاتی رہی جیسے بنی اسرائیل کا بندر (قردۃ) کی صورت اختیار کر جانا یہ بھی تمام بنی اسرائیل نہ تھے بلکہ جو نافرمانی میں مبتلا ہو گئے تھے ان کی صورتیں مسخ ہو گئی تھیں اور چند دنوں بعد مر گئے ان کی نسل نہیں چلی موجودہ بندر وغیرہ ان کی نسل نہیں یہ مستقل الگ مخلوق ہے جیسے کہ دوسری مخلوق ہے۔ قانون خداوندی کی خلاف ورزی کی حالت میں بعض انسانوں کو بطور عذاب دوسرے جانوروں اور اشیاء کی شکل میں بھی تبدیل کیا جاتا رہا۔ مثلاً بعض کو ہاتھی، ریچھ، خنزیر، مار ماہی، گوہ، چمگادڑ، بچھو، عموض (دریائی چھوٹا سا جانور) مکڑی، خرگوش اور آسمان کا تارہ (سہیل) زہرہ کی صورت میں ایک عورت بھی جو اسم اعظم کے ذریعہ ہاروت، ماروت کو گناہ میں مبتلا کر کے آسمان پر چلی گئی تھی۔ (تفسیر نعیمی)

اس دنیا میں پانی ہی کی کثرت تھی۔ یہ پانی مدوجزر بناتا ہوا ایک خاص مقام یعنی مرکزی جگہ (خانہ کعبہ) میں بھنور کی صورت اختیار کرتا رہا۔ پانی کے آپس میں ٹکرانے سے جو جھاگ (زبد) پیدا ہوتی رہی اس پر فضاء کے ذرات اکٹھے ہوتے رہے۔ یہی ذرات مٹی کی

Marfat.com
Marfat.com

صورت اختیار کر چکے تھے۔ جدید سائنسی نقطہ نظر سے تمام دنیا کا پانی بحر مردار کے ایک غار میں مقناطیسی اثرات کی وجہ سے غائب ہو جاتا ہے اسی طرح اس جگہ دوسری اشیاء آ کر غائب ہو جاتی ہیں۔ بحر مردار کے کنارے دو بستیاں قوم لوط کی تھیں جن کو سدوم اور عمودہ کہا جاتا ہے۔

جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مجسمہ تیار کرانے کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اس جھاگ پر جو مٹی اور ذرات اکٹھی ہو چکے ہیں اس کو جمع کرو۔ یہ مٹی کے ذرات جو کہ پانی کے ٹکرانے کی وجہ سے انتہائی درجہ تک مصفی اور لطیف ترین ذرات کی صورت میں کچھ ٹھوس شکل اختیار کر چکے تھے یعنی مٹی کو ذرات کی حیثیت سے پانی میں دھویا گیا اس کے بعد ہی مجسمہ بننے کے قابل ہوئی یعنی جتنے بھی عناصر اس مٹی میں موجود تھے۔ سب صفائی اور غلاظت سے پاک صاف ہو چکے تھے۔ ماہرین ارضیات نے مٹی کے جو تجزیات کئے ہیں ان میں تقریباً اٹھاسی عناصر دریافت ہو چکے ہیں۔ مزید بھی موجود ہیں مگر ایسے آلات موجود نہیں جن کے ذریعہ وہ دریافت ہو سکیں۔ اسی طرح جسم انسانی کے تجزیہ کرنے سے بھی تقریباً پندرہ عناصر دریافت ہو چکے ہیں اور یہ سب عناصر زمین یعنی مٹی میں موجود ہیں مگر جو غذا انسان استعمال کرتا ہے اس میں دس عناصر دریافت ہو چکے ہیں۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ھیولا جب تیار ہوا تو اس میں اللہ تعالیٰ نے روح کو داخل فرمایا غالباً مقصد یہ تھا کہ یہ مختلف عناصر جو اس مٹی میں موجود ہیں ان کا آپس میں اعتدال اسی روح کی وجہ سے ہی رہ سکتا تھا۔ اسی لئے اس جسم میں روح کا داخل کرانا ضروری قرار دیا اور انہی عناصر کی متضاد کیفیت کو ہی دیکھ کر فرشتوں نے گزارش کی ہو گی کہ انسان فساد کرے گا

Marfat.com
Marfat.com

حضرت آدمؑ کی بیٹی، داماد اور نواسے کا قصہ

حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے قابیل اور ہابیل کا ذکر ہو چکا اب بیٹی کا تذکرہ بھی سن لیں۔
اگرچہ کچھ مؤرخین اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ عناق حضرت آدمؑ کی لڑکی تھی مگر ''عرائس ثعلبی'' کے صفحہ نمبر 26 ''سفینہ الجارج'' کی جلد اول کے صفحہ 90 ''ناسخ التواریخ'' کی جلد اول صفحہ 84 اور ''تاریخ خمیس'' کی پہلی جلد کے صفحہ 68 میں واضح طور پر یہ درج ہے کہ یہ آدمؑ وحوا کی پہلی اولاد تھی جو اس عہد میں پیدا ہوئی جب حضرت آدمؑ جنت سے زمین پر آئے تھے اور ان کا قد بہت طویل تھا۔

حضرت علیؑ کا ارشاد ہے، ''سب سے پہلے جس نے خدا سے بغاوت کی وہ عناق بنت آدمؑ تھی۔ وہ ایک جریب زمین پر بیٹھی تھی۔ ''تاریخ اسلام'' کی جلد اول صفحہ 406 پر علامہ نجم الحسن کراروی کی تحقیق کے مطابق اس کے خاوند کا نام ''عوق'' تھا۔ اور وہ بنی الجان میں سے تھا کیونکہ ایسی دیو پیکر عورت کا خاوند دیو ہی ہو سکتا ہے۔ ''حیات الحیوان'' میں ہے کہ جنوں کی ایک قسم انسانوں جیسی ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا کتابوں میں عناق کی موت کے بارے میں یہ تفصیلات پائی جاتی ہیں کہ خدا نے ایک شیر کو ہاتھی کے برابر، ایک بھیڑیے کو اونٹ کے برابر اور ایک گدھ کو خچر کے برابر پیدا کر کے انہیں سے اسے مروا دیا تھا۔ عناق اور عوق کا ایک بیٹا بھی تھا جس کا نام عوج الطویل تھا۔ عوج نے بہت طویل عمر پائی اور مختلف مؤرخین اسلام کے مطابق اس نے جنگ عمالقہ میں حصہ لیا اور حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

''کتاب المغازی محمد بن اسحاق'' میں ہے کہ عوج اتنا لمبا تھا کہ وہ سمندر کے کنارے بیٹھ کر قعر سمندر سے مچھلیاں نکال لیتا تھا اور انہیں سورج سے بھون کر کھاتا تھا۔ محمد

Marfat.com
Marfat.com

بن اسحاق کے بارے میں مقدمہ ابن خلدون کے صفحہ 34 میں درج ہے کہ وہ بڑے پائے کا مورخ تھا۔

''تاریخ طبری'' کے مطابق عوج بہت طویل تھا۔ اس نے جنگ عمالقہ میں حضرت موسیٰ کے بھیجے ہوئے نقیبوں کو جن کی تعداد بارہ تھی ہاتھ سے پکڑ کر اپنے موزے میں رکھ لیا تھا۔

''عرائس المجالس امام ثعلبی'' کے صفحہ نمبر 126 پر درج ہے کہ عوج کا قد 23333 ہاتھ لمبا تھا۔ وہ ابر سے پانی نچوڑ کر پیتا تھا۔ قعر دریا سے مچھلی نکال کر آفتاب سے بھون کر کھاتا تھا۔ طوفان نوح میں اس کے گھٹنے تک پانی تھا۔ جنگ عمالقہ میں موسیٰ کی فوج پر اس نے پہاڑ سے اتنا بڑا پتھر اٹھالیا تھا جو ساری فوج کو پیس کر رکھ دیتا، لیکن خدا نے ہدہد اور دیگر پرندوں کو بھیج دیا اور انہوں نے پتھر میں اس طرح چھید کر دیا کہ وہ پتھر اس کے گلے میں پڑ گیا اور حضرت موسیٰؑ نے ڈنڈا مار کر اسے ختم کر دیا۔ اس کی ہڈی ایک عرصہ تک دریائے نیل پر بطور پل استعمال ہوتی رہی۔

''تاریخ روضۃ الصفا'' کی پہلی جلد کے صفحہ 21 پر درج ہے۔ طوفان نوح میں پانی پہاڑوں سے چالیس گز بلند تھا، لیکن وہ پانی عوج کے گھٹنوں تک پہنچا تھا۔

''ناسخ التواریخ'' کے مطابق عوج حضرت آدمؑ کی دختر عناق سے پیدا ہوا تھا۔ اس کا قد 23333 ہاتھ کا تھا وہ 3000 سال زندہ رہا۔

''تاریخ اسلام'' کی جلد اول کے صفحہ 403 پر ڈاکٹر ذاکر حسین تحریر کرتے ہیں کہ عوج کا قد 23330 گز لمبا تھا۔ طوفان نوحؑ میں جب پانی پہاڑوں سے 40 گز اونچا تھا اس کے زانو تک پہنچا تھا۔ اس کی عمر 3600 سال تھی۔ یہ سمندر سے مچھلیاں نکال کر اور سورج سے بریاں کر کے کھاتا تھا۔ جب کسی شہر سے خفا ہوتا تھا۔ اس پر پیشاب کر کے ڈبو دیتا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے تک زندہ رہا۔ آخر ضرب عصائے موسیٰؑ سے ہلاک ہوا۔ حضرت موسیٰؑ کا قد 10 گز اور عصا 10 گز تھا۔ دس گز اچھل کر جب عصا مارا تھا تو اس

Marfat.com
Marfat.com

کے ٹخنے پر لگا تھا اس سے ہلاک ہوا۔ اتنی عمر کسی کی نہیں ہوئی۔ سوائے لقمان بن عاد کے، جن کی عمر 3500 سال لکھی ہے۔

''عجائب القصائص'' کے صفحہ 181 پر تحریر ہے کہ ''معارج النبوت'' میں مرقوم ہے کہ اس کی عمر 3600 سال تھی۔ اسی کتاب کے صفحہ 67 پر ہے کہ عوج بنیرہ آدمؑ تھا اور عناق اس کی ماں تھی جو کہ حضرت آدمؑ کی دختر تھی۔ اس کا قد 23333 گز تھا۔

''حیات القلوب'' کی پہلی جلد کے صفحہ 181 پر درج ہے...... جب یہ لوگ ادیجا کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے ایک عجیب الخلقت انسان کو دیکھا جس کا نام عوج بن عناق تھا جو سخت جابر اور بد معاش تھا...... اس کی ماں عناق حضرت آدمؑ کی دختر تھی۔

''غیاث الغات'' کے صفحہ 306 پر لکھا ہے کہ عوج ایک طویل القامت مرد کا نام ہے جو حضرت آدمؑ کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا جو حضرت نوحؑ کے عہد تک زندہ رہا، طوفان کا پانی اس کی کمر تک تھا، اس کے باپ کا نام عوق تھا۔

''معارج النبوت فی مدارج الفتوت'' مصنفہ ملا۔ مین کاشفی میں ہے کہ عوج بن عنق حضرت آدمؑ کا نواسہ تھا کیونکہ عنق حضرت آدمؑ کی بیٹی تھی۔ اس کے باپ کا نام ''سیحان'' تھا۔ اسے ماں کے نام سے شہرت حاصل ہوئی...... اس کا قد 20303 گز تھا۔ اس کی ماں بھی بہت طویل تھی۔ ایک جریب زمین پر بیٹھتی تھی، اس کی انگلیاں 3 گز لمبی تھیں اور دو گز موٹی تھیں، ہر انگلی میں دو ناخن تھے۔ دختر آدمؑ ہونے کے باوجود وہ فاسق تھی۔ سانپوں کے ذریعے ختم کی گئی۔

علامہ نجم الحسن کراروی مرحوم کے مطابق عوج کے واقعہ کو تاریخی تواتر حاصل ہے۔ بنابریں اسے تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا۔ یعنی اس کا تو احتمال ہے کہ اس کے بعض پہلوؤں میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہو لیکن واقعہ درست ہے کیونکہ ایسی مخلوق کا ناقہ صالح کی مانند ہونا بعید از امکان نہیں ہے۔ (ماخوذ از قیصر زیدی کی کہانیاں)

Marfat.com
Marfat.com

کائنات میں فساد کی ابتداء

کسی چیز کا اپنی حد مقررہ سے تجاوز کر جانا فساد کہلاتا ہے۔ فساد کی ابتداء اس جہان میں سب سے پہلے جنات کے پیدا ہونے کے بعد ہوئی۔ جنات سے پہلے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں پیدائش کے لحاظ سے اولیت فرشتوں کو حاصل ہوئی تھی۔ فطرتاً نورانی مخلوق ہونے کی وجہ سے اپنی حد سے بڑھنے کی صلاحیت سے بھی محروم تھے اور جب جنات کی تخلیق ہوئی تو یہ مخلوق اپنی فطرتی کیفیت کی وجہ سے نافرمانی اور حکم عدولی اپنی مقررہ حدود سے بڑھ جانے کی صلاحیت کی وجہ سے کوئی عار محسوس نہیں کرتی تھی۔ جدید سائنس کی تحقیق کے مطابق جنات کی تخلیق میں جو مواد استعمال ہوا ہے وہ سلفر، سلیکون اور فلورین گیس (باد سموم) پر مشتمل ہے۔ قرآن بھی اسی نظریہ کا اظہار کرتا ہے کہ جنات کی پیدائش آگ کے شعلے سے ہوئی اور اپنی فطرت کے مطابق دنیا میں جنات نے فساد پھیلانا شروع کیا۔ فساد پھیلانے والے جنات کو دور دراز غیر آباد جگہوں میں رہنے پر مجبور کیا گیا۔ جنات کے اسی فسادی کردار کو مدنظر رکھتے ہوئے فرشتوں نے اپنے خدشات کا اظہار کیا تھا کہ انسان بھی فساد پھیلائے گا جب فرشتوں نے جنات کو جلاوطن کر دیا تو شیطان نے خوشی محسوس کی کہ اب میرے اقتدار حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہے گی اس کو اپنی عبادت پر بڑا ناز تھا اسی لئے تو اپنے آپ کو فرشتوں کے گروہ میں شمار کراتا تھا اور انہی جیسا نام عزازیل تجویز کیا گیا تھا۔

اسی طرح ذہن بھی خدا پرستی سے اجاڑ ہو جاتے ہیں، جس طرح زمین بارش سے محروم ہونے پر خشک اور اجاڑ ہو کر قحط سالی کا منظر پیش کرتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے رحمان ہونے کی صفت کے طفیل بارش برسا دیتا ہے جس سے خشکی ہریالی میں بدل جاتی ہے اور خوشحالی کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے۔ دین کی حالت بھی برائے نام رسومات اور مشرکانہ

Marfat.com
Marfat.com

تجاوزات جو کہ دین ابراہیمی میں بنی اسرائیل اور نصاریٰ یعنی دین عیسوی کے نام نہاد پیروکاروں کے ذاتی اغراض اور دنیاوی مفادات کا ملغوبہ قسم کی کیفیت تھی یعنی دین کے لحاظ سے خطہ عرب میں قحط سالی چھائی ہوئی تھی جس طرح بنجر اور خشک سالی کی وجہ سے ہوتی ہے، جب اللہ کی رحمت کا بارش کی صورت میں نزول ہوتا ہے اس طرح اس خطہ عرب میں جہالت اور انار کی ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کا نزول حضور اکرم ﷺ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

موجودہ سائنسی دور میں دنیا بھر میں بالکل یہی صورت پیدا ہو چکی ہے۔ یہ زمانہ انسانی تاریخ کا نیا زمانہ ہے اس دور میں نئے ذرائع تلاش کرنے پڑیں گے۔ یہ انقلابی دور جب آیا تو یہ بھی ہمارے لیے آسانی پیدا کرنے کا موقعہ ہے کیونکہ اس دور میں مادیت سے روحانیت (انرجی) کی طرف رجحان ہو رہا ہے آج کا سائنسی دور ایٹمی دور کہلاتا ہے ایٹم کیا ہے مادیت کی انتہائی آخری صورت کا نام ایٹم رکھا گیا ہے۔ یہی مادیت سے روحانیت کی جانب رجحان بنتا ہے اس دنیا کی ابتدا بھی روحانیت سے ہوئی تھی۔ اب غیر شعوری طور پر اپنی اصل کی طرف لوٹنا ہی حقیقت ہے کہ ہر شے اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

نسل انسانی میں فساد کی ابتداء

تخلیق آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد فرشتوں کو حکم ہوا کہ اس مٹی کے خلاصہ سے پیدا کئے گئے جسم (جس میں میں نے اپنی روح پھونک رکھی ہے) اس کی اطاعت کرو۔ تمام فرشتوں نے سر تسلیم خم کیا اور سجدہ ریز ہوئے مگر ان کے لیڈر (خود ساختہ زعم کا) نے جس کو عزازیل کے اعزازی عہدہ سے نواز کر فرشتوں میں شامل ہونے کا اجازت نامہ مل چکا تھا۔ اپنی فطرت کے مطابق غرور اور تکبر کا شکار ہو کر سجدہ کرنے سے انکاری ہوا اور اپنی حکم

Marfat.com
Marfat.com

عدولی کی وجہ یہ بیان کی کہ میں اس نئے مسجود سے پیدائش کے لحاظ سے افضل ہوں میری پیدائش آگ سے ہوئی اور اس کی مٹی سے جو کہ ہمیشہ پاؤں کے نیچے ہی رہتی ہے۔ اب میں اس حکم کی تعمیل سے معذور ہوں۔ اس حکم عدولی کے نیتجہ میں راندہ درگاہ ٹھہرایا گیا اور پھر اس لیڈر نے اپنے فطرتی فساد کے مطابق آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو ورغلانا شروع کیا نتیجہ میں جنت سے نکلنا پڑا اسی زمینی کرہ کو آباد کار مل گیا کئی عرصہ بعد مائی حوا اور آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو دوبارہ مکہ کے مقام عرفات پر ملاقات کا موقع ملا' اولاد ہوئی' بیٹے کا نام قابیل تجویز ہوا پھر دوسرا بیٹا ہابیل کے نام سے مائی حوا کے شکم سے تولد ہوا۔ جب انہوں نے اپنی قربانیاں اللہ تعالے کے دربار میں پیش کیں تو ہابیل کی قربانی منظور ہونے پر قابیل کو غصہ آیا اور انتقاما" اپنے بھائی کو قتل کر دیا (غالبا" یہ غصہ بھی اس غذا کے زیر اثر پیدا ہوا ہو گا جو شیطان کے کہنے پر جنت میں درخت (گندم) سے حاصل کی تھی) یہ اس خطہ ارضی پر پہلا فساد تھا جو اولاد آدم سے نمودار ہوا۔ اس فساد میں بھی بنیادی وجہ وہی ذہنی انار کی اور تخریبی اثرات بنے جو شیطان کے وسوسوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور تاحال ہر زمانہ میں فساد ہوتا آیا اور شیطان اپنے کردار پر عمل درآمد کر کے خوشی محسوس کرتا ہے کہ میں نے اس مٹی کے پتلے سے انتقام لے لیا اور لیتا رہوں گا۔ یہ فساد دراصل قابیل کے دل میں جو شیطان کے وسوسے سے متاثر ہو چکا تھا اسی ٹکڑے کا خلیہ ہر انسان میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور اسی خلیہ پر شیطان کا قبضہ رہتا ہے جو بغاوت اور نافرمانی پر آمادہ کرتا ہے البتہ حضور اکرمؐ کے قلب مبارک سے اس ٹکڑے کو جبرائیل امین نے نکلوا دیا تھا یہ واقع شق صدر کے موقعہ پر ہوا۔ انسانوں میں فساد کی ابتداء قابیل کے فساد سے جو شروع ہوئی تو نوح علیہ الصلوۃ والسلام کی قوم تک متواتر فساد کا اقتدار شیطان کے ذریعہ انسانوں پر اثر انداز ہوتا رہا۔ یہ فساد کردار کے لحاظ سے مختلف اوقات میں مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا رہا۔ کہیں قتل و غارت میں' کہیں

Marfat.com
Marfat.com

لین دین میں، کہیں عبادات میں مشرکانہ کردار شامل کرانے سے اور کہیں جادو ٹونکوں کی صورت میں طوفان نوح علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد پہلا شہر جو آباد ہوا تھا وہ بھی جادوگروں کے عملیات اور نجومیوں کے حساب و کتاب کے مطابق ہی تھا یہ شہر جس کو تاریخ بابل کے نام سے یاد کرتی ہے اس کی تعمیر میں بھی ہر قسم کی کاریگری اور صناعی اختیار کی گئی تھی اس خوف کے پیش نظر کے کہیں پھر کوئی طوفان نہ آ جائے طوفان سے محفوظ رہنے کی خاطر ہی ایک بہت بلند برج بنوایا گیا تھا اور اسے اور بھی بلند کرنا چاہا مگر قوم کی اختلافی ذہنیت (جو کہ سراسر شیطان کے زیر اثر تھی) کی وجہ سے مزید بلند نہ ہو سکا اور نام پر بھی قوم میں اختلاف تھا اسی لئے اس کو بابل ہی کہنا پڑا۔ یہاں سے تمام روئے زمین پر انسانوں کی آبادی کا پھیلاؤ شروع ہوا۔ طوفان نوح علیہ السلام جو کہ نوع انسانی کی بد اعمالیوں اور تباہ کاریوں کے نتیجہ میں رونما ہوا تھا کے بعد ہی اس خطہ میں صیدانی قوم بھی آباد ہوئی تھی جن کا دستور عبادت بت پرستی تھا انہی کے ساتھ ایک پڑوسی قوم یہود نام کی بھی آباد تھی۔ یہودیوں نے بھی ان کے دیکھا دیکھی مشرکانہ رسوم کو عبادات کا درجہ دینا شروع کیا۔ انہیں یہودیوں کی نسل بابل سے بخت نصر کے قتل و غارت کے نتیجہ میں دربدر ہوتی رہی اور پھر بیت المقدس سے نکل کر کچھ مصر میں آباد ہوئے اور کچھ حجاز میں آباد کار بنے۔ خیبر کے یہودی انہی آباد کاروں کی نسل سے تھے۔ بخت نصر جس کا اصلی نام بنوکد تھا جو کسدی قوم کا بادشاہ تھا اور اس کا الیاقیم نام بھی تھا۔ جو کہ مصر کے فرعون کا باجگذار تھا۔ بخت نصر آخری زمانہ میں مرض جنون میں مبتلا ہو کر مر گیا تھا۔ مگر یہودیوں کو بابل اور اردگرد کے علاقوں میں کبھی اقتدار میں نہ آنے دیا۔ بخت نصر کے بعد اس کا بیٹا جاکس نام بلفشفر تھا اس نے بھی اپنے باپ کے طریقہ کار کے مطابق یہودیوں کو اپنے زیر قیادت ریاست میں پہنچنے کا موقعہ نہ دیا۔ اس کی وجہ بھی یہودی ذہنیت تھی کہ ہمیشہ کسی نہ کسی سازش میں مبتلا رہتے۔ حجاز کے آباد کار یہودیوں کو بھی

Marfat.com
Marfat.com

اپنی مکار ذہنیت کے مطابق اپنا ایک یہودی عبداللہ بن سباء کی شکل میں دستیاب ہو گیا اور اس کی قیادت میں اسلام کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ ان کی سازشوں میں ایک اور فریق مجوسی عقیدہ کے لوگ بھی شریک ہو گئے تھے۔ مجوسی ایران میں اسلام کے اقتدار کے پھیلنے کی وجہ سے اسلام کی مخالفت میں ان کے ہمنوا بن گئے۔ مجوسیت کے اسی باطنی بغض اور دشمنی کی وجہ سے ہی ان کا ایک شخص ابولولو نام کا یہودیوں کی سازش میں شریک ہو کر خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کا باعث بنا۔

تاریخ انسانیت میں بت پرستی کی ابتداء

بت پرستی شرک کی ہی ایک شاخ ہے جس کی ابتداء حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے بہت عرصہ گزرنے کے بعد توہمات کی بنیاد پر شروع ہوئی حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام کو جن کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے سے لے کر خاتم النبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی نہ کسی صورت میں یہ مشرکانہ فعل جاری رہا۔ تاریخ میں انبیاء اور رسولوں کی جتنی امتیں گزری ہیں بہ استثناء چند کے اکثر اپنے اپنے نبیوں اور رسولوں کو تسلیم کرتی تھیں۔ مثلاً" یہود حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام' نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام' مشرکین عرب اور صائبین بھی حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو اور حضرت ادریس علیہ الصلوۃ والسلام کو تسلیم کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی قابل احترام شخصیتیں ہیں ۔ اور یہی حال باقی جماعتوں اور فرقوں کا تھا کہ کسی نہ کسی نبی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے تھے۔ مگر خود ساختہ توہمات جو کہ ان کے راہنما اپنی ذاتی خواہشات اور مفادات کے پیش نظر ان میں پھیلا دیتے تھے۔ وہ ان توہمات کو بھی دین کا حصہ سمجھ کر اپنے عقیدہ کا حصہ بنا لیتے تھے۔ ابتداء محبت اور عقیدت کی صورت میں ہوتی ہے مگر بالآخر بت پرستی' قبر پرستی اور دوسرے مشرکانہ طریقے کسی غیر معلوم طریقہ سے مذہب کا حصہ بنا دیئے جاتے ہیں۔ جیسے عزیر علیہ السلام اور

Marfat.com
Marfat.com

عیسیٰ علیہ السلام کی پرستش اور نیز دیگر پیغمبروں اور بزرگوں سے محبت اور عقیدت کے اظہار کی خاطر ان کی یادگاریں بنا کر پھر ان کی پرستش شروع کرتے تھے۔ اور اس فعل کو وہ شرک نہیں سمجھتے تھے بلکہ عقیدت اور محبت کا مظاہرہ قرار دیتے تھے۔ حالانکہ ان انبیاء کرام اور بزرگوں نے قطعاً" ان کو نہیں کہا تھا کہ ہمارے مرنے کے بعد تم ہمیں پوجتے رہو اور ہماری محبت میں اتنے بڑھ جاؤ کہ ہماری ہی عبادت کرنا شروع کر دو۔ مگر ان کی ہدایات کی بر عکس شیطان کے وسوسوں کے نتیجہ میں شرک میں مبتلا ہو گئے۔ ان کی مشرکانہ رسومات اور اقوال اور افعال کو قرآن نے تفصیلاً" بیان کر دیا ہے۔ کفر اور شرک میں یہ واضح فرق ہے کہ کافر تو کسی مافوق الفطرت غیر مرئی طاقت کی ذات کو تسلیم نہیں کرتا ہے۔ مگر مشرک اس غیر مرئی ذات کو تسلیم تو کرتا ہے کہ یہ ذات موجود ہے۔ سب مخلوقات اسی کی پیدا کردہ ہے۔ مگر اس غیر مرئی طاقت کی ذات کے علاوہ اس کی صفات میں اپنے خود ساختہ معبودوں کو بھی شریک سمجھتا ہے۔ کہ جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہ السلام یا جبرائیل امین کو خدائی صفات اور امور میں شریک کار بلکہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے تک بنا بیٹھے تھے۔ اس قسم کے شرک کئی امتوں میں معمول کا درجہ رکھتے تھے۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرک عموماً" تین امور میں ہوتے تھے یعنی ایک تو شرک فی العلم ہے ایسے لوگوں کا عقیدہ ہوتا ہے بلکہ ان توہمات میں مبتلا ہوتے ہیں کہ جن بزرگوں اور اولیاء کی ہم نذر و نیاز تعظیمات کرتے ہیں اور ان کو مشکلات میں پکارتے ہیں وہ ہماری ہر مشکل اور راحت' دلی حالات سے غائبانہ طور پر آگاہ رہتے ہیں اسی لئے ہم ان کو مدد کے لئے پکارتے ہیں۔ چونکہ ایسا غائبانہ امور کا علم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کا خاصہ ہے تو اس میں یہ لوگ اپنے بزرگوں کو شریک سمجھتے ہیں۔ یہ شرک فی العلم ہوا۔ اور یہی عقیدہ باقی مشرکانہ عقائد کی بنیاد اور جڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

اسی طرح ایک شرک فی التصرف بھی ہوتا ہے یعنی ان لوگوں کو جب یہ یقین ہو جاتا ہے کہ ہمارے یہ بزرگ ہمارے حالات سے باخبر رہتے ہیں تو پھر یہ ہماری تکلیفیں یا تو براہ راست خود رفع کر دینے کی استطاعت رکھتے ہیں یا اپنی عبادات' بزرگی کا واسطہ دے کر خدا سے ہماری مشکلات ختم کرانے کی سفارش کرتے ہیں۔ اس کو شرک فی التصرف کہا جاتا ہے۔

تیسری قسم شرک فی العبادت کی ہوتی ہے اس سلسلہ میں ان لوگوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے۔ کہ یہ ان اللہ تعالیٰ کے بزرگ اور نیک بندوں کے درباروں یا قبروں پر جا کر وہاں عبادت کرتے ہیں اس خیال سے کہ یہ بزرگ ہماری عبادت کو اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول کرانے کی سفارش کرتے ہیں اور اس کے عوض نذر و نیاز اور چڑھاوے دیتے ہیں جن سے وہاں کا مجاور طبقہ پلتا ہے۔ شرک کے اکثر یہی تین طریقے سابقہ امتوں نے ایجاد کئے اور خدا پرستی کے عقیدہ میں تجاوزات کرنے کے مرتکب ہوتے آئے اور اس امت محمدیہ میں بھی بعض غیر دانستہ طور پر اس شرک کے ارتکاب میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

حالانکہ اولیاء اللہ یا دیگر بزرگوں سے متعلق عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں ان کے حق میں دعا کرنا چاہئے اور ان کے طفیل اللہ تعالیٰ ہم پر بھی رحم کرے۔ یہ عقیدہ نہیں رکھنا چاہئے کہ یہ ہمارے مشکل کشا ہیں اور براہ راست ہمارے معاملات بغیر کسی دوسرے ذریعہ کے حل کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

بعل کا مشہور بت کدہ

یہ مندر یا بت کدہ بابل کے مشہور شہر میں ایک ممتاز حیثیت سے مشرکانہ رسومات کا گڑھ تھا۔ بابل عراق کا شہر ہے اس کو بابل اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام طوفان کے ختم ہونے کے بعد کشتی سے اتر کر اسی جگہ پر آئے تھے اور پھر اسی کو آباد کیا اس شہر کا نام ابتداء ثمانین تھا اس لئے کہ اس شہر میں ایک وقت میں اسی زبانیں بولی جاتی تھیں اسی خوبی کو دیکھ کر آپ نے فرمایا تھا **تبلیت السنتهم** (ان کی زبانیں مختلف ہو گئی ہیں) بلیت کے معنی ہیں مختلف ہونا اور اسی نسبت سے اس کو بابل کے نام سے شہرت حاصل ہوئی۔

اسی شہر بابل میں دو فرشتوں (ہاروت اور ماروت) کو قید کیا گیا ہے واقعہ ایسا بیان کیا جاتا ہے کہ فرشتوں نے انسانوں کے کردار کو دیکھ کر اعتراض کیا تھا کہ یہ فسادی مخلوق ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان کی فطرت میں غصہ اور شہوت کے صفات بھی موجود ہیں ان کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہے اگر یہ دونوں صفات فرشتوں میں ہوں تو وہ بھی یہی کردار ادا کرتے۔ امتحان کے طور پر دو فرشتے عظیم المرتبت ہاروت' ماروت کو منتخب کر کے ان دونوں صفات سے متصف کر دیا گیا پھر ان دونوں کو انسانوں کے تنازعات کے فیصلوں کے لئے زمین پر بھیجا گیا اور ان کو اسم اعظم کی تعلیم دی گئی کہ فارغ ہونے کے بعد اس زمین سے واپس آسمانوں پر آجایا کرو۔ اتفاقاً" ایک دن فیصلہ کرانے کے لئے ایک حسین عورت بھی آ گئی اس کا نام زہرہ تھا یہ ملک فارس کی رہنے والی تھی۔ اپنے خاوند کے خلاف مقدمہ دائر کرایا۔ پیشی کے وقت یہ دونوں اس عورت کو دیکھ کر فریفتہ ہو گئے اس سے قربت کے خواہش مند ہوئے۔ اس عورت نے جواباً" کہا کہ پہلے میرے خاوند کو ختم کر دو پھر قربت حاصل کرو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ مجھے سجدہ کرو یعنی میرا مذہب اختیار کرو اور شراب پی کر دکھاؤ یہ ان شرائط سے انکاری ہوئے۔ مگر چند دنوں بعد خواہش نفسانی سے مغلوب ہو کر اس عورت کے گھر چلے گئے۔ اس عورت نے شرائط پیش کیں انہوں

Marfat.com
Marfat.com

نے شراب پی پھر خاوند کو قتل کیا اور آخر میں سجدہ ریز ہو گئے۔ نفس کی وجہ سے یہ سب کام انجام دیئے اور مطالبہ کیا تو عورت نے اسم اعظم حاصل کرنے کی خواہش کی چنانچہ وہ بھی دیدیا گیا۔ عورت نے اسم اعظم کے ذریعہ آسمانوں پر پرواز کر دی اور یہ زمین پر رہ گئے۔ آسمانوں پر اس عورت نے زہرہ ستارہ کی حیثیت میں قیام کیا۔ جب یہ دونوں فرشتے ہوش میں آئے تو سب کچھ اسم اعظم کا بھول گئے اور ندامت محسوس کی۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس معافی کے لئے آئے تو آپ نے فرمایا دنیا کا عذاب بھگتو گے یا آخرت کا انہوں نے دنیاوی عذاب قبول کیا اور وہ یہ تھا کہ دونوں کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر ایک آتشی کنویں میں لٹکا دیا نیچے آگ بھڑک رہی ہے اور شدت پیاس سے زبانیں ان کی نکلی ہوئی ہیں اور فرشتے ان دونوں کو کوڑے مار رہے ہیں۔ بابل کی تعمیر قبل از مسیح تقریباً" دو ہزار سال ایک عربی خاندان کے سومو الو نام کے اولین بادشاہ نے کی تھی۔ اس شہر کا کل رقبہ پچیس مربع میل پر مشتمل تھا۔ اس شہر کی فصیل کا ہر ضلع تقریباً" چودہ چودہ میل پر پھیلا ہوا تھا شہر پناہ میں داخل ہونے والے دروازے تعداد کے لحاظ سے ایک سو تھے ہر دروازے سے اندر جانے کے لئے ایک کشادہ سڑک شروع ہو کر بالمقابل آنے والے دروازہ پر جا کر ختم ہوتی تھی یہ شہر اس ترکیب سے بنا ہوا تھا کہ پچیس بازار شمال سے جنوب کی طرف اور پچیس بازار مغرب سے مشرق کی جانب بنائے گئے تھے۔ ان بازاروں کے درمیان تقاطع پر خوبصورت مکانات بنتے چلے جاتے۔ انہی بازاروں کے تقاطع کے نتیجہ میں یہ شہر 125 ایک سو پچیس مربع ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتا تھا اس طرح سینکڑوں محلے بن جاتے تھے۔

بابل شہر میں سب سے قابل قدر اور شاندار عمارت چوک میں بنی ہوئی (**بعل**) کے مندر کے نام سے مشہور تھی۔ یہ مندر بھی مربع شکل کا بنا ہوا تھا جس کا ہر ضلع چوتھائی میل لمبائی کے حساب سے تھا اس مندر کا مینار آٹھ منزلہ تھا اس بت کدہ میں تین بت رکھے ہوئے تھے **بعل**' **یلتیس** اور **یشطار**' **یلتیس** بت کے سامنے دو سونے کے شیر اور ایک اژدھا چاندی کا بنا

Marfat.com
Marfat.com

ہوا تھا اس بت کے آگے چالیس فٹ لمبی اور پندرہ فٹ چوری ایک سونے کی میز رکھی ہوئی تھی جس پر دو بڑے بڑے اگردان (شمعدان) بھی رکھے ہوئے تھے اور بے شمار چاندی' سونے کے بنے ہوئے جام بھی پڑے رہتے۔

"**بعل**" قدیم زمانہ میں ایک عبادت گزار گذرا ہے ان کا ایک خلیفہ جس کا نام بلتیس تھا وہ بھی نیک اور عبادت گذار انسان تھا۔ ان کے مرنے کے بعد لوگوں نے ان کی یادگاریں بتوں کی شکل میں تیار کرائیں اور شدت محبت اور عقیدت سے ان بتوں کی پرستش شروع کردی گئی ان بتوں کو غسل عطر (خوشبو) سے دیا جاتا۔ بہت سے لوگ مرد اور عورتیں اس کے احاطہ میں اس کے اردگرد بیٹھ کر اعتکاف کی صورت میں عبادت کیا کرتے تھے۔ یہ اپنے زمانہ کی مشہور یادگاروں میں شمار ہوتا تھا۔ بابل شہر کی وسعت میں مزید اضافہ بخت نصر نے کرایا اس بادشاہ نے اس کی فصیلوں کی مرمت یہودی' فنکی' شامی' مصری اور ایرانی قیدیوں سے کروائی۔ اس وقت بابل کی آبادی پچاس لاکھ تھی۔ دروازے بھی اس شہر کے فولاد سے بنائے گئے تھے۔

بعل کے مندر میں جب تقریبات منعقد ہوتی تھیں تو خوبصورت عورتیں اور لڑکے ترنم سے گانے گایا کرتے تھے اور نذر و نیاز اور چڑھاوے دیا کرتے تھے۔ جیسے کہ آج کل اکثر درباروں کی تقریبات میں بعض جاہل عقیدت مند اپنے جذبات اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ **بعل** کے عقیدت مند بھی اپنے اس اظہار عشق مجازی کو عشق حقیقی کے لئے ایک ذریعہ سمجھتے تھے۔ مشرکانہ رسومات تمام عرب کے مندروں اور خانقاہوں میں اسی طرح ادا کئے جاتے تھے۔ جیسے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حبشہ سے واپسی پر حضور اکرمؐ کے سامنے بیان فرمایا کرتے تھے اور یہی طریقے عبادات کے اسلام کے ابتدائی دور تک حجاز کے اکثر علاقوں میں جاری تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

جزیرۃ العرب میں شرک

اس جزیرہ میں دینی لحاظ سے شہرت دین ابراہیمی ہی کو حاصل تھی جو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے توسط سے مکہ میں پھیلا تھا اس دین کا بنیادی تصور تو یہی تھا کہ نظریہ توحید پرستی کو زندگی میں اہمیت حاصل ہو مگر وقت اور گزرتے ہوئے حالات کیساتھ اصل توحید میں لوگوں نے ذاتی مفاد کی خاطر مشرکانہ رسومات بھی داخل کرنے کی عادت اختیار کرلی۔ ایسے ہی ماحول میں ایک شخص عمرو بن لحی جو کہ قبیلہ بنی خزاعہ سے تعلق رکھتا تھا اور اسی قبیلہ کا سردار بھی تھا نے دینی اقدار کے لحاظ سے شہرت حاصل کر رکھی تھی۔ اسی حیثیت سے اس کا احترام بھی کیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے ملک شام کا سفر اختیار کیا وہاں اس نے لوگوں کو بتوں کی پرستش کرتے دیکھا کہ اپنے بزرگوں کے بتوں اور یادگاروں کے طواف اور نذر و نیاز بھی دیتے تھے اور ان طریقوں کو اپنے دین کا حصہ بھی سمجھتے تھے اور ساتھ یہ بھی کہتے تھے کہ ہم تو اللہ کی ہی عبادت کرتے ہیں اور یہ بت ہماری مشکل کشائی میں ہماری مدد کرتے ہیں۔ عمرو بن لحی سمجھدار اور جہاندیدہ آدمی تھی اس نے سوچا کہ شام انبیاء کا مسکن رہا ہے اور اس میں کوئی فائدہ ہی ہو گا جو لوگوں نے اپنایا ہے اور یہ بھی مذہب کا کوئی ایک حصہ ہی ہو گا تو اس نے وہاں کے سب سے مشہور بت ''ہبل'' نام کا مجسمہ بھی اپنے ساتھ لے آیا۔ مکہ میں اپنے ہم خیال اور اس کے دینی لحاظ سے عزت کرنے والے لوگوں کو ایک بہت بڑی نادر چیز کی خوشخبری سنائی کہ میں ایک ایسی متبرک ہستی کی یادگار آپ لوگوں کے لئے لایا ہوں جس کی شام کے علاقہ میں جہاں کہ متواتر انبیاء اور رسولوں کی آمد رہی ہے وہاں کے لوگ اس کی بھی پوجا کرتے ہیں۔ مکہ کے لوگوں نے اس کی زیارت اور دیدار کیا اور پھر اس بت کو بھی مکہ کے خانہ کعبہ میں نصب کرایا وہاں اور بھی بت رکھے ہوئے تھے۔ اور اس کی بھی پوجا طواف کرنا مکہ والوں کی ایک عبادت بن گئی۔

چونکہ مکہ حجاز اور عرب کے خطہ میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا تھا ارد گرد تمام علاقہ کے لوگ اکثر یہاں آیا کرتے تھے۔ یہاں آکر انہوں نے دیکھا مکہ والوں نے ایک نئے بت کی پوجا شروع کر دی ہے

Marfat.com
Marfat.com

تو دیکھا دیکھی باہر کے آنے والوں نے بھی اس بت کو احترام کی نظر سے دیکھنا شروع کر دیا اور پھر واپسی پر اپنے ساتھ اس کے بھی مجسمے بنوا کر ساتھ لے جاتے اور اپنے گھروں میں اپنے دوسرے بزرگوں کے مجسموں کے ساتھ اس کے نام کے بھی نذر و نیاز اور قربانیاں دینا معمول بن گیا۔ "ہبل" کے علاوہ عربوں میں ایک اور بت "منات" نام کا بھی تھا جو کہ قدیم ترین بتوں میں شمار ہوتا ہے یہ بت بحر احمر کے ساحل پر قدید کے قریب مشلل نام کی جگہ میں نصب تھا اسی طرح طائف میں بھی "لات" نامی بت کی شہرت تھی۔ اور وادی نخلہ میں "عزیٰ" کا بت تھا جس کی لوگ پوجا کرتے تھے۔ تو اس طرح عرب کے خطہ میں بت پرستی کا رواج عمرو بن لحی کے ذریعہ شروع ہوا۔ بعض واقعات میں یہ بھی مشہور ہے کہ عمرو بن لحی کے قبضہ میں جن تھے جو کہ اس کے اطاعت گزار تھے ان جنات نے اس کو بتایا تھا کہ قوم نوح کے بت جن کے نام ود' سواع' یعوث اور نسر تھا یہ مجسمے جدہ میں فلاں جگہ میں مدفون ہیں تو عمرو بن لحی نے ان کو بھی نکلوا کر تہامہ کے مقام پر لا کر رکھ دیا۔ جب حج کا زمانہ آیا تو اس نے حاجیوں کو ترغیب دی کہ یہ بت متبرک ہیں ان کے ذریعہ تمہاری مشکلات حل ہو جایا کریں گی۔ ان کے مجسمے اپنے ہمراہ اپنے علاقوں میں لیتے جاؤ۔

اہل مکہ بھی دیکھا دیکھی ان کے مجسمے تراش کر اپنے گھروں اور خانہ کعبہ میں نصب کرنے کے لئے لے آئے اور مکہ کے گھر گھر میں بتوں کی پوجا شروع ہو گئی۔ خانہ کعبہ جو کہ بیت اللہ تھا وہ بھی شرک کی تجاوزات سے محفوظ نہ رہ سکا۔ یہ ایک فطرتی بات ہے کہ جب ذہنوں سے اصل دین کا نقشہ مٹ جاتا ہے تو لازماً اس خالی جگہ کو پر کرنے کے لئے شیطان اپنے وسوسوں کو کام میں لاتا ہے اور ذہنوں میں یہ بٹھانے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ یادگاریں ویسے تو شہرت نہیں پا سکتیں۔ انہوں نے اپنی دھاک لوگوں کے دلوں میں بٹھائی ہوئی ہے تب ان کو متبرک اور قابل احترام سمجھنا شروع کیا گیا ہے۔ یہ بہت بڑے بڑے کام کرا دیتے ہیں ان سے بھی اپنے مشکلات حل کراؤ۔ وہ جو مشہور ہے کہ "خانہ خالی را دیو میگیرد" کی ضرب المثل پر عمل درآمد شروع ہو جاتا ہے۔ انسانوں کے ذہن جب

Marfat.com
Marfat.com

دین سے خالی ہو جاتے ہیں تو خدا پرستی کو چھوڑ کر بت پرستی اور قبر پرستی اور یادگار پرستی کو دین کا حصہ سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔

اس طرح ذہن خدا پرستی سے اجاڑ ہو جاتے ہیں۔ جس طرح زمین بارش سے محروم ہونے پر خشک اور اجاڑ ہو کر قحط سالی کا منظر پیش کرتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے رحمان ہونے کی صفت کے طفیل بارش برساتا ہے جس سے خشکی ہریالی میں بدل جاتی ہے اور خوشحالی کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے دین کی حالت بھی برائے نام رسومات اور مشرکانہ تجاوزات جو کہ دین ابراہیمی میں بنی اسرائیل اور نصاریٰ یعنی دین عیسوی کے برائے نام پیروکاروں کے ذاتی اغراض اور دنیاوی مفادات کا ملغوبہ قسم کی کیفیت تھی یعنی دین کے لحاظ سے خطہ عرب میں قحط سالی چھائی ہوئی تھی جس طرح بنجر اور خشک سالی کی وجہ سے جب اللہ کی رحمت کا بارش کی صورت میں نزول ہوتا ہے اس طرح اس خطہ عرب میں جہالت اور انارکی کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کا نزول حضور اکرم ﷺ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

مشرکین کے عقیدہ کے تجاوزات

1- قرآنی احکامات جو رسول ﷺ نے واضح کیے تھے ان کے علاوہ کسی اور کے قول کو قرآنی حکم سمجھنا۔
2- ہدایات مذہبی کا مرکز عملاً خدا کا حکم نہ رہے صرف دوسرے انسانوں کا حکم بنا دینا۔
3- دینی پیشواؤں کے ذاتی اغراض کو مرکز رشد و ہدایت بنا دینا۔
4- اندھی تقلید جس کی نشوونما رک جائے۔
5- توہم پرستی اور جہل گردی کے نتیجہ میں دینی پیشواؤں کے ذاتی اغراض کے اقوال کو دلیل اور حجت بناد
6- دینی پیشواؤں کو دیوتا کا درجہ دے دینا۔

دین اسلام انہی عقائد کے تجاوزات کو شرک قرار دیتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

حصہ دوئم

اصلاح معاشرہ

اب دیکھنا یہ ہے کہ پاکستان کے مسلمان اپنے عقائد اور اعمال میں کس حد تک صراط مستقیم پر چل رہے ہیں۔ اس صراط مستقیم کی نشاندہی قرآن حکیم نے کر دی ہے اور اس پر چل کر حضور اکرم ﷺ نے انقلاب بھی برپا کیا۔

اصلاح معاشرہ کے لئے ہمیں اپنے قائد انقلاب صراط مستقیم کے بتلائے ہوئے طریقوں کا اتباع ہی کرنا ہو گا۔ آپؐ کی حیات طیبہ کا مطالعہ کر کے ہی سیدھا راستہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔

ہماری خوش قسمتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی کا ریکارڈ ہمارے اسلاف نے ہمارے لئے جمع کر دیا ہے۔ اس ریکارڈ میں حضور اکرم ﷺ کی پیدائش سے لے کر وصال تک سب اقوال اور اعمال موجود ہیں۔ آپؐ کی زندگی مبارک اپنے پیروکاروں کے لئے ایک مثالی زندگی ہے۔ ان کے اسوۂ حسنہ کو ہی اپنا کر صراط مستقیم پر عمل در آمد کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بلیغ ارشاد کے مطابق خود قران حکیم ہی آپؐ کی مبارک زندگی کا سب سے زیادہ قابل اعتماد وسیلہ موجود ہے۔

اصلاح معاشرہ کے دو اصول

اصلاح معاشرہ میں آپؐ نے جو کامیابی حاصل کی وہ دنیا کی تاریخ کا سب سے بڑا اور سب سے اہم واقعہ ہے۔ آپؐ کی حیات طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں آپؐ نے دو بنیادی اصول اپنائے تھے اور ان پر تا وصال عمل در آمد کرتے رہے۔

Marfat.com
Marfat.com

اور اپنے تربیت یافتہ گروہ اصحاب کرام کو بھی انہیں دونوں اصولوں پر عمل در آمد کرنے کی شدت سے تاکید فرمائی۔ اور صحابہ کرام نے بھی حتی الوسع انہی پر عمل در آمد کیا۔ ایک اصول تو یہ کہ آپؐ نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی جس پر خود عمل نہ فرماتے ہوں۔ حضور اکرم ﷺ کے قول اور فعل میں کبھی کوئی تضاد نہ تھا جو فرماتے تھے خود اس پر عمل بھی کرتے تھے۔ اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اصلاح کرنے والا خود اس صراط مستقیم پر چلنے کا عمل کرتا ہو۔ حضور اکرم ﷺ وہ پہلی انقلابی شخصیت ہیں جنہوں نے صراط مستقیم پر چل کر دنیا کی تاریخ میں عظیم الشان انقلاب برپا کیا۔ آپؐ سے پہلے بعض مصلحین گزرے ہیں۔ مثلاً" سقراط' افلاطون' ارسطو اور دوسرے حکماء اور فلاسفر وعظ اور نصیحت کرتے رہے۔ انہوں نے فلسفہ و حکمت اور عقل و دانائی کی بنیاد پر شان دار عمارتیں کھڑی کر دیں۔ لیکن معاشرہ پر ان کا کوئی اثر نہ پڑ سکا۔ اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ وہ دوسروں کو تو روشنی دکھاتے رہے لیکن خود تاریکی سے باہر نہیں آئے۔ وہ رحم و محبت کا سبق پڑھاتے تھے لیکن خود غریبوں پر رحم کھانے سے عاری تھے اور دشمنوں سے محبت کرنے کی عظمت سے محروم تھے۔

یہی حال آج ہم مسلمانوں کا ہے کہ ہم صراط مستقیم پر چلنے کے وعظ اور نصیحت تو کرتے ہیں مگر عملاً اپنے آپ کو صراط مستقیم پر چلنے کے لئے آمادہ نہیں کر سکتے۔ حالانکہ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں حضور ﷺ کے پیروکار ہیں ان کا نام لے کر اپنا سر فخر سے بلند رکھتے ہیں مگر ان کے اسوہ حسنہ پر چلنے کے لئے زندگی کے کسی موڑ پر بھی کوشش نہیں کرتے۔ دور نہ جائیے یہی ملک جس کو ہم پاکستان کے نام سے ایک الگ خطے کی صورت میں وجود میں لائے ہیں اور محض اسلام کے صراط مستقیم پر چلانے کے لئے جدوجہد کی تھی اور ہزاروں انسانوں کی جانی اور مالی نقصان اور قربانی دے کر حاصل کیا تھا آج تقریباً" نصف

Marfat.com
Marfat.com

صدی گزر رہی ہے کہ کسی موقع پر ہم نے اور نہ ہمارے حکمرانوں نے عملاً جو کہتے ہیں اس پر عمل کرنے کی کوشش کی ہو گی۔ پاکستان نام کا خطہ تو ہم نے حاصل کر لیا ہم نے فکری اور سیاسی آزادی تو حاصل کر لی مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم نے اس وطن پاکستان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اللہ تعالیٰ کے احکام سے کس طرح روگردانی کی' صراط مستقیم جس کی راہنمائی حضور اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے ہوتی ہے کس طرح راہ فرار اختیار کی۔ آج ہمارے پاکستانی معاشرے کا کیا حال ہے؟ آج ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ہم نے صراط مستقیم پر چلنے کی بجائے احکام الٰہی اور حضورؐ کے اسوۂ حسنہ سے روگردانی کر کے پوری ملت اسلامیہ کو تباہی کے راستہ پر ڈال دیا اور ڈالے رکھا جو صرف ہلاکت کی طرف لے جا رہا ہے۔ چنانچہ آج حال یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں ہر قسم کے رذائل سرایت کر چکے ہیں حد یہ ہے کہ عزت نفس اور جان بھی اپنے ہی بھائیوں کے ہاتھوں خطرے میں رہتی ہے۔

اصلاح کا دوسرا اصول

اصلاح معاشرہ کے لئے دوسرا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اوائل زندگی میں بھی ہمیشہ سچائی اور راست بازی پر سختی کے ساتھ عمل کیا اور مسلمانوں کو جھوٹ سے بچنے کی تلقین کرتے رہے۔ خود آپؐ نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا اور اپنے اصحاب کو بھی اس رذیل فعل سے احتراز کرنے کی تاکید فرماتے رہے۔ سچائی کا یہ وصف آپؐ میں بعثت نبوۃ سے پہلے بھی اس قدر نمایاں تھا کہ کفار و مشرکین مکہ آپؐ کو صادق اور امین مانتے تھے۔

معاشرے کی تمام برائیوں میں سر فہرست جھوٹ ہے اسلام کی لغت کا سخت ترین لفظ "لعنت" ہے قرآن پاک میں اس کا مستحق شیطان اور اس کے بعد مشرک' کافر اور منافق کو

Marfat.com
Marfat.com

بتایا گیا ہے۔ لیکن کسی مومن کو "کذب" یعنی جھوٹ کے سوا اس کے کسی فعل کی بناء پر لعنت سے یاد نہیں کیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹ ایسی برائی ہے کہ مسلمان سے بھی سرزد ہو تو اس کے لئے لعنت کی وعید ہے۔ پاکستان کا معاشرہ آج کل کئی قسم کی برائیوں میں مبتلا ہے مثلاً" ذخیرہ اندوزی' ملاوٹ' ناپ تول میں کمی' آپس میں ہی ایک دوسرے کو نقصان اور ذلیل کرنے کی کوشش' لوٹ مار' ڈاکے' انسانوں اور ہوائی جہازوں کے اغوا' قتل اور بہتان اور غیبت' رشوت اور جوا' سود خوری وغیرہ وغیرہ۔

اس کا ایک ہی جواب ہے کہ سب سے پہلے اس مملکت خداداد پاکستان کے سربراہ اپنے کردار کو درست کریں اور رذیل خصلتوں سے اپنے آپ کو پاک کریں۔ اور سب سے پہلے اتنا ہی اگر کر دیں کہ صرف ایک ہی برائی جس کو جھوٹ کہا جاتا ہے چھوڑ دیں تو تمام معاشرے میں انقلاب برپا ہو جائے گا کیونکہ معاشرہ ہمیشہ اپنے حکمرانوں کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ جس قوم کا لیڈر اور حکمران جیسا ہو اسی قسم کا کردار عوام میں سرایت کر جاتا ہے۔

پاکستان کے حکمران جو جمہوری طریقہ سے بذریعہ ووٹ اقتدار میں آتے ہیں ووٹ لیتے وقت عوام سے جھوٹے وعدے کرتے ہیں اقتدار حاصل کرنے کے لئے رشوت' قتل' ڈاکے' الزام تراشی دوسرے کی کردار کشی کے عملی مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس غلط راستہ کو اختیار کر کے اقتدار کے ایوان میں داخل ہوتے ہیں پھر وہاں وہی کردار اپنا کر اپنے دوسرے ممبران کی کردار کشی میں مصروف رہتے ہیں ان رذیل خصلتوں کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے ہوتے ہیں اور عوام کو نصیحت کرتے ہیں کہ وفادار وطن رہو' جھوٹ نہ بولو' رشوت نہ لو اور نہ دو۔ ملک میں بدامنی نہ پھیلاؤ' ملاوٹ اور چور بازاری چھوڑ دو یہی حکمران اپنے اپنے ماتحت عملہ کے افسران کو بھی ہدایت کرتے ہیں مگر ان سے ہی غلط کام کراتے ہیں تو پھر اصلاح کیسے

Marfat.com
Marfat.com

ہو۔ اس تمام ابتر حالت کا ذمہ دار زیادہ اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ ہی ہو سکتا ہے کیونکہ یہی لوگ اقتدار میں رہتے ہیں انہی کو عوام دیکھ کر انہی کی عادات اور اخلاق اپناتے ہیں۔

نظام تعلیم اور اس کے اثرات

اس تعلیم یافتہ طبقہ کی خرابی کی وجوہات بھی واضح ہیں۔ پاکستان ایک نظریاتی مملکت کی حیثیت سے وجود میں آیا مگر نظام تعلیم جو کہ ہر حکومت اور ملک کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے اس کی طرف کسی نے توجہ نہ دی۔ وہی برطانیہ کا نظام تعلیم جس مقصد کا اپنے لئے آلہ کار گروہ تیار کرنا ہی تھا۔ جب پاکستان کا وجود عمل میں آیا تو اسی نظام تعلیم کے تربیت یافتہ اور تعلیم یافتہ افراد کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور آئی۔ برطانوی نظام تعلیم کا نصاب جو کہ اپنی ایک نو آبادی (ہندوستان) کے لئے ترتیب دیا گیا تھا اس کی خوبی صرف اتنی تھی کہ دفتری بابو' کلرک پیدا ہوں۔ ابتدائی نصاب تعلیم سے لے کر اعلیٰ تعلیم کے نصاب تک آپ اگر دیکھیں گے آپ کو کسی کلاس کے نصاب میں اسلام کی بنیادی تعلیمات جن کی ایک نظریاتی (اسلامی ریاست) مملکت کے لئے نہایت اہم ضرورت ہوتی ہے آپ کو نہیں ملے گی۔ اب اس قسم کے تعلیم یافتہ طبقہ سے یہ توقع کرنا کہ وہ اسلام کے نظریات کو مد نظر رکھ کر حکومت کا نظام چلائیں گے ان ہونی بات ہے۔ یہ تو ایسا ہو گا جیسے کسی ڈاکٹر کو انجینیئر کی ڈیوٹی دینا پڑے' لاء گریجویٹ کو کسی ہسپتال میں مریضوں کا علاج کرنا پڑ جائے' تو جو نتیجہ برآمد ہو گا وہ ایسا ہی ہو گا جیسے مملکت پاکستان میں روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ اصل وجہ یہی بے ترتیبی ہے جس کا شکار ہر شخص نظر آ رہا ہے اور یہ بے ترتیبی موجودہ نظام تعلیم کی پیدا کردہ ہے جو کہ نظریہ مملکت کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔

ایک چینی کہاوت مشہور ہے "تمہارا منصوبہ اگر سال بھر کے لئے ہے تو فصل کاشت کرو دس

Marfat.com
Marfat.com

سال کے لئے ہے تو درخت اگاؤ دائمی ہے تو مناسب افراد پیدا کرو" اسلام ایک نظریہ زندگی ہے جب تک زندگی رہے گی تو اس نظریہ کے مطابق ہی بسر کرنی پڑے گی۔ اس مقصد کے پیش نظر افراد کے لئے تعلیم سے بہرہ ور ہونا ضروری قرار دیتا ہے ایک حدیث کی روایت ہے کہ علم حاصل کرو پنگوڑے سے قبر تک یا علم کے لئے اگر چین جیسے دور دراز ملک تک جانا پڑے تو/پھر بھی جانا چاہئے۔ تعلیم کا لفظ علم (ع ل م) سے مشتق ہے اس کے معنی کسی چیز کا ادراک کرنا' تعلیم کا مطلب بنتا ہے بار بار اور کثرت کے ساتھ خبر دینے کے' اسی طرح انگریزی زبان کا لفظ (Education) اس کے لفظی معنی رہنمائی اور معلومات کا جمع کر دینا۔ مسٹر جان ملٹن تعلیم کی تعریف یوں کرتا ہے "میرے نزدیک مکمل اور شریفانہ تعلیم وہ ہے جو انسان کو بحالت جنگ و امن اپنی اجتماعی و نجی زندگی کے فرائض دیانت اور مہارت عظمت کے ساتھ ادا کرنے کے لئے تیار کرتی ہے"۔

ان مشاہیر کے اقوال کے مطابق تعلیم کا مقصد اور اس کا نقطہ نظریہ معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم حقیقت میں وہی تعلیم ہے جس سے انسانوں کو کسی مقصد کے لئے تیار کیا جا سکے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے تعلیمی ادارے کس حد تک اس منصوبہ کے تکمیل میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے اس کی تکمیل تب ہو سکتی ہے کہ اس مملکت کے شہری علمی شعور سے بے بہرہ نہ ہوں۔ تعلیم بجائے خود منزل نہیں بلکہ منزل کے حصول کے لئے ایک ذریعہ ہے۔ اس نکتہ کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ این۔وائٹ ہیڈ نے اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا تھا کہ "تعلیم کی روح یہ ہے کہ وہ مذہبی ہو" ہمارے مشرقی زمانہ حال کے فلسفی علامہ اقبال کا خیال بھی یہی تھا کہ "اسلام ہماری زندگی اور تعلیم کا مقصد ہونا چاہئے" ایک موقعہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ علم سے میری مراد وہ علم ہے جس کا دارومدار حواس پر ہو۔ عام طور پر میں نے علم کا لفظ انہی معنوں میں استعمال کیا ہے اس

Marfat.com
Marfat.com

علم سے وہ طبعی قوت ہاتھ آتی ہے جس کو دین کے ماتحت رہنا چاہئے اگر یہ دین کے تحت نہ رہے تو محض شیطنیت ہے مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ علم کو مسلمان کرے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے (ترجمہ) لوگوں میں سے درجہ نبوت کے قریب تر اہل علم اور اہل جہاد ہیں۔ اہل علم اس وجہ سے کہ انہوں نے لوگوں کو وہ باتیں بتائیں جو رسول لائے تھے۔ اور اہل جہاد اس وجہ سے کہ انہوں نے پیغمبروں کی لائی ہوئی شریعت پر اپنی تلواروں سے جہاد کیا۔

در اصل تعلیم میں سب سے زیادہ اہمیت ایک طالب علم کے کردار کی تشکیل کو حاصل ہونا چاہئے۔ تعلیم جب تک اچھے کردار تعمیر نہ کرے گی اپنا حقیقی مقصد کبھی حاصل نہ کر پائے گی۔ اسی لئے تو اسلام میں ہمیشہ نیک اعمال کو اولین اہمیت دی جاتی ہے۔

قرآن کریم میں ایمان اور عمل صالح کی بیک وقت تلقین کی گئی ہے۔ خود نبی اکرم ﷺ کے بنیادی مشن میں تزکیہ یعنی انسانی زندگی اور روح کی تطہیر شامل ہے اور یہ بھی ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ انسان کے کردار کے بنیادی رجحانات کی اساس زندگی کے ابتدائی دور ہی میں پڑ جاتی ہیں اور اس مرحلہ کو طالب علم سکول اور کالج کی تعلیم کے دور میں عبور کرتا ہے۔ تو پھر یہ ضروری امر ہو گیا کہ تعلیم کے تمام مراحل میں طلبہ کو رسول اکرم ﷺ اور ان کے صحابہ کرام کی مثالیں ذہن نشین کرائی جائیں۔ سب سے پہلے استاد خود کو عملی طور ایسی زندگی گزارنے پر آمادہ کرے تاکہ طلبہ میں ان کی عملی زندگی کا عکس (نقش) راسخ ہو سکے۔ اسلام زندگی اور اس کی مسرتوں کو ترک کرنے کا نام نہیں۔ بلکہ وہ ان کی تکمیل کا داعی ہے۔ اس کا تقاضہ ہے کہ ہماری تعلیم طلبہ کو بامقصد زندگی گزارنے کا ذریعہ بنے۔ اسلام رہبانیت (ترک دنیا) کا مخالف ہے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ ہر انسان زندگی کی

Marfat.com
Marfat.com

کش کمش میں حق و انصاف کے ساتھ ہی زندگی گزار دے۔

نظام تعلیم تاریخ کی روشنی میں

اسلام میں تعلیم کو ہر لحاظ سے اہمیت دی گئی ہے۔ یہ منفرد مقام صرف اسلام کو ہی حاصل ہے۔ جو کہ اپنے پیروکاروں کو تعلیمی شعور سے بہرہ مند ہونے کا حکم دیتا ہے اسلام نے اپنا آغاز ہی روشنی اور علم سے کرایا ہے۔ تخلیق آدم کے بعد سب سے بنیادی کام یہی کرایا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو علم جیسے زیور سے مزین کرایا گیا (ترجمہ) آدم کو ہر موجود چیز کا علم دے دیا گیا۔ اسلام کے سوا دنیا بھر میں کوئی ایسا مذہب یا تمدن نہیں جس نے تمام انسانوں کی تعلیم کو ایک بنیادی ضرورت قرار دیا ہو۔ اگر کبھی زمانہ میں علم کو اہمیت دی گئی ہے تو صرف انسانوں کے مخصوص طبقہ کے لئے عام لوگوں کو علم کی روشنی سے دور رکھ کر مخصوص طبقہ کی اجارہ داری قائم کرائی گئی۔ مگر اسلام میں اس قسم کی تفریق کی گنجائش نہیں۔ اسلام ہر مرد' عورت' بڑے' چھوٹے کو علم کی روشنی سے مستفید ہونے کا مشورہ دیتا ہے۔

حضور اکرمؐ پر پہلی وحی کا نزول غار حرا میں تعلیم کی صورت میں ہی ہوا اور پھر قرآنی احکام کو مخلوق خدا تک پہنچانے کا فریضہ بھی لازم قرار دیا گیا۔ اسی لئے رحمت للعلمین کا فرمانا ہے کہ "میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔ اور پھر اس تعلیمی مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے پہلی یونیورسٹی (تعلیمی ادارہ) مسجد نبویؐ میں ایک چبوترہ کی صورت میں قائم کی گئی جس کو "صفہ" کے نام سے تاریخ میں یاد کیا جاتا ہے۔ اس درس گاہ میں تقریباً" ستر اسی تک طلباء داخل تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے علاوہ دیگر تربیت یافتہ صحابہ کرام تعلیمی فرائض بھی بجا لاتے تھے۔ اس ادارہ کا تعلیمی نصاب اس طرح تھا (ا) اولین چیز دینی تعلیم' قرآن و سنت

Marfat.com
Marfat.com

نبوی ﷺ کو نصاب تعلیم کا مرکز و محور ہونا (۲) اکثر طلباء اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے خود محنت مزدوری کرتے مسلمان بھی ان طلباء کی مقدور بھر خدمت کرتے تھے اور حضور اکرم ﷺ ذاتی طور پر بھی براہ راست تعاون کرتے تھے (۳) اسی درس گاہ کے طریقہ کار کو دوسری مساجد میں بھی اپنایا گیا یعنی مسجد کو درس گاہ کے طور پر بھی مرکزیت حاصل ہو گئی تھی اس طریقہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تعلیم کی آخری ذمہ داری مسلمان معاشرے اور اسلامی ریاست پر عائد ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی قومی آمدنی اور بیت المال پر اولین حق زیر تعلیم طلباء کا ہے جو نظریاتی تعلیم کے حصول کے لئے جدوجہد اپنی زندگی کا مقصد قرار دیں۔

اسی درس گاہ (صفہ) کے نصاب تعلیم کو دور نبوت کے بعد خلفاء راشدین نے اپنے دور حکمرانی میں رائج کرایا۔ اساتذہ (جو ضرورت مند ہوتے) کے لئے وظائف اور تنخواہیں بیت المال سے مقرر کراتے' رہائش کے لئے مساجد کے ساتھ ہوسٹلوں کے لئے عمارتیں تعمیر ہوتی تھیں جن میں بیرونی طلباء کی رہائش ہوتی تھی' طلباء کے لئے کتابوں کی سہولت مہیا کرنے کے لئے لائبریریاں بھی ساتھ ہی قائم کی جاتی تھیں۔

بعد کے ادوار میں حالات کی تقاضوں کے پیش نظر نصاب تعلیم میں کم و بیش تبدیلیاں ہوتی رہیں کیونکہ اسلام کی ہم گیری کسی خاص مدت کے لئے نہیں تھی۔ بلکہ حضور اکرم ﷺ آخری نبی تھے اور دین کی تکمیل آپؐ کے آنے سے مکمل ہو چکی بنیادی اصول طے پا چکے تھے ان میں کسی قسم کی کمی و بیشی کی اجازت نہ تھی۔ البتہ ان اصولوں کے مطابق حالات اور ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اصحاب فکرو نظر اجتہاد کرتے رہے اور ہر ضرورت کے حل کو دین کے رنگ میں ہی پیش کرتے تھے۔ جہاں کسی مسلمان حکمران کی

Marfat.com
Marfat.com

حکومت ہوتی تو وہ اپنے وقت کے علماء سے تقاضا کرتے کہ ملکی ضروریات کے لئے درپیش مسائل کا حل بھی تجویز کرو۔ مثلاً" ہندوستان میں اورنگ زیب عالمگیر اپنے ایک راہنما اور مشیر سے گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں! کیا میرے معلم کا یہ فرض نہ تھا کہ وہ مجھے روئے زمین کی ہر قوم کے امتیازی خصائص سے روشناس کراتا۔ مجھے علم ہونا چاہئے کہ ان اقوام کے وسائل اور ان کی طاقت کیا ہے' ان کے اداب و اطوار' مذاہب و طرز حکمرانی' طریق جنگ وغیرہ کیا ہے اور وہ کون سے امور ہیں جن میں دلچسپی رکھتی ہیں۔ اور پھر یہ بھی ضروری ہے کہ باقاعدہ تعلیمی نصاب کے ذریعے بتایا جائے کہ ریاست کا آغاز کیسے ہوا' قوموں کے عروج زوال کے اسباب کیا ہیں اور وہ کون کون سے اسباب و عوامل اور حوادث ہیں جن کی بنا پر عظیم تبدیلیاں اور مہتم بالشان انقلابات رونما ہوتے رہے"۔

اسی طرح تعلیمی اداروں کے سلسلہ میں مورخ مقریزی بیان کرتا ہے "سلطان محمد تغلق کے دور میں دھلی کے اندر ایک ہزار اسلامی مدارس قائم تھے۔ جن میں امام شافعیؒ کے پیروکاروں کا بھی ایک ادارہ تھا۔ مدرسین کے لئے شاہی خزانہ سے تنخواہیں مقرر تھیں۔ تعلیم اس قدر عام تھی کہ لونڈیاں تک حافظ قرآن اور عالم ہوتی تھیں۔ مدارس میں علوم دینیہ کے ساتھ معقولات اور ریاضی کی تعلیم بھی دی جاتی تھی"

یہ سلسلہ تعلیم کا ہندوستان بھر میں جگہ جگہ اسلامی مدرسوں کی صورت میں موجود تھا اور وہ بھی بالکل مفت کسی طالب علم کو کچھ بھی خرچ نہیں کرنا پڑتا تھا۔ البتہ اس نظام تعلیم کی ایک اور خصوصیت یہ تھی کہ استاد اور شاگرد کا قلبی تعلق احترام اور عزت کے ساتھ پھیلا رہتا تھا۔ اسلامی تعلیمی اداروں کا جال بیرون ہند بھی پھیلا ہوا تھا اور عموماً" ہر مسجد کے ساتھ طلباء کے رہائشی کمرے بھی ہوا کرتے تھے۔ پانچویں صدی کے اوائل سے مساجد سے الگ

Marfat.com
Marfat.com

مستقل طور پر تعلیمی ضرورت کے لئے عمارتیں بھی بننا شروع ہو گئی تھیں۔ ٹیونس کی جامع زیتون اور مصر کی جامع ازہر اس زمانہ کی یادگاریں تا حال موجود ہیں۔

یہ بات بھی قابل تعریف ہے تعلیم کا جو مزاج قرون اولیٰ میں تشکیل پایا جاتا تھا بعد کے ادوار میں بھی اس کو بڑی حد تک قائم رکھا گیا۔ تعلیم کا مرکز دین اسلام ہی رہا اور تمام تعلیمی سرگرمیاں اسی محور کے ارد گرد گھومتی رہیں۔ تعلیم کو ایک عبادت کے نقطہ نظر سے اہمیت دی جاتی تھی۔ اسلام نے تو تعلیم کے سلسلہ میں جو تصور دیا ہے اس میں سب سے بنیادی چیز یہ ہے کہ علم کا سرچشمہ ذات باری تعالیٰ کے نام سے ہی تعلیم کا سلسلہ شروع کرایا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ علم کے دوسرے ذرائع کی نسبت وحی کو سب سے اعلیٰ ذریعہ علم قرار دینا چاہئے۔ کیونکہ علم محض لوازمات حیات ہی نہیں ہے بلکہ مقصد حیات بھی ہے یہی وہ تصور ہے جس سے اسلام کا نظام تعلیم اہمیت حاصل کرتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم بھی علم کا یہی مقصد بیان کرتے ہیں۔ جیسے کہ وہ فرماتے ہیں کہ علم سے وہ طبعی قوت ہاتھ آتی ہے جس کو دین کے ماتحت رہنا چاہئے اگر یہ طاقت دین کے ماتحت نہ ہو تو یہ محض شیطنیت کا کام دے گی۔ علامہ کے اس خیال سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ تعلیم سے مقصد یہ ہونا چاہئے کہ طلبہ میں ان کے مذہب اور نظریہ حیات سے آگاہی پیدا ہو یعنی اس علم سے انسان کی حیثیت' توحید' رسالت' آخرت اور انفرادی' اجتماعی زندگی پر اثرات مرتب ہوں۔ اسلام کے اخلاقی اصول اسلامی ثقافت کی نوعیت اور ایک مسلمان کے فرائض اور اس کا مشن سمجھا جا سکے۔ اور علم کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہماری تعلیم ہمارے نوجوانوں کی زندگی اور اس کے مطالبات کی تکمیل کے لئے تیاری کرے۔ اسلام زندگی اور اس کی مسرتوں کو ترک کرنے کا نام نہیں بلکہ وہ ان کی تکمیل کا داعی ہے اور نہ ہی اسلام رہبانیت کی دعوت دیتا ہے بلکہ اسلام کا مقصد یہ ہے کہ انسان زندگی کی کشمکش کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ اپنی

Marfat.com
Marfat.com

زندگی گزارے۔ قرآن ہمیں دنیا اور آخرت' دونوں کے بہترین حصول کی تعلیم دیتا ہے اور ان جائز ذرائع سے استفادہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور ساتھ یہ بھی ہدایت دیتا ہے کہ اسراف سے بچو۔ مقصد یہ ہے کہ کسی دوسرے کی حق تلفی نہ ہو جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے انقلابی گروہ کی علمی تربیت کے لئے مسجد کو ہی اہمیت دی تھی اور سب سے پہلے مسجد نبویؐ کی تعمیر کرائی تھی۔

حسن ترتیب کا فقدان

مسلمان کی زندگی ترتیب بلکہ حسن ترتیب کا ہی دوسرا نام ہے۔ لیکن کبھی کبھی یہ ترتیب اپنے آپ سے باہر ہو جاتی ہے۔ ہر طرف کناروں کے اندر خاموش بہنے والا دریا کبھی نہ کبھی اپنے آپ سے باہر ہو جاتا ہے جیسے سیلابوں کے آنے سے صورت حال پیدا ہوتی ہے۔ بے ترتیبی عناصر کے پریشان ہونے کا ایک مظاہرہ ہوتا ہے اور ایک وارننگ بھی ہوتی ہے کہ محفل احباب ہمیشہ ترتیب میں قائم نہیں رہتی۔

انسان بیٹھے بیٹھے اپنی ہی نگاہوں میں بدل سا جاتا ہے' روتے روتے ہنس پڑتا ہے' اور ہنستے ہنستے ہی بعض اوقات رو پڑتا ہے۔ جب خیال کی بندش ٹوٹ جاتی ہے تو پھر عمل کی ترتیب بھی قائم نہیں رہ سکتی۔

انسان غور کرتا ہے کہ ہماری عبادتیں اور ریاضت اور دعائیں اتنی با اثر نہیں ہوتی جتنی ہم سے پہلے لوگوں کی ہوتی تھیں۔ حالانکہ گزشتہ زمانوں کے حالات اتنے خوش گوار بھی نہیں ہوتے تھے جتنے آج کل ہیں۔ آج ایک معمولی سا کارخانہ دار' ایک چھوٹا سا سرمایہ دار بھی اپنے پاس اتنی دولت رکھتا ہے کہ شائد کسی مغل بادشاہ کے تصور میں بھی نہ ہو' ان لوگوں کی زندگی خوش گوار تھی۔ حالانکہ ان کے پاس نہ گاڑیاں سفر کیلئے اور نہ ہی ہوائی جہاز' بجلی

Marfat.com
Marfat.com

کلپنز کی سہولت جیسے اسباب ہوا کرتے تھے پھر بھی بڑی خوش گوار زندگی گزارتے تھے۔ آج ہر آدمی کو بے شمار سہولتیں میسر ہیں' مگر دل بجھا ہوا ہے شاید زندگی کی بے ترتیبی میں پھنس چکا ہے۔ ہر چیز نقلی اور سطحی ہوتی جا رہی ہے۔ کسی زمانے میں کہیں سے درد کی فریاد اٹھتی تھی تو سارے زمانے میں احساس کی ایک لہر دوڑ جاتی آج لوگ گھر سے بے گھر ہو جاتے ہیں' سیلابوں اور طوفانوں میں تباہ ہو جاتے ہیں' لیکن بعض کی عیاشیوں کی رفتار میں فرق نہیں پڑتا بلکہ بعض اوقات مصیبت زدہ لوگوں کے لئے غیر ملکی امداد پر بھی ہاتھ صاف کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ کل تک بیٹیوں کی شادی اور رخصت کرنے کا منظر ایک درد کا سماں ہوا کرتا تھا ماں' بیٹی جب ملتے تو کہتے ہیں کہ آسماں کے کنگر ہل جاتے ہیں لیکن آج کسی پر کسی کا اثر نہیں پڑتا۔ دلہن رخصتی کے وقت رو بھی نہیں سکتی اسے پتہ ہے کہ رونے سے اس کا سینکڑوں روپے کے خرچ سے کیا گیا میک اپ اور سنگھار خراب ہو جائے گا۔ بلکہ ایک نقلی چہرہ اصلی چہرے پر چڑھا دیا جاتا ہے۔ بے ترتیبی ہی کا اثر ہے کہ خلوص' وفا' اور استقامت یارانے اور دشمنیاں سب بدل چکے ہیں۔ مسجدیں بڑھتی جاتی ہیں لاکھوں اور کروڑوں روپیہ ان کے نقش و نگار اور انتظامات پر خرچ کر دیا جاتا ہے۔ مسجدوں کے گنبد اور مینار بھی پر خلوص انداز میں بنتے جا رہے ہیں' قالین بچھائے جاتے ہیں' ہر قسم کا موسم کے مطابق پانی مہیا کر دیا جاتا ہے' تبلیغ کے غرض سے لاؤڈ سپیکروں کا شور ہے' مسلمان مسلمانوں کو مسلمان ہونے کی تبلیغ کر رہے ہیں جس کی طبیعت چاہے کھڑا ہو جاتا ہے۔ رٹی رٹائی ایک تقریر دے مارتا ہے' گھنٹوں لوگوں کو بٹھائے رکھتا ہے' اور سامعین ہیں بے بسی میں نیند آنے کی وجہ سے بار بار وضو کرتے جا رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زندگی کسی رخ پر جاری رہی ہے اور تقریر کسی اور رخ پر جاری ہوتی ہے۔ اور اس کی وجہ محض یہ ہوتی ہے کہ مقرر کو خود اپنے خیالات کا یقین نہیں ہوتا ہمیں بتایا جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com
Marfat.com

کی زندگی نہایت سادہ تھی آپؐ نے کھجور کی چٹائی کو بستر بنایا ہوا تھا آپؐ کے لباس مبارک میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔ آپؐ سب انسانوں سے زیادہ اشرف اور معزز بنائے گئے تھے۔ مگر ہمارے مقرر حضرات اور خود ہمارے سامعین کی زندگی کی بودوباش باوجود کہ ہم حضور اکرم ﷺ کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں یکسر مختلف ہوتی ہے۔ یہی بے ترتیبی ہے جس کے ہم شکار ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے شادی اور غمی کی تقریبات کو نہایت سادگی سے منعقد کرنے کا حکم فرمایا اور ہم جو کہ اپنے آپکو اسی کے امتی کہنے میں سر فخر سے بلند رکھتے ہیں۔ انہی کے ارشادات کے خلاف بچوں کی شادیاں کرتے ہیں تو لاکھوں روپیہ کا اصراف کر جاتے ہیں۔ بڑے بڑے ہوٹلوں میں دعوتوں کا انتظام کرتے ہیں امیر اپنے پیسہ کی خوب نمائش کر جاتے ہیں اور غریب کو مزید غریب بناتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی کے ہاں مرگ ہو جائے تو اس کے لئے بھی نمائش اور سرمایہ داری ذہنیت کو مذہب کا لازمی فریضہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ زندگی کا ہر شعبہ بے ترتیبی کا شکار ہو چکا ہے۔ کسی زمانہ میں استاد کردار ساز ہوتے تھے بچوں میں عظمت کا کردار پیدا کرتے تھے روحانیت کا درس دیتے تھے زندگی کی حقیقتوں سے آشنا کرتے تھے۔ اور آج ہماری درس گاہیں کالج' سکول اور یونیورسٹیاں کچھ اور قسم کے انسان تیار کرنے میں مصروف ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہر طرف اسلام پھیلے اور اسلام کا بول بالا ہو۔ مگر ہم اپنے بچوں کو بڑے فخر سے انگریزی سکولوں اور کالجوں میں پڑھاتے ہیں۔ جہاں ابتدائی سلیبس سے لے کر اعلیٰ تعلیم کے کسی درجہ میں اسلامی معاشرہ کے قائم کرنی کا کوئی سبق اور درس کا انتظام نہیں ہوتا۔ ہم ہر مجلس میں رحمدلی کا سبق اور ذکر یاد دلاتے ہیں مگر خود کسی پر رحم نہیں کرتے ہم نے کب تک اپنی زندگی اسی بے ترتیبی میں گزارنے میں مدہوش رہنے کا عزم کیا ہوا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جو کچھ آج ہو رہا ہے وہ نہ ہو اور جو نہیں ہو رہا وہ ہونا شروع ہو جائے۔ ہم پھر سے ایک وحدت میں پرو دیئے جائیں۔ کیا ہمارے معزز ترین پیشہ کے حامل تمام علماء کرام اور مشائخ عظام صرف دین کیلئے ہی اکٹھے ہونا قبول کرلیں گے۔ فروعی مسائل میں نہ خود الجھیں اور نہ قوم کو مبتلا کریں۔ اگر ان کی بے ترتیب زندگی کسی ترتیب جس کی روز و شب دعوت دیتے ہیں میں بدل جائے تو پھر بہتوں کا بھلا ہو سکتا ہے۔ عوام تو ان علماء کرام کے ارشادات پر آنکھیں بند کرکے چلنے پر تیار ہو جاتے ہیں مگر ان کی اپنی بے ترتیب زندگی کو دیکھتے ہیں تو اسی کو اپنا نظریہ زندگی بنا دیتے ہیں۔ علماء کرام اور مشائخ عظام جو کہ حضور اکرم ﷺ کی دعوت کا وارث ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے لئے تو بہت آسان ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے طرز زندگی کو اپنا کر چلیں۔ تو پھر عوام بھی ان کو دیکھ کر اپنی روزمرہ زندگی میں تبدیلی لانے پر تیار ہو جائیں گے۔

دیکھئے! بچہ بہت چھوٹا ہوتا ہے' ابھی معاملات کی حکمت کو نہیں سمجھتا اسے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کون سا کام اچھا ہے' کون سا کام برا ہے کس میں فائدہ ہے اور کس کام میں نقصان' اس کی نظروں میں صرف اپنے باپ کی وقعت ہوتی ہے' اس لئے جو کچھ باپ کرتا ہے اسے کرنا باعث فخر سمجھتا ہے' باپ جو کہہ دے اس کے لئے وہ حرف آخر ہے اس پر وہ ضرور عمل کرتا ہے اور عمل کرکے خوش بھی ہوتا ہے۔

اسی تمثیل کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر علماء کرام کے دل میں جناب رسالت مآبؐ کی عظمت اور توقیر ہے' تو وہ آنجنابؐ کے فرمودات اور حضور اکرم ﷺ کے قائم کردہ روایات پر عمل کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں' تو اس بچہ کی مانند جو اپنے باپ کو اپنے لئے قابل تقلید اور خوشی سے اس کے نقل و حرکت پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے' حضور اکرم

Marfat.com
Marfat.com

ﷺ کی روزمرہ زندگی کی ترتیب ان کے فرمودات ان کے اعمال اور اخلاق کا عظیم ذخیرہ جو قرآن و حدیث کی صورت میں آپ کے سامنے ہے اسی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا دیجئے اسی میں آپ کی کامیابی اور سرخروئی ہے۔ عوام کے سامنے آپ کا کردار ہی زندگی میں ترتیب پیدا کرنے کا ذریعہ بنے گا۔

اسلامی زندگی اور اس کے تقاضے

زندگی محض زندہ رہنے کا نام نہیں ہے۔ زندگی فقط جسم کے برقرار رہنے کو بھی نہیں کہتے اور نہ زندگی اس لئے ہے کہ جسمانی تقاضوں کی نفی کی جائے۔ جسمانی زندگی ایک حقیقت ہے۔ زندہ رہنے کے لئے جسم کا باقی رہنا اور اس میں تاب و توانائی کا برقرار رہنا بھی ضروری ہے۔

یہ تصور کر لینا کہ جسم کا خیال رکھنا اور جسمانی تقاضوں کی تکمیل کرنا' روحانی تقاضوں کے خلاف ہے یا اس سے روحانی مرتبہ گھٹ جاتا ہے غلط اور راہبانہ تصور ہے۔ ظاہر ہے کہ ترک دنیا اور رہبانیت کو دنیا کا کوئی نظام حیات پسند نہیں کرتا۔ خود نظام حیات کے الفاظ ہی ظاہر کرتے ہیں کہ اہمیت زندگی کی ہے۔ زندگی کی نفی اگر مقصود ہو تو اس کے لئے کسی تنظیم، کسی نظام کی ضرورت نہیں۔

اسلام اور رہبانیت

اسلام ایک زندہ دین ہے' زندگی کا مذہب ہے' ایک مکمل اور بھرپور نظریہ حیات ہے' حیات کے تمام گوشے اپنے میں سمیٹے ہوئے اور سمائے ہوئے اسلام ایک ایسا متوازن اور جامع فلسفہ حیات انسان کو دیتا ہے جو اس کی مادی' روحانی زندگی کو توانائیوں اور مسرتوں سے مالا مال کر دیتا ہے۔ اسی لئے صاف طور پر فرمایا گیا ہے کہ اسلام میں رہبانیت نام کی کوئی چیز نہیں۔ اسلام رہبانیت اور ترک دنیا کی تعلیم نہیں دیتا۔ بلکہ مثبت طور پر زندگی کو.اس کی تمام

Marfat.com
Marfat.com

نعمتوں' برکتوں لطافتوں اور رعنائیوں کے ساتھ برتنے کی تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے وہ انسان کے لئے مسخر کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالٰی نے انسان کو زندگی اس لئے عطاء نہیں کی کہ وہ اس کی قدر نہ کرے' اس سے استفادہ نہ کرے' اس سے لطف اندوز نہ ہو۔ بلکہ زندگی کا تقاضہ ہے کہ آدمی اللہ تعالٰی کے الطاف سے بہرہ ور ہو۔ مگر یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ کروڑوں کی تعداد میں مسلمان آباد ہیں مگر ہمیشہ دوسروں کی راہنمائی اور امداد کے دست نگر رہ گئے ہیں۔

آج امت مسلمہ پر زبوں حالی چھائی ہوئی ہے ہر طرف سے خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہماری یہ حالت ہے کہ ہم اپنے ہم وطنوں میں بھی محفوظ نہیں ہیں۔ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں مومن کی شان امتیاز جسے قرآن کریم کے الفاظ میں لا خوف علیہم ولاھم یحزنون (البقرۃ ۱۱۲) کا عنوان بتایا گیا تھا مفقود ہے۔ ہم اپنی روزمرہ کی زندگی' اپنے گھروں اور اپنے ملکوں کی حفاظت کے لئے بھی دوسروں کے محتاج ہیں' باوجود کثرت تعداد کے اور کثرت وسائل کے آج اقوام عالم کی صفوں میں پست ترین مقام اپنے لئے انتخاب کر کے خوش ہیں۔ اقوام عالم کی امامت کے منصب سے اتر کر دوسروں کے دست نگر اور ان کے چشم ابرو کے اشاروں پر چلنے والے' اغیار سے تحفظ کی بھیک پر گزارہ کرنے والے بن گئے ہیں۔ اس ساری نکبت اور خواری کا سبب اگر کوئی ہو سکتا ہے تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے حضور اکرم ﷺ کی زندگی جو کہ ہمارے لئے مینارہ نور ہے اور ان کے ذریعہ وحی کے اس سراج منیر کو تو ڈھانک کر ایک طرف رکھ دیا اور اس سے صرف ایک کام لینا یعنی قسم کھانے کیلئے اور مردوں کو بخشوانے کے لئے قرآن پر اکتفا کر لیا ہے۔

کیا یہ ہماری بدنصیبی نہیں کہ ہم نے انہیں لوگوں کو اپنا محافظ اور قائد سمجھ لیا ہے' جو

Marfat.com
Marfat.com

کہ فی الحقیقت ہم سے راہنمائی کے محتاج تھے۔ اگر ان حالات میں رہتے ہوئے اب بھی ہم نے اپنی بھلائی کا راستہ نہ اپنایا تو دنیا میں تو تباہ ہوتے رہیں گے اور اس کے ساتھ ہی قیامت میں جب ہم اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں گے تو یہ ذلت وہاں بھی ہمارا ساتھ نہ چھوڑے گی۔ اور دوسری طرف زندگی کو حسن و توانائی سے آراستہ کرے۔ زندگی کو برتے اور حیات ابدی حاصل کرے۔ دنیا کو چھوڑ کر قدرت کی نعمتوں کو ٹھکرانا منشائے ربانی نہیں ہے۔ ہمارے لئے حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ بہترین راہنما ہے۔ گر ہم حضورؐ کی ہدایات اور تعلیمات پر ذرا بھی غور کریں اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھیں تو ہم دیکھیں گے کہ حضورؐ نے زندگی کو بھرپور انداز میں برتا ہے۔ آپؐ نے کسب معاش کے لئے جدوجہد بھی فرمائی' رشتہ مناکحت بھی استوار کیا' جنگ و جہاد میں بھی شرکت فرمائی' امن و صلح کے معاہدے بھی کئے' نظم مملکت بھی قائم فرمایا' بیت المال بھی منظم فرمایا۔ غرض دنیا کے تمام معاملات میں حصہ لیا۔ اور زندگی کے ہر شعبے میں اعلیٰ معیار قائم کرایا۔ اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ کی پاک زندگیاں اس کی گواہ ہیں کہ انہوں نے دنیا کو چھوڑ کر روحانیت کے اعلیٰ مراتب حاصل نہیں کئے بلکہ دنیا میں رہ کر' دنیا کو برت کر پاکیزہ زندگی گزاری اور زندگی کے حسن میں اضافہ کیا اور دنیا کے ساتھ ساتھ روحانی مراتب حاصل کئے۔ خود قرآن حکیم نے سرکار دو عالمؐ کو ہدایت کی آپؐ لوگوں کو بتا دیں کہ میں بھی تمہاری ہی طرح کا انسان ہو۔ اس ہدایت سے یہ نکتہ پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ حضور ﷺ ایک انسان ہی تھے اور بشری تقاضوں سے ماورا نہ تھے۔ آپؐ کسی کے بیٹے بھی تھے' باپ بھی تھے' داماد بھی تھے اور پھر خسر بھی بن کر دکھایا' تاجر بھی تھے' خریداری بھی کرتے تھے' حاکم بھی تھے اور قائد بھی' امن کے پیامی بھی' آپؐ مدبر بھی تھے اور معاہدے بھی کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی مسلمانوں اور غیر مسلموں سب کے

Marfat.com
Marfat.com

لیئے زندگی بھرپور گزارنے کا ایک مثالی مینارہ نور ہے جس کی روشنی میں آج بھی مسلمان اپنے آپ کو زندہ اقوام کی صف میں شامل کر سکتے ہیں۔

اصلاح معاشرہ میں علماء دین کا کردار

معاشرہ میں اصلاح کی ضرورت فساد کے رونما ہونے کی وجہ سے پیش آتی ہے چونکہ فساد میں بنیادی طور پر ایک دوسرے کی حق تلفی کے عناصر پیدا ہو جاتے ہیں ان کے سد باب کے لیئے اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے۔ اصلاح معاشرہ کے لیئے جس طرح انبیاء کرام کا وجود ہونا ضروری تھا اسی طرح انبیاء کی تعلیمات کو معاشرہ میں پھیلانے کے لئے کسی گروہ کی ضرورت تھی۔ اس مقصد کو پورا کرنے کی خاطر غالباً" حضور اکرم ﷺ کا ارشاد بیان کیا جاتا ہے کہ علماء انبیاء کرام کے وارث ہوتے ہیں۔ انبیاء کرام کی وراثت دنیا کے مال و متاع جمع ہونے کی صورت میں تو نہ ہونے کے برابر ہے اور نہ کسی نبی نے بھی دنیاوی مال جمع کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ دنیاوی مال سے نفرت دلانے کی خاطر ہی ایک ارشاد بیان کیا گیا ہے (دنیا جیفتہ) دنیا مردار جانور کی مانند ہے اور اس کے طلب گار کتے (کلاب) ہوتے ہیں اوکما قال جب دنیاوی مال وراثت کی صورت میں موجود ہی نہ ہو تو پھر کسی کو وارث ٹھہرانا کیا معنی رکھتا ہے۔ اصل صورت حال یہ ہے کہ انبیاء کرام جس روحانی مشن کی تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے تھے اسی فریضہ کو ادا کرنا علماء دین کا کام ہے اس فریضہ کو ادا کرنا ہی وراثت کا حق ادا کرنا بنتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی وراثت کے متعلق ارشاد فرما دیا ہے کہ دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک قرآن' دوسری احادیث' جو کہ اقوال نبی اور افعال نبی کی صورت میں تھے۔ اب علماء کرام کا فرض بنتا ہے کہ وراثت کو مستحقین (عوام) تک پہنچانے کا کام کریں۔ چونکہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے اس فریضہ کے ادا کرنے میں عوام سے کسی (اجر) معاوضہ کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ میرا معاوضہ اللہ دے گا۔ تو علماء کا

Marfat.com
Marfat.com

بھی فرض بنتا ہے کہ بغیر کسی رو رعایت اور دنیاوی لالچ کے تعلیمات نبویؐ کو عوام تک پہنچاتے رہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے بعد اسی فریضہ کو صحابہ کرامؓ نے بہ احسن طریقہ انجام دیا اور صحابہ کرام کے بعد ان کے پیروکاروں نے کبھی کوئی کوتاہی اس فریضہ کے ادا کرنے میں نہیں کی۔ حضور اکرمؐ کی وراثت میں سے پہلا اور اہم حصہ قرآن ہے۔ قرآن کا نزول عربی زبان میں ہوا اہل عرب کی زبان عربی تھی اسی لئے صحابہ کرام کو سمجھنے میں کوئی دقت اور الجھن پیدا نہ ہوتی تھی اور اگر کہیں کوئی شبہ کی صورت پیدا ہو جاتی تھی تو براہ راست حضور اکرمؐ سے اس کی وضاحت طلب کر لیتے تھے جو کچھ حضورؐ فرماتے تھے وہ صحابہ کرام تحریر کی صورت میں عموماً محفوظ کر لیتے۔ تو قرآن کی تفسیر اور تشریح احادیث کی صورت میں حضور اکرم ﷺ کے دور میں آ چکی تھی۔ قرآن کا نزول تھوڑا' تھوڑا ضرورت کے مطابق جرائیل امین کے ذریعہ ہوتا رہا۔ آپؐ اسے صحابہ کرام کے سامنے بیان فرماتے اور صحابہ کرام اہل زبان تھے فوراً ہی اس مفہوم اور مقصد کو سمجھ جاتے تھے۔ جیسے کہ ایک بار جب یہ آیات نازل ہوئیں اذا جاء نصر الله والفتح تو حضرت ابوبکرؓ فوراً اس مفہوم کو سمجھ گئے۔ کہ یہ سورت اور آیات آپؐ کے وفات کی طرف نشاندہی کرتی ہیں۔ حالانکہ اس میں زندگی اور موت کے الفاظ نہیں تھے مگر اہل زبان اس کے مفہوم اور مقصد کو بخوبی سمجھ گئے۔ اس قسم کے واقعات صحابہ کرام سے منقول ہیں پھر انہی کو صحابہ کے پیروکاروں (تبع تابعین) نے منتقل کرایا۔

قرآن کی زبان عربی تھی اس لئے غیر عربوں میں قرآنی تعلیمات کو سمجھنے کی ضرورت پیش آئی تو اس وقت مفکرین علماء نے عربی سمجھنے کے لئے مختلف قواعد و ضوابط پر مشتمل علوم منضبط کرائے انہیں علوم کے توسط سے قرآن کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اس کو تفسیر قرآن سے تعبیر کیا جانے لگا۔ تفسیر کی دو قسمیں ہو گئیں۔ ایک تفسیر نقلی جو سلف کے آثار

Marfat.com
Marfat.com

منقولہ سے تعلق رکھتی ہے جیسے معرفت ناسخ و منسوخ' معرفت اسباب' نزول و مقاصد آیات قرآن۔ اس قسم کی تفسیر کا علم صحابہ اور تابعین کے آثار منقولہ سے ہو سکتا ہے۔ اس قسم کی تفسیر کو بعد میں آنے والے متقدمین اپنی اپنی بصیرت اور سمجھ کی کمی و بیشی کے نتیجہ میں کئی ایسے واقعات بھی تشریح کے طور پر درج کراتے رہے جن کو بعض اہل کتاب' جو کہ یہودی یا نصرانی تھے' بیان کرتے تھے۔ اہل تورات بھی عربوں کی طرح بدو تھے۔ وہ وہی باتیں جانتے تھے جو عام اہل کتاب جانتے تھے۔ ان کی اکثریت حمیری قوم سے تھی۔ جنہوں نے دین یہود اختیار کیا تھا اور پھر یہ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے پرانے عقائد بھی جن کا احکام شرعیہ سے کوئی تعلق نہ تھا اسلامی تعلیمات کے ساتھ بیان کرتے تھے۔ یہ لوگ کعب بن احبار' وہب بن منبہ اور عبداللہ بن سلام وغیرہ قسم کے اشخاص تھے۔ لہٰذا اس قسم کی تفسیروں میں بعض ان لوگوں کی بیان کردہ روایات شامل ہو گئیں۔ بعد کے آنے والے محققین نے ان واقعات کی تفتیش کی اور جو قابل وثوق واقعات تھے ان کا تجزیہ کرایا گیا۔ جیسے کہ ابو محمد بن عطیہ جو کہ مغربی علاقوں میں پیدا ہوئے تھے نے کئی واقعات کو جمع کرا کے طبع کرایا۔ ان کی کتاب اندلس میں مقبول ہے۔ علامہ قرطبی نے بھی اس نہج پر کافی کام کیا ہے ان کی کتاب مشرقی اقوام میں قبولیت حاصل کر چکی ہے۔

قرآن کی دوسری قسم تفسیر کی وہ ہے جس کا تعلق زبان' لغت' اعراب اور بلاغت' اسلوب معانی سے ہے۔ تفسیر کی یہ قسم پہلی قسم سے جدا نہیں ہو سکتی کیونکہ پہلی قسم مقصود بالذات ہے اور یہ دوسری قسم پہلی قسم کو سمجھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس قسم کی تفسیروں میں اچھی تفسیر کتاب الکشاف زمخشری کی مشہور ہے۔ حالانکہ اس کا مصنف معتزلی عقائد کا حامل تھا اور خوارزم (عراق) کا تھا۔ مگر چونکہ یہ ایک فنی علوم پر مشتمل کتاب ہے اس لئے اس کی قدر کی جاتی ہے۔ اس کی مذہبی عقائد کی تردید ایک عراقی عالم مشرب الدین الطیبی (توریزی) نے

Marfat.com
Marfat.com

بخوبی کی ہے۔ قرآن کی تفسیر زیادہ تر احادیث کی روشنی میں کی جاتی ہے اور احادیث کی حیثیت حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق اسلامی دستور حیات میں بنیادی ہے۔ البتہ احادیث کی اپنی حدیث ہونے کی حیثیت پر کافی غور و خوض ہو چکا ہے۔ احادیث کا اپنا درجہ راوی حضرات پر منحصر رہتا ہے۔ اسی لئے احادیث کی تحقیق کے سلسلہ میں اسماء الرجال جس میں راویوں کی حیثیت کا تجزیہ کیا جاتا ہے ایک فن کی حیثیت میں درس حدیث کے موقع پر طلباء کو پڑھایا جاتا ہے۔ ارباب حدیث نے ان راویوں کے مراتب کے متعلق مختلف اصطلاحات وضع کی ہیں۔ جیسے بتایا جاتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے' حسن' ضعیف' مرسل' منقطع' مفصل شاذ' غریب وغیرہ وغیرہ اور پھر ان کے لئے الگ باب مقرر کئے گئے ہیں۔ صحابہ اور تابعین اپنے اپنے دور میں راویاں حدیث سے واقف ہوتے تھے۔ ان احادیث کے بعض راوی حجاز سے باہر بصرہ' کوفہ (عراق) میں بھی رہتے تھے اور کئی مصر اور شام کے علاقوں میں بھی تھے۔ سب اپنے دور کی مشہور شخصیات تھیں۔ ان راوی حضرات میں اہل حجاز کا طریقہ اسناد کا دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ معتبر اور مضبوط ہوتا تھا۔ کیونکہ یہ کسی مجہول اور غیر معروف شخص سے روایت کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ سلف صالحین کے بعد طریقہ حجاز سند بیان کرنے کے امام مالکؒ عالم مدینہ تھے۔ ان کے بعد ان کے شاگرد جیسے امام محمد بن ادریس شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ تھے۔ حضرت امام مالکؒ نے الموطاء کی صورت میں صحیح احادیث کا کھوج لگا کر تمام متفق علیہ احادیث کو پیش کر دیا۔

حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ بھی اپنے زمانہ کے امام المحدثین مشہور تھے۔ کہا جاتا ہے ان کی بیان کردہ احادیث کی تعداد نو ہزار دو سو تک بنتی ہے (نووی) اسی طرح حضرت امام مسلمؒ بن حجاج قشیری نے ہی احادیث پر مشتمل اپنی مسند مرتب کی جس میں وہ متفق علیہ احادیث امام بخاریؒ کی طرح نقل کرتے ہیں۔ البتہ انہوں نے مکرر احادیث کا اندراج

Marfat.com
Marfat.com

ترک کر دیا ہے۔

احادیث جمع کرنے میں دوسرے اساتذہ بھی پیش پیش رہے۔ مثلاً" ابوداؤد سیستانی" ابو عیسی ترمذی" ابو عبدالرحمان نسائی" نے اپنی اپنی سنن جمع کیں۔ یہ مسانید ملت اسلامیہ میں مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ احادیث کی دوسری کتابیں اکثر و بیشتر انہیں سے ماخوذ ہیں۔ ان کے شروط اور اصطلاحات کے جاننے کو ہی علم حدیث کہا جاتا ہے۔ ان کتب احادیث میں سے صحیح بخاری جو کہ تمام کتابوں میں سب سے بلند ہے اکثر لوگوں کو ان کی سمجھ نہیں آتی۔ اس کے سمجھنے کے لئے اہل حجاز' شام اور عراق کے اسماء رجال کے حالات سے واقفیت درکار ہے۔

اسلام کے آئمہ مجتہدین بعض زیادہ روایات سے واقف تھے اور بعض نے تھوڑی روایات کو بیان کرنا اپنا معمول بنایا تھا۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ" کے بارے میں مشہور ہے کہ انہیں صرف سترہ یا اس کے لگ بھگ احادیث یاد تھیں۔ امام مالک کی روایات جو موطاء میں ہیں تین سو کے قریب ہیں۔ امام احمد" کی موطاء میں پچاس ہزار حدیثیں بیان کی گئی ہیں۔ البتہ تحقیق سے معلوم یہ بھی ہوا کہ امام ابوحنیفہ" نے تقریباً تراسی ہزار احکام فقہ کی وضاحت کی ہے نیز با جماع امت امام موصوف کو مجتہد مطلق قرار دیا گیا ہے اور امام سیوطی" نے امام صاحب کو حفاظ احادیث میں شمار کیا ہے۔ جن آئمہ نے کم از کم احادیث بیان کی ہیں ان کا اسلوب تحقیق جو مقرر تھا اس کے معیار پر جو حدیث پوری نہ اتری اس کو بیان کرنا چھوڑ دیا۔ کیونکہ اکثر میں اسناد کے بیان میں کچھ نقص محسوس کیا اور اس کا تقاضا تھا کہ احتیاط سے کام لیا جائے۔ اہل حجاز، اہل عراق کی بہ نسبت احادیث کی زیادہ روایات بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ دیار رسولؐ (مدینہ منورہ) دارالھجرۃ اور اصحاب رسول کی رہائش گاہ تھی۔ امام ابوحنیفہ" چونکہ اہل عراق میں سے تھے۔ انہوں نے روایات کے بیان کرنے کی شرطوں اور قواعد وضوابط پر سختی سے عمل درآمد کرنا معمول زندگی بنایا تھا۔ انہوں نے وہی احادیث بیان کیں جن پر تمام مجتہدین اور محدثین نے اتفاق کیا ہوا تھا، مگر ان کے بعد ان کے بعض شاگردوں نے شرائط کے بیان میں وسعت کا

Marfat.com
Marfat.com

طریقہ اختیار کر لیا اور زیادہ سے زیادہ احادیث کو جمع کر لیا۔ جیسے کہ طحاویؒ نے اپنی مسند میں بے شمار احادیث بیان کیں ہیں مگر وہ صحیحین کے مرتبہ تک نہیں پہنچتی تھیں۔ کیونکہ یہ احادیث متفق علیہ نہ تھیں۔

جن احادیث کے بیان میں بخاریؒ اور مسلمؒ نے احتیاط سے کام لیا تھا طحاویؒ وہ طریقہ اختیار نہ کر سکا۔ اسی وجہ سے اکثر فقہاء طحاویؒ کے بہ نسبت دوسری اسانید کو زیادہ قبولیت کا درجہ دیتے ہیں اور انہی سے مسائل ضروریہ کا استنباط کرتے ہیں۔

اسلام کے آئمہ مجتہدین

اسلام صرف عقیدہ کا نام نہیں۔ بلکہ عقیدہ کے مطابق اپنی عملی زندگی بھی ہر مسلمان کو گزارنا ضروری ہوتی ہے۔ جیسے کہ ایک فوجی سپاہی کو ٹریننگ کے دوران جو سبق پڑھایا جاتا ہے اس کے مطابق اس کی فوجی ملازمت کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ اس کو فوج سے برطرف ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح اسلام کے حلقہ بگوش ہونے کے بعد اگر مسلمان کی زندگی اسلام کے تجویز کردہ ہدایات کے مطابق نہیں رہتی تو اس کا اسلام سے برطرف ہونے کا خطرہ رہے گا۔

اسلام چونکہ عملی زندگی کو اہمیت دیتا ہے اس لئے مسلمانوں میں احکامات الٰہی کے وجوب، حرمت، استحباب، کراہت اور اباحت کے جاننے کو علم فقہ کہا جاتا ہے۔ یہ علم بھی بنیادی طور پر کتاب اور سنت سے ماخوذ ہوتا ہے اور اس کے استنباط کرنے میں علماء کی اپنی اپنی صلاحیت فکر کی وجہ سے بعض اوقات اختلافات بھی ہو جاتے ہیں۔ چونکہ ان اختلافات کی بنیاد اور دارومدار بھی نصوص قرآنی اور احادیث کے مفہوم کے سمجھنے پر ہی منحصر ہوتا ہے اس لئے اس اختلاف کو معیوب نہیں سمجھا گیا بلکہ اس قسم کے اختلاف کو رحمت امت کے لئے

Marfat.com
Marfat.com

بیان کیا گیا ہے۔

آگے چل کر علماء کی تحقیق کے مطابق فقہ کی بھی دو قسمیں بن گئیں۔ ایک طریقہ اہل رائے اور قیاس کا ہو گیا جیسے کہ عراقی علماء جن کے احادیث کا ذخیرہ نسبتاً کم تھا اور دوسری قسم فقہ کی ارباب حدیث کا طریقہ کار ہے جیسے کہ علماء حجاز کا طریقہ رواج پا گیا ہے۔ پہلی قسم کے فقہاء کی سربراہی امام ابو حنیفہؒ کے حصہ میں آئی اور دوسری قسم کے فقہا کی سربراہی حضرت امام مالک بن انسؒ کے حصہ میں آ گئی اور ان کے بعد یہ حیثیت حضرت امام شافعیؒ کو حاصل ہو گئی۔ اس لئے حجاز میں امام شافعیؒ کے مسلک کے پیروکاروں کی کثرت ہے۔ ان دو اقسام کے علاوہ ایک فرقہ اور بھی بن چکا تھا جس کو ظاہری کہا جاتا تھا ان لوگوں نے تمام درپیش مسائل کا حل صرف قرآنی نصوص پر رکھا تھا اس کے علاوہ اور کسی قیاس اجماع امت وغیرہ پر اعتبار نہیں کرتے تھے اس فرقہ کا سربراہ داؤد بن علی تھا۔ اسی طرح اہل بیت نے اپنا ایک الگ مسلک بنایا تھا ان کا نقطہ نظریہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد خلافت کا منصب اہل بیت میں رہنا چاہئے۔ اسی خیال کے مطابق انہوں نے بعض صحابہ کے متعلق جرح و قدح کرنا اور آئمہ کے معصوم عن الخطاء ہونے کا عقیدہ اپنایا۔ اسی قسم کے عقائد خوارج نے بھی اپنائے تھے۔ علماء نے ان کے عقاید کی تردید کر دی کیونکہ ان کے عقیدہ کے لئے کوئی بنیادی دلیل نہ تھی یہ محض اختلافات اور امت واحدہ میں تفرقہ اور انتشار پیدا کرنا تھا اور یہ بھی یہودی سازش تھی جس کی بنیاد حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں مسیلمہ کذاب کی صورت میں پڑ چکی تھی۔ ان کے عقائد محض ان کی کتابوں تک تھے، عوام میں قبولیت حاصل نہ کر سکے۔ البتہ جہاں ان کے ہاتھ اقتدار کا ہتھیار آیا وہاں کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوا جیسے مصر میں فاطمیوں کے دور میں ہوتا رہا۔

اس طرح ظاہریوں کے مسلک کو مخصوص علاقوں میں قبولیت حاصل ہو چکی تھی جیسے کہ

Marfat.com
Marfat.com

اندلس میں ابن حزم کے ذریعہ کچھ اثرات ظاہر ہو گئے تھے۔ ابن حزم بلوجود اس کے اچھے پڑھے صاحب فکر آدمی تھے مگر محض ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کی خاطر عوام کے ذہنوں کو پریشان کرنے کے لئے جمہور علماء پر اعتراضات کرتے تھے اسی لئے عوام کی نظروں میں قبولیت نہ پا سکے بلکہ ان کی کتابوں کو نیست و نابود کرنے کی خاطر بازاروں میں خرید و فروخت کرنے سے روک دیا گیا۔

مسلمانوں میں فقہی مسائل کو رواج دینے میں دو مسلک باقی رہ گئے۔ ایک اہل عراق کا اور دوسرا اہل حجاز کا۔ اہل عراق جو کہ امام ابو حنیفہؒ کے پیروکار تھے۔ فقہی مسائل میں جتنا درک امام ابو حنیفہؒ کو حاصل تھا اور کسی امام کو نصیب نہ ہوا۔ ان کے ہم عصر علماء بھی ان کی اس خصوصی حیثیت کے قائل تھے۔

اہل حجاز میں امام امالک بن انسؓ کے پیروکاروں کی کثرت ہے۔ کیونکہ انہوں نے احادیث کے علاوہ اہل مدینہ کے معمولات کو بھی دلیل کے طور پر قبول کر رکھا تھا۔ مدینہ والے احکامات اوامر و نہی میں اپنے بزرگوں کے معمولات کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ ان کے بعض معمولات کا سلسلہ براہ راست سنت رسولؐ تک پہنچتا تھا اسی لئے اہل حجاز اہل مدینہ کے معمولات کو اجتہاد کا درجہ دیتے رہے یعنی ایک قسم کا "اجماع" کی حیثیت احکام شرعیہ میں حاصل کر گیا۔ حالانکہ اجماع عموماً" شرعی دلائل پر علماء کے اتفاق کرنے کو کہا جاتا ہے اور یہاں صورت حال صرف اپنے اسلاف کے معمولات کے مشاہدہ کرنے کو "اجماع" قرار دیا گیا ہے۔

حضرت امام مالکؒ کے بعد اس نظریہ کو محمد بن ادریس شافعیؒ نے رواج دیا۔ امام شافعیؒ نے امام مالکؒ کی رحلت کے بعد عراق کا سفر کیا وہاں امام ابو حنیفہؒ کے بعض شاگردوں سے ملاقات کی ان سے مسائل میں استفادہ بھی کیا اہل عراق کے اور اہل حجاز کے بعض مسائل میں

Marfat.com
Marfat.com

تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی اور بہت سے مسائل میں امام شافعیؒ نے امام مالکؒ سے اختلاف بھی کیا۔

اسلام میں مذکورہ دو عقاید کے علاوہ ایک تیسرا مسلک بھی ترویج پا چکا ہے۔ یہ مسلک امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ امام احمد بن جنبلؒ کا ہے یہ بھی ایک بہت بڑے محدث تھے۔ ان کے شاگردوں نے احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ اکٹھا کر رکھا ہے۔ امام احمدؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے بعض شاگردوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ انہوں نے بھی ایک مسلک اختیار کیا ان کے بھی بلاد اسلامیہ میں پیروکار موجود ہیں۔ بلاد اسلامیہ میں موجودہ دور میں صرف چار مسالک پائے جاتے ہیں حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی۔ باقی سب مٹ گئے قبولیت صرف ان چاروں کو حاصل ہے۔

لہٰذا علماء امت نے تمام امت کے افراد کو ان چاروں اماموں کی پیروی اور تقلید کرنے کے پابند بنا دیا اور اس بات پر اتفاق کرا دیا جو بھی کسی ایک امام کی تقلید کرنا پسند کرے اس کے لئے اس کی اقتداء میں زندگی گزارنا لازم ہے۔ اس بات سے منع کر دیا گیا ہے کہ جب جی میں آیا کسی ایک کی اقتداء کو چھوڑ کر دوسرے امام کی پیروی شروع کر دی۔

ان چاروں اماموں میں سے امام ابوحنیفہؒ کے پیروکاروں کی کثرت ہے عراق' ہند' چین' ماوراء النہر اور تمام غیر عرب آبادی میں بھی امام ابوحنیفہؒ کے مسلک والوں کی اکثریت ہے اس کی وجہ بھی یہ ہوئی کہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد خلفائے بنو عباس کے زیر تسلط علاقوں میں رہے انہی کے توسط سے ان کا مذہبی لٹریچر تمام علاقوں میں پھیلا پھر بنو عباس کے دور میں شوافع سے مناظرے اور بحث مباحث ہوتے رہے۔

امام شافعیؒ کے مقلد دوسرے شہروں کی نسبت مصر میں زیادہ ہیں ان کا مسلک عراق' خراسان

Marfat.com
Marfat.com

اور ماوراء النہر تک پھیل چکا تھا۔ اور جب مصر میں فاطمیوں کو اقتدار ملا تو ان کے توسط سے اہل بیت کا مسلک پھیلنا شروع ہوا۔ یہی اہل تشیع کا مسلک تھا۔ کہ خلافت صرف اہل بیت میں رہے گی۔ اس لئے ان کا عقیدہ ہے خلافت بلا فصل صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا۔ اور اسی کو امت واحدہ میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اس وقت کے مفسدین نے بطور حربہ استعمال کرایا۔ اسی طرح اہل سنت کی فقہ مصر کے علاقہ سے حکومت اہل تشیع کے قیام سے مٹ گئی۔ چونکہ نظریات کا ٹکراؤ خلوص نہ ہونے کی وجہ سے پھیلتا رہا اس کے نتیجہ میں باآلاخر مصر سے اہل تشیع کو بھی نکلنا پڑا۔ اس مشن کو حکومت عبیدیہ' صلاح الدین یوسف بن ایوب کے ہاتھوں سے تکمیل تک پہنچایا گیا۔ اس طرح مصر میں فقہ امام شافعیؒ کو رواج دیا گیا۔ حکومت ایوبیہ میں جن علماء نے تربیت پائی ان میں محی الدین نووی اور عزالدین بن عبدالسلام بڑی شہرت رکھتے تھے۔ اسی طرح اس دور کے نتیجہ میں ہی اہل شوافع کے بہت بڑے علامہ شیخ السلام مصر سراج الدین السبکی نے عروج حاصل کیا۔ امام مالکؒ مسلک صرف اندلس اور مغربی اقوام کے ساتھ مخصوص ہو گیا اسی لئے ان علاقوں میں قیاس اور اجتہاد کی راہ مسدود کر دی گئی تھی۔ مغربی ممالک میں ابو عمرو بن حاجب کی کتاب فقہ مالکی کے لئے ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے یہ ایک بہت بڑی اہم کتاب ہے جس میں مسائل کا حل روایات پر ہی کیا گیا ہے جیسے کہ مسلک امام مالکؒ کا تقاضا تھا۔ فن فقہ کی تشریح اس لئے کی جاتی ہے کہ احکام شرعیہ کے استخراج کے لئے جن دلائل کی ضرورت پڑتی ہے ان کی وضاحت ہو جائے۔

مسائل کے استخراج کے لئے شرعی دلائل میں سے بنیادی دلیل ایک قرآن ہے جو کہ اپنے متن کے اعتبار سے قطعی معجزہ ہے اور ہمارے دور تک اس کا پہنچنا تواتر سے ثابت ہے لہٰذا اس کے دلیل بننے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ دوسری بنیادی دلیل کی حیثیت میں احادیث

Marfat.com
Marfat.com

نبوی کو قبول کیا جاتا ہے۔ صحیح احادیث کے واجب العمل ہونے پر تمام علماء امت کا اتفاق ہے۔ یہ بھی ایک اجماع امت ہے کیونکہ صحیح حدیث کے منکر کو کوئی بھی مسلک قبول کرنے کو تیار نہیں۔ اسی طرح کسی مسئلہ کو کسی خاص نص یا حدیث ملنے اور اس کے خلاف بھی کوئی حدیث اور نصوص نہ ہوں تو دوسرے ثابت شدہ مسائل پر قیاس کر کے احکامات کا استخراج کرنا بھی دلیل کی حیثیت رکھتا ہے اور چوتھی حیثیت اجماع امت کو بھی حاصل ہے۔ کیونکہ امت کے فیصلہ سے انکار کرنے والے کو صحابہ کرام نے پسندیدہ نہیں قرار دیا تھا تو مسائل کے اثبات کے لئے بنیادی دلائل چار ہوئے۔ قرآن، حدیث، صحیح، قیاس اور اجماع امت۔ امت کو درپیش کسی مسئلہ کو ان بنیادی دلائل کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا اگر ان کے مطابق ثابت ہو تو مقبول ورنہ مردود شمار کیا جائے گا۔

قرآن کے متن سے مسائل کا استخراج اور استنباط کرنا اور ان لوگوں کا کام ہے جن کو عربی لغت، حدیث اور اجماع امت میں معلومات اور بصیرت ہو پھر ان کی دریافت کردہ کوشش کو دیکھنا ہے کہ مذکورہ مستند اصولوں اور قواعد وضوابط کے خلاف تو نہیں کیونکہ قرآن و سنت اور شریعت کے بنیادی اصولوں کے خلاف کسی کی شخصی رائے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

کئی مفسرین اپنے خیالات کو اسرائیلیات سے ملا کر پیش کرتے تھے۔ یہ بھی غیر مناسب طریقہ ہے کیونکہ اسرائیلیات ان خیالات اور واقعات کو کہا جاتا ہے جن صحابہ کرام نے اسلام لانے سے پہلے اپنے سابقہ امت میں مروجہ واقعات کو بھی اسلام کے بعض واقعات اور مسائل سے ملا کر بیان کرتے تھے۔ اور حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں اگر کوئی واقعہ اسلامی قواعد سے ملتا جلتا ہو تو اس کو بھی بطور عقیدہ نہیں لینا چاہیے اور جو واقعات مروجہ اصولوں سے مخالف ہوں ان کو رد کر دینا چاہیے۔

حضور اکرم ﷺ کے بعد خلافت راشدہ کا دور عموماً عرب قبائل اور بیرونی فتوحات اور خانہ جنگی میں گزرا، لہٰذا مسلمانوں میں علمی ترقی زیادہ تر اموی دور حکومت میں نظر آتی

Marfat.com
Marfat.com

ہے۔ بالخصوص تفسیر قرآن، علم حدیث، علم نحو، ادب، فقہ، لغت، طب اور سیر و مغازی نے اسی دور میں ترقی کی ہے۔

چونکہ حضور اکرم ﷺ کے اقوال و افعال مسلمانوں کے لئے شمع ہدایت کا کام دیتے ہیں اور انہی سے قرآن کے اکثر مسائل کی وضاحت ہوتی ہے اس لئے مسلمانوں نے ان کو تلاش کر کے ایک وافر ذخیرہ جمع کر لیا۔ احادیث کی کتابت تقریباً 100ھ کی ابتدائی دور میں شروع ہوئی چونکہ حضور اکرم ﷺ کے آخری ایام تقریباً دس سال مدینہ منورہ میں گزرے تھے اور ان کی وفات کے بعد ان کے صحابہ کرامؓ نے مدینہ میں ہی سکونت اختیار کی تھی اس لئے مدینہ ہی علم حدیث کا سب سے پہلا مرکز قرار پایا یہاں کے سب سے پہلے بڑے محدث امام زہری تھے پھر دوسرے شہروں میں بھی حدیث کا مطالعہ رواج پا گیا۔ چنانچہ مصر میں امام حسن بصری اور امام ابراہیم نخعی، کوفہ میں امام شعبی نے احادیث جمع کرنے کا کافی کام کیا۔

ظہور اسلام کے وقت حکومت اسلامیہ میں یونانی حکمت و فلسفہ کی بچی کھچی روایات کا سب سے بڑا مرکز سکندریہ تھا۔ شام (سوریہ) کے علماء میں بھی یونانی علوم و فنون میں شوق تھا، اسی لئے بہت سی یونانی تصانیف کو سریانی زبان میں منتقل کرایا۔ بنی امیہ کے دور میں انہی کے ذریعہ سے عرب لوگ بھی یونانی علوم سے روشناس ہوئے۔ چنانچہ خالد بن یزید بن معاویہ نے یونانی اور قبطی زبانوں سے علم کیمیا اور طب کی متعدد کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرایا۔ اسی طرح مروان بن حکم کے دور میں ایک یہودی طبیب (ماسر جومیہ) نے طب کی ایک کتاب کا سریانی زبان میں ترجمہ کیا۔ اس کتاب کو اسکندریہ کے ایک عیسائی فاضل طبیب نے یونانی میں لکھا تھا۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے یونانی طبیبوں کو اسکندریہ سے انطاکیہ میں منتقل کرایا۔ اسلامی دنیا میں علوم اور فنون کی پوری ترویج خاندان عباسیہ کے عہد حکمرانی میں ہوئی۔

Marfat.com
Marfat.com

اسلامی تہذیب کا ارتقاء

اسلامی تہذیب۔ یہ مذاہب دنیا کی آخری تہذیب ہے اس میں تمام مذاہب کی خوبیاں جمع کر دی گئیں ہیں اسلام سے پہلے جتنے مذاہب گزرے ان کی ابتداء انسان کی فطرت کے مطابق ہی تھی مگر ان کے پیروکار اپنی ذاتی اغراض کی تکمیل کی خاطر حالات کے مطابق اس میں ملاوٹ کرتے رہے۔

اکثر لوگ اسلام کی ابتداء حضور اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں لیکن در حقیقت ایسا نہیں۔ اسلامی تہذیب وہی تہذیب ہے جس کی ابتداء حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر حضور اکرم ﷺ تک ہر پیغمبر نے تبلیغ و اشاعت کی اور مقصد زندگی قرار دیا مگر بعد میں ان کے پیروکاروں نے اسلامی تہذیب کو مسخ کر ڈالا۔

اسلام کے معنی ہیں اطاعت خداوندی کا عقیدہ اور عمل ۔ اسلام جن چیزوں کے ماننے کا مطالبہ کرتا ہے ان میں اہم ترین تین ہیں (۱) توحید (۲) رسالت اور (۳) عقیدہ آخرت پر ایمان ۔ توحید سے مراد یہ ہے کہ انسان خدا کو ایک غیر مرئی طاقت تسلیم کرے یہ عقیدہ رکھے کہ اس کے سوا کوئی عبادت اور اطاعت کا حقدار نہیں۔

رسالت پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ان انبیاء یا پیغمبروں کو تسلیم کرے جن کے ذریعے خدا نے اپنا پیغام ہم تک پہنچایا ہے۔ ان تمام رسولوں میں سے آخری رسول حضور اکرم ﷺ کو تسلیم کرنا۔ عقیدہ آخرت کا مطلب یہ ہے کہ موجودہ زندگی کے خاتمے کے بعد لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اطاعت خداوندی عمل کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اوامر و مناہی پر عمل کیا جائے یعنی پانچ وقت کی نماز' ماہ رمضان کے روزے' سالانہ اپنے اموال میں سے زکوۃ ادا کرنا ۔ عمر میں ایک دفعہ حج کی سعادت حاصل کرنا اگر استطاعت ہو' اور اسلام

Marfat.com
Marfat.com

کے نفاذ کی خاطر اگر ضرورت پڑے تو فی سبیل اللہ جہاد کا فریضہ ادا کرنا بھی اسلام کے احکامات میں شامل ہے۔ اسلام کے نظریہ حیات کی تجدید کی ضرورت عرب کے خطہ میں حضور اکرم ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالٰی نے فرمائی۔ آپ سوچیں گے کہ اس خطہ کو تمام دنیا میں کیوں منتخب کیا گیا اس کی وجوہات پر اگر غور کیا جائے تو خطہ عرب کی اہمیت چند وجوہات سے بنتی ہے۔ عرب کا خطہ یورپ اور ایشیا بلکہ تمام ممالک کے درمیان میں واقع ہے جیسے جسم انسان میں قلب کا مقام ہے جس سے جسم کا ہر حصہ کنٹرول کیا جا سکتا ہے تو عرب کا خطہ بھی جغرافیائی لحاظ سے تمام زمین کا درمیانی حصہ بنتا ہے اس خطہ کی اگر اصلاح ہو جائے تو تمام دنیا کی اصلاح بڑی آسانی سے ہو جائے گی۔ یعنی جیسے تندرست دل سے تمام جسم کا تندرست رہنا اور بیمار دل کی وجہ سے جسم کا بیمار ہو جانا ضروری ہے اسی طرح عرب کے خطہ میں اللہ تعالٰی کے احکامات سے بغاوت باقی دنیا کی نسبت بہت زیادہ تھی سب سے پہلے اسی خطہ کی اصلاح کی ضرورت تھی۔

جزیرۃ العرب بنیادی طور پر مشرک نظریات کا مجموعہ بنا ہوا تھا اگرچہ بعض مقامات پر مؤحد بھی تھے مگر معاشرہ میں صاحب اقتدار اور اثر و رسوخ والے لوگ زیادہ تر مشرکانہ عقائد کے پیروکار تھے عرب کئی قسم کے بت بنا کر بڑی بڑی قسموں کی مشرکانہ رسومات پر سبقت حاصل کر چکے تھے۔ ملائکہ پرستی' جنات پرستی' ستارہ پرستی' لات و منات کے بڑے بڑے بت بنا کر پوجا شروع کر دی تھی۔ قومی اتفاق سے خانہ کعبہ کے اندر بھی تقریباً" تین سو ساٹھ بت بنوا کر رکھ چھوڑے تھے۔

عربوں کی خوبیوں مثلاً" شجاعت' مہمان نوازی' سادگی' جفاکشی اور قادر الکلامی کی طرح ان کی اوہام پرستی میں بھی جواب نہ تھا اس حد تک کہ اگر کسی کے ہزار اونٹ ہو جاتے تو نظر بد سے بچنے کی خاطر اپنے ہی ایک اونٹ کی ایک آنکھ پھوڑ دیتے۔ قحط کے زمانہ میں اپنی بھیڑ

Marfat.com
Marfat.com

بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری یا بھیڑ کی دم کے ساتھ گھاس پھونس باندھ کر اسے آگ لگا دیتے۔ اگر خدانخواستہ کہیں سفر میں راستہ بھول جاتے تو اپنے کپڑے اتار کر الٹا کر کے پہن لیتے۔ ان کا ایک عقیدہ یہ تھا کہ اگر کوئی لات و عزا کو گالی وغیرہ بدکلامی سے پیش آتا تو اس کو جذام اور برص کی بیماری لگ جاتی' بچوں کو نظربد سے بچانے کی خاطر بچہ کے گلے میں لومڑی یا بلی کا دانت باندھ کر لٹکا دیتے۔

عربوں میں اگر اخلاق حسنہ کی فراوانی تھی تو دوسری طرف بد اخلاقی بھی اپنے عروج پر تھی۔ جنگ جویانہ مزاج ان کی فطرت میں رچا بسا ہوا تھا عصبیت کی وجہ سے سالہا سال تک لڑائیوں میں مبتلا رہتے۔ شراب خوری کے رسیا تھے ہر گھر میکدہ بنا ہوا تھا اسی بد اخلاقی اور آوارگی کی وجہ سے باہم مشترکہ ایک ہی عورت کو بھی اپنے ساتھ رکھتے' زندہ جانوروں کو درخت سے باندھ کر نشانہ بازی کی مشق کرتے تھے زندہ جانور کی ران کو کاٹ کر کھا لیتے تھے۔ بیوہ عورت کی زندگی وبال جان بنانے کے لئے کسی ایک کمرہ میں بند کر کے رکھتے اور دو بہنوں کو ایک شخص کے نکاح میں لانے کو معیوب نہ سمجھتے تھے۔ ایسے پراگندہ معاشرے کی اصلاح کتنا بڑا کام تھا اس کی اصلاح کے لئے بھی کسی معمولی شخصیت یا پروگرام کے ذریعہ انتظام کرنا ناممکن تھا جتنا اہم کام ہوتا ہے اسی کے مطابق انتظام بھی کرنا پڑتا ہے۔

عرب کے اس خطہ کے متعلق ایک مغربی مؤرخ اس طرح وضاحت کرتا ہے اس زمانہ میں ایسا دکھائی دیتا تھا کہ تہذیب کا وہ "قصرمشیدہ" جس کی تعمیر میں چار ہزار سال صرف ہوئے تھے منہدم ہونے کے قریب تھا۔ نوع انسانی پھر اس بربریت کی طرف لوٹ جانے والی تھی جہاں ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ کے خون کا پیاسا تھا۔ ہر طرف فساد ہی فساد نظر آتا تھا۔

تہذیب کا وہ بلند و بالا درخت جس کی سرسبز شاخیں کبھی ساری دنیا پر سایہ فگن تھی اب وہ

Marfat.com
Marfat.com

درخت خود لڑکھڑا رہا تھا۔ عقیدت اور احترام کی زندگی بخش نمی اس کے تنے سے خشک ہو چکی تھی۔ وہ اندر سے بوسیدہ اور کھوکھلا ہو چکا تھا ان حالات میں کوئی ایسا کلچر پیدا کیا جا سکتا تھا جو نوع انسانی کو ایک مرتبہ پھر ایک نقطے پر جمع کر دے " یہ امر موجب حیرت و استعجاب ہے کہ اس قسم کا نیا کلچر عرب کی سر زمین سے اٹھا اور اس وقت اٹھا جبکہ اس کی اشد ضرورت تھی"۔

اسلامی تہذیب کی امتیازی حیثیت

دوسری تہذیبوں کے مقابلہ میں اسلامی تہذیب کی اہمیت کی وجوہات اگرچہ بہت سی ہیں مگر ان میں سے تین خصوصیات ایسی ہیں جن کی نشاندہی ضروری ہے۔ پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا نقطہ نظر رضائے الٰہی ہے اسی کو مقصود زندگی بنا کر اخلاق کے لئے ایک ایسا بلند معیار فراہم کرتا ہے جس کی وجہ سے اخلاقی ارتقاء کے تقاضے اور ان کے امکانات کی کوئی حد مقرر نہیں کی جا سکتی اور اس کے ساتھ ہی اخلاق کے لئے ایک علمی ماخذ مقرر کر کے پائیداری اور استقلال بخشا جس میں ترقی کی گنجائش تو ہے مگر تلون اور بے ربطگی کی گنجائش نہیں رہنے دی اس طرح اخلاق کی پائیداری اور پختگی کے لئے ایک خدا کا تصور انسان کے اندر ایسا راسخ کرایا جاتا ہے جو کسی خارجی دباؤ کے بغیر انسان اس پابندی پر مجبور ہو کر عمل درآمد کرتا ہے اور اس پر مزید آخرت کا عقیدہ بھی قوت محرکہ کا کام دیتا ہے۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اسلام صرف ان اخلاقیات کو اہمیت دیتا ہے جو معروف ہیں جن کو انسانیت کے اجتماعی ضمیر نے قبول کر لیا ہے اور ان میں سے بھی محض چند کو نہیں بلکہ سب کو اپنانے کی ہدایت کرتا ہے اور زندگی میں پورے توازن اور تناسب کے ساتھ ہر ایک کا محل، مقام اور مصرف تجویز کرتا ہے اور اتنی وسعت دیتا ہے کہ انفرادی کردار، خانگی

Marfat.com
Marfat.com

معاشرت، شہری زندگی، ملکی سیاست، معاشی کاروبار، بازار، مدرسہ، عدالت، فوجی ڈسپلن، میدان جنگ، صلح کی کانفرنس، بین الاقوامی معاملات، غرض زندگی کا کوئی پہلو یا شعبہ ایسا نہیں رہ جاتا جو اخلاق کے ہمہ گیر اثر سے بچ جائے ہر جگہ، ہر شعبہ زندگی میں اخلاق کی حکمرانی کو رواں دواں رکھنا چاہتا ہے۔

تیسری خصوصیت یہ نظر آتی ہے کہ وہ انسانیت سے ایک ایسے نظام زندگی کے قیام کا مطالبہ کرتا ہے جو معروف پر قائم ہو اور منکر سے پاک ہو اس کی دعوت یہ ہے کہ جن خوبیوں کو انسان کا ضمیر بھول جاتا ہے انہیں قائم کرے اور پروان چڑھائے اور جن برائیوں کو انسان ہمیشہ سے برا سمجھتا ہے ان کی بیخ کنی کرے۔ اس دعوت پر جن لوگوں نے آمادگی ظاہر کی ان کو جمع کر کے اسلام نے ان کو ایک امت مسلمہ کی حیثیت میں نمایاں کرایا اسلامی تہذیب کی یہ خوبیاں ہی اس کی بقاء کی ضامن بن گئی ہیں جن کا دوسری کسی تہذیب میں نام و نشان نہیں۔

اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً ستر کروڑ کے قریب ہے آبادی کے لحاظ سے عیسائیت کے بعد اسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اس مذہب کی کامیابی کی وجہ صرف یہ ہے اس کے اعمال کا دارومدار عقیدہ کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ اسلام میں بنیادی عقیدہ ایمان کا ہے اور یہی تمام اعمال کی اساس ہے جس کے بغیر ہر عمل بے بنیاد ہے۔

دوسرے مذاہب میں عمل کے لئے عقیدہ کی اہمیت کو ضروری نہیں سمجھا جاتا مثلاً تورات میں عقیدہ توحید کا ذکر تو ہے مگر ایمان کی حقیقت اور اس کی اہمیت کی تعلیم سے وہ خالی ہے۔ اس طرح انجیل میں ایمان کی ضرورت پر زور دیا جاتا ہے مگر اخلاق کی سچائی، اعمال کی راستی

Marfat.com
Marfat.com

اور دل کے اخلاص کے لئے نہیں بلکہ معجزوں اور کرامتوں کے ظاہر کرنے کے لئے اور خوراک' عادات پر قدرت اور اختیار پانے کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے۔ فلسفہ یونان کے بہت سے پیروکاروں اور ہندوستان کے ہندوؤں کے مذہب کے علاوہ بہت سے دوسرے مذہبوں نے محض ذہنی جولانی' مراقبہ' تصور' دھیان اور علم کو انسان کی نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے اور اخلاق و عمل سے کوئی سروکار نہیں رکھا جاتا۔ عیسائیوں' زرشیوں اور برہمنوں نے عقائد کو وسعت دی اور ان کی ایسی تفصیل اور تشریح کی کہ قوائے عملی سرد پڑ گئے۔

ان مذاہب کے خلاف اسلام کا عقیدہ ایمان سے مراد اللہ' ملائکہ' کتبِ آسمانی' رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لانا ہے اور اسی عقیدہ کے مطابق مسلمان کو اپنی تمام زندگی کے اعمال سے عہدہ برآہ ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔ اسلام دین فطرت ہے۔ اسلام وہ دین ہے جس میں انسانی برادری کے قیام کے لئے رنگ و نسل' وطن امارت' غربت کسی چیز کی کوئی اہمیت نہیں۔ وہ تمام بنی نوع انسان کو ایک باپ اور ایک ماں کی اولاد قرار دیتا ہے اسلام میں وجہ افتخار صرف اور صرف تقویٰ کو قرار دیا جاتا ہے اس کا حامل کوئی انسان بھی ہو وہ باعث عزت و احترام سمجھا جاتا ہے۔

دین اسلام میں فرقہ پرستی

دین عیسوی میں یہودیوں کی در پردہ سازش کے ذریعہ تفرقہ بازی پیدا کرنے کی طرح جب ظہور اسلام کی ابتداء ہوئی جزیرہ نمائے عرب کے اطراف میں اسلام کی سچائی کا بول بالا ہوا تو یہودیوں کو اپنی تباہی کے اثرات کا خوف لاحق ہوا۔ اس نئے انقلابی دین کی روک تھام کے لئے بھی سازشیں شروع کر دی گئیں۔ چنانچہ اسلام کے پیروکاروں میں بھی اپنے ہم خیال لوگوں کی تلاش شروع ہوئی۔ علاقہ میں ایک یہودی عالم عبداللہ بن سباء کے نام کا تھا۔ جو کہ

Marfat.com
Marfat.com

بہ ظاہر اسلام قبول کر چکا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے اسلام میں شامل ہوا تھا اس وجہ سے اس نے اپنے اسلام کو بہ نسبت دوسرے مسلمانوں کے زیادہ اہمیت دینے کے خیال سے عام مسلمانوں میں اثر و رسوخ زیادہ پیدا کر لیا مگر اپنی تخریبی سازش کی کامیابی سے مایوس ہو کر مدینہ سے نقل مکانی کر کے مصر میں رہائش اختیار کر لی۔ اس وقت مصری حکومت فاطمیوں کے زیر اثر چل رہی تھی اس نے مسلمانوں میں یہ تصور پیدا کرنا شروع کیا کہ کتنی تعجب کی بات ہے عیسائی لوگ تو اپنے رسول کو سب سے اعلیٰ اور افضل سمجھتے ہیں اور اس کی دوبارہ اس دنیا میں آمد کو یقینی بنا کر پیش کرتے ہیں اور ہم مسلمان اپنے نبیؐ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ جب لوگوں میں اس کی بات کی طرف توجہ شروع ہوئی تو اس نے اصل منصوبہ (فرقہ پرستی) پر کام شروع کر دیا۔ اس نے اپنی سکیم کی کامیابی کے لئے حضرت علیؓ کو ٹارگٹ بنایا۔ اس کا خیال تھا کہ حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب تھے لوگوں کو ان سے اسی لئے عقیدت بھی زیادہ ہے تو اس نے بھی حضرت علیؓ کی شخصیت کو مافوق الفطرت کی حیثیت سے پیش کرنے کا ارادہ کر لیا۔ پہلا مرحلہ تو اس طرح طے کرایا کہ اپنے ہم خیال لوگوں میں یہ تصور پیدا کرایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اصلی خلافت کے حقدار حضرت علیؓ ہی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اصولاً" ہر نبی کا ایک وصی بھی ہوتا ہے یعنی وہ نبی اپنے ایک خاص معتمد آدمی کو اپنے پیروکاروں میں اپنے بعد آنے والے زمانہ میں نمائندگی دے دیتا ہے۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی حضرت علیؓ کے لئے خلافت کے سلسلہ میں وصیت کی تھی۔ اس نے اپنی سابقہ کتاب تورات کا حوالہ بھی دیا کہ اس میں بھی یہ بات مذکور ہے کہ خلافت کے حقدار حضرت علیؓ ہوں گے حضورؐ کے انتقال کے بعد لوگوں نے ایک سازش کے ذریعہ حضرت علیؓ کو خلافت سے محروم کر دیا اور یہ سلسلہ حق تلفی کا حضرت عثمانؓ تک بدستور چلا آرہا ہے۔ اور پھر اس دور میں حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ

Marfat.com
Marfat.com

گورنر اور عمال بھی عوام میں ایسے ایسے کردار ادا کر رہے تھے کہ لوگوں کو ان سے نفرت ہونا شروع ہوئی۔ اس صورت حال سے عبداللہ بن سباء نے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی ٹھانی۔ اس نے عوام میں اپنی اسلام پسندی کا ڈھنڈورا اس طرح پیٹنا شروع کیا کہ برائی کے خلاف ہر مسلمان کو جہاد کرنا چاہئے ان عمال اور حکمرانوں سے مسلمانوں کو نجات دلانے کی خاطر ہر کام کرنا چاہئے۔ چنانچہ اس نے حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کو خلافت کے لئے پیش کرنے کی خاطر حضرت علیؓ کو امامت اور خلافت کا زیادہ حقدار ثابت کرتے ہوئے یہ کہنے تک تیار ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کو اپنی ہی شکل میں بھیجا ہے اور ان کے قالب میں خداوندی روح ہے گویا وہی خدا ہیں (نعوذ باللہ)۔ کسی کے ذہن میں یہ بات بٹھائی کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کے لئے دراصل حضرت علیؓ بن ابی طالب کو منتخب کیا تھا وہی اس کے مستحق تھے لیکن حامل وحی جبرائیل کو اشتباہ ہو گیا اور وہ غلطی سے حضرت محمد ﷺ کے پاس لے گئے (نعوذ باللہ) مصری حکومت کا ذہن اہل بیت کی طرف مائل تھا اس لئے مصر میں عبداللہ بن سباء جس نے اہل بیت کے نام سے ایک نیا نظریہ پیدا کرایا تھا فاطمی حکومت میں پھیل گیا اور پھر جب حالات بدلے تو اہل تشیع کی حکومت صلاح الدین یوسف بن ایوب کے ہاتھوں ختم ہو گئی اور اہل شوافع کو اثر و رسوخ حاصل ہو گیا۔

عبداللہ بن سباء نے اپنے پیروکاروں میں رسالت کے بعد امامت کا نظریہ رواج دیا۔ یعنی جیسے کہ رسولوں اور نبیوں کو معصوم عن الخطاء قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان کی تعلیمات براہ راست وحی سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے ان میں غلطی کا امکان نہیں ہو سکتا تو اسی طرح امام جو ہوتا ہے اس کی تعلیمات بھی براہ راست اللہ تعالیٰ کی نامزدگی سے ہوتی ہے ان کی بعثت اور دعوت بھی بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت کی حیثیت سے قائم رہتی ہے۔ شیعہ نقطہ نظر میں بارہ امام نامزد کئے گئے ہیں ان میں سے پہلا امام حضرت علیؓ اور باقی امام حسب مراتب ان کے

Marfat.com
Marfat.com

بیٹے امام حسنؓ اور حسینؓ علی بن حسین (امام زین العابدین) پھر ان کے بعد محمد بن علی (امام باقر) ان کے بعد ان کے بیٹے جعفر صادق پھر موسیٰ کاظم' علی بن موسیٰ' محمد بن علی تقی' علی بن نقی' حسن بن علی عسکری اور آخری بارھویں امام غائب محمد بن الحسن جو کہ ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے تھے اور پھر یہ ۴'۵ سال کی عمر میں معجزانہ طور پر غائب ہو گئے اور مصحف فاطمی جو کہ اصلی قرآن تھا وہ بھی ساتھ لے گئے اور اپنے سے پہلے اماموں کا تمام اندوختہ بھی لے کر غائب ہو گئے تھے اور پھر قیامت قائم ہونے سے پہلے کسی غار سے برآمد ہوں گے۔ یہ تمام افسانہ عبداللہ بن سباء کا تیار کردہ وراثت میں اس فرقہ کو ملا ہے اور یہ تاریخ اسلام میں مسلمانوں کا پہلا فرقہ ہے جس کی بنیاد یہودی عالم عبداللہ بن سباء نے رکھی تھی۔ جیسے کہ عیسائیت میں پولوس حواری نے تفرقہ پیدا کر کے تعلیمات عیسوی کو مسخ کر کے رکھ دیا تھا۔

اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ ہر امام انبیاء کرام کی طرح معصوم ہوتا ہے ان کو اختیار حاصل ہوتا ہے کہ کسی چیز کو حلال قرار دیں یا حرام بنا دیں۔ امام کی اطاعت کرنا رسولوں کی طرح ہر آدمی پر فرض ہے اماموں کے حمل ماں کے پیٹ کی پہلو میں ٹھہرتا ہے رحم میں نہیں ہوتا اور وہ ان کی ران سے پیدا ہوتے ہیں ' امامت کا درجہ نبوت سے بالاتر ہے' اماموں کو معصوم جاننے والا اگرچہ ظالم' فاسق اور فاجر ہو تو بھی وہ جنتی ہو گا اور اگر ایسا عقیدہ نہ رکھے تو وہ دوزخی شمار ہو گا۔ سابقہ انبیاء پر نازل کردہ تمام کتابیں تورات' انجیل' زبور' قرآن اماموں کے پاس موجود ہوتی ہیں وہ ان کی اصلی زبانوں میں تلاوت کرتے ہیں۔

آئمہ کے پاس فرشتوں کی آمدورفت رہتی ہے ہر شب جمعہ کو اماموں کو معراج ہوتا ہے۔

امامت کا شعبہ' نبوت اور الوہیت کا مرکب ہوتا ہے وہ عالم ماکان و مایکون ہوتے ہیں۔

اسلام جو کہ ایک ہی نام سے اس جہان رنگ و بو میں اپنی تعلیمات کی روشنی پھیلا رہا تھا اب شیعہ اور سنی کے لبادوں میں دھندلانا شروع ہوا۔ شیعہ مسلک کو عروج اکبر کے نظریہ ''دین الٰہی'' کے زیر سایہ ہوا پھر کشمیر میں شیعہ ریاست قائم کرنے کی جدوجہد شروع کی۔ اکبر اپنی حکومت کے استحکام کے لئے رواداری سے کام لیتا رہا۔

Marfat.com
Marfat.com

تصویر کا دوسرا رخ۔۔۔۔۔۔امریکی تہذیب

امریکہ نے اگرچہ ساری دنیا میں اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کیلئے عالمی جاسوسی نظام قائم کر رکھا ہے۔اس جاسوسی نظام کو مختلف ایجنسیاں CIA, NSA, FBI چلاتی ہیں امریکہ ان پر بلین ڈالر سالانہ خرچ کرتا ہے۔یہ ایجنسیاں جدید الیکٹرنک جدید مواصلاتی نظام کے ذریعے دنیا کے چپے چپے پر کڑی نظر رکھتی ہیں۔باقاعدہ اعداد وشمار اکٹھے کرتی ہیں جن کی روشنی میں آئندہ کے لئے لائحہ عمل تیار کیا جاتا ہے۔یہ ایجنسیاں امریکہ کیلئے دنیا میں قتل وغارت گری حکومتوں کے تختے الٹانا دوسروں کے وسائل کو لوٹ کھسوٹ کرنا جیسے سامراجی عزائم کی تکمیل میں کلیدی رول ادا کرتی ہیں اور ان کی مدد امریکہ کے دوست ممالک کی ایجنسیاں بھی کرتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ دنیا کے کسی بھی کونے میں ہونے والی سرگرمیوں کو ریکارڈ کرنے کی مہارت رکھتی ہیں۔مقام حیرت ہے کہ ملکی غیر ملکی تحقیقاتی خفیہ ایجنسیاں اور جدید ٹیکنالوجی کے ہوتے ہوئے بھی امریکہ میں جرائم کی شرح دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔خود کو سپر پاور کہنے والا امریکہ ایک طرف عالمی حکمرانی کے خواب دیکھ رہا ہے جبکہ دوسری طرف اپنے ہی اندرونی سنگین حالات پر قابو پانے میں ناکام رہا ہے۔امریکہ میں تقریباً اڑھائی سو عیسائی علیحدگی پسند اور انتہا پسند تنظیمیں مذہبی، سیاسی نسلی عصبیت کی بنیاد پر وفاق کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ایف بی آئی کی رپورٹ کے مطابق 1979ء سے لے کر اب تک حکومتی اداروں اور املاک پر کئی مسلح حملے ہو چکے ہیں جن میں لاتعداد لوگ ہلاک اور زخمی ہوئے ہیں۔حال ہی میں آنے والے کترینا اور ریٹا سمندری طوفانوں کے بعد لوٹ مار اور تشدد کی وارداتوں نے ساری دنیا کو چونکا دیا ہے۔کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر کیلفانو کے مطابق امریکہ جس طرح اخلاقی اور معاشرتی پستی میں ڈوب رہا ہے اس کی پہلے مثال نہیں ملتی امریکہ اندر سے کھوکھلا ہو رہا ہے ڈر اس بات کا ہے کہ سپر طاقت اپنے کھوکھلے پن اور پستی کی وجہ سے تباہی سے ہمکنار نہ ہو جائے۔

تہذیب کی فتنہ سامانی نامی کتاب میں لکھا ہے کہ مختلف جرائم میں گرفتار ہونے والوں کی تفصیل یہ ہے کہ آج جرائم میں کئی فیصد اضافہ ہوا ہے گذشتہ سال مختلف الزامات میں ایک کروڑ 40 لاکھ 75 ہزار افراد کو گرفتار کیا گیا ہے قتل عمدہ کے الزام میں پونے دو لاکھ، کار چوری میں دو لاکھ، اخلاقی جرائم

Marfat.com
Marfat.com

میں ساڑھے چار لاکھ، غنڈہ گردی میں ساڑھے تین لاکھ، جائیداد جعلسازی میں خورد برد 21 لاکھ فراڈ کیس سوا چار لاکھ، منشیات استعمال کرنے کے جرم میں دس لاکھ ساٹھ ہزار افراد، ایک لاکھ اسی ہزار راہ چلتے ہوئے یا سامان چھیننے کے الزام گرفتار ہوئے۔ ٹائمز اخبار لکھتا ہے ری ایکشن اور فرسٹریشن کی جو فضا پیدا ہوئی ہے اس کے نتیجے میں ایک شخص دوسرے کو صرف دس ڈالر حاصل کرنے کے لیے قتل کر دیتا ہے۔ امریکہ میں واشنگٹن نیویارک، کیلی فورنیا اور لاس اینجلس ترقی یافتہ بارونق شہروں میں بھی دن دیہاڑے ڈاکے پڑتے ہیں۔ لوگوں کو سرعام لوٹ لیا جاتا ہے۔ پولیس انتظامیہ ایجنسیوں کی ہزار کوششوں کے باوجود اس پر قابو پانے میں ناکام رہی ہے۔ امریکی اخبار لاس اینجلس ٹائمز 1995ء میں ایک رپورٹ شائع ہوئی کہ ہر امریکی اپنے گھر سے باہر نکلنے سے پہلے اپنے آپ کو ذہنی طور پر اس بات کیلئے تیار کر لیتا ہے کہ وہ کسی نہ کسی موڑ پر لوٹ لیا جائے گا اخبار کی رپورٹ کے مطابق گذشتہ سال امریکہ میں ہر سترہ سیکنڈ میں ایک پرتشدد جرم اور پانچ سیکنڈ زنا بالجبر ہر 23 منٹ میں ایک قتل ہر 28 سیکنڈ میں مجرمانہ حملہ، ہر 51 سیکنڈ میں ایک نقب زنی، ہر 20 سیکنڈ میں کار چوری کی واردات ہوتی ہے۔ رپورٹ کے مطابق گذشتہ برس امریکہ میں 2,30,305 افراد قتل ہوئے جبکہ 1,20,096 خواتین مردوں کی ہوس کا شکار ہوئیں۔ اسی طرح بغیر شادی بچوں کی پیدائش اور طلاق کی شرح میں اضافے میں مغربی معاشرے میں خاندانی اکائی کا تصور اب تقریباً ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ طلاق اور بغیر شادی پیدا ہونے والے بچے جب جوان ہوتے ہیں تو ان کی شخصیت پر برے اثرات یقیناً مرتب ہوتے ہیں ایسے بچے عموماً مائیں پالتی ہیں چیف پراسیکیوٹنگ اٹارنی چیف کا کہنا ہے کہ ہمیں اس وقت ایسی نوجوان نسل کا سامنا ہے جو دن بدن جرائم کے زیادہ قریب ہو رہی ہے اور دہشت گردی ان کی زندگی کا حصہ بنتی جا رہی ہے ایک امریکی جریدے کی رپورٹ کے مطابق 80 لاکھ افراد شراب نوشی، منشیات، نشہ آور ادویات استعمال کرتے ہیں ان کے علاج معالجے پر امریکی حکومت سالانہ بارہ کروڑ ڈالر کا خرچہ کرتی ہے گذشتہ سالوں کے دوران امریکی جیلوں میں مجرموں کی تعداد کیلیفورنیا... 1,09,496، نیویارک 61,736، ٹیکساس 61,178، فلوریڈا 38,378، اوہائیو 31,640، الی نائے 25,990، جارمیا 39,019، مشن گن ہنبس سل ماتیا 24,874، نیوجرسی 655 ,22، مشی گن 39,019

Marfat.com
Marfat.com

یہ امریکی معاشرہ کا صرف ایک رخ ہے اور حکومت خود دیگر ممالک میں آگ اور خون کا کھیل خاص طور پر مسلم ممالک میں کھیل رہی ہے اس کے بھی امریکہ میں اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون میں خودکش حملوں کے حوالے سے بھی آراء سامنے آرہی ہے اس کا ذمہ دار خود امریکہ خاص طور پر یہودی لابی ہے۔

مغربی پرنٹ میڈیا نے اس بات کو اپنے جریدے میں نمایاں جگہ دی ہے کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں کام کرنے والے آٹھ ہزار یہودی دھماکے کے وقت کہاں تھے۔ دھماکے میں مرنے والوں میں یہودی شامل کیوں نہ تھے۔ فرانسیسی میڈیا نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون میں خودکش حملوں کے حوالے سے بھی اب آراء سامنے آرہی ہیں اس کا ذمہ دار خود امریکہ خاص طور پر یہودی لابی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

اسلامی تہذیب میں تصوف کا کردار

موجودہ ترقی یافتہ دور میں مذہب کو زندگی گزارنے میں ثانوی حیثیت دی جاتی ہے بلکہ مذہب کو بدنام کرنے اور نسل انسانی کو خواہشات کا غلام بنانے کے لئے مختلف خوشنما تصورات پیش کئے جاتے ہیں ان تمام ذرائع میں جمہوریت کے نام سے دنیا بھر میں جو طوفان رائج کیا گیا ہے اس کی تباہ کاریاں بھی کم نہیں۔

اسلامی تہذیب بھی اس طوفان سے محفوظ نہ رہ سکی اکثر اسلامی ممالک میں اس نظریہ کو اسلامی سوشلزم کے خوشنما لیبل سے رائج کرایا گیا اور پھر اس کے پردہ میں آمرانہ نظریات کو مقصد زندگی بنا کر حکمرانوں نے اقتدار پر قبضہ جمانے کی کوشش کی ہے۔

مسلمانوں کو اس طوفان سے بچانے کے لئے ایک نظریہ تصوف کا بھی رائج کرایا گیا۔ عام طور پر تصوف کو دینوی معاملات سے گریز کا طریقہ سمجھا جاتا ہے مگر حقیقتاً" ایسی صورت نہیں۔ تصوف کے بعض سلسلوں کے پیروکاروں نے ان استعماری قوتوں کے خلاف زبردست جہاد بھی بعض ملکوں میں کیا ہے۔ چنگیز خان کی یلغار کے بعد سقوط بغداد کے بعد جب ساری اسلامی دنیا گہری مایوسی کا شکار ہو چکی تھی تو صوفیا نے ہی مسلمانوں کو سنبھالا دیا اور ان کے دلوں میں دوبارہ امید کا چراغ روشن کرنے کی تحریک شروع کی۔

روس میں انقلابی تحریک

چنگیز خانی مسلمان جاگیرداروں کی مسلح بغاوت کچلے جانے کے بعد اٹھارویں صدی میں صوفیاء کی قیادت میں ایک جہاد شروع ہوا۔ اس جہاد کا آغاز شمال مشرقی قفقاز جس کو کاکیشیا بھی کہا جاتا ہے' سے ہوا۔ اس جہاد میں صوفیا کے دو سلسلوں نقشبندی اور قادریوں نے حصہ لیا مگر اصل تحریک کے بانی مبانی زیادہ تر نقشبندی سلسلہ کے بزرگ سمجھے جاتے تھے۔ کاکیشیا کے

Marfat.com
Marfat.com

نزدیک روسی مسلمانوں پر جو مظالم ہوئے اور ہو رہے ہیں ان کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے نہیں آئی۔ روسیوں نے مسلمانوں کا قتل عام بھی کیا اور ان کی وسیع آبادیوں کو زرخیز زمینوں سے زبردستی بے دخل بھی کیا۔

۱۵۵۲ء میں روسی آندھی کی طرح قازان میں آئے اور تباہی مچا گئے۔ پھر ۱۸۰۰ء میں نوگائے قبائل کی سرکوبی کے دوران بھی انہوں نے یہی کچھ کیا۔ انیسویں صدی کے دوران انہوں نے قفقاز اور داغستان میں خون کی ہولی کھیلی۔ اسی صدی کے آخر میں ترکمانوں کے علاقہ گوگ تپی کی ساری آبادی کو تہہ تیغ کر دیا۔ ۱۹۱۶ء میں روسی فوج اور روسی آبادکاروں نے مل کر قازق قبائل کا قتل عام کیا۔ پھر سوویت یونین کی حکومت میں مسلمانوں کا ایسا قتل عام ہوا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اسی صدی میں سوویت افواج نے کوہ قند کی مسلم آبادی کا قتل عام بھی کیا۔ اسی صدی کی تیسری دہائی میں دس لاکھ سے زائد خانہ بدوش قازقوں کو ہلاک کیا گیا۔ ۱۹۷۳ء میں مسلمانوں کی پوری نسل کو مٹانے کے اقدام میں ناکامی کے بعد تقریباً دس لاکھ مسلمانوں کو ان زرخیز علاقوں سے زبردستی بے دخل کیا گیا۔

ایک کتاب "روس میں اسلام کا خطرہ" کے مصنف لکھتے ہیں وسط ایشیا کے مسلمان چنگیز خانی منگولوں کے زمانہ سے ظلم و تشدد سہتے آ رہے ہیں۔ زار شاہی کے دوران مسلمانوں کے علاقوں میں روسیوں کو بڑے پیمانوں پر آباد کیا گیا پھر ابلیسی شائستگی کا ڈھونگ رچا کر انہیں عیسائی مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا گیا۔

مارکسی دھریت کا موجودہ خطرہ اس خطرہ سے کم تر ہے اس لئے کہ مسلمان اسے ایسا مسلک سمجھتے ہیں جو محض جہالت کی عکاسی کرتا ہے ان کے نزدیک بے دینی ایک اجتماعی داغ ہے جس سے صرف ظلم و استبداد' بے ایمانی اور بے شعوری کی نشاندہی ہوتی ہے وہ دھریوں کو

Marfat.com
Marfat.com

انسانوں سے کم تر مخلوق سمجھتے ہیں۔ اسی کتاب میں درج ہے کہ روس میں ہسپانیہ سے مختلف حالات پیدا ہوئے یہاں اسلام بچا رہا مگر اسلام کو اپنا تشخص برقرار رکھنے کے لئے زبردست مزاحمت کرنا پڑی اور اس نے اس دوران جدوجہد کی عظیم روایات قائم کیں۔

اسلامی روایات کو بحال رکھنے میں روس میں تصوف کے ذریعے جو کام کیا گیا وہ بھی کافی حد تک ثمر آور رہا۔ اسی تصوف کے ذریعہ روس میں ایک صوفی منش مسلمان جن کو امام منصور ؒ نقشبندی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے نے روسیوں کے خلاف جہاد کا آغاز **1785**ء میں کیا ان کے مجاہدین نے دریائے سون ژا کے پل پر ایک روسی فوجی دستے کو گھیر کر تباہ کر دیا روسی ملکہ کیتھرین دوم کی فوج کو اس سے بدتر شکست کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ مگر چھ سال کی مسلسل جنگ کے بعد امام منصورؒ قیدی بنا لئے گئے اور دو سال بعد وہ وفات پا گئے ان کے بعد تیس برس تک نقشبندی مجاہدین کی سرگرمیاں موقوف رہیں۔

شیخ محمد آفندیؒ ایک دوسرے نقشبندی شیخ تھے جنہوں نے روسیوں کے خلاف جہاد کا آغاز دوبارہ شروع کیا۔ یہ امام شاملؒ کے مرشد خاص تھے اب کے جنگ جو چھڑی تو پینتیس برس تک جاری رہی۔ اسلام میں لفظ صوفی کا تصور الیاس بن نفسر کے خاندان بنو غوث بن مرہ کو حاصل تھا جو صوفہ کہلاتا تھا۔ یہ قبیلہ یوم نفر **14** ذالحجہ کو حاجی رمی جمار جو کرتے ہیں اس عمل کے شروع کرنے سے پہلے اس قبیلہ کا ایک آدمی کنکر مار کر افتتاح کرتا پھر باقی حاجی کنکریاں مارتے تھے اور منیٰ سے روانگی کا ارادہ کرتے تو منیٰ کی واحد گزرگاہ عقبہ کے دونوں جانب گھیرا ڈالتے کہ جب تک یہ قبیلہ گزر نہ جائے کسی کو گزرنے کی اجازت نہ دیتے تھے اس قبیلہ کو اعزاز حاصل تھا کہ وہ واپسی کا منیٰ سے انتظام کرتے۔ غالباً اس انتظام پر جو شخص مقرر ہوتا اس کو صوفی کہتے تھے کیونکہ یہ ''صوفہ'' سے تعلق رکھتا تھا جب صوفہ قبیلہ ختم ہوا تو پھر یہ انتظام بنو تمیم کے ایک خاندان بنو سعد بن زید مناۃ کی طرف منتقل ہوا۔ برصغیر میں پہلی صوفی خانقاہ اوچ شہر میں قائم ہوئی تھی۔ محمد بن قاسم نے یہاں مسجد حاجات کی تعمیر کی تھی۔ اولیاء کرام یہاں سے تبلیغ کے لئے جاتے تھے۔ سکھوں کے بابا گرونانک نے بھی یہاں قیام کیا تھا۔ یہ خانگاہ صفی الدینؒ گاذرانی نے قائم کی تھی۔

Marfat.com
Marfat.com

ایک عظیم مجاہد امام شامل ؒ

امام شامل ؒ کی تحریک کوئی نئی جدوجہد نہ تھی بلکہ یہ شیخ محمد آفندی ؒ کے افکار اور خیالات کو از سر نو شروع کرانا تھا۔ امام شامل ؒ کے متعلق کیپٹن محمد حامد کی کتاب "روس کے ایک عظیم مجاہد امام شامل ؒ" کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

امام شامل ؒ اور ان کی تحریک کا ذکر کرنے سے پیشتر قفقاز (Cauacasus) کے جغرافیائی محل وقوع کا مختصر ذکر ضروری ہے۔ بحیرہ کیسپین اور بحیرہ اسود کے درمیان شمال مغرب سے جنوب مشرق تک پھیلے ہوئے پہاڑوں کے فلک بوس سلسلوں کا نام قفقاز ہے مرکزی سلسلہ کوہ اس علاقہ کا اہم حصہ ہے۔ پہاڑوں کی اس عظمت نے یہاں کے باشندوں کے کردار کی عظمت کو جنم دیا ہے جس طرح بلند و بالا پہاڑوں کی تسخیر ایک مشکل کام ہے اسی طرح یہاں کے باشندوں کو بھی مسخر کرنا کچھ آسان نہیں۔

ان پہاڑوں کے جنوبی جانب جارجین نسل کے لوگ آباد تھے۔ سٹالن اور ان کا رفیق کار "بیریا" دونوں جارجین تھے۔ ان کی مدافعت کے بہانے روسی فوج پہلی بار ان پہاڑوں کو عبور کر کے آگے بڑھی یہ باشندے زار روس کے وفادار ہیں۔ علاوہ ازیں جنوب مشرق کی جانب مسلم خوانین کے علاقے اور ایران کی باج گزار ریاستیں تھیں اور مغرب کی جانب ترکی کے پاشاؤں کے آزاد علاقے تھے۔ روس کے عزائم یہ تھے کہ قفقاز میں ایک طرف ان مغربی قبائل کو مسخر کیا جائے جو ترکی کے حلیف تھے۔ تختیانا اور دوسری طرف داغستان میں قبائل کو زیر کیا جائے اس کے بعد ٹرانس کاکیشیا میں جارجین نسل کے باشندوں کو متحد کر کے انہیں ایران اور ترکی کے خلاف دفاع کے قابل بنایا جائے تاکہ اس طرح ان کے ذریعے روس اپنی سرحدوں کو مضبوط بنا سکے۔ اس کا ایک اور مقصد بھی تھا اور وہ یہ کہ ہزاروں کی تعداد میں

Marfat.com
Marfat.com

ترک افواج کو ایشیائے کوچک میں مصروف رکھ کر یورپ میں ترکی کے دباؤ کو کم کیا جائے۔ قفقاز میں جنگوں کا سلسلہ تقریباً" ساٹھ برس تک جاری رہا اس عرصہ میں مختلف قبائل سے روسیوں کو نبرد آزما ہونا پڑا۔ جنگ کے دوران قفقاز کی کل آبادی چالیس لاکھ تھی جبکہ داغستان میں کل آبادی پانچ لاکھ اور قبائل کی ایک لاکھ پچیس ہزار پر مشتمل تھی۔ تاریخی اعتبار سے یہ قبائل خاصی اہمیت کے حامل تھے ان کی آبادی بھی خاصی زیادہ تھی داغستان کو انہوں نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا ان کی زبان بھی دو مختلف بولیوں میں منقسم ہے جن کا نام "خزاخ" اور " انتروخ" ہے۔ خزاخ بولی کی اہمیت اس وجہ سے زیادہ ہے کہ امام شامل" کی زبان بھی یہی تھی۔

داغستان میں رہنے والوں نے اپنی آبادیوں کی تعمیر کے وقت دفاعی نقطہ نظر کو ہمیشہ اہمیت دی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے گھر یا تو خاصی بلندی پر بنائے یا ایسی جگہوں پر تعمیر کئے جن کے سامنے عمودی چٹانیں یا ایسا پہاڑ ہے جنہیں عبور کرنا ممکن نہ ہو۔ یہ لوگ اپنی آبادی کی گلیاں بھی اتنی تنگ بناتے کہ دو گھوڑ سوار ایک ساتھ گلی میں سے نہ گزر سکیں۔ کئی جگہوں پر ایک مکان ہی دفاعی چوکی کی حیثیت رکھتا تھا اور یہاں پر واقع مدافعتیں ختم کئے بغیر کوئی بھی حملہ آور آگے نہیں بڑھ سکتا۔ داغستان کے مختلف قبائل ایک دوسرے سے خاصی حد تک مختلف واقع ہوئے ہیں لیکن ان سب میں کچھ خصوصیتیں مشترک ہیں وہ خاصے ذہین' صابر' قیافہ شناس اور دینی اعتبار سے ایک اچھے مسلمان کی تمام خصوصیات کے حامل ہیں۔ کھانے پینے کے معاملے میں میانہ روی اور سوتے بہت کم ہیں ان میں شجاعت کی خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں اور چیچنیا کے رہنے والے ان سے اگرچہ میدان جنگ میں ان سے نسبتاً" کم تیز واقع ہوئے لیکن جب میدان کارزار گرم ہو تو پھر ان سے زیادہ بے جگری سے لڑتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

امام شامل ؒ کا تصوف

امام شامل ؒ کی تحریک جہاد دراصل تصوف میں سلسلہ نقشبندیہ سے وابستہ تھی اور یہ سلسلہ صرف خانقاہی زندگی پر انحصار نہیں کرتا بلکہ اس نے جہاد اور اصلاح عوام کے عظیم کارنامے انجام دیئے ۔ سلسلہ نقشبندیہ کی ابتداء قفقاز میں ملا محمد نام کے ایک شخص نے کی تھی۔ جو یار غل کے رہنے والے تھے۔ ملا محمد نے امام شامل ؒ کی راہنمائی کی ذمہ داری قاضی ملا جو کہ غمری کے رہنے والے تھے کے سپرد کی تھی اس تحریک جہاد کی راہنمائی بھی یکے بعد دیگرے ہمزاد بیگ وغیرہ کرتے رہے۔ امام شامل ؒ کی تحریک جہاد دراصل روسیوں کے خلاف تھی جو ملکہ این کے زمانہ میں داغستان سے دست بردار ہو چکے تھے۔ پھر ۱۷۸۶ء میں جب زدیوف کی سرکردگی میں روسی افواج نے ایران پر چڑھائی کی تو ایک بار پھر کیسپین کے ساحل پر قبضہ کر لیا اور داغستان کے چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کے باہمی تنازعات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس ملک کے خاصے بڑے علاقہ پر تسلط جما لیا اور اپنے ظلم اور بربریت سے مقامی باشندوں کو جانی اور مالی طور پر تباہ کر دیا۔ یہی وہ حالات تھے جب امام شامل ؒ نے تحریک جہاد کی ابتداء کی تھی۔ ملا محمد نے مسلمانوں کو غیر اقوام کے ظلم و تشدد کے خلاف ابھارا یہ امام شامل ؒ کے بچپن کے ساتھی تھے۔ ایک ہی گاؤں میں رہنے والے ان دو افرد نے غمری کے نام کو تاریخ میں روشن کرایا۔ امام شامل ؒ کا پہلا نام علی رکھا گیا اور جب ابتدائی عمر میں زیادہ بیمار رہنے لگا تو مقامی بزرگوں کے کہنے پر اس کا نام علی کے بجائے شامل رکھ دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد ان کی صحت بہتر ہو گئی اور ان میں غیر معمولی قوت پیدا ہو گئی انہوں نے نیزہ بازی اور دوسری ورزشیں اس حد تک کیں کہ بیس سال کی عمر میں پورے داغستان میں ان کا کوئی ہم عصر نہ تھا جو ان کا مقابلہ کر سکے۔ وہ ستائیس فٹ چوڑی خندق بڑی آسانی سے عبور کر سکتے تھے اور عام قد کے دو افراد کے سر کے اوپر سے چھلانگ لگا سکتے تھے ۔ غمری کے

Marfat.com
Marfat.com

محاصرے میں انہوں نے روسیوں کے سر کے اوپر سے چھلانگ لگا کر ان پر عقب سے حملہ کیا تھا اور پھر زخمی ہونے پر ایک اور جست لگا کر جنگل میں غائب ہو گئے تھے۔

امام شاملؒ کے پہلے استاد ان کے اپنے ساتھی قاضی ملا تھے۔ وہ بعد میں اکثر کہا کرتے تھے کہ انہوں نے قاضی ملا سے جتنا علم حاصل کیا وہ کسی اور استاد سے نہیں کیا۔ انہوں نے داغستان کے اکثر علماء سے اکتساب علم کیا اور آخر کار وہ پاراغل پہنچے جہاں مریدیت کی تحریک میں شامل ہو گئے اور پھر سب سے پہلے انہوں نے جس برائی کے خلاف جہاد کیا وہ شراب نوشی تھی۔ امام شاملؒ نے شریعت الٰہی کا نفاذ عملی طور پر پورے داغستان میں کیا۔ انہوں نے اسلامی اصولوں کے مطابق ہر اس شخص کو سزا دی جس نے قاتل کے علاوہ کسی اور پر ہاتھ اٹھایا ہو انہوں نے لوگوں کو خون معاف کرنے کی بھی ترغیب دی کہ اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ بات یہی ہے کہ قاتل کو معاف کر دیا جائے۔

امام شاملؒ کے دور کا پہلا اہم واقعہ جنرل فیسی کی ۱۸۳۷ء کی مہم ہے جنرل کے ہمراہ پانچ ہزار دو سو کی تعداد میں فوج اور ایک سو اسی توپیں اور مارٹر توپیں تھیں۔ وہ پہاڑی توپیں آگے لائی گئیں اور مقابلہ شروع ہو گیا بایاں دستہ فوج کا گاؤں پہنچا جسے گولیوں کا سامنا کرنا پڑا یہاں صورت حال خاصی نازک تھی کہ دایاں دستہ فوج کا گاؤں کے انتہائی دائیں جانب آ گیا اور ایک ٹیلے پر امام شاملؒ کے مریدین کو دیکھ کر اس طرف متوجہ ہو گیا اور انہیں پسپا کرتا ہوا گاؤں کی گلیوں میں داخل ہو گیا۔ جنرل فیسی خود میدان میں آ گیا اور دست بدست جنگ شروع ہو گئی اب لڑائی کمانڈروں کے ہاتھوں سے نکل چکی تھی یہاں ذاتی شجاعت اور حوصلہ مندی کا امتحان تھا مریدین دیوانہ وار روسیوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے اور جھپٹتے ہوئے سنگینوں کی زد میں شہید ہو رہے تھے آخر کار دوپہر تک وہاں روسی قبضہ ہو گیا اور اسے آگ لگا دی گئی کئی گھروں میں شام تک قتل و غارت ہوتا رہا۔ جنرل فیسی اور رونسو خول وہاں سے

Marfat.com
Marfat.com

تلیتی پہنچا جہاں دوسری فوج نے امام شامل ؒ کو روک رکھا تھا۔ یہاں چھ سو گھر تھے اور دفاعی انتظامات بھی خاصے بہتر تھے یہاں برج تعمیر کئے گئے تھے چند ہی دنوں میں روسیوں کے توپ خانے کی گولہ باری کی وجہ سے یہ تمام برج گر گئے اور سلگتے ہوئے ان کھنڈروں کو حاصل کرنے کیلئے دھاوا بولنے والی فوج کے دستوں کو ایک افسر اور ستائیس فوجیوں کی قربانی دینی پڑی کیونکہ امام شامل ؒ کے گردو پیش مزید لوگوں کے جمع ہونے کی اطلاعات مل رہی تھیں اس لئے جنرل فیسی نے ۵ جولائی کو عام حملے کا حکم دے دیا لیکن اب روسی نقصانات اس حد تک بڑھ چکے تھے کہ روسیوں کو صلح کے ذریعے اپنی جان بچانا زیادہ مناسب نظر آیا۔

امام شامل ؒ بطور کمانڈر

گوریلا جنگ نے بیسویں صدی میں دوسری جنگ عظیم کے بعد خاصی اہمیت حاصل کر لی۔ خصوصاً ویت نام اور لاطینی امریکہ میں لڑائی کے دوران آج کل بڑی طاقتوں کے چنگل سے نجات حاصل کرنے کیلئے چھوٹی مگر بہادر اقوام نے گوریلا جنگ ہی کا ذریعہ اپنا لیا ہے مثلاً ہوچی منہ نے پہلے فرانسیسیوں اور پھر امریکیوں کو گوریلا جنگ ہی کے ذریعے نیچا دکھایا۔ الجزائر کے سر فروش بھی اسی طریقہ جنگ کو اپنا کر وطن آزاد کرا چکے ہیں ۔ امام شامل ؒ نے بھی اسی طریقہ جنگ کو اختیار کرنے کا فیصلہ کیا ان کو بجا طور پر عالم اسلام کا پہلا گوریلا لیڈر قرار دیا جا سکتا ہے ۔

امام شامل ؒ ایک کامیاب فوجی لیڈر کی طرح دشمن کی تمام کمزوریوں کا علم رکھتے تھے اور اسی وجہ سے دشمن کو تہس نہس کر دیا تھا۔ روسی افواج داغستان میں چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹی ہوئی تھی غیر محفوظ اور دفاعی اعتبار سے کمزور قلعوں میں منقسم یہ افواج داغستان میں ایک دوسرے سے فاصلوں پر ہونے کی وجہ سے امام کے گوریلا دستوں کا بڑی آسانی سے

Marfat.com
Marfat.com

نشانہ بن سکتی تھیں ان گوریلا دستوں کی کامیابی کے دوسرے اسباب کے علاوہ ایک بہت بڑا سبب امام شامل کی با کمال با صلاحیت شخصیت اور قیادت بھی تھا اور امام کے مقابل روسی افواج کا کمانڈر تربیت یافتہ کمانڈر ان چیف اور چیف آف سٹاف جیسے اعلیٰ اکیڈمیوں کے جنگی تربیت یافتہ لوگ سکیمیں بنا کر جنگیں لڑنے والے تھے۔ اس موقعہ پر ان کے مقابل روسی فوج کا کمانڈر جنرل کلنگو تھا یہ وہ جنرل تھا جو اس سے پہلے بھی امام کے خلاف کئی معرکوں میں روسی افواج کی قیادت کر چکا تھا لیکن وہ امام کی صلاحیتوں کے بارے میں صحیح اندازہ نہ لگا سکا۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہو گا ۱۶ اگست ۱۸۴۳ء کو کلنگو نے روسی ہیڈ کوارٹرز کو رپورٹ بھیجی کہ مریدین کی قوت کا قلع قمع ہو چکا ہے اور امن و امان بحال کیا جا چکا ہے اس رپورٹ کے ۱۱ دن بعد امام شامل" ولیم سے ایک بڑی فوج کے ہمراہ پیش قدمی کرتے ہوئے بڑھے اور چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر 50 میل دور "انتوکول" کے پاس پہنچ گئے جہاں سے اس دن تلیتی سے کیست ماہوما اور اوریا سے حاجی مراد اپنے اپنے لشکروں سمیت ان سے آملے۔ اب مجاہدین کی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ پہنچ گئی تھی۔ پہاڑی علاقوں میں اتنا لمبا سفر اتنی مختصر مدت میں طے کر لینا اور مسلح افراد کا ایک جگہ پر ایک ہی وقت میں پہنچ جانا امام شامل" کی اعلیٰ درجے کی جنگی صلاحیت کا ثبوت ہے جس کے سبب ان کو دنیا کے بہترین کمانڈروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ امام کی مقناطیسی شخصیت اور پر ہمت ذات کا ہی کمال تھا کہ انہوں نے داغستان کو روس کی عظیم طاقت کے مقابلے میں لا کھڑا کیا تھا۔

اسی طرح "انتوکول" کے باشندوں نے امام کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کی تھی۔ انہوں نے ان کے ۷۸ مریدوں کو روسی کمانڈروں کے حوالے کر دیا تھا اور اپنے علاقے میں روسی چھاؤنی قائم کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ ان لوگوں کو یہ جتانا کہ وہ امام سے بغاوت کر کے

Marfat.com
Marfat.com

سکھ کا سانس نہیں لے سکتے خاصا اہم کام تھا چنانچہ امام نے ان لوگوں کو ان کی بغاوت کی سزا دینے اور چھاؤنی کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور انہوں نے یہ کام بڑی کامیابی سے انجام دیا۔ امام شاملؒ کی کامیابیوں کا دائرہ حالات کے مطابق وسیع ہوتا گیا بلکہ کیسپین کے کنارے "ونگیتاگو" اور "بتاسران" کے اضلاع میں بھی بغاوتیں شروع ہو گئی تھیں جنوب میں قاضی قوموخ کے علاقوں میں روس کے خلاف تحریک شروع ہو چکی تھی اور اس کا سلسلہ "جارو" کے قبیلوں تک پھیل چکا تھا۔ شمال میں قوموخ کے امن پسند قبائل تک مشتعل ہو چکے تھے اور قفقاز کے مغرب میں کبارڈا کے جنگجو قبائل نے روس کے استبداد کا جوا اپنی گردنوں سے اتار پھینکنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ امام کے اثرات کہاں تک پھیل چکے تھے اس کا اندازہ ان دور دراز علاقوں میں پیش آنے والے واقعات سے اچھی طرح ہو سکتا تھا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ امام عام معنوں میں ایک فوجی لیڈر ہی نہ تھے وہ روس کے خلاف تمام قوتوں کے لئے ایک مرکز کی طرح حیثیت کے مالک تھے ۔ امام شاملؒ روسیوں کو زک پہنچانے میں کامیاب ہو چکے تھے اس فتح کی وجہ سے پورے داغستان اور چیچینیا میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی مریدیت کے اثرات روز بروز بڑھتے چلے جا رہے تھے ۔ پورا قفقاز روسیوں کی خلاف اٹھ کھڑا ہوا تھا مغربی محاذ پر امام نے اپنے ایک مرید محمد امین کو داغستان سے بھیجا تھا جنہوں نے اس علاقے میں روسیوں کے بڑے بڑے لشکروں کو شکستیں دی تھیں۔ پورے قفقاز میں مجاہدین کی خبریں حیرت انگیز طور پر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتی تھیں ایک محاذ پر کامیابی سے دوسرے محاذ پر مجاہدین کے حوصلے بلند ہوتے تھے اور ایک جگہ کی ناکامی دوسری جگہ پر اثر انداز ہوتی تھی۔

امام چونکہ جنگ پر کاربند تھے اسی لئے اکثر اوقات پہاڑوں اور جنگلوں میں ان کے مجاہد پناہ گزین رہتے اس مشکل کا حل روسی افواج نے یہ نکالا کہ اپریل ۱۸۵۹ء کو چالیس ہزار روسی

Marfat.com
Marfat.com

افواج سے "دون" پر حملہ کیا یہ وہ جگہ تھی جہاں امام صاحب اور ان کے رفقاء قیام پذیر تھے۔ یہ فوجی حملہ توپوں کے گولوں سے کیا تھا جس کے نتیجہ میں پورا گاؤں "دون" ملیامیٹ کر دیا گیا مجاہدین ایک دفعہ پھر اپنی روایات کو قائم رکھتے ہوئے شیروں کی طرح لڑے اور چند مجاہدین روسی فوج کا گھیرا توڑ کر امام صاحب کو نکال کر لے گئے۔ اس جنگ میں امام شاملؒ خود بھی زخمی ہو گئے۔ آپ نے "کوسب" نامی گاؤں میں پناہ حاصل کی مگر ایک ہفتہ بعد روسی فوج نے گاؤں کا محاصرہ کر کے لڑائی شروع کی یہ لڑائی کئی ماہ تک جاری رہی۔ روسی ہر قیمت پر اس تحریک کا خاتمہ چاہتے تھے۔ آخر کار اگست کے مہینے میں پرنس نے ایک اور چال چلی اور امام صاحب کو بات چیت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔

امام شاملؒ کئی سالوں سے بے سروسامانی کے عالم میں روسی فوج کے سامنے ڈٹے ہوئے تھے۔ یہ امام شاملؒ کی سیرت کا سب سے نمایاں پہلو تھا کہ آپ نے صرف خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو بڑی آزمائش میں ڈالا تھا مگر آپ اور آپ کے ساتھی تقریباً سال کی جنگ لڑ لڑ کر تھک چکے تھے۔ ایرانی اور ترک بادشاہوں جن سے بار بار تعاون کی اپیلیں کی گئی تھیں کی ہٹ دھرمی کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ نے اور زیادہ مسلمانوں کا خون ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور روسی فوجوں کو اپنی شرائط بتا دیں۔

امام شاملؒ کا معاہدہ

اس معاہدہ کے مطابق روس کی جانب سے مسلمانوں کو مکمل مذہبی آزادی ہونے کی شرط تسلیم کی گئی۔ آبادی کے خلاف کسی قسم کا انتقام نہیں لیا جائے گا اور تمام مجاہدین کی جان بخش دی جائے گی۔ ۲۱ اگست ۱۸۵۹ء کو روسی فوج کا بدترین دشمن اور عالم اسلام کا نامور مجاہد امام شاملؒ سفید گھوڑے پر سوار ہو کر بڑی شان سے روسی افواج کے سامنے سے گزر رہا

Marfat.com
Marfat.com

تھا۔ روسی افواج کے کمانڈر پرنس الیک سنٹرر نے آپ کو اپنی تلوار پیش کی اور روسی افواج نے آپ کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔ آپ کے لئے یہ وہ مقام تھا کہ روسی بھی آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں آپ ایک سد سکندری کی حیثیت میں تھے جس نے روسیوں کو وسط یشیا پر قبضہ کرنے سے روکے رکھا۔

پ مسلمانوں کی حالت سے اتنے دکھی تھے کہ پہاڑوں میں روپوش ہو گئے۔ امام شامل" کے وپوش ہونے کے بعد کئی نقشبندی تحریکوں نے جنم لیا۔ امام کی قیادت میں لڑنے والے مجاہدین پھر سرکاس قبیلے کی قیادت میں لڑتے رہے آپ کے بعد حاجی "کوفتا" نے بھی ایک زیک چلائی مگر چند سالوں بعد گرفتار ہو گئے۔

امام شامل رح کا کردار

امام شامل" کا ذاتی کردار انتہائی سادہ زندگی گزارنے کا طریقہ روز مرہ کا معمول تھا امام جہاں میدان جنگ میں بلا کے دلیر اور کفار کے لئے انتہائی سخت بدلہ لینے والے تھے وہاں اپنی گھریلو زندگی میں بحیثیت باپ' خاوند اور سب سے بڑھ کر بحیثیت ایک انسان انتہائی شفیق تھے۔

امام کے گھریلو ملازمین میں مسلمان اور عیسائی دونوں تھے۔ عیسائی عموماً" قیدی کی حیثیت سے ان کے ہاتھ لگے ہوتے تھے ۔ اگرچہ امام نے ان کو آزادی بھی دے دی تھی مگر وہ ان کے ذاتی اخلاق سے اس قدر متاثر تھے کہ آزادی ملنے کے بعد بھی انہوں نے ان سے الگ ہونا مناسب نہ سمجھا۔ نامہ نگاروں نے امام صاحب کے نادر کردار کا ذکر بھی کیا ہے جس سے ان کے تقویٰ' ان کی تحریک سے شیفتگی اور اصولوں کی سختی سے پاسداری کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

چیچینا کے عوام کا روسیوں کے مظالم سے تنگ آکر ان کا اعتقاد ڈول رہا تھا انہوں نے امام کی جانب ایک وفد بھیجنے کا فیصلہ کیا تاکہ امام سے درخواست کر سکے کہ انہیں روسی حکومت

Marfat.com
Marfat.com

کے زیر اقتدار آنے کی اجازت دی جائے یا کوئی اور بندوبست کیا جائے کہ روسی ان کو تنگ نہ کر سکیں اصولوں کے معاملہ میں امام کے سخت گیر مزاج کو یہ لوگ اچھی طرح جانتے تھے انہیں معلوم تھا کہ یہ درخواست غداری کے مترادف سمجھی جائے گی اس کے باوجود انہوں نے ایک سکیم بنوائی کہ کس طرح امام تک یہ خواہش پہنچائی جائے۔ امام شاملؒ کی والدہ محترمہ اس وقت حیات تھیں بلند کردار خاتون اپنی پارسائی اور نیک دلی کے علاوہ امام کی محبت اور احترام کا مرکز بھی تھیں۔

سازشی لوگوں نے یہ کوشش کی امام کی والدہ محترمہ تک کسی طرح رسائی حاصل کریں۔ چنانچہ قاسم مولا نامی ایک شخص ان لوگوں کے جھانسے میں آ گیا اور اس نے ان کی خواہش امام کی والدہ تک پہنچا دی۔ خانم محترمہ ضعیف اور بہت رحم دل تھیں ان کی مدد کا وعدہ کر لیا اسی شام والدہ امام کے پاس گئیں اور کچھ دیر بعد جب وہ واپس آئیں تو رونے کی وجہ سے ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اندر جو کچھ پیش آیا ہو گا اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ بہر حال اس کے بعد امام نے سربرآوردہ لوگوں کا اجلاس بلایا اور چیچنیا کے عوام کی خواہش کا ذکر کیا ساتھ ہی انہوں نے اعلان کیا کہ وہ مراقبہ میں چلے جائیں گے اور جب تک انہیں شرح صدر حاصل نہ ہو جائے وہ باہر نہیں آئیں گے۔ مریدین ان کے گرد و پیش اکٹھا ہونا شروع ہو گئے اور وہ مسجد میں مراقبے میں چلے گئے ' اور تین دن کے مراقبہ کے بعد امام شامل" مسجد سے اس حال میں نکلے کہ گریہ و زاری اور بھوک پیاس کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے آنکھیں سرخ تھیں مریدین مسجد کے صحن میں نمازوں اور وظائف میں مشغول تھے امام مریدین کے ہمراہ مسجد سے باہر آئے اور چھت پر تشریف لے گئے ان کی والدہ سفید شال اوڑھے ان کے سامنے آئیں۔

امام آپ کے چہرے کو ٹکٹکی باندھ کر خاموشی سے دیکھتے رہے اور پھر آسمان کی طرف دیکھ کر

Marfat.com
Marfat.com

کہا یا رسول اللہؐ آپ کے احکامات بجا ہیں ۔ آپؐ کی طرف سے متعین کردہ سزاؤں کو پورا کیا جائے گا تاکہ سب اہل ایمان اس سے عبرت حاصل کریں۔

اس کے بعد امام شاملؒ نے لوگوں کو بتایا کہ کس طرح ۔چیتنیا کے لوگوں نے اپنے حلف کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دشمن کے آگے سر تسلیم خم کرنے کا فیصلہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ وہ مجھ سے اس سلسلہ میں اجازت لینے آئے تھے چونکہ ان میں مجھ سے براہ راست بات کرنے کی جرات نہ تھی اس لئے انہوں نے میری والدہ سے مداخلت کی درخواست کی تھی ان کے اصرار اور اس احترام کی وجہ سے جو ان کی ذات سے وابستہ ہے میں نے مراقبہ کیا اور آپ کی دعاؤں اور میرے تین دن کے روزے اور مراقبے ہے۔ مجھے جو کشف حاصل ہوا ہے اس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے اللہ کی مرضی یہ ہے کہ جس نے سب سے پہلے ۔چیتنیا کے لوگوں کی یہ بات میرے سامنے پیش کی اسے ایک سو بیس ضربیں لگائی جائیں اور وہ خود میری والدہ ہیں ۔ امام نے والدہ کو کوڑے لگانے کا حکم دے دیا اس فیصلے پر امام شاملؒ کے مرید ان کے قدموں میں ڈھیر ہو گئے مریدین پر بھی رقت طاری ہو گئی انہوں نے امام سے اس محترم ہستی کی سزا معاف کرنے کی پر زور التجائیں کیں ۔ امام نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دعا کی اس کے بعد کوڑے مارنے والوں سے کہا کہ وہ یہ کوڑے خود کھانے کو تیار ہیں اور یہ کہ انہیں اس کفارے کی اجازت مل گئی ہے امام کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور انہوں نے مسکراتے ہوئی سرخ چوغہ اتارا اور حکم دیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کو سختی سے پورا کیا جائے اور کسی قسم کی نرمی نہ دکھائی جائے ۔ امام شاملؒ نے خود ہنسی خوشی کوڑے کھانے برداشت کئے اور کسی تکلیف کا اظہار چہرے سے نہ ہونے دیا اس کے بعد چوغہ پہنا اور مسجد کی چھت سے اتر کر مریدین کے حلقے میں آ گئے پھر انہوں نے پوچھا کہ وہ بدبخت نمائندہ کون ہے جس کی وجہ سے انہوں نے والدہ کو کوڑوں کی سزا دینے کا حکم دیا تھا یہ

Marfat.com
Marfat.com

نمائندہ سامنے آئے وہ خوف سے کانپ رہے تھے اور ان میں سے ہر شخص اپنے آخری لمحات گن رہا تھا لیکن ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور پورا مجمع بھی یہ سن کر دم بخود رہ گیا کہ امام نے انہیں کسی قسم کی سزا دینے کی بجائے صرف اتنا کہا ''اپنے لوگوں کے پاس جاؤ اور ان کے احمقانہ مطالبے کے جواب میں تم نے یہاں جو کچھ دیکھا وہ بیان کرو۔''

اسلام اپنی ذات میں تسخیری کشش رکھتا ہے اگر مسلمانوں اور غیر مسلموں میں نفرت رہتی تو اسلام کا پھیلاؤ اور وہ بھی غریب طبقہ میں صوفیاء اپنے عمل سے معرفت خداوندی یا تعلق باللہ اپنی نظریاتی استعداد یا روحانی طلب پر پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس تعلق کیلئے ان کے ہاں مراقبہ (توجہ) پر عمل درآمد کیا جاتا ہے۔

امام شاملؒ نے اپنے مراقبہ کے عمل سے درپیش مسئلہ کا حل سمجھا اس پر عمل کرنے کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا صرف حضور اکرم ﷺ کے حکم کو سختی سے بخوشی پورا کیا۔ کوڑوں کی تکلیف کا اظہار اپنے چہرہ سے بھی نہ ہونے دیا۔

اس عمل کا اثر حاضرین مجلس پر جو ہوا یہی تو صحیح اسلامی قوت ہے جس سے غیر مسلم متاثر ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے رہتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

امام شاملؒ کی آخری خواہش

امام شاملؒ ۱۸۶۹ء تک "کلوگا" میں رہائش پذیر رہے اور بعد میں ان کی خواہش کے مطابق "خیوا" منتقل کر دیا گیا۔ جہاں پر انہیں حج کرنے کی بھی اجازت مل گئی۔ ۴ فروری ۱۸۷۱ کو مدنیہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا۔

قادریہ سلسلہ کے صوفیاء نے خانقاہوں سے نکل کر شمالی قفقاز میں روسیوں سے جہاد کا آغاز کیا تو ۱۸۶۰ء میں روسی حکمرانوں نے قادریہ سلسلہ کی جماعت کو خلاف قانون قرار دیا پھر بھی ۷۸-۱۸۷۷ء کے دوران انہوں نے نقشبندی سلسلہ والوں سے مل کر داغستان میں روسیوں کے خلاف بغاوت میں اہم کردار ادا کیا۔ کیمونسٹ انقلاب اور قفقاز کی خانہ جنگی کو روسی حکومت سے نجات پانے کا موقعہ سمجھتے ہوے ایک اور امام نجم الدین اور شیخ ازون حاجیؒ نے پہلے روس کی سفید فوج اور پھر سرخ فوج کے خلاف مزاحمت کا آغاز کیا۔ یہ بغاوت بالشویکوں کے لئے سب سے بڑا خطرہ ثابت ہوئی امام نجم الدین نے آخر تک جہاد کا سلسلہ جاری رکھا۔ مگر بالاخر گرفتار ہوئے اور تختہ دار پر لٹکائے گئے ان کی ناکامی کے بعد شمالی قفقاز کے مسلمان طویل مدت تک سرکاری سطح پر قتل و غارت گری کا شکار رہے مگر ۱۹۲۸ء میں قادری اور نقشبندیوں نے مل کر دوبارہ روسی حکومت کے خلاف جہاد شروع کر دیا یہ سلسلہ ۱۹۴۰ء تک جاری رہا۔

اس سے قبل بھی ۱۸۹۸ء میں وسط ایشیا کی ریاست فرغانہ میں صوفیا نے روسی حکومت کے خلاف جہاد کیا تھا مگر ناکام رہے ان کے لیڈر ایک نقشبندی صوفی بزرگ ایشان ابدالی تھے۔ انقلاب روس کے بعد ۱۹۱۸ء میں سر زمین فرغانہ سے ایک اور تحریک جہاد اٹھی اسے سماجی تحریک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جنید خان نقشبندی اس تحریک کے قائدین میں شامل

Marfat.com
Marfat.com

تھے۔ ۱۹۲۸ء میں سرخ فوج نے طویل کاروائی کے بعد اس پر بھی قابو پالیا تھا صوفیاء کے جہاد کی تحریکیں بارہویں صدی سے ہی قراختائی اور منگول غیر مسلم حکمرانوں کے خلاف بھی جاری تھیں۔ ۲۰-۱۹۱۹ء میں بھی جہاد کے لئے جدوجہد زار شاہی کے خلاف صوفیاء نے جاری رکھی اور آج بھی روس کے اندر صوفیاء کی تنظیمیں اسلام سے وفاداری کے لئے جدوجہد جاری کئے ہوئے غیر متزلزل اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کر رہی ہیں اور آج بیریا تسکی کے آدمی قبائل کی وفاداریاں خرید رہے ہیں اور مجاہدین کے ساتھیوں کے ایمان نیلام پر چڑھانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ روبلوں ' طلائی مہروں اور جواہرات کی بارش کے باوجود ہزاروں مجاہدین بے جگری سے لڑ رہے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے سابقہ کمانڈر امام شاملؒ مرحوم نے جو جذبہ ان مجاہدین کی نسلوں میں ابھارا تھا وہ آج بھی جوبن پر ہے۔ امام کے نظریہ جہاد کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ایک بار اپنے خطاب میں مجاہدین سے یوں مخاطب ہوتے ہیں "جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ میرے لئے لڑ رہے ہیں انہیں اجازت ہے کہ وہ ہماری صفوں سے نکل جائیں کیا تم جانتے ہو! کہ ہر زار روس مجھے قفقاز' جارجیا بلکہ جنوبی روس تک کی حکمرانی کی پیشکش کرتا رہا ہے وہ میرے بیٹوں کو ان علاقوں کی حکومت دینے کو تیار ہے اگر یہ جنگ صرف میری جنگ ہوتی تو "ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کرتے" اس کے برابر سونا حاصل کر لیتا۔ لیکن یہ جنگ میری جنگ نہیں ہے بلکہ یہ ہماری آزادی کی جنگ ہے ہم حق پر ہیں اور حق کے لئے لڑنا جہاد صرف اور صرف اللہ کیلئے کیا جاتا ہے مال غنیمت کے لئے نہیں یا دوسری ریاستوں پر قبضہ کرنے کے لئے نہیں کیا جاتا۔

مجاہد کی پہچان یہ ہے کہ میدان جہاد میں اس کے دل میں زندگی کی نہیں شہادت کی آرزو ہوتی ہے۔ جو لوگ سونا چاندی حاصل کر کے غاصبوں اور ظالموں کے ساتھ مل رہے ہیں وہ

Marfat.com
Marfat.com

نادان ہیں وہ نہیں سمجھتے کہ جو مرنا نہیں جانتے وہ جی بھی نہیں سکتے۔ جب وقت لہو مانگے تو لہو دینا پڑتا ہے اگر خود نہ دو گے تو زمانہ اپنے طریقے سے خون چوس لیتا ہے یہ لوگ نہیں جانتے کہ وہ طلائی اور سیمیں زنجیریں پہن رہے ہیں کچھ عرصہ بعد زنجیریں آہنی زنجیروں میں بدل جائیں گی پھر وہ کچھ بھی نہیں کر سکیں گے ۔ یہ لوگ اپنے آپ ہی کو نہیں اپنی آئندہ نسلوں کو بھی غلام بنا رہے ہیں اگر تمام لوگ بھی میرا ساتھ چھوڑ دیں تب بھی لڑوں گا تنہا لڑوں گا جو لوگ اپنے آپ کو شامل کے سپاہی سمجھتے ہیں وہ اپنے گھروں کو جاسکتے ہیں اور جو اللہ کے سپاہی ہیں جو آزادی کی زندگی یا عزت کی موت پر یقین رکھتے ہیں وہ میرے ساتھ رہیں۔ اللہ کے سپاہی میدان میں شکست و فتح کے خیال سے بے نیاز ہوتے ہیں ان کے دل میں صرف ایک آرزو ہوتی ہے شہادت کی آرزو یا اپنا خون دینے کی تمنا۔ حالات نے دو رخی حکمت عملی کی گنجائش ختم کر دی ہے متزلزل اور بے یقینی کے حامل قبائل اور افراد الگ ہو جاتے ہیں اور مجاہدوں کی صفوں میں وہ لوگ رہ جاتے ہیں جو حقیقتاً" جذبہ جہاد سے سرشار ہیں یہ لوگ تعداد میں بہت کم ہیں لیکن ان کے عزائم پہاڑوں کی طرح بلند ہیں یہ بے وسیلہ لوگ ہیں لیکن ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں یہ روس کی سمندری لہروں کی طرح بڑھتی ہوئی افواج کے راستہ میں چٹانیں بن جاتے ہیں ۔ امام شامل" کی کوشش ہوا کرتی تھی کہ کہیں سے ہمیں توپیں مل جائیں انہیں یقین تھا کہ توپیں ملنے کی صورت میں جنگ کا پانسہ پلٹ سکتا ہے مجاہدین ہر پہاڑی اور چٹان پر توپیں نصب کر کے روسی افواج کی پیش قدمی مشکل بنا سکتے ہیں مگر ان کی یہ تمنا پوری نہ ہو سکی کئی بار یہ امید بندھی کہ ترکی توپیں دے دے گا مگر نا معلوم وجوہات سے یہ امید ہر بار حسرت میں بدل جاتی رہی۔ دوسری جانب ایرانی حکمرانوں سے مدد کی خواہش کی مگر وہاں سے بھی لا حاصل جواب ملا۔ ۱۸۸۷ء کے شروع میں دو انتہاؤں کی جنگ انتہائی تیز ہو جاتی تھی مگر روسی افواج کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہونے

Marfat.com
Marfat.com

سے اور مجاہدین کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے اور ساتھ قبائل بھی ساتھ چھوڑ چکے تھے کئی مجاہد شہادت پا چکے تھے امام شامل" کی حیثیت ایک ایسے خزاں رسیدہ درخت کی اختیار کر چکی تھی جو باد خزاں کی زد میں آکر اپنے پتے گرا چکا ہو۔ صراط مستقیم کی انقلابی تحریکیں ہمیشہ ایسے ہی حالات سے ناکام ہوتی رہیں ہیں۔ (امام شامل کی اس تحریک سے یہ سبق ملتا ہے کہ تقویٰ ہر حالت میں جہاد میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے)۔ روس میں بنیاد پرستی کے خلاف جو تحریک کمیونزم کے نام سے جاری تھی اس کی یلغار کو روکنے کے لئے روس کے مسلمان جن کی آمد روس میں شمالی قفقاز کے علاقہ میں سب سے پہلے اموی خلیفہ ہشام (۷۲۴۔۷۴۳) کے زمانہ میں ہوئی تھی بعض روایات کے مطابق اسلام کی روشنی خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کے دور میں قفقاز تک پہنچ چکی تھی۔ یہ مسلمان مسلک کے لحاظ حنفی عقیدہ رکھتے تھے۔ اسی طرح روس کے زیر تسلط چیچیوں کے مغربی ہمسایہ یعنی انگوشتیا میں بھی اسلام کا انیسویں صدی کے نصف اول تک مستحکم ہو چکا تھا چھ سال پہلے ۲۴ جنوری ۱۹۹۱ء کو مسلمانان چیچیا نے مکمل آزادی کا مطالبہ جو شروع کیا تھا شاندار قربانیوں کے نتیجہ میں ان کے لیڈر جعفر داؤد بھی شہادت کی نعمت سے سرخرو ہوئے تھے اسی شہید سے عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے دارالحکومت کا نام گروزن سے بدل کر جعفر غلا رکھا گیا اور پہلے سے زیادہ جوش و جذبہ سے مکمل آزادی کے حصول تک مصروف جہاد رہنے کا اجتماعی حلف ۲۷ جنوری کو اٹھایا۔ پہلے صدارتی انتخاب میں چیچن کے نامور کمانڈر ارسلان مسلمان مسخلوف نے کامیابی حاصل کی۔ چیچن روسیوں کا دیا ہوا ان مسلمانوں کا نام ہے جو اسی قفقاز میں دریائے سنجا اور دریا تیرک کے جنوبی وادیوں میں رہتے ہیں۔ ان کا ترکی تلفظ چاچان ہے جو کثرت استعمال سے چیچن بن گیا۔ چیچن کی تحریک آزادی میں تین لاکھ سے زائد روسی فوجی کام آئے۔ یہ تحریک جو شمالی قفقاز میں شروع ہوئی تھی وہ چوہتر ۷۴ سال بعد اپنے ظاہری اختتام کو پہنچی۔

Marfat.com
Marfat.com

روسیوں نے چیچنوں کو آزادی مانگنے کے جرم میں تاریخ کے بدترین انتقام سے دو چار کیا۔ اس سے پہلے ایسی مثال بابل کے حکمران بخت نصر کے ہاتھوں یہودیوں کی گرفتاری اور جلا وطنی کی ملتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق سات آٹھ لاکھ چیچنوں کو سائبیریا بھیجا گیا۔ چار ہفتوں کے اذیت ناک سفر میں کسی کو روٹی کا ایک ٹکڑا تک نہ دیا گیا۔ چنانچہ تقریباً دو لاکھ انتالیس ہزار افراد راستے ہی میں دم توڑ گئے۔ جن کیمپوں میں ان کو ٹھہرایا گیا وہاں سردی سے بچاؤ کا کوئی انتظام تھا اور نہ صحت کی سہولت موجود تھی۔ ان مظالم سے پردہ سٹالن کے مرنے کے بعد خروشیف نے اٹھایا۔ ۹ جنوری ۱۹۵۷ء کو سپریم کورٹ سویت یونین کے ایک نئے حکم سے ان جلا وطنوں کو وطن واپس آنے کی اجازت ملی۔

اصلاح معاشرہ کے لئے انبیاء کی ضرورت

انسان کی تخلیق میں دو چیزوں کی ترکیب پائی گئی تھی۔ ایک مادیت اور دوسری روحانیت۔ جب انسانی ہیولیٰ تیار ہو گیا تھا تو پھر اللہ نے اپنی روح سے اس احسن تخلیق کو تقویت بخشی اور یہی اس کی حیات کا باعث بنا دی گئی۔

اب اس کی تربیت کے لئے بھی اللہ نے انتظام فرمایا۔ جو حصہ مادیت پر مشتمل تھا اس کے لئے مادی خوراک جو کہ بالشل تھی تجویز کی گئی ور جو حصہ روحانیت پر مشتمل تھا اس کے لئے بھی غذا کی ضرورت تھی اور اصول بالشل کے مطابق روحانیت کے لئے غذا بھی روحانی ہونا چاہئے۔

چونکہ انسان کی روحانیت کا مبداء من جانب اللہ براہ راست تھا لہٰذا اس کے لئے موزوں تربیت کا ذریعہ بھی من جانب اللہ ہونا چاہئے کیونکہ اس مرکب انسان میں اندر سے جو صلاحیتیں نمودار ہوتی ہیں مثلاً" عقل' وجدان یا تمام انسانوں کے اجتماعی غورو فکر کے نتائج

Marfat.com
Marfat.com

اتنے صوابدیدی نہیں ہو سکتے جو کہ براہ راست اس روحانیت کی تربیت کا یقینی ذریعہ بن سکیں اس مقصد کے لئے تو ایسے اسباب ہوں جو کہ براہ راست اسی بنیادی مبداء کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں تو لا محالہ اس ضرورت کو پوری کرنے کے لئے ایک ایسی طاقتور شخصیت کی ضرورت ہے جس کی صلاحیتیں بدرجہ اتم اس کے اندر موجود ہوں جو کسی قسم کے شک و شبہ کا شکار نہ ہو ان کی شخصیت پر کسی جانب سے انگشت نمائی کامیاب نہ ہو سکتی ہو بلکہ وہ شخصیت حقیقت میں ہر قسم کی خطاء سے محفوظ بھی ہو یہ تمام صفات اور خوبیاں اگر ہو سکتی ہیں تو وہ انبیاء اور رسولوں کی شخصیات ہیں۔ انبیاء کرام کی صلاحیتیں ہی اس منصب کے لئے موزوں ہو سکتی ہیں۔

معاشرے کی اصلاح کا کام نہایت کٹھن کام ہوتا ہے اور جو کام بھی جتنا اہم ہو گا اس کی اصلاح کے لئے بھی نہایت اہم اور ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک انتظام کرنے کی ضرورت ہو گی چنانچہ اس اہم ضرورت کو پوری کرنے کے لئے انبیاء کرام کی ضرورت تھی اور پھر یہ نہایت اہم اور ذمہ دارانہ کام جس ذات سے لینا چاہئے اس کی شان کیسی ہو !ایک خوبی تو یہ ہونی چاہئے کہ جن لوگوں کی اصلاح کرانی مقصود ہو وہ شخصیت انہی میں سے ہو اگر اصلاح کا پروگرام فرشتوں میں کرانا ہو تو لازما" وہ شخصیت فرشتوں میں سے ہو گی اور اگر جنات کی ضروریات پوری کرنی ہوں تو پھر کسی جن کو یہ فرض سونپا جائے گا۔ چونکہ اصلاح نوع انسانیت کی مطلوب تھی اسی لئے کسی نہایت کامل اور مکمل انسان کو منتخب کرنا پڑا۔

دوسری خوبی یہ ہونی چاہئے کہ اس شخصیت نے اپنی یہ جداگانہ حیثیت کسی انسانی جدوجہد کے ذریعہ حاصل نہ کی ہو بلکہ براہ راست ذات باری تعالیٰ کی عنایت سے اس کی شخصیت میں ودیعت کی گئی ہو۔ تیسری خوبی یہ ہونی چاہئے کہ اصلاح کا پروگرام من جانب اللہ تجویز کیا گیا ہو۔ اس کی ذات کا یا اس کے خیال کا تو شائبہ تک اس میں نہ ہو۔ چوتھی صفت یہ ہو کہ

Marfat.com
Marfat.com

اس شخصیت کو اپنے نفس اور اخلاق پر پوری پوری گرفت ہو چونکہ ان کی ذات بھی نوع انسانی میں سے ہوتی ہے بشری غلطیوں اور اخلاقی کمزوری سے بچنے کی پوری استعداد ہو وہ کوئی ارادہ اور فعل اپنے ذاتی خیالات کے نتیجہ میں نہ کریں بلکہ صرف وحی من جانب اللہ کی طرف سے آنے کے مطابق اپنے آپ کو ہروقت تیار رکھیں۔ اسی کیفیت کو اصطلاحی معنوں میں عصمت انبیاء کی صفت قرار دیا جاتا ہے یہ صفت صرف انبیاء کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے۔ کیونکہ انبیاء کو احکام الہٰی کی کامل اطاعت کا اعلیٰ ترین نمونہ بنا کر بھیجا جاتا ہے ان احکام الہٰی میں کمی بیشی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی ان صفات کے حامل ہوتے ہوئے اس شخصیت کو لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو اس طرح پیش کرنا کہ میں بھی تمہاری ہی طرح انسان ہوں البتہ میرے اندر جو خوبیاں موجود ہیں یا جو کچھ میں بتاتا ہوں یہ میرا ذاتی کردار نہیں نہ میں نے کسی تعلیمی ادارہ سے یہ ہدایات حاصل کی ہیں جو کچھ بھی میرے پاس ہے وہ میرے خالق کا ہے وہی مجھے ہدایات دیتا ہے میں وہی کچھ آپ لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا ہوں میرے ذاتی خیالات یا سوچ ہوتی تو وہ تم لوگ بھی سوچ سکتے تھے تم بھی انسان صاحب فکر لوگ ہو مگر یہ استطاعت تم میں سے کسی میں موجود نہیں اگر ہے تو پیش کر دو عام انسانوں کی یہ بے بسی ہی اس بات کی دلیل ہے کہ جو کچھ انبیاء کرام پیش کرتے تھے وہ صرف احکامات الہٰی تھے۔ ان میں کسی انسان کی جدت طبع کا دخل نہیں ہوتا تھا اور نہ ہونا چاہئے جب انسانوں کی عقل، وجدان وغیرہ بعض اہم مسائل دنیاوی حل نہیں کر سکتے تو انسان کی زندگی کا دوسرا حصہ جس کو اخروی زندگی کہتے ہیں ان میں درپیش مسائل کا حل کیسے کریں چونکہ اس زندگی کے حالات کا براہ راست کسی انسان کو علم نہیں اس زندگی سے روشناس کرانے کے لئے بھی ہدایت اور راہنمائی کی ضرورت پوری کرانے کے لئے انبیاء کرام کے ذریعہ عرفان حاصل کرنے کے لئے نبیوں اور رسولوں کا آنا ضروری تھا اور جو کچھ بذریعہ وحی

Marfat.com
Marfat.com

انبیاء کرام اپنی اپنی امتوں کو معلومات مہیا کرتے ہیں ان پر بھی یقین کرنا ایمان کا حصہ ہے ۔

اس مادی دنیا میں جسم انسان کے مادی تقاضے تو پورے ہوتے رہتے ہیں مثلاً" روشنی' ہوا' پانی' دن' رات اور دکھ' سکھ ہر ایک عملی صورت میں دیکھے جاتے ہیں مگر اس کے بعض اخلاقی تقاضے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی نتائج سامنے نہیں آتے حالانکہ ان کے بھی اثرات ہوتے ہیں ان کا بھی رد عمل ہوتا ہے جو ہم نہیں دیکھ سکتے عقل کا تقاضا ہے کہ ان اخلاقی امور کے اثرات بھی دیکھنے چاہئے تو پھر اس مقصد کو پورا کرنے کی خاطر ہی دوسری زندگی جو کہ مرنے کے بعد ہی شروع ہو گی اس زندگی میں اس رد عمل کا اثر مرتب ہونا چاہئے۔ یہ ایک عقلی مسئلہ ہے اس کو سائنسی اصولوں کے ذریعے حل نہیں کیا جا سکتا اور پھر سائنسی اصول بھی دیرپا نہیں ہوتے وہ بھی حالت کے مطابق تبدیل ہوتے رہتے ہیں سائنسی علوم اس مسئلہ کو حل کرنے میں ناکام ہیں شائد آئندہ کسی دور میں کوئی ایسا کلیہ دریافت ہو جائے۔

سائنس نے یہ اصول تو تسلیم کر لیا کہ ہر موجود چیز کا عکس اس فضاء میں موجود ہوتا ہے اس حد تک کہ بولے ہوئے الفاظ بھی سائنسی اصولوں کے مطابق منعکس ہو کر سامنے لائے جا سکتے ہیں لاسلکی پیغامات فضاء میں ہر وقت موجود رہتے ہیں جب ضرورت ہوتی ہے تو کسی خاص آلات کے ذریعہ الفاظ کی صورت میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس دنیا میں بعض اعمال کا رد عمل ظاہر نہیں ہوتا مگر عکس تو ان کا موجود ہو جاتا ہے اس عکس کو دیکھنے کے لئے دوسری زندگی جو بعد از مرگ شروع ہوتی ہے کا ہونا فطرت کا تقاضا ہے۔ اسی زندگی کے متعلق معلومات انبیاء کرام کے ذریعہ ہم تک پہنچتے ہیں اور پھر ان کو اصلی شکل میں دیکھنا دوسری زندگی میں ممکن ہو گا اس قسم کی معلومات بذریعہ وحی انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام اپنی اپنی امتوں کو مہیا کرتے تھے امت اسلامیہ جو کہ آخری امت ہے اس تک دعوت توحید پہنچانے کا

Marfat.com
Marfat.com

فریضہ بھی حضور اکرم ﷺ جو کہ خاتم النبین کی حیثیت میں تشریف لائے۔ ان کے بعد نہ تو کوئی دوسری امت ہو گی اور اس کی ہدایت کے لئے نہ کسی نبی اور رسول کی آمد کی ضرورت ہے جیسے یہ آخری امت ہے اسی طرح اس کی راہنمائی اور روحانی ہدایات کے لئے حضرت محمد ﷺ آخری نبی اور رسول کی حیثیت سے بھیجے گئے تھے انہی کی وجہ سے دین الٰہی کی تکمیل ہو چکی۔ دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جب تک اس دنیا میں انسانوں کا وجود ہے اور رہے گا ان کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات مہیا کر دیا گیا ہے۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرما دیا تھا کہ میں تمہاری ہدایت کے لئے دو چیزیں چھوڑ کر اپنے رفیق اعلیٰ کی طرف جا رہا ہوں ایک قرآن جس کا ایک ایک لفظ اور حرکات و سکنات آج تک اسی حالت میں موجود ہیں۔ دوسری چیز میری حدیث جس کو امت کی راہنمائی کے لئے صحابہ کرام نے اپنی اصلی حالت میں محفوظ کر لیا تھا اور ان احادیث کی تصدیق بھی ہر ممکن طریقہ سے ہو چکی ہے اور موجود ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے دور کے فسادات کو ختم کرانے کے لئے جو پروگرام خالق کائنات کی طرف سے بذریعہ وحی بھیجا تھا اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے جتنی محنت اور جدوجہد ہو سکتی تھی ۔ صحابہ کرام نے وہ نہایت ثابت قدمی اور خلوص سے انجام تک پہنچانے کی کوشش کی۔

جو پروگرام اصلاح معاشرہ کے لئے بذریعہ وحی حضور اکرم ﷺ کو دیا گیا تھا اس کو صراط مستقیم کے نام سے قدرت نے موسوم کرایا اور اسی کی تعلیم اپنے انقلابی گروپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی ذہنوں میں بٹھانے کو کوشش کی۔ جب کسی انقلابی شخصیت کے ذہن میں ایک بات یقینی طور پر بیٹھ جاتی ہے تو وہ پھر سب سے پہلے اس انقلاب سے اپنے آپ کو مزین کرتا ہے یہ ایک ایسی صورت بن جاتی ہے کہ اس انقلابی عہد کے خلاف اس کا دل و دماغ کبھی

Marfat.com
Marfat.com

ساتھ دینے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ یہ ایک قسم کا اس کے معمولات زندگی کے لئے نگران بن جاتا ہے۔ اس کا چلنا، پھرنا، کھانا، پینا، جاگنا، سونا غرضیکہ زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا جو اس انقلابی عہد کے خلاف ہو یعنی سورۃ عصر کی پوری تشریح کا نقش بن کر زندگی گزارتا ہے اور یہی ایک ایسا عہد ہے جس سے ایک فسادزدہ معاشرہ پاک وصاف ہو کر امن کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ صراط مستقیم کی پوری تفصیل قرآن حکیم میں بیان کر دی گئی ہے مگر اس تمام پروگرام کو اجمالاً سورۃ فاتحہ میں درج کرا دیا گیا ہے، ایک انقلابی کے لئے چند آیات میں پورا قرآن جمع کر دیا گیا۔ اس سورۃ فاتحہ کی ہر آیت وسیع مفہوم کی حامل ہے، صرف اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی صراط مستقیم پر عمل درآمد کرتے ہوئے اسلام کو دوسرے مذاہب پر برتری حاصل ہوئی ہے۔

صراط مستقیم کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ میں کر دی ہے اس کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک انقلابی شخصیت کو فراموش شدہ راستہ صراط مستقیم پر صحراؤں میں پریشان اور گمراہ شدہ مخلوق خدا کو دوبارہ سامنے لانا اور اس کی نشاندہی کرانے میں یقیناً ناقابل تصور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسے بھوک، ننگ، قتل و غارت اور ٹھٹھے ہنسی مذاق اور بدنامی سے بھی واسطہ پڑے گا تو ان تمام مشکلات میں حفاظت کی گارنٹی کی ضرورت تھی کیونکہ یہ انقلابی شخصیت پہلے ہی شیطان کے شر سے ڈسا ہوا اور خوف زدہ ہے۔ کسی وقت بھی اس مشن میں ڈگمگا جانے کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اسی لئے اس مختصر سی سورۃ میں اس کی زندگی گزارنے اور انقلاب برپا کرنے کے تمام مشکلات سے بچنے اور سہارا بننے کا وعدہ اور طریقہ بتا دیا کہ بھروسہ اور اعتماد صرف اسی ذات پر کرنا جس نے تمہیں اس قابل بنایا کہ صراط مستقیم کی شاہراہ کی نشاندہی کر سکو اسی پر شکر ادا کرو۔

ایک خدا پرست انسان دن بھر کی جدوجہد سے فارغ ہو کر اپنے ذہن کو تازہ کر کے اپنی دن بھر کی پانچ نمازیں ادا کر کے آرام کرنا چاہتا ہے تو بطور اپنے احتساب کے وتر نماز میں دعائے قنوت پڑھ کر اپنے عہد کو تازہ کرتا ہے کہ میں شرک کے تمام امور اور افعال سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔

Marfat.com
Marfat.com

حصہ سوئم

صراط مستقیم کیا ہے

صراط مستقیم نبی آخر الزمان خاتم النبین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کی گئی آخری کتاب قرآن حکیم جو کہ آپؐ کی رسالت کا منشور بھی ہے اس سراج منیر کا خلاصہ ہے جس کا نام سورۃ فاتحہ یا ام الکتاب سے مشہور ہے۔ یہ ایک مجموعہ ہدایات بھی ہے ان لوگوں کے لئے جو تحریک اسلامی کی جدوجہد میں شامل ہو کر اپنی زندگی اور موت' نمازیں' قربانیاں صرف اللہ وحدہ لا شریک کے لئے وقف کرنے کا عہد کر جاتے ہیں۔

ان چند جملوں میں تحریک اسلامی کے پیروکاروں کے لئے خدا پرستی کا طریقہ اور صراط مستقیم پر چلنے کی تمنا اور خواہش کا اظہار کرنے کا سلیقہ بتایا جاتا ہے اسی لئے روزانہ پانچ وقت اس عہد کی تجدید کے لئے اس سورۃ کا پڑھنا لازمی قرار دیا گیا ہے انسانوں کی ہدایت کے لئے اس دنیا میں جب کبھی وحی الٰہی کا نزول ہوا ہے اس میں خدا پرستی کے سلسلہ میں کوئی نئی بات نہیں بتلائی گئی اور نہ کوئی نئی بات سکھائی جا سکتی ہے اس کا کام صرف یہ رہا ہے کہ انسان کے وجدانی عقائد کو علم اور اعتراف کی ٹھیک تعبیر بتا دے اور یہی اس سورۃ فاتحہ کی تعلیمات کی خصوصیت ہے اس سورۃ میں اجمالاً" پورے قرآن کی تعلیمات کو سمیٹا گیا ہے اس سورۃ کے مضامین نے نوع انسانی کے وجدانی تصورات کو ایک ایسی تعبیر سے سنوار دیا کہ ہر عقیدہ' ہر فکر' ہر جذبہ' اپنی حقیقی شکل و نوعیت میں نمودار ہو گیا اور چونکہ یہ تعبیر حقیقت حال کی سچی تعبیر ہے اس لئے کبھی ایک انسان صدق دل اور راست بازی کے ساتھ اس پر غور کرے گا تو بے اختیار پکار اٹھے گا کہ اس کا ہر بول اور ہر لفظ اس کے دل و دماغ کی

Marfat.com
Marfat.com

قدرتی آواز ہے۔

آپ اگر غور کریں تو اپنی نوعیت میں وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ ایک خدا پرست انسان کی سیدھی سادی ایک دعا ہے لیکن حقیقت میں اس مجموعہ الفاظ کا ہر لفظ اور ہر اسلوب بیان سے اللہ تعالٰی کے پسندیدہ دین کا کوئی نہ کوئی اہم مقصد واضح ہو جاتا ہے۔

اس مختصر سی سورۃ کے جامع اور مانع الفاظ کا موضوع وہی اسلام ہے جس کو اللہ تعالٰی نے ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے پسندیدہ دین قرار دیا تھا۔

دین کا تصور یا حدود اربعہ

دین ایک ایسا تصور ہے جس کا حدود اربعہ چار ضلعوں پر مشتمل ہے ان سے باہر جو کچھ بھی ہو وہ دین نہیں ہو سکتا۔ پہلا ضلع جس میں خدا کی ذات اور صفات کا ٹھیک ٹھیک تصور پیش کیا گیا۔ دوسرا ضلع یہ سمجھیں کہ قانون مجازات کا اعتقاد یعنی جس طرح اس دنیا میں ہر چیز کا ایک اثر اور قدرتی خاصیت ہوتی ہے۔ مثلاً آگ کی خاصیت حرارت اور جلانا' پانی کا اثر رطوبت اور ٹھنڈک اسی طرح اعمال انسانی کا بھی اپنا اپنا اثر اور خاصیت ہوتی ہے اچھے اور نیک عمل کا اثر بھی اچھا ہو گا اور برے عمل کی خاصیت بھی بری اور غیر پسندیدہ ہوتی ہے۔

دین کا تیسرا ضلع جو سمجھ میں آ سکتا ہے وہ تصور آخرت یعنی اخروی زندگی کا عقیدہ اور یقین کرنا کہ اس دنیا کے اعمال زندگی کا معاملہ (یوم الدین) روز آخرت میں طے کیا جائے گا۔ چوتھا ضلع دین کا یہ سمجھیں کہ نجات کے لئے صراط مستقیم پر چلنے کی دعا اور تمنا و خواہش ہے۔ صراط مستقیم پر چلنے والوں کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے کہ وہ لوگ جن پر انعامات کا نزول ہوا ہے اب اگر تفصیلاً" اور توجہ سے قرآن کا مطالعہ کیا جائے تو ان چاروں موضوعات کو تفصیلاً" زیر بحث پائیں گے۔

Marfat.com
Marfat.com

سورۃ فاتحہ قرآن کا دیباچہ سمجھا جا سکتا ہے جس طرح کسی کتاب کے مضمون کی نشاندہی اجمالاً دیباچہ میں کر دی جاتی ہے اسی طرح اس سورۃ میں بھی اجمالاً پورا قرآن موجود ہے سورۃ فاتحہ میں ان چاروں موضوعات کو دعائیہ پیرائیہ میں بیان کیا گیا اور نماز چونکہ دعا ہی ہوتی ہے اس لئے اس کی تلاوت نماز کی ہر رکعت میں لازمی طور پر کی جاتی ہے اس سورۃ کی چند آیات میں پورا قرآن اجمالاً ایک خدا پرست انسان کے ذہن میں بار بار تازہ ہو جائے نماز کو اسی لئے معراج مومن کہا جاتا ہے کہ اس میں نمازی براہ راست اپنی دعا اپنے خالق کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

دعوت توحید کا ارتقائی دور

کئی ہزار سال پہلے کی بات ہے کہ دجلہ و فرات کی وادی میں تمدن انسانی اپنے انتہائے عروج پر تھا اس ترقی یافتہ تمدن کا انسانی معاشرہ صابی عقیدہ کو اپنائے ہوئے تھا۔ یہ لوگ مظاہر قدرت الٰہی کی پرستش کرتے تھے ان کے خیال میں چاند' ستارے اور سورج خدا کی ذات کے مظہر ہیں انہیں مظاہر قدرت کے بت اور یادگاریں بنا کر اپنے گھروں اور عبادت گاہوں میں سجا کر رکھتے تھے اور انہی کی عبادت میں اپنی نجات سمجھتے تھے۔ اس معاشرہ میں باقاعدگی اور پابندی سے جو لوگ اس عبادت کا اہتمام کرتے تھے ان کا ایک الگ گروہ بھی بن چکا تھا جن کو پجاریوں کا گروہ یا خاندان کہا جا سکتا ہے۔ اس وقت کے سیاستدانوں یا حکمرانوں نے اپنے ذاتی اقتدار کو دوام بخشنے کی خاطر ان پجاریوں کی سرپرستی کرنا شروع کر دی۔ چونکہ صاحب اقتدار لوگ چند ہی ہوا کرتے تھے اور وہ ان کی پرورش اور حفاظت کے انتظامات کرتے تھے اس کے نتیجہ میں ان پجاریوں نے اپنے اپنے مربی کا بت بھی بنا کر گھروں اور عبادت گاہوں میں رکھ دیئے اور انہیں بھی اپنا معبود سمجھنا شروع کر دیا اور حکمرانوں نے اپنے اقتدار کے لئے ان پجاریوں کو اپنا دست و بازو کی حیثیت دے دی حکمران ان کی پرورش کرتے اور یہ

Marfat.com
Marfat.com

حکمرانوں کے اقتدار کو دوام بخشنے کی خاطر پوجتے تھے۔ جس طرح زمانہ کی تاریخ کے ہر دور میں لین دین کے نام سے ایک دوسرے کا استحصال ہوتا رہتا ہے اسی طرح صابی دور میں بھی ہوا اس دور کے پجاریوں نے بھی مذہب کے نام پر عوام کی ذہنی' اخلاقی اور معاشی لوٹ کھسوٹ شروع کر دی۔

انسانی تمدن کا ارتقاء

ہر تمدن ایک خاص فکر کا مادی نتیجہ ہوتا ہے۔ جب دن رات کا الٹ پھیر اس تمدن میں فتور پیدا کر دیتا ہے اور اس کے سماج کے خود ساختہ قواعد و ضوابط انسانوں کی فطرتی صلاحیتوں کو ابھرنے نہیں دیتے تو طبیعت نئے فکر' نئے تمدن اور نئے قوانین کا تقاضا کرتی ہے۔ تو پھر ان لوگوں میں سے ہی کوئی فرد یا جماعت اٹھتی ہے تو پہلے کے تمدن اور نظام معاشرت کو جو فرسودہ اور بے کار ہو چکا ہوتا ہے حالات کے مطابق ساز گار نہ ہونے کی وجہ سے غلط اور ناکارہ قرار دیا جاتا ہے۔ یہ نئی جماعت یا افراد نئے افکار اور نئے اصولوں پر نئے زندگی اور تمدن کی طرح ڈالتی ہے یہ نیا فکر پہلے نظام فکر سے اصولاً" مختلف نہیں ہوتا بنیادیں وہی ہوتی ہیں۔ بلکہ نیا فکر اسی سابقہ بنیادوں پر ترقی یافتہ شکل اور صورت میں نمودار ہوتا ہے کیونکہ پہلا فکر اپنے مقام پر درست اور مناسب تھا مگر حکمرانوں اور برسراقتدار طبقہ نے اپنی ذاتی مفاد اور اغراض کی خاطر اس کی اصلی شکل ہی بگاڑ دی جس کی وجہ سے ایک منزل پر جا کر وہ زمانے اور ماحول کی ضرورتوں کے مقابل ناکافی ثابت ہوا تو مصلحت کا تقاضا تھا کہ پہلے فکر سے وسیع تر اور بلند تر کوئی فکر وجود میں آئے جو موجودہ معاشرے کی ضروریات کا ساتھ دینے کی صلاحیت رکھے اور ظاہر ہے تمدن کی جو نئی عمارت اس نئے فکر کی بنیادوں پر بنے گی وہ پہلے سے اعلیٰ اور ارفع ہی ہونا چاہئے۔ اس صابی تمدن کے خلاف جس کا مظہر اس وقت نمرود نامی حکمران تھا اور اس کے پجاری خاندان میں سے ایک فرد (ابراہیم علیہ السلام) نے

Marfat.com
Marfat.com

نئے فکر کو استوار کرنے کے لئے موجودہ تمدن اور ملاوٹ شدہ فکر کے خلاف آواز اٹھائی۔ اسے بھی حسن اتفاق ہی سمجھنا چاہیے کہ اس نئے مفکر اور داعی نے اپنی قوم کو بتایا کہ یہ چاند' سورج' اور ستارے جن کو تم خدا سمجھ کر پوجتے ہو یہ تو خود فنا پذیر ہیں یہ نکلتے ہیں اور ڈوب جاتے ہیں خدا تو ان سب کا خالق ہے اگر تم نے پوجنا ہے تو اس کو پوجو۔ اس نئے مفکر اور توحید کی دعوت دینے کی ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت تھی۔ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی اس دعوت کا عملاً" یہ نتیجہ نکلتا تھا کہ جب یہ چاند' سورج اور ستارے خدا نہیں بن سکتے تو ان کے بت بنا کر ان کو پوجنا کہاں کی عقلمندی اور صحیح سوچ ہو سکتی ہے اس فنا ہونے والی مخلوق کو پوجنا غلط ہے اسی طرح جب بتوں کو پوجنا غلط ہے تو پجاری اور ان کا اقتدار اور تقدس بھی لغو اور بے ہودہ ہے اور ان کے بل بوتے پر حکمرانی کرنے والا حکمران (بادشاہ) جو خدائی کر رہا ہے وہ کیسے درست اور جائز ہو سکتا ہے۔ صابی فکر کے مظہر اس وقت کے پجاری بت اور نمرود بادشاہ ہی تھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے جو نیا فکر قوم کے سامنے پیش کیا وہ ان سب کو حرف غلط کی طرح مٹانا چاہتا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کا معبود ان مظاہر سے ماورا تھا اس لئے اس کا کوئی بت بھی نہیں بن سکتا تھا جس کو یہ سابقہ عادت کے مطابق بنوا کر پوجتے۔ الغرض انسانیت کی تاریخ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک نئے دور کے مفکر اور بانی تھے یعنی سابقہ انبیاء کے تصور وحدانیت کو از سر نو سابقہ ملاوٹوں اور مشرکانہ آمیزشوں سے پاک کر کے خدا پرستی کا اصلی تصور پیش کر دیا۔

اسی اصلی تصور خدا پرستی کو بعد میں آنے والے انبیاء اور رسولوں نے انسانوں کی بھلائی کے لئے اپنے اپنے دور میں پھیلایا۔ مگر سابقہ زمانوں کی طرح ہر نبی اور رسول کی اس دعوت خدا پرستی میں ان کے جاہل پیروکار حالات کے مطابق مشرکانہ خیالات کی آمیزش بھی کرتے آئے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے جس خدا پرستی کی دعوت دی تھی وہی صراط مستقیم ہے

Marfat.com
Marfat.com

اسی دور کو تاریخ دور حنفیت کا نام دیتی ہے۔

ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد کے زمانہ میں جو ملاوٹ اس تصور خدا پرستی میں کی گئی تھی اس کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے دیس نکالا دیا ابراہیمی تصور خدا پرستی کو اجاگر کرنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی مشکلات کا مقابلہ جواں مردی اور ثابت قدمی سے کیا۔ملک بدری سے بھی دوچار ہوئے قوم یہود جو کہ اکثر مشرکانہ عقیدت میں مبتلا تھی اور وقت کے حکمران جو کہ اپنے اقتدار کو انہی ساحروں کے خاندانوں کے ذریعہ مضبوط کرتے رہے کی مخالفت سے دوچار بھی ہوئے مگر توحید پرستی کا مشن جاری رکھا۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد دین ابراہیمی کی شمع کو روشن رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ االسلام کے ذریعہ یہودیوں کی سرکشی کو ختم کرنے کے لئے انتظام فرمایا اسی طرح وقتاً" فوقتاً" ہر نئے تمدن کی ملاوٹ جو نظریہ خدا پرستی میں ہوتی رہی اس کے خاتمہ کے لئے انبیاء کرام اپنی کوششیں جاری رکھے ہوئے تھے اسی خدا پرستی کے نظریہ کو صراط مستقیم کے نام سے جاری رکھا

صراط مستقیم دراصل دین ابراہیمی کے فکر اور تصور کی ایک شاہراہ ہے جو بھی اس کے حدود سے نکلے گا وہ گمراہ اور خدا کے غضب کی گرفت میں آئے گا اور جو اس شاہراہ عظیم پر چلتا رہے گا وہی اللہ تعالیٰ کے انعامات کا مستحق ٹھہرے گا اسی تصور کو غیر المغضوب اور ولاالضالین کی مثالوں سے واضح کیا گیا ان دونوں قوموں یعنی یہود اور نصاریٰ کی صفات بیان کرکے آئندہ آنے والی نسلوں کو بتا دیا گیا کہ یہ صفات اگر تم میں موجود ہوں تو پھر تم بھی مغضوب اور ضال ہو گے

Marfat.com
Marfat.com

دعوت توحید کا ایک ہی ہونا کیوں ضروری ہے

انسان پر اس کرہ ارض پر بستے ہوئی کئی صدیاں گذر چکیں اور انسانی تمدن کو کتنے مراحل سے گذرنا پڑا اس طویل مدت میں ہر دور کے حکماء اور فلسفیوں نے اپنے اپنے ماحول کے مطابق نئے تمدن کا نظریہ پیش کیا۔ نئے نئے علوم وجود میں آئے اخلاق و عادات کے نئے نئے معیار بنے انسانوں کی بھلائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی بعثت فرمائی الغرض اب تک اتنے تمدنی، اخلاقی، فلسفے اور دینی نظریئے معرض میں آچکے ہیں کہ ان کا شمار کرنا بھی مشکل ہے۔

مگر باوجود اتنی تبدیلیوں اور تغیر و تنزل کے تمام وقتی، مکانی، عارضی، ظاہری اختلاف کے انسانیت کے اصل میں کوئی تبدیل نہیں ہوئی۔ انسانوں کی جسامت اور پیدائش سب کی ایک طرح کی ہے انسان خواہ کوئی آج سے دس ہزار سال پہلے کا ہو غیر ترقی یافتہ ہو یا آج کے دور کا ترقی یافتہ یورپین انسان سب میں انسانیت کا ایک جامع نقطہ مشترک ہے ان میں بنیادی تخلیقی طور پر کوئی فرق نہیں۔ تمام انسانوں کا پیدائش اور مرنے کا ایک ہی طریقہ بنا ہوا ہے جب تمام انسانیت بنیادی طور پر ایک ہی نوعیت اور جنس کی ہے تو پھر اسی طرح فطرت کا تقاضا ہے کہ سب انسانوں میں ایک فکر اور نظریہ پر اتفاق ہو تاکہ انسان کی اصلیت کا سرچشمہ حیات سے تعلق نہ ٹوٹے اس کا ذہن ساری انسانیت اور اس کی تمام فکری جدوجہد کی فطرتی متاع کو اپنے اندر سما سکے اس کی یہی ذہنی یگانگت اس کے تمدن کی بنیاد ہو اسی کے ذریعہ صراط مستقیم کی دعوت توحید شروع ہوئی۔ ہزاروں مخالفتوں کے باوجود اس تحریک اسلامی نے ایک وقت میں تاریخ انسانی کی یہ خدمت بڑی خوبی سے سرانجام دی تھی۔ اسی اسلامی تربیت نے عرب قوم میں جو کہ بالکل ان پڑھ اور جاہلیت اور مشرکانہ کردار میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھی ایسی صلاحیت پیدا کی جس کے نتیجہ میں دوسری اقوام کے علوم اور فنون کو سر آنکھوں پر لگایا۔ ان کا اپنا کوئی نظام نہ تھا انہوں نے سب تمدنوں کو کھنگالا اور جہاں سے اچھی چیز ملی

Marfat.com
Marfat.com

اسے بغیر کسی تعصب کے اپنایا۔ ان کے اسی ذہنی انقلاب کی وجہ سے دنیا میں ایک عالم گیر انقلاب کی بنیاد بن گئی۔ عربوں کے اس انقلابی عمل کی وجہ اسلام کے اس تاریخی کارنامہ کی روح اس کی عالمگیریت اور جامعیت تھی۔

مسلمانوں نے سب مذہبوں کو اصلاً ان کی بنیادی تعلیم توحید کی وجہ سے ایک ہی سمجھا ان مذاہب کی مذہبی کتابوں کو بھی حقیقت پر مبنی سمجھا اور ان کی تصدیق کی۔ مسلمانوں کے مورخوں نے اگر کوئی تاریخ لکھی تو انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمدن میں نئے ارتقائی تحریک میں سابقہ انبیاء اور رسولوں پر خدا کی طرف سے نازل کی گئی کتابوں کی تصدیق اور تسلیم کرنا اپنے بنیادی عقیدہ کا حصہ تک بنا دیا۔

عربوں میں اتنا وسعت ظرف اور صلاحیت تب ظاہر ہوئی جب انہوں نے اپنے شعور سے کام لیتے ہوئے صراط مستقیم کی انقلابی شخصیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش کردہ بنیادی تعلیمات کو صدق دل سے زندگی کا منشور بنانے پر آمادگی ظاہر کی۔ ان انقلابی شخصیت کو جو منشور دیا گیا تھا وہ قرآن کی صورت میں نازل کیا گیا اس میں صراط مستقیم پر چلنے کی واضح ہدایت صرف دو الفاظ میں وامر بالمعروف و انہ عن المنکر (۱۴-۱۷) کے ایسے جامع و مانع اصول پیش کئے گئے جن کا آج تک کوئی تمدن اور تہذیب انکار نہیں کر سکی۔

تمام انسانوں کے مشترک اقدار

قرآنی اصطلاح میں معروف اور منکر دو اصطلاحوں کے ذریعہ صراط مستقیم کی نشاندہی کی گئی ہے نیکی کے لئے معروف اور برائی کے لئے منکر کے الفاظ استعمال کئے گئے معروف کا لفظ عرف سے مشتق اور بنا ہوا ہے جس کے معنی پہچاننے کے ہیں پس معروف وہ بات ٹھہری جو جانی پہچانی بات ہو اور منکر کے معنی انکار کے ہیں یعنی ایسی بات جس سے عام طور پر انکار کیا

Marfat.com
Marfat.com

گیا ہو۔

قرآن حکیم نے صراط مستقیم کے لئے معروف اور منکر کے دو الفاظ استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ دنیا میں انسانوں کے عقائد و افکار کا کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو لیکن پھر بھی کچھ باتیں ایسی موجود ہیں جن کے اچھے ہونے اور برے ہونے پر سب کا اتفاق ہے مثلاً" اس بات میں دنیا کی سب قومیں متفق ہیں کہ سچ بولنا اچھا ہے جھوٹ بولنا برا ہے۔ سب اقوام عالم کا اتفاق ہے کہ دیانتداری اچھی خصلت ہے اور بد دیانتی بری عادت ہے اس سے کسی فرد بشر کو اختلاف نہیں کہ ماں باپ کی خدمت' ہمسایہ سے حسن سلوک' مسکینوں کی خبر گیری 'مظلوموں کی داد رسی تمام انسانوں کے اچھے اور معروف اعمال ہیں۔

ظلم 'بد سلوکی' بد دیانتی 'خیانت' چوری' بد زبانی وغیرہ برے اور منکر اعمال سمجھے جاتے ہیں پس معلوم ہوا کہ اچھائی عام طور پر جانی پہچانی اور بوجھی ہوئی خصلت ہے جس کے خلاف کرنا عام طور پر قابل انکار اور اعتراض سمجھا جاتا ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب 'تمام اخلاق 'تمام حکمتیں اور تمام جماعتیں دوسری باتوں میں کتنا بھی اختلاف رکھتی ہوں لیکن جہاں ان اعمال کا تعلق ہے سب ان میں ہم آہنگ وہم رائے ہیں قران کی تعلیمات کے مطابق یہ اعمال جن کی اچھائی عام طور پر نوع انسانی کی جانی پہچانی اور بوجھی ہوئے ہے یہ دین الٰہی کے مطلوبہ اعمال ہی ہیں اور وہ اعمال اور کردار جن سے عام طور پر انکار کیا گیا ہے اور جن کی برائی پر تمام مذاہب متفق ہیں وہ دین الٰہی کے ممنوعہ اعمال میں شمار کئے جاتے ہیں یہ بات چونکہ دین الٰہی کی اصل حقیقت تھی اس لئے اس میں کسی کو اختلاف نہ ہو سکا۔ ان اعمال کی اچھائی اور برائی پر نوع انسانی کے تمام عہدوں میں سب مذاہب میں اور تمام اقوام عالم کا ہمہ گیر اتفاق ہونا ہی ان کی فطری اصلیت یعنی معروف اور

Marfat.com
Marfat.com

منکر ہونا خود ایک بہت بڑے شاہد اور دلیل کا ہونا بن جاتا ہے اس کا انکار تو کوئی بھی نہیں کرتا۔اسی ذہنی اتحاد فکر جس کے نتیجہ میں تمام انسان اپنی تخلیق اور نوعیت کی صورت میں ایک ہی ہونے کی طرح ایک تمدن میں بھی مشترک ہو جائیں حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر خاتم النبین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک تمام رسولوں اور نبیوں نے اپنے دور کے انسانوں کو ایک ہی فکر پر متحد کرنے کے دعوت دی اور صراط مستقیم پر چلنے کا پیغام دیا بلکہ اس پیغام اتحاد کو اپنے اپنے دور میں تمام مصلحین اور قوم کا درد رکھنے والے راہنماؤں نے عوام تک پہنچایا مثلاً" حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی دعوت توحید سے چار سو سال قبل ایک قومی راہنما دارا یوش اول نے جو فرامین کندہ کرائے تھے ان میں سے بے ستون کتبہ آج تک تاریخ میں موجود ہے ان فرامین کا خاتمہ ان جملوں پر ہوتا ہے

"اے انسان۔ اہورا مزد (یعنی خدا) تیرے لیے یہ حکم دیتا ہے کہ برائی کا دھیان نہ کر۔ سیدھا راستہ نہ چھوڑ' گناہ سے بچتا رہ" اور یہی پیغام تمام انبیاء کرام انسانوں کی بھلائی اور ایک تمدن پر متحد کرنے کے لیے دیتے آئے۔

دعوت توحید کا آخری دور

دین ابراہیمی کی تجدید کا آخری دور آج سے تقریباً" ڈیڑھ ہزار سال پہلے عرب کی سرزمین پر اولاد آدم کو نظریاتی لحاظ سے متحد کرنے کے لئے انسان کامل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی صورت میں نازل فرمایا اسی نظریہ حیات کو پیش کرنے کے لئے آپ ﷺ نے انقلاب برپا کیا

Marfat.com
Marfat.com

مشرکین مکہ کی مخالفت

قائد انقلاب صراط مستقیم کی ذاتی خوبیوں اور ان کے کردار اور اخلاق کے اہل مکہ ہمیشہ اقرار اور تصدیق کرتے رہے مگر جب آپؐ نے ان اکابرین قوم کے سامنے دعوت توحید کی پیشکش کی تو وہی قوم مخالفت میں سرگرم ہو گئی جنھوں نے کبھی کسی موقعہ پر آپؐ کے خیالات کی تردید نہیں کی تھی۔ اصل وجہ اس اختلاف کی اگر غور کیا جائے تو یہی تھی کہ آپؐ پر جو کتاب ہدایت (قرآن) نازل کی گئی تھی اس کی تعلیمات کی براہ راست ان کی خود ساختہ اور ملاوٹ شدہ عقیدہ شرک پر زد پڑتی تھی۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ قرآنی تعلیمات مذہبی گروہ بندیوں کی مخالفت کرتے ہوئی دین کی وحدت یعنی دین کے ایک ہونے کی دعوت دیتی ہیں اور یہ ایک ایسی کیفیت تھی جس سے اس وقت کے پیروکاران مذہب (یہود اور نصاریٰ) کے خود ساختہ اقتدار کو خطرہ محسوس ہوتا تھا اگر یہ لوگ وحدت دین کے عقیدہ کو تسلیم کر لیتے تو پھر ان کو لازماً" یہ بات بھی تسلیم کرنی پڑتی تھی کہ دین کی سچائی کسی ایک مذہب خواہ وہ یہودی ہو یا عیسوی یعنی نصاریٰ کا مسلک کسی ایک ہی گروہ کے حصہ میں نہیں آئی بلکہ سب کو یکساں طور پر بنیاد کے لحاظ سے ملی ہوئی ہے اور یہی ان پر شاق گذرتا تھا کہ سب کو سچا مانا جائے کیونکہ ان کا دعویٰ یہی تھا کہ سچا صرف ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے باقی دوسرے سب مذاہب غلط اور باطل ہیں اور یہی عقیدہ آج بھی مسلمانوں کے فرقوں میں بٹ جانے کا سبب بنا ہوا ہے۔ دوسری بات جس وجہ سے اہل مکہ آپؐ کے مخالف ہوئے وہ یہ تھی کہ قرآنی تعلیمات کا تقاضا تھا کہ نجات اور سعادت کا دارومدار اعتقاد اور عمل پر ہے کسی نسل پرستی، قوم، گروہ بندی اور صرف ظاہری رسم و رواج پر نہیں اعمال کا عقیدہ کے مطابق ہونے پر نجات اور سعادت حاصل ہوتی ہے۔ اگر یہ لوگ قرآن کی اس دعوت کو قبول کر لیتے تو پھر نجات کا دروازہ بلا امتیاز تمام نوع انسانی پر کھل جاتا اور کسی ایک مذہبی ٹھیکیداری پر دارومدار

Marfat.com
Marfat.com

نہ رہتا لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ نجات صرف ہمارے مسلک کے ذریعہ ملے گی دوسرے تمام مسلک غلط ہیں

تیسری وجہ اختلاف کی یہ بات تھی کہ قرآنی دعوت کا اصول یہ تھا کہ اصل دین پرستی اور توحید پرستی یہی ہے کہ ایک خدا کی براہ راست پرستش کی جائے اسی سے مشکلات میں مدد طلب کی جائے اور اہل مکہ اس وقت کے مذاہب کے دعویدار اگرچہ خدا کو مانتے تھے مگر عملاً" کسی نہ کسی شکل میں شرک اور بت پرستی کے طریقے اپنائے ہوئے تھے اگر وہ قرآنی دعوت توحید کو قبول کر لیتے تو پھر ان کے مذہبی لیڈروں کا خود ساختہ عقیدہ جو شرک اور کفر سے بھرا ہوا تھا کی بنیاد ہی ختم ہوجاتی۔ ان تین اصولوں کی جن کو قرآنی تعلیمات کے ذریعہ آپ ؐ نے پیش کیا تھا اہل مکہ مخالفت کرتے تھے ان اصولوں کو اہل مکہ اگر تسلیم کر لیتے تو پھر ان کی خود ساختہ دین پسندی اور مذہبیت کے تاروپود بکھر جاتے انہی باطل اور خود ساختہ عقائد کی وجہ سے بھی نوع انسانی کی باہمی یگانگت اور اتحاد کے جتنے رشتے بھی ہو سکتے تھے سب ان انسانوں کے ہاتھوں ٹوٹ چکے دراصل سب کی نسل ایک تھی مگر ہزاروں نسلوں میں بٹ گئی' سب کی قومیت ایک تھی مگر بے شمار قومیتیں بن گئیں سب کی وطنیت ایک تھی لیکن سینکڑوں وطن بن گئے سب انسانوں کا درجہ ایک ہی تھا لیکن امیر' فقیر' شریف' رذیل' ادنیٰ اور اعلیٰ کے خود ساختہ بہت سے درجے بن گئے۔ ایسے حالات میں کونسا رشتہ ہے جو تمام فرقوں پر غالب آجائے اور پھر تمام انسان ایک ہی صف میں کھڑے ہوں' ایک ہی راہنما کے عقیدہ کے پیروکار ہوں اس اتحاد کی دعوت قرآن جو کہ حضور اکرم ﷺ کا منشور بھی ہے اور اخلاق بھی ہے دیتا ہے قرآن کا فیصلہ ہے کہ ان تمام اختلافات کو ختم کرنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ صرف خدا پرستی کا رشتہ اپنا لو' اس کے عبادات میں کسی کو شریک نہ ٹھراؤ' تاکہ انسانیت کا بچھڑا ہوا گھرانا پھر سے آباد ہو جائے یہ اعتقاد کہ ہم سب کا پروردگار ایک ہی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

اور ہم سب کے سر صرف اسی ایک کے چوکھٹ پر جھکے ہوں تو پھر ہی انسانیت کا رشتہ بحال ہو سکتا ہے در حقیقت خدا کے، رسولوں کی دعوت یہی رہی ہے اور یہی خدا کے عالمگیر دین کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے صراط مستقیم پر چلنا ہے۔

صراط مستقیم اسی کو کہتے ہیں کہ کسی خاص مقام تک پہنچنے کے لئے کونسا راستہ سیدھا اور بغیر کسی کجی کے جاتا ہے وہ تو صرف ایک ہی ہو گا اور اسی راستہ پر چل کر مسافر منزل مقصود تک بحفاظت پہنچ سکے گا۔ قرآن یہی کہتا ہے کہ دین کی سیدھی راہ ایک ہی ہے، بہت سی نہیں ہو سکتیں اور یہ راستہ اول دن سے ہی موجود ہے ہر عہد، ہر قوم، ہر ملک اسی پر چل کر منزل مقصود تک پہنچا مگر بعد کے آنے والوں نے اپنے ذاتی مفاد کی خاطر اس سیدھے راستہ کو چھوڑ کر بہت سی ٹیڑھی ترچھی راہیں نکال لیں اور ایک راہ پر متفق رہنے کی جگہ الگ الگ ٹولیاں اپنے ذاتی مفاد کی خاطر بنا کر فرقوں اور قومیتوں میں بٹ گئے۔

ایک حدیث کے مطابق صراط مستقیم کی مثال اور وضاحت حضور اکرم ﷺ نے اس طرح بیان فرمائی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے اپنی انگلی سے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا یوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ٹھہرایا ہو راستہ ہے بالکل سیدھا۔ اس کے بعد اس لکیر کے دونوں طرف بہت سی ترچھی لکیریں کھینچ دیں اور فرمایا یہ طرح طرح کے راستے ہیں جو بنائے گئے ہیں اور ان میں کوئی راستہ ایسا نہیں جس کی طرف بلانے کے لئے ایک شیطان موجود نہ ہو اور پھر آپؐ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی **وان ھذا صراطی مستقیما** اس مثال سے ظاہر ہو گیا کہ سیدھا راستہ صرف ایک ہی ہو گا ادھر ادھر کے ٹیڑھے راستے خود ساختہ اور منزل مقصود سے دور لے جانے والے ہونگے۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار کوئی ذی فہم نہیں کر سکتا۔ خدا کا دین اگر انسان کی

Marfat.com
Marfat.com

ہدایت اور بہتری کے لئے ہے تو ضروری ہے کہ خدا کے تمام قوانین کی طرح یہ بھی صاف اور واضح ہو اس میں کوئی خفیہ اور راز کی بات نہ ہو' کوئی پیچیدگی نہ ہو' ناقابل حل معمہ نہ ہو اعتقاد میں سہل اور عمل میں آسان ہو' ہر عقل اسے بوجھ لے' ہر طبیعت اس پر مطمئن ہو' جیسے اللہ تعالیٰ کی دوسری نعمتیں 'ہوا' پانی' روشنی' نباتات' جمادات' حیوانات' دن' رات' موسم وغیرہ دوسری ہزاروں اشیا جو کہ انسان کی افادیت کے لئے ہونے سے کوئی بھی انکار نہیں کرتا اسی طرح صراط مستقیم جو کہ صرف اور صرف انسان کی بہتری اور بقاء کے لئے ہے اس پر چلنا بھی آسان ہو اس سے استفادہ لینے پر بھی کوئی قدغن نہ ہو۔ قرآن اسی صراط مستقیم کو دین حقیقی قرار دیتا ہے اور اس کی وضاحت بھی صرف دو لفظوں میں کر دی یعنی ایمان (عقیدہ) عمل صالح (شریعت)۔ اس عقیدہ میں عقل سلیم کے لئے کوئی دشواری نہیں اس کے عمل صالح میں کوئی سختی نہیں' کوئی زبردستی نہیں ہر طرح کے پیچ و خم سے صاف راستہ ہے اور ساتھ ہی صراط مستقیم پر چلنے والوں کی نشاندہی بھی کر دی گئی کہ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے اور انعام یافتہ جماعت انبیاء کرام' صدیقین' شہدا اور عمل صالح کرنے والے گروہوں کو قرار دیا ہے اور پھر صرف مثبت پہلو ہی پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ ساتھ ہی ان لوگوں کی بھی نشاندہی کر دی ہے جن لوگوں نے صراط مستقیم کو چھوڑ کر دوسرے ٹیڑھے اور ترچھے راستوں کو اختیار کیا یعنی اس صراط مستقیم کے اعمال صالح میں اپنے ذاتی مفاد میں دوسرے خود ساختہ اعمال اور طریقوں کی ملاوٹ کر دی ہو ان لوگوں کو مغضوب اور ضالین کے دو گروہوں میں بیان کر دیا ہے جیسے کہ سورۃ فاتحہ کے آخری الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے

ان دونوں گروہوں اور فرقوں کی بطور تمثیل ترمذی کی ایک مشہور حدیث سے وضاحت کی گئی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مغضوب گروہ یہودی ہے اور ضالین نصاریٰ

Marfat.com
Marfat.com

اس مثال بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ مغضوبیت جو کہ سزا کی ایک صفت ہے جو یہودیوں میں پائی جاتی ہے اور گمراہی (ضال) بھی ایک برائی کہ صفت ہے جو کہ نصاریٰ میں سرایت کرگئی ہے۔ اب یہ ایسی برائیاں ہیں جو کہیں بھی اور کسی قوم میں موجود ہوں تو وہ بھی مغضوب اور ضالین کے گروہوں میں شمار ہوں گی کیونکہ برائی (منکر) ہر جگہ برائی ہی ہے کسی صورت میں بھی ہو برائی ہو گی جیسے کہ زہر ہر حالت میں زہر ہی رہتا ہے۔ اس کو کوئی بھی استعمال کرے وہ اپنا اثر دکھائے گا۔ یہی حالت معروف اور منکر کی رہتی ہے کہ اپنا اپنا اثر ظاہر کرتے ہیں۔ قصہ مختصر یہ کہ سورہ فاتحہ جو کہ قرآن کریم کا خلاصہ ہے اس میں مخلوق کے لئے کچھ قواعد و ضوابط مقرر کردیئے گئے ہیں اور ان کی وضاحت کے لئے حق تعالیٰ نے مخلوقات میں سے انسانوں کے اعمال کی نشاندہی کردی گئی۔ یہ اعمال کچھ سلبی ہیں اور کچھ مثبت حیثیت کے ہیں۔ پہلے ان انسانوں کے معمولات کا ذکر کیا گیا جو اللہ تعالیٰ کے فرستادہ رسولوں اور نبیوں کے بنائے ہوئے عملیات پر گامزن تھے۔ انہی انسانوں کو بطور تمثیل پیش کر دیا گیا کہ دیکھو یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے نافرمانیوں سے بچ کر زندگی گزاری تھی وہ کوئی فرشتوں میں سے نہیں تھے بلکہ انسانوں کی نسل سے تھے۔ اسی فرماں برداری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے حق دار ٹھہرے اور دوسرا گروہ جنہوں نے اپنے خواہشات نفسانی کا راستہ اپنایا تھا۔ یہ لوگ سلبی صفات کے حامل تھے۔ یہ گروہ نافرمانیوں کا شکار ہوا جس کے نتیجہ میں گمراہ رہے۔ یہ بھی انسان ہی تھے مگر خواہشات نفس کا راستہ اپنایا۔

Marfat.com
Marfat.com

حصہ چہارم

صراط مستقیم کی تشریح

قرآن نے جو کہ رسول اکرم ﷺ کا منشور بھی ہے اس کی تعلیمات کو دو الفاظ معروف اور منکر کے حدود میں بیان کر دیا اسی طرح صراط مستقیم کی ابتداء عقیدہ اور انتہا عمل صالح پر کی گئی ہے سورۃ فاتحہ کو جس طرح خلاصہ قرآن اجمالی صورت میں سمجھا جاتا ہے اسی طرح صراط مستقیم کی بھی اجمالی طور پر سورۃ فاتحہ میں سات آیات سے نشاندہی کر دی گئی ہے سورۃ فاتحہ جس کو سبعہ مثانی کا نام بھی دیا گیا ہے اس میں سات آیات ہیں اور اس کی ہر آیت اپنے مفہوم اور تعلیمات کے لحاظ سے الگ مگر حقیقت میں ایک زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے پیوستہ اور اس کا مرکز ذات باری تعالیٰ ہے۔ اس کائنات میں آسمان اور زمین کے درمیان ہر چیز شامل ہے اور باہم مربوط ہے۔ آسمانوں کے سات طبقے باہم مربوط ہیں۔ زمین کے طبقات بھی باہم مربوط ہیں۔ اسی طرح زمانہ سات دنوں کے ہفتہ میں باہم مربوط کر دیا گیا ہے۔ مگر ہر دن اپنی صفات اور اثرات کے لحاظ سے دوسرے دن سے الگ تھلگ ہے ہر دن اپنی شان اور کیفیت میں دوسرے سے امتیازی حیثیت رکھتا ہے مگر بظاہر ایک جیسی حالت سے یعنی طلوع اور غروب کی کیفیت میں شروع اور ختم ہوتا ہے مگر فضیلت اور درجاتی لحاظ سے ایک دوسرے سے ممتاز بھی ہے مثلاً" یوم جمعہ' یوم عیدین' یوم محرم' ایام بیض وغیرہ۔ ایک دوسرے سے فضیلت میں الگ الگ ہیں۔ اسی طرح سبع مثانی کی یہ سات آیات بھی ایک ہی سورۃ کا حصہ ہیں مگر معانی اور مفہوم کے لحاظ سے اپنا اپنا الگ مقام رکھتی ہیں۔ مجموعی حیثیت سے ایمان اور عمل صالح یعنی عقیدہ اور اس کے مطابق عمل صالح کا خلاصہ بھی ہے اور صراط مستقیم کے حدود کو جامع اور مانع بھی ہے اور اس صراط مستقیم پر چلنے کے

Marfat.com
Marfat.com

لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی سب سے خوبصورت اور سب مخلوقات میں سے آخری مخلوق انسان جس کی تخلیق کو احسن تقویم کے الفاظ میں اہمیت دے کر بیان کر دیا ہے کو **مکلف** قرار دیا ہے اور اس سورۃ کا طرز بیان بھی اس بہترین مخلوق کو دعا طلب کرنے کی صورت میں بتلائی گئی ہے یعنی جب کوئی خدا پرست اپنے پروردگار سے ملاقات کرنے کیلئے تیاری کرنے کے بعد حاضر ہوتا ہے تو اسے آداب گفتگو اپنے خالق اور مربی کے ساتھ کرنے کا سلیقہ بتایا گیا ہے سورۃ فاتحہ کا نزول مکی زندگی میں ہوا۔ مکہ کی ابتدائی زندگی میں مکہ کے معاشرہ کے جو عقائد اور اعمال تھے ان کی اصلاح کے لئے ٹھوس اور ایسا مضبوط پروگرام ہونا چاہئے تھا کہ آئندہ کے مسلم معاشرہ اور موجودہ نو مسلم معاشرہ کے لئے کسی تنازعہ اور اختلاف کا ذریعہ نہ بن سکے۔ اور خدا پرستی کا جو عقیدہ اختیار کیا جائے اس سے نہ ڈگمگائے۔ ان کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی جائے کہ جس ذات کی خدا پرستی کی جاتی ہے وہی مجبور اور مظلوم انسانوں کی پکار سنتا ہے ان کی دعائیں قبول کرتا ہے خدا پرستی کا تقاضا ہے کہ ہر قسم کی استقامت اور امداد' ہر قسم کی عبادت' رکوع' سجود' عجزو نیاز' اعتماد اور توکل کے تمام اعمال اور افعال اسی کے ساتھ مختص ہوں اس کے ساتھ کسی دوسری ذات کو خواہ وہ کوئی بھی ہو قطعاً" شریک نہ کیا جائے اسی سوچ کو پیدا کرنے کے لئے خدا پرست انسان کو یہ عہد کرنا پڑا کہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے امداد طلب کرتے ہیں۔

صراط مستقیم کی پہلی منزل (توحید پرستی)

انسان نے جب شعور کی دنیا میں قدم رکھا تو اس نے اپنے اردگرد جو ماحول دیکھا تو اسے پہچاننے کی کوشش کی۔ جستجو کا خیال فطرتی طور پر اس کے اندر موجود تھا اسی لئے بار بار قرآن میں غور اور فکر کرنے کی تاکید کی گئی اور کہا گیا کہ یہ کائنات بے مقصد نہیں یہ مظاہر قدرت' چاند' سورج' تارے' درخت' پہاڑ' زمین پانی جو کچھ بھی اس کائنات میں موجود ہے

Marfat.com
Marfat.com

یہ سب کچھ تمہارے لئے ہی پیدا کئے گئے۔ اس کائنات میں تمہاری زندگی کا دارومدار انہی اشیاء پر ہے جب اس نے اپنے سن شعور میں غور و فکر کیا تو فی الواقعہ ہر چیز کو اپنی بہتری میں اور بقاء زندگی کی کوشش میں خدمت گزار پایا۔ تو بے اختیار اور بے ساختہ اس کی زبان سے اس تمام پیدا کردہ مخلوق کے خالق کی طرف خیال جاتے ہی لفظ "الحمد للہ" نکلا کیونکہ ہر چیز خواہ وہ حیوانات میں سے ہو جمادات' نباتات میں سے کیوں نہ ہو اپنے محسن کے احسان اور انعام کا شکریہ ادا کرنا اپنی کیفیت کے مطابق فطرتی تقاضے سمجھتی ہے۔ اسی فطرتی تقاضے کے مطابق انسان نے مذکورہ لفظ کے ذریعہ اپنے خالق اور رازق کا شکریہ ادا کیا اور ارادہ کر لیا کہ واقعی کوئی ایسی ذات موجود ہے جس نے میری پیدائش سے پہلے ہی میرا انتظام کرا دیا۔

دین کا ابتدائی تصور

نوع انسانی کے دینی تصورات کا ایک قدیم عہد جو تاریخ کی روشنی میں آیا ہے وہ مظاہر فطرت کی پرستش کا عہد ہے اسی مظاہر پرستی کے رواج نے بعد میں بت پرستی کی صورت اختیار کر لی۔ اب جس ذات یا چیز کی پرستش کرنی تھی تو لازماً" اس کا اردگرد کے ماحول اور اشیاء سے ماورا یا دست برد سے باہر ہی ہونا چاہئے تھی پھر اس کے مفہوم کو ظاہر کرنے کے لئے ایسے الفاظ کی بھی ضرورت تھی جس کے ذریعہ اس مافوق الفطرت شخصیت کی تعبیر کی جا سکے۔

چنانچہ محققین نے چھان پھٹک کے بعد معلوم کیا کہ سامی کی قدیم زبانوں میں حروف و اصوات کی ایک خاص ترکیب الہ ہے جو معبودیت کے مفہوم کو ادا کرنے کے کام آتی ہے اور اسی پر عمل در آمد ہوتا آیا ہے۔ اس وقت کی عام زبانوں میں سے عبرانی' سریانی' آرامی' کلدانی' عربی وغیرہ میں سے اس ترکیب کے الفاظ کا لغوی خاصہ میں عبودیت کے معنی مل سکتے تھے وہ الف' لام' اور ہ (ہے) کا مادہ ملتا ہے ان تین حروف کی ترکیب سے مختلف شکلوں کے الفاظ مثلاً" کلدانی زبان میں اور سریانی کے الفاظ میں لفظ "الاہیا" عبرانی کا لفظ "الوہ" اور عربی کا

Marfat.com
Marfat.com

لفظ الہ معرض وجود میں آتے ہیں چونکہ قرآن کا نزول عربی زبان میں ہوا ہے تو انسانی جبلت اور فطرتی تقاضا کے پیش نظر اسی لفظ "الہ" کو الف' لام کے اضافہ سے اس غیر مرئی طاقت جس نے انسانی خدمت کے لئے اس کائنات کی تخلیق کی۔ کے اظہار کرنے کی خاطر لفظ الحمد کے بعد "اللہ" کا ذکر کر دیا۔ یہ الفاظ قرآنی' انسانی جبلت اور فطرتی تقاضا کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائے تھے۔ لفظ "اللہ" اللہ تعالیٰ کا اسم ذات ہے باقی تمام اسماء صفاتی ہیں۔ لفظ الہ کے لغوی معنی تحیر اور درماندگی کے کیے گئے ہیں یعنی اس ذات مطلق کے متعلق جتنا بھی غور و خوض کیا جائے تو تحیر' درماندگی' عجز اور عاجزی کے بغیر کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو حاوی ہے۔

سورۃ فاتحہ کی ابتدا انہی دو الفاظ سے ہوتی ہے ان الفاظ سے صراط مستقیم کی پہلی منزل "توحید پرستی" سے شروع ہوتی ہے۔ توحید پرستی بھی اس ذات کے شکر ادا کرنے کے الفاظ سے کی جاتی ہے جس کی ذات میں کوئی دوسری مافوق الفطرت شخصیت قطعاً" شریک نہیں۔ یہ پہلی منزل اس لئے ہے کہ جب تک کوئی انسان اس ذات میں کسی کو بھی شریک نہ بنانے کا اقرار اور عہد نہیں کرے گا وہ صراط مستقیم کی دوسری منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ یعنی یہ عقیدہ وہ پہلی اینٹ ہے اور اس عمارت کی بنیادوں میں نہایت اہمیت کی حامل اللہ کی ذات مقدس کو ہر قسم کے شرک سے پاک رکھنے کا عقیدہ ہی ایمان کہلاتا ہے۔ اس ایمان کا حامل اقرار کرنے کے بعد اپنی عملی زندگی میں عبادت صرف اپنے معبود حقیقی کی یعنی نماز کا اختتام اور سلام پھیرنے کی خاطر التحیات پڑھنا شروع کرتا ہے تو اپنے اسی عقیدہ کا اقرار ان الفاظ پر ختم کرتا ہے اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد عبدہ ورسولہ۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں اپنے پیغمبر اور قائد انقلاب صراط مستقیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اللہ تعالیٰ کا عبد اور رسول سمجھتا ہوں۔ نصاریٰ کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام جو کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور

Marfat.com
Marfat.com

مخلوق کے صفات کی حامل ذات مقدس ہے کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں بناتا۔ نصاریٰ نے تو اپنی محبت اس حد تک بڑھا دی کہ ایک خدا کی خدائی اور خدا پرستی میں تثلیث کا نظریہ گھڑ لیا۔ اور عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو ابن اللہ (نعوذ باللہ) کا خطاب دے کر عزت افزائی میں حدود صراط مستقیم کو پامال کیا۔ مگر اسلام کی تعلیمات میں ہر بالغ مسلمان جس پر نماز فرض ہو اس عہد کا اقرار لازم کیا کہ وہ جس طرح شروع میں شکریہ ادا کرتا ہے اسی طرح نماز کے اختتام پر بھی اللہ کا شکریہ اور رسول ﷺ کی عبدیت کا اقرار کرے۔

صراط مستقیم کی دوسری منزل (حق ربوبیت)

ہر انسان کی پیدائش سے پہلے ہی اس کی زندگی کے اسباب کا انتظام کرنا فطرت کا تقاضا ہے۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی تخلیق سے پہلے ہی اس کی بقاء اور زندہ رکھنے کے اسباب مہیا کر دیئے گئے تھے۔ اس جہاں رنگ و بو میں نباتات، جمادات، حیوانات سب کی تخلیق میں بنیادی طور پر وہی عناصر ملتے ہیں جو زمین میں موجود ہیں وہی اجزاء خوراک کی صورت میں حیوانات کے اجسام کا حصہ بنتے ہیں۔ قانون علاج بالمثل کے مطابق چونکہ انسان کے بنیادی اجزاء زمین سے ہی حاصل کئے گئے تھے اسی لئے خوراک بھی اس زمین کے ذریعہ مہیا کرنے کا انتظام کیا گیا۔ تخلیق آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے سلسلہ میں بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ جس مٹی سے آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی جسمانی تشکیل دی گئی تھی وہ در اصل اس جھاگ میں موجود تھی جو کہ خانہ کعبہ کے مقام پر گہرائی کی طرف بھنور کی صورت میں اس زمین پر پھیلا ہوا پانی جذب ہو رہا تھا اور اس مدو جزر کے نتیجہ میں جو جھاگ اور بلبلے پانی میں ظاہر ہو رہے تھے اس مٹی کو فرشتے نے اکٹھا کیا یہ مٹی اس زمین پر پھیلے ہوئے پانی میں ڈھل کر اپنی جسامت میں لطافت اور نفاست کی کیفیت اختیار کر چکی اور کثافت کے نہ ہونے کی حیثیت میں بن چکی تھی۔ یہ انتظام قدرت نے کیوں کیا۔ اگر غور کیا جائے تو یہ

Marfat.com
Marfat.com

بھی منشاء ربانی کے تقاضاء کے مطابق ہی تھا کیونکہ اس مٹی سے بنے ہوئے ہیولا میں روح کا پھونکنا تھا۔ روح ایک لطیف ترین غیر مرئی کیفیت کا نام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے من امر ربی کے الفاظ سے واضح فرمایا۔ مادیت اور روحانیت اپنی صفات اور کیفیت کے لحاظ سے ایک دوسرے کے لئے غیریت کی حیثیت رکھتے ہیں ان دونوں کو اکٹھا رکھنے کے لئے مٹی جو کہ مادیت کی حامل تھی اور ہے۔ میں لطافت اور نفاست پیدا کرنے کے لئے پانی کے بحرزخار کی ضرورت تھی اسی پانی میں مٹی سے کثافت کو ختم کر کے روحانیت کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کی گئی یعنی مادیت کا آخری لطیف جز بنا۔ اور دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سب سے آخری مخلوق پیدا کر دی تو اس میں روح کا نفخ (پھونک) کر دیا گیا جس کے ذریعہ انسانیت کی ابتداء کی گئی۔ اسی روح اور مادیت میں رابطہ پیدا کرنے کے لئے مٹی کی مادیت میں لطافت اور نفاست جو کہ کسی مادہ میں جتنی ہو سکتی ہے وہ اس حصہ میں پیدا کر دی گئی جس سے انسان کی ابتدائی جسمانی ساخت عمل میں آئی۔ جسم انسانی میں جو عناصر (Elements) جدید سائنس نے تجزیہ کرنے سے دریافت کئے ہیں یہی عناصر زمین کے تجزیہ سے بھی دریافت کئے گئے ہیں۔ ماہرین طبقات الارض نے مٹی کے تجزیہ سے اب تک جو عناصر معلوم کئے ہیں ان کی تعداد بیاسی (۸۲) تک بتائی جاتی ہے اور مزید عناصر کے موجود ہونے کا احتمال ہے مگر آلات نہ ہونے کیوجہ سے تحقیق نامکمل ہے۔

اسی طرح جسم انسانی کا جب تجزیہ کیا گیا تو سائنسدانوں نے چودہ (۱۴) عناصر دریافت کئے اور جو خوراک انسانوں کے کام آتی ہے اس کا جب تجزیہ کیا گیا تو جو عناصر ملے جن کی تعداد تقریباً دس بتائی جاتی ہے اور ان عناصر پر صحت انسانی کا دارومدار بھی ہے۔ جب انسان کے جسم میں سے کسی ایک عنصر کی کمی کسی وجہ سے ہو جائے تو صحت بھی متاثر ہو جائے گی۔

صراط مستقیم کی پہلی منزل توحید پرستی کی تھی دوسری منزل کی نشاندہی سورۃ فاتحہ کے شروع

Marfat.com
Marfat.com

کے دوسرے جملہ رب العلمین سے کی گئی ہے۔ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد کے تسلسل کو باقی رکھنے کے لئے اسباب تربیت کا بھی انتظام کر دیا گیا چونکہ ان کی تخلیق بھی مادیت سے ہوتی ہے اسی لئے فطرتاً" ان کی رغبت مادی اشیاء کی طرف زیادہ ہی رہتی ہے اس لئے اس کی پرورش کے لئے اس کے جسم سے باہر ہی مادی اشیاء خوراک کی صورت میں مہیا کر دی گئیں حالانکہ فی الحقیقت خوراک جو کہ مادی صورت میں نظر آتی ہے یہ بھی براہ راست اسی شکل میں جیسی کہ ظاہری صورت میں نظر آتی ہے جسم کا حصہ نہیں بنتی۔ بلکہ قدرت نے انسان کے جسم کے اندرونی حصہ میں نظام ہضم کا ایک ایسا خود کار انتظام کر دیا ہے کہ جو غذا یا خوراک منہ کے ذریعہ معدہ میں داخل کر دی جاتی ہے اسے تحلیل کر کے اسے مائع صورت میں تبدیل کر دیا جاتا ہے اور پھر حسب ضرورت خود کار نظام اور عمل کے ذریعہ جہاں اس خوراک کے اثرات اور عناصر کی ضرورت ہوتی ہے وہاں تک پہنچ جاتی ہے۔
اس خوراک سے جسم انسانی کی نشوونما اور تربیت کا سلسلہ قائم کر دیا گیا اس کو تربیت کاملہ کہا جاتا ہے اور یہی ربوبیت کا تقاضہ بھی ہے کہ ہر وقت ہر حالت کے مطابق ضروریات زندگی مہیا کئے جائیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ایک قطرہ جو کہ پشت پدر میں سے نکل آتا ہے اس میں حیات کے جراثیم اپنی زندگی کی خوراک مناسب صورت میں حاصل کر کے شکم مادر کے اس حصہ میں جس کو رحم کہا جاتا ہے میں زندہ حالت میں منتقل ہو کر اپنے فطرتی تقاضا کے مطابق ہم خیال ساتھی کے ساتھ مل کر ایک خاص مدت تک ایک خاص ماحول میں پرورش پاتا ہے اور اس کو خود کار نظام کے تحت خوراک نشوونما کے لئے مہیا کی جاتی ہے۔
معیاد مقررہ کے بعد اس کو وہاں سے بھی نقل مکانی کرنا پڑتی ہے جب نئے ماحول میں داخل ہوتا ہے تو فطرتاً" اس کو خوراک کی ضرورت اور تلاش شروع کرنا پڑتی ہے جس کا اظہار اس کے چیخنے سے ہوتا ہے تو قدرت جسم انسانی کے خود کار نظام کے ماتحت اس کی حالت اور

Marfat.com
Marfat.com

جسمانی ساخت کے مطابق اسی ماں کی گود میں دودھ کا انتظام کر دیتی ہے اور دودھ بھی وہی جس سے اس نومولود کی خوراک انسانی رحم مادر میں ماں کا خون ہی خوراک بنتا تھا اسی خون کو دودھ کی شکل میں اس بچہ کو مہیا کر دیا جاتا ہے۔ یہ دور اس کی خوراک کا مکمل ہونے پر ٹھوس خوراک کی ضرورت پڑتی ہے تو اس طرح ہر مرحلہ پر اس کے حالات اور ضروریات کے مطابق تربیت کا خود کار انتظام کرنے والی ذات ہی حق ربوبیت کی مستحق ہے۔ اسی کمال ربوبیت کا حق ادا کرنے والی ذات مقدس رب العلمین کہلانے کی مستحق ہے اسی صفت کا اظہار اللہ تعالیٰ کی حمد اور توحید پرستی کے بعد سورۃ فاتحہ میں کیا گیا ہے۔ ربوبیت کہتے ہیں اس حالت کو کسی چیز کی تربیت یکے بعد دیگرے اس کی مختلف حالتوں اور ضرورتوں کے مطابق اس طرح نشوونما دیتے رہنا کہ وہ اپنے حد کمال تک پہنچ جائے۔ کمال تک پہنچنے میں اس کی پرورش، نگہداشت کے لئے مسلسل ایک نظام کا اہتمام کیا جائے کہ کسی مرحلہ پر اس کو محرومیت کا احساس تک نہ ہو یہ انتظام کرنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ہو سکتی ہے۔ اس جہاں میں جتنے موجودات ہیں سب کی تربیت کا ان کی حالت کے مطابق انتظام وضع کر دیا گیا ہے۔ اس دنیا میں حیوانات، جمادات، نباتات کی ہزاروں لاکھوں قسمیں ہیں ہر ایک کی بقاء کے لئے تربیت اور مسلسل نگہداشت کا ایسا خود کار نظام ہے کہ کسی کو بھی اپنی محرومیت کا احساس نہیں ہوتا خواہ وہ کہیں بھی ہو، کسی پتھر کے اندر ہو، زمین کے اندرون سکون رکھتا ہو یا فضا میں ہو۔ اسی نظام ربوبیت کی مسلسل نگہداشت کی خاطر اس دنیا میں سود مند اشیاء کی موجودگی کے ساتھ ان کی بخشش اور تقسیم کا بھی ایک نظام موجود ہے بلکہ وقت مقررہ پر اس کی بہم رسانی کا انتظام بھی کر دیا گیا۔ یہ موسموں کا رد و بدل، رات دن کا نظام، بارش، دھوپ کا نظام، درختوں اور پہاڑوں کا تسلسل یہ سب رب العالمین کی ربوبیت کے مظاہر ہیں۔ انسانوں کے لئے مختلف انواع و اقسام کی خوراکیں، گوشت، پھل، پانی، نباتات

Marfat.com
Marfat.com

وغیرہ' اسی طرح حیوانات کے لئے ان کے فطرتی تقاضے کے مطابق خوراک مہیا کی جاتی ہے۔ بلکہ حالت صحت کے علاوہ حالت مرض کے مطابق اسی جگہ اس کے لئے دوا کی ضرورت بھی پوری کرنے کا انتظام کر دیا جاتا ہے۔ جس ماحول میں انسان رہتا ہے پرورش پاتا ہے اسی ماحول میں اس فضاء میں اس کی جسمانی ساخت کے مطابق دوائیں بھی پیدا کر دی جاتی ہیں اور یہ خود کار نظام بھی ایسا بنا دیا گیا ہے کہ ہر انسان کو دوسرے کا محتاج بنا دیا گیا ایک دوسرے کے لئے ضروریات بظاہر اپنے ہی فائدہ کی خاطر پوری کی جاتی ہیں مگر ضمناً" آپ دیکھتے ہیں کہ لین دین کا نظام ہی اس ربوبیت کا ایک حصہ ہی ہے۔ امام غزالیؒ کہتے ہیں کہ انسان کی زندگی کو آسان گزارنے کے لئے انسانوں میں ہزار پیشے تقسیم کر دیئے گئے۔ یعنی ایک انسان کی خدمت کے لئے اللہ تعالیٰ نے نظام ربوبیت کے تحت ہزار انسان مقرر کر دیئے اب غور کریں کہ یہ نظام ربوبیت کوئی دوسری ذات قائم کر سکتی ہے سوائے اس اللہ کے جس نے اس کائنات کو پیدا کیا پھر اس کو باقی رکھنے کے لئے خود کار نظام بھی جاری کیا۔ ان تمام حالات پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کے لئے کیسا شفیق ' رحیم اور رحمان ہے۔ صراط مستقیم کی دوسری منزل حق ربوبیت کو مد نظر رکھ کر آپ خود سوچیں کہ انسانوں کے لئے ان کا معاشی مسئلہ کتنا اہم ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ توحید پرستی کے بعد اگر کوئی اہمیت کا مسئلہ ہے تو معاشی انتظام ہے۔ ہر حکمران کا دینی فریضہ بھی ہے کہ وہ اپنی رعایا کے معاشی حالات سدھارنے کا انتظام بھی کرے اور یہ انتظام صراط مستقیم پر چلانے والی حکومت کو اپنے منشور کا حصہ بنانا ایسا ہی ضروری ہے جیسے اپنی رعایا کو توحید پرستی کے ذرائع مہیا کرنا دینی فریضہ ہے۔ جمادات، نباتات کی تربیت کیلئے بھی اس زمین کی مٹی میں اسباب رکھے ہوئے ہیں ان اسباب میں اپنی ضرورت کے مطابق قبول کرنے کی صلاحیت بھی دی گئی ہے۔ آسمانوں میں سورج، چاند اور دوسرے سیاروں کی ریڈی ایشن فضاء میں سے ہو کر ان اسباب پر پڑتی ہے یہی ان کی تربیت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

صراط مستقیم کی تیسری منزل (صفت رحمت)

حق ربوبیت کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ ربوبیت کی تکمیل بغیر صفت رحمت کے نہ ہونے کے برابر ہی رہتی ہے۔ کیونکہ اگر کسی چیز کو پسند کیا جاتا ہے اس کے لئے محبت اور شوق بھی ہو تو اس کی تخریب بھی تعمیر ہی شمار کی جاتی ہے اگرچہ بہ ظاہر توڑ پھوڑ اور بربادی محسوس ہوتی ہے مگر اس کی نئی صورت جو بن کر نمودار ہوتی ہے۔ اس سے ہی یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ خوبصورت شکل کسی محبت اور رحمت کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی اس کائنات میں ہر روز جو تبدیلی اور ترقی یافتہ صورت اور حالت زمانہ کی نظر آتی ہے اسی تخریب کے مظاہر سے ہی ہوئی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے سب سے زیادہ ذکر صفت رحمت کا کیا گیا۔ تعداد کے لحاظ سے تقریباً تین سو مقامات پر صفت رحمت کا مختلف مقامات پر اپنے سیاق اور سباق کی مناسبت سے بیان ہوا ہے۔ سورۃ فاتحہ میں بھی صفت رحمت کے لئے دو الفاظ رحمان اور رحیم کی شکل میں ذکر کئے گئے ہیں۔ اس الگ الگ صورت میں ذکر سے مقصود اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کی عالمگیری کیفیت کا اظہار معلوم ہوتا ہے اس کائنات میں جو کچھ بھی موجود ہے یا آئندہ وجود میں آئے گا وہ سب اس ذات کی صفت رحمت کا ہی مظہر ہے۔ اسی کیفیت کو رحمانیت کی شکل میں پہلے لفظ "رحمان" سے واضح کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت ہر وقت ہر اس مخلوق سے وابستہ رہتی ہے۔ جب تک وہ اس دنیا میں رہے گی۔ اس صفت رحمانیت کی وجہ سے ہر روز اس موجود شے کی نئی نئی صورت پذیر ہونا اسی کے باعث بنتا ہے۔ مثلاً" ایک نومولود پہلے دن کیا ہوتا ہے اور ہر روز اس کی صورت' رنگت جسامت اور حالت میں جو تبدیلی آپ دیکھتے رہتے ہیں یہ سب کچھ اسی صفت رحمانیت کے مظہر ہیں۔ یہ سورج' چاند' ہوا' پانی' پہاڑ' درخت اور دوسرے نباتات'

Marfat.com
Marfat.com

حیوانات یہ سب اسی رحمانیت کی صفت کی رسائی کا ذریعہ ہیں۔ اس دنیا کی ہر شے کا انسان کے لئے فائدہ مند ہونے کی وجہ بھی یہی صفت رحمانیت ہے۔ اس کائنات میں تخریبی کیفیت بھی ایک قسم کی رحمت ہے کیونکہ اگر یہ توڑ پھوڑ نہ ہو تو تعمیر کیسے ہوتی۔ یہ عالی شان عمارتیں' یادگاریں اور دوسرے شاہکار جو ہم دیکھ کر اپنے ذہن اور دل کو خوش کرتے ہیں آخر کسی تخریب کے بعد ہی موجودہ شکل میں ہمیں سکون اور فائدہ پہنچانے کا ذریعہ بن گئے۔ بظاہر یہ تبدیلیاں جو تباہی اور تخریب کی صورت میں ہمیں نظر آتی ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ بڑی بھاری مصیبت آگئی ہے لیکن اگر آپ غور کریں گے تو اس کے نتائج جب سامنے آتے ہیں تو کتنا سکون اور خوشی کا باعث بنتے ہیں۔ یہ سمندروں میں طوفان نہ آئیں' مدوجزر نہ ہو تو بارشوں کے ذریعہ ہمارے یہ باغ و بہار کھیت' غذائی اجناس' حیوانات کی پرورش کے لئے خوراک وغیرہ آخر کیسے وجود میں آتے۔ آپ نے کبھی اندازہ کیا ہے جب بارش بند ہو جاتی ہے کھیت' پہاڑ' درخت' نباتات سب ویران ہو جاتے ہیں اور قحط سالی سے کتنے نقصانات اور تباہی ہوتی ہے مگر جب غور کرتے ہیں سوچتے ہیں کہ اس مصیبت کے بعد جو راحت بارش کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پہنچاتا ہے کیا وہ رحمت اور سکون کا باعث نہیں ہوتے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت اس دنیا میں ہر حالت اور ہر وقت ہر آن اور لمحہ میں موجود ہے جس سے تمام مخلوق ہر وقت مستفید ہوتی رہی ہے۔

دنیا یا کائنات دارالعمل ہے جب تک انسان اس جہاں میں زندگی گزارتا ہے اس کے لئے اس ماحول کے مطابق اسباب بھی وہی ذات مہیا کرتی رہتی ہے کسی لمحہ محرومیت کا احساس ہونے کا موقعہ نہیں دیتی اور بعض اوقات جب اپنی طبیعت کے خلاف اسباب اور ماحول سے واسطہ پڑتا ہے تو شکوہ و شکایت کا ایک طوفان اٹھا دیتا ہے تو یہ بھی اس کی جلد باز طبیعت اور بے صبری کا تقاضا ہوتا ہے اگر وہ اس بات پر غور کر لیتا کہ اس کے اثرات میں کیا مضمرات

Marfat.com
Marfat.com

پوشیدہ ہیں ان کے کیا فوائد ہوں گے تو قطعاً" چیخ و پکار نہ کرتا انسان کی اس بے صبری کو ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کئی بار انسان کسی چیز کو اپنے لئے مفید سمجھتا ہے اور وہ اس کے لئے مصیبت کا باعث بن جاتی ہے اور بعض دفعہ کسی واقعہ کو برا اور تکلیف دہ اور ضرر رساں سمجھ پاتا ہے لیکن نتیجہ کے اعتبار سے اس کے لئے وہ خیر اور فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔ حالانکہ ہر واقعہ ضمناً" اور اثرات کے لحاظ سے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کا مظہر ہی ہوتا ہے اسی لئے تو انبیاء کرام اولیاء' اور شہدا' عظام' ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ رحمانیت کی صفت کے بعد دوسری صفت رحیم کی بیان کی گئی ہے لیکن اس صفت کا مظہر آخرت کی زندگی ہو گی۔ جہاں اس جہان کے اعمال اپنی اصلی شکل اور صورت میں اس کے ساتھ اس جہان کی زندگی ختم ہونے کے بعد وہاں منتقل ہو جائیں گے۔ انسان فطرتاً" ہر حالت میں مجبور اور محتاج ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت اس کی شامل حال نہ ہو گی وہ آسودہ اور خوشحال نہیں رہ سکتا۔ مرنے یا اس زندگی کے ختم ہونے کے بعد آخرت کی زندگی میں بھی یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا طلب گار رہے گا اس جہان میں اس کی احتیاجی کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کام دیتی رہی اسی طرح اس جہاں آخرت میں اس کے مسائل اور مشکلات کے لئے صفت (رحمت) رحیمیت کی صورت میں ظاہر ہو گی چونکہ وہاں کوئی نیا عمل کام نہیں آئے گا بلکہ دنیا کے اعمال جو کہ ہر وقت تغیر پذیر رہتے ہیں ان کی حالت کے مطابق صفت رحمانیت کا اظہار ہوتا رہا عالم آخرت میں تغیر پذیر ہونے والے اعمال نہیں ہوں گے وہی سابقہ اعمال اپنی صورت کے مطابق سامنے آئیں گے وہاں ان اعمال کے لئے صفت رحیمیت کی ضرورت ہو گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس پیاری مخلوق "انسان" کو کسی حال میں بھی اپنی صفت رحمت سے محروم نہیں رکھنا چاہتا۔ ہر حالت میں اس حالت کے مطابق اسباب رحمت مہیا کرتا رہتا ہے۔ اسی لئے تو کہا

Marfat.com
Marfat.com

جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے والدین کی محبت جو کہ اولاد سے ہوتی ہے اس سے کئی گنا زیادہ محبت' پیار' شفقت کرتا ہے۔ اس رحمت میں اپنی تمام مخلوق کو شریک رکھتا ہے اگر کسی کو وقتی طور پر اس کی طبیعت کے خلاف ماحول سے واسطہ پڑتا ہے تو بھی اس کے فائدہ کے لئے ہوتا ہے جیسے کوئی ڈاکٹر مریض کے فائدے کے لئے اپریشن کا عمل اختیار کرتا ہے اس کے نتیجہ میں صحت جیسی دولت اور نعمت نصیب ہونے کی توقع ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقتی طور پر پیدا کردہ ماحول طبیعت کے خلاف ہو تو وہ بھی در اصل اس کی رحمت کا باعث ہی بنتا ہے۔ تو صراط مستقیم کی تیسری منزل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس خدا کی توحید پرستی کا اقرار کر چکا ہے اس میں کسی کو شریک کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ اس خدا کی صفت ربوبیت کاملہ کے نتیجہ میں اس خدا پرست انسان کو اعتماد حاصل ہو چکا ہے کہ ایسی ربوبیت کاملہ کی اور کسی دوسرے میں صلاحیت ہی نہیں ہو سکتی لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شعور حاصل ہو چکا تو اس کو یہ بھی اقرار کرنا پڑا۔ کہ یہ سب کچھ اس کی صفت رحمت کے اثر سے ہو رہا ہے بلکہ صرف اس جہاں میں ہی نہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی اس کی صفت رحمت شامل رہے گی تو فطرتاً" ان کے شعور اور عقل کا تقاضا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت میں بھی کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اگر اس صفت رحمت میں کسی کو شریک بنائے گا تو پھر حدود صراط مستقیم کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو گا۔ اس کا عقیدہ یہی ہونا چاہئے کہ جو کچھ مجھے بھی ملتا ہے کسی طرف سے ملتا ہے وہ اسی ذات بے ہمتا کی دی ہوئی توفیق کے طفیل اور وسیلہ سے ملتا ہے کیونکہ میرا خالق' مربی اور مجھ سے مکمل محبت کرنے والی ذات وہی ہے اسی کے دیئے ہوئے اسباب ہی میرے کام آتے ہیں۔ قرآن نے انسان کے لئے جو دینی عقائد اور اعمال کا جو تصور قائم کیا ہے اس کی بنیاد بھی سراسر رحمت اور محبت پر رکھی گئی ہے کیونکہ وہ انسان کی روحانی زندگی کو کائنات فطرت کے عالمگیر کارخانہ سے کوئی الگ اور غیر

Marfat.com
Marfat.com

متعلق چیز قرار نہیں دیتا بلکہ اسی کا ایک مربوط گوشہ قرار دیتا ہے۔ اسی لئے کہتا ہے جس کارساز فطرت نے تمام کارخانہ ہستی کی بنیاد رحمت پر رکھی ہے ضروری تھا کہ اس گوشہ میں بھی اس کے تمام احکام سراسر رحمت کی تصویر ہوں۔ اگر چہ قرآن کے نزول کے وقت مختلف مذاہب کے پیروکاروں نے افراط و تفریط کو نظریہ بنا دیا تھا جیسے کہ یہودی تصور میں قہر و غضب کا عنصر غالب تھا۔ مجوسی تصور نے نور و ظلمت کی دو مساویانہ قوتیں الگ الگ بنا لی تھیں۔ مسیحی تصور نے رحم و محبت پر زور دیا تھا۔ لیکن اعمال کی جزاء کا تصور مستور ہو گیا۔ اسی طرح پیروان بدھ مذہب نے بھی صرف رحم و محبت پر زور دیا۔ ان تمام مروجہ مذاہب کے تصورات میں اعمال کی عدالت کا تصور غائب تھا گویا یا تو تصور قہرو غضب کا تھا یا رحمت ومحبت کا یا نور و ظلمت کی مساویانہ تصورات کے نظریات کا اقتدار موجود تھا۔ مگر قرآن نے ان سب نظریات کو نظرانداز کر کے قہرو غضب کے تصور کو بھی عدالت کی صورت میں پیش کر کے صرف رحمت کا تصور قائم کر دیا۔ اس تصور کے مطابق قہرو غضب کی صفت کا تصور عدالت کا حصہ بن گیا اعمال کا بدلہ نہیں رہا۔ جب صورت حال یہ بنی تو اللہ کے صفات غضب و قہرجباریت بھی عدالت کا حصہ بننے سے اسماء حسنی میں شامل ہو گئیں یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام صفات حسن و خوبی کا مرقع ہیں۔

صراط مستقیم کا بیان کردہ اعلان کہ توحید پرستی میں کوئی اس کا شریک نہیں اسی طرح اس کی صفات میں یعنی صفت ربوبیت' صفت رحمانیت اور رحیمیت میں بھی کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ یعنی جیسی اس کی ذات یگانہ ہے تو ضروری ہے کہ وہ اپنے صفات میں بھی یگانہ ہو کیونکہ اس کے بغیراس کی یگانگت کی عظمت قائم نہیں رہ سکتی۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مذکورہ صفات کی تخصیص ہو چکی تو پھر روزمرہ معمولات میں ہم ایک دوسرے سے اپنی ضروریات کے لئے جدوجہد کرتے ہیں تو اس کا کیا مقام ہے انسان

Marfat.com
Marfat.com

کے تصور میں صراط مستقیم کے ذریعہ یہ بات راسخ کی گئی ہے کہ ذات باری تعالیٰ منبع جمیع صفات ہے اس کی صفت عطاء (دینے کی) بھی ہے۔ اپنی صفات کو اپنی مخلوق میں ترویج دینے کے لئے اختیار اور طاقت و دیعت کر رکھی ہے یعنی ان صفات کو دوسروں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے حقیقت میں اسی ذات وحدہ لا شریک کی صفت ہے۔ اسی عطاء کردہ صفت کو رواج دیا جاتا ہے۔ رواج دینے والا اپنی ذاتی صفت سے تہی دامن ہے اس کے عطاء کردہ انعامات کو اسی کی دی ہوئی استطاعت کے مطابق رواج دیتا ہے۔ تو اصل بنیادی طور پر تمام صفات کا منبع اسی کی پاک ذات ہے' براہ راست صفات الٰہی میں بغیر عطا الٰہی کے دسترس کسی کو بھی حاصل کرنے کا حق نہیں۔ ورنہ صراط مستقیم کی پہلی منزل جو کہ توحید پرستی ہے اس کی حدود درہم برہم ہو جائیں گی۔ جیسے کہ سابقہ امتوں نے اپنے پیغمبروں کو شدت محبت کے تقاضوں میں آکر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنے مقام نبوۃ رسالت سے اٹھا کر ابن اللہ کے تصور میں رکھ دیا گیا اور حدود توحید پرستی میں شریک بنا کر صراط مستقیم کی شاہراہ میں تجاوزات کے مرتکب ہوئے۔ توحید کا اپنا منفرد مقام ہے۔ نبوۃ و رسالت کا اپنا درجہ اور مقام ہے۔ اولیاء اللہ کا اپنا اپنا درجہ اور رتبہ ہے۔ کسی بھی شخصیت کو اپنے مقررہ حدود سے نکالنا ظلم کے مترادف عقیدہ ہے کیونکہ ظلم کا مفہوم ہی یہی ہے کسی چیز کو اپنے مقررہ جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پر رکھنا' زیادتی اور حدود سے نکلنا تجاوزات میں شمار ہوتا ہے۔ اسلام نے شخصیت پرستی کی اجازت اتنی ہی دی ہے کہ اس شخصیت کو اس کے مقام مقررہ پر رکھنا جیسے مقام نبوۃ کی حد بندی کے لئے اسلام نے توحید و رسالت کی حدیں بنا کر اس کلمہ میں محفوظ کرا دیں **اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد عبدہ و رسولہ** یعنی میں اقرار کرتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اقرار کرتا ہوں کہ محمد ﷺ خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ اس اقرار اور حلف کے بغیر کوئی بھی شخص اسلام کے دائرہ میں داخل

Marfat.com
Marfat.com

نہیں ہو سکتا جب تک وہ خدا کی توحید کی طرح پیغمبر اسلام کی بندگی اور رسالت کا اقرار اور عقیدہ نہ رکھے۔

اسی ضابطہ اور قانون کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وفات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد بیان کر کے اصحاب کرام میں اختلافات کو ختم کرا دیا تھا۔ بخاری شریف کی حدیث سے یہی مفہوم واضح ہوتا ہے صراط مستقیم کی یہ تین منزلیں سورۃ فاتحہ میں جس ترتیب سے بیان کی گئی ہیں یہ در اصل فطرت انسانی کے خواہش معرفت کی قدرتی منزلیں ہیں کیونکہ سب سے پہلے صفت ربوبیت کو توحید پرستی کے بعد بیان کر دیا گیا ہے اور اسی کا سب سے زیادہ مظاہرہ اس دنیا میں ہو رہا ہے ہر شخص چونکہ مادیت کے زیر اثر زندگی گزارتا ہے تو زیادہ تر پرورش جسمانی کا محتاج بنتا ہے اور اس کے جسم میں روحانیت بھی ودیعت کی گئی ہے روحانیت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ غور و فکر بھی کرے اور اس کے لئے رحمت کی صفت نگرانی کے لئے لائی گئی تاکہ صرف مادیت ہی میں پھنسا نہ رہ جائے اور پھر عدالت کا نظام صراط مستقیم سے حدود پر عمل در آمد کے اثرات کے جائزہ کے لئے لایا گیا۔

عدالت کا مقصد ہی توازن قائم کرنا ہوتا ہے کسی عدالت میں جب مسائل پیش ہوتے ہیں اور متعلقہ عدالت قواعد و ضوابط کی مقرر کردہ حدود کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کرتی ہے۔ لیکن کامل قائد انقلاب صراط مستقیم جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اور اپنے انقلابی گروہ صحابہ کرام اور تمام امت کو ہدایت کر دی کہ اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے ترتیب دیئے ہوئے نظام سے محبت اور عقیدت رکھتے ہو تو پھر میرے طریقہ کار کی پیروی کرو تو اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے گا اور اپنی رحمت کے سایہ میں حفاظت فرمائے گا۔

Marfat.com
Marfat.com

صراط مستقیم کی چوتھی منزل (یوم الدین یا مکافات عمل)

سورۃ فاتحہ میں صفت رحمت کی نوعیت رحیمیت کے بعد جس کا تعلق دوسرے جہاں یعنی عالم آخرت کے عقیدہ اور وہاں کے حالات سے متعلق ہے وہاں کے حالات کا تعلق اعمال دنیا سے ہو گا وہاں یہ دیکھا جائے گا کہ اس نے اپنے اعمال کس نظریہ کے مطابق سرانجام دیئے چونکہ اس دن اعمال کے سلسلہ میں جائزہ لیا جائے گا اسی لئے اس دن کو یوم جزاء وغیرہ کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے اور یہ فیصلہ بھی اعمال کے اثرات کے مطابق ہو گا۔ ہرانسان کا دل ٹیپ ریکارڈر ہوتا ہے اور اس کا دماغ کیمرہ کے فرائض ادا کرتا ہے۔

دین کا لفظ سامی زبان کے ایک قدیمی مادہ "دان" سے ماخوذ ہے دان کا لفظ بدلہ' مکافات کے لئے استعمال ہوتا رہا اور کبھی کبھی موقعہ محل کے اعتبار سے قانون کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا رہا۔ اسی طرح عربی زبان میں بھی دین کا لفظ' بدل' جزاء' مکافات کے لئے بولا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو کہا گیا تھا کہ میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین کی حیثیت میں پسند کیا ہے یعنی دین کا دارومدار اسلام جو کہ ایک عملی زندگی ہے پر منحصر کر دیا گیا ہے۔ دین چونکہ عقیدہ اور عمل دونوں کا تقاضا کرتا ہے عقیدہ کے سلسلہ میں ربوبیت اور رحمت کا بیان گذر چکا اب مالک یوم الدین سے دین کے عملی حصہ کے سلسلہ میں ذکر ہو رہا ہے انسان کے اعمال کا اچھا برا ہونا اس کے اثرات پر منحصر ہے اچھے اور نیک عمل کا اثر بھی نیک اور اچھا مرتب ہو گا برے عمل کا اثر برا ہو گا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ قرآن نے اعمال کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے معروف اور منکر میں۔ معروف عمل کا اثر ثواب کے لفظ سے ظاہر کیا جاتا ہے اور منکر کے اثر کو عذاب کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ یوم الدین میں جب اعمال کا جائزہ لیا جائے گا تو ہر عمل کا انجام اس کے اثر کے مطابق دو اصطلاحات' دوزخ اور جنت کے نام سے واضح کیا گیا ہے۔ جنت یا بہشت کی نعمتیں ثواب کے نام سے معروف عمل والوں کے لئے اور دوزخ کے مصائب عذاب کی صورت میں منکر عمل والوں کے لئے

Marfat.com
Marfat.com

مخصوص کیے گئے ہیں۔ ہر عمل کا اثر جو مرتب ہو گا وہ بھی قانون فطرت کے مطابق ہی ہو تا ہے یعنی جیسے آگ کی فطرت میں جلانا' حرارت رکھی گئی ہے پانی کی فطرت میں ٹھنڈک رطوبت موجود ہے۔ اسی طرح ہر عمل کا اثر بھی فطرتاً" اس کے مطابق ہی مرتب ہو گا۔ جیسے کسی بیج سے اسی قسم کا پودا پھوٹے گا دوسری کسی قسم کے بیج کے پودے نہیں پیدا ہوتے۔ تو پھر اعمال کے اثرات بھی اعمال کے مطابق ہی مرتب ہوں گے۔ یہی قانون فطرت کا تقاضا ہے اور اسی قانون فطرت کو قرآن نے اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے جس نے صالح عمل کیا تو اپنے فائدہ کے لئے اور جس نے برا عمل کیا اس کی ذمہ داری بھی اسی پر عائد ہو گی۔ اس قرآنی قاعدہ سے معلوم ہوا کہ یوم دین میں جزاء یا سزا اللہ تعالیٰ کے صفت غضب یا صفت رحمت کے زیر اثر نہیں بلکہ جو سزا یا جزاء ہو گی وہ اس کے اپنے عمل کے تقاضا اور عدالت کے فیصلہ کے زیر اثر لاگو ہوں گے۔ عدل سے ہی توازن قائم رہتا ہے عدل کا مطلب ہی یہی ہے کہ نہ کم ہو اور نہ زیادہ ورنہ بگاڑ پیدا ہونا لازمی ہو گا۔ نظام قدرت میں اعتدال کو بنیادی حیثیت حاصل ہے کسی نظام میں بھی خواہ اجرام فلکی ہوں یا عناصر جسم انسانی جب تک ان میں اعتدال ہے تو بخوبی اپنے اپنے فرائض سے عہدہ براہ ہو رہے ہیں اور جب بھی بے اعتدالی پیدا ہو گی تو بربادی اور تباہی پیدا ہو گی۔

نظام عدل یوم الدین میں جو لاگو ہو گا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت یعنی رحیمیت کے زیر اثر ہو گا۔ صراط مستقیم کی یہ منزل جس کو مالک یوم الدین سے بیان کیا گیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے صفت عدل کی نشاندہی کی گئی۔ قانون عدل تمام کائنات میں جاری و ساری ہے۔ عدل کے خلاف جو کچھ بھی ہو گا وہ ظلم' بغاوت' سرکشی' فساد' زیادتی وغیرہ ہی ہوں گے کیونکہ یہ سب صفات اپنے فطرتی نظام کائنات' جو کہ اعتدال کا مرہون منت ہے کے خلاف ہونے سے فساد اور تباہی کے باعث ہوں گے اس لئے اس منزل پر آکر دوسری صفات کی

Marfat.com
Marfat.com

طرح اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدل پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ جب صراط مستقیم کا راہی اللہ تعالیٰ کی ان مذکورہ بنیادی صفات کو اپنے عقیدہ کا حصہ بنا لیتا ہے اور اقرار کر لیتا ہے میرا اللہ ایک ہے' اس کی ذات میں دوسرا کوئی شریک نہیں' اس کی صفت ربوبیت میں نہ صفت رحمت میں اور نہ ہی صفت عدل میں کوئی براہ راست شریک ہے' تو اس کے دین کا ایک حصہ "عقیدہ" مکمل ہو گیا اس کے بعد عمل کا حصہ دین پر عمل درآمد کرتا ہے جس کو شریعت کا نام دیا گیا ہے اگر احکامات شرعیہ پر عمل کرتے وقت عقیدہ درست ہے تو پھر اس کا دین جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلام قرار دیا ہے اور اسی نقطہ نظر کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے سلسلہ میں قرآن نے بیان فرمایا "کہ کہہ دے کہ میری نماز' میری قربانی' میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا سب کچھ صرف اور صرف اللہ کے لئے ہے' جو پرورش کرتا ہے تمام جہانوں میں رہنے والوں کی" اسی صورت حال کو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ اصلوٰۃ کو بیان کیا کہ اسلام کو میں نے تمہارے لیے دین کی حیثیت سے پسند کر دیا ہے۔

اسی دین کی عملی تربیت کے سلسلہ میں ہر نمازی کے لئے لازمی قرار دیا گیا کہ جب نماز کی ادائیگی کے لئے شرائط پورے کرنے کے بعد کھڑا ہو تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر ہتھیلی کو کانوں یا کندھے تک اوپر اٹھا کر اللہ کے سوا ہر چیز سے انکار کا اظہار کرے۔ ہاتھوں کی شکل وشباہت میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں لفظ اللہ کا نشان بناتی ہیں یعنی چھوٹی انگلی الف اور اس کے ساتھ والی انگلیاں (ل) تشدد اور انگوٹھا (ہ) کی صورت اختیار کر جاتا ہے اس عمل کو تکبیر اولیٰ کہا جاتا ہے یعنی اللہ اکبر کہنے کے ساتھ ہاتھوں سے اشارہ بھی کرنا ہے کہ (اللہ) سب سے بڑا ہے، اسی طرح ہر انسان کے دل کو چیر کر دیکھا جائے تو اس کی اندر کی لائنیں لفظ (اللہ) بناتی ہیں۔ یہ ایک قسم کا آٹوگراف ہے اور یہ دستخط ثبوت ہے کہ انسان احسن تقویم پر بنایا گیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

صراط مستقیم کی پانچویں منزل (حلف وفاداری)

ایاک نعبدوایاک نستعین

اولاد آدم نے جب خدا پرستی کو قبول کیا اس کے بعد اس خدا کی ربوبیت کا مشاہدہ بھی کر لیا تو بے ساختہ اس نے شکر بھی ادا کر دیا جب اپنے پیدا کرنے والے خدا کا شکر بھی ادا کر لیا تو اس کے نتیجہ میں اس رب العلمین نے اپنی رحمت کے دروازے اس پر کھول دیئے اور رحمت بھی ایسی کہ دونوں جہانوں میں اسی کے طفیل تمام مشکلات حل ہوں گے اور جب اسے دلی طور پر اطمینان نصیب ہو گیا' شکوک اور شبہات کا دور ختم ہو گیا' تو عملی زندگی شروع ہوتی ہے۔ عمل میں سر فہرست عبادت کا درجہ ہے۔ عبادت کیا ہے! عبادت یہ ہے کہ اپنے ہر معروف فعل کو ادا کرتے ہوئے اپنے معبود کو مرکز اور محور قرار دے۔ سب عبادتیں اسی ذات کے لئے مخصوص ہوں۔ ان عبادات میں کسی غیر اللہ تعالیٰ کو شریک کرانے کا شائبہ تک نہ ہو۔ اسی تصور کو اجاگر کرنے کے لئے توحید پرست انسان ایاک نعبد کا اقرار کرتا ہے کہ اے اللہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں کیونکہ تو ہی ہمارا رب ہے تو ہی ہمارا رحمان ہے تو ہی رحیم بھی اور تو ہی ہمارے یوم جزاء میں سرپرست اور نگران عدل ہے۔

عبادت میں تمام شرعی اوامر داخل ہیں جن میں نماز' روزہ' زکوۃ' حج ارکان خمسہ شامل ہیں۔ بلکہ توحید پرست کا ہر فعل اور عمل بشرطیکہ اس کا محور اور مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات ہو تو وہ عبادت میں شامل ہیں۔ جس طرح ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے وعدہ میں ہے کہ میری نماز' اور قربانی' زندگی' اور مرنا سب کچھ اللہ کے لئے ہیں۔ خدا پرست انسان کا دین بھی دین ابراہیمی ہے اس لئے اس کا ہر فعل اور قول اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہو گا اور یہ کچھ مشکل کام نہیں ہے صرف ارادہ اور نیت کو درست کرنا ہوتا ہے۔ مثلاً" کھانا تو ہر حال میں کھایا جاتا ہے۔ پانی بھی پیا جاتا ہے زندگی میں ہزاروں معمولات ادا کرنے پڑتے ہیں نیند کے

Marfat.com
Marfat.com

لئے سونا اور جاگنا قضاء حاجت کے لیے جانا۔ کسی سے بات کرنا یا کسی کی بات سننا' لین دین کرنا' محبت کرنا' دشمنی یہ سب معمولات دنیا میں ہر شخص کو کرنے پڑتے ہیں۔ ان تمام معمولات کو ادا کرنے سے پہلے صرف یہ ارادہ اور نیت کر لے کہ یہ کام میں اللہ تعالیٰ کے لئے کرنا چاہتا ہوں یہ عمل اور فعل اس کا عبادت بن جائے گا۔ صرف ایک کام یعنی نیت اور ارادہ کرنے سے وہی دنیا داری کا کام دینداری بن جاتا ہے کیونکہ ہر کام اور عمل کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے نیت اگر درست ہے تو عمل بھی درست ہو گا اور اگر نیت غلط ہے تو وہ عمل بھی غلط اور گمراہی میں شمار ہو گا۔ اسی طرح اگر کسی غیر اللہ کو اپنے عمل یا عبادت میں اللہ کے شریک بنانے میں نیت اور ارادہ کرے گا تو پھر یہ عمل شرک بن جائے گا۔ جس کو ظلم عظیم کہا گیا ہے یعنی شرک نقصان اور ظلم ہے کیونکہ جو حق اور مقام اللہ تعالیٰ کے لئے خاص اور مختص تھا اس میں کسی غیر اللہ کو بھی شریک کر دیا۔ غیر اللہ مخلوق ہی ہوتا ہے معبود کا مقام اس کا حق نہیں ہو سکتا اگر کوئی کسی غیر اللہ کو معبود کے مقام پر سمجھے گا تو اس کا مرتکب ہو گا۔ گھاٹے اور نقصان سے وہی خدا پرست بچے گا جو ایمان باللہ اور عمل صالح جو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہو کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے گا۔

جب دین کے دونوں حصوں پر یقین پختہ ہو گیا کہ اعمال صالح جس میں سر فہرست عبادت کو بتایا گیا اور عبادت ایک ایسا جامع و مانع لفظ ہے جو کہ عمل صالح کے ہر قسم کو احاطہ کئے ہوئے ہے جس کے کرنے والے کی نیت اور ارادہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو عقیدہ اور عمل دونوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے امداد کی ضرورت بھی پڑتی ہے تو اس امداد کو بھی اسی ذات سے طلب کیا جائے اور اسی کا حلف اٹھایا گیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

انسانیت کی بندگی اور صفات الٰہی، (عبادت اور اللہ کی امداد)

صراط مستقیم کی پہلی منزل خدا پرستی کی بنیاد اسی جذبہ پر رکھی گئی ہے کہ انسان اپنے اندر خدا کی صفات کا پرتو پیدا کرے یہ اس لئے کہ انسانیت کو دوسرے حیواناتی جذبات سے ممتاز کیا جائے انسان کے ابتدائی ہیولا میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح کا کچھ حصہ جو پھونکا تھا اس کے تقاضے یہی ہیں کہ انسان اور دوسرے حیوانات کے جذبات میں ایک حد فاصل رہے اور وہ جوہر انسانیت ہے جو حیوانیت کے درجہ سے اعلیٰ درجہ کی کیفیت ہے اسی ممتاز کرنے والی کیفیت کا تقاضا ہے۔ کہ انسان کے اندر صفات الٰہی کا پرتو عکس، نمودار ہو کیونکہ اسی سے اس کی انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے۔

چنانچہ قرآن اسی حالت کو اس طرح بیان کرتا ہے یعنی خدا نے آدم میں اپنی روح میں سے کچھ پھونک دیا اور اسی کے زیر اثر اس کے اندر سمع، بصارت، عقل کے حواس اس کے فائدہ کے لئے پیدا کئے۔

اسی روح کے جذبات اور تقاضے ہی انسان کو دوسرے حیوانات سے ممتاز بناتے ہے اور یہ تب ہو گا جب انسان اپنی عقل، بصیرت، سماعت سے کام لیتے ہوئے اپنے اندر صفات الٰہی کا عکس پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ شفقت، عفو، رحم کا برتاؤ کرے جانوروں اور دشمنوں پر بھی رحم اور درگذر کرنے کا جذبہ پیدا کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اس پر بھی اپنی رحمت کی چادر بچھائے رکھے۔

یہ ہے انسانیت کا وہ رخ جو قرآن کے مطالعہ سے سامنے آتا ہے اسی انسانیت کے رخ کی تکمیل ذاتی بے بضاعتی اور عجز و انکساری کا احساس جب پیدا ہوا تو خوف محسوس ہوا کہ شاید اس عبادت کے ادا کرنے کا حق ادا نہ کر سکوں یا اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے متعلق

Marfat.com
Marfat.com

سمجھنے کی جو کیفیت پیدا ہو چکی اس میں کہیں کمی اور نقصان ہو جائے تو اس اپنی مجبوری اور بے بضاعتی، بے سروسامانی وغیرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے امداد کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس کے لیے بھی صراط مستقیم نے انتظام کر دیا کہ عبادت کے ساتھ یہ عہد بھی کر و کہ اے اللہ ان مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے لیے تمہاری ہی امداد کا طلب گار ہوں اور کسی سے براہ راست کسی قسم کی امداد طلب نہیں کروں گا اگر کوئی ان مسائل سے عہدہ برآ ہونے کی امداد کرے گا بھی تو وہ تمہاری ہی امداد سمجھوں گا۔ خدا پرست انسان کا اپنے خدا سے یہ وعدہ اور عہد کرنا ہے کہ میری زندگی میں عقیدہ اور عمل یا مرکز اور محور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہوگی اور اسی حلف اور وعدہ کا اظہار روزانہ پانچ وقت کی نمازوں میں سے ہر رکعت میں تجدید عہد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے روزمرہ سورج کے طلوع ہونے کے ساتھ دن کی روشنی مہیا کر دی کہ اس میں اپنی زندگی کی معاشی حالات سنوار واور پھر رات کے ذریعہ اس کو سکون اور آرام کا سبب مہیا کر دیا۔ پانچ وقت کی عبادت (نماز) کا مقصد بھی معاشی حالات کے سنوارنے کے لیے جو جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرے کہ اس نے زندگی کے اسباب مہیا کر دیئے اور پھر رات کی نماز (عشاء) کے آخر میں (وتر) ایک مختصری نماز میں ایک خصوصی دعا (قنوت) میں ایک عہد اور وعدہ کا اقرار کرایا جاتا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اے اللہ! ہم تجھ سے ہی امداد طلب کرتے ہیں اور تجھ ہی سے بخشش طلب کرتے ہیں۔ اور تجھ پر ہی ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر ہی توکل بھروسہ کرتے ہیں اور تیری ثناء بیان کرتے ہوئے نیکی طلب کرتے ہیں اور تیرا شکرادا کرتے ہیں اور کفر کا انکار کرتے ہیں اور جو تیرا انکار کرتے ہیں ان سے الگ ہوتے ہیں اور ان کو چھوڑتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔ تیری طرف دوڑ کر نکلتے ہیں۔ تیری رحمت کی امید کرتے ہیں، تمہارے عذاب سے ڈرتے ہیں کیونکہ تیرا عذاب کفار کے لیے مختص ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

عقیدہ توحید

ان اللہ لا یغفران یشرک بہ ویغفرمادون ذالک (النساء۔۴۔۴۸)

ترجمہ: اللہ شرک کو معاف نہیں کرتا اس کے سوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں قابل معافی ہیں۔قرآن کے فیصلہ کے مطابق جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات میں کوئی شریک نہیں ہوسکتا اسی طرح اس کی صفات میں بھی کسی کو شریک بنانا روک دیا گیا ہے۔سورۃ اعراف (۱۸:۷) ترجمہ: اور اللہ کے لئے حسن وخوبی کی صفتیں ہیں سو چاہیے کہ ان صفتوں سے اسے پکارو اور جن لوگوں کا شیوہ یہ ہے کہ اس کی صفتوں میں کچھ اندیشہ کرتے ہیں۔انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔اس آیت میں لفظ ''یلحدون'' لاکر اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ راہ حق سے جو کہ اوسط ہے ہٹ کر کوئی کام کرنا منع ہے۔الحاد لفظ لحد سے بنا ہے عرف میں لحد قبر کے اس حصہ کو کہا جاتا ہے جو کسی مردے کے لئے تیار کرنے کے بعد اس کے درمیان کے حصہ سے جانب قبلہ ایک شگاف ڈال کر اس میں میت کو رکھا جاتا ہے یہاں بھی الحاد فی الاسماء کا مطلب یہ ہوا کہ خدا کی صفات کے بارے میں جو راہ حق ہے اس سے منحرف ہونا باطل اور منع ہے۔امام راغب اصفہانی نے اس آیت کی تشریح حسب ذیل لفظوں میں کی ہے۔ترجمہ: یعنی خدا کے لئے کوئی ایسا وصف قرار دینا جو اس کا وصف نہیں ہونا چاہیے یا اس کی صفتوں کا یہ مطلب ٹھہرانا جو اس کی شان کے لائق نہیں (مفردات ص۴۶۴) خدا اپنی ذات میں یگانہ ہے تو ضروری ہے کہ وہ اپنی صفات میں بھی یگانہ ہو ورنہ اس کی یگانگت کی عظمت قائم نہیں رہ سکتی۔

قرآن کے نزول سے پہلے تمام مذاہب نے توحید کے ایجابی پہلو پر زیادہ زور دیا تھا سلبی پہلو کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی تھی ایجابی پہلو یہ ہے کہ خدا ہے اور سلبی پہلو یہ ہے کہ اس کی طرح کوئی نہیں نہ ذات میں اور نہ ہی اس کی صفات میں۔

سلبی پہلو کو اہمیت نہ دینے کی وجہ سے کسی نہ کسی صورت میں شخصیت پرستی، عظمت

Marfat.com
Marfat.com

پرستی اور اصنام پرستی کے اثرات نمودار ہوتے رہے ۔ یہی حال ہندوستان کے خطہ میں بھی موجود رہا پیروکاران مذاہب نے عوام کی تشفی کے لئے دیوتاؤں کا تصور پیش کر دیا البتہ خواص کے لئے توحید کا مقام مخصوص بنا دیا گیا تھا یہی تصور یونان کے فلاسفروں میں بھی موجود تھا اور سقراط نے اس رسم کو توڑا کہ عوام کے اصنامی عقائد میں خلل نہ ڈالا جائے تاکہ عوام کے مذہبی خیالات میں انتشار نہ پھیل جائے ۔ ان عوامی عقائد کے پیش نظر ہی فیثا غورث جیسا فلاسفر بھی جب حسابی قاعدہ معلوم کرنے میں کامیاب ہوتا ہے تو اس کا شکرانہ ادا کرنے کے لئے سو بچھڑوں کی قربانی دیوتاؤں کی نذر کرتا ہے صفات کے معاملہ میں ہی اصل مسئلہ پیدا ہوتا ہے ورنہ ذات میں تو بہت کم ہی کبھی اشتراک کا اثر ظاہر ہوا ہو گا اس کی وجہ یہ رہتی ہے کہ جس شخصیت سے استفادہ کیا جاتا ہے اس کے احترام کا اثر ضرور مستفید ہونے والے کے ذہن میں رہتا ہے مگر بگاڑ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اس کی صفات کے حدود سے تجاوز کیا جائے یعنی خدا کی صفات میں دوسری قابل احترام شخصیت کے حدود کا تعین نہ ہونا ۔ اسی بے احتیاطی کے نتیجہ میں اس قابل احترام شخصیت جس سے استفادہ کرنے کا ارادہ ہوتا ہے اس کو کبھی تو خدا بنا دیا جاتا ہے کبھی ابن اللہ کے عہدہ پر براجمان کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور کبھی اس شخصیت کو ہی خدا کا شریک اور حصہ دار بنا دیا جاتا ہے اور اگر کوئی اپنے عقیدہ وحدانیت میں متذبذب ہوتا ہے تو پھر اس شخصیت کی تعظیم اور احترام میں بندگی اور نیاز کی سی شان پیدا کر دی جاتی ہے۔

یہودیوں نے اپنے ابتدائی عہد میں اپنی گمراہیوں کے بعد کبھی ایسا نہیں کیا کہ پتھر کے بت تراش کر ان کی پوجا کی ہو لیکن اس بات سے وہ بھی نہ بچ سکے کہ اپنے نبیوں کے مقابر پر ہیکل تعمیر کر کے انہیں عبادت گاہوں کی سی شان و تقدس دے دیتے تھے ۔

گوتم بدھ کی نسبت معلوم ہے کہ اس کی تعلیم میں اصنام پرستی کے لئے کوئی جگہ نہ تھی اس

Marfat.com
Marfat.com

کی آخری وصیت جو ہم تک پہنچی ہے یہ ہے " ایسا نہ کرنا کہ میری نعش کی راکھ کی پوجنا شروع کر دو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یقین کرو نجات کی راہ تم پر بند ہو جائے گی"۔ لیکن پیروکاروں نے اس وصیت پر جیسا عمل کیا وہ دنیا کے سامنے ہے نہ صرف گوتم بدھ کی خاک کی اور یادگاروں پر عبادت گاہیں تعمیر کیں ۔ بلکہ مذہب کی اشاعت کا ذریعہ ہی یہ سمجھا گیا کہ اس کے بت بنا کر دنیا بھر میں پھیلا دیئے جائیں ۔ یہ واقعہ ہے کہ دنیا میں کسی معبود کے بھی اتنے مجسمے نہیں بنائے گئے جتنے گوتم بدھ کے بنائے گئے ہیں ۔ اسی طرح یہ بات بھی ظاہر ہے کہ مسیحیت کی حقیقی تعلیم سراسر توحید کی ہی تعلیم تھی لیکن ابھی اس کے ظہور کے سو برس بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ الوہیت مسیح کا عقیدہ نشو و نما پا چکا تھا۔ آپ دیکھیں اس عقیدت نے کہاں تک انسان کو پہنچا دیا کہ جس کی تعظیم کی تو اس کے حدود کو پھلانگتے ہوئے ماورا شخصیت بنا دیا جاتا ہے ۔ اصل خرابی یہی ہے کہ حدود مقررہ میں تجاوزات کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے حالانکہ قرآن نے کھلا فیصلہ کر دیا کہ ان صفات میں تجاوزات کرنے والوں کو چھوڑ دو۔ خدا پرستی کے سلسلہ میں قرآن کا ارشاد ہے کہ عبادت اور نیاز کی مستحق صرف خدا ہی کی ذات ہے بس اگر تم نے عابدانہ عجزونیاز کے ساتھ کسی دوسری ہستی کے سامنے سر جھکایا ' تو توحید الٰہی کا عقیدہ باقی نہ رہا وہ کہتا ہے یہ اسی کی ذات ہے جو انسانوں کی پکار سنتی ہے اور ان کی دعائیں قبول کرتی ہے ۔ بس اگر تم نے اپنی دعاؤں ' استقامت ' رکوع ' سجود ' عجزونیاز ' اعتماد ' توکل اور اس طرح کے تمام عبادت گزارانہ اور نیاز مندانہ اعمال ' وہ اعمال ہیں جو خدا اور اس کے بندوں کا باہمی رشتہ قائم کرتے ہیں بس اگر ان اعمال میں تم نے کسی دوسری ہستی کو بھی شریک کر لیا تو خدا کے ساتھ رشتہ معبودیت کی یگانگی باقی نہ رہی ۔ اسی طرح عظمتوں ' کبریائیوں ' کارسازیوں اور بے نیازیوں کا جو اعتقاد کسی دوسری ہستی کے لئے پیدا کیا گیا جو کہ صرف خدا کے ساتھ مختص تھا تو یہ خدا کا شریک ٹھہرانے کا

Marfat.com
Marfat.com

تصور ہو گا جس سے توحید کا اعتقاد درہم برہم ہو جائے گا۔

بندگی اور معبود کی حدود کا تعین جب تک نہیں ہو گا شرک سے بچنا مشکل ہو گا۔ انہیں حدود کی نشاندہی صراط مستقیم کی اس منزل میں کی گئی ہے جو کہ **ایاک نعبدو ایاک نستعین** کے قاعدہ کلیہ میں کی گئی ہے بندہ اور خالق کے الگ الگ حدود کا تعین کر دیا گیا ہے عبادت اور امداد دونوں میں واضح طور پر اقرار کرایا گیا ہے کہ یہ دونوں صرف ذات الٰہی کے ساتھ مختص ہیں ان میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح مقام نبوت کی حد بندی میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ دوسری امتوں کی طرح امت محمدیہ کسی بگاڑ کا شکار نہ ہو جائے ہر نماز کے اختتام پر التحیات پڑھتے ہوئے ہر پیروکار اسلام یہ عہد کرتا ہے کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ محمد ﷺ خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے ۔ اس اقرار اور گواہی میں جس طرح توحید پرستی کا اعتراف کیا گیا ہے ٹھیک اسی طرح پیغمبر اسلام کی بندگی اور درجہ رسالت کا بھی اعتراف ہے کہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے نبوت اور اللہ تعالیٰ کے حدود کا امتیاز کرنا ضروری ہے جس طرح خدا کے معبود ہونے کا عقیدہ ضروری ہے اسی طرح اس کے پیغمبر کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا عبد (بندہ) ہے اور اس کا رسول ہے یہی بنیادی عقیدہ ہے پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد مسلمانوں میں اگرچہ بہت سے اختلافات نظریاتی طور پر پیدا ہوئے مگر اس عقیدہ یعنی آپؐ کی شخصیت کے بارے میں کبھی کوئی سوال پیدا نہیں ہوا اور اگر کوئی معمولی سا اثر ظاہر ہونا شروع بھی ہوا تو خلیفہ اول نے فوراً" یہ آیت پڑھ کر سد باب کر دیا (ترجمہ) جو کوئی تم میں محمد ﷺ کی پرستش کرتا تھا سو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ محمد ﷺ نے وفات پائی اور جو کوئی تم میں سے اللہ کی پرستش کرتا تھا تو اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ زندہ ہے اس کے لئے موت نہیں اور بعض اصحاب کبارؓ نے شدت محبت میں

Marfat.com
Marfat.com

مبتلا ہو کر حضور اکرم ﷺ کی فوتیدگی کو ناممکن سمجھنا شروع کیا اور یہ شدت جذبات کا ایک ادنیٰ نمونہ تھا جس کا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً" نوٹس لیا اور بجائے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سمجھاتے ' بغیر کسی گفتگو کے فوراً" قرآن کی مذکورہ آیات کی تلاوت شروع کر دی اور اس آیت کی تلاوت کی آواز جب جان نثار محمدؐ کے کانوں پر پڑی تو فوراً" اپنی کمزوری کا احساس ہوا اور سابقہ خیالات سے پسپائی اختیار کی ۔ یہی قرآنی معجزہ تھا جس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابتدائی زندگی جس میں وہ تلوار لے کر داعی انقلاب کا خاتمہ کرنے کے درپے تھے اور اپنی ہمشیرہ کے دروازہ پر قرآن کی آیات کی آواز سن کر اندر داخل ہوتے ہی انقلاب برپا کر دیا تھا۔ دوبارہ جب ان آیات کو سنا تو پھر ان کی زندگی میں انقلاب موجزن ہوا۔ جو انجام کار اسلام کی انقلابی گروہ کی تقویت کا باعث بنا تھا۔

اگر اس ہنگامی حالت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموشی اختیار کر جاتے تو آپ جانتے تھے کہ اس ابتدائی دور کے شرک کا اگرچہ معمولی سا خیال ہی تھا سے چشم پوشی کر جاتے تو پھر اس سیلاب کو روکنا ہر کسی کے دسترس میں نہ تھا اور پھر وہی دور عیسائیت ابن اللہ کے عقیدہ کا برگ و بار کے ساتھ پھیلنا شروع ہو جاتا اس سانحہ عظیمہ کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست کام آئی۔

صراط مستقیم کی چھٹی منزل (راہنمائی کی طلب)

جب ایک مسلمان جس کا دین اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر اعتقاد کے سلسلہ میں ارتقائی درجات کا سامنا کرنے اور سمجھنے کے بعد اپنے آپ پر شرک کے تمام دروازے بند کر جاتا ہے اور تمام ظاہری سہاروں سے دست کش ہوتا ہے کہ اب میری بے مائیگی اور عجزی کا کیا ہو گا تو معاً" خیال پیدا ہوتا ہے کہ اسی ذات میں ہی اپنے لئے سہارا طلب کر تو کہہ دیتا ہے کہ

Marfat.com
Marfat.com

ہمیں صراط مستقیم کی راہنمائی فرما۔ صراط مستقیم بھی وہ جس پر چلنے والوں کو تمہاری نعمتوں کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

مجھے بھی ان انعام یافتہ بندوں کی طرح ظاہری ' باطنی' تخلیقی' تربیتی اور محبت و رحمت کے سایہ میں روز جزاء کے نظام عدل کے مراحل سے عہدہ برآ فرما۔

ہدایت کے معنی راہنمائی کے اور راستہ دکھانے یا کسی راہ پر لگا دینے کے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ہر مخلوق میں اس کے حیثیت کے مطابق راہنمائی کے فطری سامان ہدایت و دیعت کر دیئے ہیں

اگر اس کی فطرتی حیثیت میں ہدایت اور راہنمائی نہ ہوتی تو پھر ناممکن ہوتا کہ وہ مخلوق اپنے وقت مقررہ تک زندہ رہ سکتی مثلاً" نباتات کی فطرت میں یہ بات پوشیدہ ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق زمین سے غذائیت حاصل کر کے تربیت پاتے ہیں اسی طرح حیوانات اپنی فطری صلاحیت اور تقاضہ کے مطابق گوشت خور جانور اور سبزی خور جانور الگ الگ خوراک اپنی خواہش پر حاصل کرتے ہیں

حیوانات میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے جو طریقے رکھے ہیں ان میں سے ایک طریقہ وجدان کا ہے جس کے مطابق وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کی جدوجہد کرتا ہے اسی طرح ایک ذریعہ ان میں حواس مہیا کر دیئے گئے ہیں جیسے انسان میں حواس خمسہ کی صلاحیت رکھ دی گئی ہے اسی طرح حیوانات میں بھی سننے ' دیکھنے' چکھنے' سونگھنے اور محسوس کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے تمام حیوانات بہ شمولیت انسان ان حواس کے زیر اثر کم و بیش زندگی گزارتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا ایک تیسرا ذریعہ بھی مہیا کیا ہے اور وہ ہے عقل مگر اس ہدایت کی صلاحیت صرف حضرت انسان جو کہ اشرف المخلوقات سمجھی جاتی ہے میں ودیعت کی گئی ہے

Marfat.com
Marfat.com

اور اس ہدایت کی امتیازی حیثیت کی وجہ سے اس کی ذمہ داریاں بھی بڑھا دی گئی ہے اسی عقل کی ہدایت کی وجہ سے اس کے آگے غیر محدود ترقیاتی ماحول کا دروازہ کھول دیا گیا ہے اپنی عقل کی صلاحیت کے مطابق دوسری مخلوق کے لئے بہتر زندگی گزارنے کے اسباب تلاش کرکے اپنے جیسے انسانوں کے لئے آسانیاں پیدا کرے۔ ان کی مشکلات دور کرنے کے لئے اپنی عقل کو استعمال کرے۔ یہ کائنات میں جو روز نئی نئی تبدیلیاں آ رہی ہیں انسان کے ابتدائی زندگی کا مطالعہ کرو کہ اس نے اسی ہدایت عقل کے زیر اثر مخلوق خدا کو کیا کیا فائدے پہنچائے جدید علوم سائنس کے ذریعہ زراعت' انجینئرنگ' طب' سفری مسائل رہائشی ضروریات جو پورے کئے جاتے ہیں ان کا تصور بھی ابتدائی انسان نہیں کر سکتا۔ یہ سب ترقی کے نشانات جو دیکھے جا سکتے ہیں وہ سب اسی ہدایت عقل کے ذریعہ حاصل ہوئے اور یہ ہدایت انسان کو جو ملی ہے اس کے جسم میں ودیعت کر دی گئی ہے یہ اسی خالق کی دی ہوئی ہدایت ہے۔

چونکہ انسان کو ہی تیسری قسم کی ہدایت "عقل" کے لئے مختص کر دیا گیا ہے مگر زندگی میں بسا اوقات ایسے مراحل سے بھی واسطہ پڑتا ہے جہاں عقل بھی اپنی بے مائیگی اور درماندگی کا اظہار کر جاتی ہے تو اس مشکل کو بھی اللہ تعالیٰ نے حل کرا دیا جو کہ ان سابقہ تمام زرائع ہدایت سے اعلیٰ اور ارفع ذریعہ ہے انسانوں کو اس ہدایت کے شرف سے نوازا جو کہ دوسرے انسانوں کی راہنمائی اور ان کے مشکلات کے حل کرانے میں معاون ہوتے ہیں۔

یہ قانون قدرت کے مطابق ہی ہے جیسے تمام حیوانات میں جس کی ہدایت مشترک طور پر مہیا کر دی تھی مگر ان حیوانات میں سے ایک حیوان ناطق "انسان" کو عقل جیسی ہدایت دی جس کی وجہ سے دوسرے حیوانات سے ممتاز قرار دیا گیا۔

عقل انسانی جہاں جواب دیتی ہے' اپنی کم مائیگی اور بے بسی کا مظاہرہ کر جاتی ہے۔ تو پھر اللہ

Marfat.com
Marfat.com

تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کے ذریعہ خصوصی ہدایت "وحی" کے ذریعہ عقل کی راہنمائی کرانے کے اسباب مہیا کرنے کا انتظام فرما دیا کرتے ہیں۔ صراط مستقیم انہی مخصوص شخصیات جن کو انبیاء اور رسول ﷺ کے اعزاز سے اللہ تعالیٰ نے نوازا کے ذریعہ وحی کی ہدایت کی روشنی میں نشاندہی کر دی گئی اور اسی صراط مستقیم پر چلنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے انعامات مقرر کئے گئے ہے۔

اسی صراط مستقیم کی تعلیم حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک تمام انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ وحی کی ہدایت کی صورت میں پیش کی گئی۔ سابقہ امتوں کے بعض خود ساختہ پیروکاروں نے اپنے اپنے ذاتی مفاد اور مقاصد کے پیش نظر اسی صراط مستقیم کی تعلیم کے نام سے تجاوزات کر کے اصل تعلیم انبیاء کی شکل بگاڑ کر رکھ دی۔ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی دعوت کے مخاطب اس سے پہلی مخلوق "جنات" جو سرکش ہو کر فساد پیدا کرتے تھے ان کی ہدایت تھی۔ اسی تعلیم کی دعوت حضور اکرم ﷺ نے مشرکین مکہ کے سامنے پیش کی۔

قانون کا احترام

قانون کا احترام سب پر لازم ہے خواہ وہ ملکی ہو یا عقیدہ کا اس کی خلاف ورزی کسی صورت میں خواہ کوئی بھی کرے وہ قابل گرفت ہوتا ہے یہ ایک اصول ہے جو کہ ہر قوم اور ملک میں رائج ہے۔ اسی طرح اسلام میں بھی عقیدہ اور عمل پر مشتمل قوانین منضبط کئے گئے ہیں اور یہی قوانین سورۃ فاتحہ جس کو صراط مستقیم کی حیثیت حاصل ہے میں بیان کئے گئے ہیں اس شاہراہ مستقیم میں کسی قسم کے تجاوزات پیدا کرنے کو کوئی بھی اسلامی حکومت برداشت نہیں کرے گی تجاوزات کرنے والی شخصیت خواہ وہ کتنی ہی عظیم اور قابل احترام ہی کیوں نہ ہو

Marfat.com
Marfat.com

قانون اس کے خلاف بھی استعمال ہو گا آپ دیکھیں حضور اکرم ﷺ جب وفات پاتے ہیں تو صحابہ کرامؓ کی زندگی میں غم و اندوہ کے پہاڑ کھڑے ہو جاتے ہیں آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے شدت غم میں بڑے بڑے بہادر اور جان نثار ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن رسول اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے تھے اس سے بہتر اور تابناک دن میں نے کبھی نہیں دیکھا اور جس دن رسول اکرم ﷺ نے وفات پائی اس سے زیادہ قبیح اور تاریک دن میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ آپؐ کی وفات پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرط غم سے نڈھال ہو کر ہی فرمایا تھا (ترجمہ) ابا جان! جنہوں نے پروردگار کی پکار پر لبیک کہا۔ ہائے ابا جان! جن کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے ہائے ابا جان! ہم جبرائیل کو آپ کی موت کی خبر دیتے ہیں (بخاری)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جذبات

آپ کی وفات کی خبر سن کر اصحاب کرام کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جانا فطرتی بات تھی جن لوگوں نے آپؐ کی دعوت پر اپنے اہل و اولاد' ماں' باپ' جائیداد' قبیلے اور شہر آبادیاں ویران کر چکے تھے اور آپؐ کی سچائی کے خلاف کسی بات کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھے بلکہ اپنی عزیز ترین متاع (جان) بھی اللہ کے لئے قربان کر جاتے تھے وہ کب آپؐ سے جدائی برداشت کر سکتے تھے مگر بعض اوقات شدت محبت اور جذبات کے طوفانوں میں انسانی شعور کی بھی تہی دامنی سامنے آ ہی جاتی ہے اسی قسم کی کیفیت سے آپؐ کے جان نثار جس کے لئے آپؐ نے دعا بھی فرمائی تھی ۔ کہ اے اللہ! دو عمروں میں سے ایک کو ہدایت اسلام سے نواز (ابوجہل کا نام بھی عمر تھا) اور دوسرا عمر بن خطاب۔ اسلام لانے سے پہلے ان دونوں کی شجاعت بہادری اور دبدبہ کا کوئی جواب نہ تھا اس بہادری کی صفت میں دونوں ہی اپنے وقت کے بے مثال انسان تھے تو اللہ تعالیٰ نے عمر بن خطاب کے حق میں فیصلہ دے دیا کہ

Marfat.com
Marfat.com

اسلام کے لئے اس کی فطرت میں کوئی کھوٹ اور ملاوٹ نہیں ماحول نے ان کو مجبور کر رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آتی ہے تو پھر تاریخ بتاتی ہے کہ وہی عمر جو آپؐ کے ختم کرنے کے ارادہ سے شمشیر بہ کف ہو کر نکلتا ہے تو ماحول کا چھایا ہوا ظلمت کا پردہ اچانک چاک ہو جاتا ہے اور پھر دربار رسالت پر حاضر ہو کر اپنی اکڑی ہوئی گردن جو کسی اپنے جیسے انسان کے سامنے سرنگوں کرنے کی سوچ بھی نہیں سکتا تھا وہ در دولت پر حاضر ہو کر طوق غلامی رسالتؐ کو اپنی گردن کا زیور بنا دیتا ہے یہ قدرت کے کرشمے ہیں کہ ایک انتہا سے دوسری انتہا تک کیسے پہنچانے کے اسباب مہیا کرتی ہے یہ شخصیت جتنی مخالفت محمدؐ میں بے مثال تھی یہی شخصیت محبت رسولؐ میں بے مثال ہو کر جذبات کا شکار ہو جاتی ہے جب ان کو آپؐ کی وفات کی خبر ملتی ہے تو انہی جذبات کے زیر اثر تلوار نکال لیتے ہیں کہ کون ہے؟ جو کہتا ہے کہ محمدؐ فوت ہو چکے ہیں جو کوئی بھی یہ کلمہ زبان سے نکالے گا میں اس کی گردن جسم سے الگ کر دوں گا۔ صحابہ کرامؓ پریشان ہو جاتے ہیں شدت غم سے خاموشی چھا جاتی ہے تو اچانک خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملتی ہے کہ مسجد نبویؐ میں یہ صورت حال پیدا ہو چکی ہے۔ آپ خلیفہ اول بن کر اپنی حیثیت کے مطابق اپنے گھوڑے پر سوار ہو جاتے ہیں۔ گھر سے نکل کر مسجد نبویؐ میں داخل ہوتے ہیں۔ بغیر کسی شخص سے بات کئے سیدھے حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کا قصد فرمایا۔ آپؐ کا جسم اطہر دھاریدار یمنی چادر سے ڈھکا ہوا تھا حضرت ابوبکرؓ نے رخ انور سے چادر ہٹائی اور اسے بوسہ دیا اور اپنے جذبات فطرتی کو اپنی آنکھوں کے راستے آنسوؤں کی صورت میں دماغ سے خارج کیا۔ پھر فرمایا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! اللہ تعالیٰ آپؐ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا جو موت لکھی ہوئی تھی وہ آپ کو آج آ چکی۔

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ باہر تشریف لاتے ہیں اس وقت حضرت عمرؓ لوگوں سے بات کر

Marfat.com
Marfat.com

رہے تھے تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ عمرؓ! بیٹھ جاؤ حضرت عمرؓ نے ابھی تک اپنے جذبات کا پردہ چاک نہیں کیا تھا۔ تو بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے اس انکار کو سن کر ابوبکرؓ کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ عمرؓ کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹ گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنی ذہنی کیفیت جو کہ بحال ہو چکی تھی کہ مطابق خطاب فرمایا (قرآن کا ترجمہ) تم میں جو شخص محمدؐ کی پوجا کرتا تھا تو (وہ جان لے) کہ محمدؐ کی موت واقع ہو چکی ہے اور تم میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو یقیناً" اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے کبھی نہیں مرے گا (اللہ کا ارشاد ہے) محمد نہیں ہیں مگر رسول ہی ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ (محمد) یا ان کی موت واقع ہو جائے یا وہ قتل کر دیئے جائیں تو تم لوگ اپنی ایڑی کے بل پلٹ جاؤ گے؟ اور جو شخص اپنی ایڑی کے بل پلٹ جائے تو (یاد رکھے) کہ وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو جزاء دے گا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقریر کا رد عمل

حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ واللہ ایسا لگتا تھا کو گویا لوگوں نے جانا ہی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کی ہیں یہاں تک کہ ابوبکرؓ نے اس کی تلاوت کی تو سارے لوگوں نے یہ آیات اخذ کیں اور اب جس کسی انسان کو دیکھیں تو وہ انہی آیات کی تلاوت کرتا تھا۔ انسانوں کے ذہنوں سے جذبات کے پردے اترنے لگے صحابہ کرامؓ کو جو اب تک فرط غم سے حیران و ششدر تھے ادھر حضرت عمرؓ کی واشگاف دھمکی سے مبہوط تھے تو ایسی صورت حال میں اچانک ابوبکرؓ کا خطاب سن کر لوگوں کے حواس بحال ہوئے اور ہوش میں آگئے تو پھر وہی حقیقت سامنے آگئی کہ لوگوں کو یقین آگیا کہ واقعی رسول اللہ ﷺ رحلت فرما چکے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

ایسی حیران کن خبر کو حضرت سعید بن مسیبؓ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا، واللہ میں نے جوں ہی ابوبکرؓ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا انتہائی متحیر اور دہشت زدہ ہو کر رہ گیا۔ حتیٰ کہ میرے پاؤں مجھے اٹھا ہی نہیں رہے تھے اور حتیٰ کہ ابوبکرؓ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سن کر میں زمین پر گر پڑا، کیونکہ میں جان گیا کہ واقعی نبی اکرم ﷺ کی موت واقع ہو چکی ہے۔ (بخاری)

یہ ایک ادنیٰ سی تمثیل ہے کہ قانون کا احترام کس حد تک ملک اور وطن اور امت کے لئے قابل احترام ہوتا ہے۔ یہ احترام کی ذہنیت اس انقلابی گروہ میں اس قدر سرایت کر چکی تھی کہ انتہائی غضبناک صورت میں بھی ہوش وحواس کو بحال رکھنا کسی نہ کسی کو رکھنا ہی پڑتا ہے۔ اگر خلیفہ بلا فصل بھی وقتی طور پر رواداری کو اختیار کر کے خاموشی اختیار کر دیتا تو اس امت واحدہ کی کیا شکل بنتی!

مقصد یہ ہے کہ قانون ہر حالت میں قابل احترام رہتا ہے۔ اس کی خلاف ورزی کوئی بھی کرے صاحب اقتدار کرے۔ کوئی اضطراری طور بھی کرے تو اس کی گرفت کرنا ہر حالت میں ضروری ہے۔ قانون کے احترام کا مظاہرہ کرنے والی شخصیت بھی وہ تھی جس کو یار غار ہونے کا شرف حاصل تھا۔ یہی وہ شخصیت تھی جس کو حضور اکرم ﷺ نے قوم کی امامت کے لئے منتخب کیا تھا۔ یہی وہ شخصیت تھی وفات نبی کے بعد ارتداد کا فتنہ جس کو مسیلمہ کذاب نے اٹھانے کا ارادہ کیا تھا اس کا سد باب کیا۔ یہی وہ جنہوں نے زکوٰۃ کے مال میں سے رواداری کی خاطر ایک رسی کو بھی چھوڑنے کے روادار نہ تھے۔ یہ سب واقعات قانون کے احترام کے سلسلہ میں سامنے آتے ہیں۔ انہی میں صراط مستقیم کی شاہراہ کو تجاوزات سے محفوظ رکھنے کا فلسفہ ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

صراط مستقیم میں تجاوزات کے خلاف رد عمل

حضور اکرم ﷺ کی وفات کے موقعہ پر اصحاب کرامؓ نے جو رد عمل ظاہر کیا اس کا اگر تجزیہ کیا جائے تو اس رد عمل کو عین انسانی فطرت کے تقاضا کے مطابق ہی سمجھا جا سکتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے جو جذباتی مظاہرہ کیا وہ اپنی ذہنی لگاؤ اور اعتماد کے اظہار کا انتہائی درجہ تھا اور یہ اس لئے پیدا ہوا تھا کہ اپؓ کی فطرت انسانی دو درجوں کی انتہاؤں کے مرحلوں پر مشتمل رہ چکی تھی ایک ابتدائی مرحلہ وہ تھا جب کہ آپؐ کو ختم کرنے کی کیفیت پر مشتمل تھا یہ بھی ایک انتہائی مرحلہ تھا اور دوسرا جب وہ اطاعت کی انتہائی منزل پر پہنچ جانا چاہتے تھے وہ اسلام کی دعوت قبول کرنے کا مرحلہ جس میں اپنے آپ کو من کل الوجوہ آپ ﷺ کے سامنے سپردگی کا مرحلہ تھا یعنی اپنے آپ کو مٹا کر صرف رسول اللہ ﷺ کے لئے مختص ہونا۔ اب جس شخصیت کی ذہنی کیفیت ان دونوں مرحلوں سے گزری ہو اور پھر اس کے سامنے اچانک یہ مرحلہ پیش آ جائے تو لازماً" اس کی ذہنی کیفیت اس کے اختیار سے باہر ہی نکل جانی چاہئے اور اس کیفیت کا اظہار شدت محبت کی صورت میں یہ گوارا کر ہی نہیں سکتی کہ ان کے محبوب کے متعلق کوئی شخص اس کی ذہنی کیفیت کے خلاف اظہار رائے کرے کہ آپؐ وفات پا چکے ہیں حضرت عمرؓ کے جذبات میں یہ نقشہ بیٹھا جا رہا تھا کہ آپؐ پر فنا کا قانون لاگو نہیں ہوتا جو قرآن میں بیان کیا گیا تھا کہ ہر شے پر فنا کا قانون لاگو ہوتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اس قانون سے مستثنیٰ ہے وہ سدا حی و قیوم ہے۔

اس موقعہ پر اگر حضرت عمرؓ کی رائے اور شخصیت کا احترام کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی جاتی تو یہ ایک قسم کے عقیدہ توحید پرستی جو کہ صراط مستقیم کی پہلی منزل تھی اس میں تجاوزات برداشت کرنے کا نتیجہ بن سکتی۔ حضرت عمرؓ کے دیکھا دیکھی اور بھی کئی تجاوزات نمودار ہو

Marfat.com
Marfat.com

جاتے اور پھر یہ کیفیت حضرت صدیق اکبرؓ کی شخصیت اور شان کے خلاف جاتی اور حضرت ابوبکرؓ وقتی مصلحت کے شکار ہو کر خاموشی اختیار کر جاتے یہ طریقہ ان کی شان کے خلاف تھا اس لئے انہوں نے بر سر منبر اعلان کیا کہ رسول اکرم ﷺ وفات پا چکے ہیں۔ اور یہ اعلان بھی بچشم خود دیکھ کر کیا کسی سے سنی سنائی بات پر عمل نہیں کیا اور دلیل بھی قرآن کی آیات مبارکہ کی روشنی میں پیش کی گئی اور پھر جب اصل کیفیت حضرت عمرؓ کے سامنے آ گئی تو فوراً" اپنے امیر اور خلیفہ وقت کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے نظریہ سے دست بردار ہو گئے کسی قسم کی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ نہ کیا جیسے کہ عموماً" ایسے موقعوں پر صاحب حیثیت لوگ اکثر کرتے رہتے ہیں یہ اس لئے ہوا کہ یہ دونوں شخصیات اپنی ذات کو درمیان میں لانے سے گریزاں تھے ان کے سامنے اگر کچھ تھا وہ یہی تھا کہ رسول اکرم ﷺ کی ذات سے محبت اور احترام ان کی شان رسالت اور نبوت کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی شان کے مطابق دونوں کو (خالق اور مخلوق) اپنے اپنے مقام پر رکھنا اور سمجھنا ہی اسلام تھا۔

اسلام کی تعلیمات اعتدال کے راستہ پر چلنے کا ذریعہ ہیں اسی لئے کہا جاتا ہے (خیر العمل اوسطھا) یہی اعتدال کا حامل الامور صراط مستقیم ہے۔ اگر کوئی مسلک اعتدال سے تجاوز کرنے کا ذریعہ بنتا ہے وہ غیر پسندیدہ ہوگا۔ دیکھئے یہود نے اعتدال کو چھوڑ کر عیسیٰؑ کی رسالت اور نبوت کا انکار کیا یہ کیا تھا تعصب! کہ نبوت اگر ہوگی تو صرف اسرائیلی مسلک اختیار کرنے والے کو ملے گی اور کوئی نسل اس کی مستحق نہیں۔

اسی طرح عیسائیوں نے عیسیٰؑ کے ساتھ انتہائی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے مخلوق کے درجہ سے نکال کر خدائی صفات کا مستحق قرار دے کر تثلیث کا نظریہ اپنا کر اعتدال سے نکل گئے۔ ہندوستان میں بھی مذہب کے نام پر اعتدال کو چھوڑ کر دو گروہ حنفیوں کے بن گئے دائیں بازو اور بائیں بازو۔

Marfat.com
Marfat.com

انقلابی اقتدار میں ارتداد کا انتشار

فتح مکہ کے بعد جب قریش کے بچے کچے عناصر نے بھی نئی انقلابی جماعت میں شامل ہونا شروع کیا تو یہ انقلابی جماعت جس کو ابتدائی ایام میں مکہ میں سر چھپانے کے لئے کوئی بھی جگہ دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ اب مسلمانوں کے اقتدار کا سورج طلوع ہوتے ہی ابن الوقت قسم کے لیڈر بھی ان مخلص اور کمزور حیثیت کے مسلمانوں جو خوف کے مارے ابھی تک کھلم کھلا اسلام کے لئے اپنی عقیدت کے اظہار سے محروم تھے کے ہم نوا ہو کر دھڑا دھڑ اسلام کی چادر اور چاردیواری کی حفاظت میں داخل ہونے کے لئے بے قرار ہو رہے تھے یہ انقلابی جماعت اب اتنی قوی ہو گئی تھی کہ عرب کی سرزمین میں کوئی عرب' یہودی' عیسائی قبیلہ ان کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکتا تھا چنانچہ عرب کے تمام قبائل اپنے قبیلہ یا قوم پرستی سے تائب ہو کر قریش کی نئی قومیت کا حصہ بن گئے۔ صرف عہد رسالتؐ کے اواخر میں دس ہجری میں یمن کے ایک شخص اسود عنسی نے مسلمان ہونے کے بعد نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور مرتد ہو گیا تھا پھر قبیلہ مذحج کو ساتھ ملا کر یمن پر اسلامی اقتدار کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ یہ شخص بڑا شعبدہ باز کاہن اور چرب زبان تھا۔ اس نے پہلے نجران پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور حضرت عمرو بن حزم اور حضرت خالد بن سعید جو کہ اس علاقہ میں مرکزی حکومت کی نمائندگی کر رہے تھے نکال دیا اس کے بعد تقریباً" سات سو سواروں کے ساتھ صفاء کے علاقہ پر دھاوا بول دیا تھا شہر بن باذان جو اس وقت صفاء کا عامل تھا اس کو قتل کرا دیا اور پھر اس کی بیوہ جس کا نام آزاد تھا کو زبردستی اپنے گھر میں ڈال لیا۔ آپؐ نے یمن کی تازہ صورت حال سے باخبر ہونے پر حضرت ابو موسیٰ اشعری اور طاہر بن ابی ہالہ' معاذ بن جبل کو پیغام بھیجا کہ جو لوگ اسلام پر ثابت قدم ہیں ان کی معیت میں اسود عنسی کے خلاف جہاد کرو۔ اس طرح حضرت فیروز جو کہ باذان کی بیوہ کا چچا زاد بھائی تھا کہ ہاتھوں اسود عنسی کو قتل کرایا گیا۔ مگر

Marfat.com
Marfat.com

جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو عرب کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ابن الوقت قسم کے مسلمانوں کی وجہ سے رد انقلاب کا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ چنانچہ مدینہ اور مکہ کی برسراقتدار جماعت کو دوبارہ ان مرتد قسم کے لوگوں کے خلاف طاقت کا استعمال کرنا پڑا۔ ارتداد کا یہ فساد بڑا سخت تھا لیکن انقلابی جماعت کے ایمان اور ہمت سے یہ فساد بھی فرد ہو گیا یہ بھی ایک تعجب کی بات ہے کہ اس ارتداد کے خلاف ہر معرکہ میں مکہ کے قریش نوجوان ہی پیش پیش رہتے تھے حالانکہ ان نوجوانوں نے ابھی چند یوم پہلے ہی اسلام کو قبول کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان نوجوانوں نے کسی خوف اور مصلحت کے پیش نظر اسلام کی دعوت پر لبیک نہیں کہا تھا بلکہ اصل حقیقت اور السابقون الاولون کی ثابت قدمی کی تاریخ کو دیکھنے کے بعد ہی بخوشی حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کے بعد آپؐ کے تربیت یافتہ انقلابی گروہ (صحابہ کرام) آپؐ کے نظریہ دعوت توحید کو جاری رکھے ہوئے تھے انہی جان نثاروں نے آپؐ کے بعد آپؐ کے مشیر خاص اور یار غار' سفر ہجرت کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر کرانے کے بعد اطاعت قبول کی۔ پھر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد انہی کی رائے اور سفارش سے خلافت کے لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نامزد کیا گیا۔ اسی صاحب رائے مجلس شوریٰ نے حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کے انتخاب پر اتفاق رائے کا اظہار کیا اور جب حضرت عثمانؓ کو شہادت نصیب ہوئی تو جمہوری طریقہ سے اکثریت نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کے لئے منتخب کیا اسی جمہوریت کے نتیجہ میں ہی خلافت راشدہ کے آخری دور میں فساد اور شرانگیزی شروع ہو گئی۔

خلافت راشدہ کے دور میں پہلا فساد

حضرتؐ کی وفات سے انقلابی جماعت کی طاقت باہمی اختلافات کی وجہ سے منتشر ہو کر فسادات کا شکار ہو گئی اس فساد کی ابتداء حضرت عمرؓ کی شہادت سے ہی ہو چکی تھی حضرت عمرؓ کی

Marfat.com
Marfat.com

خلافت تک اسلامی تحریک پر بین الاقوامیت کا اثر غالب تھا لیکن جب حضرت عمرؓ نے ایک ایرانی غلام کے ہاتھوں عین نماز کی حالت میں زخمی ہو کر شہادت پائی تو اس سانحہ عظیم میں بعض نو مسلم ایرانیوں کے نام بھی لئے گئے تھے کہ یہ لوگ بھی اس قتل کی سازش میں شریک ہیں اور یہ لوگ مدینہ میں ہی رہائش پذیر تھے اسی قسم کی افواہوں سے حضرت عمرؓ کے ایک صاحبزادہ عبید اللہ بن عمرؓ نے مشتعل ہو کر ایک ممتاز ایرانی کو جان سے مار ڈالا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کی شہادت سے ایک رد عمل شروع ہوا اور خاص مرکز اسلام مدینہ میں اور عین نماز کے وقت مسجد میں امام کا ایک ایرانی کے ہاتھ سے قتل ہو جانا شکوک اور شبہات کا باعث بن جانا فطرتی امر تھا۔ اسی سانحہ کے رونما ہو جانے سے اب عربوں کو احساس ہو گیا کہ اسلام کی حفاظت کی ذمہ داری ہم پر ہی عائد ہوتی ہے اس حفاظتی نظریہ میں کسی غیر عرب کو شامل سمجھنے سے احتراز کرنا شروع کیا اور اس حفاظتی اقدام کو اپنا قومی مسئلہ بنا لیا اور اسلام کے بین الاقوامیت کے نظریہ میں پہلی دراڑ پڑی۔ اور اسی جذبہ کے نتیجہ میں قیادت بھی قریش کے ہاتھوں میں محدود ہونا شروع ہوئی خواہ وہ بنو امیہ ہوں یا بنو ہاشم چنانچہ اس وقت اقتدار بنو امیہ کے ہاتھ میں تھا تو وہی قابض رہے اور ہاشمی پس پشت چلے گئے اس میں شک نہیں کہ اس انقلابی جماعت میں قریش کی حیثیت سب سے ممتاز تھی۔ لیکن یہ امتیازی صلاحیت کسی خاندانی یا قبیلہ جاتی حیثیت سے نہیں تھی بلکہ اس نظریاتی تربیت کے اثر کے نتیجہ میں اس کی حیثیت کو امتیاز حاصل ہوا تھا۔ ورنہ خاندانی لحاظ سے سب برابر تھے یہ امتیازی حیثیت اس انقلابی گروپ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے شروع ہو کر حضرت عثمانؓ کے آخری زمانہ تک رہی۔ اس کے بعد ہی صحابہ کے دو گروہ بن گئے اور اس دور کے بعد اس انقلابی جماعت کی مرکزی حیثیت اور بین الاقوامیت کو دھچکا لگا مرکزی جماعت کے اس اختلافی صورت حال سے ہی عربوں کے شورش پسند طبقوں نے فائدہ

Marfat.com
Marfat.com

اٹھایا اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کا حادثہ رونما ہوا۔ ان شورش پسندوں کا کوئی نصب العین نہ تھا اسلام کی بین الاقوامیت میں دراڑ غالباً" حضرت علیؓ کے دور میں ہی پڑ چکی تھی کیونکہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے شبہ میں ان کے بیٹے نے جب ایک ایرانی مسلمان کو قتل کیا تھا تو حضرت عثمانؓ نے حکومت کی طرف سے دیت ادا کر کے حضرت عمرؓ کے بیٹے کو قصاص سے بچا لیا تھا اور جب حضرت علیؓ کو اقتدار نصیب ہوا۔ تو آپؓ نے عبید اللہ کو پھر قصاص میں پکڑنا چاہا حالانکہ اس قتل کی دیت ادا ہو چکی تھی تو اس دوبارہ گرفتاری سے بچنے کی خاطر حضرت عمرؓ کے بیٹے مدینہ سے بھاگ کر دمشق پہنچ گئے جہاں امیر معاویہؓ کی حکومت تھی ان حالات میں انقلابی گروہ میں کشمکش زوروں سے برپا ہو گئی۔ آل علیؓ بھی اس واقعہ سے متاثر رہے کہ غیر عربوں کو بھی اقتدار میں شریک رہنا چاہئے اور ایرانی عوام کے حوصلے بڑھ گئے اور شعور بیدار ہوا تو انہوں نے اسلام کو بھی ایک قومی رنگ دیا تو ان لوگوں نے اسلام کی ایسی تعبیر کرنا شروع کی جس سے عربیت کا اثر کم سے کم تھا۔ بلکہ ایک حد تک عربوں سے تنفر کا جذبہ بھی موجود تھا جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ شیعیت بھی اسلام کی ایرانی تعبیر بن گئی اور اس تعبیر کے مطابق آل علیؓ کی محبت کو اساس دین بنا دیا گیا یعنی اسلام کی بین الاقوامیت کو بین العلاقائی صورت سے دو چار ہونا پڑا اور اسلام کے دو فرقے (سنی / شیعہ) بن گئے۔

خلافت کے بعد امارت کا دور

اس کے بعد عباسیوں نے ایرانیوں کے تعاون سے امویوں سے اقتدار چھین کر غیر عربوں یعنی ایرانیوں کو بھی اقتدار میں شریک ہونے کا موقعہ فراہم کر دیا اور اس کی ابتداء بھی مامون نے اپنے دور اقتدار میں کی۔ کئی سو سال تک اسلامی دنیا کی یہ حالت رہی کہ ہر اسلامی ملک اپنی اپنی جگہ پر آزاد تھا اپنی خود مختاری میں کسی کو دخل دینے کا روا دار نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود نظریاتی لحاظ سے بغداد میں اور پھر قاہرہ میں ایک نام نہاد اسلامی خلافت کی مرکزیت قائم

Marfat.com
Marfat.com

رہی۔ یعنی بطور "تبرک" عقیدت کا بھرم قائم رہا چونکہ اس عقیدت کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا اس لئے یہ مرکزیت بھی ختم ہو کر قسطنطنیہ اور ایرانی اقتدار میں تقسیم ہو گئی۔ عثمانی ترک پھیلتے ہوئے حجاز پر قابض ہو گئے اور ایرانی اقتدار نے شیعیت کو ہی اپنا مقصد زندگی بنانا شروع کر دیا۔ اس مقصد کے مطابق ایرانی قوم سلطنت عثمانیہ جو کہ سنی نقطہ نظر کی حامل تھی کے دشمن بن گئے ہندوستان میں مغل حکمرانوں نے اقتدار کو استحکام دیا اور ساتھ ہی ایرانی نظریات بھی آہستہ آہستہ سرایت کرتے ہوئے پھیلتے گئے اور اسی طرح اسلام کی بین الاقوامیت کو علاقائی ملوکیت کے دست برد ہونے کی نوبت آئی۔ واضح رہے کہ لفظ شیعہ عربی زبان میں گروہ' قبیلہ پارٹی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے چونکہ یہ گروہ حضرت علیؓ کے اس نظریہ کہ عبید اللہ بن عمرؓ سے دوبارہ قصاص لیا جائے کہ ہمنوا تھے ان پر وطنیت کا بھوت سوار تھا اسی لئے ایک گروہ بن گیا۔ الغرض اس تمام سرگزشت کا خلاصہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تاریخ ان مختلف ادوار میں سے گزری ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت تک جب کہ ساری امت متفق و متحد رہی اسلامی حکومت کا مثالی دور ہے۔ حضرت علیؓ کے دو برس عربی قومی حکومت اور "السابقون الاولون" کی مثالی حکومت کی بیچ کی ایک زنجیر کی طرح کڑی ہے۔ امیر معاویہؓ سے مسلمان عربوں کی حکومت شروع ہوتی ہے اور خلیفہ ہارون الرشید پر عربی قیادت کا دور ختم ہو جاتا ہے۔ مامون سے زوال بغداد تک عباسی خلافت کے زیر سایہ یہ عجمی قومیں برسراقتدار آتی ہیں زوال بغداد سے عربیت کا کلی اقتدار کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور خالص ترکی دور کی "خلافت" شروع ہوتی ہے۔ ۱۹۱۸ میں یہ خلافت کا چراغ سحری بھی بجھ جاتا ہے اور پھر دنیا قومی جمہوریتوں کا بت اپنے دماغ اور دل میں بٹھانے کی تگ و دو میں لگ جاتی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

تحریک آزادی ہند

جنگ عظیم اول میں بھی برطانوی امپریل نے جب شکست کھائی تو ہندوستان کی آزادی کے لئے جو تحریکیں شریک کار تھیں ان میں سے ایک تحریک جو انگریزوں کے خلاف زیر زمین مسلح بغاوت کی کوشش کر رہی تھی۔ اس تحریک کے زیر اثر کئی انقلابی کارکن اور طلباء ہندوستان سے فرار ہو کر دوسرے ممالک کو چلے گئے۔ ان سرگرمیوں میں مختلف کالجوں کے تقریباً پندرہ مسلمان طلباء بھی جن کا تعلق لاہور سے تھا شریک تھے۔ انہوں نے ترکی جانے کیلئے پشاور کے راستے خفیہ طور پر افغانستان پہنچ گئے۔ چند دنوں کے وقفہ کے بعد ایک نامور مفکر عبیداللہ سندھی افغانستان میں ان سے جا ملے۔ یہ ساری کاروائی کے لئے بنیادی ذہن دارالعلوم دیوبند کے فاضل استاد شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کا تیار کردہ پلان تھا۔ شیخ الہند ترکوں کی امداد کے لئے حجاز مقدس روانہ ہوئے۔ وہاں انہوں نے ترک فوج کے گورنر غالب پاشا سے انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان حاصل کیا۔

عبیداللہ سندھی نے کابل سے ہندوستان میں انقلابی تحریک کو متحرک رکھنے کے لئے بدستور سرگرم عمل تھے۔ انہوں نے عرب میں شیخ الہند کو اپنی سرگرمیوں سے آگاہ رکھنے کے لئے پوری رویداد ایک ''ریشمی رومال'' پر تحریر کر کے بھجوائی۔ بدقسمتی سے یہ تحریر منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے ہی سرکاری کارندوں کے ہاتھ لگ گئی۔ حکومت نے ان خفیہ زیر زمین سرگرمیوں کو ''ریشمی رومال'' کی سازش کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کچھ انگریزوں سے ہندوستان کی آزادی کے لئے جو لوگ کام کرتے تھے ان میں مسلمان بھی شامل تھے ان میں عرب سے مجاہدین بھی آ کر تحریک آزادی میں عملی کام کرتے تھے۔ یہ

Marfat.com
Marfat.com

عرب مجاہد امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے عقیدہ پر اپنی عبادات کرتے تھے اور اس عقیدہ کو رواج دینے والا رہنما عرب میں عبدالوہاب تھا اسی وجہ سے ان لوگوں کو وہابی کے نام سے مشہور کیا گیا۔

جیسے کہ آج کل افغانستان کے محاذ آزادی کے سلسلہ میں طالبان (طلباء) کی حکومت کو ختم کرنے کے لئے امریکہ کے اتحادیوں سے محاذ آرائی کے سلسلہ میں عرب کے چند حریت پسند ''اسامہ'' کے ہمواجن کو (القائدہ) کے نام سے مشہور کیا گیا ہے۔ افغانیوں کی امداد اور جہاد کے لئے عرب سے آئے تھے۔ یہ بھی آنے والے دور میں حریت پسند افراد کو القائدہ یا (قیدی) کے نام سے بدنام کیا جائے گا۔ ان اتحادیوں میں امریکہ کے ڈالروں کے مقروض مسلمان حکمران ہی شریک کار ہیں۔ اسی قسم کے مسلمانوں کے متعلق علامہ اقبالؒ کا یہ قطعہ ہے

مسلم ہندی شکم را بندۂ
خود فروشے، دل زدین برکندۂ

اور افغانوں کا ذکر اس طرح کرتا ہے:

ملت آوارۂ کوہ و دامن
در رگ او خون شیراں موجزن
زیرک و روئیں تن و روشن جبین
چشم او چوں جرۃ بازاں شیر بیں

Marfat.com
Marfat.com

1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کی وجوہات لالچ کا بڑا حصہ تھا۔ اس وجہ سے انگریزوں نے اس جنگ آزادی کو ''غدر'' کے نام سے شہرت دی۔ مسلمان علماء نے اس کو ''جہاد'' کے نام سے رواج دیا تھا۔ اس جنگ کے اسباب کی تحقیق کے لئے جس انگریز کمیشن کو مقرر کیا گیا تھا۔ اس کی رپورٹ کے مطابق اس جنگ میں انگریزوں کے خلاف جس ''فکر'' نے سب سے زیادہ کام کیا تھا وہ مسلمانوں کا نظریہ ''جہاد'' تھا۔ برطانوی استعمار کے خلاف اس نظریہ کو ختم کرنے کے لئے 1869ء میں ایک وفد ملکہ وکٹوریہ کی خصوصی اجازت سے ایک وفد برصغیر روانہ کیا گیا تھا کہ مسلمانوں سے جہادی نظریہ کو ختم کرایا جائے۔ اس وفد نے ایک سال تک طوفانی دورہ کرنے کے بعد ملکہ کو 1870ء میں جو رپورٹ دی اس میں تجویز کیا گیا تھا کہ مسلمانوں میں جہاد کا نقطہ نظر ''آسمانی'' حکم ہے اس کو نہیں چھوڑا جا سکتا جب تک اس کی منسوخی ''اوپر'' سے نہ ہو اس مقصد کے لئے کسی ایسی شخصیت کو تلاش کیا جائے جو یہ کام کر سکے کہ جہاد کی منسوخی ''اوپر'' سے ہی ہوگئی ہے اور اس کی حفاظت مکمل طور پر کی جائے۔ چنانچہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے قرعہ فال مرزا غلام احمد قادیانی کے نام نکلا، جس کا باپ غلام مرتضیٰ جنگ آزادی کے دوران مسلمانوں کے خلاف گورا فوج کو سواری کے لئے گھوڑے اور جنگ کے لئے رضا کار مہیا کرتا رہا۔ ان کے بیٹے غلام احمد نے ہی پیش قدمی کرتے ہوئے 1880ء میں نئے اسلامی اصولوں کی ابتداء کی پھر 1888ء میں اپنے آپ کو مسلمانوں کا مجدد عصر کے نام سے متعارف کرایا پھر حالات کو سازگار بنانے کے بعد 1891ء میں ایک دوسرا منصب سنبھالا یعنی مسیح معود اور امام مہدی کے نظریہ پر فائض ہونے کا دعویٰ کیا پھر 1900ء میں یہی ناقص ''بروزی'' ہونے کا اعلان کیا۔

1901ء میں حالات کا جائزہ لیتے ہوئے مکمل نبوت کا اعلان کیا اور یہ بھی کہنے لگا کہ یہ منصب میرا ''معبودی'' کے برابر ہے (نعوذ باللہ) اور پھر یہ اعلان بھی کرایا کہ مجھے

Marfat.com
Marfat.com

''وحی'' کے ذریعہ ''جہاد'' کے منسوخ ہونے کا حکم ہوا ہے۔اب صرف اسلام میں دوشعبے ہی رہ گئے ہیں ۔اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور حکومت وقت کی اطاعت جوزمین پر امن قائم کرے اور ہماری حفاظت بھی کرے۔حوالہ کیلئے کویت سے شائع ہونے والے مجلّہ (ماھی القادیانیة دار القلم الکویت ص9، 1969ء موقف الاسلامیہ من القادینہ ص 114 نقل کردہ ازالاعجمی اسرائیل ص 19 ہفت روزہ ندائے ملت لاہور، نومبر 15 تا 21)

مقامی اکثریتی عوام کی ذہنیت (ہندو) اور حکمران طبقہ دونوں سے نجات حاصل کرنے کا نظریہ اپنایا۔ چنانچہ اس گروہ کے جلو میں سرسید مرحوم کے علاوہ مولانا حالی، مولانا شبلی، مولوی ڈپٹی نذیر احمد، مولوی چراغ علی، نواب وقار الملک، محسن الملک، مولانا عبدالحلیم شرر، مولانا راشد احقانی، شمس الحق افغانی، مولوی ممتاز علی، علامہ عبداللہ یوسف علی'' جنہوں نے قرآن کا انگریزی زبان میں ترجمہ بھی کیا تھا۔'' جیسے دانشور بھی جذبہ آزادی وطن سے متاثر تھے۔

ان کی مساعی سے حکمران طبقہ میں مسلمانوں کے خلاف انتقامی کاروائی میں کمی آئی۔ یہ گروہ بیوروکریٹ کی حیثیت سے حکمرانوں کے نظریات سے باخبر ہوتے رہے اور حکومت وقت کو یقین دلاتے رہے کہ مسلمان بحیثیت قوم ایک الگ ذہنیت کے حامل ہیں۔ یہ حکومت کے خلاف کسی قسم کے خلفشار کا باعث نہیں ہوتے۔اسی طرح حکومت کی حمایت حاصل کرنے کی خاطر عوام میں سے باشعور طبقہ بھی کوشاں رہا۔ چنانچہ قادیان کی ایک شخصیت مرزا غلام احمد نامی بھی سامنے آئی اور حکومت کو باور کرایا کہ اس کی نسل یعنی مغل خاندان سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی حکومت کے ہمنوا ہیں۔

(قادیانی مسلک کے رہنما غالباً اکبر کے دین الٰہی کی تکمیل کی کوشش میں مبتلا تھے)

اور حکومت وقت کو یقین دلاتے رہے کہ مسلمان بحیثیت قوم ایک الگ ذہنیت کے حامل ہیں۔ چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد کہتے کہ ایشیا میں ہمیشہ سے پالیٹکس مذہب کی آڑ میں پھیلتا رہا۔اور ہزاروں خونریزیاں جو پولیٹکل اسباب سے ہوئی ہیں، ان کو مذہب کی چادر اوڑھا کر چھپا دیا گیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

مذہبی سیاست کے اثرات

دین اسلام کسی ایک ملک اور قوم یا زمانہ کے لئے مخصوص نہیں اسلام دنیا کی تمام انسانیت (خواہ کسی ملک اور مسلک سے تعلق رکھتی ہو) کا دین ہے قرآن ہی انسانیت کے اسی دین کا ترجمان ہے مشیت ایزدی کا ظہور انسانیت کے تقاضوں کی صورت میں ہی ہوتا ہے۔ قرآن چونکہ انسانیت کے تقاضوں کا آئینہ دار ہے اس لئے وہ اس خدا کا ہی قانون ہے جس خدا نے انسانیت کو وجود بخشا ہے۔

جس طرح انسانوں کی انسانیت عالمگیر ہے اسی طرح ان کے لئے خدائی قانون جو کہ قرآن کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے کا عالمگیر قانون ہونا ضروری ہے باقی رہی اس کی تشریح تو وہ بھی احادیث کی صورت میں حجازی حالات کے مطابق جو ہو چکی ہے وہ بھی وافر ذخیرہ میں محفوظ ہے انہی احادیث کی روشنی میں ہر ملک میں خواہ وہ عرب ہو یا غیر عرب اپنے اپنے حالات کے مطابق قرآنی قانون کی تشریح کی جائے گی اس تشریح کو قانون کے اصطلاح میں فقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ سنت نبویؐ سے اجتہاد کر کے اخذ کیا جاتا ہے۔ حدیث قرآن کی تشریح کرتی ہے اور فقہ میں احادیث کے مفہوم اور مطالب میں غور و فکر کے نتیجہ میں مسائل مذہبیہ کو حل کر دیا جاتا ہے۔ قرآن کی اساسی حیثیت ہمیشہ کے لئے غیر متبادل ہے البتہ تشریحات جو کہ سنت نبویؐ اور صحابہ کرامؓ کے غور و فکر کے رہین منت ہیں ان مں حالات کے مطابق تطبیق کی جا سکتی ہے۔

الغرض دین کا اصل اساس قرآن ہے جو غیر متبدل ہے اور قرآن نے جس قسم کی زندگی پیدا کی اور اس سلسلہ میں جو تمہیدی اصول بنے ہیں ان کی صحیح ترین تصویر امام مالکؒ کی کتاب موسومہ "موطا" میں موجود ہے اور یہی موجودہ سارے فقہی مکتبہ فکر کی حاصل ہے ایک طرف امام شافعیؒ نے جو عربی فقہ کے بانی ہیں امام مالک سے "موطا" پڑھی اور دوسری

Marfat.com
Marfat.com

طرف امام ابو حنیفہؒ کے دونوں شاگردوں نے جو اپنے استاد کے ساتھ حنفی فقہ کو ترتیب دینے میں برابر کے شریک تھے "موطا امام مالک" ہی سے استفادہ کیا۔ اسی طرح احادیث کے دوسرے مجموعے جو آج کل ہمارے لئے ذخیرہ کتب کی حیثیت سے راہنما کا کام دیتے ہیں مرتب ہوئے ہیں وہ بھی اس "موطا" کی شرح و تفصیل ہیں۔

مذہب یا دین مجموعہ ہوتا ہے حکمت اور فقہ کا حکمت دین کی عمومی حیثیت ہے قرآن کی حکمت میں جتنی عربیت ہے اتنی ہی عجمیت اور دیگر ملکوں کی ضروریات کے متعلق بھی حکمت کا خزانہ موجود ہے ہر ملک اپنے حالات کے مطابق اس حکمت قرآنی کو احادیث کی روشنی میں تلاش کر سکتا ہے۔ زندگی میں فقہ یعنی مدون قانون کی بھی ضرورت ہے اور اگر حکمت اور فقہ ساتھ ساتھ رہیں تو انسان آگے مستقبل کی طرف بھی بڑھتا ہے اور اپنا رشتہ اپنے ماضی سے بھی استوار رکھ کر گمراہی سے بچتا ہے۔ مگر آج کل ہمارے اکثر مذہبی اداروں میں حکمت اور فقہ کے تلازم کی طرف توجہ نہیں دی جاتی جس کے نتیجہ میں جمود کی کیفیت طاری ہے بلکہ ہر مذہبی ادارہ نے دوسرے مذہبی فرقہ کے خلاف الگ ٹریننگ سنٹر کھول رکھا ہے جس میں اپنی اپنی مذہبی قیادت کو فروغ دینے کے لئے تربیت یافتہ گروہ تیار کیا جاتا ہے۔ خلفاء راشدین کے دور میں اور اس کے بعد کے ادوار میں اسلامی فتوحات کے بعد قرآن کے قانون نافذ کرنے کے لئے فقہا کے مختلف مسالک اسی مقصد کو پورا کرنے کے لئے معرض وجود میں آئے ان میں سے حنفی فقہ خاص طور پر ممتاز ہے اسی میں عربوں کی وہ چیزیں جو غیر مسلمانوں کو کھلتی تھیں ان کا بدل تجویز کیا گیا ہے چنانچہ خلفائے عباسیہ نے اسی کو اپنے خلافت کا قانون مان لیا۔ ان کے بعد مشرقی ممالک میں جو بھی سلطنتیں بروئے کار آئیں سب نے فقہ حنفیہ کو ہی اپنا دستور بنایا عرب اقوام میں شافعی فقہ کا رواج ہوا غیر عرب ممالک ایران' ترک اور ہندوستان میں فقہ حنفی کے پیروکار زیادہ رہے مشرقی ممالک قانون کے پیش نظر عرب اور

Marfat.com
Marfat.com

غیر عرب میں کوئی امتیاز نہیں برتتے تھے مگر بعض عرب لوگ قیادت کے جذبہ سے سرشار ہونے کی وجہ سے عجمیوں کے غلبہ کو تسلیم کرنے پر تیار نہ تھے اسی لئے یہ لوگ حنفی فقہ کو اہمیت دینے کے بجائے فقہ شافعی کو دیتے رہے اور اسی کو اسلامی قانون کے مترادف سمجھتے رہے اس کے دوسری طرف غیر عرب حنفی فقہ میں اپنے ممالک کی زبانوں میں تراجم کر کے عربوں سے بازی لے گئے۔

فقہ میں عربی اور عجمی تنازعہ نے ہی خلق قرآن کا مسئلہ پیدا کیا عربی اپنی عربیت کو اہمیت دینے کی خاطر الفاظ قرآن کو بھی متنازعہ بنانے سے نہ بچ سکے اسی قسم کی مذہبی سیاست نے اسلام کی بین الاقوامیت کی روح کو زوال سے دو چار کرایا۔

قرآن کی انقلابی تحریک دہلی کالج سے براستہ دیوبند، کابل تک

اسی طرح فقہ حنفیہ جس میں مشرقی ممالک میں قرآن کی قانونی حیثیت کو رائج کرنے کی خاطر اور مسلمانوں میں اتحاد' اتفاق اور اسلام کی بین الاقوامیت کی خاطر عوام کی سہولت اور ان کے ذہنوں میں مفہوم قرآن اور مطالب بٹھانے کے لئے اپنی علاقائی زبانوں میں تراجم کئے ایران کی قومی زبان فارسی تھی انہوں نے فارسی کو ذریعہ اظہار بنایا اور ہندوستان جہاں اردو زبان عوام اور خواص میں باہم رابطہ کا کام دیتی تھی اردو زبان میں قرآن کے تراجم کا سلسلہ شاہ ولی اللہؒ کے خاندان کے ذریعہ شروع ہوا اس خانوادہ کی تعلیمات نے ہندوستان میں فقہ حنفیہ کے ترویج دینے میں بڑا کام کیا شاہ ولی اللہؒ حکیم اور فلسفی ذہن کے مالک تھے عارف اور صوفی بھی تھے محدث اور مجتہد بھی تھے اسی خانوادہ نے جہاد کی روح کو تازہ کرنے کی خاطر انقلابی اقدامات اپنائے اس کے لئے پہلے انقلابی گروہ تیار کرایا جن کی نظریاتی تربیت کے لئے تعلیمی ادارے قائم کرائے چنانچہ غدر (جہاد آزادی) کے فرد ہونے کے بعد ۱۸۶۶ میں دیوبند

Marfat.com
Marfat.com

نام کے ایک قصبہ میں (دہلی جو کہ ہندوستانی انقلابی جماعت کے مرکز کی حیثیت اختیار کر چکا تھا کے قریب ہی تھا) ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا گیا اس تعلیمی ادارہ کے قیام کا بنیادی خیال حاجی امداد اللہؒ نے مکہ معظمہ میں ہی سوچا تھا اسی بنیادی خیال کو عملی صورت میں لانے کے لئے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ متواتر سات سال تک کام کرتے رہے اس ادارہ کا نصاب تعلیم، نظام عمل اور اساسی قواعد مولانا موصوف نے مرتب کئے جو کہ آج بھی دارالعلوم دیوبند میں محفوظ ہیں شاہ عبدالعزیزؒ کے ذریعہ ولی اللہ تحریک کو ہندوستان میں دو محاذوں پر کام کرنا پڑا۔ ایک خالص دینی نقطہ نظر سے جس کا مقصد قرآنی قانون کی تشریحات سنت نبویؐ کی روشنی میں کرانے کے لئے دیوبند کا مرکز بنایا گیا اس کے قیام کا سہرا مولانا محمد قاسمؒ نانوتوی کے سر ہے اور دوسرا مرکز جس میں شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ کی تعلیمات کی روشنی کو جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں پھیلانے کی خاطر علی گڑھ کے مقام پر سرسید نے قائم کرایا در اصل یہ دونوں یعنی مولانا محمد قاسم اور سرسید مولانا مملوک علیؒ کے ذہین شاگرد تھے ان دو محاذوں سے ہندوستان میں انقلابی ذہنیت کو پروان چڑھایا گیا ان دونوں کا مرکز ابتدا" دہلی میں قائم تھا اور دو حصوں میں کام کر رہا تھا ایک کا سلیبس انگریزی تعلیم کا تھا اس حصہ کو دہلی سے علی گڑھ منتقل کرایا گیا اور اس دہلی کالج کے عربی حصہ کو دیوبند سے شروع کرایا گیا دہلی کالج کے شعبہ انگریزی کی پارٹی برٹش اقتدار کی وجہ سے وفاداری انگریز کی مصلحت کے بغیر اپنا کام جاری نہیں رکھ سکتی تھی۔ اسی طرح دیوبند میں شعبہ عربی دہلی کالج کا حصہ بھی دولت عثمانیہ کے تعاون سے اپنا کام چلا رہا تھا مگر جب برطانوی امپریلزم اور دولت عثمانہ میں لڑائی ٹھن گئی تو یہ تعاون بھی ختم ہو گیا تھا مگر اس انقلابی گروپ نے اپنا کام جاری کیا اور عوام کے عطیات کو ذریعہ امداد کا اصول اپنا کر ہزاروں انقلابی ذہن تیار کرائے۔ حسن اتفاق سے دیوبند کے نظام کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ اور ہزاروں کی تعداد میں دیوبند یونیورسٹی کے فارغ شدہ علماء اطراف

Marfat.com
Marfat.com

ہند کے علاوہ افغانستان، ترکستان، حجاز اور قازان تک پھیل گئے۔ آج افغانستان میں روسی اقتدار کا جنازہ اسی دیوبند کے تربیت یافتہ انقلابی گروہ نے باوجود بے سروسامانی کے نکال باہر کیا۔ اگرچہ آج وہاں ابھی تک امن قائم نہیں ہو سکا مگر یہ ایک فطرتی امر ہے کہ بعض اوقات نظریات کو عملی صورت میں رائج کرنے کے طریقہ پر اختلاف ہو ہی جاتا ہے افغانستان میں بھی نظریات (اسلامی حکومت کا قیام) میں کوئی اختلاف نہیں صرف طریقہ کار میں اختلافات پیدا ہو چکے ہیں اور وہ بھی بیرونی طاقتوں کے پیدا کردہ اختلافات ہیں جن کو اسلامی بین الاقوامیت کے خوف نے حواس باختہ کر رکھا ہے اور برائے نام اسلامی حکومتوں کو بھی اپنے لئے خطرہ محسوس کر رہی ہیں۔ اسی خطرہ کے سد باب کے لئے موجودہ یورپ نے "بنیاد پرستی" کی اصطلاح ترویج دے کر مسلمانوں میں انتشار پھیلایا۔ اسلام کے بنیادی عقیدہ کی تشریح قائد اعظم نے یقین، اتحاد، تنظیم کے فارمولا سے کر کے پاکستان کی بنیاد رکھی۔

انقلابی گروہ پر وہابیت کا الزام

ہندوستان میں انقلابی گروہ کی تربیت کا ابتدائی خیال شاہ ولی اللہؒ کی ذہنی پیداوار ہے شاہ صاحب کی وفات ۱۷۶۳ء میں ہوئی تو ان کے صاحب زادہ شاہ عبدالعزیز ان کے جانشین ہوئے شاہ عبدالعزیز نے ہی انقلابی گروہ کی تنظیم اور تربیت کا انتظام سنبھالا شاہ ولی اللہ کو اپنے عہد انقلابی میں مرہٹوں کے خلاف کابل نے بڑا سہارا دیا پنجاب میں سکھوں کی سکھا شاہی کا اقتدار کابل اور دہلی کی انقلابی جماعت میں رابطہ میں رکاوٹ بنا ہوا تھا ورنہ عموماً اسلامی طاقت کو کمک کابل سے درہ خیبر کے راستہ دہلی تک ملتی رہی۔ شاہ عبدالعزیز نے اس رکاوٹ کو ختم کرانے کے لئے انقلابی جماعت تشکیل دی تھی جب شاہ صاحب حج سے واپس آئے تو وفات پا گئے اس لئے پروگرام عملی طور پر ملتوی ہو گیا ان کی وفات کے بعد مولانا محمد اسحاقؒ نے جانشینی کے فرائض سنبھالے انہوں نے اپنی انقلابی جماعت صوبہ سرحد میں بھیجی اور خود مرکز

Marfat.com
Marfat.com

دہلی میں مالی تعاون کرتے رہے جہاد کے فرض سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اس گروہ میں کچھ عرب شامل ہو چکے تھے یہ رضا کار اپنی عبادت میں شافعی مسلک کے پیروکار تھے اور اسی طریقہ پر عبادات میں مشغول رہتے تھے صوبہ سرحد میں برطانوی گماشتوں نے جن کو برطانیہ نے لالچ کے ذریعہ اپنا ہمنوا بنا رکھا تھا انقلابی جماعت کے خلاف ان پڑھ پٹھانوں میں جو کہ فقہ حنفیہ کے پیروکار تھے یہ پروپیگنڈا پھیلایا کہ یہ مجاہدین "وہابی" ہیں حالانکہ یہ صرف دو چار ہی تھے مگر بد نام سب کو کرنا شروع کیا چونکہ یہ سعودی عربیہ سے آئے تھے اور وہاں ذہنی انقلابی تحریک عبدالوہاب نام کے لیڈر کے ذریعہ پروان چڑھی تھی جو کہ شافعی مسلک کا نمائندہ تھا ان رضاکاروں کی شمولیت کی وجہ سے برطانوی گماشتوں کو وہابی نام کا ایک حربہ ہاتھ آگیا جو اس انقلابی گروہ کو بد نام کرنے کی خاطر استعمال کیا گیا اور پھر جو لوگ اس آلہ کار کو استعمال کرنے پر آمادہ کئے تھے ان کو جاگیروں اور نوابی کا لالچ دے کر اپنے ہمنوا بنا کر مجاہدین کے پروگرام میں روڑے اٹکانے شروع کر دیئے۔ جیسے دولت عثمانیہ کو ختم کرانے کے لئے جنگ عظیم اول کے موقعہ پر عربوں میں سے شریف حسین جو کہ ترکی خلافت کا نمائندہ تھا کو اقتدار کا لالچ دے کر مرکزی حکومت کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرایا گیا تھا چونکہ انقلابی گروہ ابتدائی ایام میں دولت عثمانیہ کے تعاون سے پروان چڑھا تھا اسی لئے اس کو برطانوی امپریلزم اپنے اقتدار کے لئے خطرہ ہی سمجھتا تھا تو اس کو ختم کرانے کے لئے صوبہ سرحد کے خوانین کو جو عقیدہ کے لحاظ سے مسلک حنفی کے پیروکار تھے اگرچہ عملی لحاظ سے اسلام کے قریب بھی جانے کے لئے تیار نہ تھے مگر وہ جو کہا جاتا ہے کہ "بغض معاویہ" پر عمل درآمد کرنے پر تیار ہو گئے تھے اور اس کے عوض جاگیریں حاصل کر کے غریب عوام کا خون چوسنے پر لگے ہوئے ہیں انہیں جونکوں کے ذریعہ برطانوی اقتدار نے شمالی سرحدی صوبہ میں انقلابی گروہ "مجاہدین" کو سکھوں کے ہاتھوں بالاکوٹ کے مقام پر ختم کرایا اور ریاست امب (تناول) کے

Marfat.com
Marfat.com

قریبی قبائلی علاقہ (مقام ستھانہ) میں آخری زندگی گزارنے پر مجبور کرایا۔ اور عوام میں ان کے نظریات کو وہابی تحریک کے نام سے بدنام کرکے پھیلانے کے لئے (علاج بالمثل) کے طور پر ایک دینی نام سے متبادل علماء کی جماعت قائم کرادی یعنی دین کو دین کے نام سے ختم کرنا ہی علاج بالمثل ہوتا ہے۔ اسی "دینی جماعت" کے نمائندوں نے برطانوی فوج میں عوام کو جہاد کے نام سے بھرتی کرا کے شریف حسین مکہ کے اقتدار کو استحکام دینے کے لئے مکہ اور خانہ کعبہ پر گولیاں برسائیں اور خلافت عثمانیہ کا سورج غروب کرانے کا باعث بن کر اپنی "مذہبی" کرسی کو برطانیہ کے ذریعہ دوام بخشا اور عوام میں "وہابیت" کے نام سے ہندوستان میں دینی مرکزیت کو جو کہ فقہ حنفی کے نام سے قائم تھی ختم کرایا اور انگریز اپنے بہترین فارمولا "لڑاؤ اور حکومت کرو" کے ذریعہ ہندوستان کے اقتدار پر قابض رہا۔

خطہ عرب کے ایک حصہ کو نجد کہا جاتا ہے۔ اسی خطہ میں ایک عرب راہنما عبدالوہاب نامی نے شرک کی بیخ کنی کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اپنی اس اصلاحی تحریک کو تقویت دینے کی خاطر شاہ سعود جن کو کسی وقت اقتدار سے دست بردار ہونا پڑا تھا وہ اسی اقتدار کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ اس دوران عبدالوہاب نامی لیڈر سے ملاقات ہوئی۔ دونوں نے ایک معاہدہ کیا کہ اگر اقتدار دوبارہ سعودی خاندان کو ملے تو نظریاتی لحاظ سے عبدالوہاب کے عقائد اور خیالات کو حکومت کا اسلامی نظریہ قرار دیا جائے گا۔ چنانچہ تقریباً چودہ حمایتی عبدالوہاب کی پارٹی کے سعود کے ہمنوا ہو گئے اور شریف حسین کے بیٹے (علی) کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور شاہ سعود خطہ عرب پر دوبارہ قابض ہو گیا۔ اور پھر 26 دسمبر 1915ء کے بعد 1924 میں حجاز کے خطہ پر بھی قابض ہو گیا۔ یہ قبضہ ستمبر کو کیا گیا تھا اور پھر اسی تسلسل کے نتیجہ میں 13 اکتوبر کو مکہ معظمہ جو کہ مرکزی مقام تھا یہ سعودی اقتدار عمل میں آیا۔

اب سعودی حکومت کا اسلام کے روحانی مرکز پر قبضہ موجود ہے۔ پاکستان مادی لحاظ سے ایٹمی طاقت ہونے کی وجہ سے یہ دونوں ممالک اگر اتحاد کرلیں تو دنیا کو بہ آسانی شیطانی نظام سے نجات دلا کر امن کا گہوارہ بنا دیں گے۔

Marfat.com
Marfat.com

دیو بند اور علی گڑھ کا اتحاد

۱۹۰۵ء کے بعد مرکزی دہلی کالج کے دونوں حصوں (دیو بند اور علی گڑھ) کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو باہم مربوط کرنے کی خاطر دیو بند کے شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے اکٹھے ہونے کے لئے تگ و دو شروع کی مولانا نے ایک طرف عربی پڑھے ہوئے دیوبندی علما کو ایک نظام کے تحت جمع کرایا تو دوسری طرف مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، ڈاکٹر انصاری نے انگریزی کالجوں کے تعلیم یافتہ نوجوانوں سے تعلقات استوار کئے اور کوشش کی کہ دیوبند اور کالج پارٹی کے حریت پسند افراد باہم مل کر کام کریں اور برسوں سے اسلامی ہند میں علما اور انگریزی تعلیم یافتہ گروہوں میں جو تفرقہ چلا آ رہا ہے وہ ختم ہو جائے اور ملت اسلامیہ منظم ہو کر ایک متحدہ قیادت کے ماتحت آزادی وطن کی طرف قدم بڑھائے۔

مولانا کی یہ اتحادی کوششیں جاری تھیں کہ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم شروع ہو گئی شیخ الہند کے فطرتی تعاون کا تقاضا تھا کہ وہ دولت عثمانیہ کا ساتھ دے جبکہ برطانوی اقتدار دولت عثمانیہ کو بیخ و بن سے اکھاڑنے پر تلا ہوا تھا۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن کو اسیر مالٹا بنا دیا گیا اور ترکی خلافت کا خاتمہ بھی ہو گیا اس طرح دیو بند اور علی گڑھ کا ظاہری اتحاد نا مکمل رہا مگر چونکہ ذہنی طور پر دونوں قسم کے طلباء آزادی وطن سے سرشار تھے حالات کے مطابق اپنی کوششیں جاری رکھے ہوئے تھے انہی ذہنی کاوشوں کے طفیل ہندوستان کو آزادی نصیب ہوئی اور علی گڑھی طلباء کے تعاون سے ہی پاکستان کا خطہ نصیب ہوا اور پھر دیو بندی طلباء کی ذہنی تربیت کے طفیل روس جیسے سفید ریچھ کے جبڑوں سے افغانستان کی سرزمین کو اسلامی اقتدار کے لئے پروفیسر ربانی اور حکمت یار جیسے حریت پسندوں کے ذریعہ شیخ الہند کے خواب کی عملی تعبیر اختیار کرنے کے لئے فضا ہموار ہو رہی ہے۔ افغانستان میں قیام امن کے سلسلہ

Marfat.com
Marfat.com

میں رکاوٹ ڈالنے کی خاطر یورپی گماشتوں نے اپنے مخصوص طریقہ کار (لڑاؤ اور حکومت کرو) پر عمل درآمد کرتے ہوئے کابل کے ہمسایہ ممالک کے بعض افراد کو آلہ کار بنا کر خانہ جنگی کی صورت پیدا کرائی اور ایک متحدہ انقلابی گروہ باہم اقتدار کے نام پر لسانی فساد میں مبتلا کرا دیا قیام امن میں خانہ جنگی کی وجہ سے دشواری پیدا ہو رہی ہے مگر یہ بھی فطرت کا اصول ہے کہ ہر جگہ جہاں بھی کوئی انقلاب برپا ہوتا ہے وہاں ابتداء" اسی انقلابی پارٹی میں کچھ نہ کچھ انتشار ضرور پیدا ہوتا ہے اور یہ انتشار بھی نظریاتی نہیں ہوتا بلکہ طریقہ نفاذ کے نظریہ پر اختلاف ہوتا ہے جیسے روس میں جب انقلاب کامیاب ہو چکا تھا۔ تو پھر لیڈروں میں طریقہ کار میں بہت سخت انتشار پھیل چکا تھا روسی انقلاب کا نقیب لینن تھا جب یہ انقلاب کامیاب ہوا تو اشتراکیت کی مرکزی جماعت تھرڈ انٹرنیشنل یا کو متنتران کا صدر مقام ماسکو کو بنایا گیا۔ اسی جگہ سے انقلابی موجیں اٹھ اٹھ کر اردگرد کے علاقوں میں پھیلنی شروع ہو گئیں لیکن روس کے سوا اس انقلابی جماعت کو اور کسی علاقہ میں مکمل اقتدار نصیب نہ ہوا بلکہ بڑی بڑی انقلاب دشمن حکومتیں اس روسی انقلاب کو بھی ختم کرنے کے درپے ہو گئیں تھیں۔ انہی بیرونی طاقتوں سے متاثر ہو کر خود روس کے اندر انقلابی گروہ کے مخالف لوگ بھی ان کے ہمنوا بن گئے اور روس خانہ جنگی میں مبتلا ہو گیا۔

لینن کے انتقال کے بعد اشتراکی دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ کا لیڈر شالن تھا ان کا خیال تھا کہ تحریک کو پہلے اندرون ملک مستحکم کیا جائے تاکہ بیرونی حملہ آوروں کا دفاع کیا جا سکے۔ دوسری جماعت کا خیال تھا کہ تحریک کو روس سے باہر پھیلا دینا وقت کا تقاضا ہے اس پارٹی کا لیڈر ٹروٹسکی تھا اور اس کا زیادہ حصہ انقلاب برپا کرنے میں بھی اسٹالن سے بہت زیادہ تھا اس کے ساتھی بھی اس کے ہمنوا تھے مگر خانہ جنگی کے نتیجہ میں شالن حاوی رہا اور ٹروٹسکی کی پارٹی شکست سے دوچار ہو گئی۔ نظریہ دونوں کا مارکس کی اشتراکیت کا تھا صرف

Marfat.com
Marfat.com

طریقہ کار میں اختلافات کا شکار ہو گئے۔ اسی طرح افغانستان کی انقلابی پارٹی میں طریقہ کار کی وجہ سے اختلاف رونما ہوا ہے بلکہ حالیہ دنوں میں ان دونوں پارٹیوں کو جو کہ کسی بیرونی طاقت کا آلہ کار بننے پر تیار نہ ہوئیں تو ایک تیسرا گروہ "طالبان" کے نام سے سامنے لایا گیا۔

بعینہ یہی صورت حال افغانستان میں درپیش ہے "نیو ورلڈ آرڈر" کے حامی ان دونوں طاقتوں کو آپس میں لڑا کر ختم کرانا چاہتے ہیں فی الحال خانہ جنگی شروع ہے۔ اسی طرح پاکستان کے قیام کے فوراً بعد مسلم لیگ کے اکابرین بھی باہم دست و گریبان رہے اسی خلفشار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا تھا کہ میرے جیب میں یہ کھوٹے سکے ہیں پھر یہی کھوٹے سکوں کے لیڈر حضرات کرسی کے لئے بھاگ دوڑ میں مصروف ہو گئے۔ اور عوام جو لٹے پٹے ہجرت کر کے آئے تھے۔ بے سروسامانی اور اپنے عزیزواقارب کے صدموں سے دوچار تھے' ان کے ذہن میں اگر کچھ سہارا بننے کا ذریعہ تھا تو وہ یہی کہ چلو اپنا گھربار چھوڑ آئے ہیں تو کم از کم یہاں اسلامی نظریاتی حکومت تو قائم ہو جائیگی۔ مگر ہمارے لیڈر اور مقامی خاندانی جاگیردار جن کی جائیدادیں غیر مسلموں کے پاس رہن یا فروخت کر کے اپنی عیاشی کے دور پورے کرنے میں فاقہ کشی سے دوچار ہو چکے تھے نے دوبارہ انہی فروخت شدہ جائیدادوں پر قبضہ جما لیا اور وہی ٹھاٹھ باٹھ قائم ہو گیا ذہنی طور پر ان عیاش طبع لیڈروں کو اسلام سے کوئی سروکار نہ تھا مگر چند خدا کے بندے ایسے بھی تھے جو اس لوٹ مار سے کوئی سروکار نہیں رکھتے تھے بلکہ اپنی متروکہ جائیدادیں بھی کلیموں کے ذریعہ حاصل کرنے کے روادار نہ تھے۔ انہی جان نثاروں کی قربانیوں کی صورت میں یہ پاکستان کا خطہ ابھی تک موجود ہے اللہ تعالیٰ اس کو سالم رکھے۔

مقصد اس روئیداد کا یہ تھا کہ کابل کی خانہ جنگی اغیار کی شیطانی چالوں کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ انقلابی لیڈر مخلص ہیں۔ امید ہے کسی اتفاقی نقطہ پر اتحاد کا مظاہرہ کر کے پاکستان کا ایک

Marfat.com
Marfat.com

شمشیر زن بازو بن جائیں گے۔ اسی بازو کو توڑنے کے لئے موجودہ ترقی یافتہ دور کے "فرعون" نے اپنے حواریوں کے ذریعہ افغانوں میں انتشار پھیلا رکھا ہے۔ یہ بزدل فرعون ایرانی مولویوں سے شکست کھانے کے بعد ابھی تک اپنے زخموں کو چاٹنے میں مصروف رہتے ہوئے بھی مسلمانوں کے متوقع اتحاد جو کہ ایران 'پاکستان' افغانستان' ترکی کی صورت میں بن سکتا ہے کو پارہ پارہ کرنے میں یہود اور ہنود سے کام لے رہا ہے۔

دین کے نام پر سیاست کا دور

خلافت راشدہ کے دور میں یہود اور مجوسیوں کی ریشہ دوانی کے ذریعہ جب خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ہوا تو پھر بھی یہ فسادی گٹھ جوڑ اپنی سازشوں سے دست بردار نہ ہوا ان دشمنان اسلام کی خفیہ سازشوں 'خفیہ سوسائیٹیوں اور خفیہ انجمنوں کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ آج تک دنیا میں مسلسل موجود ہے اور کوئی زمانہ ایسا نہیں بتایا جا سکتا جس میں یہ دشمن اسلام خفیہ گروہ اپنی سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں مصروف نہ رہا ہو۔ ان تخریبی گروہوں کا وجود کبھی تو ابو لولو کی شکل میں ظاہر ہوا۔ جس کی ابتداء فاطمیین مصر سے ہوتی ہے اور ہندوستان کے نوابان اودھ تک پہنچتی ہے۔ ایسے لوگوں میں مصر کی ایک اہم شخصیت علی بن محمد بن عبدالرحیم جو قبیلہ عبدالقیس سے تعلق رکھتا تھا ۲۵۵ء میں وزتین کے علاقہ رے میں پیدا ہوا اس نے حسینی نسب کا جھوٹا دعویٰ کر کے اپنے آپ کو یحییٰ بن زید بن علیؓ بن حسینؓ کی اولاد سے بتایا اور جب اس کو معلوم ہوا کہ زید مقطوع النسل تھے تو شرمندگی سے بچنے کے لئے اپنے نسب کو علی ابن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید بن علی بن حسین ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہاں بھی مصیبت یہ پیش آئی کہ کوفہ میں اصلی زید زندہ موجود تھا اور اس نے اس کی تردید کی۔ مولف عمدۃ المطالب لکھتا ہے کہ یہ شخص نہایت بدسرشت اور ذمیم الاخلاق تھا مگر نہایت فصیح البیان خطیب تھا اور شاعری بھی کرتا تھا جس کی وجہ سے

Marfat.com
Marfat.com

چند صحیح النسب فاطمی بھی اس کو مل گئے مگر اس نے ان کو بھی مروا دیا۔ ۳۵۷ء میں مشہور ہوا کہ مصر میں مہدی پیدا ہو گیا ہے جس کا اصلی نام محمد بن عبداللہ ہے تو خلیفہ المطیع اللہ عباسی نے اس کو دربار میں بلوا کر اس کی ناک کٹوا دی۔ یہی ناک کٹا یہودی سازشیوں کا سرغنہ بنا رہا اسی کی فسادی تحریکیں عبداللہ بن سباء کی زیر قیادت سبائی گروہ بنا کبھی خوارج کے نام سے ظاہر ہوا' کبھی عباسیوں او ر علویوں کی طرف سے کوششوں میں مصروف رہا' کبھی اس کا نام خدائی اسماعیلیہ گروہ ہوا اور پھر اس جدید دور کی تاریخ میں فری میسن کی شکل میں ظاہر ہوا۔ یہ خفیہ سوسائٹیاں انسانوں کی بھلائی کے نام پر کبھی انارکسٹوں کا لبادہ اوڑھ لیتی ہیں کبھی ڈپلومیسی اور ڈیماکریسی کے لیبل لگوا کر انسانیت کے نام پر مخلوق خدا کا استحصال کرتی نظر آتی ہیں۔

فرقہ اسماعیلیہ

اسماعیلیہ فرقہ کے متعلق مشہور مورخ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی نے اس طرح بیان کیا ہے کہ اس پوشیدہ اور سازشی کام کی ابتداء عبداللہ بن سباء یہودی نے کی تھی۔ اس کو اسی سازشی کام کا استاد اور موجد کہنا چاہیے۔ اس کام میں مجوسیوں' یہودیوں اور بربریوں نے بھی نو مسلموں کے لباس میں علویوں کی امداد کی۔ جب عباسیوں کی وسیع سلطنت کا شیرازہ ڈھیلا ہونے لگا تو بعض یہودی الاصل اور مجوسی النسب لوگوں نے اپنے آپ کو علوی بنا کر فائدہ اٹھانا چاہا۔ بربر کا علاقہ مرکز عباسیہ سے یعنی بغداد سے دور تھا۔ لہذا وہاں با آسانی فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا۔ چنانچہ تیسری صدی ہجری کے آخری حصہ میں محمد حبیب (ابو شلطع بن احمد بن میمون القداح مولف) نامی ایک شخص نے جو سلمیہ علاقہ حمص میں سکونت پذیر تھا اپنے آپ کو امام جعفر کے بیٹے اسماعیل کی اولاد ظاہر کر کے حکومت و سلطنت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس کے داعی یمن' افریقہ اور مراکش میں مصروف کار تھے اور لوگوں کو اس خیال کی طرف

Marfat.com
Marfat.com

متوجہ کر رہے تھے کہ عنقریب امام مہدی کا ظہور ہونے والا ہے۔ ابو عبداللہ شیعی نے ایک مشہور اور کارکن داعی کو بھی بتا دیا تھا کہ ہمارا بیٹا عبداللہ امام مہدی ہے۔ عبداللہ مہدی جب سلمامنہ جبل ایکجان پہنچا تو عبداللہ نے بہت بڑا خزانہ اس کی خدمت میں پیش کیا پھر بلدہ مقام سے ہوتا ہوا رقادہ میں داخل ہوا۔ رقادہ میں داخل ہوتے ہی اعلان کیا کہ جو لوگ اسماعیلیت قبول نہ کریں انہیں قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ بقول ابن کثیر **فلم یدخل فی مذہبہم بعض الناس وھم قلیل وقتل کثیر ممن لم یوافقھم** (ج۸ص۱۸) (ترجمہ) پس داخل نہ ہوئے بعض لوگ ان کے مذہب میں اور وہ تھوڑے تھے اور جنھوں نے اس سے اتفاق نہ کیا قتل کر دیئے گئے۔

الحاکم بامراللہ

اسماعیلیہ فرقہ کا آخری حاکم ۳۸۶ھ سے ۴۱۱ھ تک اقتدار میں رہا اس نے عوام پر اپنے اقتدار کے دور میں ایسے ایسے احکام نافذ کئے جن کا سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ الحاکم کے جنون اور خود سری نے لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ اس کو پوجیں کیونکہ یہ کہتا تھا کہ "اللہ" نے اس میں حلول کر لیا ہے (نعوذ باللہ) جو بھی اس کا نام سنے وہ فوراً سجدہ ریز ہو جائے۔ ۳۹۵ھ میں اہل سنت کو مجبور کرایا کہ وہ اپنے مکانوں اور عبادت گاہوں میں رنگین نقش و نگار کرائیں اور ان پر اپنے بزرگان دین پر لعنت کے الفاظ لکھیں۔ مردوں کو ہفتہ کے دن اور عورتوں کو منگل کے روز جمع کراتا اسماعیلیہ طریقہ پر عبادت کراتا۔ صبح کے وقت اذان میں الصلوۃ خیر من النوم کی جگہ حی علی العمل کہنا شروع کرایا' رمضان کے روزوں میں رویت ہلال کی شرط ختم کرا دی اور رمضان کا حساب دنوں کے مطابق جمعہ کے روز سے شروع کراتا اور اتوار کو عید مناتا (المقریزی) اسی قسم کے بدعات اسماعیلیوں میں آج بھی موجود ہیں۔ پھر ۴۰۶ھ میں مصر میں قحط پڑا اور قادر باللہ عباسی نے ایک محضر نامہ تیار کرایا کہ مصر کے فاطمین

Marfat.com
Marfat.com

حضرت علیؓ کی اولاد میں سے نہیں اور ان کا نسب صحیح نہیں اس محضرنامہ پر اس وقت کے بڑے بڑے مشہور علوی خاندان کے سرداروں کے دستخط اور مہریں لگوا دیں مثلاً" الشریف الرضی، المرتضیٰ بن البطحاوی ابوحامد الاسفرائیتی، الصمیری، ابن العثانی، الابیوروی، ابوعبد اللہ بن نعمان، فقیہ الشیعہ اور القدوری خصوصی طور پر قابل ذکر لوگ تھے۔ الحاکم بامراللہ کا نام ابو علی الحسین تھا ابوالمنصور کنیت تھی اور باپ کا نام ابوعزیز منصور تھا اس کی پیدائش بروز جمعرات ۳ اربیع الاول ۳۷۵ کو ہوئی تھی۔ اس کے وفات کے بعد گیارہ سال کی عمر میں عزیز کے وفادار وزراء نے حاکم بامراللہ کا لقب مقرر کیا۔

روضہ رسولؐ سے گستاخی

قزدینی کی روایت ہے کہ الحاکم بامر اللہ نے مدینہ کے ایک علوی کو ورغلایا کہ رات کے وقت اس کے گھر سے روضہ رسولؐ تک نقب لگائے تاکہ ابوبکرؓ صدیق اور عمرؓ بن خطاب کو روضہ سے باہر نکال لائیں۔ اور ان کی لاشوں سے جو سلوک چاہیں کر لیں۔ اسی حاکم نے حکم دیا تھا کہ روضہ رسولؐ کو منہدم کرا کے آپؐ کی لاش کو نکال کر مصر لایا جائے اسی طرح اسی حاکم کے حکم پر حج کے موقعہ پر ایک اسماعیلی نے پھاوڑے سے حجر اسود پر کئی وار کئے۔

آتش پرستی اور حاکم بامراللہ

اسی حاکم نے جبل مقطم کے دامن میں آتش پرستی کی طرح ڈالی۔ مگر ابورکواۃ جن کا اصلی نام ولید بن ہشام بن عبدالملک بن مروان تھا کی وجہ سے اس کا یہ منصوبہ ناکام ہو گیا اس نے کئی وزیر قتل کرائے ہزاروں فقیہ حافظ قرآن، شرفا اور امراء کو موت کے گھاٹ اتارا۔

۴۰۹ھ میں اس نے فرغانہ سے ایک اسماعیلی کو مصر میں بلوایا اس نے آتے ہی اپنے عقیدے کی تبلیغ شروع کی اور کہنے لگا کہ سابقہ انبیاء کی تعلیم سب غلط تھی اور اللہ تعالیٰ نے حاکم کے جسم میں حلول کیا ہے (نعوذ باللہ)۔

Marfat.com
Marfat.com

یہی حاکم اپنے دور اقتدار میں بسم اللہ الحاکم الرحمٰن الرحیم لکھوایا کرتا تھا۔ آخر کار جب یہ جبل مقطم کے دامن میں واقع اپنے معبد (آتش کدہ) میں جا رہا تھا تو راستہ میں کسی جانور نے پھاڑ کھایا بعض لوگ کہتے ہیں کہ کسی نے قتل کر دیا تھا اور اس کی لاش کو جانور کھا گئے تھے۔ اسماعیلی فرقہ کی اہم شاخیں یہ ہیں قرامطہ' دروزیہ' نزاریہ' طیبی یابوہرے۔

حسن بن صباح

حسن بن صباح اصل میں رے کا باشندہ تھا۔ اپنے نام کے ساتھ حمیری کا لاحقہ لگا کر اپنے آپ کو عربوں میں شمار کرانے لگا یہ در اصل مجوسی النسل تھا یہ ایک چالاک اور عیار آدمی تھا اصفہان کا مہدی حاکم سادہ لوح آدمی تھا اس کو حسن بن صباح نے چوپڑی چاپڑی باتوں سے اپنا معتقد بنا لیا اور اسی کے تعاون سے ایک جگہ اپنی جنت بھی بنوا لی جس میں مختلف علاقوں سے خوبصورت عورتوں کو لا کر جمع کر رکھا تھا۔ اسی نے صلاح الدین ایوبی اور امام فخرالدین رازی کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا مگر ناکام رہا۔

حسن بن صباح شروع میں اپنے آپ کو اسماعیلی ہی کہتا رہا مگر جب استحکام نصیب ہوا تو ایک الگ فرقہ بنا لیا۔ اس کو عام طور پر شیخ الجبل کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ بیدین لوگوں کا سربراہ تھا' کسی مذہب کا قائل نہ تھا۔ خفیہ طور پر بڑے بڑے آدمیوں کو قتل کرا دیتا تھا جیسے کہ آج کے جدید ترقی یافتہ دور میں بعض انارکسٹ نظریات کے لوگ سازشوں کے ذریعہ بعض بڑے بڑے لوگوں کو قتل کرا دیتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

ہندوستان میں اسماعیلی خاندان

چھٹی صدی ہجری میں ایک نزاری (اسماعیلی فرقہ) ابوالفتح نے ملتان میں اپنی حکومت قائم کرلی اور مسلمانوں کی زندگی اس نے دوبھر کر دی اور آخر کار محمود غزنوی نے اس کے ظلم سے لوگوں کو نجات دلائی۔ اسی نے جے پال کی مدد کی تھی محمود غزنوی کے خلاف۔ ملتان سے بھاگنے کے بعد ابوالفتح نے سندھ کے منصورہ میں حکومت قائم کرلی۔ سلطانہ رضیہ خاتون حکمران کے زمانہ میں خفیہ طور پر دہلی میں ان لوگوں نے بڑی طاقت جمع کرلی تھی اور پھر ایک دن عین نماز جمعہ کے دوران جامع مسجد میں داخل ہو کر مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ چند مسلمان جان بچا کر مسجد کی چھت پر چڑھ گئے اینٹ پتھر برسا کر ان کو ختم کر دیا آج کل نزاری فرقہ "خوجوں" کے نام سے مشہور ہے موجودہ آغا خان انہی کی اولاد سے ہے۔ برصغیر میں ان کے بلند پایہ مبلغوں میں سے صدر الدین نے ہندوؤں کے اصول کے موافق اسلام کی تبلیغ شروع کی ہندوؤں کو سمجھایا کہ محمدؐ برہما اور علیؓ کرشنا ہیں اس نے دس اوتار بیان کئے اور اسی نام کی ایک کتاب بھی تصنیف کر ڈالی۔ اسی کتاب کو متبرک سمجھ کر ہر خوجے کے مرنے کے وقت اس کے سرہانے بیٹھ کر پڑھی جاتی ہے اسی نے تین اسماعیلی جماعتیں منظم کیں پنجاب میں مکھی سیٹھ شام داس لاہوری۔ کشمیر میں مکھی سیٹھ تلسی داس۔ اور سندھ میں مکھی ترکیم۔ اس طرح اسماعیلی فرقہ کا ہندوستان میں رواج پانا شروع ہوا۔

پنجاب کے خوجے آغا خان کے ماتحت نہیں لیکن ان کا عقیدہ بمبئی کے خوجوں کے ہمنوا ہے۔ پنجابی خوجوں کی ابتداء صدر الدین کے زمانہ سے ہوئی۔ خوجوں کی مذہبی رسومات اثناعشری فقہ سے مختلف ہیں۔ بہر حال ہندوستان میں اسماعیلی فرقہ کی دعوت کا کام ۲۷۰ ھ میں شروع ہوا تھا۔ موجودہ پاکستان کے شمالی علاقوں گلگت، چترال میں آغا خانیوں کی خفیہ جدوجہد جس کی نگرانی اور سرمایہ کی بہم رسانی کا ذریعہ آغا خان کا نام لیا جارہا ہے، ان علاقوں میں آغا خانی ریاست کے لئے جدوجہد شروع کی یعنی یہ ایک نئی اسرائیلی ریاست کی بنیاد کا شاخسانہ معلوم ہورہا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

بلوچستان کی زمین کے تیل کے چشموں کے منابع کو اپنے قبضہ میں لینے کے لئے پر تول رہی تھیں جس کے لئے پاکستان کے سبئی اذہان آلہ کار بن کر مغربی پاکستان کو بھی زرتشتی اقتدار میں لانا چاہتے تھے۔ یہی مجوسی اور یہودی ذہن مار آستین بن کر مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے درپے ہے۔ عبداللہ بن سباء جو کہ ابتداء مسلمان ہو چکا تھا مگر دنیاوی لالچ اور اقتدار حاصل کرنے کی خاطر حضور اکرم ﷺ کی نبوت اور رسالت کے خلاف ایرانی مجوسیوں کی معاونت سے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی جن کے لئے خانوادہ نبوت کی ایک اہم شخصیت حضرت علیؓ کو بطور ڈھال استعمال کرنے کی کوشش کی۔ خود نبوت کا دعوی دار بن گیا اور حضرت علیؓ کو خدائی صفات کا حامل بنا کر عوام کو ورغلانا شروع کیا جو لوگ اس کے دام تذویر میں آتے گئے ان کو ایک فرقہ ''شیعہ'' جو کہ عربی میں گروہ کے نام سے متعارف تھا، کے نام سے متعارف کرانا شروع کیا گیا۔ شیعہ فرقہ کے اس مذہبی عقیدہ کے پیروکار بہت کم ہیں۔

ہندوستان میں مسلمان بادشاہوں نے جیسے جیسے اپنی حکومتیں مضبوط کیں ان کے سامنے یہ مسئلہ ہمیشہ رہا کہ کیسے اور کس طرح اپنی حکومت کو مستحکم اور پائیدار کیا جائے، لیکن ہندوستان میں جس وقت مسلمانوں کی سلطنتیں ابھر رہی تھیں وہ تیرہویں صدی بین الاقوامی طور پر مسلمانوں کے تنزل کی صدی تھی۔ مشرق وسطیٰ میں چاروں طرف انتہائی انتشار پھیلا ہوا تھا، مختلف فرقے ابھر رہے تھے، سازشیں جنم لے رہی تھیں۔ باطنی فرقے کی منظم سازشوں نے مسلمانوں کی سیاسی اور مذہبی زندگی کو بالکل کھوکھلا کر کے رکھ دیا تھا۔ چنانچہ ایک محقق ''تمدن ہند کا مصنف'' کہتا ہے ''ہندوستانی اسلام کا مطالعہ کرتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہاں اس مذہب کی مٹی بری طرح پلید کر دی گئی ہے'' ایسے ماحول میں عبداللہ بن سباء کی ذہنیت اگر پروان نہ چڑھے تو یقیناً تعجب کی بات ہوتی۔

Marfat.com
Marfat.com

بوہرہ فرقہ

اسماعیلیوں کی طرح ایک فرقہ بوہرہ نام کا بھی وجود میں آیا۔ ان کے متعلق قاضی سلمان منصور پوری اپنی کتاب "سفر حجاز" میں لکھتے ہیں کہ ساتویں صدی ہجری میں مصر سے دو مبلغ ملا عبداللہ صاحب اور ملا احمد نام کے شخص ہندوستان پہنچے اور کھمبائیت کے ساحل پر اترے اول اول دو کھیڈو "کاشتکار" ان کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ ان کی خفیہ تعلیم اور کوشش سے مندر کا پجاری برہمن بھی مسلمان ہو گیا اس مندر میں سفید ہاتھی کی مورتی تھی اور اسی کی پرستش کی جاتی تھی اسلام ترقی کرتا گیا حتی کہ بھارمل یا نارمل وزیر بھی مسلمان ہو گیا اور پھر سدراج سنگھ راجا بھی مسلمان ہو گیا۔ بوہرہ کے معنی بیوپار کرنے والے کے ہیں اورنگ زیب عالمگیر نے ان کا ذکر رقعہ جات میں کیا ہے اور قوم بواہیر کا لفظ استعمال کیا ہے

ملا کے لفظ کا استعمال

ہندوستان میں لفظ "ملا" کا استعمال اسی فرقہ کی وجہ سے رواج پا گیا یہ فرقے ایک ملا کے ماتحت ہوتے ہیں چونکہ ان کا پہلا مبلغ ملا عبداللہ تھا اسی لئے "ملا کا لفظ سرفہرست کے معنی میں" کہتے ہیں ملا کو موٹو ملا یا ملائے اعظم بھی کہتے ہیں۔ اسی فرقہ کے ایک ملائے اعظم طاہر سیف الدین جو کہ علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہے ہیں اپنی وسیع المشربی اور رفاہ عامہ کے سلسلہ میں بڑے مشہور تھے ہندوستان میں سورت کا علاقہ ان کا مستقر ہے۔ یہ ملا وزیر بھارمل کی اولاد سے ہیں ملائے اعظم کو اس فرقہ میں امام موعود کا نائب سمجھا جاتا ہے۔ ملا گیری کی ابتداء حسن عسکری سے بیان کی جاتی ہے یعنی اس دعوت سے جبکہ محمد بن حسن عسکری چار سالہ عمر میں سرمن رائے کے غار میں داخل ہو کر پوشیدہ ہوئے تھے۔ اثنا عشری فرقہ ان کو امام موعود اور مہدی زمان سمجھتے ہیں۔ قرب قیامت کے ان کا ظہور مانتے ہیں۔ ملائے اعظم بننے کے لئے وراثت کی ضرورت نہیں اور نہ ہی اس کا فاطمی نسل کا ہونا ضروری

Marfat.com
Marfat.com

ہے۔تمام بوہرہ فرقہ کے لوگ اپنی رقومات ازقسم زکوٰۃ وصدقات ملائے اعظم کے پاس جمع کراتے ہیں۔عبادات کیلئے ان کی نماز میں ہاتھ نہیں باندھتے ،سفر میں ظہر اور عصر کی اور پھر مغرب وعشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھتے ہیں ،دعاء قنوت صرف صبح کی نماز میں پڑھتے ہیں،عزاداری حسین کرتے ہیں،تعزیہ نہیں نکالتے ،ان کے خیال میں ''آواز گریہ'' (بلند آواز سے رونا) حرام ہے۔

تاریخ بھی ایک بحر بیکراں ہے جس کا تجزیہ مختلف ندیوں ،نالوں ،دریاؤں سے کیا جا سکتا ہے جومختلف سمتوں سے آ کر اس میں جا ملتے ہیں۔اسی طرح برصغیر ہندوستان میں بھی مختلف اطراف سے مختلف اقوام نے آ کر اپنے اپنے نظریات اور تجربات سے فائدہ لینے کی کوشش کی۔ افغانوں نے بھی اس خطہ میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کی۔ ان کے بعد مغل نظریات اس خطہ میں داخل ہوئے۔انہوں نے اپنی حکومت کے استحکام کیلئے مذہب کو ذریعہ بنایا اسی لئے ان کی حکمرانی میں مختلف نظریات کے فرقے پروان چڑھے۔مغل حکمران اکبر نے اپنی سلطنت کے استحکام کے لئے جو تمام مذاہب کے نظریات کوملا کر ایک نیا فکر اور ضابطہ حیات دینے کی کوشش کی اور اس کے لئے ایک نیا دین ''دین الٰہی'' کے نام سے رواج دیا۔اس کی ضرورت اس وقت محسوس کی گئی تھی جب یہ سوال پیدا ہوا کہ سلطنت دہلی کی نوعیت کیا ہونی چاہیے؟ مذہبی اور دینی ہونی چاہیے! جہاں شریعت کا قانون نافذ ہونا چاہیے اور اس کے لئے تشریح اور وضاحت کرنے کے لئے علماء کی ضرورت ہوگی اور علماء کے نظریات اور فکر مختلف تھے۔پھر غیر مسلم بھی ریاست میں موجود ہیں ان کے تعاون کے لئے بھی خواہش تھی۔اسی ضرورت کو مدنظر رکھ کر ایک نیا دین جس میں تمام مذاہب کو شریک کیا جائے اس کے لئے امام غزالی کا نظریہ ''وحدت الوجود'' کو اپنایا پھر اسی دین الٰہی کے زیر سایہ فرقے پروان چڑھے۔اس نظریہ کے خلاف مجدد الف ثانیؒ نے وحدۃ الشہود کا نظریہ پیش کیا۔

Marfat.com
Marfat.com

خلافت عثمانیہ

اسلام میں فرقوں کی بنیاد کو ان کے کردار کے پیش نظر سیاسی ہی کہا جا سکتا ہے جس کو مذہب کے پاک اور معزز نام کی پردوں میں لپیٹ کر عوام کا استحصال کیا جاتا ہے۔ ۶۲۱ھ تا ۶۵۶ھ تک سلطنت عباسیہ فرقہ شیعہ کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے اندرونی طور پر کھوکھلی ہو چکی تھی سبائی اور مجوسی گٹھ جوڑ نے تاتاریوں کو قوینہ کی طرف متوجہ کیا اور انجام کار حالات کے پیش نظر ارطغرل کے وفات پانے پر غیاث الدین نے اس کے بیٹے عثمان خان کو فوج کا سالار مقرر کرایا۔ ۶۹۹ء میں غیاث الدین کے فوت ہونے پر قوم نے عثمان خان کو اس کا جائے نشین بنایا۔ پھر یہی عثمان خان خلافت عثمانیہ کا بانی بنا۔ بایزید یلدرم ۷۹۲ء نے اٹلی، فرانس، انگلینڈ، آسٹریا، ہنگری، پولینڈ، جرمنی، بوسینا (جو کہ آج کل مشکلات میں پھنسا ہوا ہے) وغیرہ کی متحدہ طاقت کو ۱۳۹۶ء میں شکست سے دوچار کیا بایزید یونان کو فتح کرتے ہوئے خود آگے بڑھتا گیا ۸۰۰ھ میں یونان کے فتح کرنے کے بعد آسٹریا اور ہنگری کی طرف متوجہ ہوا تو قیصر قسطنطنیہ نے تیمور لنگ سے مدد طلب کی ۸۰۴ھ میں شاہ روم نے ۴ لاکھ تعداد کی فوج سے حملہ کرنے کا پروگرام بنایا محاذ آرائی شروع ہوئی تو سادات کربلا و نجف کی فوجی کمک عراق کی طرف سے آنا شروع ہوئی اس فوج کا سردار سید محمد فتاح تھا اس نے کہا خواب میں علی بن طالب نے مجھے ہدایت کی ہے کہ علم بیضاء (سفید جھنڈا) کو الترک کے پاس پہنچا دو تو اصحاب نجف نے کہا کہ اخ الترک تو تیمور لنگ ہے اس بشارت کے نتیجہ میں تیمور لنگ قیصر قسطنطنیہ کی امداد طلب کرنے کو بہانہ بناکر سلطان بایزید یلدرم پر حملہ آور ہوا تیمور لنگ کی مدد سے تمام یورپ اسلام کے جھنڈے تلے آنے سے محفوظ رہا بایزید کو فوج کی کمی کی وجہ سے شکست ہوئی اور پھر تیمور کی فوج میں مغل حکمرانوں کے دستے بھی تعاون کر رہے تھا اسی تیمور لنگ نے بایزید کو بمعہ ان کے بیٹے موسیٰ کے گرفتار کر کے ایک پنجرہ میں بند کر دیا اسی حالت کو

Marfat.com
Marfat.com

مشہور مورخ اکبر شاہ نجیب آبادی بیان کرتا ہے کہ انگورہ کے میدان میں اگر تیمور کو شکست ہوتی تو ایک آدمی ہی کی شکست سمجھی جاتی مگر بایزید کی شکست پوری قوم اور ملت کی شکست تھی اور مسلمانوں کی تباہی کا باعث بنا۔

تیمور کی وجہ سے شیعوں کو حکومت میں کافی حد تک دخل رہا۔ بظاہر سلطنت عثمانیہ ختم ہو چکی تھی۔ ۹۱۰ ء میں بایزید نے حکومت سلیم کے حوالے کی' ۹۱۷ ھ بایزید ثانی کے بعد سلیم عثمانی اقتدار میں آیا' ۹۲۰ ھ کو اس نے محسوس کیا کہ اسماعیل صفوی نے فتنہ انگیزیوں سے تمام قوم کو مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے تو اسماعیل نے سلیم کی فوجوں کی یلغار سے بھاگنا شروع کیا آخر کار اسماعیل صفوی تبریز سے بیس کوس کے فاصلہ پر رک گیا سلطان کی فوج پیچھا کرتی ہوئی جب وادی خالد ران پہنچی تو تھک گئی تھی مگر اسماعیل کی فوج تازہ دم تھی پھر بھی اسماعیل کی تازہ دم اسی ہزار فوج کا بخوبی مقابلہ کیا نتیجہ میں اسماعیل کو گرفتار کر لیا اس دوران کسی صفوی نے کہا کہ اسماعیل تو میں ہوں جب سلطان اس کی طرف متوجہ ہوا تو اسماعیل بھاگ گیا سلطان سلیم کی وجہ سے خلافت برائے نام ہی سہی مگر پھر بھی ترکی میں برائے نام رہی اسی یہودی اور مجوسی سازش کے زیر سایہ ترکی میں مسلمانوں میں اتحاد کے نام سے ایک انجمن اتحاد و ترقی کی بنیاد رکھی گئی اور پھر مصطفیٰ کمال کے دور میں اس برائے نام خلافت عثمانیہ کو بھی ختم کرا دیا گیا۔

Marfat.com
Marfat.com

جدید ترکی میں اسلامی سیاست کا حلیہ

ماضی قریب میں "جدید ترکی" کی تحریک بڑے عرصہ تک مسلمانوں کے لئے دل خوش کن بنی رہی مگر اس طرف کسی صاحب نظر کی توجہ نہ گئی سوائے چند علماء و فضلاء کے کہ یورپ کے اس "مرد بیمار" کو ماڈرن اور جدید ترکی کا جامہ کس نے پہنایا مگر یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہ رہ سکی کہ ترکی سے قرآن کو کس طرح دیس نکالا ملا نماز' ازان اور دیگر اسلامی اوراد اور عملیات کو کس طرح ملک بدر کیا گیا عربی زبان کا کس طرح گلا گھونٹا گیا اور کتنے ہزار بلکہ کتنے لاکھ نادر روزگار فرزندان اسلام کو تختہ دار پر لٹکایا گیا۔

جن لوگوں نے انجمن اتحاد ترقی کی بنیاد رکھی تھی وہ سب بہ ظاہر نو مسلم تھے مگر درپردہ یہودی مجوسی گٹھ جوڑ کے شکار ہو گئے تھے انہی لوگوں کو ترکی اصطلاح میں "دونمہ" کا نام دیا گیا تھا۔ ان لوگوں نے بڑی چابکدستی سے عوام کو گمراہ کر کے ترکی کو الحاد اور بے دینی کی گود میں پھینک دیا۔ سپین اور پرتگال میں جب ان یہودیوں پر جبروتشدد ہونا شروع ہوا تو پھر ترکی میں ہی ان کو پناہ ملی۔

دونمہ پارٹی کی حقیقت

۱۶۱۶ء میں ایک یہودی شبتے نامی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا پھر یہ سالونیکا ہوتا ہوا طرابلس الغرب کے راستے شام پہنچا اور بیت المقدس میں پہنچ کر اعلان کیا کہ اسرائیل کی واپسی کا وقت قریب آچکا ہے اس کے بعد وہ دوبارہ ترکی سے ہوتا ہوا اطالیہ' جرمنی اور ہالینڈ سے پھرتا پھراتا پھر ترکی پہنچا تو سلطان محمد خان چہارم نے دربار خلافت میں طلب کر کے پوچھا تو وہ بہ ظاہر توبہ کر کے مسلمان ہو گیا اس کے ساتھ اس کے ہزاروں ساتھی بھی اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اپنے آپ کو مسلمان کہلانے لگے۔ اسی نو مسلم پارٹی کو "دونمہ" کے

Marfat.com
Marfat.com

اصطلاحی نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ پارٹی بڑی ذی فہم اور ہوشیاری سے اپنی تحریک کے لئے کام کرتی رہی ان کی اسی صلاحیت نے ان کو ترکی کی کلیدی اسامیوں تک پہنچایا تھا ان کے حالات فرانس کے مسیحی مصنف بائربیبس نے اپنی تصنیف "جمہوریہ اسرائیل" میں بڑی تفصیل سے بیان کئے ہیں وہ لکھتا ہے کہ اکثر ترکی کی کلیدی آسامیوں پر دو نمہ یہودی تعینات تھے۔ صوبہ ڈینیوب کا گورنر مدحت پاشا بھی ایک نو مسلم یہودی تھا' ڈاکٹر ناظم ' فوزی پاشا' طلعت پاشا' معصوم آفندی' جاوید بے اور ابوالضیاء توفیقی سب یہودی تھے۔

فری میسن کا کردار

۱۷۱۷ء میں فری میسن کی تحریک قائم ہوئی جس نے آج تک "خدمت انسانیت" کے پردہ میں دنیا کے تمام ملکوں میں اپنا جال بچھایا ہوا ہے اس کا بھی اصل ٹارگٹ مسجد اقصیٰ کا شہید کرانا ہے اور پھر اس کی جگہ ہیکل سلیمانی تعمیر کرانا مقصد زندگی ہے۔ ۱۸۷۸ء میں فری میسن تحریک کے بعد علی سوامی نامی ایک نو مسلم نے جو کہ اصلاً" یہودی ہی تھا "ماسومی" نام کی تحریک سے ترکی میں بغاوت پیدا کر دی مگر ناکام رہا۔ سکالیری اور اس کے ماسومی ساتھیوں نے آخر کار پارلیمنٹ سے سلطان عبدالحمید کو معزول کرانے کی قرار داد منظور کرائی اور اس قرار داد کو سلطان تک پہنچانے کا کام بھی پانچ رکنی کمیٹی کے ایک رکن فرصو نامی یہودی ہی نے انجام دیا۔

مصطفیٰ کمال کی پارٹی "انجمن اتحاد و ترقی" کے ابتدائی اجلاس فری میسن لاج میں ہی ہوا کرتے تھے اور پھر آخر کار جو کچھ ترکی میں اسلام کے ساتھ ہوا وہ تمام اسلامی دنیا نے دیکھ لیا خلافت کے نام پر جو کچھ اتحاد تھا وہ بھی نہ رہا بلکہ اس گروہ کی رکن خالدہ ادیب خانم نامی خاتون اپنی ایک تصنیف میں لکھتی ہیں کہ ترکی میں خلافت کبھی آئی ہی نہ تھی اور نہ ہی کوئی عثمانی

Marfat.com
Marfat.com

بادشاہ خلیفہ ہونے کا مدعی تھا۔

یہودیت سوشلزم کے پردے میں

کارل مارکس جو کہ سوشلسٹ تحریک کا بانی تھا یہ ایک یہودی "ربی" کا پوتا تھا۔ ۱۸۶۴ء میں جو پہلی کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس کے دونوں رہنما مارکس اور لازیل یہودی تھے ان کے ورغلانے سے مزدور لوگ تحریک میں شامل ہوئے تھے ابتداء" انہوں نے غیر یہودی لوگوں کے باشعور اور مذہبی راہنماؤں کو قتل کرانے کے لئے جو جو حربے استعمال کئے ان سے تمام دنیا واقف ہے پہلی بالشویک پارٹی کے پچاس فیصد ممبر یہودی ہی تھے بالشویک انقلاب کے موقعہ پر ایک شاعر "لاکاتوس" نے لینن کی تعریف میں ایک نظم بھی لکھی تھی جس کے بند ایسے تھے "نیا یسوع آگیا" ---- لینن۔ لندن کے جیوش کرانیکل نے ۱۴ اپریل ۱۹۱۹ء کی اشاعت میں لکھا تھا کہ بالشویزم تصورات یہودی تصورات ہی ہیں۔

روس میں مارننگ پوسٹ کے رپورٹر وکٹر مارسڈن نے لکھا کہ بالشویک انقلاب کے وقت ۵۴۵ کی تعداد میں سے ۴۷۷ یہودی ہی تھے۔

ہٹلر اپنی ڈائری میں لکھتا ہے کہ مارکس ازم کا عقیدہ یہودیوں کی پیداوار ہے۔ ۱۹۲۱ء میں چلی کی بغاوت کا سرغنہ یہودی تھے۔ ۱۹۳۲ء میں یوراگوئے کی بغاوت کے راہنما بھی یہودی تھے۔ ۱۹۱۹ء کی بغاوت جو ارجنٹائن میں ہوئی اس کے دونوں لیڈر ہیڈ روورلڈ اور میکازیان یہودی ہی تھے۔

برازیل کی بغاوت میں بھی یہودیوں کا ہاتھ تھا۔ میکسیکو میں جو بغاوت کرائی گئی تھی اس کا لیڈر بلتار کو المعروف لیکز تھا جو کہ ایک شامی یہودی کا بیٹا تھا۔ یہ فری میسن میں ۳۳ درجے کا رکن تھا۔ یہ ہے یہودی اور مجوسیوں کا کردار' جس کا شکار زیادہ تر اسلامی ممالک بنے اور

Marfat.com
Marfat.com

بعض غیر مسلم ریاستیں بھی ان کی سازشوں کی وجہ سے باہم خانہ جنگیوں اور غیر ملکیوں کے حملوں کی وجہ سے تباہ و برباد ہوتی رہی ہیں۔

موجودہ دور میں اسرائیلی ایک منظم حکومت کی طرح اسلامی ممالک میں ہر تخریبی کاروائی میں پیش پیش رہتے ہے۔ دور نہ جایئے ۱۹۶۷ء کی اسرائیلی فتوحات کے پس منظر' جو کہ مصر پر حملہ آور ہو کر انجام دیئے گئے تھے' اب ان سے آہستہ آہستہ پردے اٹھتے جا رہے ہیں۔ صدر متحدہ جمہوریہ مصر نے ایک خاص سازش کے تحت اقوام متحدہ کی فوجیں واپس بھجوا دیں اسرائیل کا حملہ ہوا اور انہوں نے تین روز میں ۲۶ ہزار مربع میل کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ مگر صدر ناصر آخر تک یہی فرماتے رہے کہ ہم نے یہ کیا ہم نے وہ کیا وغیرہ مگر حقیقت میں یہ ہوا کہ اپنے ہوائی اڈوں سے ایک ہوائی جہاز بھی اڑانے کی اجازت نہ دی اور وہ اسرائیل کے پہلے حملہ میں ہی سب کے سب بھسم ہو کر رہ گئے اور اپنے مصر کے اندر خود جس پروگرام پر عمل درآمد کرتا رہا وہ یہ تھا کہ اخوان المسلمین جنہوں نے سامراجی ذہن کے خلاف کفن بدوش ہو کر نجات حاصل کرنے کے لئے حلف اٹھائے تھے کو ہی ختم کر کے رکھ دیا تھا اس نے اسلام کے پردہ میں رہتے ہوئے جو کردار ادا کیا تھا وہ بھی تاریخ کے صفحات میں موجود رہے گا۔ یہی مصری حکمران اپنے آپ کو فرعون رامسیس کا جانشین ثابت کرانے کیلئے قاہرہ کی سڑکوں پر رامسیس کے مجسمے نصب کر کے خوش ہو گیا۔ یہی حالت پاکستان میں بھی پیدا کی کہ اسلامک سمٹ کانفرنس کے انعقاد کے موقعہ پر انڈیا کو مسلمانوں کی کانفرنس میں شریک کرانے پر ناصر نے اصرار کر کے بھٹو کو مجبور کرایا جس کی نتیجہ میں کانفرنس کا مقصد ہی غربود کرا دیا۔

اسلامک سمٹ کانفرنس کے انعقاد کا بنیادی نقطہ یہی تھا کہ دنیا بھر کے اسلامی ممالک کے برسراقتدار افراد کو اکٹھا کیا جائے اور ان کی انفرادی حیثیت کو کسی ایک نقطہ پر جمع کرا کے

Marfat.com
Marfat.com

امت مسلمہ کی یگانگت کے تصور کو ایک بار پھر قائم کیا جائے اسی خیال کو جب وزیر اعظم بھٹو نے شاہ سعود فیصل کے سامنے رکھا تو انہوں نے ہر ممکن تعاون کی پیشکش کی کیونکہ اس اتحاد ممالک اسلامیہ میں ہی اسلام کے اتحاد اور اجتماعیت کا تصور ابھارا جا سکتا ہے۔ مگر یہودی ذہنیت کو کب گوارا تھا کہ مسلمان ایک بار پھر ایک تسبیح کے دانے بن کر ایک ہی مقصد کے لئے اکٹھے ہوں اور یہ اسلامک سمٹ کانفرنس ایشیائی ممالک کے بر سر اقتدار افراد کا ایک جمگھٹا بن کر رہ گئی کیونکہ اس اجتماع کو اسلامی سمٹ کانفرنس کے نام کی جگہ ایشیائی ممالک کا اجتماع بنا دیا گیا اسی نظریہ کے مطابق ناصر نے بھارت کو اس اجتماع میں شریک کرانے کی سازش کی۔ اور اس کا شکار بھٹو مرحوم ہوا۔

اہل سنت کے امام ابو حنیفہؒ اور ان کا کردار

برصغیر پاک و ہند میں مذہبی حیثیت سے حنفی مسلک کے پیروکاروں کو زیادہ اہمیت حاصل ہو چکی ہے۔

مسلک حنفیہ کی نسبت اہل سنت کے مشہور چیف جسٹس امام ابو حنیفہؒ کی وجہ سے شہرت پا چکی ہے امام ابو حنیفہؒ کا اصل نام نعمان بن ثابت تھا اور کنیت ابو حنیفہ اور لقب کے لحاظ سے امام اعظم کے نام سے شہرت پائی آپ کی کنیت ابو حنیفہ اس لئے نہیں کہ آپ کی اولاد میں سے کوئی حنیفہ نام کی شخصیت تھی بلکہ دین ابراہیمی (اسلام) جس کو قرآن نے دین حنیف سے یاد کیا ہے کی نسبت سے حنیفہ اپنے آپ کو مشہور کرایا۔

آپ کی پیدائش کوفہ جس کو دینی مرکز کی حیثیت سے شہرت حاصل ہو چکی تھی ۸۰ھ میں ہوئی تھی۔ کوفہ کی تعمیر عہد فاروقی ۱۷ھ میں ہوئی تھی اس کی علمی و دینی اہمیت عبداللہ بن مسعودؓ کی محنت شاقہ کی وجہ سے نصیب ہوئی۔

Marfat.com
Marfat.com

علامہ ابن قیم جوزی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد علم نبوت کے تین مرکز تھے ایک مرکز مکہ مکرمہ میں جس میں علوم دینی کی تربیت کے لیے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی شخصیت موجود تھی۔ دوسرا مرکز مدینہ منورہ جس میں علمی تربیت کے لئے سربراہی کا اعزاز حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو حاصل تھا۔ اور تیسرا علمی مرکز کوفہ کا شہر جس کی علمی وجاہت کا سہرہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر ہے بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کوفہ کو دارالخلافہ حضرت علیؓ کے دور میں بنایا گیا تھا حضرت امام ابو حنیفہؒ تابعی تھے کیونکہ آپ نے حضرت انسؓ صحابی کو دیکھا تھا اس کے علاوہ امام مالکؒ، امام شافعی، امام احمد بن حنبلؒ کو یہ تابعیت کا شرف حاصل نہیں ہو سکا۔ کیونکہ امام شافعیؒ کی پیدائش ۱۵۰ھ کو ہوئی امام مالکؒ کی پیدائش ۹۵ھ کو ہوئی امام احمد بن حنبلؒ کی پیدائش ۱۶۴ھ کو ہوئی لہٰذا عمر اور تعلیمی معیار سے امام ابو حنیفہؒ کا درجہ آئمہ مجتہدین میں سب سے زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ ان کے اساتذہ میں حضرت حماد بن سلمان کا ذکر سب سے زیادہ ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے تعلیمی سلسلہ حمادؒ کے ذریعہ زیادہ پھیلا ہے حضرت حمادؒ کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی تھی۔

امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں کی تعداد بے شمار ہے علامہ کروری نے آٹھ سو فقہا اور محدثین کو آپ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔ علامہ بن حجر مکی فرماتے ہیں کہ جس طرح فقہاء میں امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ اور امام حسن بن زیادؒ ہیں اسی طرح محدثین میں عبداللہ بن مبارک، لیث بن سعد، امام مالک، مسعد بن کرام اور صوفیاء میں فضیل بن عیاض اور داؤد طائی جیسے آئمہ کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل تھا۔ امام ابو حنیفہؒ فارسی النسل تھے غالباً انہی کے متعلق حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے جو ابی ھریرہؓ سے روایت ہے (ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر دین ثریا کے پاس ہو تو فارسی النسل کا ایک آدمی اس کو حاصل کر لے گا (مسلم شریف) امام ابو حنیفہؒ نے دین ابراہیمی کو بغیر کسی تجاوزات کے (یعنی

Marfat.com
Marfat.com

صراط مستقیم کو) جو انقلابی شخصیت کے ذریعہ صحابہ کرام کو ملا تھا، کو اپنایا۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا خاندان کشمیر سے نقل مکانی کر کے براستہ کابل عراق پہنچا تھا۔

امام ابوحنیفہؒ کا آخری امتحان

قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ ہم تمہیں آزمائیں گے خوف، بھوک، مال کی تباہی سے اور جان کی تباہی سے تو یہی امام ابوحنیفہؒ کا آخری امتحان کا وقت تھا۔ جب حکمران وقت نے اپنی حکومت میں چیف جسٹس کے عہدہ کی پیشکش کی اور آپؒ نے انکار کیا اور اس انکار کی وجہ سے غالباً حضور اکرم ﷺ کا وہ ارشاد ہے کہ جہاں سے کسی تہمت اور الزام لگنے کا شائبہ بھی ہو تو بچنے کی کوشش کرو اوکما قال (ترجمہ) چونکہ حکمرانوں کا کوئی اصول نہیں ہوتا یہ جائز اور ناجائز کے جھگڑوں میں پڑنے کا تکلف نہیں برتتے ان کی زبان ہی قانون ہوتی ہے۔ اسی لیے امام ابوحنفیہؒ پر جب عہدہ قضاء کی پیشکش کی گئی تو آپ نے انکار کر دیا۔

سہل بن مزاحم کا قول ہے دنیا ابوحنیفہ کے قدموں پر گری مگر انہوں نے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا اس کے لینے پر انکار کی صورت میں کوڑوں کو قبول کیا۔ دو مرتبہ امام ابوحنیفہؒ نے حق کی حفاظت پر جسمانی تکالیف برداشت کیں۔ پہلی بار بنوامیہ کے دور میں جب بن ھبیرہ عامل کوفہ (مروان بن حکم کے گورنر) نے کوفہ کی قضاء کا یہ عہدہ قبول کرنے پر زور دیا تو آپ نے انکار کر دیا تو حکمران نے آپ کے لیے بطور سزا سو کوڑے تجویز کیے ہر روز دس کوڑے مارے جاتے ایک دن کوڑے لگنے کے دوران رو پڑے چھوٹنے کے بعد رونے کا سبب کسی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا مجھ کو اپنی والدہ محترمہ کے صدمہ کا خیال آیا تھا جو کوڑوں کے صدمہ سے زیادہ تکلیف دہ تھا تو مجھے رونا آ گیا۔ امام احمد بن حنبلؒ اپنی مصیبت کے بعد جب امام ابوحنیفہؒ کی مصیبت کا ذکر کرتے تو روتے اور ان کے لئے رحمت کی دعا کرتے۔

دوسری مرتبہ خلیفہ منصور نے اسی عہدہ جلیلہ (جسٹس) کے قبول کرنے کے لئے آپ کو

Marfat.com
Marfat.com

بغداد بلوایا اور اصرار کیا کہ عہدہ قبول کر لو امام ابو حنیفہؒ انکار کرتے رہے خلیفہ نے قسم کھالی کہ تم کو قبول کرنا پڑے گا تو امامؒ نے انکار پر قسم کھالی اسی طرح بار بار اصرار ہوتا رہا اور آپ انکار کرتے جاتے۔ ربیع دربار نے امام صاحب سے کہا کہ خلیفہ امیرالمومنین بار بار قسم کھاتے ہیں پھر بھی تم انکار کرتے ہو امام صاحب نے جواباً" کہا کہ امیرالمومنین کے لئے کفارہ ادا کرنا سہل ہے۔

خلیفہ وقت نے امام اعظم کو قید خانہ میں ڈالنے کا حکم دے دیا دوران قید ایک دن پھر دوبارہ بلوا کر پیشکش کی گئی تو امام موصوف نے فرمایا خدا امیرالمومنین کا بھلا کرے میں عہدہ قضاء کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ منصور نے کہا تم جھوٹے ہو جواباً" کہا کہ خود امیرالمومنین نے میری تصدیق کر دی کہ میں جھوٹا ہوں اگر میں فی الواقعہ جھوٹا ہوں تو عہدہ قضاء کے قابل نہیں اور اگر سچا ہوں تو میں کہہ چکا ہوں کہ مجھ میں یہ صلاحیت نہیں کہ قاضی بن سکوں ۔ منصور نے یہ جواب سن کر پھر دوبارہ امامؒ کو قید خانہ میں بند کرا دیا۔ قید خانہ میں چھ دن بیمار رہ کر ۱۵۰ھ کو یہ علمی ماہ تاباں اپنے آخری امتحان میں سرخرو ہونے کے بعد انتقال کر گئے۔ آپ کی اس وقت ستر برس کی عمر تھی آپ کو قید خانہ میں ہی زہر دے کر قتل کرایا گیا تھا اور زہر کھلانے کے بعد جسم کو پیٹا گیا تاکہ زہر تمام جسم میں پھیل جائے ۔چنانچہ علامہ کروریؒ لکھتے ہیں (ترجمہ) پھر منصور نے یہ حکم دیا کہ ان کو مصلوب کر کے پیٹا جائے تاکہ زہر بہ سرعت ان کے اعضاء میں سرایت کر جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

بعض مورخین نے امام ابو حنیفہؒ کے زہر خورانی کے واقعہ کو ان کی لاعلمی میں کھلانے کا ذکر کیا ہے لیکن ایک اچھی خاصی جماعت اس کے خلاف ذکر کرتی ہے کہ امام موصوف کے سامنے جب زہر آلود پیالہ پیش کیا گیا تاکہ وہ نوش کر لیں تو انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجھے اس کے اندر جو کچھ ڈالا گیا اس کا علم ہے اور میں اس کو پی کر خودکشی کا ارتکاب نہیں

Marfat.com
Marfat.com

کر سکتا چنانچہ ان کو زمین پر لٹا کر زبردستی پلوایا گیا اور اس سے ان کی وفات ہو گئی۔

۱۵۰ھ میں امام موصوف کا انتقال ہوا نماز جنازہ میں پہلی بار پچاس ہزار افراد نے شرکت کی۔ اس طرح چھ بار لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی عوام کا اتنا ہجوم تھا کہ ایک جگہ سب لوگوں کو کھڑا ہونا مشکل تھا بلکہ دفنانے کے بعد بیس دن تک لوگوں نے آکر نماز جنازہ پڑھی۔ آپ کو ملکہ خیزران کے مقبرہ کے مشرقی کونے میں سپرد خاک کر دیا گیا امام صاحب کے پسماندگان میں صرف حماد کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے علاوہ ان کا کوئی بیٹا بیٹی نہ تھا حماد کے بیٹے اسماعیل جو کہ امام ابو حنیفہؒ کے پوتے تھے بھی بڑے علم و فضیلت کے مالک تھے۔

ہندوستان میں شیعہ کا ورود

امیر تیمور کے قتل و غارت کے المیہ کے ایک سو سال بعد اس کی نسل سے ۱۵۲۶ء میں ظہیر الدین بابر نام کے مغل نے ہندوستان میں ابراہیم لودھی کو شکست دے کر دہلی پر قبضہ جما لیا۔ اس زمانہ میں ہندوستان کے عوام مذہبی نقطہ نظر سے حنفی فقہ سے تعلق رکھتے تھی بابر کے مرنے کے بعد شیر شاہ سوری نے ہمایوں کو مار بھگایا تو یہ ایران کے شیعہ حکمران طہماسپ کے ہاں پناہ گزین ہوا طہماسپ کے لئے یہ ایک نادر موقعہ ہاتھ لگا اس نے ہمایوں کو فوج کی امداد دے کر ہندوستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ جب ہمایوں حملہ کرنے لئے روانہ ہوا تو اس کے ہمراہ شیعہ مسالک سے تعلق رکھنے والے زیادہ فوجی تھے انہوں نے یہاں قبضہ کرنے کے بعد اپنا مذہبی رنگ جمانا شروع کیا۔ پھر اکبر کے زمانہ میں شیعوں نے اتنا استحکام پیدا کر لیا کہ اکبر کی ریاست میں ہی شیعہ ریاست قائم کرانے کے لئے عوام کو بغاوت پر اکسایا اور بڑا فساد برپا کیا۔ مگر اس علاقہ کے کمان دار نواب خان نے ان کے کس بل نکال دیئے اور ریاست کے اندر ریاست بنانے کا منصوبہ خاک میں ملا دیا گیا۔ اس طرح شیعہ مسلک میں

Marfat.com
Marfat.com

تعزیہ نکالنے کی رسم بھی ظہیر الدین بابر کے عہد میں ہوئی ایک روایت کے مطابق تعزیہ کا بانی امیر تیمور تھا جس نے اپنی مذہبی عقیدت کے پیش نظر امام حسینؓ کی قبر کی شبیہ بنائی کیونکہ وہ مصروفیات کی وجہ سے کربلا نہ جا سکتا تھا اس قبر کی زیارت کرنے سے روحانی سکون حاصل کرتا تھا۔ بابر کے اپنے عقائد ان کی اس تقریب سے بخوبی ظاہر ہوتے ہیں جبکہ انہوں نے پانی پت کے معرکہ میں اپنے فوجیوں سے خطاب میں فرمایا تھا' بہادر سپاہیو! یاد رکھو جو شخص بھی اس دنیا میں آتا ہے اس کے لئے موت سے بچ نکلنے کی کوئی راہ نہیں وہ ایک نہ ایک دن ضرور جان دے گا۔ ذرا غور کرو ذلت کی زندگی کے مقابلہ مین عزت کی موت کتنی اچھی ہے ہم مسلمانوں پر تو خاص طور پر اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اگر اللہ کی راہ میں جان دے دیں تو شہید کہلائیں فتح حاصل کریں تو غازی بنیں آؤ ہم سب ایک زبان ہو کر حلف اٹھائیں کہ جب تک دم میں دم ہے میدان سے پیچھے نہ ہٹیں گے اور عزت کی موت سے منہ نہ موڑیں گے یہ تقریر بابر نے اپریل ۱۵۲۶ء میں پانی پت میں کی تھی۔

ہندوستان میں مغلیہ دور میں شیعہ فرقہ کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی تھی صرف ایک اورنگ زیب کا دور کچھ ایسا تھا کہ اس کے درباری جو کہ اکثر شیعہ تھے در پردہ اپنے مسلک پر عمل درآمد کرتے رہے

حنفی مسلک کا دور

خلفاء راشدین کے دور میں صراط مستقیم میں کسی قسم کے تجاوزات کا شائبہ تک نہ تھا یہی توحید پرستی بنیادی حیثیت رکھتی تھی مگر بعد کے حالات میں آہستہ آہستہ تبدیلیاں آنا شروع ہوئیں اور یہ تبدیلیاں بھی فروعی مسائل میں راہ پاتی تھیں بنیادی اصول اپنی جگہ مستحکم تھے۔ انہی بنیادی اصولوں کو پہلے پہل قطب الدین ایبک کے دور میں متعارف ہونا نصیب ہوا۔

Marfat.com
Marfat.com

قطب الدین کو جب دہلی کی گورنری ملی تو ان کے قاضی القضاء (چیف جسٹس) امام فخر الدین کوفی جو کہ امام ابو حنیفہؒ کی اولاد میں سے تھے مقرر ہوئے انہیں کی محنت اور کوششوں سے مسلک حنفیہ کو ترویج کا موقعہ ملا۔

حنفیہ مسلک کے پیروکار جو کہ اپنے آپ کو اہل سنت و جماعت کے نام سے منسوب کراتے ہیں وہ بھی فروعات کے اختلافات کی وجہ سے فروعی مسائل کو بنیاد بنا کر دو گروہوں میں منقسم ہو گئے اور ان فروعی مسائل کو اتنی اہمیت دے دی گئی کہ ایک خدا' ایک رسول ' ایک دستور حیات (قرآن) کے ماننے والے محض اپنے پیشروؤں کی خصوصی عملیات کو ہی مذہب کا درجہ دے کر دوسرے جو ان کے نظریہ کی حمایت نہ کریں ان سے نفرت کرنے لگے ایک گروہ دوسرے کو اس قدر نفرت سے دیکھنے لگا کہ اس کو دائرہ اسلام سے ہی خارج قرار دیتا ہے۔ حالانکہ ان دونوں گروہوں کے اکابرین بنیادی مسائل جن کی دعوت حضور اکرم ﷺ اور اس کے صحابہ کرام نے دی تھی جن کے متعلق آپؐ کا ارشاد ہے کہ میرے صحابی مثل ستاروں کے ہیں (محل وقوع کے لحاظ سے مختلف ہیں)۔ جس ایک کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے یہی روایت اس بات کی دلیل بنتی ہے کہ فطرت انسانی ماحول اور اوقات کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے اور ہر انسان اپنی صلاحیت کے مطابق کسی چیز سے استفادہ کرتا ہے۔ فطرت کے خلاف کسی کام کا مطالبہ اسلام کسی سے نہیں کرتا اس کی مثال حضور اکرم ﷺ کی حیات جسمانی کے دور میں ایک غزوہ کے لئے صحابہ کرام سے چندہ کی اپیل کی جاتی ہے ہر ایک جان نثار اپنی حیثیت اور صلاحیت کے مطابق لبیک کہتے ہوئے جو اس کے پاس ہے لا کر پیش خدمت کرتا ہے حتیٰ کہ جس کے پاس گھر میں کچھ بھی نہیں تو وہ محرومیت سے بچنے کے حیلے رات بھر ایک یہودی کی مزدوری کرتا ہے صبح اس کو معاوضہ میں کھجوریں مل جاتی ہیں تو وہ انہی کھجوروں کو لے کر دربار عالیہ میں پیش کرتا ہے کہ حضور!

Marfat.com
Marfat.com

میرے پاس تو یہی کچھ ہے جو مجھے رات بھر محنت مزدوری کا معاوضہ ملا ہے تو رحمت اللعلمین خوش ہوتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ ان کھجوروں کو سب کے اوپر رکھو۔ ایک دوسرے صحابی اپنے گھر کے تمام اموال کو دو حصوں میں تقسیم کر کے نصف مال بطور چندہ مسجد نبویؐ میں حاضر کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک صحابی اپنے گھر کا تمام مال و اسباب اٹھا کر مسجد نبویؐ میں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم میرے پاس یہی کچھ تھا جو میں اٹھا کر لے آیا باقی گھر میں کچھ بھی نہیں چھوڑا۔

اب آپ خود غور کریں کہ ان تینوں کرداروں میں کتنا فرق ہے مگر نیت سب کی ایک ہی ہے۔ "اطاعت حکم رسول" ان تینوں کے کردار اپنی اپنی جگہ' حالات اور صلاحیت کے اعتبار سے کم و بیش ہو گئے مگر اجر کے لحاظ ایک کے چندہ کو اتنی اہمیت دی جاتی ہے کہ وہ سب ڈھیر کے اوپر رکھ دیا جاتا ہے حالانکہ مقدار کے لحاظ سے نہ ہونے کے برابر تھا دوسرا چندہ دینے والا اتنا خوش تھا کہ میں تو آج ہر ایک چیز نصف کر کے دربار عالیہ میں پیش کر کے سب سے زیادہ شاباش اور اجر حاصل کر جاؤنگا اور پھر تیسری شخصیت کو دیکھیں وہ کہتا ہے کہ جو کچھ بھی میری ملکیت ہے بلکہ میری ذات بھی تو اس کی دین ہے کیوں اپنے لئے رکھ چھوڑوں سب کچھ اٹھا کر پیش خدمت کر دیا اور جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ گھر والوں کے لئے بھی کچھ چھوڑ رکھا ہے؟ تو جواب ملتا ہے کہ صدیق کے لئے تو اس کا رسول ہی کافی ہے۔ اس کی ذات میرا سب کچھ ہے اور میں بھی اسی کے لئے ہوں' تو میرا مال اسی کا ہے۔ میں کون ہوں کہ اپنے لئے بھی الگ کچھ رکھوں۔ اسی کیفیت کو ایک روایت میں بیان کیا جاتا ہے اعمال کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے قیمت کو نہیں دیکھا جاتا کیفیت کے لحاظ سے درجات مقرر کئے جاتے ہیں اب ان اختلاف کرنے والوں کی نیتوں کا ثمرہ ان کو ملے گا

Marfat.com
Marfat.com

مسلمانوں میں پہلا اختلاف

جب اسلام کے سورج کی روشنی عرب کے علاوہ دوسرے ممالک تک پھیلی تو قرآن کی تلاوت کی قرأتوں پر مسلمانوں پر اختلاف رونما ہوا کیونکہ قرآن کی قرأت سات حرفوں پر مشتمل تھی۔ ہر قاری اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا اس لئے حضرت عثمانؓ نے اپنی صوابدید پر ایک قرآن کے مختلف مقامات پر ایک متفقہ نسخہ کی نقول بھیجیں اور وہی نسخہ مسلمانوں میں قابل اعتماد اور مستند ٹھہرا اس طرح یہ اختلاف ختم ہوا۔

پھر آگے چل کر علماء کی تحقیق کے مطابق فقہ کی بھی دو قسمیں بن گئیں۔ ایک طریقہ اہل رائے اور قیاس کا ہو گیا جیسے کہ عراقی علماء جن کے احادیث کا ذخیرہ نسبتاً کم تھا اور دوسری قسم فقہ کی ارباب حدیث کا طریقہ کار ہے جیسے کہ علماء حجاز کا طریقہ رواج پا گیا ہے۔ پہلی قسم کے فقہاء کی سربراہی امام ابوحنیفہؒ کے حصہ میں آئی اور دوسری قسم کے فقہا کی سربراہی حضرت امام مالک بن انسؒ کے حصہ میں آ گئی اور ان کے بعد یہ حیثیت حضرت امام شافعیؒ کو حاصل ہو گئی۔ اس لئے حجاز میں امام شافعیؒ کے مسلک کے پیروکاروں کی کثرت ہے۔

ان دو اقسام کے علاوہ ایک فرقہ اور بھی بن چکا تھا جس کو ظاہری کہا جاتا تھا ان لوگوں نے تمام درپیش مسائل کا حل صرف قرآنی نصوص پر رکھا تھا اس کے علاوہ اور کسی قیاس اجماع امت وغیرہ پر اعتبار نہیں کرتے تھے اس فرقہ کا سربراہ داؤد بن علی تھا۔ اسی طرح اہل بیت نے اپنا ایک الگ مسلک بنایا تھا ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد خلافت کا منصب اہل بیت میں رہنا چاہیے۔ اسی خیال کے مطابق انہوں نے بعض صحابہ کے متعلق جرح و قدح کرنا اور آئمہ کے معصوم عن الخطاء ہونے کا عقیدہ اپنایا۔ اسی قسم کے عقائد خوارج نے بھی اپنائے تھے۔ علماء نے ان کے عقائد کی تردید کر دی کیونکہ ان کے عقیدہ کے لئے کوئی بنیادی دلیل نہ تھی یہ محض اختلافات اور امت واحدہ میں تفرقہ اور انتشار پیدا کرنا تھا اور یہ بھی یہودی سازش تھی جس کی بنیاد حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں مسیلمہ کذاب کی صورت میں پڑ چکی تھی۔ ان کے عقائد محض ان کی کتابوں تک تھے، عوام میں

Marfat.com
Marfat.com

قبولیت حاصل نہ کر سکے۔ البتہ جہاں ان کے ہاتھ اقتدار کا ہتھیار آیا وہاں کچھ نہ کچھ اثر ضر ور رہا جیسے مصر میں فاطمیوں کے دور میں ہوتا رہا۔

امام ابوحنیفہؒ کے متعلق سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ امام ابوحنیفہؒ کو آپ نے دونوں ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے فرماتے ہیں دیکھو یہ تمہارے امام ہیں۔
(منقول از مقالہ ''گنج بخش'' شائع کردہ ادارہ علوم اسلامیہ زیر اہتمام محکمہ اوقاف حکومت پنجاب)

ملت اسلامیہ میں اتحاد کا فارمولا

مذاہب عالم کا اختلاف صرف اختلاف کی حد تک نہیں رہا بلکہ باہمی نفرت ومخاصمت کا ذریعہ بن گیا۔ سوال یہ ہے کہ مخاصمت اور دشمنی کیوں کر دور ہو! یہ تو ہو نہیں سکتا کہ تمام بنیادی اختلاف کرنے والوں کو سچا مان لیا جائے کیونکہ ہر فرقہ کا پیروکار صرف اسی بات کا مدعی نہیں ہے کہ وہ سچا ہے بلکہ اس کا دعوی ہے کہ دوسرا جھوٹا ہے پس اگر ان کے اس خیال کو تسلیم کیا جائے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ فرقہ بیک وقت سچا بھی ہے اور جھوٹا بھی ہے۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ سب فرقوں کو جھوٹا قرار دیا جائے کیونکہ اگر سب جھوٹے ہو گئے تو پھر مذہب کی سچائی کہاں ہو گی؟

ایسی ہی صورت میں قرآن کا فیصلہ سورہ الانعام (آیت ۱۵۸ تا ۱۶۰) میں آیا ہے (ترجمہ)
تحقیق وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین میں فرقے بنا لیے ہیں اور وہ تھے (شیعا) جماعتوں میں۔ اور تم ان میں سے نہ تھے کسی بات میں بھی۔ تحقیق نہیں یہ کوئی بات مگر حکم اللہ کا ہی ہے۔ پھر خبردار کیا جائے گا اس چیز سے جس پر عمل کرتے رہے۔ ہاں! جو شخص بھی نیکی کرے گا پس اس کے لیے اس جیسی دس نیکیوں کا اجر ملے گا۔

البتہ جو گناہ کی بات کرے گا اس کو صرف اس کے اسی عمل کی جزاء ملے گی اور ان پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔

ان حالات میں اختلافات ختم کرانے کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ جس کی دعوت قرآن لے

Marfat.com
Marfat.com

کر آیا ہے وہ سچا ہے کیونکہ اصل دین ایک ہی ہے وہ سب کو دیا گیا ہے وہ صراط مستقیم جس کی بنیادیں ایک ہی ہیں' وحدانیت کا تصور' ربوبیت کا تصور' رحمانیت کا تصور اور آخرت کا تصور ان چاروں کا مرکز اور محور صرف ذات باری تعالیٰ ہیں اور انہیں تصورات اربعہ کی وضاحت اتباع رسولؐ کی انقلابی تعلیمات پر عمل درآمد سے ہو سکتی ہے۔ آپؐ کی انقلابی تعلیمات کے دو حصے ہیں۔ ایک عقیدہ اور دوسرا حصہ عمل صالح۔ جس کی تشریح اور وضاحت کے لئے ہمارے پاس آپ ﷺ کی تعلیمات کا وافر ذخیرہ آپؐ کے اصحاب کرام کے ذریعہ پہنچ چکا ہے۔ اگر کوئی تشریح اور وضاحت قرآن کے بنیادی تصورات کے خلاف ہو تو اس سے درگزر کرنا چاہئے۔ بنیادی تصورات اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہیں اور ان کی تشریحات اس کے بھیجے ہوئی آخری رسول خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کے کردار کے ساتھ مختص ہیں۔ اور حضور اکرم ﷺ کا کردار ہی قران حکیم کی تشریح اور وضاحت پیش کرتا ہے۔ قرآن کی حکمت کا تقاضہ ہے کہ تمام انسانیت ایک ہی نظریہ توحید پر کاربند ہو کر رہے اور اپنے اعمال کا محور اسی نظریہ کو بنا ڈالے قرآن اسی روح اتحاد کی وضاحت اس طرح کرتا ہے۔ ترجمہ آیت (۲.۱۷۷) اور (دیکھ) نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے (عبادت کے وقت) اپنا منہ پورب کی طرف اور پچھم کی طرف کر لیا (یا اسی طرح کی کوئی دوسری بات ظاہری رسم اور ڈھنگ کی کرلی) نیکی کی راہ تو اس کی راہ ہے جو اللہ پر' آخرت کے دن پر' ملائکہ پر' تمام کتابوں پر اور تمام نبیوں پر ایمان لاتا ہے اپنا مال خدا کی محبت کی راہ میں' رشتہ داروں' تیموں' مسکینوں' مسافروں اور سائلوں کو دیتا ہے اور غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کرتا ہے' نماز قائم کرتا ہے' زکوۃ ادا کرتا ہے قول و اقرار کا پکا ہوتا ہے تنگی اور مصیبت کی گھڑی ہو یا خوف و ہراس کا وقت ہو ہر حال میں ثابت قدم رہتا ہی (سو یاد رکھو) ایسے ہی لوگ ہیں جو اپنی دینداری میں سچے ہیں اور یہی ہیں جو برائیوں سے بچنے والے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

اب اگر کوئی گروہ اس نظریہ اتحاد پر عمل پیرا ہو کر زندگی گذارے تو وہی نجات پائے گا اس نظریہ عبادات پر عمل درآمد کرنے والے اگر کسی موقعہ پر کسی مشکل میں پھنس بھی جائیں تو ان کی توانائی کو بحال رکھنے کے لئے قرآن کریم نے ایسا بے مثال اور لاجواب علاج تجویز کیا ہے جس کا کوئی دوسرا فلسفہ ہمنوائی نہیں کر سکتا قرآن کہتا ہے ترجمہ آیت (اور دیکھو) صبر اور نماز (کی قوتوں) سے اپنی اصلاح میں مدد لو۔ لیکن نماز ایک ایسا عمل ہے جو (انسان کی راحت طبیعت پر) بہت ہی کٹھن گذرتا ہے البتہ جن لوگوں کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہوں اور وہ سمجھتے ہیں انہیں اپنے پروردگار سے ملنا ہے اور (بالآخر) اس کے حضور لوٹنا ہے تو ان پر یہ عمل کٹھن نہیں ہو سکتا۔ اب جو قوم' فرقہ اور مسلک کا حامی اس نظریہ اتحاد کو اپنا لے گا اس نظریہ توحید میں کسی غیراللہ کو شریک نہیں ٹھہرائے گا تو وہ فی الحقیقت امتہ واحدہ کا حصہ ہی ہے اس کا طریقہ ادائیگی عبادات اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی ہدایات کے مطابق ہو تو وہ بھی اسی امت واحدہ کا حصہ ہی شمار ہو گا کیونکہ یہی ایک نقطہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کے فرقوں کو ایک ہی صراط مستقیم پر جمع کیا جا سکتا ہے۔ اسی نقطہ نظر کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کے تمام فرقے جو عموماً" فروعی مسائل میں ایک دوسرے سے الجھ جاتے ہیں اگر وہ اتحاد کے لئے بنیادی مسائل کو ہی اہمیت دیتے ہوں اور فروعی مسائل پر اپنے اپنے خیالات کے مطابق عمل پیرا ہوں تو مستقل اتحاد ہو سکتا ہے جیسے کہ قرآن سورۃ کافروں کے بیان میں نسل انسانی کے مسائل کو حل کرنے کے لئے ہدایات دیتا ہے۔ یہ ایک فارمولا ہے جس پر مسلمانوں کے فرقے بھی عمل پیرا ہو کر باہمی مناقشت سے بچ سکتے ہیں۔

اس قسم کا اتحاد ناممکن نہیں جیسے کہ مسلمانوں کے تمام فرقے جمعہ کی نماز سے پہلے دوسری اذان کے بعد خطیب حضرات جو خطبہ عربی زبان میں پڑھتے ہیں۔ اس خطبہ کی عبارت تمام فرقوں کے مقتدر علماء کے معمولات کا حصہ ہے۔ اس مخصوص عبارت اور خطبہ کو ہر جمعہ کے لئے لازمی سمجھ کر دہراتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

اتحاد کے لئے قرآن کا فیصلہ

حضور اکرم ﷺ کی ایک حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر نو مولود بچہ اپنی فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے پیدائش کے بعد ہی اس کے سرپرست اس کو اس کی فطرت سلیمہ کی راہ راست سے ادھر ادھر کر جاتے ہیں (اوکما قال)۔ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی تخلیق بھی فطرت سلیمہ (صراط مستقیم) پر ہوئی تھی اس صراط مستقیم میں تجاوزات اس وقت کے ماحول کی پیداوار تھے جس کا شکار ہو کر جنت سے نکلنا پڑا۔

اس کے بعد انسانیت کو بھی ماحول سے متاثر ہو کر مختلف گروہوں میں تقسیم ہونا پڑا اسی جنس انسانیت کو قرآن حکیم نے سورۃ بقرۃ کی ابتدائی آیات میں تین صفات سے بیان کر کے ان کی درجہ بندی کر دی۔

پہلا گروہ مسلمان، جن کی نشاندہی اس طرح کی گئی ہے (ترجمہ) یہ کتاب متقی انسانوں پر راہ ہدایت کھولنے والی ہے (متقی انسان وہ ہیں) جو غیب (کی حقیقت پر ایمان رکھتے ہیں) اور ہم نے جو کچھ روزی انہیں دے رکھی ہے اسے (نیکی کی راہ میں خرچ کریں نیز وہ لوگ جو اس (سچائی پر جو تم سے پہلے (یعنی پیغمبر اسلام سے پہلے) نازل ہو چکی ہیں اور (ساتھ ہی) (آخرت کی زندگی) کے لئے بھی ان کے اندر یقین ہے تو یقیناً یہی لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کے ٹھہرائے ہوئے راستہ پر ہیں اور یہی ہیں (دنیا اور آخرت میں) کامیابی پانے والے: ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں بردار انسانوں کی صفات اور نشانیاں بیان فرما دی ہیں ان آیات میں عقیدہ توحید اور عمل صالح کی نشاندہی کر دی ہے جو شخص اور فرقہ ان صفات کا حامل ہو گا وہی مسلمانوں کے گروہ میں شامل رہے گا یہ ایک مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے اس کے بغیر اس کا کردار اس کو اس گروہ سے نکال دیتا ہے کیونکہ وہ صراط مستقیم کی

Marfat.com
Marfat.com

شاہراہ میں تجاوزات کا مرتکب بن کر اپنی فطرتی کیفیت سے روگردانی کر جاتا ہے ان آیات میں بیان کردہ صفات اور عقیدہ کسی فرقہ کا بھی ہو وہ لامحالہ مسلمانوں کے گروہ میں شامل ہو گا اگرچہ اس کی بودباش' لباس' زبان وغیرہ کسی خاص علاقہ کے مسلمانوں سے مختلف ہی کیوں نہ ہو مسلمان برادری اور جماعتوں کا اتحاد صرف انہی بیان کردہ بنیادی باتوں میں ہونا ضرور ہے

"دوسرا گروہ" کفار کا بیان کیا گیا ہے اس کی نشانیاں پہلے گروہ سے بالکل مختلف ہیں (ترجمہ) (لیکن) وہ لوگ جنہوں نے (ایمان کی جگہ) انکار کی راہ اختیار کی (اور سچائی کے سننے اور قبول کرنے کی استعداد کھو دی) تو (ان کے لئے ہدایت کی تمام صدائیں بیکار ہیں) تم انہیں (انکار حق کے نتائج سے) خبردار کرو یا نہ کرو وہ ماننے والے نہیں ان کے دلوں اور کانوں پر اللہ نے مہر لگا دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا (جن لوگوں نے) اپنا یہ حال بنا لیا ہے وہ کبھی ہدایت نہیں پا سکتے کامیابی کی جگہ ان کے لئے عذاب جانکاہ ہے۔

یہ ان انسانوں کی کیفیت بیان کی گئی ہے جو اسلام کے بنیادی عقاید اور اعمال صالحہ کے خلاف اپنے لئے راہ نجات تلاش کرتے ہیں اور اسلام کی بیان کردہ ہدایت کے منکر ہیں ان کے پاس اسلام سے انکار کے وجوہات کے دلائل بھی نہیں یہ لوگ اپنی فطرت سلیمہ سے باغی ہو چکے ہیں نہ تو کسی خدا کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی دنیا کے علاوہ کسی دوسری زندگی کا اعتقاد رکھتے ہیں ان کے لئے جو کچھ بھی ہے وہ یہی دنیاوی زندگی ہے جس طرح دوسرے حیوانات پیدا ہوتے ہیں اور زندہ رہنے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں یہی حالت اس گروہ کی ہے اب ان عقائد اور صفات کا حامل کوئی فرقہ ہو وہ اسی گروہ میں شامل ہو گا انہی عقائد اور خیالات کو کفر اور انکار سے تعبیر کیا گیا یہ کافروں کی ایک جماعت جس کی نشاندہی مذکورہ آیات میں کی گئی ہے۔

"تیسرا گروہ" انسانوں کا ایک تیسرا گروہ بھی قرآن کریم بیان کرتا ہے جو کہ نہ پہلے گروہ کے

Marfat.com
Marfat.com

صفات اور عقائد کا حامل ہے اور نہ ہی دوسرے گروہ میں رہتا ہے بلکہ وہ اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزارتا ہے اس گروہ کی نشاندہی اس طرح کی جاتی ہے (ترجمہ) (ان دو قسموں کے علاوہ) کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ مومن نہیں ۔ وہ (ایمان کا دعویٰ کر کے) اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں حالانکہ وہ خود ہی دھوکے میں پڑے ہیں اگرچہ (جہل اور سرکشی سے) اس کا شعور نہیں رکھتے ان کی دلوں میں (انکار کا) روگ ہے پس اللہ نے (دعوت حق کو کامیاب کر کے) انہیں اور زیادہ روگی کر دیا اور ان کے لئے عذاب جانکاہ ہو گا اس لئے کہ اپنی نمائش میں سچے نہیں جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے ملک میں خرابی نہ پھیلاؤ (اور بد اعمالیوں سے باز آجاؤ) تو وہ کہتے ہیں (ہمارے کام خرابی کا باعث کیسے ہو سکتے ہیں) ہم تو سنوارنے والے ہیں یاد رکھو یہی لوگ ہیں جو خرابی پھیلانے والے ہیں (اگرچہ جہل و سرکشی سے اپنی حالت کا) شعور نہیں رکھتے اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے ایمان کی راہ اختیار کرو جس طرح اور لوگوں نے اختیار کی تو کہتے ہیں کیا ہم بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح (یہ) بے وقوف آدمی ایمان لے آئے ہیں یعنی جس طرح ان لوگوں نے بے سروسامانی و مظلومی کی حالت میں دعوت حق کا ساتھ دیا اسی طرح ہم بھی بے وقوف بن کر ساتھ دیں؟ یاد رکھو! فی الحقیقت یہی لوگ بے وقوف ہیں اگرچہ (جہل و غرور کی سرشاری میں اپنی حالت کا) شعور نہیں رکھتے۔

اور جب یہ لوگ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو (دعوت حق پر) ایمان لا چکے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے لیکن جب اپنے شیطانوں کے ساتھ اکیلے میں بیٹھتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ہمارا اظہار ایمان اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ہم تمسخر کرتے تھے (یہ لوگ ایمان کے معاملے میں تمسخر کرتے ہیں) حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خود انہی کے ساتھ تمسخر ہو رہا

Marfat.com
Marfat.com

ہے کہ اللہ (کے قانون جزاء) نے رسی ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے اور سرکشی(کے طوفان) میں بھکے چلے جارہے ہیں ! (یقین کرو) یہی لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی لیکن نہ تو ان کی تجارت فائدہ مند نکلی نہ ہدایت ہی پر قائم رہے انسانوں کے یہ گروہ سابقہ امتوں میں بھی موجود تھے اور اب آخری نبیؐ کی امت محمدیہ کے دور میں بھی انسانوں کی فطرتی استعداد کو بگاڑنے کی وجہ سے تین گروہ قرآن نے بیان کر دیئے ہیں اب مسلمانوں کو سوچنا چاہئے کہ ان کے عقائد ان تین گروہوں میں سے کس گروہ کے ساتھ ملتے جلتے ہیں صراط مستقیم پر چلنے والوں کا گروہ تو پہلا ہی ہے اگر کسی شخص یا گروہ کا کردار پہلی گروہ کے مطابق ہے تو یقیناً وہ مومن مسلمان ہے اتحاد ملت کے سلسلہ میں قرآن اپنے پیروکاروں کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے اعمال اور عقائد میں سرگرم ہونے کے سلسلہ میں ارشاد فرماتا ہے (فاذکرونی)ترجمہ پس میری یاد میں لگے رہو میں بھی تمہاری طرف سے غافل نہ رہوں گا (یعنی قانون الٰہی یہ ہے کہ اگر تم اللہ سے غافل نہ ہو گے تو اللہ کی مدد و نصرت بھی تمہاری طرف سے غافل نہ ہو گی) اور دیکھو! میری نعمتوں کی قدر کرو کہ کفران نعمت میں مبتلا ہونے سے بچے رہو اور پھر چونکہ سرگرم ہونے کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ راہ عمل کی شکلیں اور آزمائشیں پیش آئیں اس لئے دعوت عمل کے ساتھ صبر و استقامت اور جان فروشی و قربانی کی بھی دعوت دی گئی اور واضح کیا گیا کہ اس راہ میں آزمائشوں سے گزرنا ناگزیر ہے ساتھ ہی ان اصولوں اور مہمات کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا جن میں ثابت قدم ہو جانے کے بعد گمراہی اور ناکامی سے قدم محفوظ ہو سکتے ہیں ۔ مثلاً" صبر اور نماز کی دو قوتوں کے ذریعہ امداد لینا۔ صبر کی حقیقت یہ ہے کہ مشکلات و مصائب کے جھیلنے اور نفسانی خواہشوں سے مغلوب نہ ہونے کی قوت پیدا ہو جائے (۲) حق میں موت' دراصل موت نہیں ہے وہ تو سراسر زندگی و ہدایت ہے پس موت کے خوف سے اپنے دلوں کو پاک کر لو جو لوگ اللہ کی

Marfat.com
Marfat.com

راہ میں قتل ہو جاتے ہیں تو یہ مت کہو کہ یہ مرے ہوئے ہیں وہ تو زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے اور یاد رکھو کہ تمہارا امتحان ہم ضرور لیں گے اور دیکھیں گے کہ خطرات کا خوف' بھوک کی تکلیف' مال و جان کا نقصان' پیداوار کی تباہی وہ آزمائشیں ہیں جن سے تم کیسے عہدہ برا ہوتے ہو پھر جو لوگ صبر کرنے والے ہیں انہیں (کامیابی کی) بشارت دے دو یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کبھی کوئی مصیبت ان پر آپڑتی ہے (تو پریشان ہونے کی جگہ) ذکر الٰہی سے اپنی روح کو تقویت پہنچاتے ہیں اور ان کی زبان حال کی صدا یہ ہوتی ہے کہ ہماری زندگی اور موت' رنج و غم' سود و زیاں' جو کچھ بھی ہے سب کچھ اللہ کے لئے ہے اور ہم سب کو مرنا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے سو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے الطاف و کرم کے انعامات کئے ہیں جن پر اس کی رحمت اترتی ہے اور یہی ہیں اپنے مقصد میں کامیاب۔ (۳) مرکز قبلہ سے وابستگی اور حج کا قیام کرنا۔ بلا شبہ صفا اور مروہ (نامی دو پہاڑیاں) اللہ (حکمت و رحمت) نشانیوں میں سے ہیں جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے گھر سے نکل کر اس گھر کا (یعنی خانہ کعبہ) قصد کرے تو اس کے لئے کوئی گناہ کی بات نہیں کہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان طواف کے پھیرے کرے اور جو کوئی خوش دلی کے ساتھ نیکی کا کوئی کام کرتا ہے تو اللہ ہر عمل کی اس کی منزلت کے مطابق قدر کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے (۴) اللہ کی کتاب کی تعلیم و تذکیر ایک مقدس جماعتی فریضہ ہے جو لوگ دنیا کے خوف یا طمع سے احکام حق چھپاتے ہیں' وہ اللہ کی لعنت کے سزاوار ہیں مگر ہاں جن لوگوں نے اس گناہ سے توبہ کر لی اور اپنی بگڑی حالت از سر نو سنوار لی اور احکام حق بیان کرنے کا شیوہ اختیار کر لیا تو ایسے لوگوں کی توبہ قبول کر لیتے ہیں اور ہم بڑے ہی درگذر کرنے والے اور رحمت سے بخش دینے والے ہیں (۵) خدا پرستی پر ثابت قدم رہنے' عقل و بصیرت سے کام لینے کائنات کی خلقت میں تدبر و تفکر کرنے اور حقائق ہستی کی معرفت حاصل کرنے والے

Marfat.com
Marfat.com

لوگ ہیں۔

مذکورہ پانچوں صفات اور کردار کے لوگ ایک جماعت قرار دیئے گئے ہیں یہ وہی جماعت ہے جس کے سورۃ بقرہ کو ابتدائی حصہ میں متقین کے نام سے متعارف کرایا گیا ہے اور پھر دوسرے گروہ کی صفات اس آیت و من الناس مے بیان کئے گئے (ترجمہ) اور دیکھو انسانوں میں سے کچھ انسان ایسے بھی ہیں جو خدا کے سواء دوسری ہستیوں کو اس کا ہم پلہ بنا لیتے ہیں وہ لوگ انہیں اس طرح چاہنے لگتے ہیں جیسی چاہت اللہ کے لئے ہونی چاہئے (ربوبیت' رحمانیت' عجزو انکساری' نذرونیاز اور استمداد وغیرہ) حالانکہ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں ان کے دلوں میں تو سب سے زیادہ محبت اللہ ہی کی ہوتی ہے (مگر یہ گروہ خدا پرستی سے بے بہرہ ہو کر غیر اللہ کو اس کی صفات میں شریک بناتے ہیں) اور پھر جب ان کے معبود ان باطل ان کی پیروی سے اظہار بیزاری کریں گے پھر اس وقت یہ گمراہ لوگ افسوس کریں گے اور کہتے ہوں گے اگر ہم کو ایک دفعہ پھر دنیا میں بھیج دیا جائے تو ہم بھی ان اپنے معبودوں سے بیزاری کا اظہار کریں گے جیسے آج یہ ہمیں چھوڑ چکے ہیں مگر اللہ نے ان کے اعمال کی حقیقت ظاہر کردی اور آخر کار انجام کار نار جہنم میں ٹھکانہ بنا دیا جاتا ہے۔

قرآن نے ہر گروہ کے لحاظ سے ان کی تقسیم کردی ہے اب یہ کام صاحب بصیرت اور غور و فکر کرنے والوں کا ہے کہ وہ اپنے آپ کو کس گروہ میں شامل کرتے ہیں جن لوگوں کے اعتقاد اور عمل صالح میں یگانگت ہے وہ پہلا گروہ ہے کیونکہ ان کے بنیادی اصولوں میں کوئی اختلاف نہیں ان لوگوں کا آپس میں اتحاد اور یگانگت میں کوئی اختلاف نہ ہونے سے اسلام ان کو مسلمانوں میں شامل رکھتا ہے اور باقی ان کے فروعی اختلاف ان کے ماحول اور علاقائی حالات کے تقاضوں پر منحصر ہیں ان کے ظاہری اختلافات پر دین کا دارومدار نہیں بلکہ قرآن کہتا ہے **لکل جعلنا** (آیت ترجمہ) ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک خاص شریعت

Marfat.com
Marfat.com

اور راہ ٹھہرا دی ہے اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک امت بنا دیتا لیکن یہ اختلاف اس لئے ہوا کہ ان میں تمہاری آزمائش کرے پس نیکی کی راہوں میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرو۔

قرآن کی دعوت توحید عالمگیر دعوت ہے اس کے بنیادی عقیدہ میں کسی کو اختلاف نہیں بلکہ فروعات میں مسلمان باہم دیگر ایک دوسرے کو صرف ذاتی مفاد کی خاطر قرآن اور سنت نبویہ کو بطور دلیل لا کر کئی فرقوں میں بٹ گئے ہیں بلکہ بعض تو ایک دوسرے کی مسجدوں میں نماز پڑھنا بھی معیوب سمجھتے ہیں اور نہ ہی اپنے خود ساختہ فروعی اختلافات کی وجہ سے دوسرے فرقہ کے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز سمجھتے ہیں مگر جب ان مذہبی سیاستدانوں پر اجتماعی افتاد پڑتی ہے تو پھر باہم دیگر شیرو شکر ہو جاتے ہیں کیونکہ اس صورت میں ان کے ذاتی مفاد پر زد پڑتی ہے۔

یہی سیاستدان فرقہ پرست دین کے نام پر اقتدار کی خاطر اپنے مذہبی منصب کو بھی بھول جاتے ہیں اسلامی تعلیمات کا تقاضہ تو یہ ہوتا ہے کہ جو بھی اقتدار کا طالب ہے اس کو اقتدار پر آنے کا موقعہ ہی نہیں دینا چاہئے حضرت امام ابو حنیفہؒ کا عہدہ جلیلہ (چیف جسٹس) سے انکار کے نتیجہ میں شہادت کو قبول کرنا کتنی بڑی قربانی تھی مگر آج ان کے نام پر مذہب کے دعویدار اقتدار کے لئے کون سا طریقہ ہے جس کو معیوب سمجھتے ہیں۔

اس بحث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نفس اختلاف معیوب نہیں بلکہ وہ اختلاف قابل گرفت ہے، جس کی بنیاد میں ذاتی اغراض پوشیدہ ہوں۔ قرآن اس صحت بخش اختلاف رائے کا مخالف نہیں ہے جو دین میں متفق اور اسلامی نظام حیات میں متحد رہتے ہوئے محض احکام میں قوانین کی تعبیر میں مخلصانہ تحقیق کی بناء پر کیا جائے بلکہ وہ مذمت اس اختلاف کی کرتا ہے جو نفسانیت اور کج نگاہی سے شروع ہو اور فرقہ بندی و نزاع باہمی تک نوبت پہنچا دے۔

Marfat.com
Marfat.com

قانون ارتقاء (Law of Evolution)

تخلیق آدم انسان کی ابتدائی شکل ہے قانون فطرت کے مطابق انسان کو اللہ نے (احسن تقویم) سب سے بہترین اور ترقی یافتہ حیثیت میں پیدا فرمایا قرآنی تعلیمات کے مطابق ڈارون (Darwin)کا نظریہ غلط ثابت ہوتا ہے جو انسان کو ابتدائی صورت میں کسی غیر انسان کی شکل میں پیش کرتا ہے اور موجودہ شکل اور صورت کو ترقی یافتہ سمجھتا ہے مگر حقائق اور واقعات اس نظریہ کے خلاف ہیں حضرت آدم علیہ الصلوۃ کے جسم کو تیار کرنے کے لئے اللہ نے کتنا اہتمام کیا جس مواد سے اس کی تخلیق کرنا چاہی اس کا تجزیہ کیا گیا ہر قسم کی ملاوٹ سے پانی کے طوفان اور بحر ذخائر میں اس کی پوٹنٹائیزیشن (تلطیف) کی گئی اس مواد کے جتنے الیمنٹ تھے ہر ایک کو ملاوٹ سے پاک کیا گیا اور پھر اس ہیولیٰ کی تشکیل کی گئی یہ لطافت اس لئے پیدا کی گئی کہ اس میں اپنی روح کو ٹھہرانا تھا اور اس مواد میں لطافت پیدا کر کے یہ صلاحیت پیدا کی گئی کہ روح کے ساتھ اتصال بہ آسانی ہو سکے روحانیت اور مادیت میں جو غیریت تھی اس میں کچھ کمی واقع ہو جائے اور ہم مثلیت کی صورت پیدا ہو سکے اور پھر ایک دوسرے پر اثر انداز ہو سکیں جیسے روشنی اندھیرے پر اثر انداز ہوتی ہے کہ لطافت میں دونوں ہم مثل ہیں ورنہ کسی مادی چیز سے آپ اندھیرے کو نہیں روک سکتے جب تک اندھیرے کی طرح غیرمادی مخالف صورت (روشنی) پیدا نہ کی جائے۔

روحانی ارتقاء

انسانی دماغ کا سب سے زیادہ پرانا قدیمی تصور جو اس کی تخلیقی کیفیت کے ساتھ ہی نمودار ہوتا ہے وہ توحید کا ہی تصور ہے یعنی صرف ان دیکھی اور اعلیٰ ہستی کا تصور جس نے انسان کو اور ان تمام چیزوں کو جنہیں وہ اپنے چاروں اطراف میں دیکھ رہا تھا پیدا کیا یہ ایک اعلیٰ تصور تھا جس میں کسی غیریت کی ملاوٹ کا شائبہ تک نہ تھا لیکن پھر اس کے بعد اس کے فطرتی

Marfat.com
Marfat.com

تقاضوں کے پیش نظر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس جگہ سے اس کے قدم بتدریج پیچھے ہٹنے لگے اور توحید کے تصور کی جگہ آہستہ آہستہ شرک اور تعدد الہ کا تصور پیدا ہونے لگا یعنی اب اس ایک ہستی کے ساتھ جو سب سے بالاتر تھی دوسری قوتوں کو بھی شریک ہونے کا موقعہ ملنا شروع ہوا ایک معبود کی جگہ کئی معبودوں کی چوکھٹوں پر سر جھکنے لگے۔ اگر خدا کا تصور انسانی دماغ میں وحدت کا بلند تر تصور تھا تو پھر یہ شرک کا تصور کم تر اور نچلے درجے کا تصور ہے یعنی روحانی ارتقاء کا تصور اور خیال یہاں بجائے ترقی کرنے کے تنزل کی طرف لوٹنا شروع ہوا اور یہ کیوں ہوا یہ اس مادیت کا اثر تھا جو تخلیق آدم کے ہیولیٰ میں کام آیا تھا (یعنی ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے) یہی وہ پہلی کڑی ہے جو وحدانیت کے تصور میں ملاوٹ اور تجاوزات کا باعث بن گئی تھی انہیں تجاوزات اور ملاوٹوں سے پاک کرنے کے لئے اور صراط مستقیم کی شاہراہ عظیم کو چھوڑ کر ارد گرد کی پگڈنڈیوں پر چلنے والوں کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔

جدید دور کے علماء کا نظریہ

جدید دور کے فلاسفر علماء کا نظریہ ہے کہ انسانی عقائد کی ابتداء اوہام کی پیداوار ہے جو کہ اس کے معاشی حالات کے طبعی تقاضوں کی پیش نظر نشوونما پاتے رہے یہی اوہام کے پیداوار عقائد قانون ارتقاء کے مطابق درجہ بدرجہ گذرتے ہوئے ایک اعلیٰ ہستی اور خالق کائنات کے عقیدے کی نوعیت پیدا کرلی۔

دینی عقائد اور تصورات کی تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ابتداً" خدا پرستی کی ابتداء نیچر میتھس (NATURE MYTHS) کے تصورات سے ہوئی یعنی روشنی بارش وغیرہ کی ایک مستقل ہستی کا تصور پیدا ہو گیا اور پھر مظاہر فطرت کے مطابق قدیم آریائی تصورات میں ایک دیوتا کی شکل میں ظہور ہوا اسی ارتقائی تصور کے مطابق وہ بروے

Marfat.com
Marfat.com

Debrosses نے افریقہ کے وحشی قبائل کے تصورات سے فیٹش ورشپ (FETISH WORSHIP) کا استنباط کیا یعنی ایسی اشیاء کی پرستش کا جن سے کسی جنی مخلوق کی روح کی وابستگی کا عقیدہ رونما ہوتا ہو اس کے بعد اسی تصور سے کامٹ (Comete) نے خدا پرستی کی ابتداء کرنے کا نظریہ اخذ کیا اور یہ ارتقاء کا نظریہ اجداد پرستی (Manism) پر جا کر ٹھہرا۔ چونکہ انسان کی جبلت میں یہ چیز شامل ہے کہ اپنے پرورش اور حفاظت کرنے والے سے محبت کرے اجداد کے افراد بھی محبت کے پیش نظر اپنی اولاد کی تربیت میں پیش پیش رہتے ہیں تو اسی باہمی لین دین کے تعلق نے اجداد پرستی کی راہ دکھائی اور پھر اسی اجداد پرستی نے خدا پرستی کے نظریہ کی روشنی دکھائی۔

اسی طرح عقائد کے سلسلہ میں ایک دور بابل اور اشوریا کے قدیم آثار و کتبات سے رونما ہوتا ہے جس میں مظاہر فطرت کے تاثرات کو اجرام فلکی کے ساتھ وابستہ کیا جاتا ہے اور اسی کو اسٹرل اینڈ نیچر میتھالوجی (Astral + Nature Mythology) کے نام سے شہرت دی گئی۔ اسی طرح ایک خاص علمی حلقہ نے ایک اور نظریہ تشکیل دیا جس کو ٹوٹمزم.... (Totemism) سے تعبیر کیا اس سے مقصد ان محققین کا یہ تھا کہ مختلف اشیاء اور جانوروں کا غیر معمولی احترام کیا جائے جن کا انسانی زندگی میں کوئی نسبت قبائلی ادوار میں رہا ہو مثلاً" ہندوستان میں گائے' مصر کے قبائل کے ابتدائی زندگی میں مگرمچھ کا تعلق رہا شمالی علاقوں میں ریچھ اور صحرائی باشندوں میں سفید بچھڑا مظاہر قدرت کی نشاندہی کرتے رہے اس ٹوٹمزم کے دینی افادیت کے ضمن میں ایک اور فلاسفر پروفیسر جے۔جی۔ فریزر نے ان اشیاء میں یہ صلاحیت بھی ثابت کی کہ جادوئی اثرات کا تعقل بھی ان میں موجود ہے یہ ایک نیا تصور علمی حلقوں میں روشناس ہوا جبکہ بعض مفکرین اس تصور کو علمی حلقوں میں نیا روشناس کیا ہوا بلکہ بعض مفکرین اس تصور کو انیمزم سے بھی پہلے تسلیم کرتے تھے اور اسی تصور کو

Marfat.com
Marfat.com

بعد میں خدا پرستی اور دینی عقائد کے مبادیات بتاتے تھے۔

کچھ عرصہ بعد عیسائی نقطہ نظر کے مفکرین میں سے پروٹسٹنٹ علماء نے اپنے تحقیقی کام سے اس نتیجہ کو اخذ کیا کہ خدا پرستی کے عقیدے کا مبداء ہمیں مذہب اور جادوئی تصور دونوں کے امتزاج میں ڈھونڈنا چاہئے اس جماعت کا پیشرو سوڈربلوم (Soderblom) تھا یہ ایک مختصر سا اشاراتی تبصرہ ہے جو کہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ مذہبی عقیدہ بھی ارتقائی دور سے گذر کر توحیدی دور میں آچکا ہے۔ یعنی ابتداء" مادیت سے مذہب کا ارتقاء ہوا جس طرح مادیت نے ترقی کی اسی طرح روحانیت کے تصور نے بھی ترقی یافتہ صورت میں آکر توحید پرست کا نظریہ اپنایا۔

بیسویں صدی کا انقلابی تصور

پہلی عالمگیر جنگ کے بعد کے عہد نے ان تمام سابقہ نظریات جن کی بنیاد قانون ارتقاء پر رکھی گئی تھی کو یکسر غلط قرار دیا اور یہ نظریہ پیش کیا کہ انسان کے دینی عقائد جو کہ مظاہر فطرت کی پرستش سے شروع ہو کر اجداد پرستی کی رسوم اور جادو ٹوٹکوں کے توہمات سے گذرتے ہوئے توحید پرستی کے نظریہ تک آئے تھے غلط ہے بلکہ ذہن انسانی میں توحید پرستی کا تصور ابتداء آفرینش سے موجود تھا چنانچہ وائنا یونیورسٹی کے پروفیسر ڈبلیوشمٹ (W.Schmidt) نے اس موضوع پر زمانہ حال کی سب سے بہتر کتاب لکھی ہے اس میں وہ فرماتے ہیں علم شعوب و قبائل انسانی کے پورے میدان میں اب پرانا ارتقائی مذہب یکسر دیوالیہ ثابت ہو چکا ہے نشوونما کی مرتب کڑیوں کا وہ خوشنما سلسلہ جو اس مذہب نے پوری آمادگی کے ساتھ تیار کیا تھا اب ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور نئے تاریخی رجحانوں نے اسے اٹھا کر پھینک دیا ہے (دی او ریجن اینڈ گروتھ) یہی پروفیسر ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں "اب یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ انسان کے ابتدائی عمران و تمدن کے تصور کی "اعلیٰ ترین ہستی" فی الحقیقت توحیدی اعتقاد

Marfat.com
Marfat.com

کا خدائے واحد تھا اور انسان کا دینی عقیدہ جو اس سے ظہور پذیر ہوا وہ پوری طرح ایک توحیدی دین تھا۔ یہ حقیقت اب اس درجہ نمایاں ہو چکی ہے کہ ایک سرسری نظر تحقیق بھی اس کے لئے کفایت کرے گی نسل انسانی کے قدیم پستہ قد قبائل میں سے اکثر کی نسبت یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے اس طرح ابتدائی عہد کے جنگلی قبیلوں کے جو حالات روشنی میں آئے ہیں اور کرنائی، کلین اور جنوب مشرق، آسٹریلیا کے یائن قبیلوں کی نسبت جس قدر تاریخی مواد مہیا ہوا ہے ان سب کی تحقیقات ہمیں اس نتیجہ تک پہنچاتی ہیں کہ آرکیٹک تہذیب کے قبیلوں کے روایتی آثار اور شمالی امریکہ کے قبائل کے دینی تصورات کی چھان بین نے اسی نتیجہ کو نمایاں کیا" یہی ایک اعلیٰ ترین ہستی کا تصور آثار قدیمہ کی کھدائی سے بھی ظاہر ہوتا ہے ہمارے ہندوستان میں آریاؤں کی آمد سے پہلے بھی قدیم ترین انسانی بستی کے باشندوں کا بنیادی تصور توحید پرستی ہی تھا جیسے کہ موہنجوداڑو کے آثار قدیمہ کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے یگانہ خدا کو "اون" کے نام سے پکارتے تھے اس لفظ کی مشابہت سنسکرت کے لفظ "اندوان" سے مل جاتی ہے اس یگانہ ہستی کی حکومت سب پر چھائی ہوئی ہے اس ہستی کی صفت "ویدو کن" ہے یعنی ایسی ہستی جس کی آنکھیں کبھی غافل نہیں ہو سکتیں یعنی قرآن کے الفاظ "نہ اسے اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند" (ترجمہ) آیت کی معنوی تفسیر بن جاتی ہے۔

انسانی معاشرہ مختلف قبائل اور جسموں میں تقسیم ہو کر مختلف علاقوں میں پھیلتا گیا اور اپنے اپنے ماحول اور حالات کے مطابق توحید پرستی کا تصور اپنائے ہوئے تھے چنانچہ انسانیت کی عہد قدیم کی ایک تہذیب سامی نام کی جو سرسبز اور شاداب علاقہ عرب میں قیام پذیر تھی ان میں بھی بنیادی عقیدہ توحید پرستی ہی تھا اور اس ذات کو مختلف ناموں سے یعنی "آل" "الاہ" یا "اللہ" یا "الہ" جس کو کہیں "ایل" کی صورت میں اور کہیں "الوہ" اور کہیں "الاہیا" سے

Marfat.com
Marfat.com

پکارا جاتا تھا۔

صحرائے گوبی کے مرکز سے جو قبائل نکلے تھے وہ ہندی یورپی (انڈویورپین) آریاؤں کے نام سے پکارے جاتے ہیں ان تمام اقوام میں بنیادی فکر ہی توحید پرستی کا چھایا ہوا معلوم ہوتا ہے اس تمام تجزیہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام انسانیت میں بنیادی نقطہ نظر کا جو قدر مشترک ابھرتا ہے وہ توحید پرستی ہی ہے شرک اور انکار بعد کی پیداوار ہے اور اس کی بھی وجوہات ہیں انسان کی عقل ذات مطلق کے تصور سے عاجز ہے انسان جب بھی کسی ماورا ذات کا تصور کرے گا تو اس کے ذہن میں اس ذات کے صفات ہی سما جائیں گے ذات کا تصور ذہن میں براہ راست نہیں آتا بلکہ اس ذات کا تصور اس کی صفات کے حوالے سے نمودار ہوتا ہے کیونکہ عقل انسانی کا ادراک محسوسات کے دائرہ میں ہی محدود رہتا ہے اس کے ذہن میں وہی صفات ہی آئیں گے جن کو دیکھا یا سنا ہو گا اور انسانیت کے ذہن اور عقل یکساں نہیں ہوتے اسی لئے اس کے تصورات بھی یکساں نہیں ہوں گے تو ہر ایک اپنے اپنے تصور صفات ذات کے متعلق خیالات کا اظہار کرے گا اور انہی تصوری صفات کے مطابق اپنے اپنے معبود کا ایک نقشہ ذہن میں استوار کرتا ہے اور اسی اختلاف کے نتیجہ میں ادیان اور مذاہب کے اختلافات رونما ہوتے ہیں۔ انسانی عقل جونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک کرنے سے قاصر تھی اور صفات کے اختلاف کی وجہ سے معبودوں کا تصور الگ الگ بنتا گیا اس انتشار کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے ذریعہ ہدایت کا انتظام کیا۔

Marfat.com
Marfat.com

دین ابراہیمی اور اس کے پیروکار

صفات ذات الٰہی کو انسانی ذہن نے اپنے اپنے ذہنی افتاد کے مطابق اہمیت دیتے ہوئے غیر شعوری طور پر شرک فی الصفات ذات الٰہی کا مرتکب ہوا انہیں مشرکانہ تجاوزات کو ختم کرانے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات کو مختص کرایا گیا حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی فطرتی صلاحیت کے مطابق قوم کو شرک سے نجات دلانے کے لئے اپنی حیثیت و صلاحیت کے مطابق کردار ادا کیا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام نے بھی یہ انقلابی کردار اپنایا پھر ان کے دو بیٹوں حضرت یعقوب علیہ السلام اور عیص علیہ السلام جو کہ دونوں جڑواں بھائی تھے اسی فرض کو نبھاتے ہوئے زندگی گذاری۔ یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام عمر میں عیص سے کم عمر تھے مالی حیثیت سے عیص صاحب حیثیت تھے بڑا بیٹا ہونے کی حیثیت سے باپ کی جائیداد پر یہی قابض رہے اور اسی دنیاوی مال و زر کی وجہ سے قوم کی سرداری انہی کے حصہ میں آئی آسودہ حال ہونے کی وجہ سے مکہ کی زندگی میں گرمی کی شدت سے نجات حاصل کرنے کے لئے نقل مکانی کر کے ملک شام اور روم کی طرف منتقل ہو گئے۔ اس نئے علاقہ میں انہوں نے اپنے بیٹوں کے نام سے نئے نئے شہر آباد کرائے۔ روم عیص کے بڑے بیٹے کا نام تھا ملک روم اسی کے نام سے مشہور ہوا۔ یعقوب علیہ السلام مالی لحاظ سے کم حیثیت کے مالک تھے عیص سے والد کی جائیداد میں حصہ کا مطالبہ کیا مگر عیص نے لاپرواہی برتتے ہوئے انکار کر دیا اور دل میں کدورت پیدا ہوئی بھائی کی یہ حالت دیکھ کر یعقوب علیہ السلام نے اپنے گھر اور ملک سے ہجرت کا ارادہ کیا والدہ سے اجازت طلب کی ماں نے اجازت دیتے ہوئے ہدایت کی ملک شام میں اپنی خالہ "لیان" کے پاس چلے جاؤ اور ان سے کہو کہ اپنی ایک لڑکی سے رشتہ زوجیت میں منسلک کراؤ۔ یعقوب علیہ السلام والدہ سے رخصت ہو کر رات کی تاریکی میں لوگوں سے

Marfat.com
Marfat.com

نظر بچا کر کنعان سے سفر شروع کیا اسی رات کی تاریکی میں سفر کرنے کی وجہ سے یعقوب علیہ السلام کو "اسرائیل" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اسرائیل یعنی رات کو سفر کرنے والا۔ اپنی خالہ لیان کے پاس جب پہنچے تو حسب ہدایت والدہ کے اپنی خالہ سے کہا کہ اپنی ایک لڑکی سے رشتہ استوار کرا دو۔ لیان کی دو لڑکیاں تھیں چھوٹی کا نام "راحیل" اور بڑی لڑکی کا نام "لیان" تھا یعقوب علیہ السلام کی نظر انتخاب راحیل پر پڑی اور اسی کا مطالبہ کیا لیکن جب نکاح ہوا تو حجلہ عروسی میں راحیل کے بجائے لیان موجود تھیں۔ یعقوب علیہ السلام نے خالہ سے احتجاج کیا تو خالہ نے دوسری لڑکی "راحیل" کو بھی رشتہ زوجیت میں منسلک کرا دیا اس شریعت میں اس قسم کے نکاح کی اجازت تھی نکاح میں بطور مہر سات سال کی خدمت کی شرط عائد کی گئی تھی۔ عیص کو ایک دن احساس ہوا کہ میرا بھائی تنگی ترشی میں زندگی گذار رہا ہے تو یعقوب علیہ السلام کو واپس آنے کے لئے خط لکھے اور اپنی کمزوری پر ندامت کا اظہار کیا تو یعقوب علیہ السلام واپس آنے پر تیار ہوئے بیس سال کی جدائی کے بعد جب دونوں بھائیوں کی ملاقات ہوئی تو شدت جذبات سے آبدیدہ ہو گئے عیص نے اپنے مال و جائیداد کے گیارہ حصے کئے اور ایک حصہ یعقوب علیہ السلام کے نام کر دیا یعقوب علیہ السلام نے آسودہ حال زندگی کنعان میں گزارنی شروع کی یعقوب علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں دو خالہ زاد اور دو کنیزیں جو کہ ایک راحیل کی کنیز "زلفہ" کی نام کی تھیں اور دوسری ان کی زر خرید لونڈی تھیں ان کا نام "سریہ" تھا راحیل نے اپنی کنیز یعقوب علیہ السلام کو ہدیہ کے طور پر دیدی تھی۔ اس کنیز کے شکم سے "ضیاء" اور "شیری" نام کے بیٹے پیدا ہوئے تھے راحیل کے شکم سے حضرت یوسف علیہ السلام اور بن یامین کی پیدائش ہوئی تھی۔ یعقوب علیہ السلام کی تمام اولاد فرماں بردار تھی مگر فطرت انسانی کے پیش نظر بھائیوں کے آپس میں کینہ و بغض کے آثار ظاہر ہوئے یوسف علیہ السلام سے یعقوب علیہ السلام کو زیادہ پیار تھا غالباً

Marfat.com
Marfat.com

اسی وجہ سے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو چاہ کنعان میں ڈال کر نجات حاصل کرنے کی سوچی تھی مگر قدرت نے ان کو تخت مصر پر بٹھانا تھا اس کے لئے مصائب کے بعد راحت کا موقعہ بھی آیا اور سب بھائی اور ماں باپ ان کے سامنے پیش ہوئے۔

یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹوں نے حق میں دعاء خیر کی اسی دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے نبوت کو اس خاندان میں محفوظ کرایا عیص اور یعقوب علیہ السلام دونوں کو اللہ نے طویل عمر تقریباً" ایک سو چالیس سال تک زندگی دی جڑواں بھائی ہونے کی وجہ سے ایک ہی دن ایک ہی زمین اور ایک ہی قبر میں دونوں کو اکٹھے رہنے کا موقعہ ملا۔

یعقوب علیہ السلام کو اسرائیل کے خطاب سے پکارا گیا تھا ان کے بارہ بیٹے تھے یوسف اور بن یامین سگے بھائی تھے جو کہ راحیل کے شکم سے تولد تھے یعقوب علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے کا نام "یہودا" تھا انہی کی اولاد میں یہودیت کو شہرت نصیب ہوئی یہودا کا بڑا بیٹا "اسروع" نام کا تھا اس کا نکاح اپنی بھتیجی سے کرایا اسروع کا بیٹا "اخنوج" اور اس کا بیٹا مہلب پیدا ہوا اور مہلب کے بیٹے کا نام "فالح" اس کے بیٹے کا نام "قیس اور اس کے بیٹے کا نام "سرول" جسے "طالوت" کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا چونکہ یہ قد آور تھا اس لئے اس کو طالوت کے نام سے یاد کیا جاتا تھا

یعقوب علیہ السلام کی اولاد کی تعداد بارہ تھی انہی کی وجہ سے اسرائیلی بارہ قبیلوں میں تقسیم ہو گئے تھے دین ابراہیمی میں سب سے زیادہ تجاوزات بنی اسرائل نے کیں اسی لئے اسی نسل میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت اور رسالت سے نوازا گیا آپ کی والدہ اسرائیلی ہی تھیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بن باپ کی تھی چونکہ اسرائیلی ذہنیت نے اپنے آبائی دین ابراہیمی سے بغاوت کر دی تھی اس سرکش قوم کی ہدایت کے لئے اسی قوم میں

Marfat.com
Marfat.com

سے نبی کو بھیجنا مقصود تھا چونکہ یہ قوم بغض اور عناد میں کسی صورت میں ایک دوسرے کے اقتدار کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھی اسی لئے "غالباً" اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا نبی اس قوم کی ہدایت کے لئے منتخب کیا جس کی ذات اس قوم کے افراد کی ذاتی لغزش اور نفرتوں سے پاک ہو ان کی ذات پر کوئی بھی شخص انگلی نہ اٹھا سکے اور بغیر کسی چوں چرا کے ان کی نبوت کا اقرار کر لیں مگر یہ قوم اپنی فطرت کو چھوڑ چکی تھی ان پر کسی معجزہ اور ہدایت کا اثر نہ ہوتا تھا اور نہ ہوا۔ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام پر بہتان تراشی کا مشغلہ اپنا لیا اور جب یہ حربہ بھی ناکام ثابت ہوا تو اپنے زعم میں انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے "سولی" پر چڑھا دیا اور مطمئن ہو گئے کہ چلو جان چھوٹی مگر قدرت کو اور کچھ منظور تھا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھا لیا اور ان کی جگہ ایک اسرائیلی جو کہ حد درجہ کا متعصب تھا اور ہم شکل عیسیٰ تھا کو پکڑ کر قوم کے سامنے اپنی ناکامی کی خفت مٹانے کی خاطر سولی پر چڑھایا حالانکہ اس جگہ پر یہ پہلا شخص تھا جو کہ سب سے پہلے آگیا تھا اس کے آنے سے پہلے ہی عیسیٰ علیہ السلام کو اس جگہ سے اٹھا دیا گیا جب باقی اسرائیلی آئے تو آگے یہی شخص موجود تھا اسی کو پکڑ کر سولی پر چڑھا دیا اسی نفرت کی وجہ سے عیسائیت بنی اسرائیل کے نسبت دوسری اقوام میں زیادہ پھیلی یہودی اور نصرانی فطرتاً" ایک دوسرے کے دشمن ہیں ان کا اتحاد اگر کسی مقصد کے لئے ہوتا ہے تو بھی اس وقت ہو گا جب ان کا مخالف دونوں کا مشترکہ دشمن ہو مثلاً" مسلمان۔

دین ابراہیمی کے پیروکاروں میں زیادہ تر ابتداء" اسرائیلی تھے جب ان لوگوں نے صراط مستقیم سے روگردانی کی تو ان کی اصلاح کے لئے اور دین ابراہیمی کو تجاوزات سے پاک کرنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی دعوت توحید پرستی کی ضرورت پڑی موسیٰ علیہ السلام کے بعد جب یہ قوم پھر مشرکانہ رسومات کی شکار ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ السلام کو

Marfat.com
Marfat.com

مبعوث کیا گیا انھوں نے بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کی طرف ہی توجہ دلائی تھی مگر ان کے اکابرین نے ان کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ ان کو ختم کرنے کے درپے ہو گئے جس طرح کے ہر دور کے دعوت حق کی طرف بلانے والے کے ساتھ کیا جاتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک خصوصی حیثیت یہ بھی تھی جو ان لوگوں کو ناگوار گزرتی تھی کہ ان کی پیدائش بن باپ کے ہوئی تھی اگرچہ والدہ ان کی بنی اسرائیل میں سے ہی تھی مگر والد کے نہ ہونے کی وجہ سے ان سے قدرتی طور پر ایک قسم کا تعصب کا اثر اسرائیلیوں میں ظاہر ہونا شروع ہو گیا کہ ہمارا پیغمبر تو اپنے باپ کے ذریعہ متعارف ہے جیسے کہ اس سے پہلے انبیاء علیہ السلام بھی اپنی باپ کی نسل سے متعارف ہوتے آرہے تھے مگر یہ نبی بن باپ کے کیسا نبی بن کر ہماری ہدایت کیلئے آیا یہ ان ہونی بات نے ان کو گمراہ کیا حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کوئی نئی دعوت نہیں لائے تھے بلکہ دعوت توحید موسوی کی ہی تجدید کرا رہے تھے اسی لئے کہا جا رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوۃ کی دعوت بھی ایک اسرائیلی فرقہ کی ہی دعوت تھی (اور بہ مطابق گھر کی تیار شدہ چیز کی اہمیت کم ہی ہوتی ہے) اسرائیلیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی بھرپور مخالفت کی حالانکہ ان کی رسالت کی اہمیت اس سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہ دین ابراہیمی کو تجاوزات سے پاک کرنے کے مشن پر موسیٰ کی دعوت کو اجاگر کرتے رہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فرشتوں کے ذریعہ آسمانوں پر محفوظ کرایا ور دین ابراہیمی کے آخری دور جو حضور اکرم ﷺ کی دعوت توحید سے پھیلا ہے اس میں ہی بھیجونگا۔ تجاوزات مرور زمانہ سے ہوتے رہے اور آخری دور میں انہی کے نام سے ایک جعلی راہنما جو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو مسیحی کہلائے گا یعنی مسیح دجال جس کی وجہ سے اسلامی تعلیمات کی اصل صورت ہی بگڑ جائے گی تو عیسیٰ علیہ السلام بہ مطابق حدیث رسول ؐ آسمانوں سے تشریف لائیں گے تو اس دجال کا خاتمہ کر دیں گے اور یہ تشریف آوری کسی نئے دین کے

Marfat.com
Marfat.com

نام سے نہیں ہو گی بلکہ دین محمدی کو تجاوزات سے پاک کرنے کی خاطر دعوت توحید پرستی کی ہی دیں گے جیسے کہ ابتداء دعوت موسوی کو تجاوزات سے پاک کراتے رہے عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی یہی خصوصی حیثیت ہے کہ بن باپ کی پیدائش کی وجہ سے آخری دور میں دین ابراہیمی جس کی دعوت حضور اکرمؐ دینے آئے تھے کو تجاوزات سے پاک کرائیں گے اور یہ قرب قیامت کی ایک نشانی بھی ہو گی

یہودی تصور کے مطابق عیسیٰؑ کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا حلانکہ قرآن کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو بحفاظت آسمانوں پر اٹھالیا تھا۔ عیسائیت تصور نے عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا کر پیش کر دیا۔ (نعوذ باللہ) اور تثلیث کا نظریہ گھڑ لیا حالانکہ تثلیث کے مذہبی اعتقادات اور یسوع مسیح کا خدا کا بیٹا ہونا کسی وحی سے ثابت نہیں۔ اس لئے کہ یہ تمام عیسوی مذہبی اعتقادات اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ یہ وہ اعلانات ہیں جو مستند مذہبی حلقوں کی طرف سے وقت گزرنے پر آتے رہے۔ ایک مذہبی اصول یا عقیدہ پر مبنی بیان ایک ایسی شئے ہے جس تک پہنچنے کے بعد ایک ایسا فارمولا پیش کیا جاتا ہے جس کا اطلاق ان لوگوں پر بھی ہوتا ہے جنہوں نے اسے تشکیل دیا ہو۔ (ماخوذ از سر تسلیم خم ہے اردو ترجمہ ص ۳۶۵ (نو مسلم ڈاکٹر جیفرے لینگ) آسمانوں پر وہ جسم انسانی جا سکتا ہے جو کہ کشش ثقل سے خالی کیا گیا ہو۔ عیسیٰؑ کا وجود ایک روح کے نفخ سے وجود عمل میں آیا تھا۔ اسی نفخ سے دنیا مٹ جائے گی اور پھر دوبارہ دنیا کا وجود نفخ سے ہی ہو گا۔ اسی لئے کشش ثقل سے خالی رکھا گیا تھا اور آسانی سے آسمانوں پر اٹھالیا گیا اور قرب قیامت میں حیات کی صفت سے باقی رہے گا۔ حضور اکرم ﷺ کا جسم اطہر بھی شق صدر کے دوران کشش ثقل سے خالی کرا دیا گیا تھا اسی وجہ سے مسلمان حیات نبیؐ کے عقیدہ پر عمل پیرا ہیں اور اسی وجہ سے معراج جسمانی ہوا تھا، کے عقیدہ کا اقرار کیا جاتا ہے۔ عیسیٰؑ کو جسمانی صورت میں وحی کا ظہور سمجھا جائے اور قرآن کلام کی صورت میں وحی ہے اور کلام کو الفاظ کی صورت دی گئی، عقیدے کے لحاظ سے کوئی وحی مسجود نہیں بن سکتی۔ جیسے قرآن کے بیان کے مطابق سورۃ تحریم آیت ۲۸/۱۱

Marfat.com
Marfat.com

مجوسیت کا دور

دعوت قرآن کے نزول سے پہلے دنیا بھر میں دین ابراہیمی میں تجاوزات کی بھرمار کے دور میں ایک نظریہ مجوسیت کا بھی موجود تھا مجوسیت کا بنیادی تصور ثنویت (DUALISM) کے عقیدہ پر ہے یعنی خیر اور شر کی دو الگ الگ قوتیں موجود ہیں ان کے خیال میں "اہورامزہ" خیر اور روشنی کی نمائندگی کرتا ہے اور "انگرائے نیوش" یعنی اہرمن جو کچھ بھی کرتا ہے وہ شر اور تاریکی ہی ہے عبادت کی بنیاد سورج اور آگ کی پرستش پر رکھی گئی کہ روشنی یزدانی صفات کی سب سے بڑی مظہر ہے کہا جاتا ہے کہ مجوسی تصور نے خیر اور شر کی گتھی یوں سلجھائی کہ کارخانہ ہستی کی سربراہی دو متقابل اور متعارض قوتوں میں تقسیم کر دی مجوسی نقطہ نظر کے حامی ایران کی سرزمیں میں تھے زرتشت کے ظہور سے پہلے مادا (میڈیا) اور پارس میں ایک قدیم ایرانی طریقہ پرستش کا رائج تھا۔ ہندوستان کے ویدوں میں دیوتاؤں کی پرستش اور قربانیوں کے اعمال و رسوم جس طرح کے پائے جاتے ہیں قریب قریب ویسے ہی عقائد و رسوم پارس اور مادا میں بھی پھیلے ہوئے تھے دیوتاؤں کو طاقتوں میں تقسیم کیا گیا تھا ایک طاقت روشن ہستیوں کی تھی جو انسان کو زندگی کی تمام خوشیاں بخشتی تھی۔ دوسری بڑی طاقت برائی کے ایک تاریک عفریت کی تھی جو ہر طرح کی مصیبتوں اور ہلاکتوں کا سرچشمہ تھی انہوں نے آگ کی پرستش کے لئے قربان گاہیں بنائی تھیں اور ان کے پجاریوں کو "موگوش" کے نام سے پکارا جاتا تھا اور کارپان اور کاوی کے نام سے بھی پکارے جاتے تھے حالات کے رودبدل سے آگے چل کر موگوش نے آتش پرستی کا رواج دینا شروع کیا۔ دنیا کی دوسری اقوام نے ایرانیوں کو "مگ" اور "مگوش" کے نام سے پکارنا معمول بنا لیا اور عربوں نے اسی مگوش کے لفظ کو معرب کر کے "مجوس" بنا دیا

Marfat.com
Marfat.com

یہود و مجوس کا گٹھ جوڑ

خطہ عرب میں ایک علاقہ یمن کے نام سے مشہور تھا۔ یہ علاقہ زرخیز ہونے کی وجہ سے یہودیوں کے قبضہ میں تھا۔ یمن میں عبداللہ بن سباء کی زیر زمین سرگرمیاں اور مجوسیوں کی ریشہ دوانیاں ایک دوسرے سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھیں دونوں اسلام دشمن تھیں دونوں فرقوں کے دلو' میں اسلام کے خلاف بغض و عناد کی چنگاریاں سلگ رہی تھی دونوں اپنے اپنے مقام پر پورے طور پر اسلام کے خلاف محاذ قائم کر چکے تھے مگر دونوں کا طریقہ کار مختلف نوعیت کا تھا مجوسی اپنی زبان طرز معاشرت کی وجہ سے کسی میں مدغم نہیں ہو سکتے اس کے علاوہ یہودی اپنے آپ کو عربوں میں تمدن کی حیثیت سے ملا گئے تھے اسی لئے بہ ظاہر مسلمانوں میں گھل مل کر بھی رہتے کاروبار بھی کرتے بلکہ مسلمانوں کے مرکز مدینہ میں شروع ہی سے کاروبار زندگی پر حاوی تھے اب جب دونوں فرقوں کی منزل ایک ہی تھی کہ مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی کرنی ہے تو اس مقصد میں یہودیوں کو زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی بہ نسبت مجوسیوں کے البتہ مجوسی ذہن' مجوسیوں کا سرمایہ' مجوسیوں کی پوری ہمدردیاں یہودیوں کے ساتھ تھیں اسلام دشمنی میں سبائیت کی نسبت مجوسیت کو اولیت حاصل تھی اسی دشمنی کی وجہ خلیفہ دوم کی شہادت میں مجوسی ملوث ہو گئے کیونکہ ایران کی قیادت مسلمانوں نے ہی مجوسیوں سے چھین لی تھی اور عرب کی قیادت جس کے خواب یہودی عبد اللہ بن ابی کی صورت میں ظاہر ہو رہی تھی مدینہ میں مسلمانوں کی قیادت کیوجہ سے کھٹائی میں پڑ چکی تھی اس لئے یہ دونوں جماعتیں اسلام دشمنی میں ہمنوا تھیں اور مل کر کام کرتی تھیں یہود طاقت استعمال کرنے پر تلے ہوئے تھے اسی لئے مسلمانوں کو مدینہ کے ارد گرد یہودیوں سے معاہدے کرنے کی ضرورت پڑی تھی اور جب مسلمانوں کو مکہ پر فتح نصیب ہوئی تو مدینہ کے ارد گرد یہودی قبیلے بنو قریظہ' بنو نضیر' بنو قینقاع جن کے ساتھ معاہدہ ہو چکا تھا جو کہ اپنی

Marfat.com
Marfat.com

ریاستی اور رئیسانہ بداعمالیوں' وعدہ خلافیوں اور بد کرداریوں کی وجہ سے گر چکے تھے ان کا حاسدانہ جذبہ عمل اور مخالفانہ رویہ براہ راست حملہ آور ہونے کی صلاحیت ختم ہو گئی تو مجبوراً" اسلام قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کرنے لگے چنانچہ ان کے لیڈر سعد بن حنیف' زید بن الصلت' نعمان او کی بن عمرو' رافع بن حرملہ' رفاعہ بن زید تابوت' سلسلہ بن برہام' کنانہ ابن صوریا مسلمان ہو گئے۔

اسی دور کے یمن کا ایک یہودی عبداللہ بن سباء بھی مسلمان ہو گیا تھا یہ ان یہودیوں کے راہنما کے طور پر در پردہ اسلام کے خلاف یہودیوں کی راہنمائی کرنے لگا اسی نے ایک دفعہ نبوت کا دعویٰ بھی کیا اور ایرانیوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی خاطر حضرت علیؓ کو خدائی صفات کا حامل قرار دیا (نعوذ باللہ) جیسے کہ عبداللہ بن سنسان سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سباء نبوت کا مدعی اور علی مرتضیٰ امیرالمومنین کی الوہیت کا معتقد تھا پس جب امیرالمومنین کو اس کے عقیدہ کا علم ہوا تو اس کو بلوا کر دریافت کیا تو اس نے اعتراف کیا اور کہا کہ "آپ معبود برحق ہیں" پس علی مرتضیٰ نے کہا افسوس ہے تجھ پر تحقیق شیطان تم سے تمسخر کرتا ہے تیری ماں تیرے ماتم پر روئے اس عقیدے سے باز آجا اور توبہ کر پس جب اس نے انکار کیا تو آپؓ نے اس کو قید کر دیا (ازمناقب آل ابی طالب ج (۲) ص ۱۲ س ۱۱ مطبوعہ بمبئی) یہی عبداللہ بن سباء شہادت ذوالنورین کا کرتا دھرتا تھا اسی سبائی نے جنگ جمل اور جنگ صفیں میں صلح و صفائی کے مسئلہ کو اچانک سبائیوں سے ام المومنین کی فوج پر حملہ کر کے کھٹائی میں ڈالا اسی عبداللہ بن سباء نے مسلمان بن کر مسلمانوں میں ایک نئے فرقہ شیعہ کی بنیاد ڈالی اور اسلام کی بین الاقوامیت کو مجوسیت کے تعاون سے تار تار کرایا ایرانیوں کے ذہن میں عربوں کے خلاف نفرت کے بیج بوئے گئے اور عربوں میں شہادت عمرؓ کو ایرانی ابو لولو کے ذریعہ عمل میں لا کر ایرانیوں کے خلاف نفرت پیدا کی اور ایرانیوں سے کہا گیا کہ دیکھو یہ

Marfat.com
Marfat.com

مٹھی بھر عرب ننگے پاؤں پھرنے والے جنگل و صحرا میں رہنے والے ان کی مملکت پر تسلط جما کر ان کے قدیم خزانوں کو لوٹ کر غارت کر دیا اسی یہودی اور مجوسیوں کے گٹھ جوڑ اور سازشی ذہنوں نے ایسے ایسے اختلافی مسائل پیدا کر دیئے کہ آج تک کسی صاحب فکر کو یہ سوچنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ آپس میں سنی شیعہ بن کر اصل حقائق اور فسادی ذہن کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے بلکہ ایک دوسرے میں کیڑے نکالنے پر درپے ہیں قومی اتحاد اور نجات کی اصل ذریعہ کو جو کہ قران پیش کر کے دعوت دیتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ (عقیدہ) اور اپنے اموال اور جانوں سے اللہ اور رسول کیلئے جہاد کرو تاکہ تم عذاب علیم سے محفوظ ہو جاؤ مگر یہاں تو اغیار کے وظیفہ خوار اپنے ہی بھائیوں کا خون پینے کے لئے اسباب تلاش کرنے میں مصروف رہتے ہیں جس کے نتیجہ میں کبھی توابین کی شکل میں مسلمانوں کے قتل عام سے اپنے مجوسیانہ اور یہودیانہ جذبات سے انتقام لیا کبھی مختار جیسے ظالم جابر نے ہزاروں بے گناہوں کے سر قلم کرائے اور کبھی قرامطیہ' باطنیہ' اسماعیلیہ وغیرہ کی شکلیں اختیار کی اور پھر یہی شیطانی کھیل آگے بڑھتا ہوا فاطمیں مصر' آل بویہ اسماعیل صفری 'تیمور لنگ' نادر شاہی' درانی' نوابان اودھ وغیرہ کی شکل اختیار کرتا ہوا سرزمین ہند میں بھی مخلوق خدا کو خاک و خون میں نہلاتے ہوئے قتل و غارت کی بنیاد رکھ دی اور ہر سال سادہ لوح مسلمانوں کو سانحہ کربلا یاد دلا کر ایک دوسرے کو فتنہ و فساد میں مبتلا کرتے ہیں اور پھر اس ارض پاک میں بھی اسی یہودی اور مجوسی گٹھ جوڑ نے فساد کے کھیل کھیلنے شروع کئے اسی کے نتیجہ میں کبھی تو مشرقی پاکستان کے المیہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور کبھی بھارتی فوجیں یہودیوں کی کمان میں کشمیر کے مظلوم مسلمانوں سے انتقام لینے کے درپے ہیں اور روسی طاقتیں آج سے چند سال پہلے ایران میں شہنشاہیت کے زیر سایہ زرتشت کی یاد مناتی نظر آتی ہیں اور کبھی بلوچستان کے بارڈر پر زرتشی یلغار کے لئے شہنشاہی افواج قلعہ بند ہو کر

Marfat.com
Marfat.com

بلوچستان کی زمین کے تیل کے چشموں کے منابع کو اپنے قبضہ میں لینے کے لئے پر تول رہی تھیں جس کے لئے پاکستان کے سبائی اذہان آلہ کار بن کر مغربی پاکستان کو بھی زرشتی اقتدار میں لانا چاہتے تھے یہی مجوسی اور یہودی ذہن مار آستین بن کر مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے درپے ہے۔ عبد اللہ بن سباء جو کہ ابتداء مسلمان ہو چکا تھا مگر دنیاوی لالچ اور اقتدار حاصل کرنے کی خاطر حضور اکرم ﷺ کی نبوت اور رسالت کے خلاف ایرانی مجوسیوں کی معاونت سے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی جن کے لئے خانوادہ نبوت کی ایک اہم شخصیت حضرت علیؓ کو بطور ڈھال استعمال کرنے کی کوشش کی۔ خود نبوت کا دعوئ دار بن گیا اور حضرت علیؓ کو خدائی صفات کا حامل بنا کر عوام کو ورغلانا شروع کیا جو لوگ اس کے دام تذویر میں آتے گئے ان کو ایک فرقہ "شیعہ" جو کہ عربی میں گروہ کے نام سے متعارف تھا کے نام سے متعارف کرانا شرع کیا گیا۔ شیعہ فرقہ کے اس مذہبی عقیدہ کے پیروکار بہت کم ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

مجوسیوں کی دعوت ہدایت

یہ ہے کہ "مزدلیسنا" کی تعلیم دلائی یعنی دیوتاؤں کی جگہ "ایک خدائے واحد" "اہورامزد" کی پرستش کی دعوت دی اس نے انسانوں کے لئے دو جہاں بنائے ایک جہاں دنیاوی زندگی کا اور دوسرا جہاں مرنے کے بعد کی زندگی کا مرنے کے بعد جسم فنا ہو جاتا ہے مگر روح باقی رہتی ہے اور اپنے اعمال دنیاوی کے مطابق جزاء پاتی ہے۔

دیوتاؤں کی جگہ زرتشت نے "امش سپند" اور "یزتا" کا تصور پیدا کیا یعنی فرشتوں کا یہ فرشتے "اہورامزد" کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں برائی اور تاریکی کی طاقتوں کی جگہ "انگرامے نیوش" کی ہستی کی خبر دی یعنی شیطان کی اور پھر یہی انگرامے نیش یا ژندگی کی زبان میں "اہرمن" ہو گیا زرتشت کی تعلیمات کے زیر اثر مجوسیوں میں مافوق الفطرت ایک ہستی کا تصور پیدا ہوا۔

یہودی عقیدہ

یہودیت کا خیال ابتداء ایک محدود نسلی تصور تھا یعنی کتاب پیدائش کا "یہوا" خاندان اسرائیل کے نسلی خدا کی حیثیت سے نمایاں ہوا تھا پھر یہ تصور بتدریج وسیع ہو گیا یہاں تک کہ یشیا دوم کے صحیفہ میں "تمام قوموں کا خدا" اور "تمام قوموں کا ہیکل" نمایاں ہو گیا۔ تاہم اسرائیلی خدا کا نسلی اختصاص کسی نہ کسی شکل میں برابر کام کرتا ہی رہا اس نسلی تصور میں خدا کے متعلق ان کے خیال انسانی صفات ہی کا عکس سمجھتے ہیں۔اس تصور میں غالب عنصر خدا کے متعلق قہر و غضب' انتقام و تعذیب ہی کا سمجھا جاتا ہے کہ خدا کا بار بار متشکل ہونا مخاطبات کا تمام تر انسانی اوصاف و جذبات سے آلودہ ہونا قہر و غضب و انتقام کی شدت' ابتدائی درجہ کا تمثیلی اسلوب تورات کے صحیفوں کا عام تصور ہے۔

اسرائیلی نقطہ نظر سے خدا کا رشتہ انسانوں سے اس ثنویت کا ہوتا ہے جیسے ایک شوہر کا اپنی

Marfat.com
Marfat.com

بیوی سے ہوتا ہے شوہر نہایت غیور ہوتا ہے وہ اپنی بیوی کی تمام خطائیں معاف کر دیتا ہے مگر یہ جرم نہیں معاف کرے گا کہ اس کی محبت میں کسی دوسرے مرد کو بھی شریک کرے اسی طرح خاندان اسرائیل کا خدا بھی بہت غیور ہے اس نے اسرائیل کے گھرانے کو اپنی چہیتی بیوی بنایا ہے اور چونکہ چہیتی بیوی بنایا ہے لہٰذا خاندان اسرائیل کی بے وفائی اور غیر قوموں سے آشنائی اور تعلقات اس پر بہت ناگوار گذرتے ہیں اور اگر کوئی اسرائیلی ایسی حرکت کرے گا تو اس جرم کے بدلے سخت سزائیں دے گا۔ چنانچہ احکام عشرہ (Ten Commandments) میں ایک حکم یہ بھی تھا "تو کسی چیز کی صورت نہ بناؤ اور نہ اس کے آگے جھکو کیونکہ میں خداوند تیرا خدا رشک کرنے والا ایک بہت ہی غیور خدا ہوں" (خروج۔۲۱) شوہر کے ساتھ رشتہ کی یہ تمثیل جو مصر سے خروج کے بعد متشکل ہونا شروع ہو گئی تھی آخری عہد تک کم و بیش قائم رہی۔

یہودیوں کی ہر گمراہی پر خدا کے غضب کا اظہار ایک غضبناک شوہر کے پر جوش اظہار کی طرح ہوتا ہے جو اپنی چہیتی بیوی کی بے وفائی پر یاد دلاتا ہے یہ تصور بہ ظاہر کتنا ہی غیر معقول دکھائی دیتا ہے مگر ابتدائی درجہ کے مشرکانہ تصور کے سد باب کے لئے قابل غور ہے۔

یہودی تصور میں انقلاب

یہودی تصور توحید کے متعلق جس میں شدت انتقام اور زوجیت کی بالا دستی کا جو عقیدہ بن چکا تھا اس میں یشیاہ دوم کے دور میں انقلابی کیفیت رونما ہونا شروع ہوئی چنانچہ جب مسیحیت کا دور آیا تو رحم و محبت' عفو' درگذر اور بخشش کا ایک نیا تصور پیدا ہوا اب خدا کے متعلق یہودی تصور جس میں جباریت' اور رشک شوہر میں ڈوبی ہوئی غیرت اور سخت گیری تھی اب بدل چکا تھا بلکہ باپ کی محبت و شفقت کی مثالیں نمایاں ہونے لگیں اس مین شک نہیں کہ انسانی زندگی کے سارے رشتوں میں ماں اور باپ کا رشتہ سب سے بلند تر رشتہ ہے اس میں

Marfat.com
Marfat.com

شوہر کی طرح جذبوں اور خواہشوں کی خود غرضیوں کو دخل نہیں ہوتا ہے یہ جذبہ سراسر رحم و شفقت' پرورش و چارہ سازی ہوتی ہے۔ اولاد بار بار نافرمانی کرتی ہے مگر محبت پھر بھی روگردانی نہیں کرنے دیتی باپ ہر حالت میں شفقت پدری کے جذبہ میں سرشار ہی رہتا ہے خواہ اسے اولاد کی گردن پر چھری ہی کیوں نہ چلانی پڑے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال اس کی شاہد ہے پس اگر خدا کے تصور کے لئے انسانی رشتوں کی تمثیل سے کام لینے کی اگر ضرورت پڑے تو بلاشبہ شوہر کے مقابلہ میں باپ کی مثال زیادہ شائستہ اور ترقی پذیر مثال بن سکتی ہے غالباً" ہندوؤں کی میتھالوجی میں ماں کی تمثیل کو زیادہ اہمیت جو دی جاتی ہے وہ بھی اسی تصور کی پیداوار ہے اگرچہ باپ کے مقابلہ میں ماں کی تمثیل میں نسوانیت تو آ جاتی ہے لیکن اس تشبیہ میں محبت کا اثر زیادہ ہوتا ہے بہ نسبت باپ کی شفقت کے اور جب مسیحی تصور توحید کا امتزاج رومی عقائد اصنام پرستی سے ہوا تو اس میں تثلیث کا تصور اثر انداز ہوا اور ساتھ ہی کفارہ اور مسیحی پرستی نے عقیدہ کی صورت اختیار کی اور پھر یہ بھی عقیدہ رہتا ہے کہ دوسرے تو بت پرستی کے مرتکب ہوتے ہیں مگر مسیحی بت پرستی نہیں کرتے بلکہ مظاہر قدرت کے تصور کے لئے "میڈونا" کے قدیمی بت کو تیار کرایا اور اس کی گود میں یہ تصوراتی خدا کے فرزند کو بٹھا دیا پھر اسی کے آگے راسخ العقیدہ مسیحی کی جبین نیاز کا سجدہ کے لئے جھکنا عبادت بن گیا۔

نزول قرآن کے وقت یہ دو تصور خدا کے ذات کے متعلق یہودیوں میں جباریت اور مسیحیوں میں ترحم کے جذبات موجود تھے اسی طرح قدیم یونانی فلاسفروں میں سے سقراط کا تصور خدا پرستی بھی موجود تھا جو کہ اس وقت کے دوسرے اصنام پرستوں کی نسبت معقول تصور تھا چنانچہ افلاطون یوتی فرا (Euthyphra) کے مکالمہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ مذہبی احترام کی حقیقت کیا ہے؟ تو سقراط کہتا ہے کہ یہ ایک قسم کا مذہبی لین

Marfat.com
Marfat.com

دین کا معاملہ ہے یعنی پجاری دیوتاؤں سے وہ چیز طلب کرتا ہے جس کی اس کو خواہش ہوتی ہے اور دیوتاؤں کا کام یہ ہے کہ ان کی مطلوبہ خواہش پورے کریں گویا یہ ایک تجارتی کاروبار ہے اسی عقیدہ کے نتیجہ میں دیوتاؤں کا احترام نہ کرنے کی وجہ سے اس عظیم فلسفی کو زہر کا جام نوش کرنا پڑا اور پھر آخری بات جو اس فلسفی نے کہی تھی تو وہ یہی خیال تھا کہ ''وہ ایک کمتر دنیا سے ایک بہتر دنیا کی طرف جا رہا ہے''۔

سقراط نے تصور خدا پرستی جو قائم کیا تھا وہ ''اگاتھس'' یعنی ''الخیر'' کا تصور تھا وہ سراسر اچھائی اور حسن کا تصور ہے اور پھر اس سقراط کے تصور کو ارسطو (Aristotle) نے عقل اول اور عقل فعال کے نام سے ترویج دیا۔ اس تمام تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یونان کا تصور ''الخیر'' اور العقل دونوں ہی الوہیت کے تصورات ہیں مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم باقاعدہ کسی خاص صفت کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں جو اس کے اندر موجود ہے ہم تو اس تعبیر کے ذریعہ صرف یہ بات واضح کرنی چاہتے ہیں کہ وہ ذات ایک مقصد اور ایک منتہی ہے اس پر تمام سلسلے جا کر ختم ہو جاتے ہیں یہ گویا ان کے خیال میں ایک اصطلاح ہوئی جو ایک خاص غرض کے لئے کام لائی گئی ہے

قرآنی تصور

دین ابراہیمی کی تشریحات دین موسوی اور دین عیسوی میں جس طرح کی گئی ہیں ان کی اجمالی تصویر آپ نے دیکھ لی اب دین ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنے صحیح مقام اور تجاوزات سے پاک کرنے کے لئے دین اسلام کی تشریح قرآن کے تصور کے مطابق حضور اکرمؐ کے ذریعہ جو کچھ سامنے ہوتا ہے وہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ تصور یہودیت اور نصرانیت سے الگ تھلگ ایک امتیازی شان لئے ہوئے نمودار ہوتا ہے قرآن کے نزول سے پہلے فکر انسانی اس

Marfat.com
Marfat.com

درجہ بلند نہیں ہوا تھا کہ وہ تمثیل کا پردہ چاک کر کے صفات الٰہی کا مشاہدہ کر سکتا ہے اس لئے ہر تصور کی بنیاد تمام تر تمثیل اور تشبیہات پر ہی رکھنی پڑی جیسے کہ زبور اور تورات میں خدا کے لئے صفات کا تخیل موجود ہے اور صفات بھی وہ جو انسانی اوصاف اور جذبات کی عکاسی کرتی ہیں ور یہی تصور ٹھوکر کھانے کا باعث بنتا ہے جس کے نتیجہ میں شرک جیسا قبیح کردار سامنے آتا ہے مگر قرآنی تصور کو جب ہم دیکھتے ہیں تو بالکل نئی دنیا سامنے آتی ہے یہاں تمثیل اور تشبیہ کے تمام پردے اٹھ جاتے ہیں انسانی اوصاف و جذبات کی مشابہت مفقود ہو جاتی ہے ہر گوشہ میں مجاز کی جگہ حقیقت کا جلوہ نمایاں ہو جاتا ہے اور تجسم اور تنزیہ کا شائبہ تک باقی نہیں رہتا۔

تنزیہ کی صورت تو یہاں تک کمال کی بنتی ہے کہ قرآن کہتا ہے ترجمہ (اس کی مثل کوئی شے نہیں ٹھرا سکتے) ایک اور جگہ ارشاد ہے (۴۲:۱۱) ترجمہ (انسان کی نگاہیں اسے نہیں پاسکتیں لیکن وہ انسان کی نگاہوں کو دیکھ رہا ہے) (۶:۱۰۳) ترجمہ اللہ کی ذات یگانہ ہے بے نیاز ہے اسے کسی کی احتیاج نہیں نہ تو اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی ہستی اس کے درجے اور برابری کی ہوئی (۱۱۲:۱-۴) اب دیکھیں کہ قرآن اور تورات کے جو مقامات مشترک مقصد بیان کرتے ہیں ان کا غور سے مطالعہ کریں کہ تورات میں جہاں کہیں خدا کی براہ راست نمود کا ذکر ہے قرآن اس مقصد کو تجلی کے ذکر سے واضح کرتا ہے اور تورات میں جہاں یہ بیان ہوتا ہے کہ خدا متشکل ہو کر اترا تو قرآن اس کی تعبیر یہ کرتا ہے کہ خدا کا فرشتہ متشکل ہو کر نمودار ہوا۔

اسلامی عقیدہ کے مطابق تنزیہ سے مقصود یہ ہے کہ جہاں تک عقل بشری کی پہنچ ہے صفات الٰہی کو مخلوقات کی مشابہت سے پاک اور بلند رکھا جائے اور تعطل سے مراد یہ ہے کہ تنزیہ اور نفی کے تصور کو اس حد تک پہنچا دیا جائے کہ فکر انسانی کے لئے تصور کی کوئی جگہ باقی نہ

Marfat.com
Marfat.com

رہے اس کا خلاصہ یہ بنتا ہے کہ افراط اور تفریط دونوں سے قدم روکے رکھو یعنی فردا" فردا" تمام صفات افعال کا اثبات کرو مگر ساتھ ہی کسی مشابہت کی قطعی نفی بھی کرتے رہو۔ یہی درمیانی راستہ ہے جس کو قرآن پیش کرتا ہے

قرآن اپنے مطالب کو دو بنیادی قسموں میں بیان کرتا ہے ایک کو محکمات کی اصطلاح سے اور دوسری کو متشابہات کی اصطلاح سے ۔ محکمات تو وہ ہیں جو بالکل واضح اور صاف ظاہر ہیں جو ہر انسانی عقل میں آجاتی ہیں اور اس کی عملی زندگی کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں

دوسری قسم متشابہات کی ہے جن کی حقیقت انسانی عقل نہیں پا سکتی اس سلسلہ میں مزید جستجو اور تلاش و تحقیق کے لئے انسانی عقل مکلف نہیں ہے اب یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صفات الٰہی کے حقیقت متشابہات سے تعلق رکھتی ہے اب تمام خوبیوں والی صفات جس تک ذہن انسانی کی رسائی ہو سکتی ہے وہ تمام صفات الٰہی ہی ہیں اب یہ دیکھنا کہ وہ کیسی ہیں ان کی کمیت کیا ہے اور کیفیت کیا ہے یہ معلوم کرنا انسان کے ذہن سے باہر ہے نہ انسانی ذہن میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ اس کمیت اور کیفیت کو بیان کر سکے جس طرح خدا کی ذات بے مثل و بے مثال ہے اس طرح اس کی صفات بھی بے مثل اور بے مثال ہیں یہ ہے قرآنی تصور جس کو صراط مستقیم کہا گیا ہے اس کی تعلیم دینے کے لئے حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تھے۔

حضور اکرم ﷺ کو جب یہ فریضہ نبوت و رسالت کا سپرد کیا گیا تھا تو اس وقت خطہ عرب میں بڑے بڑے مذاہب کے نام پر اجارہ داری رکھنے والے تین گروہ تھے ۔ یہودی' عیسائی' مشرکین عرب اور حالت یہ تھی کہ یہ تینوں ذہنی طور پر حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی شخصیت کو یکساں طور پر عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے کیونکہ ان تینوں کے

Marfat.com
Marfat.com

مورث اعلیٰ وہی تھی ان کی شخصیت اور احترام سے کوئی بھی منکر نہ تھا۔

جب قرآن کا نزول ہوا تو ان تینوں گروہوں سے قرآن نے ایک سیدھا سوال کر دیا اور پوچھا کہ جس ابراہیم کو تم اپنا مورث اعلیٰ اور قابل احترام شخصیت سمجھتے ہو تو بتاؤ کہ وہ کس گروہ سے تعلق رکھتے تھے کیونکہ تمہارا خود ساختہ مذہبی عقیدہ تو یہ ہے کہ نجات حاصل کرنے کے لئے یا تو یہودی ہونا چاہئے یا بقول نصاریٰ اس کو نصرانی عقیدہ رکھنا چاہئے حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت نہ تو یہودیت کا وجود تھا اور نہ ہی نصرانیت کا تصور موجود تھا تو بتاؤ کہ ابراہیم کس گروہ میں سے تھی جب گروہ ہی نہ تھا تو کسی ایک گروہ میں شامل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حالانکہ وہ دین حق پر تھے یہ بات تم بھی تسلیم کرتے ہو اس لئے ان کی شخصیت کو محترم اور اپنا مورث اعلیٰ سمجھے ہو۔

قرآن کریم اس مسئلہ کو اس طرح واضح کرتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی نظریہ کے حامل تھے اور نہ ہی نصرانیت کے نظریہ کے پیروکار تھا بلکہ انہوں نے انسانیت کے لئے ایک عالمگیر قانون نجات کا تصور پیش کیا تھا یعنی خدا کے موحدانہ پرستش اور نیک عمل کی زندگی۔ یہ عالمگیر قانون نجات ہر قسم کی گروہ بندیوں سے پاک ہے نہ اس میں مشرکانہ رسومات کی ملاوٹ ہے اور نہ ہی کسی خاص گروہ کی اجارہ داری مقصود ہے اور قرآن کی یہ دعوت توحید جیسے نزول قرآن کے وقت موثر تھی اسی طرح آج بھی اس کی دعوت موجود ہے اور خصوصاً" ملت حنیفہ کہلانے والوں کو غور و فکر کے ضرورت ہے کہ ہم اپنے آپ کو مختلف فرقوں میں بانٹنے کی بجائے دین حنیف کے پیروکار ثابت کریں اور فروعی مسائل میں الجھ کر ملت کے اتحاد کو داؤ پر لگا دینا کہاں کی عقلمندی ہے کوئی اپنے آپ کو ایک فرقہ کا ٹھیکیدار بنا کر دوسرے کو اسلام سے خارج کرانے کی جدوجہد میں اپنی مذہبی طاقت کو خرچ کر رہا ہے یہی کردار تو نزول قران کے وقت یہودی اور نصرانی اور مشرکین مکہ ادا کر رہے تھے ہم غیر

Marfat.com
Marfat.com

شعوری طور پر اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہوئے ان اقوام کے کردار میں شریک ہو رہے ہیں ہمیں سوچنا چاہئے کہ حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق کہ جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت پیدا کر لی وہ اسی قوم میں سے ہو جاتا ہے (ترجمہ) اوکما قال۔ ہمارا ٹھکانہ کونسا رہ جائے گا۔

کیا بجائے اس کے ہم ایک دوسرے فرقہ کو اسلام سے خارج کرانے کے لئے جدوجہد کریں یہ بہتر نہیں کہ ہم ان اکابرین فرقہ کو دعوت دیں کہ آؤ ان مسائل پر اتفاق کر لیں جو ہمارے اور تمہارے عقائد میں مشترک ہیں اور اس حیثیت میں ہم ایک ہی امت محمدیہ کے پیروکار اپنے اپ کو عملاً" ثابت کر دیں۔

صراط مستقیم پر تبصرہ

ایک مسلمان خصوصاً" اور انسان عموماً" گھاٹے میں رہتا ہے جب تک کہ وہ اپنے عقائد اور اعمال کو درست نہ کرے جیسے کہ سورۃ عصر میں وضاحت کی گئی ہی یعنی گھاٹے اور خسارے سے بچنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ وہ ایمان باللہ (عقیدہ) اور عمل صالح اور اگر اعمال ادا کرنے میں کوئی رکاوٹ ہو تو اس پر صبر کا ہتھیار استعمال کرے۔

مسلمان کی نشانی اس کی عبادت کے طریقہ سے واضح ہوتی ہے جب وہ وضوء کر کے خدا کی حمد و ثنا بیان کرنے کے لئے اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر غیر خدا سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے یہ حمد بھی اس خدا کی نہیں کرتا جو نسلوں' قوموں اور مذہبی گروہ بندیوں کا خدا ہے بلکہ اس خدا کی جو رب العلمین ہے وہ تمام کائنات اور مخلوق کا پروردگار ہے (معاشی مسئلہ کا حل) اور اس نے تمام نوع انسانی کیلئے یکساں طور پر پروردگاری اور رحمت رکھی ہے اس کے بعد عبادت گزار اسے اس کی صفتوں کے ساتھ پکارنا چاہتا ہے لیکن اس کی تمام صفتوں میں

Marfat.com
Marfat.com

سے صرف صفت رحمت اور عدالت ہی کی صفتیں اسے یاد آتی ہیں گویا خدا کی ہستی کی نمود اسکے لئے سراسر رحمت و عدالت کی نمود ہے اور جو کچھ بھی اس کی نسبت جانتا ہے وہ رحمت و عدالت کے سوا کچھ نہیں ہے پھر وہ عبادت گزار بندہ سر نیاز جھکاتا ہے اور اس کی عبودیت کا اقرار کرتا ہے وہ کہتا ہے صرف تیری ہی ایک ذات ہے جس کے آگے بندگی و نیاز کا سر جھکانا پڑتا ہے اور صرف تو ہی ہے جو ہماری ساری درماندگیوں اور احتیاجوں میں مدگاری کا سہارہ ہے یہ عابد بندہ اپنی عبادت اور امداد و استعانت دونوں کو صرف ایک ہی ذات کے ساتھ وابستہ کر دیتا ہے اور اس طرح دنیا کی ساری قوتوں اور ہر طرح کی انسانی فرمانروائیوں سے بے پرواہ ہو جاتا ہے اب کسی اور کی چوکھٹ پر خواہ کوئی بھی ہو اس کا سر جھک نہیں سکتا اب کسی دوسری قوت سے وہ ہراساں اور خوف زدہ نہیں وہ سکتا اور نہ ہی کسی کے آگے اس کا دست سوال و طلب و دراز ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد یہ بندہ خدا سے سیدھی راہ چلنے کی توفیق طلب کرتا ہے وہی ایک دعا ہے جس سے زبان احتیاج آشنا ہوتی ہے لیکن کونسی سیدھی راہ (کیونکہ راستے بتانے والے بہت ہیں) کسی خاص نسل کی سیدھی راہ یا کسی خاص قوم کی سیدھی راہ کسی خاص مذہبی علاقہ کی سیدھی راہ نہیں وہ راہ نہیں بلکہ وہ راہ جو دنیا کے تمام کے تمام مذہبی راہنماؤں اور تمام راست باز انسانوں کی متفقہ راہ ہے خواہ کسی عہد اور کسی قوم میں ہوئے ہوں اسی طرح وہ محرومی اور گمراہی کے راہوں سے پناہ مانگتا ہے لیکن یہاں بھی کسی خاص نسل و قوم یا کسی خاص مذہبی گروہ کا ذکر نہیں کرتا بلکہ ان راہوں سے بچنا چاہتا ہے جو دنیا کے تمام محروم اور گمراہ انسانوں کی راہیں رہ چکی ہیں گویا جس بات کا طلب گار ہے وہ بھی نوع انسانی کی عالمگیر اچھائی ہے اور جس سے پناہ مانگتا ہے وہ بھی نوع انسانی کی عالمگیر برائی ہے نسل ، قوم ، ملک یا مذہبی گروہ بندی کے تفرقہ اور امتیاز کی کوئی پرچھائیں اس کے دل و دماغ پر نظر نہیں آتیں۔

Marfat.com
Marfat.com

ب غور کرو۔ مذہبی تصور کی یہ نوعیت انسان کے ذہن و عواطف کے لئے کس طرح کا سانچا (فارمولا) مہیا کرتی ہے جس انسان کا دل و دماغ ایسے سانچے میں ڈھل کر نکلے گا وہ کس قسم کا انسان ہو گا کم از کم دو باتوں سے تم انکار نہیں کر سکتے ایک یہ کہ خدا پرستی عالمگیر رحمت و جمال کے تصور کی خدا پرستی ہو گی دوسری یہ کہ کسی معنی میں بھی نسل و قوم یا گروہ بندیوں کا انسان نہیں ہو گا۔

عالمگیر انسانیت کا انسان ہو گا اور دعوت قرآنی کی اصلی روح یہی ہے نماز ادا کرنے والا بندہ جب پہلی رکعت سے فارغ ہو جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے کہ مجھے اپنے دربار میں کھڑے ہونے کی اجازت دی ہے تو پھر ایک بار الحمد للہ کہہ کر اظہار مدعا کرتا ہے۔

جب دو رکعت پڑھ کر فارغ ہونے کی تیاری کرتا ہے تو التحیات پر بیٹھتا ہے اور دربار خداوندی سے واپسی پر اظہار تشکر کے لئے دعا پڑھتا ہے اور ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ پر درود اور پاکیزگی کا تحفہ بھی بھیجتا ہے اور ساتھ ہی آخر میں اپنے لئے اور عمل صالح کرنے والے افراد کو بھی سلامتی کی دعا میں شریک کرتا ہے تو اس دوران میں شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تو نماز شروع کرتے ہی ہاتھ اٹھا کر غیر اللہ سے بیزاری کا اظہار کر چکا تھا اور اب نماز کے ختم کرنے پر اپنے آپ کو رسول کو اور عمل صالح کرنے والے افراد کو بھی اپنی دعاؤں اور عبادت میں شریک کر کے شرک کا ارتکاب تو نہیں کر گیا اور اسی وجہ سے شیطان جو کہ اس کے ساتھ وسوسے پیدا کرتا ہے خوش ہو جاتا ہے کہ ایک مقصد تو پورا ہو گیا کہ یہ نمازی شخص اپنی نماز میں غیر اللہ کو بھی شریک کر گیا تو اسی خیال کی تردید کرنے کی غرض سے نمازی یہ بات ظاہر کرتا ہے اور آخر میں گواہی دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہی ہے دوسرا کوئی اللہ نہیں (شیطان غالباً" بہرہ ہوتا ہے) اسی لئے نمازی اشہد ان لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے ساتھ شہادت کی انگلی اٹھا کر اسے بتاتا ہے کہ اللہ ایک ہی ہے دو نہیں ہیں۔ تو شیطان

Marfat.com
Marfat.com

اپنے سر کو پیٹتا ہوا ناکام ہو کر بھاگتا ہے کہ یہ شخص تو شرک سے بچ گیا اور میری کوششیں رائیگاں گئیں۔ کلمہ شہادت ادا کرنے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ پر درود بھیجتا ہے کہ اسی ذات کے طفیل اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے دربار میں حاضر ہونے کی سعادت بخشی ہے یعنی حضور اکرم ﷺ کے ذریعے ویزا (اجازت نامہ) ملا ہے۔

اسی لئے حضور اکرم ﷺ نماز کو مومن کی معراج قرار دیتے ہیں یعنی جس طرح براہ راست اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شرف ایک عبد بن کر خالق سے شب معراج میں حاصل کیا۔ اسی طرح اس کی امت کو اللہ تعالیٰ سے براہ راست ملاقات کا طریقہ بتا دیا گیا ہے کہ ایک خاص وقت میں پوری تیاری کر کے اس کے دربار میں اسی کا نام لے کر اور ساتھ ہی کانوں تک ہاتھ اٹھا کر ماسوائے اللہ سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے نماز شروع کرو پھر دوران نماز ایسی یک سوئی اختیار کرو کہ جیسے تم اپنے اللہ کو دیکھ رہے ہو اور کسی طرف توجہ نہ ہو۔ اگر ایسی کیفیت حاصل نہ ہو تو پھر ایسی کیفیت اپنے اوپر طاری کرو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا پوری بندگی کا حق ادا کرو۔ یہ ایک صورت ملاقات کی اپنے اللہ سے رسول اکرم ﷺ نے بتا دی ہے اور اسی کو معراج المؤمنین کہا گیا ہے۔

ایک عبادت گزار شخص جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی کا رخ سامنے کرتا ہے اور کانوں یا کندھوں تک ہاتھ اٹھاتا ہے۔ اس کا فلسفہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے ہاتھ کی انگلیوں کو کھولنے سے لفظ ''اللہ'' کی تصویر بنتی ہے اور یہ تصویر بھی دراصل انسان کے دل کے اندر کے خانوں کی طرح بنتی ہے۔ انسانی دل کو اگر چیرا جائے تو اس کے اندر اسی طرح خانے ہوتے ہیں جن کو عرف عام میں دل کے کانوں سے تعبیر کیا جاتا ہے، دل کو کھول کر جب پھیلایا جائے تو لفظ ''اللہ'' کی خوبصورت تصویر اور عکس بن جاتا ہے یعنی یہ ہر انسان کے دل پر اللہ تعالیٰ نے اپنا ''آٹوگراف'' دیا ہے اسی لیے ذہنی طور پر ہر انسان غیر مرئی طاقت کا اقراری ہوتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

برصغیر پاک و ہند میں نظریاتی سیاست کا ارتقاء

یہ خطہ جو براعظم ایشیاء میں واقع ہے اس کو ہندوستان کہا جاتا تھا قدرت کے بے شمار انعامات سے مالامال ہونے کیوجہ سے سونے کا انڈا دینے والی چڑیا کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔

پہاڑ' جنگلات 'سرسبز کھیت' دریا اور دیگر ہر قسم کے معدنیات کے خزانے وافر مقدار میں سمیٹے ہونے کیوجہ سے دنیا کا دوسرا کوئی خطہ اس جیسے صفات کا حامل نہ تھا۔

انہی خوبیوں کیوجہ سے اقوام عالم کی نظریں ہمیشہ اس کی طرف لگی رہتی تھیں۔

ابتداء" آریاؤں نے لالچ میں شمال کی طرف سے اس پر یلغار کی اور اس کا استحصال کرنے کیلئے استحصالی سیاست سے کام لیا پرانے باسیوں کو مختلف فرقوں اور ذاتوں میں تقسیم کر کے کام چلایا ان کے ظلم و ستم سے کراہتے ہوئے عوام کو نجات دلانے کیلئے شمال کی طرف سے وقتا" فوقتا" دوسرے حملہ آوروں کو بھی موقع ملتا رہا۔ مگر اکثر نے استحصالی سیاست سے کام نکالا۔ انہی مصیبت زدہ ہندوستانی عوام کی نجات دلانے کے مقصد سے شمال کی طرف سے مغلیہ خاندان کے ایک فرزند بابر نے بھی دست تعاون بڑھایا مگر اس کا نقطہ نظر اور تھا اپنے سابقہ پیش رووں کے خلاف اس نے عوام میں مقبولیت حاصل کرنے کے لئے نظریاتی سیاست کو اہمیت دی۔

استحصالی سیاست میں ہمیشہ دوسرے کا استحصال اور اپنے مفاد کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ جبکہ نظریاتی سیاست میں عوام کے مفاد کو اولیت دی جاتی ہے اسی لئے سیاست کو مشاہیر کے نقطہ نظر سے تدبیر منزل کہا جاتاہے۔ چونکہ قدرت نے ہر مخلوق میں اسکی صلاحیت کو ودیعت کر رکھا ہے۔ اسی صلاحیت کو دوسرے کے فائدہ کے لئے تدبیر کرنے کو سیاست کہا جاتا ہے اور

Marfat.com
Marfat.com

یہ طریقہ صرف نظریاتی سیاست میں ہی کامیاب رہتا ہے۔ استحصالی سیاست انجام کار ناکام ثابت ہوتی ہے ۔مغلیہ سلطنت نے ہمیشہ نظریاتی سیاست سے کام لیکر ہزار سال تک عوام کے دلوں پر حکومت کرنے کا گر اپنایا۔ اقتدار سنبھالنے کے لئے ہندوستان کی پس ماندہ اور پسے ہوئے اقوام اور اعلیٰ خاندانوں سے رشتے استوار کئے ان مظلوم لوگوں میں احساس کمتری کو ختم کرنے کے لئے حکمران خاندانوں میں انکی بیٹیاں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتی رہیں اور ان کے بیٹے اقتدار کے اعلیٰ مدارج طے کرنے کیلئے ہزاری' پانچ ہزاری اور پچاس ہزاری جیسے مشاہروں پر رہتے ہوئے مغلیہ حکمرانوں کے اقتدار کو استحکام کا ذریعہ بنتے گئے۔ مغلیہ اقتدار کے بعد جنوب سے یورپ نے اس سونے کی چڑیا کو حاصل کرنے کے لئے مختلف تدابیر اختیار کئے چنانچہ سب سے پہلے تجارت کو آلہ کار بناتے ہوئے ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام پر لوگوں کو ترغیب دینا شروع کیا چونکہ تجارت کے ذریعہ براہ راست عوام تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے انگریزوں نے اقتدار پر قبضہ کرنے کے لئے استحصالی سیاست کے ایک نئے روپ یعنی تجارت کی صورت میں پھیلنا شروع کیا اور مغلیہ اقتدار اپنوں اور غیروں کی ریشہ دوانیوں کے نتیجے میں زوال پذیر ہوا اور انگریز اپنی لارڈ کلائیو کی تعلیمی سیاست کو رو بہ عمل لاکر اقتدار پر قابض ہوا۔ اور پھر انگریز کی تعلیمی سیاست ہی اسکی تباہی کا باعث بنی اور سونے کی چڑیا اس کے ہاتھوں سے اڑ گئی ۔اگرچہ اپنی ذہنی تربیت یافتہ ایک نسل کے ذریعہ رابطہ قائم رکھا اب کئی دہائیوں کے بعد امریکہ نے کروٹ بدلی اور دنیا پر اقتدار حاصل کرنے کے لئے ڈالر کی سیاست کو اپنایا۔ چونکہ سرمایہ داری نظام بھی استحصالی سیاست کا ایک حصہ ہوتا ہے اس سلسلہ میں یہودی نسل اپنی مثال آپ کی حیثیت رکھتی ہے دوسری اقوام کا بخوبی استحصال کرنے کیلئے مختلف حربے استعمال کرتے ہوئے آہستہ آہستہ پاؤں پھیلاتے رہےانکی ہتھکنڈوں سے بچنے کے لئے کیمونزم کی سیاست منصہ شہود پر نمودار ہوئی۔ چونکہ دونوں

Marfat.com
Marfat.com

بنیاد پرستی کے خلاف محاذ آرائی

بنیادی پرستی کی اصطلاح مسلمانوں کو بدنام کرنے کی خاطر اختیار کی گئی ہے حلانکہ یہ اصطلاح سب سے پہلے عیسائیت کی ایجاد ہے۔ عیسائی پادری پرفیکٹس جو اندلس کے رہنے والوں میں وہ پہلا بنیاد پرست تھا۔ تاریخ انسانی میں عیسائی مورخین بتاتے ہیں، ایک مسلمان نوجوان نے پادری سے ان کے مذہبی عقیدہ تثلیث کے بارے میں سوال پوچھا تو پادری نے ردعمل میں شان رسالت میں گستاخی کی تو مسلمان اس پادری کو پکڑ کر قاضی اندلس کے پاس لے گئے۔ قاضی نے مسلسل تین دن تک ایک سوال وجواب کے ذریعہ اس سے اپنی مجبوری کا اقرار کراتا تھا، مگر پادری قاضی کی نرمی کے پیش نظر جذبات میں پھر شان رسالت ﷺ میں گستاخی کر بیٹھا تو عدالت نے اس کو سزائے موت دینے کا فیصلہ کر دیا۔ اس طرح عیسائی اقلیت کو ایک ''شہید'' مل گیا۔ یہ واقعہ ۸۵۰ء کے موسم بہار میں پیش آیا تھا اور پھر اس پادری کو عیسائی برادری نے اپنا پہلا بنیاد پرست قرار دیا۔ اس طرح یہ بنیاد پرستی کے اصطلاح رواج پاگئی۔ کمیونزم کے استحصالی نظام کے خوف سے امریکہ جس کا نصب العین یہودی نظریہ سرمایہ دارنہ استحصال ہے جب مطمئن ہوا تو اس کے ریسرچ اسکالروں نے غور وفکر کے بعد حکمرانوں کو اس نظریاتی سیاست جس کی وجہ سے روس جیسی سپر طاقت کو شکست کی ذلت سے دوچار ہونا پڑا اسے بچنے کی تدابیر اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ کیونکہ نظریہ ایک ایسی غیر مرئی طاقت ہے جس پر نہ تو کوئی ایٹم اثر انداز ہوسکتا ہے اور نہ ہی افرادی طاقت کے زور پر اس کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ امریکہ اپنے آپ کو آلات حرب کی وجہ سے خود کفیل بن کر موجودہ دور میں سپر طاقت کے گھمنڈ میں مبتلا ہو چکا تھا اب اسی میزائل کے خوف میں اقوام عالم کو بھی مبتلا کر رہا ہے۔ دراصل امریکہ کے عوام اور حکمران خود اس نظریاتی سیاست سے خوف زدہ ہو چکے تھے۔ اب ان کے پاس نظریاتی سیاست تو موجود نہیں صرف مادی وسائل میں ہی خود کفیل ہیں۔

پاکستان کے بنیادی اصولوں کی طرف علامہ اقبال نے توجہ دلائی پھر انہی بنیادوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قائداعظم نے پاکستان کے قیام کے سلسلہ میں ابتداء ہی

Marfat.com
Marfat.com

ے تین اصول وضع کر دیئے تھے (۳) یقین (۲) اتحاد (۱) تنظیم ۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے اگر ان بنیادوں پر جدوجہد نہ کی ہوتی تو آج تاریخ میں "پاکستان" نام کی کسی چیز کا وجود نہ ہوتا۔

پھر یہ تین بنیادیں خود ساختہ نہیں تھیں بلکہ اس کے ارد گرد پورے اسلام کے اصول اور بنیادیں عقیدہ اور عمل کا حصار موجود ہے۔ مسلمانوں کے اس عقیدہ اور عمل کو ختم کرنے والوں میں سے روس، برطانیہ نے جو جال غلامی کا بچھا ہوا تھا اس میں خصوصاً" مسلمان ایسے جکڑے ہوئے تھے جن سے انفرادی طور پر کوئی مسلمان ملک بھی نکلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ جدید دور کے عظیم مفکرین میں علامہ سید جمال الدین افغانی" اپنے وطن مالوف کو محض اس خیال سے چھوڑنے پر آمادہ ہوئے تھے کہ کسی طور سے غلام مسلمان ملکوں مثلاً" ترکی ایران، مصر کو یہ احساس دلا سکوں کہ سامراجی ممالک کی غلامی کے طوق سے چھٹکارے کی بغیر اتحاد کے کوئی اور صورت نظر نہیں آتی مگر یہودی سامراج نے ان کی اس کوشش کو ختم کرانے کے لئے اس مرد مجاہد کو زہر کھلا کر راستہ سے ہٹایا۔ جنگ عظیم دوم نے جب یورپ کی سامراجی طاقتوں کو مضمحل کر دیا تو اس کے نتیجہ میں دوسرے ممالک کے علاوہ اسلامی حکومتوں نے بھی آزادی کے لئے جدوجہد تیز کر دی۔ اسی جنگ کے بعد برطانیہ نے بھی ہندوستانی عوام کو آزادی (کنٹرولڈ) دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ ۱۹۴۷ء میں برطانوی سامراج نے اپنی اقتصادی بدحالی جو کہ جنگ کی وجہ سے مسلط ہو چکی تھی سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہندوستان کی آزادی کا اعلان کیا جس کے نتیجے میں پاکستان جو کہ بنیادی طور پر نظریاتی (دو قومی نظریہ) تصور تھا کا وجود عمل میں آیا۔ مگر اس کے نظریات کو ختم کرانے کے لئے بھارت (ہندو ریاست) کو سامراج ہر قسم کی امداد مہیا کرتا رہا جن میں سے کشمیر کا مسئلہ سر فہرست ہے۔ اسی طرح انڈونیشیا جو کہ ایک نظریاتی ریاست تھی اپنے نظریات سے بے بہرہ کرنے کی

Marfat.com
Marfat.com

خاطر اس پر بالینڈ کو مسلط کیا' فلسطین کے مسلمانوں کے نظریات پر قدغن لگانے کے لئے اسرائیل جو کہ یہودی ناسور ہے کو مسلط کر دیا اسی بنیاد پرستی کے سلسلہ میں مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور پھر صدر ایوب خان نے اپنی کوششیں جاری رکھیں ان کا نقطہ نظر بھی یہی رہا کہ پاکستان سے مصر تک اسلامی ممالک متحد ہو کر اپنے نظریات کے مطابق زندگی بسر کریں مگر ان کی کوششوں کو سامراجی ذہنیت نے پنپنے نہ دیا ایک غیر قانونی طور پر بین الاقوامی سرحد کو عبور کرنے پر بھارت کو اکسایا اور انجام کار صدر ایوب کو حکومت سے دست بردار ہونا پڑا۔ اس کام کے لئے انہی کا دست راست آلہ کار بنا۔ وزیر اعظم بھٹو نے بھی اپنے طور پر اس اتحاد کو استحکام دینے کی خاطر ہی اسلامی ممالک کو لاہور کے عظیم شہر میں اکٹھا کیا اس تمام کاروائی کو مرحوم شاہ فیصل کی مکمل سرپرستی حاصل تھی مگر یہودی ذہنیت نے اپنے پٹھوؤں کے ذریعہ اس اتحاد میں بھارت کو شمولیت کا موقع فراہم کر کے صرف اسلامی ممالک کو ایک زنجیر میں منسلک کرنے کے خواب کو بکھیر کر کے رکھ دیا اس طریقہ واردات میں مصری وفد نے بنیادی کردار ادا کیا اور پھر اس اتحاد کو انجام تک پہنچانے والی شخصیت شاہ فیصل مرحوم کو طاغوتی طاقتوں نے راستہ سے ہٹانے کے لئے شہید کرا دیا۔ گویا بنیاد پرستی کے سلسلہ میں یہ دوسری شہادت تھی جبکہ اس سے پہلے علامہ سید جمال الدین افغانی کو شہید کر دیا گیا تھا۔ ان طاغوتی طاقتوں کا نقطہ نظر ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ کسی اسلامی ملک میں خود اعتمادی کے اثرات اگر ظاہر ہوتے رہتے ہوں تو ان کو ہر حالت میں کسی ایسی مصیبت سے دوچار کر دو کہ وہ دوبارہ بنیاد پرستی کے تصور کا نام بھی نہ لیں۔ اسی نقطہ نظر کے مطابق عراق' ایران کی کشمکش اور پھر اس کے بعد خلیج کا ہنگامہ جس کے ذریعہ عربوں کے تیل کے ہتھیار کو اپنے قبضہ میں کرنا تھا۔ اس ہنگامہ کو برپا کرنے میں یورپ کے تقریباً" گیارہ اتحادی طاقتیں متحد ہو کر اس حقیقت کا ثبوت فراہم کر دیا کہ (الکفر ملت واحدہ)۔ اس جنگ میں تمام طاغوتی طاقتیں صدام کو تباہ

Marfat.com
Marfat.com

کرنے پر تلی ہوئی تھیں اور پھر ان ہی کی سازشوں کا شکار ہو کر کویت میں صدام داخل ہوا۔

تیل کے تباہ کن ہتھیار سے نجات حاصل کرنے کے بعد جدید ترقی پذیر ممالک میں سوائے پاکستان کے اور کوئی ایسا ملک نہ تھا جو امریکہ کی طاغوتی طاقت پر اثر انداز ہو سکتا تھا چنانچہ اس رکاوٹ پر عبور حاصل کرنے کے لئے بغیر کسی جنگ و جدل برپا کئے پاکستان میں خلفشار پیدا کرایا گیا۔ ایک مستحکم جمہوری حکومت کو اپنے آلہ کار اور ہمنوا سازشیوں کے ذریعہ تار پیڈو کرا دیا۔ اور پھر حالات ایسے پیدا کئے گئے کہ کسی غیر ملکی کو اس مملکت خداداد پاکستان کے عوام پر مسلط کر دیا جائے۔ مگر بین الاقوامی رد عمل سے بچنے کی خاطر ایک پاکستانی کو جو تمام زندگی امریکہ کی کاسہ لیسی میں گذار چکا تھا امریکہ سے در آمد کرا دیا اور کسی خفیہ ہاتھ کی طاقت کے ذریعہ دونوں سیاسی حریف جماعتوں کو اس بات پر آمادہ کرایا کہ ہمیں یہ صاحب منظور ہے اور ساتھ ساتھ عوام میں بنیاد پرستی کی تکذیب کے انتظام کرا دیئے۔ ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ اس پروپیگنڈہ سے غیر مسلم مقتدر طبقہ تو مضطرب تھا ہی مگر اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرنے والے بعض مسلمان حکمران بھی اس استعماری حربہ کا شکار ہو کر ان استعماری یہودی نظریات کی حامل طاقتوں کے ہمنوا ہو کر اسلامی ممالک میں راسخ العقیدہ مسلمانوں کو کچلنے کے در پے ہو گئے ہیں مثلاً" الجزائر' مصر' پاکستان وغیرہ وغیرہ۔ در اصل بنیاد پرستی کا مسئلہ خود مغرب کے یہودی مفکرین کی ذہنی ایجاد ہے جیسے کہ ایک امریکی پروفیسر "ولیم بیکر" نے پی ٹی وی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا اس ناانصافی' عدم مساوات پر مبنی دوغلی مغربی سیاست کو اسلام سے شدید خطرہ ہے اس لئے وہ پوری دنیا کو عموماً" اور اہل مغرب کو خصوصاً ڈرانے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کی ایک سازش کر رہے ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ قبل امریکہ کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں بم کے دھماکہ کو مسلمانوں کے خلاف ایک حربہ کے طور پر استعمال کرایا گیا اور اس کا الزام مصر کے ایک نابینا "رکن تنظیم جہاد کے" شیخ عمر عبدالرحمان

Marfat.com
Marfat.com

کو ملوث کر کے گرفتار کر لیا گیا۔ حالانکہ امریکی محققین خود اعتراف کرتے ہیں کہ یہ واقعہ کسی معمولی تنظیم کا نہیں بلکہ کسی بہت بڑی حکومت کا کردار معلوم ہوتا ہے۔ بنیاد پرستی کا شوشہ در اصل صیہونی طاقتوں کا نیا حربہ ہے جو کہ اسلام کے خلاف اپنے تعصب اور دشمنی کے لئے استعمال کرانا شروع کیا ہے اور اس کے لئے آلہ کار یورپ کے عیسائیوں (صلیبی طاقتوں) کو بنایا۔ اور پھر مسلمانوں کے بعض مفکر بھی اس نقطہ نظر کے شکار ہو کر صلیبی اقوام کو اپنا بنیادی دشمن سمجھ کر محاذ آرائی کئے ہوئے ہیں اور یہ اصل مقصد صیہونی طاقتوں کا ہے کہ یہ دونوں طاقتیں آپس میں محاذ آرائی پر اتر آئیں اور ہم لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی پر عمل در آمد کرتے ہوئے تماشہ دیکھیں۔

یہودیوں کے سب سے پہلے دشمن عیسائی ہی تھے کیونکہ یہودیوں نے جب ظلم اور شقاوت سے مخلوق خدا پر دنیا تنگ کر دی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو گمراہی سے بچانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت فرمائی۔ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے شفقت' رحمت' عفو' درگزر کی تعلیمات پیش کیں جو کہ یہودیوں کی سرشت کے خلاف تھیں۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ خدا کی پسندیدہ مخلوق اگر کوئی ہے تو وہ صرف یہودی ہی ہیں اور اپنے ہی عقیدہ کے پیروکاروں کو سچا سمجھتے ہر قسم کی نعمتوں کے حقدار انہی کو قرار دیتے۔ دوسرے کسی نظریہ کو سچا نہیں سمجھتے تھے۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام انہی کی قومیت اور قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے حضرت مریم انہیں کے خاندان کی شخصیت تھیں مگر اپنی فطرتی بد دیانتی اور تعصب کی وجہ سے انہی کے بیٹے عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف ہو گئے اور ان کی ہر ہدایت اور تعلیم کے خلاف سازشیں کرتے رہے اور جو شخص بھی ان کی تعلیمات پر ایمان لاتا اس کے بھی دشمن ہو جاتے۔ تو اس طرح پہلی محاذ آرائی عیسائیوں کے خلاف یہود نے ہی اپنائی۔

اور جب حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تو ان کی تعلیمات میں یہ بنیادی عقیدہ شامل

Marfat.com
Marfat.com

تھا کہ عیسیٰ علیہ والصلوۃ والسلام اور ان سے پہلے جتنے رسول اور نبی ہدایت کے لئے مبعوث کئے گئے تھے ان سب کی تعلیمات اور ان کے منشور پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اور یہ بات یہودیوں کے لئے مشکل تھی کہ ہمارے عقیدہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ دوسروں کی نبوت اور رسالت کا انکار کر دو۔ اور یہ نبی تو سب کو سچا اور راست باز سمجھتا ہے اور اسی کی دعوت دیتا ہے۔ لہٰذا اس کی بھی مخالفت کی جائے۔ اس طرح یہودی بنیادی طور پر مسلمانوں کے بھی مخالف ہو گئے۔ اب مسلمان عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اپنے عقیدہ میں سچا جانتے ہیں۔ اس لئے صیہونی طاقتوں نے یہ نظریہ اپنایا کہ ان دونوں (عیسائی اور مسلمانوں) کو آپس میں لڑاؤ اور حکومت کرو۔

مدینہ کے ابتدائی ایام میں عبد اللہ بن ابی جو کہ اپنی حکومت بنانے کا امیدوار تھا۔ حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کی وجہ سے اس کی حکمرانی کا مقصد پورا نہ ہو سکا تو مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے لگا۔ مگر اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ یہی سازشیں جعلی نبوت کے امیدوار مسیلمہ کذاب کی صورت میں ظاہر ہوتی ہوئی حضور اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد یمن میں عبداللہ بن سباء کی شکل میں نمودار ہوئیں اور اسلامی طاقتوں کے در پے آزار ہونے لگیں اور جب اسلام ایران کی مجوسی اقوام پر قابض ہوا تو یہودیوں کو اپنے ساتھ سازشوں میں ایک دوسری طاقت (مجوسی) کی ہمدردی بھی شامل ہو گئی۔ پھر ان دونوں طاقتوں نے اسلام کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر دیا۔ اب مسلمانوں کو مجبور کرتے رہے کہ تم اپنے بنیادی عقیدہ (کہ سب رسول اور نبی اللہ کے سچے پیغمبر ہیں) چھوڑ دو تو ہم تمہارے ساتھ ہیں ورنہ ہر موقعہ پر محاذ آرائی جاری رہے گی۔

پھر اسی محاذ آرائی کے نتیجہ میں یورپی اقوام نے ان یہودیوں کی سازشوں کا شکار ہو کر مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگوں کی بنیاد ڈالی۔ یہودی اپنے عقیدہ کے مطابق ان دونوں

Marfat.com
Marfat.com

مخالف طاقتوں کے آپس میں ٹکراؤ سے مطمئن تھے بلکہ صلیبی اقوام کو ہر موقعہ پر اپنے اعتماد کا یقین دلاتے رہے کہ ہم تمہارے ہمدرد ہیں اور اسی ہمدردی کے عوض یورپ نے مسلمان عربوں کے مرکز فلسطین میں باقاعدہ یہودیوں کی آبادکاری شروع کرا دی اور آج تک اس اسرائیلی مملکت کی امداد میں پیش پیش ہیں۔ آج جب یہ اشتراکی نظام جس کی بنیاد بھی یہودیوں نے ڈالی تھی اور یہ بھی در اصل عیسائیوں کے خلاف در پردہ یورپ کی سرمایہ داری کے خلاف ایک محاذ قائم کر دیا گیا تھا' تباہ اور نیست و نابود کر دیا گیا ہے تو روسی اشتراکی نظام کی تباہی کے نتیجہ میں روسی نظام کی محکوم مسلمانوں کی ریاستیں آزاد ہونا شروع ہوئیں تو یورپی اقوام اور خصوصاً" اسرائیلی ریاست کو اپنا انجام تباہی کی صورت میں نظر آ رہا ہے تو ان کے مفکرین نے اسلام کی بنیادوں پر حملہ آور ہونا شروع کیا۔

اقوام عالم میں مسلمانوں کو دہشت گرد اور بنیاد پرست ثابت کرنے کی سازش شروع کر دی۔ مقصد ان کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان متحدہ طاقت کی صورت اختیار نہ کر سکیں۔ مسلمانوں کے اتحاد کا ایک ہی ذریعہ ہے وہ یہ کہ یہ بنیادی طور پر ایک ہی عقیدہ کے حامل ہوتے ہیں اسی عقیدہ پر زد آنی چاہئے اور وہ اس طرح کہ بنیاد پرستی کا الزام عائد کیا جائے ان کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنا عقیدہ تو رکھیں مگر عملاً" اس عقیدہ کو روبہ عمل نہ لائیں حالانکہ اسلام عقیدہ اور عمل دونوں کے لئے مسلمانوں کو تیار کرتا ہے جیسے کہ قرآن کا فیصلہ ہے کہ انسان خسارہ میں رہتا ہے جب تک وہ ایمان نہ لائے اور ساتھ ہی عمل صالح نہ ادا کرے۔

مگر صیہونی طاقتوں کے آلہ کار اور آج کل کے یورپ کا نمائندہ لیڈر امریکہ اس بات پر مصر ہے کہ مسلمانوں کو دہشت گرد اور بنیاد پرست ثابت کرنا ضروری ہے۔ اس پروپیگنڈہ کے اصل کردار صلیبی اقوام نہیں بلکہ اسرائیلی یہودی ہیں۔ جن کے آلہ کار آج سرب کے عیسائی بوسینا کے مسلمانوں کی تباہی کے درپے ہیں۔ اسی طرح اریٹریا اور فلپائن میں مسلمانوں

Marfat.com
Marfat.com

کی نسل کشی میں عیسائی آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ اسرائیلی وزیر اعظم اضحاک رابن کے ہی مشورہ پر مصر میں بنیاد پرستوں کے خلاف مصری حکام آلہ کار بنے ہوئے ہیں اور دوسری مسلمانوں کی برائے نام حکومتوں میں بھی ان صیہونی طاقتوں نے امریکہ نواز حکمرانوں کو ڈالروں کی لالچ کے ذریعہ اسلام کے بنیادی عقیدہ سے مسلمانوں کو بدظن کرنے کی کوششوں میں مصروف کر دیا ہے جیسے کہ مشرق وسطی میں کسی خفیہ ہاتھوں کے ذریعہ مسلمانوں کو اسرائیل کے خلاف ہتھیار پھینکنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ اور آج مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی اور بنیاد پرستی کے الزامات عائد کر کے بنیاد پرستوں کے خلاف ایک خفیہ آتش فشاں لاوا تیار کرانے کے لئے مڈل ایسٹ میں اسرائیلی صیہونی طاقتوں سے صلح پر پی ایل او کو مجبور کر دیا گیا۔ چند سال پہلے مسئلہ افغانستان پر جنیوا کانفرنس کے نام پر روس کی ذلت آمیز شکست کے داغوں کو مٹانے کی خاطر حریت پسندوں کی حمایت سے پاکستان کے حکمرانوں کو پابند کیا گیا کہ کسی قسم کی امداد ان بے دست و پاء حریت پسند پٹھانوں کو نہ دی جائے اور پھر جب روسی افواج پسپائی اختیار کر کے افغانستان سے نکل کھڑی ہوئیں تو حریت پسندوں کو اقتدار کے نام پر آپس میں خون خرابہ کرنے پر مجبور کرایا گیا۔ اس تمام ڈرامہ میں صیہونی خفیہ ہاتھ تھا جو کہ آج بھی دنیا بھر کے مسلمانوں کے خون سے رنگین نظر آ رہا ہے۔

اور یہ بھی کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ صیہونی طاقتیں مسلمانوں کو عیسائی طاقتوں کے خلاف محاذ آرائی کے لئے صلیبی جنگوں کا حوالہ دے کر ان دونوں کو آپس میں لڑا کر خود الگ بیٹھ کر تماشہ دیکھ رہی ہیں مسلمان اپنے اصلی دشمن "اسرائیل" کے خلاف اپنی طاقتوں کو جمع کر کے استعمال کرنے کی سوچیں، یورپ میں مسلمانوں کے لئے فضاء ہموار ہو رہی ہے آج یورپ کے ہر خطہ میں اسلام کے بنیادی نظریات پر غور ہو رہا ہے مسلمانوں اور عیسائیوں میں پر امن فضاء موجود ہے اسی فضاء کو ... خاطر صلیبی جنگوں کی یاد دلا کر باہم مناقشت

Marfat.com
Marfat.com

پیدا کر کے مسلمانوں کی یکسوئی جو کہ اسرائیل کے خلاف پیدا ہو رہی ہے ختم کرانا صیہونی طاقتوں کا مشن ہے۔ چونکہ مسلمانوں میں باہم اتحاد پیدا کرنے کا فارمولا اور طریقہ کار ادا کرنے میں مملکت پاکستان کا فریضہ بنتا ہے اس لئے سب سے پہلے اس کے عوام کو جو کہ بنیادی طور پر بنیاد پرست مسلمان ہیں باہم خلفشار میں مبتلا کرنے پر آمادہ ہیں اور جمہوریت کے نام پر باہم صوبہ جاتی' لسانی اور نظریاتی جھگڑوں میں پھنسا دیئے گئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستانی عوام جمہوریت کے نام پر باہم انتشار سے احتراز کریں اور صاحب فکر مسلمان اپنی فکری صلاحیتیں صلیبی جنگوں سے بچا کر اپنے یہودی دشمن "اسرائیل" کے خلاف بروئے کار لائیں۔

ملت اسلامیہ کے زوال کے لئے کئی صدیوں سے صیہونی طاقت اپنی مکاریوں اور ڈالروں کے زور پر کوشش میں مصروف رہی اور اب پھر نئے حالات میں نئی تدابیر کو آزمانے کے لئے پاکستان میں ایک نئی سوچ سے کاروائی شروع کرا دی گئی ہے۔ پاکستان میں صنعتی ترقی کے لئے جو پروگرام ترتیب دیئے جا رہے تھے ان کی کامیابی سے خوف زدہ ہو کر یہودی سکالروں نے امریکہ کے ڈالروں کا لالچ دے کر پاکستان کے حکمرانوں کو زیر دام لانا شروع کر دیا یہ وہی مکر اور فریب کا جال ہے جو کہ برطانیہ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے ہندوستانی عوام کو فریب دے کر اقتدار پر قبضہ جما لیا تھا۔ اب امریکہ پاکستان میں اربوں ڈالر خرچ کرانے سے سودی قرضوں کے جال میں اس قدر پھنسا رہے ہیں کہ صدیوں تک پاکستانی اسلام کا نام ہی استعمال کرنے پر گزارہ کر رہے ہوں گے عملاً" بنیاد پرستی کا نام و نشان بھی نہ ہو گا عام مسلمانوں کو اسلام کے بنیادی مسائل سے بدظن کرانے کے لئے فرقہ ورانہ فضاء کے حالات سازگار بنائے جا رہے ہیں دینی مراکز میں بموں اور کلاشنکوفوں کے دھماکے کرتے ہیں کہ لوگ ان مراکز کے نزدیک بھی نہ جائیں اور پھر کسی خفیہ سازش کے ذریعہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کو ان

Marfat.com
Marfat.com

تباہ کن سازشوں میں شریک بنا کر عوام کو اسلام کے نام ہی سے بدظن کرانے کی سازش کی جا رہی ہے۔

امریکن سازش کا ایک دوسرا رخ بھی قابل غور ہے کہ اکثر اسلامی ممالک کے سربراہوں کو ہر حالت میں ڈرا دھمکا کر یا رشوت کی لالچ میں اپنے اغراض کے لئے استعمال کیا جاتا ہے ابھی حالیہ ایام میں مراکش میں تقریباً اکاون سربراہ مملکت اکٹھے کئے گئے مختلف قرار دادیں منظور کی گئیں مگر دنیا بھر کے مسلمانوں پر جن جن ممالک میں ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں ان پر کسی نے غور نہ کیا بلکہ اتفاق رائے سے امریکہ نے ایک قرار داد منظور کرائی کہ اسلامی ممالک اپنے علاقوں میں بنیاد پرستوں کو ختم کرا دیں۔ اس قرار داد کی تائید مراکش' مصر اور پاکستانی وزیر اعظم نے پر زور طریقہ سے کی۔ پاکستانی وزیر اعظم نے مصری اجتماع میں بھی اسلام کی بنیاد پرستی کے خلاف بیانات جاری کئے۔ بلکہ ایک دوسرے موقعہ پر فرانس میں بھی اسلامی پردہ کو غیر ضروری قرار دیا جبکہ وہاں کی مسلمان طالبات پردہ کی حامی تھیں اور اسی پردہ کے خلاف وہاں کی حکومت نے کئی طالبات کو تعلیمی اداروں سے نکلوا کر بنیاد پرستی کے خلاف اپنی تنگ نظری اور غیر جمہوری شخصی اور نظریاتی آزادی پر قدغن لگوا دی۔

یہودی ذہنیت جن کا نقطہ نظر بنیادی طور پر یہی ہے کہ خدا کی پر امن زمین میں ہمیشہ فساد ہی برپا رہے تو ہر دور میں صراط مستقیم کے انقلابی پروگرام کے ناکام بنانے میں مختلف حربے استعمال کرتے آئے ہیں۔ جدید دور کے یہودی بھی اپنے اس منشور کہ "خدا کی زمین میں فساد ہوتا رہے" کے پیش نظر ان کی مفکرین نے "بنیاد پرستی" کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی مقصد ان کا بھی یہی مقصد ہے کہ صراط مستقیم کے انقلابی پروگرام کو ناکام بنا دیا جائے۔

Marfat.com
Marfat.com

بنیاد پرستی کے خلاف یہودی دنیا کی ایک نئی تحریک

وہ جو ایک نظریہ ہے کہ آپ کسی دشمن کے خلاف اپنے مقاصد کو دشمنی کی صورت میں کامیاب نہیں کر سکتے تو اس کے ساتھ دوستی کا رخ اختیار کیجئے اور اس کے پردہ میں مقاصد کی تکمیل کی کوشش کریں اس خیال کا اظہار ایک بار لاہور بار کے آفس میں وکلاء حضرات نے صدر ضیاء مرحوم سے نجات حاصل کرنے کے لئے مخالفت کے مقابل موافقت اور ہمنوائی کرنے کی تجویز پر بھی غور ہوا تھا بالکل اسی اصول کو نیو ورلڈ آرڈر کے خالق امریکہ نے اسلام کے خلاف استعمال کرنے کا نظریہ اپنایا ہے جیسے کہ پچھلے دنوں ایک یہودی ہفتہ وار نیوز ویک نے اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا کہ مسز کلنٹن صدر امریکہ کی اہلیہ 25 مارچ کو بوسنیا گئیں وہاں انہوں نے تزلا کے شہر اور دو بستیوں میں امریکی سپاہیوں مذہبی رہنماؤں سول اکابرین اور غیر سرکاری اداروں کے کارکنوں سے ملاقات کی۔ متحارب فریقوں کے نمائندے ان ملاقاتوں میں موجود تھے جنہیں مسز کلنٹن نے مذہبی رواداری کا پیغام پہنچایا اس کے بعد امریکہ کی خاتون اول ترکی پہنچیں اور استنبول کے اسلامک کلچرل سنٹر میں مذہبی امور پر گفتگو میں حصہ لیا۔

واشنگٹن ڈی سی میں واقع جارج ٹاؤن یونیورسٹی میں ایک سنٹر فار مسلم کرسچن انڈر سٹینڈنگ کے نام سے قائم ہے اس میں مسلم اور عیسائیوں کے باہمی مفاہمت قائم کرنے کے لئے کام کیا جاتا اس کے سربراہ جان ا۔ سپازیٹو ہیں غالبا" یہ وہی صاحب ہیں جو ریاست میساچوزیٹس میں واقع کالج آف دی ہولی کراس (مقدس صلیب) میں پروفیسر آف مڈل ایسٹ سٹڈیز تھے اس نے اسلام اور اسلامی دنیا پر متعدد کتابیں لکھی ہیں جو آکسفورڈ یونیورسٹی پریس شائع کرتا ہے۔

پروفیسر موصوف نے ورلڈ آرڈر میں اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ کا تجزیہ کیا ہے اپنی ایک کتاب

Marfat.com
Marfat.com

(اسلام سے خطرہ) میں اسلام مخالف خیالات پر تبصرہ کرتے ہوئے ان سوالات کا جواب دیا ہے کہ کیا اسلام اور مغربی تہذیب ایک ناگزیر تصادم اور ٹکراؤ کے راستے پر ہیں؟ کیا فنڈا منڈلسٹ عصر کہن کے جنونی افراد ہیں؟ کیا یہی لوگ اسلامی دنیا میں استحکام کے دشمن ہیں اور کیا یہ اس خطے میں امریکی مفادات کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں؟ کیا مستقبل کی افق پر اسلامی نظریات مغربی نقطہ نظر سے آیت اللہ خمینی سے لے کر صدام حسین تک اسلام کا تصور ایک جنگجو' توسیع پسند اور جنون کی حد تک مغربی طاقتوں کے مخالف عالمی نظام کا ہے؟ یہ تصور مغربی حکومتوں اور دانشوروں کا یہ تصور نامناسب وطیرہ اختیار کئے ہوئے ہے اسی طرح مسز کلنٹن کا مذہبی رواداری کا مشن اسلام اور مسلمانوں کی پذیرائی کے علامتی عوامل اور ان کے بارے میں مقبولیت اور پسندیدگی کی رپورٹ ظاہر کرتی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی اندھی مخالفت اور ان کی خلاف جنونی منافرت پیدا ہونے کی کوشش کرنے والوں کی کامیابی میں رخنے پیدا ہونے شروع ہو گئی ہیں گو اس ضمن میں کسی خوش فہمی کا پیدا ہونا ایک خوفناک غلطی ہو گی اگرچہ ان واقعات کو ایک یہودی ہفتہ وار نے رپورٹ کیا ہے لیکن یہود سرمائے سے چلنے والے اخبارات اور جرائد نے مسز کلنٹن کے سلام کے بارے میں روادارانہ رجحان کو اجاگر نہیں کیا اس کی وجہ بھی یہی ہو سکتی ہے کہ دیار مغرب میں یکسوئی نہیں بلکہ انتشار کا رجحان بڑھ رہا ہے کیونکہ نیک و بد ناقص و کامل کی تمیز کا کوئی ایسا معیار نہیں جس پر سب یقین رکھتے ہوں جیسے کہ اسلام میں موجود ہے البتہ واقعیت رخ اختیار کرے گی جس طرف اکثریت کا جھکاؤ ہو اس کے لئے مسز کلنٹن اسلام کے بارے میں رواداری کی طرف میلان رکھتی ہو گی مگر وہ طبقہ بھی مغرب میں خاصا مضبوط ہے جو صلیبی جنگوں کی ہیبت لئے ہوئے اسلامی امہ کو طاقت اور ہتھیاروں سے صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتا ہے اثار بتا رہے ہیں کہ یہودی نصرانی اور ہندو طاقت میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو عقلیت اور منطق کی بناء پر

Marfat.com
Marfat.com

مسلمانوں سے مفاہمت چاہتے ہیں مختصر یہ ہے کہ موجودہ سمٹتی ہوئی دنیا اسلامی امہ کے لئے دارالامان نہیں ہے جس میں سوڈان' مصر' الجزائر' ہندوستان و کشمیر' چیچنیا' عراق' بوسنیا' فلپائن' برما اور ہند چینی کے مسلمانوں کو اپنے جان و مال کی تحفظ کرنے کے لئے اپنے سامان جنگ تیار رکھنے چاہئے کیونکہ ان چند واقعات کا اگر ذکر کیا جائے جن سے مسلم مخالفت کا ایک پہلو نکلتا ہے مثلاً" ایسے سیاہ فام مسلمان اتھلیٹ جس کا نام عبدالروف ہے۔ اس کے دین کا مظہر ہے۔ اس کھلاڑی نے امریکہ کے قومی ترانے کے پڑھنے میں حصہ نہیں لیا تھا اس بنا پر اسے ٹیم سے نکال دیا گیا بعد میں اس نے یہ پیشکش کی کہ ترانہ پڑھے جانے کے دوران وہ دعا کرتا رہا ہے اس کی اس پیشکش کو قبول کر کے پھر اسی ٹیم میں شمولیت کی اجازت دی گئی

ان یہودیوں کے روادارانہ کردار کی تبدیلی کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انہوں نے سوچا کہ مسلمان اپنی جانوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بھی تباہ کن بم لے کر دھماکے کرنے پر بھی تیار ہو جاتے ہیں ان جان بازوں کو خوف و لالچ بھی روکنے میں ناکام ہو چکے ہیں ان کے لئے مرنے اور مارنے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں رہا جب صورت حال یہ ہو جائے تو پھر لامحالہ مغرب کو اپنی کامیابیوں کے لئے نئے ٹارگٹ (رواداری) مقرر کرنے ہوں گے۔

بنیاد پرستی کے خلاف روس کی سرزمین کو یہودیوں نے اس لئے بہترین جگہ سمجھا کہ روس جو کہ سیکولر نظریات کا حامل ہے یہاں کی فضا اسلامی بنیاد پرستی کے لئے ناسازگار رہے گی اور ہم تھوڑی سی کوششوں سے کامیاب ہو جائیں گے مگر روس میں بھی اسلامی بنیاد پرستی نے اپنے مضبوط پنجے گاڑھے ہوئے اس سلسلہ میں صوفیاء کے ایک سلسلہ نقش بندیہ کے پیروکار بھی موجود تھے انہیں لوگوں میں ایک مرد مجاہد امام شامل نے روسی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ شروع کر دیا تھا اسی طرح یورپ میں بھی موجودہ دور کے حالات کے مطابق ایک مرد مجاہد اسامہ بن لادان نے کمر کس لی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

جدید دور کا ایک انقلابی مجاہد اسامہ بن لادن

یہ جو ایک مقولہ مشہور ہے کہ ہر فرعون کے لئے ایک موسیٰ ضروری ہے تو اسی روایت کے مطابق روسی عفریت کے لئے امام شامل" کی شخصیت موسیٰ کا روپ دھار چکی تھی تو کیپٹل ازم کے فرعون کے لئے قدرت نے ایک عرب نژاد شخصیت ''اسامہ بن لادن'' کو توفیق دی۔ اسامہ بن لادن کا خاندان ساٹھ سال پہلے یمن کے علاقہ سے قسمت آزمائی کے لئے سعودی عرب کی زمین میں وارد ہوا تھا۔ یہ خاندان تعمیراتی فن میں ماہر ہونے کی وجہ سے سعودی عرب میں بہت جلد شہرت حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ اس خاندان کا پہلا فرد محمد بن عوض بن لادن جو کہ سعودی حکومت میں آباد ہوا تھا۔ اسی کی ماہرانہ فنی حیثیت کی وجہ سے شہزادہ فیصل بن عبدالعزیز کی نظر میں مقربین کا درجہ حاصل ہوا اور پھر انہوں نے اسی علاقہ میں بن لادن کنسٹرکشن کمپنی قائم کر دی۔ شاہ سعود کی قربت کی وجہ سے اس کمپنی کو سرکاری تعمیراتی کام افراط سے ملنے لگا اور اسی فن کی بدولت متمول افراد میں ان کا شمار ہونا شروع ہوا، مگر دولت کا جادو اس پر حاوی نہ ہو سکا بلکہ اس دولت کے ذخیرہ کو انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کر دیا۔ ایک روایت کے مطابق ان کو فلسطینی مسلمانوں سے حد درجہ کی ہمدردی پیدا ہو چکی تھی۔ محمد بن عوض بن لادن اپنے جہاز میں سوار ہو کر ظہر کی نماز کے لئے مسجد اقصیٰ جاتا تھا اور مغرب کی نماز کے لئے مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ کے امام کے ساتھ ادا کرنے کے لئے روزانہ آیا کرتا تھا اور پھر عشاء کی نماز کے لئے مسجد نبوی میں حاضری دیتا تھا۔ یہ اللہ کا نیک طینت بندہ محمد بن عوض بن لادن ۱۹۶۷ء میں جنوبی طائف کے علاقہ میں ایک جہاز کے حادثہ میں شہید ہو گیا۔ ان کا جانشین اسامہ بن لادن اس وقت تقریباً دس سال کا تھا۔ اس نے ابتدائی تعلیم مدینہ منورہ میں حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کی خاطر شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ اسامہ بن لادن نے سول انجینئرنگ میں تعلیم حاصل

Marfat.com
Marfat.com

کی۔ دوران تعلیم ان کا تعلق عبداللہ عزام نام کے ایک طالب علم سے ہوا۔ عبداللہ عزام ایک فلسطینی طالب علم تھا۔ اس کے ذہن میں فلسطین کے آزاد کرانے کا جذبہ سرایت کیا ہوا تھا۔ اسی تعلق اور دوستانہ روابط کی وجہ سے اور دینی تربیت کی وجہ سے جب دسمبر ۱۹۷۹ء میں سوویت یونین نے افغانستان میں اپنی فوجیں داخل کر کے عالم اسلام کو ایک نیا زخم دے دیا تو پاکستان نے اس فوجی اقدام کو ہر سطح پر چیلنج کرنے کا فیصلہ کر لیا، کیونکہ اس روسی اقدام میں گرم پانیوں پر اقتدار حاصل کرنے کا سابقہ پروگرام نظر آنے لگا۔ پاکستان کے اس جرأت مندانہ افغان پالیسی کے باعث جہاد افغانستان پورے عالم اسلام میں توجہ حاصل کر چکا تھا اور دنیا بھر کے اسلام کے متوالے شیدائی نوجوان جذبہ جہاد سے سرشار افغانستان کے مسلمانوں کی مدد کے لئے لپکے۔ ۱۹۸۰ء جون کے آخری دنوں میں تقریباً ۸۷ افراد پر مشتمل عرب مجاہدین کا ایک قافلہ براستہ پشاور افغانستان میں داخل ہوا۔ واقعات بتاتے ہیں کہ اس قافلہ میں یونیورسٹی کے طلبہ میں عبداللہ عزام بھی شامل تھا۔ اسی نے عرب سے آنے والے مجاہدین کی تربیت کے لئے منصوبہ بندی کی تھی اور مالی تعاون کے لئے اسامہ بن لادن نے فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ حرم کعبہ کے نزدیک ایک ہوٹل میں عبداللہ عزام سے ملاقات میں ہوا تھا۔ پھر ۱۹۸۱ء میں اسامہ بن لادن ذاتی طور پر خود بھی افغانستان میں داخل ہو کر مجاہدین کی ابادکاری اور مالی امداد کرنے کا کام شروع کر دیا۔ ایک ماہر انجینئر ہونے کی وجہ سے اپنی کنسٹرکشن کمپنی کے کئی بلڈوزر منگوا کر مجاہدین کے لئے پہاڑوں میں پناہ گاہیں اور سرنگیں تیار کرنا شروع کر دیں۔ اس کے ایک دوست جو کہ انجینئر ہی تھا نے کابل شہر کے قریب ۱۵ میل لمبی سرنگ تیار کی تھی۔ (غالباً یہی تورہ بورہ ہے) عرب مجاہدین نے جلال آباد کو اپنا مرکز بنایا تھا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا، سوویت یونین کے دباؤ کے مقابلہ کے لئے امریکہ نے مجاہدین کو اس دباؤ سے بچانے کے لئے اپنے تیار کردہ سٹنگر میزائل استعمال کرنے کو مناسب قرار دیا۔ اب مجاہدین کے لئے روسی طیاروں اور

Marfat.com
Marfat.com

اسلام میں جہاد میں حصہ لینے والوں کو خصوصی مقام حاصل ہے۔ ان کے نزدیک افغان جہاد میں ایک دن کی شرکت مسجد میں ایک ہزار دن عبادت کرنے سے افضل ہے۔ انہوں نے افغان جہاد کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ابتداء میں انہوں نے سیاسی نوعیت کا کام کیا، انہوں نے خلیج کے علاقہ سے ہزاروں عرب مجاہدین بھرتی کئے۔ افغانستان تک ان کے سفر کے اخراجات برداشت کئے اور ان کی تربیت کے لئے چھاپہ مار لڑائی کا بڑا کیمپ قائم کیا۔

بعد ازاں انہوں نے پاکستانی سرحد سے ملحقہ افغان علاقہ میں دفاعی سرنگیں اور خندقیں خود ڈیزائن کیں اور تعمیر کرائیں وہ اس دوران روسی گن شپ، ہیلی کاپٹروں کی پرواز کے دوران بلڈوزر بھی چلاتے رہے۔ انہوں نے کلاشنکوف تھام کر جہاد میں بھی طویل عرصہ عملی طور پر حصہ لیا۔ سوڈان میں کارکردگی سے فارغ ہونے کے بعد اس نے اپنی والدہ سے مشورہ کیا کہ اب وہ کہاں جائے تو والدہ نے اپنے اس اکلوتے بیٹے کو افغانستان جانے کا مشورہ دیا اور ساتھ ہی اپنا ایک خواب بھی سنا دیا کہ میں نے تم کو حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت عیسیٰ ؑ کے ہمراہ دونوں کے درمیان بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ خواب اس کی والدہ نے استخارہ کرنے کے بعد دیکھا تھا۔

1986ء میں انہوں نے چند درجن عرب مجاہدین کے ہمراہ پاکستانی سرحد کے قریب واقع قصبہ حاجی میں سوویت فوجیوں کو شکست دینے کا پہلا مظاہرہ کیا تھا۔ ایک سال بعد انہوں نے شعبان کی لڑائی میں سوویت فوجوں کے خلاف مجاہدین کے حملہ کی قیادت بھی کی اس دست بدست لڑائی میں مجاہدین کو بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا لیکن ان کے مجاہدین سوویت فوجیوں کو علاقہ سے نکالنے میں کامیاب رہے۔

اسامہ بن لادن نے سوڈان حکومت، ایران اور امریکی جیل میں بند نابینا مصری عالم دین شیخ عمر بن عبدالعزیز جیسے سزا یافتہ افراد کے ساتھ اپنے حقیقی روابط کے بارے میں لب کشائی کرنے سے گریز کرتے ہوئے سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض کے امریکہ کے فوجی مرکز اور اسرائیل میں ہونے والے حالیہ بم دھماکوں میں ملوث ہونے کے الزامات کو بے بنیاد قرار دیا اور کہا کہ کرپٹ حکومتوں کی جانب سے ایسے الزامات ان کے

Marfat.com
Marfat.com

ہیلی کاپٹروں کونشانہ بنانا آسان ہوگیا۔ان میزائلوں کی خرید کردینے کا انتظام بھی اسامہ بن لادن نے اپنے ذرائع سے کیا۔سٹنگر میزائل نے روسی فوجوں کے حوصلے پست کردیئے اور بالآخر مجاہدین نے روس کوافغانستان سے پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کردیا۔مگر ساتھ ہی کیپٹل ازم کے نمائندہ ''فرعون''......کوبھی اس بات پر سوچنے پر آمادہ کرلیا کہ روس سے نجات تو مل گئی مگر ان سرفروشوں کی توجہ اب میری طرف ہوگی اور میرا انجام بھی روس جیسا ہوسکتا ہے۔اس کے پالیسی ساز اداروں نے جوکہ اسرائیل کی درپردہ نظریاتی مشن کی تکمیل کے لئے امریکن اقتدار کی مشینری کے بنیادی پرزوں کی حیثیت سے کام کرتے رہتے ہیں۔ان کے مشوروں سے امریکہ نے ان مجاہدین جوکہ اس کے دست و بازو بنے ہوئے تھے سے نجات حاصل کرنے کے پروگرام پر عمل درآمد کرنے کے بہانے تلاش کرنے شروع کیئے۔ان کی اعلیٰ سوچ نے مجاہدین کے روح رواں اسامہ بن لادن کے خلاف سازشیں کرنے کا پروگرام بنایا۔اس پروگرام کے نتیجہ میں افغانی مجاہدین میں تفرقہ پیدا کرکے ان کی مجموعی طاقت کو دوحصوں میں تقسیم کردیا۔ایک حصہ ''طالبان'' کے نام سے اور دوسرا گروہ ''شمالی اتحاد'' بنوا کران کو آپس میں لڑانے کا انتظام کرایا۔یہ پروگرام ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' دراصل برطانوی اقتدار کا تیار کردہ تھا،جس کی وجہ سے مشرق وسطیٰ اور ایشیا پر دواڑھائی سو سال تک اقتدار کے مزے لوٹتے رہے۔امریکہ کے اسی مقصد کی خاطر روسی فوجوں کی واپسی کے بعد اسامہ بن لادن کے ساتھی عبداللہ عزام کوبھی پشاور میں ایک بم دھماکہ میں شہید کرادیا گیا۔اور اسامہ کیلئے افغانستان کی زمین اپنے پٹھوؤں کے ذریعہ تنگ کرادی گئی۔اس قسم کی سازشوں سے بددل ہوکر اسامہ بن لادن نے افغانستان سے واپسی کا فیصلہ کردیا،مگر اپنے مشن آزادی کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ایک ادارہ ''مکتبہ الخدمت'' کے نام سے افغانستان میں قائم کردیا جوکہ مجاہدین کی امداد کے فرائض دے رہا ہے۔

امریکی جریدہ نے اسامہ بن لادن کا خصوصی انٹرویو چھاپنے کے ساتھ یہ بھی بتایا ہے

Marfat.com
Marfat.com

نودی حکومت انہیں شہریت سے محروم کر چکی ہے جبکہ برطانیہ نے اپنے ہاں ان کے داخلے پر پابندی لگا رکھی ہے امریکہ نے ان پر سنگین الزامات عائد کر رکھے ہیں لیکن ابھی تک کسی جانب سے ان پر کسی جرم کے ارتکاب کا الزام نہیں لگایا گیا ہے۔

اسامہ بن لادن نے جریدہ ٹائم کو دیئے گئے انٹرویو میں اپنا تعاقب جاری رکھنے والوں کو انتباہ کیا اور کہا کہ "جب تک جرم ثابت نہ ہو لوگوں کو بے قصور تصور کیا جاتا ہے" انہوں نے خبردار کیا کہ افغان جہاد میں حصہ لینے والوں کو دیوار کے ساتھ لگانے سے "دہشت گردی" میں اضافہ کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو گا ٹائم کے مطابق اسامہ بن لادن 1991ء میں سوڈان آئے اور ان دنوں وہ سوڈان میں" اپنے فارمز اور دوسرے کاروبار چلاتے ہیں۔ انہوں نے افغان جہاد میں حصہ لینے والے مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے بہت سے مجاہدین کو اپنی کمپنیوں میں ملازمت بھی دے رکھی ہے۔ انہوں نے خرطوم کے جنوب میں دریائے نیل کے کنارے اپنے فارم کی جانب سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ مصری اسے دہشت گردوں کا کیمپ قرار دیتے ہیں اس کیمپ میں چند گھوڑے' گائیں اور بکریاں نظر آرہی تھیں۔

اسامہ بن لادن نے مسکراتے ہوئے ٹائم کے نمائندے سے کہا آپ جیسی چاہیں فارم کی تصویر اتار سکتے ہیں اسامہ بن لادن پانچ برس سے سوڈان میں مقیم ہیں لیکن ان کے ٹھکانے کے بارے میں صرف ان کے معاونین اور چند سوڈانی حکام کو ہی علم ہے خصوصی انٹرویو کے لئے پہلے لندن میں مقیم ان کے نمائندے سے رابطہ کرنا پڑا۔ خرطوم کے نواح میں واقع ٹھکانہ پر اسامہ بن لادن نے جریدے کے نمائندہ کا ننگے پاؤں پرجوش خیر مقدم کیا ٹائم کے مطابق امریکی محکمہ خارجہ اسامہ بن لادن کو دنیائے اسلام میں انتہا پسندوں اور ان کی سرگرمیوں کا ایک سرکردہ حامی سرپرست تصور کرتا ہے۔

گذشتہ نومبر میں ریاض کے امریکی فوجی مرکز میں ہونے والے بم دھماکہ کے بعد جس میں پانچ

Marfat.com
Marfat.com

امریکیوں سمیت سات افراد مارے گئے امریکہ کو اسامہ بن لادن میں خصوصی دلچسپی ہے گذشتہ ہفتے سعودی ٹیلی ویژن نے اس دھماکہ کے سلسلہ میں گرفتار شدہ چار افراد کے "اقبالی بیانات" نشر کئے جن میں انہوں نے کہا کہ بم دھماکہ انہوں نے اسامہ بن لادن کی ہدایت پر بھیجی گئی فیکس پیغام پر کیا۔

دھماکہ کی تحقیقات کرنے والے امریکی حکام کے خیال میں اسامہ بن لادن کا دھماکہ میں اس سے زیادہ ملوث ہونے کا امکان ہے اور وہ مشتبہ افراد میں سرفہرست ہیں اسامہ بن لادن کے مرحوم والد یمنی نژاد کسان تھے اسامہ بن لادن کا خاندان بعد میں سعودی عرب کے تعمیراتی کاموں سے منسلک امیر ترین خاندان بن گیا۔

ان کے خاندان کی دولت پانچ ارب ڈالر کے قریب ہے 38 سالہ اسامہ بن لادن 30 کروڑ ڈالر مالیت کے اپنے کاروبار کو ذاتی طور پر کنٹرول کرتے ہیں۔ اسلامی حلقوں میں اسامہ بن لادن کی شہرت کا آغاز افغان جہاد میں ان کے دلیرانہ کردار کی بدولت ہوا افغان جنگ کے خاتمہ کے چند سال بعد انہوں نے سوڈان میں جلا وطنی اختیار کر کے تعمیراتی فرم کے علاوہ سورج مکھی کی پیداوار دینے والے فارم اور اٹلی کو چمڑا فراہم کرنے والی ٹینری کا کاروبار قائم کیا اسامہ بن لادن نے اپنے انٹرویو میں اس کی تصدیق کی کہ وہ سعودی حکومت کے سیاسی مخالف ہیں انہوں نے خلیجی جنگ کے دوران سعودی سرزمین پر امریکی فوجوں کی آمد کی بھی مخالفت کی وہ سعودی عرب میں امریکی فوجیوں کی موجودگی کے خلاف آواز بھی اٹھاتے رہے۔

برطانوی اخبار "سنڈے ٹائمز" کی ایک رپورٹ کے مطابق نامور سعودی عرب نژاد افغان مجاہد اسامہ بن لادن اسلامی عسکری گروپوں کو مالی امداد فراہم کرنے کے لئے برطانیہ کو اڈے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس نے اپنے لندن کے بینکوں میں لاکھوں پاؤنڈ

Marfat.com
Marfat.com

منتقل کیے ہیں جو کہ 15 کروڑ پاؤنڈ کے اثاثے ہیں۔ امریکہ کے واشنگٹن پوسٹ نے ایک تفصیلی رپورٹ شائع کی ہے۔ کہ 19 سال قبل انجینئرنگ سکول سے فارغ التحصیل ایک امیر اور نوجوان سعودی کی حیثیت سے وہ حملہ آوروں سے جہاد کرنے افغانستان گئے۔ اس وقت ان کی عمر 22 سال تھی۔ وہ اپنے بیس بھائیوں میں سے سب سے چھوٹے تھے۔ لندن میں عزام پبلی کیشنز کی ایک شاندار ''ویب سائٹ'' تیار کی ہے۔ اسامہ ایک عام سے نوجوان تھے، اپنے بھائیوں کے مقابلے میں مذہب سے زیادہ قریب تھے۔ انہوں نے جدہ سے سول انجینئرنگ میں ڈگری حاصل کی۔ اپنے خاندانی تعمیراتی فرم کی جانب سے مسجد نبوی اور خانہ کعبہ کی توسیع کے منصوبے میں والہانہ انداز میں کام کیا، جس کے بعد افغانستان گئے۔ اسامہ کے والد کا ابتدائی تعلق یمن سے تھا، ان کے والد نے متعدد شادیاں کی تھیں۔ اسامہ اپنی والدہ کے اکلوتے بیٹے ہیں، ان کی والدہ بھی نیک صالح خاتون ہیں۔

اسامہ بن لادن کو امریکہ کے یہودیوں نے دہشت گرد قرار دے کر ہر ممکن طریقہ سے ختم کرنے کا پروگرام بنادیا۔ کبھی اس کے سر کی قیمت مقرر کر کے اشتہارات تقسیم کیے جاتے ہیں، اپنے ہم خیال مسلمانوں کو آلہ کار بنا کر جاسوسی کراتے ہیں، مگر موت اور زندگی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ امریکہ نے اگر روس کو افغانستان سے نکلوا کر ویت نام کا ادھار چکا دیا ہے تو بہت ممکن ہے کہ کوئی ایسی طاقت عالم وجود میں نمودار ہو جائے جو امریکہ کا بھی تیا پانچہ کر دے۔ محسوس تو ایسے ہو رہا ہے کہ اسی کا تیار کردہ اسرائیلی منصوبہ ہی اس کی تباہی کا ذریعہ بنے گا۔ اسرائیلی ریاست کے لئے کام کرنے والے ''اسرائیلی ایجنٹ'' امریکی کانگرس میں شریک رہ کر کام کرتے ہیں۔ حوالہ کے لئے سابقہ ممبر امریکی کانگرس پال فنڈلے کی مشہور عالم کتاب **THEY DARE TO SPEAK OUT** کا اردو ترجمہ سعید رومی باب (9) (شکنجہ یہود)

Marfat.com
Marfat.com

ہند میں اسلام کا ورود

محمد بن قاسم وہ پہلا سپہ سالار ہے جو کہ ایک فوجی مشن کی صورت میں ہندوستان میں وارد ہوا۔ محمد بن قاسم کے جلد واپس بلائے جانے کے بعد اسلام کو ہندوستان میں ترویج دینے میں صوفیاء کرام نے بنیادی کردار ادا کیا۔ محمد بن قاسم کو واپس بلانے میں راجہ داہر کی گرفتار شدہ لڑکیوں کا کردار تھا جنہوں نے محمد بن قاسم پر الزام تراشی کی تھی کہ مرکزی خلافت کے دربار میں ہمیں اپنے حرم میں رکھنے کے بعد پیش کیا گیا جس کے نتیجہ میں خلیفہ نے غصہ میں آکر محمد بن قاسم کی واپسی کا حکم دیا۔ محمد بن قاسم کا نام عماد الدین محمد بن قاسم تھا اور حجاج کا داماد اور بھتیجا تھا۔

خاندان غلامان کے بیشتر سلاطین صوفی منش اور روحانی بزرگوں کے عقیدت مند تھے مگر مغلوں کے عہد میں یہاں علماء کے اقتدار کا آغاز ہوا حالات کے تقاضے بھی یہی تھے کہ یہاں کے لوگوں کو صوفیاء اور صوفی منش حکمرانوں کے زریعہ روح اسلام سے روشناس کرایا جاتا بظاہر اس کا سبب یہ بنا کہ منگولوں نے جن اسلامی ملکوں کو تاخت و تاراج کیا تو وہاں کے علماء و فقہا نے بھی اس براعظم کا رخ کیا کیونکہ یہ خطہ منگولوں سے محفوظ رہا تھا چنانچہ خاندان غلامان کے بعد آنے والے تغلق اور لودھی سلاطین میں صوفیاء کی نسبت علماء کی جانب زیادہ رجحان تھا۔

غیاث الدین تغلق پابند شریعت سلطان تھا اس نے علماء کے اصرار پر تخت حکومت پر بیٹھنا قبول کیا تھا۔ محمد تغلق خود عالم اور علماء کا قدر دان تھا۔ فیروز تغلق نے شرعی قوانین نافذ کئے وہ اس حد تک فقہی شریعت کا پابند تھا کہ اس نے وقت کے فاطمی خلیفہ سے سند نیابت حاصل کی اور سکہ پر اپنے نام کے ساتھ اس کا نام کندہ کرایا۔

لودھی خاندان کا دوسرا حکمران، سکندر لودھی عالم، عالموں کا قدردان اور پابند شریعت تھا۔ وہ

Marfat.com
Marfat.com

بہت عادل' سخی اور غریبوں کا ہمدرد تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ قریب المرگ تھا اس نے اپنی ساری نجی جائیداد فروخت کر کے اس کی قیمت غربا اور مساکین میں تقسیم کر دی۔

مغلیہ خاندان کا ورود

لودھی اقتدار کے بعد براعظم ہند میں بابر نے ہندوستان میں مغلیہ دور کی ابتداء کی بابر عقید تاً" مسلمان ضرور تھا مگر رنگین مزاج اور خوش باش قسم کا انسان تھا یعنی لودھیوں کی طرح پر جوش مبلغ اسلام نہ تھا اس نے اسلامی فقہ کے متعلق ایک کتاب بھی مرتب کرائی جو کہ حنفی نقطہ نظر کی راہنمائی کرتی تھی مگر اسلامی شریعت کو مملکت کا دستور نہ بنا سکا۔ غالباً" وہ مذہب کو صرف انفرادی طور پر اپنی ذات پر محدود رکھنے کا قائل تھا۔

بابر کے نظریات اسلام کے سلسلہ میں رواداری کے حامل تھے اس کی وجہ بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ اس کی افواج میں شیعہ نظریات کے لوگ بھی شامل تھے انہی کی وجہ سے ہندوستان یں شیعیت کو رواج پانے کا موقعہ ملا۔ اسی طرح بعض غیر اسلامی تحریکیں بھی اس کی رواداری کی رواج پانے کی مرہون منت ہوئیں۔ مثلاً" بھگتی تحریک جن کے داعی رامانند اور ئورونانک جیسے لوگ تھے ان تحریکوں کی صورت میں ہندومت نے اسلام کی جانب گویا مجھوتے کا ہاتھ بڑھایا۔ یہ لوگ توحید' مساوات اور انسانی محبت کے ساتھ ساتھ مذہبی ختلافات مٹانے پر زور دیتے تھے۔ ہندوؤں کے اندر توحید اور مساوات پر مبنی تحریکیں پیدا ہو نا بجائے خود اسلامی نقطہ نظر کی فتح تھی مگر سارے مذاہب کو ایک اور ایک جیسا کہنے کا صد یہ تھا کہ اسلام آخری اور مکمل نظام حیات کی حیثیت سے دستبردار ہو جائے اور اپنے پ کو ہندو تمدن میں جذب کر لے۔ ان لوگوں کا نظریہ کہ اصل چیز نیکی ہے مذہبی جھگڑے ں اور پنڈتوں نے اپنے ذاتی مفادات کے لئے پیدا کر رکھے ہیں۔ تاریخی حوالہ سے معلوم ا ہے کہ ہندو دراصل حضرت نوح کی امت میں سے تھے یہ امت یہودیت کی قائل تھی

Marfat.com
Marfat.com

اکبر کا دین الٰہی

ہندوستان میں جب مغلیہ خاندان کو اقتدار نصیب ہوا تو اس کے استحکام کے لئے کئی طریقے اور حربے استعمال کئے جاتے تھے مقامی راجاؤں اور مہاراجوں سے رشتہ جوڑنے کے لئے ان کی خواتین کو نکاح کی صورت میں اپنے حرم کی زینت بنایا جاتا غیر مسلموں کو اقتدار میں شریک کرانے کے لئے کئی عہدے اور اعزازات سے نوازا جاتا مقصد یہ تھا کہ کہی طور پر ہمارے اقتدار کو کسی طرف سے خطرہ پیش نہ آئے۔ جلال الدین اکبر کی بیوی جس کا نام جودھا بائی تھا۔ اسی کے بطن سے جہانگیر پیدا ہوا تھا۔ جہانگیر کی بیوی جگت گسائیں جو کہ ہندو تھی اس کا بیٹا شاہجہان تھا۔

اس مقصد کے پیش نظر بابر کے بعد مغلیہ خاندان کے ایک حکمران ''اکبر'' نامی نے ایک نیا حربہ آزمایا۔ اس کا نقطہ نظریہ تھا کہ انسان کو اس کا عقیدہ ہی کسی مسئلہ کے حل کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ جب تک کسی نظریہ پر عقیدہ کی حیثیت سے دباؤ نہ ہو وہ نظریہ ہمیشہ ڈانواں ڈول رہتا ہے اسی لئے اس نے اپنے چند مشیروں اور حواریوں کے مشورہ سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو ایک لڑی میں پرونے کی خاطر ''دین الٰہی'' کو ترویج دینا شروع کرایا۔ اکبر نے اپنے نئے مذہب کا نام بھی اللہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے ''دین الٰہی'' تجویز کیا وہ اپنے نئے مذہب کے ماننے والوں کو ''چیلا'' کے لقب سے سرفراز کراتا تھا۔ نئے مسلک کو اختیار کرنے کا طریقہ کار یہ ہوتا تھا کہ یہ شخص اکبر کے پاؤں پر اپنا سر رکھتا اور اس کی خاطر ترک مال' ترک جان' ترک ناموس اور ترک دین کا عہد کرتا۔

غالباً'' یہ پہلا اور آخری مذہب تھا جو ترک ناموس کا عہد اپنے پیروکاروں سے لیتا تھا۔ اسلام سے بریت کا اعلان اس نئے دین میں شمولیت کی شرط اول تھی۔ شروع میں اس حکمران نے

Marfat.com
Marfat.com

اپنے آپ کو "خلیفتہ اللہ" مشہور کرایا۔ دوسرے مرحلہ میں خود ہی اپنے آپ کو خدا بنا دیا (نعوذ باللہ) اس نے اپنے لئے جو مہر بنوائی تھی اس پر "سجع اللہ اکبر" کے الفاظ کندہ کرائے تھے یعنی "اکبر اللہ ہے" اس کے پیروکار جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے تو ایک "اللہ اکبر" کہتا اور دوسرا "جل جلالہ" جواب دیتا۔

ایک یورپین مورخ نے بتایا کہ دین الٰہی اکبر کی دانشمندی کا نہیں بلکہ اس کی حماقت کا شاہکار تھا یہ تمام سکیم ہی مضحکہ خیز تھی اور بے روک ٹوک خود مختاری کا نتیجہ تھی ایک دوسرے مفکر آر سی موجمدار کی رائے میں "اکبر کی یہ زبردست خواہش تھی کہ لوگ اسے دیوتا یا پیغمبر سمجھیں۔

اکبر کے اس نئے مذہب میں زیادہ تر نام نہاد مسلمان ہی شامل ہوئے ہندو فرقہ میں سے صرف بیربل اس کا "چیلا" بنا۔ امیر الامراء راجا بھگوان سنگھ جو کہ صوبہ بہار کا گورنر تھا نے کہا "وفاداری کا امتحان ہے تو میری جان حاضر ہے۔ ہندو مذہب رکھتا ہوں اگر آپ کہیں تو اسلام قبول کر لوں مگر ان کے علاوہ کسی اور مذہب کو میں نہیں جانتا"۔ مطلب یہ تھا کہ میں آپ کے دین الٰہی کو مذہب نہیں سمجھتا۔

منتخب التواریخ کے حوالہ کے مطابق اکبر نے دو امراء دربار قطب الدین محمد خان اور امیر الامراء شہباز خان سے کہا کہ وہ تقلید اسلام چھوڑ دیں یعنی اس کے نئے مذہب میں داخل ہو جائیں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ وہاں بیربل بھی موجود تھا اس نے دین اسلام کے خلاف باتیں شروع کیں۔ اس پر شہباز خان غصہ میں آگیا اس نے بیربل کو کھلے الفاظ میں مغلظ گالیاں دیں اور کہا "اے کافر ملعون اب تو بھی ایسی باتیں کرتا ہے ہم ابھی تیرا کام تمام کر سکتے ہیں"۔

Marfat.com
Marfat.com

تاریخ حریت اسلام کے مطابق شہباز خان لاہور کے نامی گرامی امیر الامراء اور اکبری دربار کے رکن اعظم' بہادر فاتح اور نامور سپہ سالار تھے۔ دربار میں داڑھی منڈوانے' کان چھدوانے' مہر پر لفظ "مرید" کندہ کرانے وغیرہ کے نت نئے احکام جاری ہوتے رہتے تھے مگر اس متقی و پرہیز گار امیر نے کبھی ان پر عمل نہ کیا بلکہ وہ ہمیشہ نماز' روزے کے پابند رہے ایک روز عصر کے قریب بادشاہ شہباز خان کا ہاتھ تھامے ہوئے فتح پور سیکری کے تالاب پر چہل قدمی کر رہا تھا دیگر امراء دربار کچھ فاصلہ پر کھڑے ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے دیکھیں آج یہ شخص کیسے باتوں میں مصروف رہا جب وقت تنگ ہونے لگا تو شہباز خان نے یکبارگی بادشاہ کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور فوراً" کپڑا بچھا کر نماز عصر ادا کرنے کی نیت باندھ لی۔

مغل حکمرانی کا آخری دور

شاہجہان کے عہد میں اس کے چاروں بیٹوں کے درمیان جو جنگ جانشنی ہوئی تھی اس کی ابتدا کرنے والا داراشکوہ تھا وہ پایہ سلطنت میں اپنے باپ کے پاس تھا جبکہ اس کے باقی بھائی دور دراز علاقوں میں متعین تھے اور یہ بھی دارا شکوہ کی پالیسی کا تقاضا تھا وہ اپنے سب بھائیوں میں سے اورنگ زیب کے زیادہ خلاف تھا اس لئے اسے دلی سے دور دکن میں گورنر مقرر کرا دیا تھا اور پھر وہاں بھی اسے چین سے کام کرنے نہ دیا۔ اس کے خلاف باپ کے کان بھرتا رہتا تھا حالانکہ اورنگ زیب درویش صفت اور بہادر جوان تھا بقول "لین پول" وہ بے پناہ اخلاقی جرات کا مالک تھا ایسے شخص کی جرات جو کسی چیز کی پرواہ کئے .بغیر عقائد کے مطابق عمل کر جاتا ہے۔ اس کی شان اسی میں ہے کہ اس نے اپنے ضمیر کے خلاف عمل نہ کیا۔ نہ اس نے اپنے عقائد سے غداری کی تھی ایک انحطاط پذیر نظام میں نئے روح پھونکنا

Marfat.com
Marfat.com

اور بے حس قلوب میں ایمان راسخ کرنا یہ تھے وہ مسائل جو عالم گیر اورنگ زیب کو درپیش تھے۔ یہ پیغمبروں کے کام تھے اگر وہ دنیا داری کا راستہ اختیار کرتا تو دنیا ان کے پاؤں چومتی مگر اس نے اپنے آورش کے حصول کے لئے سمجھوتے نہ کرنے کا کٹھن راستہ اختیار کیا اور ساری عمر اسی پر کار بند رہا۔

دارا شکوہ نے ایسے ضمیر کے مالک شخص کے خلاف باپ سے مل کر اورنگ زیب کی زندگی اجیرن کر دی تھی جنگ جانشینی میں اورنگ زیب نے جو کچھ کیا اشد ضرورت کے تحت کیا تھا اگر دارا شکوہ کو نہ مرواتا تو خود مارا جاتا اگر باپ شاہ جہان کو قید نہ کرتا تو پھر خود ہی قیدی بن جاتا اور پھر کون جانے کے ہند میں اسلام کا کیا حشر ہوتا۔

مسلمان دوبارہ دین اکبری کے شکار ہو جاتے کیونکہ دارا شکوہ نظریاتی لحاظ سے دین اکبری کے زیادہ قریب تھا اور اسی کو جب اقتدار مل جاتا تو لازما" دین اکبری کا احیاء کراتا کیونکہ ماحول ہی اس وقت ایسا بن چکا تھا امراء عیاش' ناز پرورده' اور توہم پرست تھے۔ بیشتر کے پاس اپنے اپنے جوتشی ملازم تھے جن سے بغیر پوچھے کوئی کام نہ کرتے "بقول لین پول" جن امراء کے رمیان اورنگ زیب نے پرورش پائی تھی وہ زرد رو اور نازک اندام تھے پالکیوں میں بیٹھ کر زائی لڑنے جاتے تھے میدان جنگ میں اپنے ساتھ تمام سامان تعیش رکھتے ان حالات میں رنگ زیب نے مجبورا اقتدار پر قبضہ کیا اور اپنی مذہبی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اسلام کی لیمات کو ہند میں رواج دیا عوام کو انصاف حاصل کرنے کے لئی سرکاری خزانہ سے شرعی لاء کے وظیفے مقرر کرائے جو کہ عدالتوں میں غریب اور لاوارث عوام کے حقوق حاصل نے میں امداد کرتے گویا یہ بھی دور جدید کی رٹ پیٹشوں کی طرح طریقہ کار وضع کیا گیا تھا تھے مغلیہ حکمرانوں کے آخری تاجدار جن کی کاوشوں سے فتاوی عالم گیری جیسی کتابوں کا ایہ مذہبی اور نظریاتی لوگوں کی راہنمائی کا باعث بنا ہوا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

برصغیر پاک و ہند میں مذہبی اور فرقہ وارانہ فساد

صراط مستقیم کی عظیم انقلابی شخصیت حضور اکرم ﷺ نے صراط مستقیم کی بنیادی شرائط اور اس شاہراہ عظیم کی نشاندہی اپنے تیار کردہ انقلابی گروہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کرا دی اسی صراط مستقیم پر چل کر صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا۔ حضور اکرم ﷺ کے بعد صحابہ کرام نے خصوصاً" حضرت صدیق اکبرؓ نے صراط مستقیم کی تعلیمات کو علی منہاج النبوۃ ترویج دے کر دنیا بھر کے قائدین کیلئے راہ نجات متعین کر دی۔ صراط مستقیم کی تعلیمات جب تک نبوۃ کے زیر سایہ اور اقتدار میں جاری تھیں تو کسی قسم کا اختلاف راہ نہ پا سکا۔ پھر جب نبوۃ کے بعد خلافت کا دور شروع ہوا اور یہ دور زیر اقتدار نبوۃ ہی خلافت کے زیر سایہ پروان چڑھتا رہا یہ بھی پر امن رہا مگر جب دور خلافت کے بعد صراط مستقیم کے قائدین زیر امارت سفر شروع کرتے ہیں تو پھر کچھ نہ کچھ تبدیلیاں ظاہر ہونا شروع ہوتی ہیں اور جب خلافت کے بعد امارت کا دور اپنے انتہا تک پہنچا تو نظریات کا ٹکراؤ شروع ہوا جس کے نتیجہ میں عباسیوں اور اموی خاندانوں کی چپقلش نمودار ہونا شروع ہوتی ہے۔ اب تک تو نظریات کی چپقلش تھی مطمع نظر ایک ہی تھا۔ منزل ایک ہی تھی۔ البتہ اپنے اپنے نظریات کے اجتہادات کے مطابق اختلافات اور ٹکراؤ ہونا شروع ہو گیا اس کے بعد نظریات کی جگہ مفادات نے لے لی جس کے نتیجہ میں سلطنتیں اور بادشاہتیں ذاتی اغراض و مفاد کے لاؤ لشکر کے ساتھ اسلام کے معینہ صراط مستقیم کو آلہ کار بنانے کا عمل شروع کرا دیا۔ جب تک خلافت زیر سایہ نبوۃ رہی تو پر امن طور پر صراط مستقیم کی تعلیمات پر عمل درآمد ہوتا رہا اور جب خلافت زیر امارت آنا شروع ہوئی تو اختلافات در آنا شروع ہوئے اسلام جو کہ ایک ہی نام سے اس جہاں رنگ و بو میں اپنی تعلیمات کی روشنی پھیلا رہا تھا اب شیعہ اور سنی کے لبادوں میں دھندلانا شروع ہوا۔

Marfat.com
Marfat.com

اسی دور تک کو حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کہ سب سے بہتر قرن میرا ہے پھر دوسرا قرن اور پھر اس کے ساتھ تیسرا قرن جس کا اختتام نظام امارات پر ہوتا ہے بہتر ہو گا۔ ان تینوں دوروں کو بہترین اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ ان ادوار میں اختلاف رائے موجود تھا مگر منزل سب کی ایک ہی تھی اس کی طرف جو صراط مستقیم جارہی تھی اس کے انتخاب میں اگر نظریاتی اختلاف رونما ہوتا تھا تو وہ بھی قابل برداشت تھا کیونکہ منزل ایک ہی تھی اور آپؐ ہی کا ارشاد ہے کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے (جب تک نظریاتی ہو)۔

چوتھی صدی ہجری ۴۰۰ھ میں جب سلطان محمود غزنوی کے وقت ہندوستان میں مسلمانوں کو کچھ استحکام نصیب ہوا تو اس وقت مذہبی لحاظ سے باہم متحد تھے ایک خدا کی پرستش کرتے تھے' اس پر ان کا بھروسہ ان کے دلوں میں نور ایمان موجزن تھا' مذہبی خیالات میں اتحاد' بات میں اتفاق اور بلند حوصلہ کے مالک تھے' مشکلات کے بڑے بڑے پہاڑ ان کے آگے ریزہ ریزہ ہوجاتے تھے ان کے راہنما بڑے بڑے نورانی چہروں والے خدا پرست اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے والے اہل اللہ پیدا ہوئے۔ یہ شاندار دور زمانہ عالم گیر کے کچھ دیر بعد تک روبہ ترقی رہا۔ وہ غیر مذہب والوں کے مقابلہ میں اپنے ہم مذہب اور ہم خیال لوگوں کی عزت اور حفاظت اپنی ہی حفاظت سمجھتے تھے یہ سب لوگ حنفی مسلک کے پیروکار تھے۔ کوئی مذہبی راہنما دوسرے راہنما کے خلاف کسی لالچ اور ذاتی مفاد کے لئے محاذ آرائی سے اجتناب برتتا تھا اور فروعی مسائل پر دوسروں سے اختلاف کرتے ہوئے کفر اور لعن طعن کی فتویٰ بازی کا نام و نشان نہ تھا۔ تفرقہ بازی اور جیتے جاگتے مسلمانوں کو کافر بنانے کے کاروبار سے نفرت کرتے تھے۔ اپنی جانوں کو خطرات میں ڈال کر ہندوستان کے طول و عرض میں اسلام کو اپنی اصلی صورت میں پھیلایا۔ غیر مسلموں کو محبت و پیار سے اسلام کا حلقہ بگوش بنایا' ان پر خدا کا فضل رہا اور اسی اسلام کے زیر سایہ دنیا سے رخصت ہوئے اور اپنی

Marfat.com
Marfat.com

دینی اور دنیاوی یادگاریں آنے والوں کے لئے چھوڑ گئے۔ یہ لوگ جب پہلے دفعہ ہندوستان کی سرزمین میں داخل ہوئے تو اپنے ہمراہ دنیا اور دین کا نور قرآن اور اس کی غیر اختلافی تفسیریں' حدیث کی مستند کتابیں' آئمہ کرام کے قرآن و حدیث سے استنباط کئے ہوئے مسائل پر مشتمل ریکارڈ کا ایک عظیم ذخیرہ کتب ساتھ لائے۔ انہیں مخلص اور نورانی چہروں والے مسلمانوں کے پیروکاروں میں شاہ عبدالرحیم'' شاہ ولی اللہ'' شاہ عبدالقادر'' شاہ رفیع الدین'' شاہ عبدالعزیز'' شاہ عبدالغنی'' جیسے اکابرین علماء شامل تھے۔ انہیں علماء کرام کی نگرانی میں قرآن و احادیث کی مستند تفاسیر مرتب کی گئیں یہ سب علماء حنفی مسلک کے پیروکار تھے۔

نظام اسلام کے آئمہ اربعہ یا چیف جسٹس

اسلام کا نیر تاباں چوتھی صدی ہجری تک عرب کے علاوہ دور دراز ممالک تک پھیل چکا تھا۔ مقامی حالات کے پیش نظر مسلمانوں کے مسائل شرعیہ میں بھی اضافہ ہونا فطرتی بات تھی ان مسائل کو حل کرنے کیلئے صراط مستقیم کی روشنی اور حدود کے اندر رہتے ہوئے علماء اور حکماء وقت نے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ جیسے جیسے مسائل پیدا ہوتے رہے ان کے لئے قرآن اور احادیث کی روشنی میں ماہرین علوم قرآنی اجتہاد کرتے رہے۔ انہی ماہرین کے اجتہاد اور حل کردہ مسائل کو فقہ کے نام سے منضبط بھی کیا جاتا رہا۔ ان ماہرین کو جو کہ علوم قرآنی اور احادیث اور ملکی حالات پر پورا پورا عبور حاصل کئے ہوئے تھے اس زمانہ میں مروجہ اصطلاح میں امام وقت سے یاد کیا جاتا تھا۔ جیسے کہ آج کل کے دور میں قانون اور ملکی حالات پر عبور حاصل کرنے والے ماہرین کو جن کو حکومت اعلیٰ عدالتوں میں تعینات کرتی ہے ان کو جسٹس' جج وغیرہ کہا جاتا ہے۔ سربراہ عدالت کو چیف جسٹس کے عہدہ پر تعیناتی کی وجہ سے حکومت اور عوام میں احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اسی طرح اس دور میں بھی مسائل شرعیہ کو قرآن اور احادیث کی روشنی میں حل کرنے والے کو امام جیسے قابل احترام لقب سے

Marfat.com
Marfat.com

پکارا جاتا تھا۔ چنانچہ صراط مستقیم کی روشنی میں مسائل شرعیہ حل کرنے میں چار آئمہ کرام نے اجتہاد کیئے ہیں، امام ملک، امام حمد بن حنبلؒ، امام شافعی اور امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے اجتہادی مسائل کو اہمیت حاصل ہوگئی اور انہی کے حل کردہ مسائل کو فقہی مسائل کہا جاتا ہے۔ اسلامی حکومتوں میں ان کے اجتہاد کو قانون کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ جیسے کہ آج کل کی اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کو قانون کا درجہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہ فیصلے قانون ساز اسمبلی کے منظور کردہ قواعد وضوابط کی روشنی میں کئے جاتے ہیں۔ ہندوستان اور پاکستان میں اکثریت امام ابو حنیفہؒ (سید علی ہجویری فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ امام ابو حنیفہؒ کو دونوں ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے ہیں جیسے کہ کسی بچہ کو اٹھائے ہوئے ہوں فرماتے ہیں کہ یہ تمہارے امام ہیں۔ منقول از گنج بخش مقالہ شائعہ کردہ ادارہ علوم اسلامیہ اوقاف پنجاب) کے فیصلوں اور اجتہاد کو اہمیت دیتی ہے۔ اسی لئے اس مسلک کو اختیار کرنے والوں کو حنفی یا اہل سنت کہا جاتا ہے۔ ہندوستان میں مغلیہ دور کے آخر میں اسلامی حکومت دہلی جب کمزور ہوگئی تو اس کے اثرات کے طور پر ملک بھر میں بداطواری اور ہندو مرہٹوں کے قبضہ کی وجہ سے بعض نادان اور جاہل مسلمانوں نے مشرکین ہند کی تمام رسومات کو اپنانے میں عیب نہ سمجھا انہی جیسی رسومات کی نقل کرتے ہوئے اپنی عبادت گاہوں میں ان کی رسوم ادا کرنے لگے یعنی اپنے مذہبی عقائد میں ایک قسم کی غیر شعوری ملاوٹ کے مرتکب ہونے لگے بعض رسومات کو مذہب کا حصہ قرار دے کر ایک الگ فرقہ بن گئے۔ اس وقت کے علماء کرام نے بھی مسلمانوں کے عقائد کو صراط مستقیم پر چلانے کے لئے حالات کے مطابق جدوجہد کی مگر ان کے بعض پیروکاروں نے بعض مسائل میں جدت پیدا کرنے کی خاطر اور اپنی ذاتی شہرت کو اہمیت دینے کی خاطر افراط تفریط کرتے ہوئے اپنے اپنے الگ فرقے تشکیل دیئے اور یہی فرقے آج کل پاکستان میں بھی باہم دست وگریبان ہیں۔ اسی طرح موجودہ دور میں قدیم درس نظامی کا تعلیم یافتہ ایک گروہ فقہ حنفی کی مخالفت کے نقطہ نظر سے اپنے آپ کو بظاہر علماء دیو بند کا پیروکار عوام میں متعارف کرا رہے ہیں مگر اندرونی طور پر عبداللہ چکڑالوی کے نظریات کو اپنائے ہوئے ایک

Marfat.com
Marfat.com

الگ فرقے "موحدین" کے نام سے کام کر رہے ہیں ان نظریات کو ترویج دینے میں واں بچھراں نام کے گاؤں میں رہنے والی ایک شخصیت نے بڑا کام کیا ہے۔ عبداللہ چکڑالوی وہ صاحب تھے جو کہتے تھے کہ میرا دماغ سر سید نے چرا لیا ہے۔

سابقہ مشترکہ پنجاب کی زرخیز زمین نے غلام احمد قادیانی نام کے ایک شخص کو فرقہ قادیانیوں کا بانی بنا دیا ۔ ابتداء" یہ شخص یورپ کے ایک پادری ضرائی نام کے شخص کی مخالفت کیصورت میں پبلک میں آیا اس پادری کا دعویٰ تھا کہ میں ہندوستانیوں کو عیسائی مذہب کا پیروکار بنا کر آؤں گا۔ ہندوستان میں مناظرہ بازی شروع کی اور اپنے مسلک کی برتری کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے نظریہ کو پیش کیا جو کہ عام مسلمانوں کا دیرینہ اور بنیادی عقیدہ ہے۔ ضرائی کے اس دعویٰ کو غلط ثابت کرنے کے لئے غلام احمد نے یہ نظریہ پیش کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر جو زندہ ہیں وہ دراصل میں ہی ہوں میں آچکا ہوں لہٰذا تم عیسائی دنیا مجھے عیسیٰ مسیح تسلیم کرو ورنہ تم عیسائیت کے منکر ہو۔ ضرائی کو اس شخص نے اتنا تنگ کیا کہ وہ بمعہ اپنی پارٹی کے واپس بھاگ گیا۔ غلام احمد نے خود اپنے آپ کو ایک نبی کی حیثیت سے عوام میں پیش کیا حالانکہ تاریخی لحاظ سے اس کا دعویٰ نبوت بھی غلط تھا۔ کیونکہ نبوت اور رسالت کا سلسلہ ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی نسل میں جاری کرایا گیا تھا۔ نوح علیہ علیہ الصلوۃ والسلام کے تین بیٹے سام' حام' یافث تھے۔ سام کو خط عرب میں حام کو خطہ افریقہ میں اور یافث کو ایشیائی خطہ میں آباد ہونا پڑا۔ یافث کے بیٹے ترک کے اولاد کو تاتاری اور مغول کی اولاد کو مغول جسے مغل بنایا دنیا بھر کے سلسلہ شجرہ النساب کے مطابق مغل ترک ہیں اور غلام احمد اپنے آپ کو بابر کی اولاد سے منسوب کرتے ہیں مغل یافث کی اولاد ہے اور نبوت سام کی نسل میں سے تھے (ازالتہ الاوہام)

Marfat.com
Marfat.com

اب یہاں غلام احمد نے جب دیکھا کہ لوگوں میں میری واہ واہ ہو گئی ہے تو اس خیال کے پیش نظر کہ کہیں غزالی کی پارٹی پھر نہ آ جائے۔ اس کے سد باب کی خاطر اس نے خود اپنے آپ کو بطور ایک نبی عوام میں متعارف کرانا شروع کر دیا اور اپنے پیروکاروں کی ایک نئی جماعت "قادیانی" تیار کی اور یہ مشہور کرا دیا کہ جو مجھے نبی نہ مانے گا وہ دین اسلام سے خارج ہو گا۔ اس طرح مسلمانوں کو صراط مستقیم کے حدود کو پامال کرنے والے راہنماؤں نے مختلف فرقوں میں تقسیم کرا کے ان کی متحدہ طاقت کو ختم کرایا اور انہی اختلافی مسائل جو کہ اکثر فروعی نوعیت کے ہوتے ہیں میں مبتلا علماء کے کردار کو دیکھتے ہوئے موجودہ دور کے بعض ترقی پسند اعلیٰ تعلیم یافتہ جن کو قرآن و احادیث سے استخراج اور اجتہاد کے اصولوں کی معمولی سی شدبد انگریزی تراجم کے ذریعہ حاصل ہو چکی ہے وہ بھی اس وقت مجتہد ہونے کے دعوئی دار بن چکے ہیں یعنی موجودہ دور کے ماڈرن مجتہد ہیں۔ اگر ان لوگوں کا اجتہاد صراط مستقیم کے حدود میں رہتے ہوئے اور اخلاص کے ساتھ بغیر کسی تعصب اور نفرت کے جذبات سے خالی ہوتا تو پھر قابل تعریف ہے۔ صرف مغربی اعلیٰ تعلیم سے بہرہ ور ہونا کافی نہیں کیونکہ مغربی تعلیم اور سائنس کا نقطہ نظر اور مقصد اعلیٰ صرف انسان کے نفس اور حیوانی جذبات کی خدمت کے سوا کچھ نہیں۔ اس کی نگاہ حیات ارضی سے آگے نہیں جاتی وہ اسی دنیا کو اپنے لئے جنت بنا ڈالنے کے خبط میں مبتلا ہے اس کا مقصد اولیٰ ذاتی مفاد اور دوسرے کا استحصال کرنا ہے۔

ان ماڈرن مجتہدین میں سے اکثر یورپ کے مستشرقین اور سر سید مرحوم کے عقیدت مند ہیں۔ سر سید نے قرآن کے مطالب کو نیچر کی طرف لانے کی کوشش کی تاکہ علی گڑھ کے طلباء اس کو سمجھ سکیں اس لئے ان کے پیروکاروں کو نیچری کہا جاتا ہے اسی طرح ایک

Marfat.com
Marfat.com

دوسرے مولوی عبداللہ چکڑالوی تھے ابتداء" ان لوگوں کے نظریات جن کے عقائد میں غیر شرعی رسومات کا ادا کرنا عبادت کا درجہ حاصل کر چکے تھے، ان کے باطل عقیدوں کے رد کرنے کے لئے اہل حدیث کی جماعت میں ہوئے تھے، مگر چند سالوں کے بعد جب دیکھا کہ احادیث میں بھی اختلافات ہیں تو انہوں نے احادیث نبویؐ سے بالکل انکار کر دیا اور اپنا نظریہ یہ بنا لیا کہ جو کچھ قرآن میں موجود ہے وہی کافی ہے کسی حدیث اور فقہ کی ضرورت نہیں اسی طرح یہ اپنے آپ کو اہل قرآن کے طور پر تعارف کراتے رہے۔ تو اس طرح ان کے نظریات کے پیروکار آج کل یہی ماڈرن مجتہد کوئی پرویزی بن کر جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔

ہندوستان میں صوفیاء کرام کی جدوجہد

ہندوستان میں بابر کے بیٹے ہمایوں کے اقتدار کو شیر شاہ سوری نے شکست دے کر اپنی حکومت قائم کر لی شیر شاہ پابند شریعت حکمران تھا اس کے عہد میں شریعت کو بھی فروغ حاصل ہوا اس کی وفات کے بعد ہمایوں واپس آکر ہندوستان میں حکمرانی پر قابض ہوا۔ ہمایوں کا بیٹا اکبر نظریات کے لحاظ سے اسلام بیزار قسم کا انسان تھا مسلمانوں کے خیالات کی بہ نسبت ہندوؤں کے اعتماد حاصل کرنے کیلئے ان کی ہمنوائی زیادہ کرتا تھا۔

ان حالات میں قانون قدرت کے مطابق اس فتنہ کے سد باب کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے اس خطہ سے ایک ایسی شخصیت کا انتخاب فرمایا جس کو شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے انہوں نے اکبری فتنہ الحاد اور بھگتی تحریکوں کے سدباب کے لئے کام کرنا شروع کیا۔ انہوں نے اپنی اعلیٰ روحانیت اور بلند پایہ علمیت کے زور سے امراء دربار کو متاثر کر کے شریعتِ محمدی کے حق میں فضاء ہموار کی۔ دارا شکوہ کا رجحان بھی بھگتی انداز فکر

Marfat.com
Marfat.com

کی جانب تھا مگر اسی گھرانے کی ایک شخصیت اورنگ زیب عالمگیر کی فتح سے شریعت محمدی کی بالا دستی قائم ہوئی اور بھگتی انداز فکر کی پسپائی کے اسباب پیدا ہو گئے۔

انگریزی دور حکومت میں راجا رام موہن رائے نے برہمو سماج کے نام سے ایک نیا مذہب بنانے کی کوشش کی ۔ جس میں توحید کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اس میں جملہ مذاہب کی اچھی باتیں جمع کر دی گئی تھیں دیال سنگھ مجیٹھیہ جنہوں نے دیال سنگھ کالج اور دیال سنگھ لائبریری قائم کرائی تھی یہ بھی برہمو سماج ہی کے پیروکار تھے۔

مہاتما گاندھی نے بھی اپنے رنگ میں بھگتی تحریک کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کی انہوں نے بعض سربرآوردہ مسلمانوں پر اپنی مہاتمایت کا جادو چلا کر سکہ جمانے کی کوشش کی۔ مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے انگریزوں کے خلاف آزادی ہند کے نام سے بھی بھگتی تحریک کے لئے ہی کام کرنے کا مقصد تھا اسی لئے آزادی ہند کے پردہ میں بعض اوقات ان کو مساجد میں بھی تقریروں کے لئے اتحاد قوم کی خاطر دعوت دی جاتی تھی انہوں نے نیشنلزم کے نام پر متحدہ ہندی قومیت کا نعرہ بلند کیا ان دنوں یورپ میں بھی نیشنلزم کا بہت چرچا تھا بلکہ وہاں تو نیشنلزم کے نظریہ کی پرستش کی حد تک اعتقاد پیدا کیا گیا تھا۔ چونکہ ہندوستان میں انگریزوں کا تسلط قائم تھا اسی متحدہ قومیت کے ذریعہ اپنے اقتدار کو طول دینے کی خاطر نیشنلزم کا تصور یہاں بھی رائج کرانے کی کوشش کی گئی مگر مسلمانوں کے بعض لیڈروں نے انگریزوں کے اس مکروفریب کے پردے کو چاک کرتے ہوئے مسلمانوں کی الگ قومیت کا نظریہ پیش کیا۔ گاندھی کی درپردہ خواہش یہی معلوم ہوتی تھی کہ وہ مسلمانوں کو اپنی الگ قومی شخصیت کو چھوڑ کر متحدہ قومیت کے نظریہ پر آمادہ کیا جائے ۔

گاندھی کی نیشنلزم اور بھگتی تحریک مسلمان لیڈروں کی کوششوں سے دم توڑ گئیں اور ملک

Marfat.com
Marfat.com

تقسیم ہو گیا اسی بھگتی تحریک کے ایک نظریہ پر یعنی برائی اور باطل کے خلاف کام کیا جائے مگر جہاد جو کہ اسلام کا بنیادی نظریہ ہے کو ترک کر دیا جائے ایک جماعت مسلمانوں میں سے بھی ابھری جس کو عرف عام میں قادیانیت کے نام سے شہرت حاصل ہوئی اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ انگریزوں کی حکومت مسلمانوں کے نظریہ جہاد سے محفوظ رہ جائے۔

برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کو جب ہندوستان میں اقتدار کا استحکام وجود میں آیا تو اس وقت کے دانشوروں نے ملک کی آزادی کے لئے مختلف ذرائع اختیار کرنے کا نظریہ اپنایا۔ چنانچہ مروجہ دینی شعور سے وابستہ علماء نے ذہنی تربیت کے لئے دینی مدارس کا رواج دینا ضروری سمجھا۔ اسی طرح ایک دوسرا طبقہ دانشوروں کا بھی آزادی وطن کے جذبہ سے متاثر تھا جنہوں نے انگریزوں کے اقتدار میں رہتے ہوئے اپنے آزادی وطن کے جذبہ کی تربیت کے لئے حکمرانوں کے طریقہ تعلیم سے استفادہ حاصل کرنے میں مصلحت سمجھی اور جدید تعلیم انگریزی زبان میں اپنی صلاحیتوں کو پروان چڑھایا۔ کیونکہ ان کا مقابلہ دو محاذوں پر تھا۔

مقامی اکثریتی عوام کی ذہنیت (ہندو) اور حکمران طبقہ دونوں سے نجات حاصل کرنے کا نظریہ اپنایا۔ چنانچہ اس گروہ کے جلو میں سر سید مرحوم کے علاوہ مولانا حالی' مولانا شبلی' مولوی ڈپٹی نذیر احمد' مولوی چراغ علی' نواب وقار الملک' محسن الملک' مولانا عبدالحلیم شرر' مولانا راشد الخیری' شمس الحق' مولوی ممتاز علی' علامہ عبداللہ یوسف علی جنہوں نے قرآن کا انگریزی زبان میں ترجمہ بھی کیا تھا۔ جیسے دانشور بھی جذبہ آزادی وطن سے متاثر تھے۔

ان کی مساعی سے حکمران طبقہ میں مسلمانوں کے خلاف انتقامی کاروائی میں کمی آئی۔ یہ گروہ بیوروکریٹ کی حیثیت سے حکمرانوں کے نظریات سے باخبر ہوتے رہے اور حکومت وقت کو یقین دلاتے رہے کہ مسلمان بحیثیت قوم ایک الگ ذہنیت کے حامل ہیں۔ یہ حکومت کے

Marfat.com
Marfat.com

خلاف کسی قسم کے خلفشار کا باعث نہیں ہوتے۔ اسی طرح حکومت کی حمایت حاصل کرنے کی خاطر عوام میں سے باشعور طبقہ بھی کوشاں رہا۔ چنانچہ قادیان کی ایک شخصیت مرزا غلام احمد نامی بھی سامنے آئی اور حکومت کو باور کرایا کہ اس کی نسل یعنی مغل خاندان سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی حکومت کے ہمنوا ہیں۔

اس وقت حکمرانوں کا خیال تھا کہ ہم سے اقتدار واپس لینے کے لئے مغل حکمرانوں کی نسل ہر ممکن کوشش کرے گی کیونکہ اس طبقہ سے انہوں نے حکمرانی کا حق جبراً حاصل کیا تھا۔ اسی خوف سے بچنے کے لئے فوج میں مغلیہ خاندانوں سے نسبت رکھنے والوں کی شمولیت ممنوع قرار دے دی گئی تھی۔

چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے برطانوی امپریلزم کو اپنی وفاداری کا ثبوت دینے کی خاطر ہی ایک نظریہ عوام میں ترویج دینے کا فیصلہ کیا اور یہ نظریہ بھی حکمرانوں کے ترتیب دیئے ہوئے پروگرام کے مطابق تھا جیسے کہ ۱۸۶۹ء میں وائسرائے ہند لارڈ میو نے بنگال سول سروس کے ایک افسر ڈبلیو۔ ڈبلیو ہنٹر کو اس اہم سوال کا جائزہ لے کر رپورٹ پیش کرنے کو کہا۔ ہنٹر نے تمام صورت حال کا بغور جائزہ لے کر رپورٹ پیش کی کہ "جہاد ہی وہ نظریہ ہے جو ان کے شدید جوش، تعصب، تشدد اور قربانی کی خواہش کی بنیاد ہے۔ اس قسم کا عقیدہ انہیں ہمیشہ حکومت کے خلاف متحد کر سکتا ہے۔ ان میں جہاد کا نظریہ سرد نہیں ہوا۔ ان پر مذہبی دیوانوں اور جہادی ملاؤں کا اثر نہایت قوی ہے اور وہ کسی لمحہ بھی ان کے جذبات کی آگ کو بھڑکا سکتے ہیں۔ (ڈبلیو، ڈبلیو ہنٹر دی انڈین مسلم۔ کامریڈ پبلشرز، کلکتہ ۱۹۴۵ء"

مرزا غلام احمد قادیانی نے نمک خواری اور جان نثاری کا اعتماد دلاتے ہوئے کہا "ہمارا جان نثار خاندان سرکار دولت مدار (سلطنت انگلینڈ) کا خود نوشتہ پودا ہے۔ ہم نے سرکار انگریزی کی راہ

Marfat.com
Marfat.com

میں اپنا خون بہانے اور جان دینے سے بھی کبھی دریغ نہیں کیا۔ (تبلیغ رسالت' جلد ہفتم مرزا قادیانی) سب سے پہلے میں یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ میں ایسے خاندان میں سے ہوں جس کی نسبت گورنمنٹ نے ایک مدت دراز سے قبول کیا ہوا ہے' (مغل) کہ وہ خاندان اول درجہ پر سرکار دولت مدار انگریزی کا خیرخواہ ہے۔" مرزا قادیانی کی لیفٹیننٹ گورنر بہادر کے حضور درخواست (خود رسالت تبلیغ) "میں ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیرخواہ ہے۔ میرا والد مرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیرخواہ آدمی تھا جن کو دربار انگریزی میں کرسی ملتی تھی۔ (کتاب البریہ اشتہار ستمبر ۱۸۹۷ء) اس قسم کا اطمینان دلانے کے بعد ہی مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کر دیا تھا اور ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ خدا نے مجھ پر وحی بھیجی ہے کہ اب جہاد حرام ہے۔)

ان حالات کے پیش نظر معلوم یہ ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے بھی آزاد وطن کے لئے ایک منصوبہ پر عمل درآمد شروع کیا تھا اور اس کے لئے حکمران طبقہ کی اشیرباد حاصل کرنے کے لئے یہ سارا نبوت کا ڈھونگ رچایا تھا۔ جس کو ختم کرنے کے لئے ہندوستان میں بھرپور احتجاج شروع ہو چکا تھا۔

اسلام کے ابتدائی دور میں نبوت کا دعویٰ کرنے والے یہ چار اشخاص تھے۔

(۱) الاسود عنسی (یمن کا)

(۲) مسیلمہ اسد (یمامہ کا)

(۳) طلیحہ (غطفان کا)

(۴) کاہنہ سجاح تمیم کا)

Marfat.com
Marfat.com

تاریخ انسانی کا نشیب و فراز

انسانیت کی تاریخ جب سے ترتیب دی گئی ہے اس کے مطابق آج سے ساڑھے چار ہزار سال قبل کرہ ارض کی بلند ترین سطح جو شمال مشرق میں واقع ہے اور جس کا آج کل کی تاریخ میں منگولیا اور چینی ترکستان کے نام سے تذکرہ کیا جاتا ہے تاریخ قدیم کی بے شمار اقوام کا ابتدائی گہوارہ یہی علاقہ رہا اسی مرکز سے بے شمار انسانوں کی نسلیں شمال مغرب اور اردگرد کے اطراف میں پھیلتی رہی ہیں اس کے مشرق میں چین' مغرب و جنوب میں مغربی اور جنوبی ایشیا اور شمال کی جانب یورپ کا خطہ آباد ہے اس طرح اس مرکز سے اردگرد کے اطراف انسانوں کی تہذیب سے متاثر ہوتے رہے رفتہ رفتہ ایک مقامی قوم بنتے رہے۔ البتہ ان تمام نئے آباد کاروں کا وطنی سرچشمہ اپنی اصلی حالت پر باقی رہتا رہا۔ اس طرح کافی وقت گزرنے کے بعد ایک نیا انسانوں کا سیلاب امنڈ کر اردگرد کے دوسرے علاقوں میں آباد ہوتا رہا اور پھر ایک نئی قومی تہذیب کا وجود بننا شروع ہو جاتا تھا اس طرح مرور زمانہ کے مطابق ان قدیمی انسانوں کی دو قسمیں بنتی رہی تھیں۔ ایک وہی پرانے منگولین آباد کار جن کی زندگی جدید تہذیب سے قطعاً" متاثر نہ تھی اور دوسرے وہ انسان جو اردگرد کے علاقوں میں پھیل کر وہاں کی نئی تہذیب سے متاثر ہو کر زندگی گزارتے رہے جو لوگ وقتی طور پر نکل کر واپس آ کر ٹھہر جاتے ان کو سمین کہا جاتا ہے اور دوسرے صحرانورد ہوتے تھے انہی وحشی قبائل کا ایک گروہ جن کو تاریخ آریائی نسل کے نام سے یاد کرتی ہے اس کا ایک حصہ وسط ایشیا یورپ کی طرف بڑھ گیا اور ایک حصہ نیچے کی طرف اتر کر پنجاب میں آباد ہو گیا۔ ایک دوسرا گروہ مغرب کی سمت بڑھا جو فارس اور میڈیا اناتولیا میں رہائش پذیر ہوا انہیں اقوام کو انڈویوروپین آریا کے نام سے تاریخ میں متعارف کرایا جاتا ہے کیونکہ یہ ہندوستان اور یورپ دونوں کی آریائی اقوام کے مورث اعلیٰ تھے۔ ان انسانوں کا جو گروہ شمالی ہند میں قیام پذیر ہوا

Marfat.com
Marfat.com

اس کو آریانہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور پھر یہی آریانہ آخر کار ایران کے نام سے مشہور ہوا۔ جو اقوام اناتولیا میں قیام پذیر ہوئے وہ غالباً" ہٹی (HITTITE) کے نام سے پکارے گئے ان منگولین خاندان کے جو لوگ یورپ میں داخل ہوئے وہ گوتھ' فرانک' الامان' ونڈال' ٹیوٹان اور اورین کے نام سے مشہور ہوئے انہیں کی ایک شاخ وہ تھی جو بحراسود سے لے کر دریائے ڈینیوب کی بالائی وادی تک پھیل گئی اور پھر سھین کے نام سے پکاری جانے لگی وسط ایشیا کے مشرقی قبائل بھی جو بکٹریا (بلخ) پر تاخت و تاراج کرتے رہتے تھے سھینی ہی تسلیم کئے گئے ہیں۔ صحرائی قبائل کی جو شاخیں شمالی ہند' اناتولیا' ایشیائے کوچک اور ایران میں آباد ہوئیں ان کو ایسا ماحول میسر ہوا جو زراعت کے لئے موزوں تھا اسی لئے انہوں نے زراعتی زندگی اپنا لی۔ لیکن جو شاخیں یورپ کی طرف بڑھیں انہیں ایسا ماحول میسر نہ آیا جس کی وجہ سے ان میں صحرائی خصلتیں بدستور باقی رہیں۔ اور صدیوں تک ان میں کسی قسم کی تبدیلی کے آثار نہیں ملے۔ ان تاریخی حقائق سے یہ بات سامنے آئی کہ منگولیا کے انسانوں کے تین طبقے بن گئے تھے۔ ایک اصلی وحشی منگولین' دوسرے بحر اسود کے شمالی ساحل اور شمالی یورپ کی قبائل جن کی سابقہ خصوصیات بدستور موجود رہیں' اور تیسرے وہ صحرائی تارکین وطن جو ہندوستان ' اناتولیا' ایران کے نئے آباد کار منگولین جن کی عادتیں مقامی ماحول کے مطابق تبدیل ہو چکی تھیں اور نئی نئی تہذیبوں کے باعث بنتے رہے۔ بنیادی طور پر یہی منگولین نسل دو طبقوں میں شمار کئے جا سکتے ہیں۔ ایک طبقہ وہی پرانے انسان جو کہ کاکیشیا کے پہاڑوں کے اس پار زمانہ قدیم سے رہائش پذیر تھے اور دوسرا گروہ یہی صحرانورد طبقات جو کہ "بستا" ترقی یافتہ دور میں داخل ہو کر زندگی گزارتے تھے۔ پہلے گروہ نے اپنی عادتوں میں کسی قسم کی تبدیلی لانا مناسب نہ سمجھا بلکہ وہی جانوروں کے شکار اور جنگلی پھلوں اور غاروں میں رہ کر زندہ رہنے کو ترجیح دیتے رہے اور دوسرا صحرا نورد گروہ

Marfat.com
Marfat.com

اپنے اپنے جدید وطن میں مقامی آب و ہوا کے مطابق زراعت اور صنعت کو ذریعہ معاش بنا کر نسل انسانی کو بڑھاتے رہے۔

جدید آباد کار پر امن زندگی گزارنے کے عادی ہونے کی وجہ سے جنگ و جدل اور فساد برپا کرنے سے نفرت کرتے تھے مگر نئے گروہ کاکیشیا کے پہاڑوں کو عبور کر کے لوٹ مار اور غارت گری کرتے ہوئے تمام علاقوں کے سابقہ آباد کاروں کو ہمیشہ پریشان کرتے رہتے تھے۔ قدیم مورخین جن میں یونانی مورخ ہیروڈوٹس بھی داخل ہے ان کی ان لوٹ مار اور غارت گری کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ان وحشی انسانوں کے لئے یہ ایک آسان مشغلہ زندگی گزارنے کا ہاتھ لگا کہ جب جی چاہا اپنے علاقہ سے نکل کر جدید تہذیب سے متاثر آباد کاروں پر حملہ آور ہو کر لوٹ مار کر کے چلے جاتے اور شہری آبادیوں میں رہائش پذیر انسان جو کہ اصلاً" یہی منگولین تھے مگر جدید تہذیب اختیار کرنے کی وجہ سے وحشی انسانوں کے لئے ذریعہ معاش بن جاتے اور ہمیشہ ان خونخوار انسان نما درندوں اور عفریتوں سے خوف زدہ رہتے۔ تاریخ میں ان حملہ آوروں کو ہی یاجوج ماجوج کے نام سے یاد کیا گیا یہ لفظ اصل میں یاگوگ میگوگ تھا جس کو عربی میں یاجوج ماجوج سے پکارا جاتا ہے یہ اصطلاح (انہی منگولین نسل کے لئے ہے جو کہ کاکیشیا کے پہاڑوں کے اس پار رہائش پذیر تھے اور کبھی کبھی ان پہاڑوں کو عبور کر کے صحرانوردی کرتے ہوئے پرانے تہذیب یافتہ منگولوں کی آبادیوں میں لوٹ مار کر کے واپس اپنے ٹھکانوں پر چلے جاتے) ۔ پر استعمال کی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں صحیفہ تورات میں جو ذکر ہوا ہے وہ ایسا ہے کہ ماجوج کا لفظ تورات کے باب پیدائش میں مذکور ہوا ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام کے تین لڑکے تھے سام' حام اور یافث سے ہی اقوام عالم کی بنیاد پڑی چنانچہ یافث کی نسبت مذکور ہے کہ اس سے جمر' مادی' یونان' توبال' مسک اور تیراس پیدا ہوئے۔ اس تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ ماجوج سے مقصود منگولین نسل ہی ہے اس دور

Marfat.com
Marfat.com

میں ماذی اور ماجوج کو ایک نسل ہی سمجھا جاتا رہا اور پھر حز قیل نبی کی پیشن گوئی پر ایک نظر ڈالیں اس میں جوج کو روش' مسک اور توبال کا سردار کہا گیا ہے اور یہ ٹھیک انہیں قبائل کے نام ہیں "روش" وہی ہے جس سے رشیا نکلا ہے "مسک" وہی ہے جو "موسکو" ہوا "توبال" بحراسود کا بالائی علاقہ تھا۔

کاکیشیا کے دروں سے حملہ آور ہونے والے منگولین نسل کے لوگ غیر تہذیب یافتہ تھے اسی لئے ان میں کوئی اجتماعی حیثیت کا لیڈر پیدا نہ ہوا اور جب بھی کوئی ایسا منتظم سامنے آیا تو پھر اس لیڈر کی قیادت میں بھی لوٹ مار کرنے کے بعد واپس چلے جاتے ہمیشہ کے لئے کسی علاقہ پر بھی مستقل حکمران بن کر رہنا گوارا نہ کرتے۔ چند صدیوں بعد ان صحرانورد قبائل میں بھی نظم و ضبط سے متاثر ہو کر ایک قائد ان میں بھی پیدا ہوا چنانچہ پانچویں صدی میں (اٹلیٹا) ATTLITA نے جو کہ ہن قبیلہ میں سے تھا اپنی قوم کی قیادت سنبھال کر رومن مملکت پر حملہ آور ہوا اور نتیجہ میں رومن حکمرانوں کی حکومت کو ہمیشہ کیلئے پامال کر دیا۔

مرور زمانہ کے بعد منگولیا میں سے ایک نیا حکمران اقتدار میں سامنے آتا ہے جس کو تاریخ چنگیز خان کے نام سے یاد کرتی ہے اس حکمران نے تاتاریوں کو ہمنوا بنا کر وسط ایشیا سے لے کر عراق تک اسلامی ممالک کو خس و خاشاک کی طرح بنا کر رکھ دیا۔

منگولین قبائل کی یلغاروں کو روکنے کے لئے مختلف ادوار میں انتظامات ہوتے رہے چنانچہ پہلا دور دارا کی یلغار کا آتا ہے جس کی افواج میں تمام اقوام شامل تھیں ان میں یہودی بھی شامل تھے۔ دارا کی افواج نے باسفورس کو عبور کر لیا تھا مگر مشرقی یورپ میں پہنچ جانے کے بعد یونانیوں کی بے وفائی کی وجہ سے واپسی اختیار کرنی پڑی۔

چھٹی صدی قبل مسیح میں مغربی ایشیا کا تمام علاقہ سسمین قبائل کے حملوں سے غارت ہو رہا

Marfat.com
Marfat.com

تھا اور جس طاقت نے اچانک ظاہر ہو کر ان کے حملوں کو روکنے کا انتظام کیا جس کی وجہ سے مغربی ایشیا محفوظ ہوا تھا وہ سائرس کی شخصیت تھی جس نے پہلی دیوار تعمیر کرائی اور سیمین قبائل کی روک تھام کا انتظام کیا۔ اسی روک تھام کی کامیابی کو دیکھ کر ہی چینیوں نے بھی حملہ آوروں سے حفاظت کے لئے دیوار چین کھڑی کر دی۔ جو کہ پندرہ سو میل تک پھیلی ہوئی ہے یہ دیوار چین کے شہنشاہ شین ہونگ کے اقتدار میں تکمیل پذیر ہوئی۔

اس دیوار کی تعمیر سے شمال مغرب کی طرف سے منگولین قبائل کے حملوں سے حفاظت ہو گئی۔ سائرس وہی شخصیت تھی جس کو یہودیوں میں ذوالقرنین کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حکمرانی عطا فرمائی اور ہر طرح کے سازو سامان حکمرانی سے مسلح تھا۔ اس کی تین بڑی مہمیں تاریخ میں مذکور ہیں۔ پہلی مہم مغربی ممالک فتح کرنا دوسری طرف یا جوج ماجوج (منگولین) قوم تھی جو کہ آ کر لوٹ مار کر کے چلے جاتے۔ اسی سائرس نے ان کی روک تھام کیلئے دیوار تعمیر کرائی تھی اور یہ تعمیر بھی اس لئے کرائی کہ ایک مظلوم قوم نے یاجوج ماجوج سے محفوظ رہنے کے لئے ان سے التجا کی تھی ورنہ وہ خود تو خدا پرست اور راست باز انسان تھا آخرت کی زندگی پر یقین رکھتا تھا۔

اسی سائرس نے یہودیوں کی تباہ حال حالت کو از سر نو تعمیری شکل دی اور ہیکل بھی از سر نو تعمیر کرایا۔ جدید تحقیقات سے معلوم ہوا کہ سائرس کا اصلی نام گورویا گوروش تھا جیسے کہ دارا کے کتبہ بے ستون سے معلوم ہوتا ہے لیکن یونانی اسی کو سائرس (Cyrus) ہی کہتے رہے پھر یہودیوں نے اس لفظ گوروش کو خورس کی شکل میں بنایا۔ چنانچہ عرب مورخین اسی خورس کو کیخسرو کے نام سے پکارتے تھے۔ اسی سائرس کا لڑکا کیم بی سیز (Combyses) تھا یہ یونانی لفظ ہے جس کو پارسی میں کمبوچیہ کہا جاتا ہے پھر عربوں نے کیقباد بنا دیا۔ بعد کے مترجمین نے اسی کو دارا یورش بنایا اور ہوتے ہوئے دارا کے نام سے مشہور ہوا۔

Marfat.com
Marfat.com

دارا نے اپنے سلسلہ کو نسب ہخامنش نام کے بادشاہ سے ملایا ہے ہیروڈوٹس کی روایت کے مطابق یہ سائرس کا پڑ دادا تھا۔

انسانیت کی تربیت میں مذاہب کا کردار

ہر تعمیر کی کسی نہ کسی تخریب کے بعد ہی ضرورت پیش آتی ہے تخریب مادی طور پر ہو یا روحانی اسی کے مطابق تعمیر کی ضرورت پڑتی ہے اسی فطرتی اصول کے مطابق اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی جنات کی تخریبی کاروائیوں کے بعد تخلیق آدم کی تعمیر کا ارادہ ظاہر کیا اس نئی تعمیر انسانیت کے بعد از آدم تا این دم مادر گیتی نے کئی تہذیبوں کو جنم دیا اور آغوش کائنات نے متعدد تعمیری انقلابات کو پرورش کیا۔ لیکن تاریخ انسانی میں صرف اسلامی تہذیب ہی نے انسانیت کا دامن خیروفلاح سے مالا مال کیا اور ایک ہی تعمیری انقلاب نے نوع انسانی کو ظاہر و باطن کے اعتبار سے بدلا یہ انقلاب بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی محبوب ترین مخلوق کی عظیم شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھوں تکمیل تک پہنچایا۔

اس انقلاب کے پس پردہ کسی قسم کی قومی عصبیت' ذاتی مہم جوئی' نسلی تفاخر' فتوحات کا خبط' ذاتی محرومیوں کا بدلہ لینے کا جنون' خون آشام رویہ' پندار حکمرانی کی تسکین کے لئے تجربات کا شوق اور ہر چیز کو تہس نہس کر دینے کا جذبہ نہیں تھا بلکہ اس انقلاب کے خمیر میں آفاقیت انسان دوستی' اجتماعی فلاح' انسانی آبرو کا تحفظ' قیام امن' وسیع تر انسانی برادری کی تشکیل' حکومت برائے خدمت خلق کا اصول' خوف آخرت' بندگی رب ذوالجلال اور ہمہ نوع نخوت جاہلیہ کے خاتمہ کے عناصر شامل تھے۔

یہ انقلاب بیک وقت اصلاح عقائد اور تعمیر اخلاق سے لے کر منصفانہ معاشی ڈھانچہ' جدید سیاسی انفرا سٹرکچر' عادلانہ طرز معاشرت اور متوازن روحانی نظام کے قیام کا پیغام تھا اس

Marfat.com
Marfat.com

انقلاب نے ایک نئی تہذیب کو جنم دیا جس نے سابقہ جاہلی غرور کو خاک میں ملایا' نسلی تقسیم کو مسترد کیا' رنگ و زبان کو بہتان و ہم و گمان قرار دیا' تمیز آقا و غلام کو فساد آدمیت کہا۔ اس انقلابی تہذیب نے دنیا بھر کو ایک نئے اور خوشگوار تجربے سے آشنا کیا اگرچہ اس تہذیب کا وہ شاندار نمونہ آج کاملا" موجود نہیں رہا لیکن ان کی تاریخ آج بھی اس دنیا کو اپنی خوشبو سے معمور کر دیتی ہے۔

اس جدید انقلابی تہذیبی دور سے پہلے دنیا کی چار گرانڈیل تہذیبیں اپنی بساط لپیٹ چکی تھیں۔ گو کہ ان تہذیبوں نے عالم انسانی کو پر شکوہ سلطنتیں' پیچ در پیچ فلسفے' چمکتی دمکتی بستیاں اور سر بفلک محلات دیئے مگر واقعہ یہ ہے کہ انسانی آبرو کو داغدار کر گئیں جو ہر آدمیت کو کچلا گئیں اور حرمت بشر کی چادر کو تار تار کر دیا۔ انسان خلیفہ فی الارض کے منصب سے گر کر حیوان ناطق کی سطح پر پہنچ گیا۔ یونانی' ہندی' رومی اور ایرانی تہذیبوں کی جگہ لینے کی خاطر ایک صالح' متوازن' جاندار اور جدید تہذیب کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی اور یہ ضرورت ایک ہمہ گیر قسم کے انقلاب ہی سے پوری ہو سکتی تھی۔ ہر تہذیب کا محور کوئی نہ کوئی مذہب ہی رہا ہے دنیا میں جتنی تہذیبیں گزری ہیں ان کی بنیاد مذہب ہی تھا۔ مذہب کیا چیز ہے اس کی مختصر تعریف ای۔بی ٹیلر نے یہ کی ہے "مذہب روحانی موجودات پر اعتقاد کا نام ہے"۔ میتھیو آرنلڈ کے خیال میں "مذہب جذبات سے متاثرہ اخلاق یا جذباتی اخلاق کا نام ہے" پروفیسر وائٹ ہیڈ لکھتے ہیں کہ "مذہب اعتقاد کی اس قوت کا نام ہے جس سے انسان کی اندرونی پاکیزگی خالص ہوتی ہو"۔ مذہب ان صداقتوں کا نام ہے جن میں یہ قوت ہو کہ وہ انسانی کردار میں انقلاب پیدا کر سکیں۔ اس دنیا میں مذاہب کی تعداد کا تعین کرنا بڑا دشوار ہے اگر لاکھوں مذاہب نہیں تو ہزاروں میں ان کی تعداد ضرور ہو گی۔

دنیا کے بڑے بڑے مشہور مذاہب میں سے موجودہ دور میں صرف ہندو مت' بدھ مت'

Marfat.com
Marfat.com

یہودیت' عیسائیت اور اسلام کے پیروکاروں کا وجود ان مذاہب کی اہمیت کا ثبوت مہیا کرتا ہے۔

ہندومت

تاریخ بتاتی ہے کہ یہ قوم دراصل نوح علیہ السلام کی گم شدہ قوم ہی ہے۔ اس قوم کے نبی بھی یہی تھے پانچ سو سال تک اس قوم کی ہدایت کرتے رہے مگر انہوں نے ایک نہ سنی اسی مایوسی کے نتیجہ میں اس نبی کا نام بھی "نوحہ" کرنے کی وجہ سے نوح علیہ السلام پڑھ گیا تھا۔ اس قوم کے ساتھ ایک دوسری قوم ہائبین کے نام سے بھی تھی جو کہ ستارہ پرست اور آگ کو پوجتی تھی اس لئے ہندو قوم اپنی ہر تقریب آگ کے روشن کرنے سے شروع کرتی ہے۔ ہندومت کا مذہب تاریخی لحاظ سے قدیمی مذہب ہے اس کی اولین شخصیت گم نامی کے دبیز پردوں میں ہو سکتی ہے لیکن ایک عام خیال یہ ہے کہ ہندومت کا آغاز اس وقت سے ہوا جب آریاؤں نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ آریاؤں سے پہلے ہندوستان میں دراوڑی تہذیب کے لوگ آباد تھے جن کی تہذیب کے نشانات اب بھی موہنجوداڑو' ہڑپہ اور دیگر بے شمار مقامات پر موجود ہیں۔ داروڑی سیاہ فام پستہ قد مضبوط جسموں والے تھے آریاؤں نے ان کو مار بھگایا اور خود قابض ہو گئے۔ آریاؤں سے پہلے اس ملک پر راجہ بھرت کا اقتدار تھا اسی لئے اس ملک کو بھارت کہا جاتا ہے۔

ہندوؤں کی تہذیب کے آثار ان کی کتابوں میں جو کہ "ویدوں" کے نام سے مشہور ہیں موجود ہیں ان کی تعلیمات میں دنیا سے فرار اور دنیاوی لذت سے کنارہ کشی کی ہدایات موجود ہیں ابتدائی دور میں ہندوؤں کے درمیان کسی قسم کے طبقات کا وجود نہ تھا مگر مرور زمانہ کے ساتھ ان میں بھی مختلف طبقات بن گئے ان میں سب سے اہمیت کا حامل برہمن طبقہ ہے اور سب سے کم تر درجہ شودروں کو دیا جاتا ہے۔ اس قوم کے تقریباً" اسی فرقے ہیں اور ہر ایک دوسرے سے مختلف عقیدہ رکھتا ہے یہ لوگ تین خداؤں کا عقیدہ رکھتے ہیں' شیو' وشنو اور

Marfat.com
Marfat.com

برہما۔ ان میں شیو جی کے پجاری اپنے پیشانی پر تلک لگاتے ہیں اس کی حقیقت اس طرح ہے کہ ایک دفعہ ایک پجاری کسی درخت کے نیچے سو رہا تھا اس درخت پر بیٹھے ہوئے کسی کوئے نے بیٹ کر دی جو کہ اس شخص کے پیشانی پر خود بخود تلک کا نشان بن گئی۔ نیند میں ہی فوت ہونے پر دوزخ کے فرشتہ اٹھا کر دوزخ میں ڈالنے کے لئے لے جانا چاہتا تو اچانک شیو جی کے فرشتے آ گئے اور کہنے لگے اس کے ماتھے پر تلک کا نشان ہے لہٰذا اس کو سورگ (جنت) میں لے جاتے ہیں اس مقصد کے لئے یہ قوم پیشانی پر تلک لگاتی ہے۔

ان کے عقیدہ کے مطابق اولین شخصیت "برہما" (خالق کائنات) کی ہے اس شخصیت کے جسم کے مختلف حصوں سے مختلف طبقات کا وجود وابستہ ہے مثلاً" سر سے برہمن پیدا ہوئے' کھتریوں کو بازوؤں سے' ویشوں کو شکم سے ' شودروں کی پیدائش قدموں سے ہوئی۔ اسی پیدائش کے فلسفہ کے مطابق ہندوؤں کے طبقات کا تعین کیا جاتا ہے ان طبقات کے فرائض بھی مختلف قسم کے ہوتے ہیں برہمنوں کے ذمہ تحصیل علم' پوجا پاٹ' تلقین وعظ و نصیحت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

کھتریوں کے ذمہ جنگ اور دوسروں کا استحصال کرنا' حکومت کرنے کی ذمہ داری سپرد ہوتی ہے ویشیوں کے فرائض میں کھیتی باڑی' تجارت وغیرہ کرنا' شودروں کا فرض ہوتا ہے کہ دوسرے تمام صبقات کی خدمات بجا لائیں ان کے مذہب میں سب سے کم تر درجہ اگر کسی کو دیا جا سکتا ہے تو وہ اچھوتوں کا ہے۔

ویدوں کے علاوہ ہندوؤں کی مشہور کتابیں اپنشد ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مظاہر کائنات میں ایک ہی روح کار فرما ہے جسے "برہما" کہا گیا ہے ان کی تہذیب میں تناسخ کا عقیدہ بھی شامل ہے جس کے مطابق انسان مرنے کے بعد فنا نہیں ہوتا بلکہ اس کی روح کسی

Marfat.com
Marfat.com

دوسرے جسم میں حلول کر جاتی ہے اور اس جسم کا دارومدار اس مرحوم کے اعمال کے مطابق تصور کیا جاتا ہے، برے اعمال والے کی روح کسی شودر کے جسم میں حلول کر جاتی ہے۔ کسی نے چوری کا عمل اختیار کیا ہو تو اس کی روح کسی چوہے کی جسم میں سرایت کرے گی اور قاتل کی روح کسی شیر درندہ کی صورت میں منتقل ہوتی ہے۔ ہندوؤں کی کتابوں میں دو اور کتابیں بھی مشہور ہیں۔ ''مہابھارت اور رامائن۔'' ہندوؤں کے دیوتاؤں کا شمار بھی نہیں کیا جاسکتا البتہ ان میں سے صرف تین دیوتا برہما، وشنو اور شیوا کو اہمیت دی جاتی۔

ویدوں کے عہد و تصنیف و تدوین کی نسبت میکس مواد کا مسلک اس وقت تک ماہرین موضوع میں مقبول چلا آتا ہے اور علمی حیثیت سے اس پر کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ میکس مواد نے ویدوں کی تصنیف کا زمانہ چار عہدوں میں منقسم کر دیا جائے ان میں سے رگ وید کا آخری باب ۱۰۰۰ ق م سے ۸۰۰ ق م تک ہے۔ گویا رگ وید کی سب سے قدیم نظمیں ۱۲۰۰ ق م سے زیادہ پیچھے نہیں جاتیں۔ مسلاً اے۔ بی کیتھ (KEITH) پروفیسر سنسکرت ایڈنبرا یونیورسٹی نے اس موضوع پر جو مقالہ کیمبرج ہسٹری آف انڈیا کے لئے لکھا تھا اس میں بھی یہی مسلک اختیار کیا ہے وہ تمام بحث کا خاتمہ اس نتیجہ پر کرتے ہیں کہ رگ وید کے قدیم ترین ترانے مثلاً ''اشا'' ممکن ہے ۱۲۰۰ ق م تک پیچھے لے جائے جاسکیں۔

(کیمبرج ہسٹری آف انڈیا ج ۱ ص ۱۱۳)

ماخوذ ترجمان القرآن ص ۴۸۸

پران یا پوران ہندو دھرم کی مشہور کتابیں ہیں۔ یہ کل اٹھارہ بتائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب بھوشیہ پران ہے۔ بھوشیہ کے معنی پشینگوئی کے ہیں چونکہ اس پران میں آئندہ پیش آنے والی باتوں کا ذکر ہے اس لئے اس کا نام بھوشیہ پران ہے۔ مذکورہ بھوشیہ پران کی ایک فصل ''پرتی سرگ'' ہے اس فصل میں بتایا گیا ہے کہ جو رسول ''کل جگ'' میں پیدا ہوگا۔ اس کا نام ''سرانما'' ہوگا۔ انما اس شخص کو کہتے ہیں جس کی تعریف و ثناء کی جائی۔

Marfat.com
Marfat.com

سرو کا معنی ہے دوسروں سے زیادہ تعریف والا جو کہ لفظ ''محمدؐ'' کا عربی مطلب ہے یعنی سنسکرت اور عربی دونوں معنی ایک ہی ہوئے۔

یہ پشین گوئی تاریخی لحاظ سے قبل از مسیح کی ہے جو کہ حضور اکرم ﷺ کے متعلق ہندو مسلک میں کی گئی ہے۔

وید میں نبی ﷺ کے مد مقابل جنگ بدر میں آنے والے غیر مسلم کمانڈروں کی تعداد اور ان کا انجام۔ جو درج ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔ (ماخوذ مجلہ دعوت لاہور)

کمانڈر کا نام	فوج اور ان کے پیروکار	جنگ	آخری انجام
۱۔ ابوجہل	قریش اور ان کے پیروکار	بدر ۲ھ	اس مقابلہ میں مارا گیا
۲۔ ابوسفیان	" " " "	احد وخندق	فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوا
۳۔ رئیس بنی قینقاع	بنی قینقاع	غزوہ بنی قینقاع	قوم سمیت جلاوطن ہوا
۴۔ حسین ابن اخطب	بنونضیر	غزوہ بن نضیر ۲ھ	بنی قریظہ کے ساتھ قتل ہوا
۵۔ عنیہ بن حصن فزاری	بنوفزارہ	غزوہ اضراب ۵ھ	فتح مکہ کے قریب مسلمان ہوا
۶۔ عوف بن مالک	بنوہوازن	"	" " " " " "
۷۔ طلیحہ بن خویلد اسدی	بنواسد	" "	اسلام لایا پھر نبوت کا دعوی کیا پھر مسلمان ہو گیا
۸۔ ابوالاعور سلمی یا اس کا باپ	بنوسلیم	" "	جنگ حنین میں بعد میں مسلمان ہوا
۹۔ عام بن الطفیل	بنوعامر	" "	طاعون سے مرا
۱۰۔ حارث بن عوف	بنومرہ	"	"جنگ تبوک کے بعد مسلمان ہوا
۱۱۔ مسعود بن رخیلہ	بنواشجع	" "	ایک بہترین مسلمان ہوا
۱۲۔ کعب بن اسد	بنوقریظہ	غزوہ بنی قریظہ ۵ھ	غزوہ کے بعد قتل ہوا

Marfat.com
Marfat.com

۱۳۔ حارث بن ابی ضرار	بنو مصطلق	غزوہ مریسع ۵۔۶ھ	غزوہ کے بعد مسلمان ہوا
۱۴۔ عبدالرحمٰن فزاری		غزوہ ذی قرد ۷ھ	اسی جنگ میں مارا گیا
۱۵۔ مرحب یہودی	نطاۃ اور شق کے یہود	غزوہ خیبر ۷ھ	اس جنگ میں مارا گیا
۱۶۔ کنانہ بن ابی الحقیق	یہود کتیبہ	" "	" " " "
۱۷۔ رئیس یہود	یہود وادی القری	غزوہ وادالقری	
۱۸۔ رئیس محارب و خصفہ	بنو محارب و خصفہ	غزوہ ذات الرقاع	
۱۹۔ مالک بن عوف نصری	بنو ثقیف و ہوازن	غزوہ حنین و طائف	اس جنگ کے بعد مسلمان ہو گیا
۲۰۔ رومی سردار	روم	غزوہ تبوک	

(نوٹ) غزوہ تبوک آخری غزوہ تھا اس کے بعد آپ کی زندگی میں کسی محاذ آرائی کی نوبت نہیں آئی۔ یہ بھی یاد رہے کہ پوری عہد انسانی تاریخ میں محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اور کسی پر اس قسم کے واقعات درج نہیں ہوئے۔ (ابن اکبر اعظمی)

Marfat.com
Marfat.com

ہندو مذہب کے ماننے والے اپنے جس "کالکی اوتار" (ہادی عالم) کا انتظار کر رہے ہیں وہ درحقیقت حضرت محمدؐ کی ذات اقدس ہے جس کا ظہور آج سے چودہ سو سال قبل ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہندوؤں کو اب کسی "کالکی اوتار" کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے اور فوراً اسلام قبول کر لینا چاہئے اس امر کا انکشاف بھارت میں حال ہی میں چھپنے والی ایک کتاب "کالکی اوتار" میں کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا مصنف ایک ہندو برہمن پنڈت وید پرکاش ہے جو سنسکرت کا ممتاز عالم اور الہ آباد یونیورسٹی میں ایک اہم عہدہ پر متمکن ہے۔ مصنف نے اپنی اس تحقیق کو بھارت کے آٹھ بڑے پنڈتوں کے سامنے پیش کیا جو تحقیق کے میدان میں ممتاز مقام رکھتے ہیں اور بھارت کے بڑے مذہبی رہنماؤں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان پنڈتوں نے بھی وید پرکاش کی اس تحقیق کو درست تسلیم کیا ہے۔ مصنف نے اپنے اس دعویٰ کی حمایت میں ہندوؤں کی مقدس کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ مقدس کتاب "ویدا" میں درج ہے کہ "بھگوان کا آخری پیغمبر" (کالکی اوتار) ہو گا جو پوری دنیا کو رہنمائی فراہم کرے گا۔ مصنف کہتا ہے کہ یہ بات صرف حضرت محمدؐ پر صادق آتی ہے۔ ہندوازم کی پیشن گوئی کے مطابق کالکی اوتار ایک جزیرے میں جنم لے گا اور یہ درحقیقت عرب کا علاقہ ہے جو جزیرۃ العرب کے نام سے جانا جاتا ہے۔ "ویدا" میں کالی اوتار کے باپ کا نام "وشنو بھگت" اور ماں کا نام "سومانب" تحریر ہے۔ سنسکرت میں وشنواللہ اور بھگت غلام کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح وشنو بھگت کا عربی ترجمہ عبداللہ بنتا ہے۔ "سومانب" سنسکرت میں امن و آشتی کو کہتے ہیں اور عربی میں اس کا مترادف لفظ آمنہ ہے۔ عبداللہ اور آمنہ حضرت محمدؐ کے والد اور والدہ ماجدہ کے نام ہیں۔

"کالکی اوتار" کے بارے میں مزید کہا گیا ہے کہ بھگوان اپنے خاص پیغام رساں کے ذریعے انہیں ایک غار میں علم سکھائیں گے اور یہ بات بھی صرف حضرت محمدؐ پر ہی صادق

Marfat.com
Marfat.com

آتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے غار حرا میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے علم سے نوازا۔ ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں تحریر ہے کہ بھگوان "کالکی او تار" کو ایک تیز رفتار گھوڑا دیں گے جس کی مدد سے وہ اس دنیا کے گرد اور ساتوں آسمانوں کی سیر کریں گے۔ حضرت محمدؐ کی براق کی سواری اور واقعہ معراج اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔ مقدس کتابوں میں تحریر ہے کہ کالکی او تار گھڑ سواری' تیزاندازی اور تیغ زنی میں ماہر ہو گا۔ مصنف وید پرکاش کہتا ہے کہ اس پیشن گوئی کی جانب خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ گھوڑوں' نیزوں ور تلواروں کا دور اب گزر چکا ہے اور اب اس کی جگہ جدید ہتھیاروں ٹینک' میزائل وغیرہ نے لے لی ہے اور ایسی صورت میں نیزوں' بھالوں سے مسلح او تار کا انتظار غیر دانشمندانہ اقدام ہو گا۔ مصنف کہتا ہے کہ "کالکی او تار" درحقیقت حضرت محمدؐ کی طرف واضح اشارہ ہے جسے اللہ نے آسمانی کتاب قرآن دے کر پوری کائنات کے لئے رہنما بنا کر بھیجا لہٰذا ہندوؤں کو اب فوراً اسلام قبول کر لینا چاہئے۔

(وید پرکاش' کالکی او تار' ہندوستان' نوائے وقت' ۹ دسمبر ۱۹۹۷ء)

☆ ☆ ☆

قارئین کرام! یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ رسول کریمؐ امی و عربی کی ذات مستودہ صفات ہی ہمارے دین و ایمان کی محکم اساس اور ہمارے ملی اتحاد کی ضامن ہے۔ جب تک کسی انقلابی مسلمان کے دل میں حقیقی جذبہ محبت اور تقویٰ کی کیفیت موجود نہ ہو گی وہ اپنا اصلی انقلابی تشخص برقرار نہیں رکھ سکتا۔ جیسے کہ علامہ اقبالؒ نے بھی ذیل کے خط میں اظہار خیال کیا ہے۔

"I believe the personality of the prophet is the only force which can bring together the scattered forces of Islam in this country. The organization of Muslims is badly needed in view of what is coming in the near future."

Marfat.com
Marfat.com

بدھ مت

بدھ مت کا آغاز چھٹی صدی قبل از مسیح میں ہوا۔اس تہذیب کے بانی گوتم بدھ کو قرار دیا گیا۔گوتم بدھ کا اصلی نام ''ساکھیامنی'' تھا یہ نیپال کے جنوب میں کپل وستو کے مقام پر پیدا ہوا وہ ایک شاہی خاندان کا فرد تھا اس کی ابتدائی زندگی شہزادوں کی طرح عیش وعشرت میں گزری تھی۔کہا جاتا ہے کہ اس کی پیدائش پر ایک نجومی نے پیشن گوئی کی تھی کہ اگر انہوں نے دنیا کے مصائب دیکھ لئے تو پھر یہ تارک الدنیا ہو جائیں گے۔ورنہ ان کی قسمت میں دنیا کی بادشاہی ہے۔اسی پیش گوئی کے مطابق گوتم بدھ کے والدین نے یہ اہتمام کرنا شروع کیا کہ وہ مصائب اور آلام سے آشنا نہ ہوں۔ ان ساری احتیاطوں کے باوجود انہیں ایک بار اپنے ملازم کے ہمراہ باہر جانے کا اتفاق ہوا تو ان کو ایک بوڑھا آدمی نظر آیا جس کی کمر بڑھاپے کی وجہ سے ٹیڑھی ہو چکی تھی پھر ایک مریض نظر آیا جو حالت مرض میں بڑی تکلیف میں مبتلا تھا اور پھر ایک تارک الدنیا آدمی دیکھا جس کا چہرہ پرسکون اور طمانیت سے بھرپور تھا۔چونکہ گوتم بدھ کی ذہنی کیفیت غور وفکر میں ہر وقت مبتلا رہی تھی،اس نے سوچا کہ دنیا میں اطمینان سے زندگی گزارنے کا ایک ہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ انسان تارک الدنیا ہو کر زندگی بسر کرے۔چنانچہ تقریباً تیس سال کی عمر میں گھر سے نکل کھڑا ہوا اور ویرانوں میں

Marfat.com
Marfat.com

گھومنا شروع کیا۔ غذائی اجناس کو چھوڑ کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر سوچنا شروع کیا کہ اصل زندگی کیا ہے وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ انسان کی بہتری کے لئے سوچنا ہی اصل زندگی ہے اسی جگہ بیٹھ کر اس نے ارادہ کیا کہ انسانوں کی خیر خواہی کے لئے بلیغ اور نصیحت کرنا چاہئے جب یہ عرفان اس کو حاصل ہوا تو مطمئن ہو گیا۔ اس جگہ کو "بدھ گیا" اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہاں اس کو عرفان حال ہوا تھا دوسرے انسانوں کی خیر خواہی میں تقریباً" اسی سال کی زندگی گزارنے کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

گوتم بدھ نے صراحتاً" خدا کا انکار نہیں کیا مگر اس کی تعلیمات میں کسی ماورائی شخصیت کی نشاندہی نہیں ملتی اس کی تعلیمات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ "ہشت پہلو" راہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے ہشت پہلو سے مراد اس کی آٹھ چیزوں کی صحت ہے صحیح ایمان' صحیح ارادہ' صحیح گفتگو' صحیح کردار' صحیح معاش' صحیح فکر' صحیح انکساری اور صحیح مراقبہ ان کے علاوہ اپنے پیروکاروں پر پانچ چیزیں اور لازم کرتا ہے (۱) کوئی ذی حیات کسی کو زندگی سے محروم نہ کرے (۲) کوئی چیز کسی سے زبردستی اور دھوکے سے حاصل نہ کی جائے (۳) جھوٹ بولنے سے پرہیز کرے (۴) منشیات سے پرہیز کرے (۵) جسم کو گناہوں کی آلودگی سے بچا کر رکھے۔ گوتم بدھ نے زندگی کو اعتدال سے گزارنے کو موزوں زندگی سمجھا تھا۔

گوتم بدھ کی تعلیمات میں بت پرستی منع تھی اسی لئے ابتدائی طور پر گوتم بدھ کی ذاتی اشیاء میں سے کسی ایک کو بطور نشانی اپنایا جاتا تھا مثلاً ان کی کھڑاؤں کو یا تخت کو جس پر بیٹھا رہتا۔ مگر بعد میں ہندوؤں کے زیر اثر آنے سے قسم قسم کے عقیدے رواج پا گئے ان کے رواج پانے کی وجہ سے اس عقیدہ کو "مہابان" کہا جانے لگا اس کے معنی ہیں بڑا بوجھ اٹھانے والا۔ یہ نام اس لئے رواج پا گیا کہ اس مسلک میں ہر قسم کے بوجھ اور عقیدے کو داخل کیا جا سکتا ہے گوتم بدھ کے پرانے عقیدہ کو "ھنایان" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

گوتم بدھ کی تعلیمات کو پھیلانے کے لئے مہاراجہ اشوک نے ہر جگہ مبلغین اور ان کی خانقاھیں تعمیر کیں کتبوں پر ان کی تعلیمات کو لکھوا کر نصب کرائے۔ غیر ممالک میں سفیر بھیج کر اس کی تعلیمات کی نشرواشاعت کا انتظام کرایا۔ گوتم بدھ کی تعلیم ہندوستان میں برھمیت کے خلاف ایک رد عمل کے طور پر عمل میں لائی گئی تھی۔

یہودیت

یہودی تہذیب کی بنیاد دو عقائد پر ہے (ا) خدا کی وحدانیت (۲) بنی اسرائیل قوم کی خدا کی پسندیدہ اور مخصوص امت ہونا۔ یہود حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے لڑکے کا نام یہودا تھا بعد میں (د) کا نقطہ ختم کر کے یہودا بن گیا۔ قوم یہود کو اس لئے یہود کہتے ہیں کہ بچھڑے کی عبادت چھوڑ کر ہدایت کا راستہ اختیار کر لیا تھا۔ عبادت کیلئے بیت المقدس کی طرف رخ کر رہے تھے ۔ تمام الہامی کتب میں خدا کے وجود اور وحدانیت کا تصور موجود رہا تھا بعد میں بعض تہذیبوں میں اس تصور میں رد و بدل ہوتا رہا۔ جیسے کہ عیسائیوں میں تین خداؤں کا تصور بعد کی پیداوار ہے۔

یہودی نسلی اعتبار سے اسرائیلی ہیں ''اسرائیل'' ایک عبرانی لفظ ہے جس کے معنی ''خدا کا بندہ'' اور یہی حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کا عبرانی زبان میں نام بھی تھا تو اس لحاظ سے اسرائیلی یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں شمار ہوتے ہیں۔ اولاد یعقوب میں سے عمران اپنی قوم کے سردار تھے انکی بیوی کا نام عائفہ تھا یہی موسیٰ علیہ السلام کی ماں تھی۔ جب فرعون مصر کو نجومیوں نے بتایا کہ تمہاری حکمرانی کو اسرائیلیوں سے خطرہ ہے تو اس نے ایک آرڈیننس کے ذریعہ حکم جاری کرایا کہ اسرائیلیوں کے بچوں میں سے کسی لڑکے کو زندہ نہ رہنے دیا جائے بلکہ پیدا ہوتے ہی ختم کر دیا جائے اسی حکم کے مطابق ہر بچہ کو پیدا ہوتے ہی دائی کے

Marfat.com
Marfat.com

ذریعہ ختم کرا دیا جاتا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو اس کی ماں نے دائی کو راضی کیا کہ اس کی خبر حکومت تک نہ پہنچے دائی نے اپنے آپ کو بچانے کی خاطر ایک بکری کے بچہ کو ذبح کرا کے کپڑے میں لپیٹ کر خون آلودہ کپڑے کے ساتھ ہی دفنا دیا اور یہ بات حکومت کے نوٹس میں لائی کہ نومولود کو قتل کر کے دفنا دیا گیا ہے ۔ اس واقعہ کے بعد موسیٰ گھر میں پلتے رہے اچانک حکومت کے آدمیوں نے چھاپہ مارا موسیٰ علیہ السلام اپنی بہن کی گود میں تھے ڈر کے مارے بہن نے ان کو لوگوں سے بچانے کی خاطر ایک تنور میں ڈال دیا اوپر سے بند کر دیا۔ سپاہی چلے گئے تو پھر موسیٰ علیہ السلام کو تنور سے نکالا گیا اور ایک ترکھان جس کا نام سانوم تھا سے ایک لکڑی کا صندوق تیار کرایا گیا۔ حکومت کے خوف سے اس کو صندوق میں بند کر کے دریا برد کر دیا گیا ۔ اس دریا سے ایک ذیلی نہر نکالی گئی تھی جو کہ شاہی دربار میں سے گزر کر جاتی تھی اس نہر میں صندوق فرعون کی بیوی کو نظر آیا تو شوق تجسس میں صندوق کو نکالا گیا جب کھولا تو اس میں سے ایک خوبصورت بچہ برآمد ہوا جب اس کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا گیا تو فرعون کی بیوی نے التجا کی کہ اس بچہ کو چھوڑ دو میرا کوئی بچہ نہیں اس کی میں پرورش کروں گی اس سے حکومت کو کوئی خطرہ نہ ہو گا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے گھر میں ہونا شروع ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافت یوشع بن نون کو ملی ان کے بعد کالب اور اس کے بعد سمح کو ملی ان کے بعد عمالقہ کے حصہ میں آئی۔ عمالقہ بیت المقدس کے قریب ایک قصبہ جس کو فلسطین کہتے تھے میں رہائش پذیر تھے یہ لوگ عملیق بن عاد کی اولاد تھے ۔ یہی سب علاقہ پر قابض ہو گئے ان کے بعد نبی کی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ایک عورت لاوی جو کہ اولاد یعقوب علیہ السلام میں سے تھی اس کا ایک بیٹا ہوا جس کو شمویل کہا جاتا تھا اس کو نبوت ملی اور حکمرانی کے اختیارات کے لئے طالوت کو مقرر کرایا گیا ۔ فرعون کی کہانی ایسے شروع ہوتی ہے کہ اس کا

Marfat.com
Marfat.com

نام ولید بن مصعب تھا۔ یہ اصفہان کا ایک غریب عطار تھا تلاش روزگار کے سلسلہ میں شام کے ملک میں آیا راستہ میں تربوزوں کو دیکھا تو روزگار کی خیال سے تربوز اٹھا لئے کہ شہر میں فروخت کروں گا مگر اس بے داد نگری میں آتے آتے راستہ میں حکومت کے آدمیوں نے ایک ایک تربوز زبردستی لے لیا صرف ایک تربوز اس کے پاس بچ گیا اس نے اس لاقانونیت کو دیکھ کر ایک قبرستان میں ڈیرہ جما لیا جب کوئی جنازہ شہر میں قبرستان میں لایا جاتا تو یہ اس کے وارثوں سے بطور ٹیکس کچھ رقم وصول کرتا کہ سرکاری حکم ہے اس طرح کافی عرصہ تک اس کا روزگار چلتا رہا۔ اتفاقاً" ایک جنازہ حکمران پارٹی کا لایا گیا اس نے ٹیکس کا مطالبہ کیا مگر وہ انکاری ہوئے کہ تم کو کس نے حکم دیا ہے کہ ٹیکس وصول کرو اس جرم میں پکڑ کر حاکم کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے اپنے جرم کی معذرت طلب کی اور لاقانونیت کی تمام کہانی گوش گزار کر دی۔ تمام جمع کردہ دولت حکومت کو دے دی حاکم خوش ہوا اور اسی خوشی میں حکومت میں شریک کار بنا دیا جب حکومت ملی تو اس نے انتقاماً" مصر کے قبطیوں کو حکم دیا کہ وہ مجھ کو سجدہ کریں اس حکم کی اسرائیلیوں نے حکم عدولی کی اور سجدہ سے انکاری ہوئے اس کے نتیجہ میں اسرائیلیوں کا قتل عام شروع ہوا بلکہ زیتون کا تیل گرم کر کے اس میں اسرائیلیوں کو جلا دیا جاتا تھا۔ قبطیوں میں سے پہلا آدمی سجدہ کرنے والا ہامان تھا اس کو وزیر مملکت بنا دیا گیا اس نے قتل عام بند کرایا اور حکم دیا کہ اسرائیلیوں کو قتل نہ کرو بلکہ ذلیل کرو۔ بادشاہ نے خواب دیکھا کہ اسرائیلیوں کے علاقہ سے ایک اژدھا نکل کر اس پر حملہ آور ہو رہا ہے خواب کی تعبیر کے مطابق بچوں کا قتل دوبارہ شروع کرایا مگر اس ترمیم کے ساتھ کہ ایک سال قتل اور دوسرے سال قتل بند کرایا جائے معافی والے سال میں ہارون علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور قتل والے سال میں موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ اسی لئے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے ایک سال عمر میں بڑے تھے۔ لفظ موسیٰ کے معنی

Marfat.com
Marfat.com

اکڑ کا چلنا اور قوت سے رفتار رکھنا' درختوں سے پتے جھاڑنا' عبرانی میں موپانی کو کہتے ہیں یعنی درخت کو یعنی پانی اور درخت(لکڑے) کا آمیزہ مطلب یہ کہ پانی اور صندوق سے دریافت شدہ کو موسیٰ کہا جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ نسب یہ ہے موسیٰ بن عمران بن نصیر بن ثابت بن لادی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔ بنی اسرائیل کو خدا کی پسندیدہ مخلوق ہونے کا شرف اس لئے حاصل ہوا تھا کہ ان کے فرائض اللہ تعالیٰ نے یہ بتائے تھے کہ وہ اسلام کی دعوت توحید اقوام عالم تک پہنچائیں مگر مرور زمانہ سے بنی اسرائیل بحیثیت قوم نے اپنے فرائض منصبی سے تغافل برتنا اپنا شعار بنا لیا بلکہ خدا کی زمین میں فساد پھیلانا اپنا منشور قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی عزت افزائی اور پسندیدگی کی صفت کو اٹھا لیا اور اپنے علاقہ سے جلا وطن کرا دیا۔ اگرچہ ان کا اخراج یعقوب علیہ السلام کے زمانہ میں ہی شروع ہو چکا تھا مگر اجتماعی طور پر مصر کی طرف نقل مکانی بعد کے زمانہ میں ہوئی۔

مصر میں اس دور میں ایک اور قوم بھی آباد تھی جن کو "قبطی" کہا جاتا تھا اسی قوم نے اس نافرمان قوم کو اپنا غلام بنانا شروع کر دیا اسی غلامانہ زندگی کے دور میں اللہ تعالیٰ نے ان پر پھر رحم کرتے ہوئے ایک رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی نجات کے لئے بھیجا۔ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا زمانہ بعثت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً" تیرہ صدیاں پیشتر تھا مصر سے ان کا انخلاٗ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی سربراہی میں ہوا۔ کوہ سینا پر ہی موسیٰ علیہ السلام پر تورات کا نزول ہوا۔ جزائر سینا میں طویل عرصہ تک اسرائیلی خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے رہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی سربراہی میں انہوں نے کافی ترقی حاصل کی اور فلسطین میں آباد ہونا شروع کیا ان کی تربیت اور ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ مگر اس نافرمان قوم میں اپنی فطرتی عادت سے مجبور ہو کر

Marfat.com
Marfat.com

ذلت کی زندگی گزارنے کی طرف رجحان پیدا ہوا ان پر بطور سزا ایسے فاتحین بھیجے گئے کہ ان کے دور میں فلسطین کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی اسرائیلیوں کو عروج اور شان و شوکت اگر کچھ عرصہ نصیب ہوا تو وہ حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے دور میں ملا تھا۔ اپنی طویل تاریخ اور حکمرانی کے باوجود دنیا میں یہودیوں کی تعداد بہت تھوڑی رہی عروج کے دوران بھی ان کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ کبھی نہیں ہوئی موجودہ دور میں یہودیوں کے اپنے قول کے مطابق تقریبا" دو کروڑ کی تعداد میں ہیں۔ یہودی تصور ابتداء میں ایک محدود نسلی تصور تھا یعنی کتاب پیدائش کا یہودا خاندان اسرائیل کے نسلی خدا کی حیثیت سے نمایاں ہوا تھا لیکن پھر یہ تصور بتدریج وسیع ہوتا گیا یہاں تک کہ یشعیا دوم کے صحیفہ میں "تمام قوموں کا خدا" اور تمام قوموں کا ہیکل نمایاں ہو گیا۔ تاہم " اسرائیلی خدا" کا نسلی اختصاص کسی نہ کسی شکل میں برابر کام کرتا رہا۔

تجسم اور تنزیہ کے اعتبار سے وہ ایک درمیانی درجہ رکھتا تھا اس میں غالب عنصر قہروغضب' انتقام و تعذیب کا تھا۔ خدا کا بار بار متشکل ہو کر نمودار ہونا' مخاطبات کا تمام تر انسانی اوصاف اور جذبات سے آلودہ ہونا' قہرو انتقام اور ابتدائی درجہ کا تمثیلی اسلوب' تورات کے صحیفوں کا عام تصور ہے۔

خدا کا انسان سے رشتہ اس نوعیت کا رشتہ ہوا جیسے ایک شوہر کا اپنی بیوی سے ہوتا ہے شوہر نہایت غیور ہوتا ہے وہ اپنی بیوی کی ساری خطائیں معاف کر دے گا لیکن یہ جرم معاف نہیں کرے گا اس کی محبت میں کسی دوسرے کو بھی شریک کرے۔ اسی طرح خاندان اسرائیل کا خدا بھی غیور ہے اس نے اسرائیلی گھرانے کو اپنی چہیتی بیوی بنایا۔ اس لئے خاندان اسرائیل کی بے وفائی اور غیر قوموں سے آشنائی اس پر بہت ناگوار گزرتی ہے اور ضروری ہے کہ وہ اس جرم کے بدلے سخت سزائیں دے۔

Marfat.com
Marfat.com

چنانچہ احکام عشرہ (Ten Commandents) میں ایک حکم یہ بھی تھا۔تو کسی چیز کی صورت نہ بنائیو اور نہ اس کے آگے جھکیو کیونکہ میں تیرا خداوند رشک کرنے والا ایک بہت ہی غیور خدا ہوں (باب خروج۔۲۱) یہودیوں میں خدا کے متعلق یہ تمثیل مصر سے خروج کے بعد پیدا ہوئی۔

بنی اسرائیل جو کہ یہودی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔اسی نسلی تفوق کے جذبہ کی وجہ سے دنیا کے کسی بھی خطہ میں اپنے موجود ہونے کا احساس دلاتے ہیں۔تاریخ انسانی کے نشیب وفراز میں انہیں شدید ترین جبر و تشدد کا سامنا کرنا پڑا اور بعض موقع پر تو ان کے استحصال اور کلی اور مجموعی طور پر خاتمے کی ایسی سرتوڑ کوششیں ہوتی رہی ہیں جن کی کوئی دوسری مثال تاریخ انسانی میں بہ مشکل ملے گے۔ایسے حالات کے ہوتے ہوئے بھی آج اس دنیا میں موجود ہیں۔ اگر ان کو کسی ملک سے دربدر کیا گیا تو دنیا کے کسی اور خطے میں کچھ عرصہ کے بعد نظر آتے ہیں۔ جرمن میں ہٹلر کے ہاتھوں تباہی کے بعد آج امریکہ میں وہی حیثیت ان کو حاصل ہو چکی ہے۔ چنانچہ آج اسرائیل کی چھوٹی مملکت امریکہ کی ہی امداد سے نہ صرف پورے عالم عرب بلکہ عالم اسلام اپنے فسادی نظریہ کا نشانہ بنائے ہوئے ہیں۔

قرآن میں جو یہودیوں کا یہ قول مذکور ہے کہ عزیرؑ خدا کے بیٹے ہیں۔یہ عقیدہ صرف ان یہودیوں کا تھا جو کہ یثرب میں آباد تھے (ابن جریر) عزیر سے مقصود عزرا ہیں بخت نصر کے حملہ کے بعد تورات کے تمام نسخے جل گئے تھے اور ان کے پاس تورات کا کوئی صحیفہ نہ رہا تو حضرت عزرا نے از سر نو توارت کے صحائف ترتیب دیئے اور پھر اسی نسخہ کو اصل تورات سمجھا جانے لگا۔چونکہ عزار نے اس کتاب کو ترتیب دیا تھا اسی لیے ان کے لیے یہ ایک مقدس ہستی ٹھہری اور پھر حضرت موسیٰؑ کا ہم مرتبہ بنا دیا گیا۔(ترجمان القرآن ص ۱۲۴) اسرائیل کی ہدایت کے لیے کئی نبی آئے مثلاً ایلیاء۔(ALLIA) حضرت الیاسؑ، حضرت میکایاہ، حضرت ذکریا، حضرت یرمیاہ، حضرت عاموس، حضرت یحییٰؑ اور آخر میں حضرت عیسیٰؑ جن پر جھوٹا مقدمہ دائر کرایا گیا اور حاکم وقت ''پیلاطس'' نے قوم سے مشورہ کے بعد ''برابا'' ڈاکو کے مقابلہ میں سزا کے لئے عیسیٰؑ کو منتخب کرایا۔عیسیٰؑ کے علاوہ سب نبیوں کو قتل کرایا گیا تھا یہ اس قوم کی تباہی کی تاریخ ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

یہودیت تاریخ کے آئینہ میں

ہزار ہا سالوں سے یہودیوں کو اس واہمے نے پاگل بنا رکھا ہے کہ وہ تمام مخلوقات میں ایک برگزیدہ اور خداوند کی پسندیدہ قوم ہیں "" بنی اسرائیل کو یہواہ نے تمام اقوام عالم سے برگزیدہ ٹھرایا" یہ یہودیوں کا بنیادی عقیدہ ہے اسی عقیدہ کی تکمیل کے لئے جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں بلکہ ان کے ایک میگزین "یہودی دنیا" میں ایک مقولہ درج ہے "یہودی کی صفت مذہب سے نہیں بلکہ ایک نسل سے ہے" اس کے مطابق اگر کوئی یہودی کسی خاص مقصد کے لئے اپنا یہودی مذہب بھی تبدیل کرے تو بھی وہ یہودی ہی رہے گا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس ٹھوس گروپ بند قوم میں کسی غیر نسل کا کوئی فرد داخل ہونا چاہے تو بھی داخل نہیں ہوسکے گا۔

مشہور مورخ ایچ،جی ویلز نے یہودیوں کی ناپاک سازشوں کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہودی کا سچ بولنا بھی ایک فریب ہوتا ہے صدیوں کی شدید ذلتوں نے ان کو سراسر فریبی بنا کر رکھ دیا ہے۔ کیونکہ وہ ہر جائز اور ناجائز حربہ استعمال کر کے دنیا کی حکمرانی اور سلطنت حاصل کرنا اپنا ہدف سمجھتا ہے

۱۸۹۶ء میں باصل (سوئٹزر لینڈ) میں منعقدہ تین سو سرکردہ یہودی سربراہوں کی ایک خفیہ کانفرنس میں مرتب کردہ پروٹوکولز نے تو انہیں ہر ملک کی معیشت، معاشرت، دغا، فریب، مکاری، عیاری کی بھی کھلی اجازت دیدی گئی تھی کہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہر حربہ جائز ہے۔زر، زن، زمین، رشوت، شراب، فحاشی سے اگر کام نہ بنے تو پھر قتل سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔

ایک دفعہ ایک روسی عالم "نائلس" نے خفیہ صیہونی دستاویز کا ترجمہ کر کے بتایا تھا کہ ۱۹۲۹ء

Marfat.com
Marfat.com

قبل مسیح میں بھی یہودی سربراہوں نے ایک سکیم بنائی تھی جس کے ذریعہ وہ اس کرہ ارض کو اپنے تسلط میں لانا چاہتے تھے۔

اسی قسم کے نامعقول خبطوں نے انہیں کہیں کا بھی نہ چھوڑا تو بار بار آگ و خون کی تباہی میں مبتلا رہے۔ جیسے کہ ابتدائی دور میں بخت نصر ۵۸۷ء نے قبل مسیح اور پھر رومی جرنیل "وسپاشین" نے ۷۰ء میں ان کا قتل عام کیا۔ یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور ہیکل کو مسمار کر دیا گیا لاکھوں یہودی مارے گئے ہزاروں کو غلام بنا دیا گیا کئی یہودی جنگلی درندوں سے پھڑوانے یا شمشیروں کے کھیل کا تختہ مشق بننے کے لئے استعمال کئے گئے ان دو فسادات کے بعد بھی کئی ملکوں میں ان کو تباہ اور برباد کیا گیا اور آخر میں ہٹلر کے ہاتھوں رہی سہی کسر پوری ہوئی۔

یہودیوں کی ہٹ دھرمیوں اور باغیانہ خیالات نے کہیں بھی ٹھکانہ بنانے کا موقع نہ دیا۔ ۱۲۹۰ء میں بادشاہ ایڈورڈ اول نے انگلینڈ سے نکالا۔ ۱۳۰۶ء میں فرانس نے جلا وطن کرایا۔ ۱۳۴۸ء میں سیکسی سے بھاگنا پڑا۔ ۱۴۶۰ء آسٹریا سے، ۱۴۴۴ء میں ہالینڈ سے اور ۱۴۹۲ء میں سپین سے یہودی کوچ کرنے پر مجبور ہوئے۔ سپین میں بہ ظاہر عیسائی مذہب اختیار کر کے لوگوں سے اپنے ادھار وصول کئے۔ ۱۴۹۴ء میں لیتھونیا نے اور ۱۴۹۸ء میں پرتگال سے، ۱۵۵۱ء میں بوریا نے بھی زبردستی نکال کر دم لیا۔

یہودی ازل سے دربدر رہنے کے عادی ہیں لیکن جہاں بھی ان کو سر چھپانے کا موقعہ ملا ظلم و ستم کی انتہا کردی۔ انہوں نے اپنے کئی انبیاء کو قتل کیا اور بعض پر اتنے فحش الزامات لگائے کہ بتانے سے بھی شرم آتی ہے۔

تقریباً" ۱۳۰ سال قبل از مسیح بنی اسرائیل نے بیت المقدس اور فلسطین کے اصلی باشندوں کا

Marfat.com
Marfat.com

قتل عام کر کے ان کے ملک پر قابض ہو گئے۔ ۲۱۴ء میں انہوں نے دو لاکھ عیسائیوں کو قتل کیا۔ قبرص کے تمام عیسائیوں کو قتل کرایا یہ تھی یہودیوں کی سفاکی کی ایک مختصر سی تصویر۔

یہودیوں کی اسلام دشمنی ہجرت مدینہ سے شروع ہوئی ہے۔ ان کے سازشوں کا جال پوری اسلامی تاریخ میں پھیلا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کا سانحہ بھی انہی کی کارستانی کا نمونہ تھا۔ چنانچہ مصری مورخ محمد حسین ہیکل نے اپنی تصنیف "عمرفاروق اعظم" میں عباس محمود العقاد کی اس رائے سے اتفاق کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت کی سازش بھی کعب الاحبار نامی یہودی کے ہاتھوں سے تیار ہوئی تھی۔

یہودی منافقت میں بھی اپنا جواب آپ ہیں۔ عبداللہ بن سباء جیسے عیار مکار یہودی کی سازشیں مسلمانوں کے خلاف تاریخ کا ایک سیاہ ترین باب کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ یہودی کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے کہ اپنے پروگرام خفیہ طور پر چلاتا ہے امریکہ میں قائم شدہ ایک کتاب جو کہ گرو پریس ان(GROVE PRESS INC) نے شائع کی ہے اس کتاب میں سب سے پہلے یہ انکشاف کیا گیاہے کہ خفیہ تحریکیں چلا کر یہودیوں نے اپنے دشمنوں کو زیر کیا ہے۔ اسی طرح ایک دوسری کتاب میں اسرائیلی ریاست کے ساٹھ سالوں میں وقوع پذیر حالات تقریباً" تیس کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک واقعہ نیلی'نیلی (NILI-NILI) کوڈ کو خفیہ انٹیلی جنس نیٹ ورک کے متعلق درج کیا گیا ہے "وہ بچہ تھا تو ۱۸۸۲ء میں رومانیہ سے اپنے والدین کے ساتھ آکر اسرائیل کے علاقے CARMEL MOUNT میں رہائش اختیار کرلی اس کو درختوں کے متعلق معلومات کا شوق تھا۔ یہودیوں کی ایک فاؤنڈیشن نے اس کی تربیت کے لئے اس کو جافہ(GAFFA)کے زرعی سکول میں داخل کرایا۔ پھر سکالرشپ کے لئے فرانس کے ایک زرعی کالج میں پڑھایا جو دنیا کا سب سے بہترین کالج ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

اسی زرعی کالج کی تعلیم یافتہ ایک لڑکی جو کہ باٹنی (BOTANY) میں گریجویشن کی ہوئی تھی عراق میں بیس لاکھ درخت اگانے کے پروگرام سے منسلک ہے یہ ایک خفیہ مشن سے منسلک ہو کر عراق کی سرزمین کو سرسبزوشاداب بنانا چاہتی ہے۔ جب اسرائیل اپنے مجوزہ منصوبہ کے مطابق عراق پر قبضہ حاصل کر لے گا تو پھر بخت نصر کے ملک عراق سے اپنے سابقہ تباہی کا انتقام لے بھی سکے گا۔ بخت نصر جو فوج لے کر فلسطین آیا تھا اور یہودیوں کے شہر یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ تمام اینٹیں اٹھوا دی تھیں۔ صرف یہودی معبد کا حصہ "ایک دیوار" جو کہ دیوار گریہ کے نام سے مشہور ہے چھوڑ دیا تھا تاکہ یہودی ہمیشہ کے لئے اس کے سامنے روتے رہیں۔ اور تمام یہودیوں کو غلام بنا کر عراق لے آیا تھا یہاں سے ہی تمام دنیا میں یہ فسادی قوم پھیل گئی ۔ اس زمانہ میں بخت نصر سے تو کوئی انتقام نہ لے سکے مگر اس سوچ میں مبتلا ہیں کہ کسی طرح عراق سے انتقام لے لیا جائے اور اس کے لئے خفیہ سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ یہودیوں کی فطرت بن چکی ہے کہ دغا بازی' فریب سے اپنا کام چلائیں اسی لئے ان کی عبادت بھی مکر سے خالی نہیں جب کوہ طور کو ان کے اوپر گرانے کے لئے اٹھایا گیا تو ڈر کے مارے سجدہ ریز ہو گئے اور سجدہ بھی اس طرح کہ پیشانی کا صرف آدھا حصہ زمین پر رکھا اور آدھا حصہ اوپر کو۔ اس طرف کی آنکھ سے کوہ طور کو دیکھتے رہے کہ گرتا ہے یا نہیں اسی لئے اب بھی یہودی سجدہ صرف آدھی پیشانی سے کرتے ہیں ایک آنکھ سے ماحول کا جائزہ لیتے ہیں۔ خلیج کی حالیہ جنگ میں عراق کی تباہی کا شاخسانہ بھی اس یہودی ذہنیت کا عکاسی کرتا ہے کیونکہ امریکہ کا اقتدار بھی اسرائیل کے رہین منت ہے۔

تاریخ کے اوراق میں یہودی ذہنیت ہمیشہ سازشی کردار کی صورت میں نمایاں رہی ہے مثلاً" ایرانی' رومی اور یہودی اسلامی فتوحات سے بہت پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت کے پیچھے انہی کا ہاتھ تھا۔ مگر سیدنا عثمانؓ کی خلافت کے ابتدائی چھ برسوں کے دوران یہ سلسلہ اسی

Marfat.com
Marfat.com

طرح چلتا رہا۔ اب ان سازشوں نے اپنی حکمت عملی تبدیل کی۔ پہلے سیدنا عثمانؓ کے گورنروں اور پھر خود آپ کے خلاف بدنامی کا پروپیگنڈا شروع کیا اور نتیجہ میں اس بزرگ خلیفہ ثالث کو ان کے مکان کے چالیس دن کے محاصرہ کے بعد عین اس وقت شہید کیا گیا جب آپ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ سنگ دلوں نے قرآن پاک کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا۔ اسی قرآن کے ان الفاظ پر خون کے دھبے گرے تھے "سیکفیک"۔

سیدنا عثمانؓ کے شہادت کے بعد یہی لوگ جناب امیر سیدنا علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے کہا مگر دل سے یہ لوگ آپ سے بھی مخلص نہ تھے۔ ان کا پہلا مقصد اپنے آپ کو سیدنا عثمانؓ کے قصاص سے بچانا تھا اور دوسرا ملت اسلامیہ کو خانہ جنگی میں مبتلا کرنا تھا اور یہ اپنی اس سازش میں کامیاب بھی رہے۔ اس سازش کے نتیجہ میں جنگ جمل کا واقعہ پیش آیا۔ حالانکہ جنگ جمل کے فریقین میں صلح کی شرائط طے ہو چکی تھیں کہ حضرت علیؓ قاتلین عثمانؓ کے گروہ کو اپنے لشکر سے الگ کر دیں۔ قصاص کے مسئلہ پر دونوں فریق متفق تھے اور آپس کی خونریزی کے بھی خلاف تھے۔

حضرت علیؓ نے مذکورہ شرط کو پورا کرنے کے لئے قاتلین کے گروہ کو چلے جانے کا حکم دیدیا اور نکال دیا گیا مگر وہ منافقین کا گروہ تھوڑے فاصلہ طے کرنے کے بعد پھر ٹھہر گئے اور یہ بہانہ بنایا کہ ہم جناب امیر کی حفاظت کے لئے یہاں نزدیک ہی رہیں گے تاکہ فریق مخالف بد عہدی نہ کرجائے۔ اس طرح نزدیکی کی اپنی بدنیتی کی سازش کی تکمیل کیلئے رات کو انہی لوگوں نے دونوں طرف سے تیر چلا کر شور مچادیا کہ فریق ثانی کی طرف سے تیر چلا کر معاہدہ کی خلاف ورزی کردی گئی ہے۔ اس طرح جنگ جمل شروع ہو گئی اسی طرح جنگ صفین میں عین اس وقت جب سیدنا علیؓ کا ایک کمانڈر فتح کے قریب تھا انہی لوگوں نے حضرت علیؓ کو مجبور کیا اس کمانڈر کو واپس بلواؤ کیونکہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ حضرت علیؓ کی حکومت

Marfat.com
Marfat.com

مضبوط ہو اور پھر ان سے قصاص لیا جائے۔ دوسرا مقصد یہ بھی تھا کہ دنیائے اسلام کو انتشار میں مبتلا رکھا جائے۔

امام حسنؓ بن علی نے ان سازشیوں کی سازش اور طریق واردات کو بھانپ کر ہی حضرت امیر معاویہ سے صلح کرلی انہی کے اس جرات مندانہ اقدام کی وجہ سے خانہ جنگی کے بادل چھٹ گئے اسی فیصلہ کن اقدام کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا (حسن جنت کا) سردار ہے اسکی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہ متحد ہو جائیں گے۔

ہیکل سلیمانی کی تباہی

اگر ہم یہودیوں کی ذہنیت اور ان کی مسلم دشمنی کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ تقریباً" تیرہ سو سال قبل از مسیح میں بنی اسرائیل اس خطہ میں داخل ہوئے تھے اور دو صدیوں کی مسلسل کشمکش کے بعد باآلاخر اس پر قابض ہو گئے تھے جبکہ وہ اس سرزمین کے اصلی باشندے نہیں تھے۔ قدیم باشندوں اور ان کے قبائل کا ذکر خود مفصل طور پر انجیل اور توریت میں مذکور ہے اور یہ بھی درج ہے کہ بنی اسرائیل نے ان قوموں کا قتل عام کر کے اس سرزمین پر جابرانہ قبضہ کر لیا تھا اور اسکی دلیل یہ دی تھی کہ یہ ملک خدا نے ان کی میراث میں دے دیا ہے اس لئے انہیں حق پہنچتا ہے کہ اس ملک کے اصل باشندوں کی نسل مٹا کر ملک پر قبضہ کر لیا جائے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ آٹھویں صدی قبل از مسیح میں اسیریا نے شمالی فلسطین پر قبضہ کر کے اسرائیلیوں کا بالکل قلع قمع کر دیا اور ان کی جگہ دوسری قوموں کو لا بسایا جو زیادہ تر عربی النسل تھیں۔

پھر چھٹی صدی (ق م) میں بابل کے بادشاہ بخت نصر نے جنوبی فلسطین پر قبضہ کر کے تمام یہودیوں کو جلا وطن کر دیا۔ بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہیکل سلیمانی کو

Marfat.com
Marfat.com

دسویں صدی قبل از مسیح میں سیدنا سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کرایا تھا بخت نصر کی فوجوں نے اس کی دیواریں بھی نہ چھوڑیں۔

ایک طویل عمر کی جلا وطنی کی زندگی گذارنے کے بعد ایرانیوں کے دور حکومت میں یہودیوں کو پھر ایک موقعہ ملا کہ وہ جنوبی فلسطین میں جا کر آباد ہو جائیں۔ اس کے بعد انہوں نے دوبارہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر شروع کی کچھ مدت گزرنے کے بعد یہودیوں نے رومیوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو اس کی پاداش میں بیت المقدس کے شہر اور ہیکل سلیمانی کو زمین بوس کر دیا گیا اسی طرح یہودیوں کی ایک دوسری بغاوت کو رومیوں نے کچل کر رکھ دیا اور ارض فلسطین سے خارج البلد قرار دیا گیا۔ اس کے بعد جنوبی فلسطین میں عربی النسل قبائل آباد ہو گئے اسلام کی آمد سے قبل یہ پورا علاقہ عربی اقوام سے آباد تھا۔ عرب شمالی فلسطین میں ڈھائی ہزار برس سے اور جنوبی فلسطین میں دو ہزار سال سے آباد چلے آ رہے ہیں۔

فری میسن کی تحریک

گذشتہ دو ہزار سال سے یہودی ہفتے میں چار مرتبہ یہ دعائیں مانگتے رہے ہیں کہ بیت المقدس کسی نہ کسی طرح ان کے قبضہ میں آ جائے اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر پھر سے کر دیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر یہودیوں نے ایک نئی تحریک شروع کی جس کا نام فری میسن رکھا۔ فری کے یعنی آزاد منش اور میسن کے معنی راج گیری یعنی ایک ایسی آزاد خیال لوگوں کی سوسائٹی جو تعمیری پروگرام پر عمل درآمد کریں۔ عوام میں اس کو ایک رفاہی ادارہ جس کو خفیہ رکھا جاتا ہے اس سے ان ممبران کی خفیہ طور پر امداد باہم دیگر کرنا متعارف کرایا گیا اس کی شرائط میں یہ بات شامل ہے کہ اس کے پروگرام خفیہ طور پر ہی تیار کئے جائیں ہر ممبر ایک دوسرے ممبر کا راز دار ہوتا ہے ایک دوسرے کی کمزوریوں اور بد اخلاقیوں کی پردہ داری

Marfat.com
Marfat.com

کرنا۔ ہر ممبر کو حلفیہ عہد کرنا ہوتا ہے کہ وہ بغیر کسی نشرواشاعت کے خفیہ طور پر ایک دوسری کی مدد دامے' سخنے' قدمے کرے اس کے ہر ممبر کے پاس ایک قسم کا رنگ ہوتا ہے جس کے ذریعہ وہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں یہ سوسائٹی بین الاقوامی طور پر قائم ہے اس کے ممبران میں وقت کی سربرآوردہ شخصیتیں' امراء' وزراء' ڈپلومیٹ' بادشاہ' شہزادے اور وزیراعظم کی سطح کے لوگ شامل رہتے ہیں بعض علاقوں میں عام و خاص لوگ بھی اس میں شامل ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ لوگ بہ ظاہر کیا ہیں اور درپردہ کیا کچھ بنے ہوئے ہیں مثلاً" پادری اور لاٹ پادری جو کہ گرجوں میں بہ ظاہر لیکچر دیتے رہتے ہیں اور عیسائیت کے بنیادی ستون سمجھے جاتے ہیں مگر فی الواقعہ اس لامذہب سوسائٹی کے آلہ کار بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس سوسائٹی کی کامیابی کی وجہ اس کی رازداری ہے ایک دوسرے کے جرائم کی پردہ داری کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے موجودہ دور کی بعض مشہور شخصیتیں بھی درپردہ فری میسن کے ممبروں میں شمار کی جاتی تھیں مثلاً" مشہور تھا کہ تقسیم ہند کا آلہ کار لارڈ مونٹ بیٹن بھی فری میسن تھا اور مسٹر جواہر لال نہرو بھی اس سوسائٹی کا ممبر تھا اسی قربت رازداری کی وجہ سے پاکستان کے منظور شدہ رقبہ کو کاٹ چھانٹ کا شکار ہونا پڑا۔ یہ لوگ بہ ظاہر قدامت پرست اہل دنیا کو سرگشتہ خمار رسوم وقیود سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو آزاد۔ کیونکہ اس آزادی بلکہ آزاد روی کو عام سوسائٹی پسند نہیں کرتی مگر یہ آزاد منش لوگ اپنی خفیہ سوسائٹی کے ذریعہ تمدن کی بخشی ہوئی آزاد خیالی کے پردے میں اپنی خفیہ کاروائیاں انجام دیتے ہیں۔ نہرو اور شردھاماتا کا معاملہ بھی اس ضمن میں آتا ہے یہ ایک کشمیری عیسائی گرجا کی لڑکی تھی۔اس کے بطن سے ایک لڑکا بھی بتایا جاتا ہے۔ یہ راز نہرو کے پرائیویٹ سیکرٹری نے فاش کیا تھا۔

اسی طرح یہ بات بھی شہرت حاصل کر چکی تھی کہ ملکہ وکٹوریہ بھی درپردہ فری میسن تھی۔

Marfat.com
Marfat.com

اس کا ایک ملازم تھا جس کا نام جان برائن تھا اور سکاٹ لینڈ کا رہنے والا تھا۔ برطانیہ کے ایک وزیر کو یہ راز معلوم تھا۔ مرتے وقت اس کے دل میں یہ کھٹک محسوس ہو رہی تھی کہ یہ راز کی بات اس دنیا کی ہے لہٰذا اس دنیا والوں کو معلوم ہونا چاہئے چنانچہ اس نے جرات سے کام لیتے ہوئے مرتے وقت اس راز کو ٹیپ ریکارڈ کرایا اور یہ خفیہ محلاتی دستاویزات میں موجود ہو گا۔ ریلڈ ملکہ وکٹوریہ کے زمانے میں پوسٹ ماسٹر تھا وہ ملکہ کی ڈاک کا ایک بیگ خود بناتا تھا۔ اسے شک گزرا تو اس نے پرائیویٹ ڈاک کھولی اور خفیہ خط و کتابت کی نقول رکھ لیتا تھا جب اس سکینڈل کا راز کھلا تو بھاگ کر امریکہ چلا گیا اور وہاں جا کر اس نے کتاب لکھی جس کا نام MYSTERIES OF THE COURT OF LONDON رکھا اور جب یہ کتاب چھپ کر مارکیٹ میں آ گئی تو برطانیہ میں اس کی درآمد بند کر دی گئی اس کتاب کا اردو ترجمہ سیالکوٹ کے مولوی فصیح صاحب نے شائع کرایا تھا۔

رومیوں کے دور حکمرانی میں فلسطین کی سرزمین میں یہودیوں کا داخلہ تک بند رہا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ پچھلی تیرہ چودہ صدیوں میں یہودیوں کو اگر کہیں امن نصیب رہا تو وہ صرف مسلمان ممالک میں ہی رہا۔ ورنہ دنیا کی ہر مملکت میں جہاں عیسائی آباد تھے انہیں دورباش' دورباش کہلایا جاتا تھا۔ دیوار گریہ جس کو آج یہودی اپنی سب سے بڑی مقدس یادگار قرار دیتے ہیں یہاں پہلے ملبے اور کوڑے کرکٹ کا ڈھیر پڑا رہتا تھا یہ تو سلطان سلیم عثمانی کے ذریعہ سولہویں صدی میں صاف کرانے کے بعد یہودیوں کو زیارت کی اجازت نصیب ہوئی مگر یہودی ذہنیت اتنی احسان فراموش ہے کہ دنیا بھر میں مسلمانوں سے زیادہ کوئی بھی ان کو اپنا دشمن نظر نہیں آتا۔

فلسطین اور بیت المقدس پر اپنے اقتدار کو مستحکم بنانے کے لئے یہودیوں نے ایک تحریک شروع کی مختلف علاقوں سے یہودی نقل مکانی کر کے فلسطین میں جا کر آباد ہوں اور عربوں

Marfat.com
Marfat.com

سے ان کی زرخیز زمینیں خریدیں۔

اس تحریک کا آغاز مشہور یہودی لیڈر تھیوڈور ہرزل نے کیا ۱۸۹۷ء میں مفلوک الحال یہودیوں کو مالی امداد اس غرض سے دینی شروع کی کہ وہ فلسطین میں جا کر زمینیں خرید کر آباد ہوں۔ اس تحریک کو مزید وسعت دینے کے لئے ہرزل نے ترکی سلطنت کے مسلمان سربراہ سلطان عبدالحمید کو یہ لالچ دیا کہ یہودی ترکی کے تمام قرضہ جات بے باق کرادیں گے آپ صرف اتنا کریں کہ یہودی آباد کاروں کو فلسطین کو اپنا قومی وطن بنانے کی اجازت دیدیں مگر سلطان نے اس پیشکش پر تھوک کر مسترد کر دیا۔

یہودیوں نے اندرون خانہ ایک ایسی سازش تیار کرائی کہ سلطان عبدالحمید کو ترکی کی سربراہی سے معزول کرا کے انتقام لیا اور ایک مکار سازشی انگریز جس کو تاریخ لارنس آف عربیا کے نام سے یاد کرتی ہے پیر کرم شاہ کے روپ میں عربوں میں تفرقہ پیدا کرانے کے لئے پیش کیا۔ چنانچہ پہلی جنگ عظیم میں اسی سازش کی وجہ سے ترک اور عرب ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بنے ہوئے تھے۔

اسی جنگ میں ڈاکٹر وائزمین نے برطانیہ کے وزیر خارجہ لارڈ بالفور کو لالچ دیا کہ تمام دنیا کے یہودیوں کا زرخیز دماغ' ان کی ساری قوت و قابلیت اور سرمایہ انگلستان اور فرانس کی نذر کر دیا جائے گا اگر وہ فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنا دیں چنانچہ ایک معاہدہ تیار کرایا گیا جس پر عمل درآمد کرتے ہوئے فلسطین کو یہودیوں کا وطن بنا دیا گیا۔ اس معاہدہ کو بالفورڈ ڈیکلریشن کہا جاتا ہے۔ ۱۹۳۲ء میں مجلس اقوام متحدہ نے فلسطین کو برطانوی مینڈیٹ میں دے دیا اور پھر ایک منظم سازش کے تحت عربوں کو جبراً" فلسطین سے بے دخل کر کے ان کی زمینوں کو یہودیوں کی تحویل میں دے دیا گیا۔

Marfat.com
Marfat.com

جنگ عظیم دوم میں جرمن کے ہٹلر نے یہودیوں کی مکاریوں اور سازشوں سے تنگ آ کر جرمنی کی سر زمین یہودیوں پر تنگ کر دی تھی۔ اسی بہانے یہودی دھڑا دھڑ ایک صیہونی ایجنسی کے ذریعہ فلسطین میں آ کر آباد ہونا شروع ہوئے پھر ۱۹۴۷ء میں جب فلسطین میں یہودیوں نے عربوں کا قتل عام شروع کرایا تو اقوام متحدہ نے بندر بانٹ کا فیصلہ کرتے ہوئے فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور تقسیم کا فارمولا یہ بنا کہ فلسطین کا ۵۵ فیصد رقبہ ۳۳فیصد یہودیوں کا ہو گا اور ۴۵ فیصد حصہ ۶۷ فیصد عربوں کو دلوایا جائے۔ یعنی ایک اقلیت کو اکثریت کے سر پر سوار کرا دیا۔ یہ تھا انصاف "مجلس اقوام متحدہ" کا۔ابھی بحث مباحثہ مجلس اقوام متحدہ میں ہو رہی تھی کہ یہودیوں نے فوراً" ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو رات کے دس بجے اسرائیلی ریاست کا اعلان کرادیا اور ایک منظم سازش کے تحت اس اعلان کو امریکہ 'برطانیہ 'فرانس اور روس نے فوراً" تسلیم کر لیا کہ فلسطین اسرائیلی ریاست ہے اس کے ردعمل میں عرب ریاستوں نے فلسطین کے بے شمار عربوں کے لئے جدوجہد شروع کی تو یہودیوں کی حفاظت کی خاطر اقوام متحدہ نے ثالث بن کر جنگ بندی کا اعلان کر دیا۔ اور پھر جنگ بندی کے عبوری دور میں برطانیہ 'فرانس 'امریکہ نے عربوں سے بچانے کی خاطر یہودیوں کو بے تحاشہ اسلحہ دیدیا۔

اسی اسلحہ کے زور پر اب یہودیوں کا آخری منصوبہ یہ بنا کہ مسجد اقصیٰ کو شہید کرا کے ہیکل سلیمانی تعمیر کرانا ہے۔ اسی مقصد کے حاصل کرنے کے لئے اسرائیلی پارلیمنٹ کے صدر دروازہ پر جلی حروف میں یہ پیغام کندہ ہے " اے اسرائیل تیری سرحدیں نیل سے فرات تک ہیں" اسرائیلی ریاست کا نقشہ جو منظور کیا گیا ہے اس کی حدود اس طرح ہیں (1) دریائے نیل تک مصر (2) پورا رقبہ اردن کا (3) مکمل حصہ شام کا (4)پورا لبنان (5)عراق کا بڑا حصہ (6) ترکی کا جنوبی علاقہ یعنی مدینہ منورہ تک حجاز کا پورا علاقہ شامل کرایا گیا ہے۔ یہ

Marfat.com
Marfat.com

ہے یہودیوں کی تیار کردہ تحریک فری میسن کے عزائم ہیں جس کی غیر شعوری طور پر مسلمان حکومتیں اور سرمایہ دار عوام نام و نمود کی خاطر کی تقویت کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

یہودی مشنری بہ ظاہر تو مسلمانوں کو اپنے عزائم کا نشانہ بنائے ہوئے ہے مگر در حقیقت عیسائی نظریات کو بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں اور یہ ظاہرداری کے بھی پردے ہیں یورپ میں اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے مسلمان دشمنی کے نظریہ کو سامنے رکھ کر اقتدار پر قبضہ کرنے کی جدوجہد میں لگی ہوئی ہیں موجودہ دور میں ان کی احسان فراموشی کی زندہ مثال (امریکی کانگرسی رکن پال فنڈلے کی) کافی ہے مثلاً" یہ کانگرسی رکن جو اسرائیل کے مقابلہ میں مسلمانوں کو "عربوں کو نہیں" حق پر سمجھتا تھا۔ یہودیوں نے اس باضمیر عیسائی امریکی کو محض اس نظریہ پر کہ وہ مسلمانوں کو بہتر سمجھتا ہے کے جرم میں یہ سزا دی کہ 1984ء کے انتخاب میں اپنے تمام وسائل اور اثر ورسوخ استعمال کر کے باآلاخر پال فنڈلے کو ہرا کر دم لیا۔ الیکشن کے بعد پال فنڈلے کے ایک دوست نے یہودی لابی کی سیاہ کاریوں کے خلاف کتاب لکھنے کا مشورہ دیا۔ اس نے مشورہ پر عمل درآمد کرتے ہوئے کتاب پر کام شروع کیا اس کے دوستوں نے اس کی دامے 'درمے 'قدمے مدد کی اپنی تحقیق کے دوران فنڈلے کو عیسائیوں کیطرف سے مواد بھی ملا مگر چند ایک کے سوا ہر ایک نے ساتھ یہ درخواست بھی کی اس سلسلہ میں ان کے نام ظاہر نہ کریں کیونکہ امریکہ میں یہودی لابی ایک خوفناک شیر درندے سے بھی زیادہ خطرناک ہے ہم اپنے اندر اس لابی کے مقابلہ کی سکت نہیں پاتے۔ بہرحال کتاب تو مکمل ہو گئی جس کا نام " وہ بولنے کی جرات کرتے ہیں" رکھا گیا مگر کتاب کو شائع کرنے پر یہودی تو ایک طرف رہے کوئی عیسائی پبلشر بھی تیار نہ ہوتا تھا ایک ادارہ "لارنس ہل اینڈ کمپنی" نے اس کتاب کو شائع کر دیا مگر مارکیٹ میں آتے ہی یہودیوں نے ایک منصوبہ کے تحت کتاب مذکورہ کے نسخے خرید کر تلف کرنا شروع کر دیئے۔ اب یہ

Marfat.com
Marfat.com

کتاب امریکہ میں بھی کہیں دستیاب نہیں۔ یہ ایک ادنی سی مثال ہے یہودیوں کی جو کہ دو فیصد اقلیت میں رہتے ہوئے "امریکہ میں ان کی تعداد لاکھوں تک ہے" مگر اکثریت جو کہ کروڑوں کی تعداد میں عیسائی رہتے ہیں ان پر حاوی ہو گئے ہیں امریکہ کی کوئی ایسی صنعت اور ادارہ نہیں ہو گا جس پر یہودیوں کا کنٹرول نہ ہو۔

امریکہ کے پبلک ادارے تو ایک طرف رہے وائٹ ہاؤس کی لابی بھی یہودیوں کی رہین منت بنی ہوئی ہے۔ اسی لئے تو اسرائیل ریاست کا مسئلہ زیر بحث ہی تھا اور وائٹ ہاؤس نے فوراً تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا حالانکہ عرب ممالک میں متعین امریکی حکومت کے نمائندے وزارت خارجہ وغیرہ صدر ٹرومین کی اس جلد بازی کو پسند نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا خیال تھا کہ "دیکھو اور انتظار کرو" کی پالیسی اختیار کریں۔ مگر ٹرومین نے اپنے کاروباری پارٹنر (جس کے مشورہ پر امور مملکت چلا رہا تھا) یہودی کے کہنے پر فوراً اسرائیلی ریاست کو قانونی شکل دینے کا اعلان کر دیا۔ یہ ایک مثال ہے کہ یہودی لابی امریکہ میں کتنی مضبوط ہے اور بدنام دنیا بھر میں تمام اکثریت رکھنے والے عیسائی امریکی ہو رہے ہیں۔ اسی یہودی لابی کا اثر و رسوخ دنیا بھر میں ہر طرف چھایا ہوا ہے۔ ایشیا کے مسلمان ممالک میں بھی ان کے پروگرام پر عمل در آمد ہوتا ہے آپ کو معلوم ہے پاکستان، ترکی، بنگلہ دیش حکومت میں اقتدار پر کون قابض ہیں یہ محض اتفاق نہیں کہ تینوں اسلامی ممالک میں اقتدار خواتین کے حصہ میں لایا گیا ہے ان اسلامی ممالک میں تحریک نسواں کے نام سے مغربی نظریہ کا حامی طبقہ عورت کو اقتدار میں لا کر یہودی عزائم کی تکمیل میں لگا ہوا ہے۔ خود امریکہ کی اپنی حالت دیکھیں اس کا صدر خود عیسائی ہے اپنے منصب کا حلف انجیل کے تحت لیتا ہے مگر عیسائی نظریات پر حملے ہو رہے ہیں۔ اور 94-1995 میں پھر پاکستان جیسے اسلامی ریاست کی اقتصادی حالت کو اپنے ہم خیال اقتدار کے ذریعہ عالمی اداروں میں گروی رکھا جا رہا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

(1) یہودیوں نے یہ کوشش کی کہ ریاست ورجیبا کے بل آف رائٹس میں سے عیسائی کا لفظ خارج کر دیا جائے (1890 - 1900)

(2)اوکلا ہاما کو 1907ء میں ریاست کے طور پر ریاست ہائے متحدہ امریکہ(یو-ایس-اے) میں شامل کیا جانے لگا تو وہاں کے یہودیوں نے احتجاج کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس نئی ریاست میں تسلیم نہ کیا جائے۔

(3) 8-1907 میں یہودیوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ پبلک اداروں کو عملی طور پر سیکولر بنایا جائے کئی شہروں میں بائبل پڑھانے پر احتجاج کیا گیا فلاڈلفیا اور کئی شہروں میں کرسمس ڈے منانے کی سخت مخالفت کی گئی۔

(4) کنساس کے گورنر کے یوم تشکر کے خطاب کے موقعہ پر (جو کہ نومبر کی چوتھی جمعرات کو منایا جاتا ہے) اس کے متن کے الفاظ پر اعتراض کیا کہ اس میں عیسائی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔

(5) بالٹی مور کی یہودی عورتوں نے وہاں کے سکولوں کے بورڈ کو درخواستیں دیں کہ کرسمس کے ڈراموں پر پابندی عائد کی جائے۔

(6) نیو یارک میں ان دکانداروں کا بائیکاٹ کیا گیا جو ہفتہ کے روز اپنی دکانداری کا کام کرتے تھے کیونکہ یوم سبت یہودیوں کا متبرک دن ہے۔

(7)یہودیوں کے مطالبہ پر پنسلوانیا کے سکولوں میں بائبل پڑھنے پر بورڈ نے پابندی لگا دی۔

(8)نیو جرسی میں سکولوں کی نائٹ شفٹ پر پابندی لگا دی گئی کہ جمعہ کے دن غروب آفتاب کے بعد ہفتہ کا دن شروع ہو جاتا ہے چھٹی ہونے چاہئے۔

(9)یہودیوں نے کوشش کی کہ عبرانی زبان کو تسلیم کیا جائے لیکن سپریم کورٹ کے ایک جج نے یہ کوشش ناکام بنا دی (11-1910)

Marfat.com
Marfat.com

(10) شکاگو کے یہودیوں نے انتخابات کے تاریخ تبدیل کروا دی کیونکہ انتخابات یہودیوں کے ایک تہوار کے آخری دن ہونے تھے۔

(11)(1911) میں یہودیوں نے ڈیٹرائیٹ کے سکولوں میں بائبل پڑھانے اور مذہبی گیت گائے جانے کی مخالفت کی کوشش کی۔

(12) جیکسن کے یہودیوں نے شہر کے سکولوں میں بائبل پڑھانے کے خلاف عدالت سے حکم امتناعی حاصل کرنے کے کوشش کی۔

(13) امریکہ کے شپنگ بورڈ نے روزنامہ ''نیویارک ٹائمز'' میں ضرورت عملہ کا اشتہار شائع کرنے کے لئے بھیجا جس میں درج تھا کہ عیسائی امیدواروں کو ترجیح دی جائے گی۔اخبار نے اشتہار قبول کرنے سے انکار کردیا۔(1919)

یہ چند مثالیں ہیں یہودی عزائم اور کردار کی جن کی وجہ سے امریکہ کی اکثریت عیسائی آبادی بھی بدنام ہورہی ہے۔یہودیوں کے عزائم کو ناکام بنانے میں امریکہ کے چند سربراہوں نے کچھ جرأت کا مظاہرہ کیا تھا۔

(1) صدر کینیڈی اور پھر اس کا جو انجام ہوا وہ بھی دنیا نے دیکھ لیا۔

(2) دوسرے صدر آئزن ہاور تھے جنہوں نے کبھی یہودیوں کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کی تھی (1950) میں جب اسرائیل نے دھاندلی کے زور پر اردن کا پانی چرانے کے لئے نہر کھودی تو صدر مذکور نے فوراً اس حرکت کی وجہ سے اسرائیل کی امداد بند کرنے کا فرمان جاری کردیا۔یہ

Marfat.com
Marfat.com

ایک مذہبی تہذیب ہے۔ یہودیت سے بھی اس کا بہت گہرا تعلق ہے جیسے کہ ابتداء" عیسائیت کو یہودیت کی ہی ایک شاخ سمجھا جاتا تھا۔

یہودیوں نے ابرہیمی تہذیب میں اگرچہ ابتدائی زندگی بسر کی تھی مگر ان کے فسادی ذہن نے ان کے علماء کو بھی دین موسوی میں ذاتی اغراض کی خاطر تبدیلیاں کرانے پر مجبور کر دیا انہی تبدیلیوں سے پاک کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔

عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی اسرائیلی قبیلہ کی ایک محترم خاتون حضرت مریم کے بطن سے یروشلم کے قریب ایک مقام بیت اللحم میں ہوئی۔

آپ نے تیس سال کی عمر میں توحید کی دعوت دینی شروع کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ جو تہذیب شروع کی گئی اس کی تجدید کے لئے وعظ و نصیحت کرتے تھے آپ کے معجزوں میں بیماروں کو اچھا کرنا' مردوں کو زندہ کرنا اور بے روح اشیاء میں جان ڈالنا قابل ذکر واقعات ہیں۔ آپ کی تعلیمات سے پس ماندہ لوگ زیادہ متاثر ہوتے رہے اور مخالفت میں زیادہ تر با اثر اور ذی علم لوگ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے پیش پیش رہتے۔ اسی وجہ سے ان لوگوں نے ایک رومی گورنر کو اکسایا کہ یہ شخص مذہب میں بغاوت پیدا کر رہا ہے چنانچہ آپ کو گرفتار کیا گیا ذاتی طور پر رومی گورنر بھی چنداں خوش نہ تھا کیونکہ اس کو بھی یقین تھا کہ یہ با اثر لوگ اپنی ذاتی خواہشات کی خاطر اس کو رکاوٹ سمجھ کر گرفتار کرانا چاہتے ہیں۔

اس زمانہ میں ایک ہرابا نام کا ڈاکو بھی مشہور تھا جس سے لوگ تنگ آئے ہوئے تھے تو گورنر نے تجویز رکھی کہ اچھا ان دونوں میں سے ایک کو صلیب پر چڑھا دیتے ہیں۔یہودیوں کی اکثریت نے یہ فیصلہ کیا کہ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو صلیب پر چڑھا دیا جائے اور ڈاکو کو

Marfat.com
Marfat.com

چھوڑ دیا جائے مگر قدرت نے برعکس فیصلہ کر دیا اور عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو بہ حفاظت اس قید خانہ سے رہائی دلا دی۔

عیسائی تہذیب نے رومی اور یہودیوں کی مخالفت کے باوجود بڑی ترقی حاصل کر لی تھی ایک وقت ایسا بھی آیا کہ پوپ کو بادشاہ وقت پر برتری حاصل تھی۔ ایک طرف تو سیاسی قوت تھی اور دوسری طرف مذہبی تفوق اور دولت' اسی حیثیت کی وجہ سے پوپ نے چرچ کے ذریعہ اپنے ذاتی اغراض کی خاطر عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیمات کے برعکس لوگوں میں "جنت کے سرٹیفکیٹ" فروخت کرنے کا دھندہ شروع کر دیا تھا۔ معمولی معمولی اختلافات کے ذریعہ لوگوں کو عدالتوں کے ذریعے سزائے موت دینے کا کاروبار عروج پر تھا اشاعت علم کے جرم میں ہی برونو اور گلیلیو جیسے صاحب علم لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔
عیسائی تہذیب میں سب سے زیادہ نمایاں عقیدہ تثلیث کا ہے اس خدائی تثلیث میں (TIRINITY) باپ بیٹا اور روح القدس کو شامل کیا گیا ہے عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو خدا کے بیٹے کا درجہ دے کر الوہیت میں شریک کار بنا دیا گیا (نعوذ باللہ)۔

یہ عقیدہ عیسائیوں میں کافی عرصہ بعد میں پیدا کیا گیا تھا۔ ایک عیسائی عالم چارلس اینڈرسن اسکاٹ کے کہنے کے مطابق ابتدائی تین انجیلوں میں کوئی ایسا عقیدہ نہیں تھا بلکہ واضح ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اپنے آپ کو صرف ایک نبی اور رسول کی حیثیت سے لوگوں میں پیش کرتے تھے عیسائیوں کی مذہبی کتاب بائبل ہے جو عہد نامہ قدیم اور جدید پر مشتمل ہے عہد نامہ جدید میں چار انجیلیں شامل ہیں متی' لوقا' مرقس اور یوحنا مگر ان میں بھی تحریف کی گئی ہے۔ کسی بات پر ان کا بھی اتفاق ثابت نہیں ہوتا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ان کی تیاری میں بھی یہودیوں کی ذہنیت کا دخل رہا ہے۔ عیسائیوں کی تعداد بہت بڑھی ہوئی ہے ان کے تین بڑے فرقے مشہور ہیں مشرقی تقلید پسند' رومن کیتھولک' پروٹسٹنٹ۔ روس میں

Marfat.com
Marfat.com

جو عیسائی آباد ہیں وہ تقلید پسند گروہ سے تعلق رکھتے ہیں یورپ میں پروٹسٹنٹ اور کیتھولک عیسائی زیادہ آباد ہیں امریکہ میں بھی اسی عقیدہ اور تہذیب کے حامل عیسائی زیادہ ہیں۔

عیسائی تہذیب میں یہودیت کے نظریہ قہر آلود اور خاوند بیوی کی رشتہ کی کیفیت کی رد عمل میں ترحم کے لئے بطور تمثیل باپ بیٹا کی محبت اور شفقت کو نمایاں کیا گیا اور اس میں شک نہیں کہ یہودی تصور کی شدت وغلاظت کے مقابلے میں رحم ومحبت کی رقت کا یہ ایک انتہائی تصور تھا۔ انسانی زندگی کے سارے رشتوں میں ماں اور باپ کا رشتہ سب سے بلند تر رشتہ ہے اس میں شوہر کے رشتہ کی طرح جذبوں اور خواہشوں کی غرض کا کوئی دخل نہیں ہوتا یہ سراسر رحم وشفقت اور پرورش وچارہ سازی ہوتی ہے اولاد بار بار قصور اور نافرمانی کرتی ہے لیکن ماں کی محبت پھر بھی گردن نہیں موڑے گی اور باپ کی شفقت پھر بھی معافی سے انکار نہیں کریگی۔ پس اگر خدا کے تصور کے لیے انسانی رشتوں کی تمثیل سے کام لئے بغیر چارہ نہ ہو تو بلاشبہ یہودیوں کی تمثیل شوہر اور بیوی کے مقابلہ میں باپ کی تشبیہ کہیں زیادہ شائستہ اور ترقی یافتہ معلوم ہوتی ہے۔ اسی لئے ہندو تہذیب میں بھی ماں کی تمثیل سے کام لیا جاتا ہے کیونکہ ان کی تمثیل میں اگرچہ نسائیت آجاتی ہے لیکن تشبیہ باپ سے بھی زیادہ پر اثر ہو جاتی ہے باپ کی شفقت کبھی کبھی جواب دیدیگی لیکن ماتا کی محبت کی گہرائیوں کے لئے کوئی متبادل نہیں ہوتا۔

عیسائی تہذیب میں خدا کے متعلق جو تمثیل قائم کی گئی یعنی باپ بیٹا کی نسبت یہ ایک قسم دراصل وہی ہے جو یہودیوں میں خاوند وبیوی کی نسبت تھی مگر جب مسیحی عقائد کا رومی بت پرستی کے تصورات سے امتزاج ہوا تو اقالیم ثلاثہ اور کفارہ اور مسیحی پرستی کے تصورات چھانے لگے تو اس نے بھی سکندریہ (مصری) کی فلسفہ آمیز بت پرستی کا تصور مسیحی اصنام پرستی کی صورت میں اختیار کر لیا۔ اب عیسائی تہذیب کو بت پرستوں کی بت پرستی سے تو انکار تھا مگر اپنی مذہبی تقریبات میں حضرت مریم کی شبیہ کی لازمی طور پر لاتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

یہود اور ہنود دونوں دراصل ایک ہی خصلت کے حامل ہیں۔ ہندوؤں نے ''سانپ'' کو اسی مقصد کے لئے ''دیوتا'' قرار دیا ہے اور یہودیوں نے اپنے ''ڈالر'' پر سانپ کی شکل ظاہر کر کے اپنی عقیدت کا مظاہرہ کر دیا ہے۔ یہودی بنیادی طور پر مسلمانوں کے اقتدار سے ہمیشہ خوزدہ رہتے ہیں۔ مسلمانوں کی تقویت کے لئے جو ذریعہ بھی ہو اس کو ختم کرنا اولیں فرض قرار دیتے ہیں۔ موجودہ دور میں اسلامی نیا کے سب سے بڑے بینک کی تباہی کی سازش کو بے نقاب کرنے والی ایک کہانی دنیا کے لئے ایک دھماکہ خیز بم ثابت ہوئی۔ یہ کہانی ایک سابقہ پاکستانی وزیر تریسٹھ سالہ مصطفیٰ گوگل جو امام خمینی مرحوم سے پیرس میں ملے تھے، بیان کرتے ہیں۔ ان کے بقول ''بی، سی، سی، آئی (بینک آف کریڈٹ اینڈ کامرس انٹرنیشنل) جو کہ لکسمبرگ میں 5 ملین ڈالر کے معمولی سرمائے سے 1972ء میں قائم ہوا تھا۔ اس بینک کے بڑے حصے دار عرب شیخ تھے جن میں ابوظہبی کے حکمران بھی شامل تھے۔ اس بینک کے بانی آغا حسن عابدی تھے جو بینکاری کے فن کے ماہر تھے وہی اس بینک کے روح رواں تھے۔ یہ واحد اسلامی ادارہ جو عروج پر تھا جس کی 70 ملکوں میں 470 شاخیں اور 14000 ہزار ملازم تھے۔ یہ واحد ادارہ تھا جو مسلمان ملکوں کے سہارے کا کام دیتا تھا۔ اس کا سرمایہ 23 ملین ڈالر تک پہنچ گیا تھا، مگر یہ ادارہ عیسائی کمیونٹی اور یہودیوں کی ہٹ لسٹ پر آ گیا جو کہ ہمیشہ مسلمانوں سے ڈرتے اور نفرت کرتے آئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مسلسل ترقی پذیر بی۔ سی۔ سی۔ آئی کو تباہ کرنے کے لئے سازشوں کے جال بننے شروع کر دیئے۔ امریکی سی۔ آئی۔ اے کے ماہر فتنہ انگیز جاسوس منشیات کے تاجروں کے بھیس میں اس بینک کی ایک شاخ میں گئے اور وہاں بینک کے ایک افسر کو رشوت دے کر اپنے ''کالے سرمائے'' کو سفید کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کی یہ چال بہت کامیاب رہی اور 1988ء میں لندن، پیرس اور میامی کی شاخوں پر پولیس نے یلغار کر دی اور بینک پر منشیات کی آمدنی میں ملوث ہونے کا الزام لگایا گیا۔ نہایت عیاری اور

Marfat.com
Marfat.com

چالبازی سے یہ کیس کسی عدالت میں نہ لے جایا گیا (تا کہ بھانڈا پھوٹ نہ جائے) بلکہ ایک مشکوک سودے کے تحت امریکیوں کو 14 ملین ڈالر جرمانہ ادا کر دیا گیا۔ بہر حال مذکورہ بینک کو جو نقصان پہنچانا تھا وہ پہنچ گیا، جس سے نہ صرف بینک کی شہرت داغدار ہوئی بلکہ آئندہ کے لئے بھی ایک حربہ ان کے ہاتھ آ گیا اس بینک کو کیوں تباہ کیا گیا اس کی وجہ یہی تھی کہ یہ تیسری دنیا اور اسلامی ممالک کے سنٹرل بینکوں کو امداد دے رہا تھا۔ اس کی حیثیت تیسری دنیا کے لئے آئی۔ ایم ایف کی حیثیت اختیار کر چکی تھی۔ اور یہ طریقہ کار مغربی سامراج کی اجارہ داری پر سب سے بڑی ضرب تھی۔ اس کاری ضرب سے بچنے کے لئے بینک آف انگلینڈ نے بی۔ سی۔ سی۔ آئی کے مبینہ طور پر فراڈ میں ملوث ہونے کے الزام میں بینک کے بورڈ آف ڈائریکٹرز پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ اسی دباؤ کی ایک کڑی یہ بنادی گئی کہ آڈیٹر پرائس ہاؤس کا جب اجلاس جاری تھا، عین اسی وقت آئی۔ ایم۔ ایل کا نمائندہ اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا اور اس نے پورے بارہ بجے واپس آ کر اعلان کیا کہ بینک آف انگلینڈ نے بی۔ سی۔ سی۔ آئی کو بند کرنے کا فیصلہ کر لیا اور قرضوں کی وصولی کے لئے (رسیور) بلا لئے۔ یہ وہ کہانی ہے جس نے بی سی سی آئی سے استفادہ کرنے کے لئے ایشیائی ممالک کو محروم کر دیا گیا۔ اسی کے نتیجہ میں ورلڈ بینک دوبارہ اپنی بالادستی حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔

Marfat.com
Marfat.com

یہودیوں کی مالیاتی دہشت گردی

ہر دور میں زر، زن، زمین کو حکمرانوں نے اپنے ناجائز مقاصد کی تکمیل کیلئے بے دریغ استعمال کرتے آ رہے ہیں۔ چنانچہ اسی حربہ کو استعمال کرنے کی خاطر دنیا بھر میں مالیاتی اداروں پر قبضہ کرنے کی خاطر ''ڈالر'' کے نام سے کرنسی کو رواج دیا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ''ڈالر'' پر انگریزی حرف ''S'' اور اس SP کا حرف صیہونی ایزم کی نمائندگی کرتا ہے اور انگریزی لفظ (سنیک) جو سانپ کے لئے مختص ہے۔ اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ شیطان کو جنت میں داخل ہونیکا تعاون سانپ نے ہی کیا تھا۔ ڈالر پر ایک لائن ''سانپ'' کی شکل میں ڈالی گئی ہے۔ یہی نشان یہودیوں کے اقتدار کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ دنیا بھر کے مالیاتی اداروں کے لئے ''ڈالر'' کو محور بنا دیا گیا ہے۔ دراصل یہ نشان فارسی زبان میں ''مار آستین'' کی اصطلاح کی نمائندگی کرتا ہے۔ صیہونیزم کیمونیزم کے لبادہ میں چھپی ہوئی خوشنما زہر ہے۔ غالبًا اسی کیفیت کو عربی لٹریچر (متنبی) میں ''ابوزید سروجی'' نام کے ایک کردار نے ان معنوں میں ادا کیا ہے۔ ''اگر مجھے خوف نہ ہوتا تو میں بلا تامل یہ کہتا کہ قدرت کی بڑھائی اسی کے ذریعہ ہو چکی ہے''۔ (ترجمہ)

Marfat.com
Marfat.com

عیسائیت

عیسائی دراصل ابتداء اپنے آپ کو شاگرد یا اسرائیلی ہی لکھتے تھے۔ اس فرقہ کا موجودہ نام مسیحی (CHRISTIAN) پہلی مرتبہ ۴۳ یا ۴۴ میں انطاکیہ کے مشرک باشندوں نے رکھا تھا۔ یہ نام بھی دراصل طنز اور تمسخر کے طور پر مخالفین نے پکارا تھا۔ پیروان مسیح اسے خود اپنے نام کے طور پر قبول کرنے پر تیار نہ تھے، مگر ان کے لیڈروں نے ان کو تسلی دینے کی خاطر کہا کہ یہ کام حضرت عیسیٰ مسیح کی نسبت دے کر تم کو یہ مسیحی کہتے ہیں تو انہوں نے یہ نیا نام رواج دیا۔ (پطرس ۱۶۰۴) قرآن نے ان کا ''نصاریٰ'' کے نام سے ذکر کیا ہے۔ تفسیر بیضاوی کے حاشیہ میں ان کے تین فرقے ذکر کئے ہیں۔

(۱) ''نسطوریہ'' جو عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔

(۲) ''لقومیہ'' جو عیسیٰؑ کو خدا کے ساتھ متحد رکھتے تھے۔

(۳) ''ملظائیہ'' جو عیسیٰؑ کو تین خداؤں میں سے ایک کہتے تھے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی اسرائیلی قبیلہ کی ایک محترم خاتون حضرت مریم کے بطن سے یروشلم کے قریب ایک مقام بیت اللحم میں ہوئی۔ آپ نے تیس سال کی عمر میں توحید کی دعوت دینی شروع کی۔ آپ کے معجزوں میں بیماروں کو اچھا کرنا، مردوں کو زندہ کرنا اور بے روح اشیاء میں جان ڈالنا قابل ذکر ہیں۔ آپ کی تعلیمات سے پس ماندہ لوگ زیادہ متاثر ہوتے رہے اور مخالفت میں زیادہ تر با اثر اور ذی عالم لوگ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے پیش پیش رہے۔ اسی وجہ سے ان لوگوں نے ایک رومی گورنر کو اُکسایا کہ یہ شخص مذہب میں بغاوت پیدا کر رہا ہے چنانچہ آپ کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔

اس زمانہ میں ایک ہرابا نام کا ڈاکو بھی مشہور تھا جس سے لوگ تنگ تھے۔ گورنر نے تجویز رکھی کہ اچھا! ان دونوں میں سے ایک کو صلیب پر چڑھا دیتے ہیں۔ یہودیوں کی اکثریت نے

Marfat.com
Marfat.com

یہ تجویز پسند کی مگر فیصلہ یہ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ہی صلیب پر چڑھا دیا جائے اور ڈاکو کو چھوڑ دیا جائے مگر قدرت نے برعکس فیصلہ کر دیا اور عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو بہ حفاظت اس قید خانہ سے رہائی دلا دی اور ان کی جگہ پر ہراباڈاکو جو سب سے پہلے یہاں آیا تھا اور وہ ہم شکل عیسیٰؑ کے تھا تو اسی کو عیسیٰؑ سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا۔ عیسائی تہذیب نے رومی اور یہودیوں کی مخالفت کے باوجود بڑی ترقی حاصل کر لی تھی۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ پوپ کو بادشاہ وقت پر برتری حاصل تھی۔ ایک طرف تو سیاسی قوت تھی اور دوسری طرف مذہبی تفوق اور دولت، اسی حیثیت کی وجہ سے پوپ نے چرچ کے ذریعہ اپنے ذاتی اغراض کی خاطر عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیمات کے برعکس لوگوں میں "جنت کے سرٹیفکیٹ" فروخت کرنے کا دھندہ شروع کر دیا تھا۔ معمولی معمولی اختلافات کے ذریعہ لوگوں کو عدالتوں کے ذریعے سزائے موت دینے کا کاروبار عروج پر تھا اشاعت علم کے جرم میں ہی برونو اور گلیلیو جیسے صاحب علم لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

عیسائی تہذیب میں سب سے زیادہ نمایاں عقیدہ تثلیث کا ہے۔ اس خدائی تثلیث میں (TIRINITY) باپ بیٹا اور روح القدس کو شامل کیا گیا ہے۔ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو خدا کے بیٹے کا درجہ دے کر الوہیت میں شریک کار بنا دیا گیا (نعوذ باللہ)۔ دراصل تثلیث کی تشکیل سکندریہ کے ایک مصری شماس (DEACON) نے کی تھی جسے نیقیہ کی کونسل نے ۳۲۵ء میں یعنی عیسیٰؑ کے اٹھائے جانے کے تین صدیوں سے زیادہ بعد اختیار کر لیا۔ اسی طرح یوم بیعت کی جگہ اتوار کے دن کو یعنی ۲۵ دسمبر جو رومیوں کے سورج دیوتا کا یوم ولادت تھا اسے یوم ولادت یسوع مسیح قرار دیا گیا یہ تمام تحریفات بائیبل میں بعد کو کی گئی ہیں۔ حوالہ مسلم مسیحی مکالمہ صفحہ ۴۲۔

یہ عقیدہ عیسائیوں میں کافی عرصہ بعد میں پیدا کیا گیا تھا۔ ایک عیسائی عالم چارلس اینڈرسن اسکاٹ کے کہنے کے مطابق ابتدائی تین انجیلوں میں کوئی ایسا عقیدہ نہیں تھا بلکہ واضح ہوتا

Marfat.com
Marfat.com

ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اپنے آپ کو صرف ایک نبی اور رسول کی حیثیت سے لوگوں میں پیش کرتے تھے۔ عیسائیوں کی مذہبی کتاب بائبل ہے جو عہد نامہ قدیم اور جدید پر مشتمل ہے۔ عہد نامہ جدید میں چار انجیلیں شامل ہیں۔ متی، لوقا، مرقس اور یوحنا مگر ان میں بھی تحریف کی گئی ہے۔ کسی بات پر ان کا بھی اتفاق ثابت نہیں ہوتا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ان کی تیاری میں بھی یہودیوں کی ذہنیت کا دخل رہا ہے۔ عیسائیوں کی تعداد بہت بڑھی ہوئی ہے ان کے تین بڑے فرقے مشہور ہیں۔ مشرقی تقلید پسند، رومن کیتھولک، پروٹسٹنٹ۔ روس میں عیسائیوں کے عقائد کو راہ راست پر لانے کے لئے "لوتھر" نے جب جدوجہد کی تو پادریوں نے اس کی مخالفت شروع کر دی۔ لوتھر عیسائیوں میں پہلی شخصیت ہے جو صحیح عقیدہ کی دعوت دیتی تھی یعنی حق کا معیار صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ پوپ کا اجتہاد کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اسی عقیدہ کی وجہ سے "لوتھر" پر اسلام کا پیروکار ہونے کا الزام لگا تھا۔ (اڈورڈ ہسٹری آف دی ریفارمر ج ۳)

قرآن کا جب ظہور ہوا تو حضرت مسیحؑ کے بارے عیسائیوں کے عام بنیادی عقائد یہ تھے:

(۱) عیسیٰ مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

(۲) مصلوب ہونے کے بعد پھر زندہ ہوئے۔

(۳) الوہیت مسیح دور اقانیم ثلاثہ

(۴) کفارہ اور یہ اعتقاد کہ اب نجات کی راہ عمل نہیں بلکہ مسیح کے کفارہ پر ایمان ہے۔

قرآن نے واقعہ صلیب کی تردید کر دی بلکہ بتایا کہ لوگوں پر حقیقت مشتبہ ہو گئی۔ الوہیت اور ابنیت کا بھی رد کیا اور کہا کہ ایسا کہنا صریح کفر ہے۔ کفارہ کے عقیدہ کو بھی رد کر دیا اور اس بات پر زور دیا کہ نجات کی بنیاد ایمان باللہ اور عمل صالح پر ہے۔

قرآن نے تو اس قدر رواداری کا مظاہرہ کیا کہ حضور اکرم ﷺ سے پہلے جتنے بھی رسول اور نبی قوم کی راہنمائی کے لئے تشریف لائے تھے ان پر بھی ایمان لانا ضروری قرار دیا خواہ

Marfat.com
Marfat.com

وہ عیسیٰؑ ہوں یا موسیٰؑ جو کہ یہودیوں کی ہدایت کے لئے مبعوث کئے گئے تھے، مگر یہود نے اپنی نسلی تفاخر اور عیسائیوں نے اپنی مخصوص ذہنیت سے متاثر ہو کر دونوں افراط و تفریط کے شکار ہوئے، مگر قرآن نے اعتدال کا راستہ بتایا کہ عیسیٰؑ ابن اللہ نہیں بلکہ حضرت مریمؑ کی پاکیزگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ہم نے اپنا روح کا نفخ کرتے ہوئے پیدائش عیسیٰؑ کا سبب قرار دیا۔ (سورۃ تحریم) تقسیم کار کے لئے عیسائیوں میں برسر اقتدار فرد کو ''عاقب'' کہتے ہیں اور جو فرد ان کی تمدنی امور پر مامور ہو تو اس کو ''سید'' کہتے تھے اور جو مذہبی پیشوائی کا حق دار ہو تو اس کو اسقف یا ''بشپ'' کہتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

دین مسیحی میں فرقہ پرستی

کسی قوم اور دین کو کسی دشمن سے اتنا نقصان نہیں ہوتا جتنا نقصان ان کے قریبی ہم خیال بن کر تباہی پیدا کی جا سکتی ہے اسی طرح جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے بنی اسرائیل میں توحید کی منادی دینا شروع کی اور دین ابراہیمی کی اصل کیفیت کی نشاندہی کی تو یہودی علماء نے ہی ان کو جھوٹا مدعی نبوت اور جادوگر اور شعبدہ باز کہا اور یہودی شریعت کے قانون کے مطابق لعنتی اور واجب القتل قرار دیا ہر طرح ستایا اور انتہائی توہین آمیز سلوک کرنا شروع کیا پھر اپنی مذہبی عدالت میں ان پر مقدمہ چلایا اور صلیب کے ذریعہ سزائے موت دینے کا فیصلہ کیا گیا اس فیصلہ پر عمل درآمد کرنے کی لئے اس وقت کی برسراقتدار حکومت رومی قانون کے مطابق سزائے موت کے فیصلے کی منظوری گورنر سے حاصل کی گئی اور اپنے خیال کے مطابق حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھوا کر سزائے موت دلوا دی اور قاعدہ اور رواج کے مطابق لاش کو دفن بھی کرا دیا۔ مگر مسیحی دین کے اصلی پیروکار اور مخلص حواریوں نے ان ناساز گار حالات میں بھی دین مسیحی کو پھیلانے کے لئے دور دراز علاقوں میں جا کر دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا اور اس بات کے شواہد ملنے لگے کہ اب یہ دین تو عوام میں مقبولیت حاصل کر لے گا تو یہودیوں کے فسادی ذہن کے مطابق اس وقت کے ایک یہودی مشہور عالم جس کو ساؤل کہا جاتا تھا یہ انتہائی درجہ کا غالی اور دشمنی مسیح کے لئے ہر وقت مشکلات پیدا کرنے میں مشہور تھا۔ اس نے حالات کا بغور جائزہ لے کر ڈرامائی انداز میں ایک کردار ادا کرنے کا فیصلہ کر لیا عوام میں کہنے لگا کہ میں مسیحی دعوت کے خلاف کام کرنے کے لئے دمشق جا رہا تھا راستہ میں ایک منزل پر آسمان سے زمیں تک ایک روشنی کا مینار نظر آیا اور آسمان ہی سے ایک آواز مجھے سنائی دی جو کہ یسوع مسیح کی آواز تھی انہوں نے مجھے مخاطب کر کے عبرانی زبان میں فرمایا کہ اے ساؤل تو مجھے کیوں ستاتا ہے؟ پھر انہوں نے مجھے اپنے

Marfat.com
Marfat.com

اوپر ایمان لانے اور دین کی خدمت کرنے کی دعوت دی میں یہ آسمانی معجزہ دیکھ کر ان پر ایمان لے آیا ہوں اور اب میں دین مسیح کی خدمت کرونگا اس یہودی نے اس کے بعد اپنا سابقہ نام بھی بدل کر ایک نیا نام "پولوس" رکھ لیا۔ اب پولوس نے حواری کی حیثیت میں اپنا شیطانی مشن درپردہ عیسائیت کو ختم کرانے کے لئے کام شروع کیا اکثر سابقہ پیروکاروں کا اس کی ذہنی سازش پر اعتماد نہ تھا مگر پھر بھی کچھ سادہ دل لوگوں نے اس کے ذہنی انقلاب کو سچا سمجھ کر اس کی باتوں پر عمل اور یقین کرنا شروع کیا اور اسکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ایک حواری "برناس" نام کے مشہور پیروکار مسیح کے کہنے پر ساول کی باتوں پر عمل درآمد کرنے پر تیار ہو گئے تھے۔

عام عیسائی اس پولوس کو مسیحی مذہب کا پیشوائے اعظم سمجھنے لگے جب یہ صورت حال پیدا ہو گئی تو اس نے اپنی ذہنی سازش پر عمل درآمد کرنے کے لئے مذہب عیسوی میں تحریف اور تخریب کاری کا کام شروع کر دیا جو کہ اس کا اصل منصوبہ تھا اس نے عام پیروکاروں کو دین مسیحی سے دور کرنے کے لئے ایک سازش کے مطابق عیسیٰ مسیح کی شان میں حد سے بڑھ کر تعریفیں کرنا شروع کیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا خدائی میں شریک کار بنانے کی تبلیغ شروع کی (نعوذ باللہ) اور صلیب دینے کے واقعہ کو اس طرح اہمیت دی کہ وہ تمام مسیحی امت کو گناہوں سے بچانے کی خاطر خود کو بطور کفارہ صلیب پر چڑھے تھے اب جو بھی ان کو خدا یا اس کا بیٹا تسلیم کرے گا تو اس کو سچا مسیحی سمجھا جائے گا۔

تو پولوس کے خیالات نے دین مسیحی میں ایک نیا فرقہ پیدا کرایا اور وہ بھی اس طرح کہ خود اپنے آپ کو عیسیٰ مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کا سچا حواری بن کر عوام میں اعتماد حاصل کر کے ہی کامیابی حاصل کر لی اور اب تک یہ مشرکانہ عقیدہ عیسائیوں میں رواج پا گیا۔

Marfat.com
Marfat.com

ایک خواب اور اس کی تعبیر

خواب ہر ایک دیکھتا ہے مگر بعض لوگوں کے خواب ان کی خیالی دنیا کی تعبیر بھی بنتے ہیں خوابوں کے متعلق یہ تصور کیا گیا ہے کہ یہ لاشعور کی دنیا میں جو خیالات انسان کے ذہن میں پرورش پاتے ہیں اور جمع رہتے ہیں ذہنی شعور کے بیدار ہونے کی وجہ سے ان کو ظاہر ہونے کا موقعہ نہیں ملتا مگر جب انسان نیند کی حالت میں چلا جاتا ہے تو اس وقت چونکہ اس کا شعور بھی ختم ہو جاتا ہے اس وقت اس کے لاشعور میں خیالات کا جو انبار پڑا رہتا ہے وہ خواب کی دنیا میں ظاہر ہونے کی کوشش کرتا ہے۔

نیند کی فلاسفی

اطباء انسان کی نیند کے متعلق فرماتے ہیں کہ نیند انسان کو اس وقت آتی ہے جب کہ اس کے جسمانی خلیات ٹوٹ پھوٹ کر تباہ ہو جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں تھکاوٹ کا اثر ظاہر ہوتا ہے اسی تھکاوٹ کو ختم کرنے کے لئے نیند کی ضرورت پڑتی ہے جو کہ ذہنی سکون کا باعث بنتی ہے اس نیند کی حالت میں جسم انسانی کے جو خلیات تباہ ہو چکے ہوتے ہیں ان کی جگہ نئے خلیات پیدا ہو کر اس کمی کو پورا کرتے ہیں جو تھکاوٹ کی صورت میں پیدا ہو چکی تھی جب یہ کمی پوری ہو جاتی ہے تو انسان نیند سے بیدار ہو کر ہشاش بشاش ہو کر از سر نو مصروف زندگی ہوتا ہے۔ جیسے دوسرے انسان خواب دیکھتے ہیں اسی طرح انسانیت کے راہنما (انبیاء علیہ السلام) بھی دیکھتے تھے جیسے کہ ایک خواب حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے دیکھا تھا جس میں اپنی عزیز ترین متاع زندگی بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کی ہدایت دی گئی تھی۔ اسی طرح ایک خواب حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی دیکھا تھا جس کی تعبیر بیان کرنے سے یعقوب علیہ السلام نے روکا تھا۔ یہ خواب تو تھے انبیاء کرام کے جو کہ حقیقت

Marfat.com
Marfat.com

کے قریب ترین بلکہ نبوۃ کا حصہ ہی ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک خواب حضور اکرم ﷺ کے جد اعلیٰ عبدالمطلب نے بھی دیکھا تھا عبدالمطلب کو جب مکہ پر اقتدار ملا تھا تو اس دور میں انہوں نے خواب دیکھا کہ ان کو ہدایت کی جاتی ہے چاہ زمزم کی کھدائی کرو اور وہ مقام بھی خواب میں بتا دیا گیا جہاں زمزم موجود تھا۔ چاہ زمزم کو قبیلہ جرہم نے مکہ سے نکلتے وقت مٹی وغیرہ ڈال کر بند کر دیا تھا اسی میں اپنی قیمتی یادگاریں مثلاً" تلواریں زرہیں اور ایک دو ہرن جو کہ سونے کے بنے ہوئے تھے دبا دیئے تھے اور اس کا کوئی نشان بھی رہنے نہ دیا گیا طویل زمانہ گزرنے اور سیلابوں کے آنے کی وجہ سے اس جگہ کے نشانات تقریباً" ختم ہو چکے تھے۔ اس وقت کے کسی شخص کو اس چاہ زمزم کے محل وقوع کا علم نہ تھا جب عبدالمطلب نے اپنے خواب کے مطابق چاہ زمزم کی کھدائی شروع کی تو اس میں سے وہ مدفون یادگاریں بھی نکل آئیں جو جرہم قبیلہ نے اس میں ڈال دیں تھیں جب اہل مکہ نے دیکھا کہ اس میں سے قیمتی اشیاء بھی برآمد ہو رہی ہیں تو انہوں نے عبدالمطلب سے کہا کہ ہم بھی تمہارے ساتھ کھدائی کے کام میں شریک ہونا چاہتے ہیں تو عبدالمطلب نے ان کو شریک کرنے سے انکار کر دیا' آپس میں تو تکار ہوئی' جھگڑے کی نوبت پیش آ رہی تھی تو کسی نے مشورہ دیا کہ جھگڑا مت کرو اور فلاں کاہنہ عورت جو کہ بنی سعد کے قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے اس سے فیصلہ کراتے ہیں جب فیصلہ کرانے کی خاطر جا رہے تھے تو اتفاقاً" ایسا ایک واقعہ پیش آیا جس کو اہل مکہ نے بطور شگون اپنے خلاف سمجھا اور راستہ ہی سے واپس آ گئے اور عبدالمطلب کی بات مان لی گئی عبدالمطلب نے اپنی بے مائیگی اور غیبی امداد کو دیکھ کر ایک نذر مانی کہ اگر خدا مجھے دس بیٹے دے اور سب جوان ہو جائیں' میرے دست و بازو بننے کے قابل ہو جائیں تو ان میں سے ایک بیٹا اللہ کے نام پر خانہ کعبہ کے سامنے قربان کر دوں گا۔ عبدالمطلب کی شادی فاطمہ نام کی ایک عورت جو کہ عمرو بن مخزوم کی صاحب زادی تھی سے ہوئی تھی اس

Marfat.com
Marfat.com

کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں دیں جب بیٹے جوان ہوئے تو عبدالمطلب نے اپنی نذر پوری کرنے کی غرض سے بیٹوں سے ذکر کیا کہ میں نے ایک نذر مانی تھی جس میں ایک بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کرنا ہے' تمہارا کیا خیال ہے فرمان بردار بیٹوں نے آمادگی ظاہر کی کہ ہم تیار ہیں ان بیٹوں میں سب سے خوبصورت اور تنومند جوان عبداللہ نام کا بیٹا تھا اس کو بچانے کی خاطر عبدالمطلب نے قرعہ اندازی کا طریقہ اپنایا اس کام کے لئے اس وقت کے رواج کے مطابق بڑے بت "ہبل" کے نگران قیم کے پاس گئے اس نے جن تیروں پر بیٹوں کے نام درج کئے تھے جب گردش دیدی تو قرعہ عبداللہ کے نام نکلا عبدالمطلب نے حسب دستور رسی اور چھری پکڑی اور عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر ذبح کرنے کے لئے روانہ ہوا تو عبداللہ کے ماموں اور عبداللہ کے بھائی ابوطالب آڑے آئے کہ ہم اس کو ذبح ہونے نہیں دیتے کسی دوسرے کو ذبح کرو عبدالمطلب نے اپنی مجبوری اور نذر کے سلسلہ میں مشورہ طلب کیا کہ اب کیا کروں سب نے مشورہ دیا کہ چلو فلاں عورت جو کہ حساب کتاب کرتی ہے' علم نجوم میں ماہر ہے اس سے مشورہ کرتے ہیں جب وہاں گئے تو اس نے مشورہ دیا کہ عبداللہ کے عوض دس اونٹ رکھو اور پھر قرعہ اندازی کرو جب قرعہ عبداللہ کے نام نکلے تو مزید دس اونٹ شامل کرتے جاؤ اور قرعہ اندازی جاری رکھو حسب ہدایت اسی عمل کو دہراتے رہے حتیٰ کہ ایک سو اونٹ تک اضافہ ہو گیا اور قرعہ اندازی ہوئی تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا تب عبدالمطلب نے سو اونٹوں کی قربانی دے کر عبداللہ کو بچا لیا گویا یہ ایک فدیہ تھا انسانی جان کے مقابلہ میں اور پھر اسی مقدار کو اسلام نے بھی انسانی قصاص کے لئے مقرر کرایا۔

دیت کا حکم

حضور اکرم ﷺ نے اپنے وقت کے علاقائی حکام کو بھی تعلیمات اسلامی سے یاد دہانی کرانے تھے۔ چنانچہ یمن کے حکام شرجیلؓ اور حارثؓ وغیرہ کے نام حسب ذیل ہدایات بھیجے تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

(۱) خدا کے ساتھ شرک کرنا، مسلمان کو بے گناہ قتل کرنا، جہاد سے بھاگنا، والدین کی نافرمانی کرنا، بے گناہ کو تہمت لگانا، جادو سیکھنا، سود لینا اور یتیم کا مال کھانا، اللہ کے نزدیک سب سے بڑے گناہ ہیں۔

(۲) کوئی شخص پاک ہوئے بغیر قرآن مجید کو ہاتھ نہ لگائے۔

(۳) بیت اللہ کا عمرہ حج اصغر ہے۔

(۴) نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہو سکتی، غلام آزاد کرنے کے لئے پہلے خرید لینا ضروری ہے۔

(۵) ایک ایسے کپڑے میں جس سے پورا بدن ڈھک نہ سکے نماز نہ پڑھی جائے۔ بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔

(۶) جو شخص کسی مومن کو قتل کرے گا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا، لیکن مقتول کے وارث دیت (خون بہا) لینے پر رضامند ہو جائیں (تو پھر قصاص نہیں ہوگا) ایک قتل کی دیت میں ۱۰۰ اونٹ دیئے جائیں۔ آنکھوں، ہونٹوں، کمر، زبان اور شرم گاہ کی بھی یہی دیت ہے۔

(۷) ایک پاؤں کی دیت ۵۰ اونٹ ہیں۔ مامومہ (سر کا وہ حصے کا زخم جو دماغ کی جھلی تک جائے) کی بھی یہی دیت ہے۔ جائفہ (پیٹ کا زخم) کی دیت ایک تہائی ہے اس ضرب کی دیت جو لکڑی سے لگائی گئی ہو ۱۰۰ اونٹ ہیں۔ ہاتھ اور پیر کی انگلیوں میں سے ہر انگلی کی دیت ۱۰ اونٹ ہیں اور ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ہیں۔ موضحہ (جس زخم سے سر کی ہڈی ظاہر ہو جائے) کی دیت بھی ۵ اونٹ ہیں۔

(۸) عورت کے قصاص میں بھی قاتل کو خواہ مرد ہو یا عورت قتل کیا جائے گا۔

یہ عام لوگوں کی دیت کا نصاب ہے۔ مال دار شخص کو دیت کے ایک ہزار دینار دینے ہونگے۔ (رسالہ نبویہ) ص ۱۵۵۔۱۵۸ بحوالہ مستدرک حاکم ماخوذ از مکتوبات نبوی

Marfat.com
Marfat.com

مکہ مکرمہ کی جغرافیائی حیثیت

مکہ مکرمہ کی ساری آبادی پہاڑوں پر مشتمل ہے۔اب بہت سے پہاڑوں کو ہموار کر کے دفاتر، مارکیٹیں، رہائش گاہیں اور سڑکیں بنادی گئی ہیں۔ یہ پہاڑ بالکل خشک ہیں۔

1- ان میں سے ایک پہاڑ جبل ابوقبیس ہے۔ اس کی بلندی 420 میٹر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کے مطابق زمین پر سب سے پہلے یہی پہاڑ پیدا کیا گیا تھا۔سب سے پہلے ابوقبیس نامی ایک شخص نے اس پہاڑ پر اپنا مکان بنایا، جس کی وجہ سے یہ پہاڑ اسی کے نام سے مشہور ہوگیا۔ یہ پہاڑ حرم شریف کے مشرق میں واقع ہے۔اب اس پہاڑ پر موجودہ حکمرانوں کے عالیشان محلات ہیں۔شق القمر کا معجزہ بھی اسی پہاڑ پر واقع ہوا تھا۔

2- جبل قعیقعان، اسے جبل ہندی بھی کہا جاتا ہے۔اس کی بلندی 430 میٹر ہے۔ اس کے شروع میں مروہ کی پہاڑی ہے۔جبل ابوقبیس اور جبل ہندی کے درمیان حرم کعبہ واقع ہے۔حجاج سعی صفاء سے شروع کرتے ہیں اور مروہ پر ختم کرتے ہیں۔

3- جبل عمرؓ، یہ پہاڑ محلہ شبکیہ سے محلہ مسفلہ تک پھیلا ہوا ہے۔اس کے قریب ہی وہ مکان تھا جہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے یہ پہاڑ جبل عمر کے نام سے مشہور ہوگیا۔اس پہاڑی پر گنجان آبادی پائی جاتی ہے۔

4- جبل ثور، یہ پہاڑی 759 میٹر بلند ہے اور حرم شریف سے تقریباً 4 کلو میٹر دور ہے۔ اس پہاڑ کے قریب ثور بن عبد مناف نے اقامت اختیار کی تھی، جس کے باعث یہ پہاڑ جبل ثور کے نام سے مشہور ہوگیا۔اسی پہاڑ کی چوٹی پر غار ثور واقع ہے جہاں نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں ہجرت کے موقع پر تین

Marfat.com
Marfat.com

شب بسر فرمائیں۔اس غار کی لمبائی 4 میٹر سے کچھ زیادہ ساڑھے 13 فٹ جبکہ اس کا منہ 3 فٹ 9 انچ لمبا تھا اور منہ کی چوڑائی صرف 9 انچ تھی۔لوگوں کی بکثرت آمد و رفت کے باعث اس کا منہ تقریباً ایک میٹر کشادہ ہو چکا ہے۔امام ابن ظہیرہ نے ''جامع اللطیف'' میں تحریر کیا ہے کہ اب اس کے دو کشادہ منہ بن گئے ہیں۔ 1299ھ میں شریف مکہ نے اس کا منہ کشادہ کرا دیا تھا۔1318ھ مطابق 1901ء میں غار تک پہنچنے کے لئے راستے میں چار مقامات پر چبوترے بنے ہوئے تھے جو تین میٹر بلند اور چار میٹر چوڑے تھے۔لوگ تھوڑی دیر کے لئے ان پر ستا لیتے تھے،مگر بعد میں ان چبوتروں کی بجائے پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ڈھیر بنا دیئے گئے۔ 1299ء میں عثمان پاشا نوری والئ حجاز اور 1307ء میں سید اسماعیل حقی پاشا والئ حجاز نے اسی راستے کو مزید کشادہ اور صاف کرا دیا۔

5- جبل ثبیر،مکہ معظمہ سے منیٰ جاتے ہوئے دائیں ہاتھ پر یہ پہاڑ واقع ہے۔اس کے بالمقابل جبل حراء ہے،اسی پہاڑ کے ایک حصے کا نام ثبیر الاثرہ ہے۔جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:''جب سورج کی کرنیں اس پر پڑیں تو حجاج منیٰ سے عرفات کے لئے روانہ ہو جائیں۔''امام سہیلی نے لکھا ہے کہ جب قریش مکہ نے حضور اکرم ﷺ کو قتل کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا تو اس وقت آپؐ جبل ثبیر پر تھے۔اس پہاڑ نے آپؐ سے درخواست کی کہ آپؐ میرے اندر چھپ جائیں تا کہ قریش اپنے مذموم ارادے میں ناکام رہیں۔

6- جبل نور،مکہ مکرمہ سے منیٰ جاتے ہوئے بائیں ہاتھ پر واقع ہے۔اس کو جبل حرا اور جبل نور بھی کہا جاتا ہے،کیونکہ یہیں سے انوار نبوت کا ظہور ہوا تھا۔اسی کی چوٹی پر غار حرا واقع ہے جہاں اعلان نبوت سے پہلے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم عبادت کرتے رہے اور اسی غار حرا میں نزول وحی کا آغاز ہوا تھا۔حرم شریف سے یہ پہاڑ تقریباً دو میل

Marfat.com
Marfat.com

کے فاصلے پر واقع ہے۔اس کی بلندی تقریباً650 میٹر ہے۔

7- جبل رحمت، یہ پہاڑی میدان عرفات کے مشرق میں واقع ہے۔اس پر سفید رنگ کا ایک مینار بنا ہوا ہے، جو اُم المومنین سیدہ اُم سلمٰی رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔زائرین اس میں نوافل ادا کرتے ہیں۔ پہاڑی پر چڑھنے کے لئے سیڑھیاں بنائی گئی ہیں۔حج کے دنوں میں یہاں کافی رونق رہتی ہے۔اس پہاڑی کے دامن میں حضور اکرم ﷺ نے اپنی اونٹنی پر بیٹھ کر حجۃ الوداع کا تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔

8- جبل خندمہ، یہ پہاڑی جبل ابوقبیس سے جنت المعلیٰ کی طرف پھیلا ہوا ہے۔اس کے دامن میں شعب علی واقع ہے جسے شعب بنی ہاشم بھی کہا جاتا ہے۔ایک روایت کے مطابق اس کے دامن میں ستر انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔علامہ قطب الدین کے بیان کے مطابق نبی کریم ﷺ نے اس پہاڑی پر استراحت بھی فرمائی تھی۔اس پہاڑی کا بیشتر حصہ صاف کر کے بسوں کا اسٹینڈ بنا دیا گیا ہے۔

9- جبل کدا، اسے جیحون بھی کہا جاتا ہے۔نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقع پر اسی راستے سے شہر میں داخل ہوئے تھے۔1328ھ میں شریف حسین بن علی امیر مکہ نے اس کے درمیان سے سڑک نکال کر راستہ قریب اور آسان بنا دیا۔

Marfat.com
Marfat.com

قرآن حکیم میں مذکور ہے (ترجمہ) اے (محمد ﷺ) اس قرآن میں ابراہیم کا بیان یاد کرو کہ وہ بڑے سچے پیغمبر تھے کہ جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ تم کیوں ان چیزوں کی عبادت کرتے ہو جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی کچھ مدد کر سکتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ بن ناخور تھا۔ (بعض روایات میں آذر نام بتایا گیا ہے) آپ کا لقب ابوالضیفان تھا آپ کی پیدائش طوفان نوح سے ۱۰۷۹ سال قبل ہوئی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام سے دو ہزار سال پیشتر شہر بابل کے قریب قصبہ کونی میں ہوئی تھی۔ بعض جدید تحقیقات سے ابراہیمؑ کی جائے پیدائش ''ارک'' بتائی جاتی ہے اس شہر کی آبادی تقریباً اڑھائی لاکھ بتائی گئی ہے۔ اس شہر میں تین قبیلے رہائش پذیر تھے۔

۱۔ ''عمیلو'' جو کہ حکمران طبقہ تھا

۲۔ ''مشکینو'' جو کہ کاروباری لوگ تھے

۳۔ ''اردو'' یعنی مزدور پیشہ غلام وغیرہ۔

ابراہیمؑ کا خاندان عمیلو قبیلہ سے متعلق تھا۔ اس کا حکمران 'ارنمو' تھا جو کہ بگڑ کر ''نموذ'' بنا اور پھر ''نمرود'' کے نام سے شہرت پائی۔ مقام سوس اور علاقہ امواز کا تھا۔ ترک وطن کے بعد حران شام اور پھر فلسطین میں آئے تھے۔ یہاں اپنے چچا ہاران کے گھر مقیم ہوئے اپنی عمزاد سارہ سے نکاح ہوا۔ مذہبی اختلافات کی وجہ سے چچا نے داماد اور بیٹی دونوں کو گھر سے نکال دیا تھا۔ یہاں سے مصر آئے اور مقامی حکمران کے ظلم اور بدنیتی کا شکار ہوئے بادشاہ کو بدنیتی کی سزا کے طور پر اپاہج ہونا پڑا اور پھر منت ساجت کر کے سارہ نے معاف کیا۔ اسی خوشی میں اپنے گھر کی ایک عورت قبطی نسل کی جو کہ کسی حکمران کی بیٹی تھی کنیز کے طور پر اس کے گھر رہتی تھی بطور ہدیہ یہ کنیز سارہ کو دے دی۔ پھر اسی کنیز کو ابراہیم علیہ السلام

Marfat.com
Marfat.com

کے نکاح میں دے دیا گیا۔ بعض روایات کے مطابق یہ بادشاہ مصر کی اپنی بیٹی ہی تھی جو بطور خدمت گزار سارہ کو دے دی تھی۔ پھر اسی سے نکاح کے بعد اسماعیل علیہ اسلام کی پیدائش ہوئی تھی۔ حضرت سارہ نے غصہ میں آکر خاوند اور اس کی نئی بیوی کو بمعہ بیٹے کے گھر سے نکال دیا۔ ابراہیم علیہ السلام کی انتہائے صداقت اس سے ظاہر ہے کہ شرک کے معاملہ میں اپنے باپ کو بھی احترامانہ چھوڑا بلکہ نہایت خوبصورتی کے ساتھ مختلف دلائل سے سمجھاتے رہے۔

تفصیلاً بیان کیا جاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش قبل از تاریخ شہر بابل میں ہوئی جب کہ اس شہر کو ایک عربی النسل خاندان کے زیر تسلط آنے سے شہرت حاصل ہوئی۔ ''ار'' اور ''ارسعہ'' نام کے علاقے اسی شہر کے حکمران کے ماتحت تھے اس شہر کا معبود ''ننار'' تھا جس کے معنی چاند کے ہیں۔ ارسہ کا معبود ''شماش'' تھا یعنی سورج، ننار کا بت ایک اونچی پہاڑی پر بنا تھا اس کی بیوی ''نن گل'' کے نام کی تھی۔

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے دنیا بھر کے مذاہب اور دینوں میں سے اسلام کو دین کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے پسندیدہ قرار دیا۔ اسی اسلام کی دعوت کی تجدید کے لیے حضور اکرم ﷺ کو ذمہ داری سونپی گئی اور ان کے لیے جو منشور قرآن کی صورت میں پیش کیا گیا ہے اسی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم انقلابی جماعت کو چند امتحانوں سے آزمائیں گے ان میں سے ایک بھوک اور خوف بھی ہے (خوف جانوں کا)۔ جن لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آمادگی ظاہر کی تھی وہ ابتدائی انقلابیوں کا گروہ سات افراد پر مشتمل تھا۔ بقول ابن مسعودؓ کے سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمار اور ان کی والدہ حضرت سمیعہ، حضرت صہیب اور حضرت بلالؓ کے علاوہ حضرت مقدادؓ بھی تھے ان سب کی حفاظت حضور ﷺ کے چچا کے ذریعہ ہوتی رہی۔ ان کے خوف سے مشرکین نے حد درجہ مجبور کیا، مگر یہ گروہ اپنے نظریہ پر ثابت قدم رہا۔ اسی ثابت قدمی کے نتیجہ میں ان کو شعب ابی طالب میں جلاوطن ہو کر محبوس ہونا پڑا۔ ان میں سے ہر ایک کو انفرادی طور پر اذیت اور مصیبت سے دو چار ہونا پڑا مثلاً حضرت بلال کو اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں اپنی جان کی بھی پرواہ نہ تھی۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ ورقہ بن نوفل ان کے پاس سے گزر رہے تھے اور حضرت بلال کو مشرکین اذیت دے رہے تھے اور بلال کہہ رہے تھے احد، احد، احد یعنی توحید پر ثابت قدم تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کے آقا کو ایک اپنا غلام عوض میں دے کر حضرت بلالؓ کو آزاد کرا لیا۔ یہ سب واقعات عدم تشدد کے نتیجہ میں پیش آتے رہے اسی تربیت کے بعد بالآخر کامیابی نصیب ہوئی۔

Marfat.com
Marfat.com

نبی کریم ﷺ کے اجداد

حضرت محمد ﷺ کا سلسلہ نسب عبداللہ سے عدنان تک معلوم اور مستند ہے مگر عدنان سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک اس میں مختلف آراء ہیں۔ اس سلسلے میں نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ نسب بیان کرنے والوں نے غلط بیانی کی ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹوں میں سے قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی اور بہت پھیلی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر عدنان تک چالیس پشتیں بیان کی جاتی ہیں۔ عدنان سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک سلسلہ نسب کی شخصیتوں کے مختصر احوال درج ذیل ہیں۔

عدنان: یہ پہلے آدمی تھے جنہوں نے کعبہ کو چمڑے کا غلاف پہنایا۔ عدنان، عدن (قیام کرنا) سے ماخوذ ہے، یوں عدنان کے معنی ہوئے ''قیام کرنے والا''۔ یہ چھٹی صدی قبل مسیح میں بخت نصر کے ہم عصر تھے۔

معد: اس نام کے معنی ''طاقتور'' کے ہیں۔ بخت نصر کے دور میں ان کی عمر 12 سال تھی بخت نصر نے جب عرب پر حملہ کیا تو اس نے معد کو قتل کرنا چاہا مگر اس کے لشکر میں شامل ایک نبی کے یہ کہنے پر چھوڑ دیا کہ ''اس کی اولاد میں نبوت ہوگی۔''

نزار: معنی ہیں ''یگانہ روزگار'' ان کی پیدائش کے وقت معد نے ان کی آنکھوں میں نبوت کی روشنی دیکھی، اس لیے انہیں یہ نام دیا۔

مضر: جو بھی انہیں دیکھتا تھا ان کی خوبصورتی سے متاثر ہوتا۔ ان کے سفید رنگ کی وجہ سے یہ نام پڑ گیا جو کہ مضیرہ سے ماخوذ ہے اور ''مضیرہ'' کے معنی ہیں ''سفید دودھ''۔

الیاس: معنی ہیں ''شجاع'' جب یہ جوان ہوئے تو انہیں نے بنو اسماعیل کو دوبارہ

Marfat.com
Marfat.com

اسماعیلؑ کے طریقے پر کاربند کیا۔ اہل عرب ان کی حکمت و دانائی کی تعریف کرتے تھے۔

مدرکہ : بلاذری اور شاطبی کے بقول ان کا اصل نام عمرو تھا۔ مدرکہ کے معنی ہیں "پالینے والا" ایک سفر میں انہوں نے جنگلی خرگوش سے ڈر کر بھاگے ہوئے گمشدہ اونٹ پالیے تھے۔

خزیمہ: یہ "خزمہ" کی تصغیر ہے جس کے معنی ہیں کھجور کی طرح کا درخت جس کے پتوں سے ٹوکریاں بنتی ہیں۔ خزیمہ اعلیٰ اخلاق والے تھے اور ملت ابراہیمی پر فوت ہوئے۔

کنانہ : اس کے معنی ہیں "ترکش" اور کنانہ ترکش کی طرح اپنی قوم کے لیے پردہ اور مامن تھے۔ یہ بہت معزز اور علم و فضل والے تھے جس کی وجہ سے اہل عرب ان سے رجوع کرتے تھے۔ ان سے خواب میں پوچھا گیا کہ جاہ حشمت، تعمیرات اور مال و متاع میں سے کون سی چیز چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: "تمام چیزیں، اے رب! یوں یہ تمام اوصاف قریش کو ودیعت ہوئے۔

نضر : ان کے چہرے کی نضرت (تروتازگی) اور خوبصورتی کے باعث ان کا یہ نام پڑا ایک قول کے مطابق انہیں کا لقب قریش تھا۔

مالک: ان کی کنیت ابوحارث اور ان کی والدہ عاتکہ تھیں۔ ان کا مشہور قول ہے: "اکثر ایسا ہوتا ہے کہ خوبصورت چہرے اپنے عیبوں کو چھپالیتے ہیں۔ جب ان کے عیب ظاہر ہو جائیں تو پھر ان کی صورت پر نہ جاؤ"۔

فہر : معنی ہیں "ہتھیلی کے برابر پتھر" ان کی کنیت ابو غالب تھی۔ ایک قول کے مطابق فہر ہی کا لقب قریش تھا۔ قرش ایک سمندری حیوان (غالباً وہیل) کا نام ہے جو تمام بحری حیوانات پر غالب رہتا ہے۔ یوں قوت و طاقت کے وصف کی بناء پر ان کا نام قریش (طاقتور) پڑ گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی ماں نے ان کا نام قریش رکھا تھا جبکہ فہر ان کا لقب تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

غالب : ان کے دوسرے بیٹے تیم الادرم کی نسبت سے ان کی کنیت ابوتیم تھی۔ ایک جبڑا ناقص ہونے کے باعث تیم کو الادرم کہا جاتا تھا۔ غالب کاہن بھی تھے۔

لؤی: ایک قول کے مطابق ان کا نام لأی (ست) سے مشتق ہے اور دوسرے قول کی رو سے لواء (پرچم) سے ماخوذ ہے۔ یہ بڑے بردبار اور حکمت والے تھے۔ ان کے یہ قول مشہور ہیں۔

''جس نے ہمیشہ نیکی کی اس کی نیکی کبھی ختم نہ ہوگی اور مسلسل اس کا تذکرہ ہوتا رہے گا۔''

''جس پر نیکی کی جائے اسے چاہیے کہ اس کا تذکرہ کرے اور نیکی کرنے والے کو چاہیے کہ لوگوں میں چرچا نہ کرے''۔

کعب : لفظ ''کعب'' کے معنی ہیں ''ٹخنہ'' اور قدم پر ٹخنے کی اونچائی کے باعث یہ شرف وعزت کے معنی بھی دیتا ہے۔ کعب کی شرف وعزت عرب میں اس قدر زیادہ تھی کہ ان کی وفات سے برسوں کا تعین کیا جانے لگا اور یہ سلسلہ عام الفیل تک جاری رہا۔ ایک قول کے مطابق کعب ہی نے یوم عروبہ کا نام بدل کر یوم جمعہ رکھا۔ ان کی کنیت ابوحفیص تھی۔ ان کا زمانہ نبی کریم ﷺ سے 560 سال پہلے تھا۔ انہوں نے خطبے میں سب سے پہلے ''امابعد'' کا استعمال شروع کیا۔ ان کے بیٹے عدی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جدامجد تھے۔

مرہ : اس نام کے ایک معنی ''قوی'' اور تلخ مزاج شخص کو بھی ''مرہ'' کہتے ہیں۔ ان کی کنیت ابو یقظہ تھی۔ ان کے بیٹے تیم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے جدامجد تھے۔ یقظہ کی نسل سے بنومخزوم تھے۔

کلاب: یہ شکار کے بہت شوقین تھے اور کتوں کے ساتھ کسی علاقے سے گزرتے تو لوگ

Marfat.com
Marfat.com

کہتے ھذہ کلاب ابن مرہ (یہ ابن مرہ کے کتے ہیں) اس طرح ابن مرہ کا نام ہی کلاب پڑ گیا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ کلاب باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں باہم دشمنی کرنا۔ ان کی کنیت ابوزہرہ تھی۔ یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے سونے سے آراستہ دو تلواریں کعبے کے اندر رکھیں۔

قصی: ان کا اصل نام زید تھا۔ یہ شیر خوار تھے جب ان کے والد کلاب فوت ہو گئے اور ان کی والدہ فاطمہ بنت سعد نے ربیعہ بن حرام قضاعی سے شادی کر لی جو انہیں شام لے گئے۔ یوں زید اپنے اصل گھر سے دور ہونے کے باعث قصی کہلائے جو قصی (دور ہونے والا) کا اسم تصغیر ہے۔ بڑے ہوئے تو آل ربیعہ سے جھگڑا ہوا اور ان سے غریب الدیار ہونے کا طعنہ سن کر قصی نے والدہ سے اپنی ولدیت کی حقیقت پوچھی اور پھر ان کی اجازت سے مکہ چلے آئے۔ بطحا پر قابض بنوخزاعہ میں حبی نامی خاتون سے ان کی شادی ہوئی اور ان کے سسر حلیل بن حبشیہ کی وفات پر اس کے بیٹے ابوغبشان محرش نے کعبہ کی تولیت قصی کے ہاتھ بیچ دی۔ قصی نے تولیت کعبہ ملنے پر مکہ میں دارالندوہ قائم کیا جہاں قریش جلسہ یا جنگ کی تیاری کرتے۔ قافلے بھی یہیں سے روانہ ہوتے۔ نکاح وغیرہ کی رسوم بھی وہیں ادا ہوتیں۔ اس کے علاوہ سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانے) اور رفادہ (حاجیوں کے کھانے پینے کا اہتمام کرنے) کے مناصب تفویض کیے۔ ان کے ایماء پر قریش نے رفادہ کے لیے ایک سالانہ رقم مقرر کی۔ قصی نے چرمی حوض بنوائے جن میں حاجیوں کے لیے پانی بھر دیا جاتا۔ حجاج کے لیے پانی باہر سے لایا جاتا اور اس میں کھجور کا شیرہ اور انگور نچوڑ کر اسے اور خوش ذائقہ بنایا جاتا۔ مشعر حرام بھی انہی کی ایجاد ہے جس پر ایام حج میں چراغ جلاتے تھے۔ کعبہ کی تولیت اور مکہ کی حکومت حاصل ہونے پر قصی نے قریش کو تمام اطراف سے بلا کر مکہ میں

Marfat.com
Marfat.com

آباد کیا۔ انہوں نے کعبہ شریف اور مکانات کے درمیان جگہ کا نام المفروش رکھا جسے اب حرم یا مطاف کہا جاتا ہے۔ قصی کا زمانہ 431ء تا 437ء تھا۔ انہوں نے مرتے وقت سقایہ اور رفادہ کے منصب اپنے بیٹے عبدالدار کو سونپ دیے اگرچہ وہ اس قدران کا اہل نہ تھا۔

عبد مناف : قصی کے بعد قریش کی ریاست عبد مناف نے حاصل کی۔ ان کا اصل نام مغیرہ اور لقب عبد مناۃ تھا۔ بعد میں قصی نے عبد مناۃ بن کنانہ سے مشابہت کے باعث ان کا لقب بدل کر عبد مناف کر دیا۔ مناف کے معنی ہیں شرف کا مقام اور مناف دور جاہلیت کا ایک بت بھی تھا، اس نسبت سے وہ عبد مناف کہلائے۔ ان کی کنیت ابوشمس تھی۔ انہوں نے قصی کی بنا کردہ عمارات مکمل کیں۔ عبد مناف کے بھائی عبدالعزیٰ کے بیٹے اسد تھے جن کی پوتی خدیجہ بنت خولید رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کی شادی ہوئی۔

ھاشم : عبد مناف کے بیٹوں میں یہ نہایت صاحب صولت اور بااثر تھے۔ انہوں نے اپنے بھائیوں کی مدد سے سقایہ اور رفادہ کے مناصب عبدالدار سے واپس لے لیے۔ ہاشم کا نام عمر العلا اور ہاشم لقب تھا اور کنیت ابونضلہ تھی۔ ''ہاشم'' کے معنی ہیں روٹی کا چورا کرنے والا۔ وہ شدید قحط کے سال میں فلسطین گئے۔ وہاں سے آٹا اونٹوں پر لدوا کر مکہ لائے، اس کی روٹیاں پکوائیں، پھر ان کو چورا بنا کر ثرید تیار کیا اور مکہ والوں کو خوب پیٹ بھر کر کھانا کھلایا، اس لئے ان کا لقب ہاشم پڑ گیا۔ انہوں نے قیصر روم سے خط کتابت کر کے فرمان جاری کروایا کہ قریش کے مال تجارت پر کوئی محصول نہ لیا جائے۔ نجاشی حبش سے بھی اسی قسم کا فرمان حاصل کیا۔ قریشی تاجر انگورہ (انقرہ) جاتے تو قیصر روم عزت سے پیش آتا۔ ایک بار ہاشم تجارت کے لیے شام روانہ ہوئے۔ راستے میں یثرب کے میلے میں ایک حسین عورت سلمٰی نامی دیکھی جو بنو نجار سے تھی۔ ہاشم کی خواہش پر سلمٰی نے ان سے نکاح کر لیا۔

Marfat.com
Marfat.com

شادی کے بعد شام چلے گئے اور غزہ (فلسطین) میں ان کا انتقال ہوگیا اور وہیں دفن ہوئے۔ بعد میں سلمیٰ سے ان کا بیٹا شیبہ پیدا ہوا جس نے آٹھ برس یثرب میں پرورش پائی۔ پھر ہاشم کے بھائی مطلب بھتیجے کو مکہ لے آئے۔

عبدالمطلب: چونکہ شیبہ کی پرورش ان کے چچا مطلب نے کی، اس لیے ان کا نام عبدالمطلب یعنی ''مطلب کا غلام'' مشہور ہوگیا۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ چاہ زم زم جو ایک مدت پہلے ریت سے اٹ کر گم ہو گیا تھا، انہوں نے اس کا پتہ لگایا اور کھدوا کر نئے سرے سے جاری کیا۔ انہوں نے منت مانی تھی کہ دس بیٹوں کو اپنے سامنے جوان دیکھ لیں گے تو ایک بیٹا اللہ کی راہ میں قربان کردیں گے۔ یہ آرزو پوری ہوئی تو دس بیٹوں کے لے کر کعبہ آئے اور پجاری سے قرعہ ڈالنے کو کہا۔ اتفاق سے قرعہ عبداللہ کے نام نکلا۔ عبداللہ کی بہنیں رونے لگیں کہ ان کے بدلے دس اونٹ قربان کردیجیے۔ دوبارہ قرعہ ڈالا مگر پھر عبداللہ کا نام نکلا۔ عبدالمطلب نے اب دس کے بجائے بیس اونٹ کردیے یہاں تک کہ تعداد بڑھاتے بڑھاتے سو اونٹ ہوگئی۔ تب اونٹوں پر قرعہ آیا۔ یوں سو آنٹ قربان کرنے پر عبداللہ بچ گئے۔ یہ واقدی کی روایت ہے۔ ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ اونٹوں کے معاوضہ کی تدبیر روساء قریش نے پیش کی تھی۔ عبدالمطلب کی کنیت ''ابوحارث'' اور ابوالبطحا تھی۔ ان کا انتقال **578**ء یا **579**ء میں ہوا۔

عبدالمطلب بڑے خوبصورت، طویل قامت، دانشور اور فصاحت و بلاغت میں مشہور تھے۔ وہ ملت ابراہیمی کے مطابق اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ رمضان کا پورا مہینہ جبل حرا پر عبادت میں گزارتے۔ غرباء اور مساکین حتی کہ وحشی جانوروں اور پرندوں کو کھانا کھلاتے۔ شراب نوشی، محرم عورتوں سے نکاح اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے سخت متنفر

Marfat.com
Marfat.com

تھے۔ حطیم میں ان کے بیٹے کے لیے غالیچہ بچھا رہتا تھا جس پر کوئی دوسرا آدمی نہیں بیٹھتا تھا۔

عبدالمطلب کے بارہ بیٹوں میں سے پانچ نے اسلام یا کفر کی خصوصیات کے باعث شہرت پائی۔ وہ تھے: ابولہب، ابوطالب، عبداللہ اور حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ۔ ابولہب گورے اور آتشیں رخسار تھے، اس لیے انہیں باپ نے یہ نام دیا تھا۔

عبدالمطلب کے دوسرے بیٹوں کے نام ضرار، قثم، زبیر، مقوم، حارث، عبدالکعبہ اور الغیداق تھے۔ عبدالمطلب نے اپنے یتیم پوتے اور عبداللہ و آمنہ کے بیٹے کا نام محمد ﷺ رکھا اور آپ کی آٹھ سال پرورش کی۔

عبداللہ : اونٹوں کے نام قرعہ نکلنے پر عبداللہ قربانی سے بچ گئے تو عبدالمطلب کو ان کی شادی کی فکر ہوئی، چنانچہ انہوں نے قبیلہ زہرہ کے رئیس وہب بن عبدمناف کی صاحبزادی آمنہ سے ان کی شادی کر دی۔ خود عبدالمطلب نے بھی وہب کی صاحبزادی ہالہ سے نکاح کر لیا جس سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ یوں حمزہ نبی کریم ﷺ کے خالہ زاد بھائی بھی ٹھہرے۔ ایک روایت کے مطابق آمنہ سے شادی کے وقت عبداللہ کی عمر 17 برس سے کچھ اوپر تھی۔ وہ تجارت کے لیے شام گئے تو واپسی پر یثرب میں بیمار رہ کر فوت ہو گئے۔

عبداللہ نے ترکہ میں اونٹ، بکریاں اور ایک لونڈی چھوڑی جس کا نام برکہ اور کنیت ام ایمن تھی۔ عبداللہ کی وفات کے ایک ماہ بعد 9 ربیع الاول مطابق 22 اپریل 571ء کو حضرت محمد ﷺ کی ولادت ہوئی۔

(رحمۃ للعلمین از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری ص 35)

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عبداللہ کی شادی

عبدالمطلب نے اپنے پدارانہ فرائض ادا کرتے ہوئے عبداللہ کی تربیت کا خاص خیال رکھا کیونکہ اس سے دلی محبت زیادہ تھی بہ نسبت دوسری اولاد کے۔ جب عبداللہ جوانی کے حدود میں داخل ہوا تو والد نے فطری ضرورت کو پوری کرنے کے خیال سے بیٹے کے لئے رشتہ ازدواج تلاش کرنا شروع کیا چنانچہ بڑے غور خوض کے بعد لڑکی کی شکل و صورت اور خاندانی وجاہت کو مدنظر رکھتے ہوئے نظر انتخاب اپنے ہی خاندان کی ایک معزز شخصیت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب کی بیٹی پر پڑی۔ وہب فوت ہو چکے تھے ان کی بیٹی کی پرورش ان کے بھائی وہیب نامی نے کی تھی ان کی اپنی بیٹی کا نام "لجلہ" تھا وہیب کے سامنے جب عبدالمطلب نے یہ تجویز رکھی تو اس نے فوراً قبول کر لی اس طرح عبداللہ کی شادی اپنے ہی خاندان کی لڑکی آمنہ سے ہو گئے اور وہیب کی اپنی "لجلہ" کا رشتہ عبدالمطلب سے ہوا عبداللہ کاروبار میں عبدالمطلب کا ہاتھ بٹانے میں بھی بہ نسبت دوسرے بھائیوں کے زیادہ دلچسپی رکھتا تھا اسی رغبت اور شوق کو مدنظر رکھتے ہوئے اکثر اوقات کاروباری قافلوں کے ہمراہ عبدالمطلب ان کو بھیجتے تھے عبداللہ کی شادی ہوئی تین دن ہوئے تھے کہ ان کو تجارتی قافلہ کے ہمراہ جانا پڑا شادی پیر کے دن ہوئی تھی اس طرح صرف جمع کی رات تک حضرت آمنہؓ کے ساتھ رہے۔ روایات میں ہے کہ جس دن شکم مادر میں یہ نور منتقل ہوا تھا وہ شب جمعہ تھی ایک بار ایک تجارتی قافلہ ملک شام کی طرف جا رہا تھا تو عبداللہ کو بھی سامان تجارت دے کر قافلہ کے ہمراہ بھیج دیا گیا جب قافلہ کی واپسی شروع ہوئی تو اتفاقاً عبداللہ بیمار پڑ گئے بیماری کی حالت میں جب یثرب کے مقام پر پڑاؤ کیا تو اسی جگہ ان کا اسی بیماری میں انتقال ہو گیا چنانچہ قافلہ والوں نے یثرب میں ہی ان کی میت دفنا دی۔ عبداللہ کی عمر اس وقت تقریباً پچیس سال بتائی جاتی ہے۔ ان کی بیوی آمنہ کو جب یہ خبر ملی تو بڑی آہ و زاری کی

Marfat.com
Marfat.com

اور عبداللہ کی شخصیت کو نابغہ روزگا قرار دیا۔ سیرت کی کتابوں میں بتایا جاتا ہے کہ عبداللہ کی وفات سے چند روز یا چھ مہینے پہلے آمنہ کی گود ہری ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو افضل البشر کی صورت میں بہترین نعم البدل عطاء کیا جس نے اس کائنات کی تاریخ میں انقلابی اور بے مثال تبدیلیاں کرنی تھیں۔

حضرت عبداللہ کی وراثت

عبداللہ نے وراثت میں اپنے پس ماندگان کے لئے جو کچھ چھوڑا تھا اس کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کی جاتی ہے۔ پانچ اونٹ' بکریوں کا ایک ریوڑ' ایک حبشی نژاد کنیز جن کا نام برکت تھا اور کنیت "ام ایمن" تھا۔ اسی کنیز نے آپؐ کی پرورش بھی کی تھی یہ تمام ترکہ آمنہ کی تحویل میں دے دیا گیا۔

نور نبوت کا نسب نامہ

ایک روایت میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری نبوت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی تخلیق کے وقت سے ہے۔ آدم علیہ السلام کی تخلیق کی کیفیت کا ذکر پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے اب نور نبوت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ آدم علیہ السلام کو تخلیق کے بعد دو سو سال تک بہشت میں رہنا پڑا۔ اولاد آدم کی تخلیق بہشت سے باہر زمین پر ہونا قرار پائی اس مقصد کے پیش نظر جنت سے نکلنا پڑا۔ میدان عرفات میں زوجین کی دوبارہ ملاقات ہوئی اور بیت اللہ کی زیارت کو روانہ ہوئے تو جب مزدلفہ کے مقام پر پہنچے تو ان کے درمیان ازدواجی تعلق قائم ہوا۔ یہ جگہ میدان عرفات کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے جوش مارا ان کی التجا اور کوتاہی سے درگذر کرنے کے لئے نور رسالت و نبوت بذریعہ نور حضرت محمد رسول اللہؐ ان کی پیشانی (دماغ) میں ودیعت کیا گیا جس کی چمک کو دیکھ کر فرشتے بھی حیران رہ گئے۔ اسی

Marfat.com
Marfat.com

رسالت کے نور کو رحم مادر (مائی حواء) میں منتقل کرانے کے بعد جب یہ نور اپنے وقت مقررہ پر رحم مادر سے باہر آیا تو اس کی پیشانی سے بھی نور رسالت کی چمک ظاہر ہو رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس نومولود کا نام "شیث" تجویز ہوا اور یہ پہلی اولاد آدم علیہ السلام ٹھہری۔ ایک ہزار سال زندگی گزارنے کے بعد آدم علیہ السلام نے خلافت کا بار حضرت شیث کو منتقل کرایا اگرچہ اس وقت تقریباً چالیس ہزار تک اولاد کی تعداد پہنچ چکی تھی مگر نبوت اور رسالت کی استعداد صرف حضرت شیث علیہ السلام میں موجود تھی۔ پھر شیث علیہ السلام سے نور نبوت ان کے ہزاروں بیٹوں اور بیٹیوں میں سے ان کے بیٹے "انوش" کو خلافت منتقل کی گئی۔ حضرت انوش نے سروغ نامی خاتون سے رشتہ ازدواج استوار کیا اور اس کے بطن سے "مہمائیل" نام کا بچہ پیدا ہوا۔ جس کا نام "یزد" تجویز ہوا۔ اس نے یزد نام کا شہر بھی آباد کرایا پھر یزد کے گھر حضرت ادریس علیہ السلام کے ذریعہ نبوت و رسالت منتقل ہوا۔ ان کے بچے کا نام "متو شلخ" تجویز ہوا تھا اور پھر متو شلخ سے ان کے بیٹے لمک یا لامک نام والے شخص کو نور رسالت منتقل ہوا۔ لامک نے "تیتوس" نامی خاتون سے شادی کی جس کے بطن سے آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ انہوں نے فرائض نبوت تقریباً ساڑھے نو سو سال تک ادا کئے نوح علیہ السلام کی ایک بیوی نے اسلام قبول نہ کیا اور اس کے بطن سے ہی تین بیٹے پیدا ہوئے تھے۔ حام' یافث' کنعان ان کے نام تھے اور ایک دوسری بیوی جس کا نام "عمود" تھا اس کے بطن سے بھی بیٹا تولد ہوا جس کا نام "سام" تجویز ہوا تھا اس بیٹے میں نور رسالت اور نبوت کو ودیعت کرایا گیا تھا اور یہ بعد میں پیدا ہونے والے انبیاء اور رسولوں کے جد امجد بنتے رہے ان کے بیٹے کا نام "ار فخشد" تھا ان کے بیٹے کا نام "شالخ" تھا اور "شالخ" سے "نمابر" پیدا ہوا اسی کا نام "ھودس" بھی تھا حضرت ھود سے "فالغ" فالغ سے ارغوا اس سے "ساروغ" اور "ساروغ" سے سروغ نام کا

Marfat.com
Marfat.com

بیٹا تولد ہوا۔ سروغ کی اولاد ناروخ اور پھر ناروخ سے تارخ پیدا ہوا اور تارخ ہی سے آزر پیدا ہوا تھا اور پھر انہی سے بقول ایک روایت حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے جسم اطہر کو نبوت و رسالت کے نور سے شرف یاب ہونا نصیب ہوا۔ اور پھر یہی سلسلہ بذریعہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے منتقل ہوتا ہوا آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق جب ہو چکی تو فطرتی طور پر اپنے ہم جنس کے نہ دیکھنے سے ذہنی پریشانی محسوس کی' پریشانی کی وجہ سے تھکاوٹ پیدا ہوئی اور پھر نیند کے آغوش میں چلے گئے جب نیند کا مرحلہ مکمل ہوا تو اسی نیند کے دوران ان کی پسلی سے اماں حوا کی پیدائش واقع ہوئی جاگنے کے بعد جب ہم جنس شخصیت کو سامنے پایا تو بڑے خوش ہوئے جذبات کی زیادتی کی وجہ سے اماں کی طرف توجہ فرمائی ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ جبرائیل امین نے ہاتھ روک دیا کہ ٹھہر جاؤ پہلے اماں حواء کا مہر ادا کرو! پریشانی ہوئی کہ مہر کیا ہو گا؟ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ درود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھیجو' یہی درود ان کا مہر ہے' مہر ادا کرنے کے بعد توجہ فرمایئے۔

آدم علیہ السلام اور اماں حواء کے ہر بار دو جڑواں بچے (ایک لڑکا اور ایک لڑکی) پیدا ہوتے گئے۔ اسی طرح تقریباً" اولاد آدم چالیس ہزار تک تعداد میں پہنچ چکی تھی ان بھائیوں اور بہنوں میں آپس میں نکاح ہوتا رہا غالباً" ہر جوڑے کا دوسرے جوڑے سے ہونا قرار پایا ہو گا (واللہ اعلم)۔

پہلی اولاد میں ایک بیٹا اور بیٹی پیدا ہوئے تھے پھر دوسری پیدائش میں بھی ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہونے کے بعد دونوں بیٹوں کے نام قابیل اور ہابیل تجویز ہوئے تھے۔ ہابیل کی بیوی خوبصورت تھی اور قابیل کی بیوی کم خوبصورتی کی حامل تھی اسی وجہ سے دونوں بھائیوں میں

Marfat.com
Marfat.com

اختلافات پیدا ہوئے اور جب فیصلہ کی خاطر ان دونوں نے اپنی اپنی قربانیوں کو پہاڑ پر رکھ چھوڑا تو ہابیل کی قربانی کو آگ نے اچک لیا اس کا مطلب یہ تھا کہ ہابیل کی قربانی منظور ہو گئی اسی غصہ میں قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔

انقلابی شخصیت کی ابتدائی زندگی

نبی اکرم ﷺ اپنے جد اعلیٰ ہاشم بن عبدالمناف کی وجہ سے ہاشمی خاندان میں شمار ہوتے ہیں مکہ میں سقایہ اور رفادہ یعنی حجاج کرام کو پانی پلانے اور میزبانی کے فرائض عبدالمناف کی اولاد میں سے ہاشم کو ادا کرنے پڑتے تھے۔

ہاشم اس وقت کے لحاظ سے مالی لحاظ سے آسودہ حال تھے اسی مالی حالت کی وجہ سے حجاج کرام کی میزبانی کرتے ہوئے شوربہ میں روٹی بھگو کر کھلانے کی وجہ سے ہاشم کے لقب سے مشہور ہوئے ورنہ ان کا نام عمر تھا ان کا انتقال ملک شام کے شہر غزہ میں ہوا ان کی وفات کے بعد ان کی بیوی جن کا نام سلمہ تھا کہ ہاں بچہ پیدا ہوا اس بچہ کے سر کے بال پیدائش کے وقت سے کچھ سفیدی لئے ہوئے تھے اسی لئے اس بچہ کا نام اس کی والدہ نے "شیبہ" رکھا اور یہی بچہ آگے چل کر عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہوا۔ ابتداء" چونکہ یہ اپنی والدہ کے پاس یثرب میں ہی رہا تھا اس لئے عرصہ تک اس کے وجود سے اہل مکہ میں سے کوئی خبردار نہ ہو سکا جب اس بچہ کی عمر تقریباً" دس سال کی ہوئی تو مطلب جو کہ ہاشم کا بھائی تھا کو معلوم ہوا کہ تمہارا بھتیجا بھی موجود ہے جو کہ یثرب میں قیام پذیر ہے تو مطلب نے یثرب سے لانے کے لئے اپنی سواری کے پیچھے اس کو بٹھا کر لا رہے تھے تو لوگوں نے سمجھا کہ یہ کوئی غلام خرید کر لا رہے ہیں اسی لئے ان کا نام بھی عبدالمطلب پڑ گیا۔ اسی عبدالمطلب کی سرپرستی میں حضور اکرم ﷺ کی ابتدائی زندگی گزری حضور اکرم ﷺ کی ابتدائی زندگی بھی

Marfat.com
Marfat.com

یتیمی کی حالت میں گزری آپؐ کی والدہ کا نام حضرت آمنہ تھا جو کہ وہب بن عبدالمناف بن زہرہ بن کلاب کی صاحبزادی تھیں نسب اور رتبے کے لحاظ سے قریش کی افضل ترین خاتون تھیں ان کے والد بھی بنو زہرہ قبیلہ کے سردار تھے یتیمی کی زندگی اور پھر ابتدائی ایام بھی والدہ سے الگ رضاعت کے لئے دیہات میں گزارنے پڑے۔ اس سفری زندگی میں شق صدر کا واقعہ پیش آیا تھا اور پھر جب توحید کی دعوت کا دور آیا تو والدہ بھی فوت ہو چکی تھی

جزیرۃ العرب میں خاندانی اصطلاحات

عربوں کے علاقوں میں جو عرب خاندان آباد تھے ان کے باہم تعلقات اور رشتہ داریاں تھیں انہیں تعلقات کے نتیجہ میں جو گروہ بن گئے تھے ان کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کی جاتی ہے مثلاً" مختلف خاندان مل کر ایک فخذ کے نام سے شہرت پاتے ہیں پھر یہی چند فخذ آپس میں رشتہ داریاں اور تعلقات سنوارا کرتے ہیں تو ان کو عمارہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس طرح چند عمارہ مل کر پھر قبیلہ کے نام سے مشہور ہو جاتے ہیں اور چند قبیلے مل کر شعب کے نام سے مشہور ہو جاتے ہیں جیسے شعب ابی طالب وغیرہ۔

خانہ کعبہ کے انتظامات جس کو تو بیت کہا جاتا ہے کا دور قصی بن کلاب کے بعد شروع ہوتا ہے قصی کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ ان کے والد جب فوت ہوئے تو قصی اس وقت ماں کی گود میں تھا ان کی والدہ بنی عذرہ قبیلہ سے تھیں خاوند کی وفات کے بعد اپنے نو مولود بچہ کو لے کر ملک شام میں اپنے قبیلہ کے ایک خاندان کے پاس چلی گئیں۔

قصی بن کلاب جب سن شعور کو پہنچا تو اس نے اپنے خاندانی حالات جو کہ والدہ سے سنے تھے ان کے مطابق اس نے مکہ جانے کا ارادہ کر لیا والدہ سے رخصت ہو کر جب مکہ میں آ کر رہائش اختیار کر لی تو پھر مقامی حالات کا جائزہ لے رہا تھا ماحول کے مطابق زندگی گزارنے لگا۔

Marfat.com
Marfat.com

مکہ پر اس وقت اقتدار کی ذمہ داری حلیل بن حبشیہ خزاعی کے نام کے ایک شخص کی تھی ۔ مقامی لوگوں سے تعارف ہوا ۔ اپنا خاندانی تعارف کرایا حالات کچھ اس کو ساز گار نظر آئے تو اس نے اپنے آپ کو رشتہ ازدواج میں منسلک کرنے کا ارادہ کر لیا حلیل بن حبشہ کی ایک بیٹی تھی جس کا نام حبی تھا تو قصی نے حلیل سے اس کی لڑکی کا رشتہ اپنے لئے طلب کر لیا حلیل نے تفتیش کرانے کے بعد اطمینان ہونے پر اپنی لڑکی حبی کا رشتہ قصی سے کر دیا اس طرح قصی نے مستقل رہائش مکہ میں اختیار کر لی۔

چند عرصہ بعد جب حلیل کا انتقال ہو گیا تو مکہ پر اقتدار حاصل کرنے کے لئے قریش اور خزاعی خاندانوں میں رسہ کشی شروع ہو گئی۔ قصی چونکہ قریشی تھا اس لئے فطرتاً"اس نے اقتدار کے سلسلے میں اپنے سسرال کی بجائے قریش خاندان کا ساتھ دیا ۔ دونوں قبیلوں کی لڑائی کھینچا تانی ہوئی مگر فتح قریش کی ہوئی قصی چونکہ رشتہ داری کے لحاظ سے خزاعی قبیلہ سے بھی منسلک تھا اس لئے وقتی مصلحت کے پیش نظر دونوں قبیلوں نے قصی بن کلاب کو اقتدار منتقل کرنے کو مفید پایا۔ یہ واقعہ تقریباً" پانچویں صدی عیسوی میں پیش آیا۔ قصی بن کلاب نے حالات پر قابو پانے کے لئے قریشی قبیلہ کے دوسرے سرداروں کو بھی مختلف ذمہ داریاں سونپ کر اقتدار میں شریک کر لیا۔

مکہ کا اسمبلی ہال

قصی بن کلاب نے جب اقتدر پر مضبوطی حاصل کر لی اور اکابرین قریش بھی اس کے ہمنوا اور ہم خیال ہو گئے تو اس نے مکہ اور ارد گرد کے حالات اور انتظامات کے سلسلہ میں سرداران قریش کے سامنے تجویز رکھی کہ کیوں نہ ہم مسائل طے کرنے کیلئے ایک مخصوص جگہ بنوائیں جہاں تمام قومی نمائندے اور سردار بیٹھ کر باہم مشورہ سے مسائل حل کریں چنانچہ

Marfat.com
Marfat.com

باہم اتفاق سے مکہ کے شمالی حصہ میں ایک جگہ پر عمارت تعمیر کرائی گئی اور اس کا نام دارالندوہ تجویز کیا گیا۔ گویا یہ مکہ کی جمہوری حکومت کا اسمبلی ہال بن گیا اسی عمارت میں جب کوئی بھی قومی مسئلہ در پیش آتا اس کو حل کرانے کیلئے اسی جگہ میں اکابرین قوم کا اجتماع ہوتا اور باہم مشورہ سے مسائل طے ہونا شروع ہو گئے۔

قصی کے دو بیٹے تھے بڑے کا نام عبدالدار اور چھوٹے کو عبدالمناف کہا جاتا تھا عوام میں عبدالمناف کے تعلقات بہ نسبت عبدالدار کے زیادہ وسیع تھے جب قصی کا انتقال ہونے لگا تو اس نے قومی معاملات اور لین دین کے لئے عبدالدار کے حق میں وصیت کر دی اور اسی وصیت کے مطابق قبیلہ نے بھی عبدالدار کے حق میں اقتدار کا فیصلہ کر لیا عرصہ تک عبدالدار قومی معاملات میں دخیل رہا۔ جب عبدالمناف کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹوں نے اپنے چچا زاد بھائیوں سے اقتدار میں حصہ طلب کرنا شروع کیا حالات کو بگاڑنے سے بچانے کی خاطر قبیلہ نے بھی مکہ پر اقتدار کے مناصب دونوں خاندانوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کر لیا اس طرح عبدالمناف کی اولاد بھی اقتدار میں شریک ہو گئی۔ بنو عبدالمناف نے آپس میں مناصب کو تقسیم کرنے کی خاطر قرعہ اندازی سے کام لیا تو نتیجہ ہاشم بن مناف کے حق میں نکلا۔

ہاشم کے انتقال کے بعد مکہ کا اقتدار ان کے بھائی مطلب کو ملا اور جب مطلب کا انتقال ہوا تو اقتدار پھر ایک بار ہاشم کے بیٹے مطلب جو کہ عبدالمطلب کا بھتیجا تھا منتقل ہوا اور مکہ کی آبادی پر انتظامیہ قریش کے خاندان کی چلی آ رہی تھی اگرچہ مضبوط نہ تھی مگر پھر بھی برائے نام مذہبی احترام اور گروہ بندیوں کے ہوتے ہوئے غنیمت سمجھی جاتی تھی۔

اسلام کی ابتدائی دعوت توحید کے دور میں اقتدار اور تولیت مکہ کے حقوق قریشی خاندان کے حضرت عباس بن عبدالمطلب کے پاس تھے مگر ان کے پاس اتنا مستحکم اقتدار نہ تھا جس کے

Marfat.com
Marfat.com

ذریعہ جزیرۃ العرب کے ارد گرد اور جزیرۃ کے اندر کے قبائل کے آپس میں جو اختلافات ہوتے تھے اور خلفشار کی صورت اگر پیدا ہوتی تھی تو اس کا تدارک کرنے کی صلاحیت نہ ہونے کے برابر تھی۔ ہر سردار اپنی مرضی سے حکمرانی کا دعویٰ دار تھا۔ نسلی فسادات اور مذہبی اختلافات کی گرم بازاری تھی ہر قبیلہ اپنے ہی آدمیوں کی طرف داری کرتا خواہ وہ جائز ہو یا غلط۔ اندرون عرب کوئی ایسی طاقت ور شخصیت نہ تھی جو مظلوم کی آواز پر داد رسی کر سکے ۔ بد انتظامی اور نفسا نفسی کا دور تھا خود غرضی عروج پر تھی بہ ظاہر یہ بات دل کو بھاتی ہے مگر جب انقلابی شخصیت حضور اکرم ﷺ کی اس نیا رنگ و بو میں تشریف آوری ہوئی تو اس میں ایک مغالطہ اور پھندا بھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انفرادی نیکی اس صورت میں باقی رہتی ہے اور پروان چڑھتی ہے جب نیکی پر مبنی معاشرہ اور مملکت بھی قائم ہو اور برائی اور باطل کے خلاف مسلسل جہاد جاری رہے ورنہ انفرادی نیکی دم توڑ دیتی ہے بہت سے مفکرین اس تجزیہ کی کما حقہ سمجھ نہیں رکھتے عرب میں جب انقلابی شخصیت حضور اکرمؐ کی اس رنگ و بو میں تشریف آوری ہوئی تو اس وقت ان کے والد محترم عبداللہ فوت ہونے کی وجہ سے اپنے گھر پر موجود نہ تھے ماں کی آغوش میں ایک نئے مولود کی موجودگی حضرت آمنہ کے لئے دنیا و جہاں کی نعمتوں سے بڑھ کر خوشی اور سکون کی نعمت تھی۔ اسی خوشی میں نومولود کے دادا عبدالمطلب کو شریک کرنے کی خاطر اپنی دست راست کنیز ام ایمن کو بچہ کی پیدائش کی نوید سنانے بھیجا چنانچہ عبدالمطلب کو یہ خوشخبری سنائی گئی تو خوشی خوشی گھر آئے اور اپنے پیارے پوتے کو گود میں اٹھا کر خانہ کعبہ میں لے آئے اور اس کے لئے دعا کی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اس نے عبداللہ کا نعم البدل دے دیا پھر خانہ کعبہ میں ہی پوتے کے لئے نام محمد تجویز کیا۔ یہ نام اس سے پہلے کسی اور کے لئے نہیں تجویز ہوا تھا اور ایسا ہونا بھی چاہئے کیونکہ یہ شخصیت اپنی ذات میں بے مثل' سب سے بہتر خاندان اور سب سے معزز گھرانہ

Marfat.com
Marfat.com

جس کا اقتدار مکہ پر رواں دواں تھا اور سب سے بہترین شہر جہاں اللہ کا گھر موجود تھا' میں پیدائش ہوئی تو پھر نام بھی تو ایسا ہونا چاہئے جو اور کسی کا نہ ہوا' تو وہ "محمد" کا بہترین نام ہی ہو سکتا تھا۔ پیدائش کے ساتویں دن آپؐ کا ختنہ کرایا "بعض روایتوں میں ہے کہ آپؐ مختون ہی پیدا ہوئے تھے" مگر صحیح اور مستند یہی بات ہے کہ آپؐ کا ختنہ کرایا گیا تھا آپؐ کی پیدائش سے پہلے حضرت عبدالمطلب فرماتے تھے کہ میں نے ایک خواب دیکھا جب کہ اس وقت میں خانہ کعبہ کے حطیم والے حصہ میں سو رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میری پشت پر ایک بہت ہی بلند درخت اگا ہے جس نے آسمان کی چوٹی کو چھو لیا ہے اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہیں اور اس سے نور چھن چھن کر فضاؤں کو منور کرنے لگا اور پھر اس نور کے ایسے سوتے پھوٹے کہ سورج کی تابانی بھی اس کے آگے ماند پڑ گئی میں نے دیکھا کہ قریش قبیلہ کے لوگ وہاں جمع ہیں کچھ شوق وارفتگی کے عالم میں آگے بڑھے اور ان شاخوں کے ساتھ لٹک گئے لیکن کچھ لوگ غصہ سے بپھر گئے اور برافروختہ ہو کر آگے بڑھے ان کے ہاتھ میں بڑے بڑے کلہاڑے تھے وہ چاہتے تھے کہ اس نورانی درخت کو کاٹ دیں اتنے میں ایک بہت ہی خوبصورت اور باوقار نوجوان نمودار ہوا اور درخت کے آگے سینہ سپر ہو گیا اس سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں جی چاہتا تھا کہ انسان اسے دیکھتا ہی رہے اس نے درخت کاٹنے والوں میں سے کسی کی آنکھیں پھوڑ دیں اور کسی کی کمر توڑ دی میں گھبرا کر بیدار ہو گیا پھر اس کی تعبیر ایک کاہنہ نے یہ بتائی کہ تمہاری نسل سے ایک شخص پیدا ہو گا جس کے جاہ و جلال اور عظمت و کمال کی پوری دنیا میں دھوم مچ جائے گی (ماخوذ از سیرت نبویؐ زینی حلان)۔ آپؐ کی ولادت کی خبر سے اپنے خواب اور اس کی تعبیر سے اطمینان ہوا۔

حضور اکرم ﷺ کی پیدائش ماہ ربیع الاول عام الفیل ۱۲ تاریخ بروز دو شنبہ (پیر) پر سب متقدمین اور متاخرین کا اتفاق ہے۔ یہ تاریخ ۲۲ اپریل ۵۷۱ء اور ہندی مہینوں کے حساب سے

Marfat.com
Marfat.com

یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی بنتی ہے۔

حضرت عبدالمطلب ایک بار حطیم میں سو رہے تھے جب جاگ کر اٹھے تو آنکھوں میں سرمہ اور سر کے بالوں میں تیل لگا ہوا پایا کاہنوں کے پاس جا کر یہ سارا ماجرا بیان ہوا تو انہوں نے ان کی شادی کرانے سے تعبیر بیان کی چنانچہ آپ کا پہلا نکاح "قیلہ" نام کی عورت سے ہوا۔ پھر ان کی وفات کے بعد دوسرا نکاح "فاطمہ" نام کی عورت سے ہوا۔ انہی خاتون کے شکم سے حضرت عبداللہ کی پیدائش ہوئے۔ حضرت عبدالمطلب کے دس بیٹے ہوئے جن کے نام اس طرح بیان کئے جاتے ہیں عباس، حمزہ، ابوطالب، ابولہب، حارث، ضرار، مقوم، زبیر، عیداق اور عبداللہ جو کہ سب سے چھوٹے اور خوبصورت جوان تھے بعض نے ان میں قثم اور مغیرہ دو ناموں کا بھی اضافہ کیا ہے۔ عبدالمطلب کی بیٹیوں کے نام یہ ہیں صفیہ، ام حکیم، عاتکہ، امیمہ، اروی اور برہ یہ چھ بیٹیاں اور دس بیٹے اللہ تعالیٰ نے دیئے یہ اس نذر کے نتیجہ میں پائے جب عدی بن نوفل نے حضرت عبدالمطلب کو لاولد ہونے کا طعنہ دیا تھا اور آپ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی اور ساتھ نذر مانی کہ ایک بیٹا قربان کروں گا۔

انقلابی شخصیت کا پہلا آپریشن

اور یہ بات قرین قیاس ہے کہ ختنہ کرایا گیا جیسے کہ ابن قیم کے خیال کے مطابق مختون ہونے کی صحیح روایت موجود نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کو والدہ کے علاوہ سب سے پہلے جس عورت کا دودھ پلایا گیا وہ ابولہب کی لونڈی تھی جس کا نام ثوبیہ تھا ثوبیہ کا جس گھرانے سے تعلق تھا وہ شخص اخلاق اور اطوار کے لحاظ سے کیسا ہو گا جس کی زندگی کی پوری تصویر قرآن کی ایک پوری سورۃ تبت میں بیان کی گئی ہے اب اس گھر کی خوراک کا ایک حصہ ثوبیہ کے دودھ کے ذریعہ جسم اطہر میں داخل ہو چکا ہو اور خون میں رواں دواں

Marfat.com
Marfat.com

ہو اس سے صفائی کا تقاضہ تھا کہ آپؑ کا ختنہ کرا دیا جائے اور وہ خون جس میں ملاوٹ ثوبیہ کے دودھ کی شکل میں ہو چکی تھی اس کو خارج کیا جائے تاکہ جسم مبارک میں کسی قسم کی مشکوک خوراک کی آلودگی نہ رہے اور اس کے لئے اس معمولی سے آپریشن جو کہ سنت ابراہیم کی یادگار کی حیثیت سے رواج پا چکی تھی اس سے کیوں محروم رکھا جاتا۔ ختنہ در اصل یاد گار ہے خون کی قربانی دینے کی۔ اسلام کی کوئی ایسی روایت اور دستور نہیں جس کے پیچھے اس کی فلاسفی نہ ہو۔ ختنہ کی فلاسفی پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ نومولود جو کہ ماں کے پیٹ میں نو مہینے کی زندگی گزارتا ہے وہاں اس کی خوراک ماں کا خون ہی بنتا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہ خون جس کو دم مسفوح کہا جاتا ہے پاک نہیں ہوتا کسی جگہ یا کپڑے پر لگ جائے تو اس کو دھونا اور صاف کرانا ضروری ہوتا ہے جب نومولود نو ماہ کے بعد ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے تو نئی فضاء سے واسطہ پڑتا ہے دنیا کے نظام زندگی میں خون کے دورے کو بحال رکھنے کے لئے آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے خون کی رفتار جو کہ ماں کے پیٹ میں نومولود کے جسم کی تھی وہ اب موجودہ فضا کے مطابق نہیں رہے گی اس لئے اس خون میں کچھ کمی بیشی کی جائے کہ توازن بحال رہے اور اس کے لئے بہترین اور موزوں طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ جسم سے کچھ خون نکال دیا جائے تاکہ باقی خون کی رفتار ایک معمول پر آسکے جیسے کہ ایک بوتل یا ٹیوب پانی سے بھری ہوئی ہو تو اس کا ہلانے جلانے سے خلاء نہ ہونے کی وجہ سے بوتل کا پانی ایک ہی حالت میں رہتا ہے حرکت کرنے کی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے لیکن جب اس بوتل سے کچھ مقدار نکال دی جائے تو پھر خلا ہو جانے کی وجہ سے پانی بہ آسانی نیچے اوپر ہو سکتا ہے اسی طرح ختنہ کرانے سے خون کی حرکت میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اور یہ طبی لحاظ سے نومولود کی آئندہ صحت بحال رکھنے کے لئے پیش بندی کا کام دیتا ہے مناسب طور پر ختنہ کراتے وقت خون کی کچھ مقدار اگر ضائع ہو جاتی ہے

Marfat.com
Marfat.com

تو یہ آئندہ کے لئے بلڈ پریشر جیسے نامعقول مرض کا سدباب کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے دوسرا فائدہ یہ ہو جاتا ہے کہ زخم جو ختنہ سے پیدا ہوتا ہے اس کو ٹھیک ہونے میں اصل کام خون کا ہی ہوتا ہے خون کی رفتار بڑھ جانے سے زخم جلدی بھر جاتا ہے اگر ختنہ کرانے میں موزوں مقدار میں خون نکلنے نہ دیا جائے تو یہ بھی صحت کے لئے نقصان دہ رہے گا اسی وجہ سے ہی بعض لوگوں کے خون میں سدے بننے کے صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور امراض قلب سے واسطہ پڑتا ہے بعض سرجن ختنہ کرانے کے بعد زخم پر ایسی دوائیں استعمال کراتے ہیں جن سے خون میں منجمد ہونے کی صلاحیت بھی نمودار ہو جاتی ہے اور اس صلاحیت کا اثر تمام خون میں ظاہر ہونے کا امکان رہتا ہے اگرچہ لیبارٹری اس کی تصدیق نہیں کرے گی مگر لیبارٹری کوئی ایسا ذریعہ نہیں کہ جس پر پورا اعتماد کیا جا سکے۔ بہر حال احتیاط بہتر ہے۔ دم مسفوح کے سلسلہ میں بیان ہو چکا کہ یہ ناپاک ہوتا ہے اگر کسی حلال جانور کو ذبح کرنے سے یہ خون نہ نکل سکے تو اسلام میں اس جانور کا گوشت حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ دم مسفوح جسم سے خارج نہیں ہوا اور یہ خون زہریلا ہوتا ہے جو کہ گوشت میں رہ جانے سے گوشت زہریلا ہو جانے سے انسانی خوراک بننے کے قابل نہیں رہتا اسی لئے مردار جانور کے گوشت کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ صحت کے لحاظ سے ختنہ کے متعلق جدید تحقیق یہ ہے کہ اس سے جنسی اعضاء کے حصے کینسر جیسے مرض سے بھی محفوظ رہتے ہیں جیسے بھارتی حکومت نے ایک طبی جریدہ میں پریس نوٹ جاری کیا ہے۔ پریس نوٹ میں حکومت ہند نے کینسر کی روک تھام کے عنوان سے کہا ہے یہودی اور مسلمانوں میں جنسی اعضاء کے کینسر کے واقعات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس لئے کہ ان قوموں میں ختنہ کرانا ضروری ہے۔ اس پریس نوٹ میں تولیدی اعضاء کے کینسر سے بچنے کے لئے ختنہ کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح آج کی جدید دنیا کے امریکہ کے ایک ماہنامہ (SEXOLOGY) میں بھی ایک مقالہ شائع ہوا تھا

Marfat.com
Marfat.com

جس میں اسرائیلی اور مسلم ملکوں کے اعداد وشمار شائع ہوئے تھے کہ ان دونوں ملکوں میں کینسر کے واقعات نہ ہونے کے برابر اس لئے ہیں کہ یہ قومیں ختنہ کرانا ضروری سمجھتی ہیں۔ (صدق جدید)۔ ''میثاق ختنہ'' جس دن اسماعیلؑ کی قربانی ہوئی تھی اسی دن ابراہیم اور اسماعیلؑ کے اور گھرانے کے تمام مردوں کے ختنہ ہونے کا معاہدہ سربمہر کر کے رکھا گیا تھا۔ ابراہیمؑ کا جب ختنہ ہوا تھا تو ان کی عمر ننانوے برس تھی اور اسماعیلؑ کی عمر اس وقت تیرا برس تھی جب ختنہ ہوا۔ (حوالہ بائیبل باب پیدائش ۱۷،۲۴ تا ۲۷)

انقلابی شخصیت کی ابتدائی جسمانی تربیت

عربوں کا ایک دستور تھا کہ وہ اپنے شہر میں پیدا ہونے والے بچوں کی جسمانی اور لسانی تربیت کے لئے شہر سے باہر دیہات میں بدوی زندگی میں تربیت پانے کی خاطر بھیج دیا کرتے تھے۔ اسی مروجہ دستور کے مطابق عبدالمطلب نے بھی اپنے نو مولود پوتے کی جسمانی اور زبان کی صحت تلفظ کی خاطر کسی بدوی عورت جو بچہ کو دودھ پلا سکے کی تلاش شروع کر دی۔ چنانچہ حضرت حلیمہ نام کی ایک عورت جو کہ ابی زویب کی لڑکی تھی اور دودھ پینے والا ایک بچہ بھی اس کا تھا کو تلاش کر لیا۔ یہ عورت بنی سعد بن بکر قبیلہ کی شریف اور باکردار عورت تھی ان کے خاوند کا نام حارث بن عبدالعزا اور کنیت اس کی ابو کبشہ کے نام سے مشہور تھا۔ اس عورت کی شرافت اور نجابت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے پہلے ابوسفیان بن حارث جو کہ آپؐ کے چچیرے بھائی تھے کو بھی اس عورت نے دودھ پلایا تھا آپؐ کو دودھ پلانے کے لئے جب حلیمہ کے حوالے کیا گیا تو اس وقت کے حالات اور واقعات جو پیش آئے تھے ان کا ذکر اس طرح کرتی ہیں کہ میں اپنے شوہر اور چھوٹے دودھ پیتے بچے کے ہمراہ بنی سعد کی کچھ عورتوں کے ساتھ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں اپنے گھر سے نکلے تو قحط سال اور بضاعتی کی کیفیت کی یہ حالت تھی کہ ہماری سفید رنگ کی گدھی جس پر ہم سوار تھے اتنی کمزور تھی کہ وہ راستہ پر بڑی مشکل سے چلتی رہی نہ اس کا دودھ تھا اور نہ ہی میرے سینہ

Marfat.com
Marfat.com

میں کافی دودھ تھا اسی حالت میں ہم مکہ کی آبادی میں داخل ہوئے ضرورت مند بچے کی تلاش میں ہر عورت کی خواہش تھی کہ کوئی ایسا بچہ ملے جس کے والدین اور خاندان سرمایہ دار ہوں اور ہمیں وافر معاوضہ مل سکے اب اس قافلہ کے سامنے اس یتیم بچہ کو پیش کیا جاتا تھا تو اس کو قبول کرنے کے لئے کوئی دایہ تیار نہ ہوتی تھی کیونکہ بچہ کا والد فوت ہو چکا تھا۔ اس کے دودھ پلانے کے معاوضہ کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی لہٰذا ہر عورت نے انکار ہی کیا اور ہر ایک نے اچھے کھاتے پیتے گھرانا سے بات پکی کر لی۔ سب عورتوں کو بچے مل گئے صرف میں ہی رہ گئی اور اس یتیم بچہ کو بھی کسی نے قبول نہ کیا۔ جب واپسی ہوئی تو میں نے اپنے خاوند سے کہا کہ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ دوسری سب عورتیں بچے لے کر جائیں اور میں خالی اور محروم واپس ہو جاؤں، میرا خیال ہے کہ نہ ہونے سے یہ بہتر ہے کہ اس یتیم بچہ کو ہی لے کر میں بھی اپنی گود بھر دوں چنانچہ ہم نے اسی یتیم کو لے لیا اور واپسی اختیار کر لی۔ جب اپنے ٹھکانہ پر آ گئی تو میں نے اپنی چھاتی سے اس یتیم بچہ کو لگایا تو یکایک دودھ چھاتی سے ابلنے لگا۔ بچہ نے سیر ہو کر پی لیا میرے اپنے بچہ نے کئی دنوں کو بھوک کے بعد سیر ہو کر دودھ پی لیا۔ میرے خاوند نے اونٹنی کو دوہنے کے لئے ہاتھ مارا تو اونٹنی نے اتنی مقدار میں دودھ دیا کہ ہم سب پی کر سیر ہو گئے۔ میرے خاوند نے کہا کہ حلیمہ یہ کوئی نیک اور بابرکت روح تم کو مل گئی ہے۔ واپس آتے ہوئے ہماری گدھی اتنی تیز رفتاری سے سب کو چھوڑ کر آگے آگے جا رہی تھی سب عورتیں حیران تھیں کہ اس لاغر گدھی کو کیا ہو گیا کہ ہم اب اس کا ساتھ نہیں دے سکتی ہیں۔ حلیمہ فرماتی ہیں کہ اس قحط سالی کے ایام میں اس کے بعد ہماری بکریاں خوب سیر ہو کر جنگل سے آتیں اور خوب دودھ دیتی تھیں۔ اس بابرکت شخصیت کی وجہ سے ہمارے دن پھرنے لگے ہمارے رزق میں بھی فراوانی ہو گئی اور بچے بھی خوب پل گئے۔ دوسرے لوگ ان کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔ دو سال کا بچہ بھی اچھا بھلا تندرست توانا بھاگ دوڑ کرتا تھا اسی طرح دو سال کا عرصہ پورا ہوا تو ہم بچہ کو واپسی کی خاطر حضرت آمنہ اور عبدالمطلب کے پاس مکہ۔ لے گئے مگر ہمارا جی چاہتا تھا کہ یہ بچہ مزید ہمارے پاس ہی رہے تو

Marfat.com
Marfat.com

اچھا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے ہم پر اللہ کی رحمت ہوئی ہے اسی خیال کو مدنظر رکھ کر ہم نے بچہ کی ماں سے بات کی اور بتایا کہ شہر کی وبائی آب و ہوا کا تقاضہ ہے کہ یہ بچہ دیہات میں ہی ہمارے پاس رہے اس کی صحت مزید بہتر ہو جائے گی تو سب گھر والے راضی ہو گئے اور میں اس بچہ کو ہمراہ لے کر پھر اپنے گھر لے آئی اس طرح آپ تقریباً" پانچ سال کی عمر تک مائی حلیمہ کی سرپرستی میں پلتے رہے۔ جسمانی لحاظ اور صحت زبان ہر حیثیت سے قابل رشک تھے۔

انقلابی شخصیت کا دوسرا آپریشن

کوئی بھی انقلاب لانے کے لئے انقلابی شخصیت کو اپنے منصوبے کے مطابق اپنے آپ کو تیار کرنا پڑتا ہے جتنا مشکل اور بڑا پروگرام ہو گا اس کے لئے تیاری بھی اسی کے مطابق کرنی پڑتی ہے صراط مستقیم کے پروگرام کی اہمیت کے پیش نظر بھی انقلابی شخصیت کو ان حالات کے لئے تیاری کی ضرورت تھی۔ چونکہ اس انقلاب کا منصوبہ انقلابی شخصیت کی اپنے ذاتی سوچ اور پروگرام کے مطابق نہ تھا بلکہ اس غیر مرئی طاقت (اللہ تعالیٰ) نے ان کے ذریعہ اس انقلاب کو برپا کرنا تھا اس لئے اس کی تیاری اور انتظامات بھی اسی ذات وحدہ لا شریک نے مہیا کرنے تھے۔

صراط مستقیم کا انقلاب دو محاذوں پر لانا ایک محاذ ذہنی انقلاب اور دوسرا عملی انقلاب دونوں محاذوں کے مطابق انقلابی شخصیت کو تیار کرانا تھا۔ ذہنی انقلاب کے لئے انقلابی شخصیت کو یقین بلکہ عین الیقین کے مرحلہ تک پہنچنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ میری مخالفین کس نوعیت کا مطالبہ کریں گے جس سے ان کے ذہن کو اطمینان حاصل ہو اور جب انقلابی شخصیت نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو تو اس کو پورا یقین ہوتا ہے اور ہر

Marfat.com
Marfat.com

مرحلہ پر ہر سوال کا جواب اپنے گزشتہ مشاہدہ کے مطابق مخاطب کو دیدے گا تو اس کو اطمینان حاصل ہو جائے گا۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے دلی اطمینان حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا کہ آپ مردوں کو کس طرح زندہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو مشاہدہ کرانے کا طریقہ بتا دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کا انقلاب برپا کرنے والی شخصیت کو عالم بالا کا مشاہدہ کرانا تھا اور اسی کے لئے انقلابی شخصیت کو تیار بھی کرانا تھا اس لئے آپریشن کی ضرورت پیش آئی (واللہ اعلم) آپریشن بھی جس سرجن سے کرایا وہ بھی اپنی مثال آپ تھا یعنی حضرت جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام۔ واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ابتدائی زندگی ان کی دایہ حلیمہ کے زیر سایہ گزر رہی تھی شہری زندگی کے ماحول سے الگ تھلگ کھلی صاف ستھری ہوا اور فطری فضاء جو کہ دیہات میں عموماً" بغیر کسی آلودگی کے ہوا کرتی ہے' جسمانی لحاظ سے اچھی صحت مند کیفیت تھی۔ آپؐ اپنے ہمجولیوں کے ہمراہ باہر گاؤں سے فاصلہ پر کھیل کود کے لئے چلے جایا کرتے تھے۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ آپؐ بچوں کے ساتھ کھیلنے میں مشغول تھے کہ اچانک ایک شخص آیا اور اس نے آپ کو پکڑا اور زمین پر پٹخ کر مارا پھر آپ کا سینہ چاک کیا اور اندر سے دل (قلب) کو نکال کر دو ٹکڑے کیا۔ دل میں سے ایک ٹکڑا نکالا اور الگ کر دیا پھر آب زمزم سے دھو کر جوڑ کر سابقہ حالت میں سینہ کے اندر رکھ دیا اور فرمایا کہ یہ جو حصہ دل سے الگ کیا گیا ہے یہ تم سے شیطان کا حصہ تھا جس کو نکال دیا گیا۔ یہ اجنبی شخصیت حضرت جبرائیل کی تھی۔ اس واقعہ کے راوی حضرت انسؓ ہیں دوسرے بچوں نے جب یہ منظر دیکھا تو گھبرا کر بھاگ گئے اور گاؤں میں جا کر آپ کی دایہ مائی حلیمہ کو اطلاع کی "محمد" کو کسی نے قتل کر دیا ہے آبادی کے لوگ جب بھاگ کر آئے تو دیکھا کہ آپؐ ڈرے اور سہمے ہوئے اور چہرہ کا رنگ اترا ہوا ہے۔ اس واقعہ کو مائی حلیمہ نے جب سنا تو وہ بھی پریشان ہو گئی اور مزید

Marfat.com
Marfat.com

کسی پریشانی سی بچنے کی خاطر اس نے فیصلہ کرلیا کہ اس بچہ کو واپس اپنی ماں کے پاس ہی بھیج دیا جائے چنانچہ آپ کو واپس اپنی والدہ کے پاس لا کر چھوڑ دیا گیا۔ اس روایت کو حضرت انسؓ نے صحیح مسلم میں بیان کیا ہے۔ پھر ایک دوسری روایت جس میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دل ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اگر یہ درست ہو تو تمام جسم درست رہے گا اور اگر بگڑ جائے تو تمام بگڑ جائے گا (او کما قال) تو اس آپریشن سے جس ٹکڑے کو الگ کیا گیا وہ فساد اور بگاڑ کا باعث تھا جس کو شیطان کا حصہ قرار دیا گیا۔ آپریشن کرانے کے بعد جب فساد پیدا کرنے والا حصہ الگ ہو گیا تو جسم مبارک ہر قسم کی بشری غلاظتوں اور خامیوں سے پاک ہو گیا۔ اسی طرح مائی حلیمہ کا دودھ جو پیا گیا تھا یا اور کسی بکری یا عورت کا پیا گیا تھا اس کی ملاوٹ کے زیر اثر جو خون جسم میں پیدا ہو کر گردش کر رہا تھا اس کو بھی نکال دیا گیا۔ اس آپریشن کے نتیجہ میں دم مسفوح کی نوعیت بھی بدل گئی اور اسی آپریشن کے بعد جسم اطہر کشش ثقل زمین سے متاثر ہونے سے بھی محفوظ ہو گیا۔ غالباً اسی کیفیت کے پیدا ہونے کی وجہ سے جمہور علماء اور صحابہ کرام کی رائے ہے کہ آپ ﷺ کو معراج جسمانی ہوا ہے اور اسی معراج میں عالم آخرت کے حالات کو چشم دید مناظر میں پیش کر کے مشاہدہ کرایا گیا۔ جس سے آپ ﷺ کو آخرت کے سلسلہ میں عین الیقین کا درجہ حاصل ہوا ہے اور یقینی معلومات کی ضرورت تھی صراط مستقیم کی ذہنی انقلاب برپا کرانے میں یہی وہ انتظامات تھے جن کے ذریعہ انقلابی شخصیت کو ابتدائی زندگی میں ہی مستفید کرایا گیا۔ اس اپریشن کے واقعہ میں ایک شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ دل پر جسم انسانی کے بقاء کا تعلق رہتا ہے جب اپریشن ہوا تو تعلق کس طرح رہا۔ امام ولی اللہ ؒ فرماتے ہیں کہ یہ اپریشن کا واقعہ عالم مثال اور عالم شہود کے بین بین میں ہوا تھا۔ اس لئے اس اپریشن سے ہلاکت کا خطرہ نہیں ہوا تھا۔ (واللہ اعلم، بالصواب) انقلابی شخصیت کی حسب دستور عرب بدوی زندگی قبیلہ بنی سعد میں تقریباً پانچ سال تک گزارنے کے بعد اس کی دایہ حالات پیش آمدہ (شق صدر) سے متاثر ہو کر اس یتیم بچہ کو بادل ناخواستہ اور مجبوری کے واپس ان کی ماں کے پاس لے چلی۔ اب یہ یتیم بچہ جو کہ جسمانی صحت کے لحاظ سے اپنے ہم عمر

Marfat.com
Marfat.com

بچوں کی نسبت قابل رشک صحت کا حامل تھا ماں کی گود کی شفقت اور دادا کی نگرانی کی وجہ سے پروان چڑھنے لگا اسی دوران ان کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ کے دل میں خیال آیا کہ یثرب جا کر اپنے مرحوم خاوند کی قبر کی زیارت کروں چنانچہ اپنی کنیز ام ایمن اور یتیم بیٹے کو لے کر اپنی سسر عبدالمطلب کی زیر سرپرستی یثرب تشریف لائیں۔

یثرب میں تقریباً" ایک مہینہ قیام رہا جب واپسی کا ارادہ کیا کہ اپنے گھر جانا چاہئے اسی واپسی کے سفر کے دوران اچانک اس یتیم بچہ کی ماں بیمار پڑ گئیں چند دن مرض میں مبتلا رہنے کے بعد اتفاقاً" فوت ہو گئیں تو پھر راستہ میں ہی ایک "ابواء" نام کے مقام پر آپ کو دفنا دیا گیا۔ قدرت کا نظام دیکھئے جو بچہ پدرانہ شفقت سے محروم تو تھا ہی اب چھ سال کی عمر میں والدہ کی آغوش محبت سے بھی محروم ہو گیا والدہ کے کفن دفن سے فارغ ہو کر دادا کی معیت میں واپس مکہ میں یہ قافلہ آ گیا۔ دادا نے بھرپور شفقت اور محبت سے پرورش کی اور اس بچہ کو سنبھالنے میں ام ایمن نے پورا ہاتھ بٹایا اب اس بچہ کی ذہنی کیفیت کا آپ اندازہ کریں کہ کیسی حالت ہو گی جب ان کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو دادا کی بھی رحلت ہو گئی مگر دادا نے مرتے وقت اپنے بیٹے ابوطالب کو وصیت کی کہ اپنے بھتیجے اور میرے اس یتیم پوتے کی پرورش اور نگہداشت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔

ابو طالب نے بھی اپنے والد کے حکم وصیت کے مطابق اس یتیم بچہ کو کسی محرومیت سے بچانے کی پوری کوشش کی اس کی پرورش اپنے بیٹوں سے بڑھ کر کی بلکہ ایک امتیازی حیثیت سے گھر میں پرورش کی جاتی تھی ہر وقت اپنے اس یتیم بھتیجے کو اپنی نظروں کے سامنے رکھتے اس یتیم بچہ کی عمر سن شعور کو تقریباً" بارہ سال کی ہوئی تو پھر اپنے عم (چچا) محترم ابوطالب کا ہاتھ بھی بٹانے لگا اسی طرح ایک بار ابوطالب کاروبار کے سلسلہ میں شام کے علاقہ میں گئے تو راستہ میں ایک مقام حوران نامی پر قافلہ نے پڑاؤ کیا تو اس جگہ جرجیس نامی ایک راہب بھی

Marfat.com
Marfat.com

رہتا تھا۔ جب قافلہ اس مقام پر آیا تو یہ راہب اپنے گرجا سے باہر نکل آیا' اور قافلہ کو ملنے ان کے پاس آیا' بڑا خوش ہوا' قافلہ کی خاطر تواضع کی' لوگ حیران ہوئے کہ یہ تو کبھی بھی اپنے گرجا سے باہر نہیں نکلا آج کیسے باہر نکل آیا اور پھر اجنبی قافلہ کی میزبانی بھی کی' آخر بات کیا ہے اس سے دریافت کیا گیا تو اس راہب نے انکشاف کیا کہ یہ بچہ جس کا میں نے ہاتھ پکڑا ہوا ہے یہ بڑا بابرکت اور نصیبوں والا ہے' یہ سید العالمین کی حیثیت کا حامل ہے' میں نے اپنی دینی کتابوں میں پڑھا ہے اور جو کچھ ایک آنے والی شخصیت جو اس دنیا کی کایا پلٹ دے گی وہ یہی بچہ ہے اس کی جسم میں وہ تمام نشانیاں موجود ہیں جو ہماری کتابوں میں درج ہیں' لوگوں نے دریافت کیا کہ کونسی نشانی تم نے دیکھی ہے' ہمیں بھی بتائیں تو اس راہب نے جس کو بحیرا راہب کے نام سے بھی پکارتے تھے بتایا کہ جب یہ قافلہ سامنے کی گھاٹیوں سے نمودار ہوا تو میں نے دیکھا کہ کوئی بھی درخت' پتھر ایسی چیز نہ تھی جو اس کی جانب سر بسجود نہ ہو اور یہ ایک ایسی علامت ہے کہ نبی کے علاوہ کسی انسان کے سامنے نہیں جھکتے۔ پھر اس کی پشت پر مہر نبوت کی موجودگی سب سے بڑی علامت ہے کہ یہ ہستی انسانوں میں بے مثال ہستی ہے اور ساتھ ہی ابوطالب کو ہدایت کی کہ اس بچے کو شام کی طرف اپنے ساتھ نہ لے جاؤ اس کو واپس مکہ میں لے جاؤ یا کسی کے ہمراہ بھیج دو کیونکہ یہودیوں نے اگر دیکھ لیا تو اس کی جان کو خطرہ ہے۔ یہ یہودی اپنے رسول کے علاوہ کسی دوسری شخصیت کو نبی یا رسول کی حیثیت سے برداشت کرنے کو تیار نہیں اسی لئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے کی کوشش کی تھی۔

Marfat.com
Marfat.com

انقلابی شخصیت کی جنگی محاذ پر شرکت

دنیاوی امور میں اور کاروبار میں یہ نوخیز اپنے سرپرست ابوطالب کا ہاتھ تو بٹاتا ہی تھا مگر ایک ایسے موقعہ پر اس کی شرکت کا پہلا واقعہ تھا واقعہ یہ ہے کہ مکہ میں دو قبیلوں کنانہ اور قریش ایک طرف اور قبیلہ قیس دوسرے جانب ان دونوں کی کسی مسئلہ پر لڑائی شروع ہو گئی ہے پہلے مرحلہ پر قیس قبیلہ کا پلہ بھاری تھا اور کنانہ اور قریش مار کھا رہے تھے مگر اچانک کوئی ایسی صورت حال پیدا ہوئی کہ کنانہ قبیلہ کا پلہ بھاری ہو گیا اور قیس قبیلہ کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اس لڑائی میں قریش پارٹی کی کمان حرب بن امیہ کر رہا تھا کیونکہ یہ دونوں قبیلوں میں تجربہ اور حیثیت کے لحاظ سے بڑا اور معزز تھا۔ اسی جنگ میں اس انقلابی شخصیت جن کی عمر ابھی پندرہ سال ہی بیان کی جاتی ہے' شریک ہو کر ابتدائی تربیت حاصل کی اس موقع پر یہ شخصیت اپنے چچاؤں کو تیر اندازی کے لئے تیر پکڑانے کے فرائض انجام دے رہے تھے اس جنگ میں دونوں صورتوں فتح اور شکست کی کیفیت اور احساسات کا چشم دید مشاہدہ کیا اور دل سے خوف اور دہشت ختم ہو گئی۔ لڑائی اور جنگ کا خوف ہر انسان کی فطرت میں شامل ہوتا ہے کیونکہ یہ تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ہوتی ہے کئی جانیں اور مال تباہ ہو جاتے ہیں اگرچہ خوف تو رہتا ہے مگر تجربہ کار اور جہاندیدہ کمانڈر کہتے ہیں کہ سپاہی جنگ سے اس وقت تک ڈرتا ہے جب تک جنگ شروع نہیں ہوتی جب دونوں گروہ آمنے سامنے آجاتے ہیں پہلی گولی یا تیر جب چل جاتی ہے تو پھر سپاہی کے دل سے جنگ لڑائی کا خوف ختم ہو جاتا ہے وہ شیروں کی طرح حملہ آور ہوتا ہے اس کے سامنے دشمن بھیگی بلی کی مانند نظر آتا ہے۔ جنگ میں کامیابی کا گر یہ ہے کہ حوصلہ نہیں ہارنا چاہیے شکست کا احساس ہی نہیں ہونا چاہیے تو اس جنگ میں بھی ابتدائی مرحلہ پر کنانہ گروپ نے شکست کھائی مگر شکست کے احساس کو نزدیک ہی نہیں آنے دیا گیا اور بالآخر فتح سے ہم کنار ہوئے ہم تو کہتے ہیں یہ فتح بھی اسی نو

Marfat.com
Marfat.com

آموز انقلابی کی برکت سے نصیب ہوئی کیونکہ یہ تجرباتی محاذ تھا اگر پہلے ہی مقابلہ میں شکست کا داغ ذہن میں بیٹھ جاتا تو آئندہ جو کام ان کی شخصیت سے اللہ تعالیٰ نے لینا تھا اس کا کیا بنتا۔ اس انقلابی شخصیت کا ہر فعل اور ہر قدم ہر انقلابی لیڈر کے لئے اور ہر خدا پرست کے لئے راہنما کا کام دیتا ہے۔ ان کی زندگی کی مشکلات اور حالات کو اپنے لئے لائحہ عمل بنانا ہو گا تب کامیابی نصیب ہو گی۔

غور کریں کن کن محاذوں پر ان کی تربیت ہوئی۔ بچپنے میں یتیمی کا ماحول' پھر والدین سے الگ دیہاتی ماحول' سفر کی ہی زندگی میں اوپن ہارٹ سرجری (شق صدر) سے واسطہ' پھر ماں کی فوتیدگی' دادا کی جدائی اور ابوطالب کی سرپرستی میں روز مرہ معمولات کی تربیت' کاروباری سفر' اور جنگی محاذ پر تجربہ' یہ تمام حالات ایسے ہیں کہ زندگی سے بھرپور نظر آتے ہیں۔ ان کا لائحہ عمل بنانا کامیابی اور سرخروئی کی ضمانت ہیں خصوصاً" صراط مستقیم کے لئے کام کرنے والوں کے لئے لازماً" اس پر غور کرنا چاہئے۔

انقلابی شخصیت کی ازدواجی زندگی

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب آپ کی عمر پچیس سال کی ہوئی تو معاش کے ذرائع کی جدوجہد کا بھی مرحلہ پیش آیا اس مقصد کے لئے آپؐ بکریوں کے ریوڑ چرانے کی خدمت بھی کرتے رہے اور کچھ نہ کچھ معاوضہ مل جاتا کافی عرصہ کے بعد ایک صاحب حیثیت سرمایہ دار خاتون کو اپنے کاروبار تجارت کے سلسلہ میں ایک معاون کی ضرورت پیش آئی چونکہ آپ کی دیانت اور محنت' مشقت اور راست بازی کا چرچا عام تھا تو اس خاتون نے بھی آپؐ کو دعوت دی کہ آپؐ میرا مال تجارت لے کر تجارتی قافلہ کے ساتھ ملک شام کی طرف جاؤ اس کا آپؐ کو معاوضہ ملے گا۔ چنانچہ آپؐ نے مضاربت کی شرائط پر آمادگی ظاہر کی اور قافلہ کے

Marfat.com
Marfat.com

ساتھ روانہ ہوئے۔ کاروباری سفر سے واپسی پر مذکورہ خاتون کو حالات سے مطلع کیا گیا تو اس کاروبار میں توقع سے زیادہ منافع ملا اپنے شریک تجارت کی دیانتداری اور محنت اور شوق تجارت سے کافی حد تک متاثر ہوئیں۔ اس خاتون کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ شخصیت زندگی کے سفر کے لئے نہایت موزوں ثابت ہو گی یہ عرصہ سے ایک پاک باز اور شریف النفس بیوہ کی حیثیت سے زندگی گزار رہی تھی ضروریات زندگی میں سرمایہ دار ہونے کی وجہ سے خود کفیل تھیں مکہ کے کئی صاحب حیثیت لوگوں نے ان کے ساتھ شادی کرنے کی پیشکش بھی کی تھی مگر انہوں نے اپنی سوچ اور شرافت کے مطابق کسی کی پیشکش کو قبول نہ کیا اور جب اس شریک کاروباری شخصیت سے واسطہ پڑا تو خود بخود اپنے زریعہ سے شادی کی پیشکش کر دی۔ نکاح کی دعوت اپنی ایک ہمراز قریبی سہیلی نفیسہ بنت ملیہ کے نام سے مشہور تھی کے ذریعہ دے دی۔ آپؐ نے غورو خوض اور گفت و شنید کے بعد اس دعوت کو قبول کر لیا اور اپنے سرپرست چچا ابوطالب سے ذکر کیا کہ فلاں خاتون نے پیغام شادی کرنے کا بھیجا ہے' آپ کا کیا خیال ہے' تو ابوطالب نے سوچ سمجھ کر اس سلسلہ میں خاتون مذکورہ کے چچا سے سلسلہ جنبانی شروع کیا دونوں فریق اپنی تسلی کرنے کے بعد اس شادی پر رضا مند ہو گئے ۔ چنانچہ اس انقلابی شخصیت نے مکہ کی خوبصورت' سب سے زیادہ باعزت اور شریف النفس خاتون سے اپنا پہلا نکاح کرانا قبول کر لیا۔ یہاں بھی ایک کنوار شخصیت نے ایک بیوہ سے شادی رچا کر تاریخی کردار ادا کیا۔ نکاح کے مہر کی ادائیگی بیس اونٹ دے کر کی۔ اس شادی خانہ آبادی کی تقریب میں بنو ہاشم اور مضر قبیلہ کے اکثر معززین نے شرکت کی اس خاتون کی عمر اس وقت چالیس سال تھی اور ان کا نام حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ دولہا کی عمر پچیس سال' دلہن کی عمر چالیس سال اور وہ بھی بیوہ۔ اس کی حکمت پر غور کیا جائے تو یہ بھی بالکل مناسب اور موزوں شادی تھی اس انقلابی شخصیت کی نوجوانی کا دور جو کہ عموماً"

Marfat.com
Marfat.com

جذباتی ہوتا ہے اور اس کے حالات کے مطابق کسی بہترین مشیر کی ضرورت اگر کوئی پوری کر سکتا ہے تو وہ بیوہ سے بہتر دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہی انسان کی بہترین رفیق کار اور بہ وقت ضرورت سہارا بن سکتی ہے وہ جو مثل مشہور ہے کہ ہر کامیاب مرد کی کامیابی کے پیچھے اس کی بیوی کا ہاتھ ہوتا ہے تو یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اس انقلابی شخصیت جن کی ذمہ داریاں تمام جہاں والوں سے زیادہ ایک تاریخی انقلاب برپا کرنا ٹھہرایا گیا تھا بالکل موزوں رشتہ مناکحت اور بہترین مشیر کا انتظام کرا دیا۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ کی بطن سے آپؐ کی پہلی اولاد قاسم نام کے ایک لڑکے کی ہوئی اسی بچے کی نام کی مناسب سے آپؐ کی کنیت ابوالقاسم مشہور ہوئی۔ اس کے بعد اور بچے بھی پیدا ہوئے لڑکے کا نام ابراہیم تھا۔ اس کا لقب طاہر اور طیب بھی تھا۔ لڑکیوں کے نام زینب' رقیہ' ام کلثوم' اور فاطمہ رضی اللہ عنہا تھا۔ آپؐ کے لڑکے دونوں بچپن میں ہی فوت ہو چکے تھے۔ البتہ بیٹیاں سن شعور کو پہنچ کر سب نے اسلام قبول کر لیا تھا اور ہجرت کا سفر بھی اختیار کیا تھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ سب بچیاں آپؐ کی حیات کے دور میں فوت ہو چکی تھی۔ البتہ حضرت فاطمہؓ کی وفات آپؐ کی رحلت کے بعد ہوئی۔

انقلابی شخصیت کا مصالحانہ کردار

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جامع الصفات تھے۔ وہ تمام خوبیاں آپؐ کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے جمع فرما دی تھیں جو بھی کسی قوم یا قبیلہ اور افراد میں انفرادی طور پر پائی جاتی تھیں۔ اپؐ اصابت فکر' دور بینی اور حق پسند' حسن اخلاق اور اپنی شاداب عقل اور روشن فطرت زندگی اور فراست سے پیچیدہ معاملات کو حل کرنے میں اور معاشرہ میں اختلاف اگر پیدا ہو جاتا تو بہ طریق احسن رفع کر دیتے۔ اسی طرح قریش قبیلہ میں تعمیر کعبہ کے سلسلہ میں ایک تنازعہ رونما ہوا جس کو آپؐ نے حل کرا دیا۔ واقعہ یہ تھا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئے طویل عرصہ

Marfat.com
Marfat.com

گزرا' اس کی عمارت میں خستگی اور کہنہ پن کے آثار ظاہر ہو چکے تھے اور اس کی دیواریں بھی بلندی میں کم تھیں جس سے جرائم پیشہ بعض لوگ دیوار کے اوپر سے خانہ کعبہ میں چھلانگ لگا کر داخل ہو جاتے اور نقصان کا باعث بن جاتے ۔ ان وجوہات کو مد نظر رکھ کر اکابرین قریش نے تعمیر نو کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ایک تعمیراتی انجنیئر باقو نامی رومی نژاد کے ذریعہ تعمیر نو شروع کرا دی دیوار کے لئے پتھر جمع کر دیئے تمام قبیلوں کی اتفاق رائے سے تعمیراتی اخراجات کے سلسلہ میں ایک یہ شرط رکھ دی گئی کہ اس عمارت کی تعمیر کرانے میں حرام کی کمائی خرچ نہیں کی جائے گی خواہ وہ مال چوری کا ہو' سود کا ہو' یا اور کسی ناجائز ذریعہ سے حاصل کیا گیا ہو قطعاً" شامل نہیں کیا جائے گا۔ تعمیر نو سے پہلے ایک یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ پرانی عمارت کو کون گرائے گا ہر شخص اس کی بے حرمتی کے خوف سے ابتداء کرنے سے گریزاں تھا مگر ایک شخص آگے بڑھا جس کا نام ولید بن مغیرہ مخزومی تھا اس نے جب گرانا شروع کیا تو تمام لوگ سہمے ہوئے تھے کہ کہیں اللہ کا غضب نازل نہ ہو جائے تھوڑی دیر انتظار کے بعد جب کچھ گڑبڑ نہ ہوئی تو تمام لوگوں نے خانہ کعبہ کی پرانی عمارت گرانا شروع کر دی۔ تعمیر نو خانہ کعبہ کی پرانی بنیادوں پر اٹھائی گئی دیواریں جب اس اونچائی تک پہنچیں جہاں حجر اسود کو نصب کرنا تھا تو قوم میں تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا کہ حجر اسود کو کون رکھے گا۔ تبرک کی خاطر ہر قبیلہ اور ہر شخص کی یہی خواہش تھی کہ میرے ہاتھوں کو یہ اعزاز حاصل ہو' مگر مسئلہ حل ہونے میں نہ آیا کیونکہ کوئی بھی محرومیت کا شکار ہونے کے لئے تیار نہ تھا بلکہ خون خرابہ پیدا ہونے کا خطرہ ہو گیا تھا۔ تو ابو امیہ مخزومی نام کے ایک شخص نے تجویز پیش کی کہ یہ کام اس شخص سے کرانے پر اتفاق کرو جو بھی اس دروازہ سے اب پہلے داخل ہو گا' اسی کے ہاتھوں یہ نصب کرایا جائے گا' خواہ وہ کسی قبیلہ کا بھی ہو' اتفاقاً" اس فیصلہ ہونے کے بعد پہلے جو شخصیت داخل ہوئی وہ آپؐ کی ذات بابرکات تھی تمام لوگوں نے ان پر خوشی کا اظہار

Marfat.com
Marfat.com

کیا کہ یہ واحد شخصیت ہیں جن کی امانت دیانت' حسن تدبر اور اصابت فکر میں کسی کو اختلاف نہیں۔ لہٰذا آپؐ ہی حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب کریں گے چنانچہ جب آپؐ کو صورت حال سے باخبر کیا گیا تو آپؐ نے ایک چادر بچھائی اور حجر اسود کو اس چادر کے درمیان رکھ دیا پھر تمام قبیلوں کے سرداروں کو فرمایا کہ سب اس چادر کو پکڑ کر اوپر اٹھاؤ جب چادر کو کونوں سے پکڑ کر اٹھایا گیا تو حجر اسود کے مقام تک اوپر آنے پر آپؐ نے اپنے ہاتھوں سے حجر اسود کو پکڑ کر اس کی جگہ نصب کرا دیا۔ اس طرح اس تنازعہ کو اپنی حسن بصیرت سے حل کر کے قوم کو خون خرابی سے بچا لیا۔ یہ ایک ایسا مصالحانہ کردار تھا جس کے ذریعہ قوم میں ان کی اصابت فکر کا یقین مزید پختہ ہوا۔ حالانکہ آپؐ کوئی اتنے عمر رسیدہ بزرگ نہ تھے جس کی وجہ سے ان کی عزت و احترام کیا جاتا تھا اس تنازعہ کو حل کرانے کے وقت آپؐ کی عمر پینتیس سال کی تھی مگر قوم کے سماجی معاملات میں ہر قسم کے تعاون کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے جس کی وجہ سے ہر ایک کے دل میں محبت اور احترام ان کے لئے پیدا ہونا ایک فطرتی بات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دنیائے انسانیت کی بھلائی کیلئے جس قائد انقلاب کو منتخب کرنا تھا اس کی خوبیاں بھی بے مثال ہونا تھیں ان کی جسمانی کمال' نفسانی کمال' کریمانہ اخلاق' باعظمت کردار اور شریفانہ عادات اور اطوار سے بہرہ ور تھے جن کی وجہ سے دل خود بخود آپؐ کی طرف کھنچے جاتے تھے اور طبیعتیں خود بخود نچھاور ہوتی تھیں۔ عفت' امانت' صدق و صفاء اور جملہ امور خیر میں آپؐ کو وہ امتیازی مقام حاصل تھا کہ رفقاء تو رفقاء آپؐ کے دشمن بھی اگر تعصب سے کام نہ لیں تو آپؐ کی یکتائی' انفرادیت پر کبھی شک و شبہ نہ کرتے یہ سب بے مثال خوبیاں پینتیس سالہ شخصیت میں اگر اللہ تعالیٰ نے جمع کی تھیں تو آخر اس کا کوئی مقصد بھی ہو گا اور مقصد بھی ایسا جس کو دنیائے جہاں و آخرت کے مصائب سے انسانیت کو نجات دلانا ہو۔ تو اتنے عظیم مقصد کے لئے ہر ایک شخص کب اتنی استطاعت رکھ

Marfat.com
Marfat.com

سکتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت شامل حال نہ ہو۔

غور و فکر اور تنہائی کا عبوری دور

عظیم انقلابی شخصیت نے اپنی عمر کا نصف سے زیادہ حصہ اہل مکہ کی سماجی زندگی میں گزارا۔ مظلوم، دکھی، یتیم اور بے سہارا لوگوں کی خدمت میں شب و روز گزارے۔ مگر چونکہ معاشرہ سب بگڑا ہوا تھا صراط مستقیم سے باغی ہو کر اپنی خواہشات کا غلام بن چکا تھا برائے نام مذہبی رسومات بھی اگر ادا کرتے تو ان میں بھی شرک کی ملاوٹ ضروری سمجھتے، حرام حلال کا معیار اپنے ذاتی خواہشات کو قرار دیا جاتا، قبائلی عصبیت پر فخر کیا جاتا رہا۔ ان سب حالات کا جائزہ لیتے ہوئی ذہنی طور پر انتہائی درجہ پر ہر صاحب بصیرت اور فطرتی زندگی گزارنے والا انسان پریشانی ضرور محسوس کرے گا اسی طرح آپؐ بھی اسی سوچ میں مبتلا رہے کہ انسانیت کو کس طرح ان مصائب اور خرابات سے بچایا جا سکتا ہے اس غور و فکر کے لئے تنہائی کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ اس مقصد کے لئے مکہ کی آبادی سے کچھ فاصلہ پر ایک غار کو جو کہ حرا کے نام سے مشہور ہے پسند کیا آپؐ روزانہ ستو اور پانی ضرورت کے مطابق لے کر اپنی مشیر خاص زوجہ محترمہ خدیجہؓ بنت خویلد کے ہمراہ اس غار پر چلے جاتے اور تنہائی میں اپنی فطرتی خدا پرستی میں مشغول رہتے اور سوچ یہی رہتی کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی نجات کس طرح ہو گی۔ خصوصاً ماہ رمضان میں بڑے انہماک اور توجہ سے عبادت میں مشغول رہتے آپؐ کی زوجہ محترمہ غار حرا سے باہر نزدیک ہی راستہ کے کنارے بیٹھی رہتی اور فرصت کے اوقات میں راستہ پر آنے جانے والے مسافروں کے کھانے پینے سے خاطر تواضع کرتی رہتی تھیں۔ مالی حالت میں خود کفیل تھیں اسی لئے کسی سے معاوضہ وغیرہ بھی لینے کی روادار نہ تھیں۔ اخراجات جب کم پڑتے تو واپس گھر آجاتیں اور مزید ضروریات زندگی لے کر غار حرا واپس اپنی رفیق حیات کے پاس تشریف لاتیں۔ یہ تنہائی کا عبوری دور بھی درحقیقت اس انقلابی دور

Marfat.com
Marfat.com

کے لئے تربیت کا ایک قدرتی پروگرام تھا جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کی تربیت کے لئے گزری ہوئی زندگی میں انتظامات کئے تھے۔

تنہائی اور غوروفکر کے دور میں دنیاوی اغراض و مقاصد کے لئے خیال بھی ذہن میں نہ آتا اور آتا بھی کیسے جبکہ دل سے دنیاوی حرص و خواہش اور شان و شوکت کا خیال پیدا کرنے والا حصہ جو دل میں تھا اس کو تو آپریشن کے دوران حضرت جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام الگ کر کے نکال چکے تھے۔ اسی کے ذریعہ شیطان دنیاوی لالچ و حرص کے اثرات اور خواہشات انسان کی دل میں ڈالتا ہے اس ٹکڑے کو نکال کر شیطان کے تسلط اور دخل اندازی سے آپؐ کی ذات اقدس کو محفوظ کرا دیا گیا تھا۔ اب اگر سوچ کوئی پیدا ہوتی تو وہ یہی تھی کہ میرے خالق کی پیدا کردہ بہترین شاہکار مخلوق انسان کو کس طرح اپنے خالق کی اطاعت گزرا بنا کر شرک اور کفر کے ظلمت کدہ سے نکالا جائے اسی سوچ و فکر میں غرق اللہ تعالیٰ سے گریہ و زاری کرتے اور اگر کبھی نیند آ جاتی تو اسی سوچ کے متعلق خواب بھی آتے کیونکہ عام انسان بھی اپنی معمولات دنیاوی کے متعلق دن بھر جو سوچتا ہے اسی سوچ کا اثر اس کو خوابوں میں عموماً ظاہر ہوتا ہے تو اسی طرح آپؐ کے خواب بھی زیادہ تر اسی نجات کے سلسلہ میں نشاندہی کرتے تھے جن کو آپؐ اپنی زوجہ محترمہ خدیجہ الکبریٰؓ سے بیان فرماتے اور وہ ان کو تسلی دیا کرتی تھیں اور حوصلہ بڑھاتی رہتی تھیں۔ یہ خواب بھی شیطان کی دست رس سے محفوظ تھے اور سچے خواب ہوا کرتے تھے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ نبی کے خواب بھی وحی کا حصہ ہی ہوتے ہیں اس وحی کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب انسانی عقل کسی مسئلہ کے حل کرنے سے عاجز ہو جاتی ہے۔ عقل بھی ہدایت کا ایک ذریعہ ہے جس کے ذریعہ انسانوں کو دوسرے حیوانات سے ممتاز بنایا گیا ہے اور انسانوں میں اگر کسی کو امتیازی حیثیت دینا ہوتی ہے تو اس کیلئے وحی کو ذریعہ ہدایت اور راہنمائی کا طریقہ بنا دیا جاتا ہے اور یہ خصوصیت انہی

Marfat.com
Marfat.com

انسانوں کو حاصل ہو جاتی ہے جن کی روحانی کیفیت' ان کے جسمانی جذبات جو کہ مادیت کے زیر اثر ظاہر ہوتے ہیں پر غالب آجاتی ہے اور یہ روحانی کیفیت وہی تو ہوتی ہے جس کو حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے پیکر جسمانی میں داخل کرایا گیا تھا اور اس کا تعلق براہ راست اپنی صلاحیت کے مطابق مرکزی روح جس کو قرآن کی زبان میں "من امر ربی" کہا گیا ہے کہ ساتھ جس قدر مستحکم ہو گا اتنا ہی قربت کا ذریعہ بنے گا۔

تقریباً" تین سال اسی طرح معمول کی زندگی گزر رہی تھی اور اس انقلابی شخصیت کی تربیت مکمل ہو رہی تھی پھر اتفاقاً" آخری رمضان کے مہینہ میں جب آپؐ اعتکاف کی صورت میں زندگی گزار رہے تھے تو اچانک غار میں ایک شخصیت نمودار ہوتی ہے۔ آیئے اس کیفیت اور واقعہ کو حضرت عائشہؓ کی زبانی سنیئے۔ آپؓ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتداء نیند میں اچھے خواب آنے سے ہوئی آپؐ جو بھی خواب دیکھتے وہ سپیدہ صبح کی طرح نمودار ہوتا تھا پھر آپؐ کو تنہائی محبوب ہو گئی چنانچہ آپؐ غار حراء میں خلوت اختیار فرماتے اور کئی کئی رات گھر تشریف لائے بغیر مصروف عبادت رہتے۔ اس کے لئے آپ توشہ لے جاتے پھر توشہ ختم ہونے پر حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس آتے اور تقریباً" اتنے ہی دنوں کے لئے پھر توشہ لے جاتے یہاں تک کہ آپؐ کے پاس حق آیا اور آپ غار حراء میں تھے یعنی آپؐ کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا پڑھو آپؐ نے فرمایا میں پڑھ نہیں سکتا آپؐ فرماتے ہیں کہ اس نے مجھے پکڑ کر اس زور سے اپنے بازوؤں میں دبایا کہ اس دباؤ سے میری جسمانی قوت نچوڑ دی گئی پھر دوبارہ اس نے وہی الفاظ دہرائے کہ پڑھو! میں نے پھر کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس نے مجھے پکڑا اور زور سے دبوچا اس کے بعد پھر چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھو میں نے وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس نے تیسری بار پھر مجھے پکڑا اور دبانے کے بعد چھوڑ دیا اور فرمایا کہ پڑھو (ترجمہ آیت) پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان

Marfat.com
Marfat.com

کو لوتھڑے سے پیدا کیا پڑھو اور تمہارا رب نہایت کریم ہے۔

اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ واپس اپنے گھر تشریف لائے۔ آپ کا دل اپنی طبعی رفتار سے بڑھ کر دھک دھک کر رہا تھا گھر میں آکر اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کے پاس تشریف لائے اور ان سے اپنی یہ روئیداد بیان کی اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ مجھے چادر اوڑھا دو۔ آپؐ کو چادر اوڑھا دی گئی یہاں تک کہ خوف جاتا رہا اور سکون آگیا تو آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ مجھے کیا ہو گیا؟ مجھے تو اپنی جان کا خوف پیدا ہو گیا ہے۔

حضرت خدیجہ نے فرمایا کہ قطعاً" ایسی کوئی خوف والی بات نہیں بخدا آپؐ کو اللہ تعالیٰ رسوا نہ کرے گا' آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور حق کے مصائب پیش آنے پر صبر اور اعانت کرتے ہیں' درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں ' تہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں اس کے بعد حضرت خدیجہؓ آپؐ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزا کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل دور جاہلیت میں عیسائی مسلک اختیار کر چکے تھے اور عبرانی زبان پر عبور رکھتے تھے' انجیل کی کتابت بھی کرتے تھے' اس وقت ضعیف العمر تھے اور بصارت ضائع ہو چکی تھی۔ ان سے حضرت خدیجہ نے کہا کہ بھائی جان! آپ کے بھتیجے کو کیا ہو گیا ہے ان کی بات سنیں واقعہ سننے کے بعد ورقہ بن نوفل نے کہا بھتیجے! تم کیا دیکھتے ہو! رسول اللہ ﷺ نے جو دیکھا تھا بیان فرما دیا اس پر ورقہ نے آپؐ سے کہا یہ تو وہی ناموس ہے جسے اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ کاش میں اس وقت توانا ہوتا' کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپؐ کی قوم آپؐ کو نکال دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا! تو کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں! جب بھی کوئی آدمی اس طرح کا پیغام لایا جیسا تم لائے ہو تو اس سے ضرور دشمنی کی گئی اور اگر میں نے تمہارا زمانہ پا لیا تو تمہاری زبردست مدد کروں گا اس کے بعد ورقہ جلد ہی فوت ہو گئے اور وحی رک گئی (صحیح بخاری)

Marfat.com
Marfat.com

یہ تھا غور و فکر اور تنہائی کا نتیجہ جس مشکل کو حل کرنے کے لئے آپؐ نے تنہائی اختیار کی اپنی بے بسی کا بھی سوچتے ہوں گے کہ اس جہالت اور پھیلی ہوئی گمراہی سے اپنی قوم کو کیسے نجات دلاؤں اب اس مسئلہ کے حل کے لیے جس کے حل کرنے سے انسانی عقل تہی دست تھی اب قدرت نے ہدایت اور راہنمائی کے لئے آخری درجہ "وحی" سے اس صراط مستقیم کی انقلابی شخصیت کو نوازا اس وحی کی ہدایت کو لے کر جو شخصیت غار حراء میں ان کے پاس تشریف لائی تھی تو یقیناً" ان کو دیکھ کر اپنی پچھلی گزری ہوئی زندگی کے ابتدائی ایام جن میں ان کو اچانک دل کے آپریشن سے واسطہ پڑا تھا اور شخصیت بھی وہی دیکھی بھالی جس نے آپریشن کیا تھا ممکن ہے انہی حالات سے پھر دوچار ہونے کا خوف لاحق ہو گیا ہو مگر یہاں تو معاملہ ہی اور تھا اس شخصیت نے آتے ہی پڑھنے پڑھانے کا مسئلہ سامنے رکھا اور آپؐ پڑھنے سے معذور تھے اسی لئے جواب میں آپؐ فرماتے ہیں کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تو نووارد شخصیت نے ان کو پکڑ کر جب دبوچا تو پھر خطرہ محسوس کیا ہو گا کہ اب کی بار پھر کسی حادثہ سے دوچار ہونا پڑے گا مگر جب ان کو دبانے کے بعد چھوڑ دیا گیا تو کچھ نہ کچھ اطمینان ہوا ہو گا کہ آپریشن نہیں کریں گے اسی طرح تین بار دبوچا گیا اور چھوڑا گیا تو آپؐ کی زبان پر مذکورہ کلمات جاری ہو گئے۔ بار بار دبوچنے کے عمل سے غالباً" مقصد یہ تھا کہ وہ خفیہ صلاحیتیں جو آپؐ کے دل کے آپریشن کے دوران ودیعت کی گئی تھیں ان کو حرکت میں لانا تھا اسی لئے تو کہا جاتا ہے "حرکت زندگی ہے اور سکون موت" پھر اس واقعہ کو سنانے کے لئے کسی غم خوار ہمدرد مشیر کی بھی ضرورت تھی اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے پیشگی انتظام فرما دیا جو کہ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد جیسی جہاندیدہ' سمجھدار اور شرافت کا پیکر جنہوں نے اپنی بیوگی کے دور میں مشکلات پر عبور حاصل کیا تھا اور ہر قسم کے حالات کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا ہو گا کو ان کی رفیقہ حیات بنا دیا گیا تھا جب واپس گھر آکر صورت حال بیان کرتے

Marfat.com
Marfat.com

ہیں تو وہ ان کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کرتی ہیں اور ان کی مزید تسلی دلانے کے لئے ورقہ بن نوفل کا مشورہ مہیا کرانا بھی ان کی بصیرت کی علامت ہے۔ اب انقلابی شخصیت میں خود اعتمادی اور حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ کوئی غیبی طاقت میرے مسائل حل کرانے میں میرا ساتھ دیتی ہے اسی اعتماد کا اثر ہی تو ہے کہ بار بار غار حراء میں جانے کا معمول ترک نہیں کرتے اسی امید پر کہ شاید پھر اسی ہمدرد شخصیت سے سامنا ہو جائے اب خوف کی بجائے شوق نے لی لی ہو گی مگر ملاقات عرصہ تک نہ ہو گی۔

اس دبوچنے کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ صلاحیت پڑھنے لکھنے کی ہر شخص میں موجود ہے مگر اس کو ابھارنے کے ذرائع مختلف ہیں۔ اب اس ذریعہ کو آج کل کی اصطلاح میں بیٹری چارج کرنا بھی کہہ سکتے ہیں۔ مگر آپؐ کو دبوچنا جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام کو ایک قسم کی اجنبیت اور سابقہ واقعہ آپریشن سے جو خوف دماغ میں بیٹھا ہوا تھا اس کو ختم کرانے کے لئے انسیت اور شفقت پیار کا مظاہرہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ کو واقعہ کی ملاقات اور تسلی سے یقین ہو گیا کہ وہ اجنبی جس نے غار حراء میں ملاقات کی تھی وہ اللہ کا فرستادہ فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام تھے اور یہ بھی اطمینان ہو گیا کہ مجھے یہ بشارت اور یہ پیغام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی قوم کا نجات دہندہ بنانا ہے اسی اطمینان کی ملاقات کی وجہ سے دوبارہ شوق ملاقات میں اضافہ ہوا چند یوم کی انتظار کی بعد آپؐ بہت پریشان ہو گئے اسی پریشانی اور شوق ملاقات میں ایک پہاڑی پر تشریف لے گئے۔ پھر اس ملاقات کی کیفیت حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت سے معلوم ہوتی ہے آپؐ نے فرمایا کہ میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک مجھے آسمان سے ایک آواز سنائی دی' میں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ فرشتہ جو میرے پاس غار حراء میں آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے میں اس سے خوف زدہ ہو کر زمین کی طرف جھکا پھر میں نے

Marfat.com
Marfat.com

اپنے اہل خانہ کے پاس آ کر کہا کہ مجھے چادر اوڑھا دو' مجھے چادر اوڑھا دو' انہوں نے مجھے چادر اوڑھا دی اس کے بعد اللہ تعالیٰ آیت یاایہاالمدثر والرجذ فاھجر تک نازل فرمائی اور اس کے بعد متواتر وحی کے ذریعے پیغامات آتے رہتے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ ملاقات سے محرومی تقریباً'' دس دن تک رہی تھی۔ اس ملاقات کے بعد ورقہ بن نوفل اور اپنی زوجہ محترمہ کی حوصلہ افزائی کی حقانیت پر یقین آگیا اور اطمینان ہو گیا کہ وقت آگیا کہ جو ذمہ داری ڈالی جائے گی اس سے عہدہ برآ ہونے میں بہت بڑی ثابت قدمی کی ضرورت پڑے گی' یعنی ذہنی طور پر ہر قسم کی مشکلات کا سامنے کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لیا اور پھر بڑا حوصلہ اور سکون کا باعث اپنے لئے غیبی امداد کا پورا پورا یقین ہو گیا۔

پہلا انقلابی گروہ

حضور اکرم ﷺ جب نئی ذمہ داریوں کے لئے تیار ہو گئے اور اس یقین اور اعتماد سے سرشار ہو گئے کہ مجھے گائیڈ لائن اور راہنمائی دینے کے لئے غیبی طاقت بذریعہ جرائیل علیہ السلام دی گئی تو اپنی سوچ اور سمجھ جو کہ خدا داد تھی کے مطابق اپنے لئے ہم خیال گروہ تیار کرنے کا ارادہ کیا اور اسی تحریک کا ابتدائی کام بھی عرب کے مرکزی جو کہ ان کا آبائی اور خاندانی آبادی کا بھی شہر تھا۔ شروع کرنے کے خیال سے ہم خیال اور ہم مشرب دوست احباب اور بزرگوں سے مشورہ کیا۔ سب سے پہلے تو اپنے گھر کی مشیر خاص حضرت خدیجہؓ کے مشورہ اور خیال سے استفادہ کیا چنانچہ آپؐ کی زوجہ محترمہ نے اثبات میں جواب دیا اور ان کو ایسا ہی مشورہ دینا چاہئے بھی تھا کیونکہ ابتدائی صورت حال سے اور ورقہ بن نوفل کے اظہار کی وجہ سے پوری واقف تھیں تو انہوں نے سب سے پہلا قریبی ساتھی ہونے کی وجہ سے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اپنے گھر سے جب اطمینان بخش جواب ملا تو پھر اپنے اس آبائی شہر مکہ جس کی ذہنی' تہذیبی اور اخلاقی حیثیت تمام عرب میں امتیازی تھی۔ یہاں سے کام شروع

Marfat.com
Marfat.com

کرنا' پھر اس ترقی یافتہ معاشرہ کو کسی نئے نظریہ پر آمادہ کرنا انتہائی کٹھن کام تھا لیکن یہاں سے اگر کامیابی ہو جاتی تو پھر ارد گرد کا معاشرہ بھی بہ آسانی دیکھ سکتا تھا اور بہ خوشی نئی تحریک سے روشناس ہو سکتے تھے۔ آپؐ کے گھر کے افراد میں سے ان کے زوجہ محترمہ' ان کی متبنی جو کہ ایک آزاد کردہ غلام تھے اور ایک بچہ حضرت علیؓ یہ افراد ابتدائی دعوت کے قبول کرنے کے شرف سے ممتاز ہوئے تھے۔ گھر کے افراد کے علاوہ معززین اور مشہور شخصیات میں سے جناب حضرت ابوبکرؓ نے اس دعوت کو قبول کیا۔ پہلے دن کی کاروائی کے نتیجہ میں کامیابی ہوئی ان میں سے حضرت ابوبکرؓ جو کہ بڑے ہر دلعزیز' نرم خو' پسندیدہ اخلاق اور دریا دل تھے ان کی انہی خوبیوں کی وجہ سے دور دراز سے کاروباری لوگ اور ویسے بھی مشورے کے لئے مقامی لوگ بھی آتے جاتے تھے ان ملاقاتیوں میں سے جن کو قابل اعتماد سمجھتے اور وہ بھی آپؐ پر بھروسہ کرتے تھے تو انُ کو دعوت توحید سے روشناس کراتے اور پوری دلجمعی سے اسلام کی دعوت و تبلیغ میں انفرادی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ چنانچہ انہی کی کوششوں سے حضرت عثمانؓ' حضرت زبیرؓ' حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف' حضرت سعد بن ابی وقاصؓ' حضرت طلحہ بن عبیداللہ مسلمان ہوئے۔ اور تحریک اسلامی کا ہراول دستہ بننے کا شرف حاصل کیا۔ یہ پہلا انقلابی گروہ تھا انہی بزرگ ہستیوں کی کوششوں سے قبیلہ قریش کی کئی شاخوں کے لوگ اسلام لا کر حضور اکرم کے تسکین قلب کا باعث بنے۔ مورخین نے ان ابتدائی اسلام لانے والوں کی تعداد تقریباً" چالیس بتائی ہے ان میں سے ہی بعض بزرگوں کو "السابقون الاولون" کا اعزاز حاصل ہے۔ اس کے بعد مکہ کی ابادی میں سے مردوں اور عورتوں نے باجماعت اسلام میں شمولیت کا شرف حاصل کیا۔ یہ ابتدائی دور خفیہ تحریک کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے اس دور میں اس انقلابی گروہ کی تربیت اور تعلیم خفیہ طور پر کی جاتی رہی یہ اپنی عبادات اور اسلام کی دیگر تعلیمات کے سلسلہ میں بھی درپردہ استفادہ

Marfat.com
Marfat.com

کرتے تھے ابن ہشام کا بیان ہے کہ یہ انقلابی گروہ (صحابہ کرام) نماز کے اوقات میں گھاٹیوں میں چلے جاتے اور قوم سے چھپ کر نمازیں پڑھتے۔ ایک بار ابوطالب نے نبی اکرم ﷺ اور حضرت علیؓ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا تو ان سے معلومات حاصل کیں پھر ان کو فرمایا کہ اطمینان سے اپنا طریقہ جاری رکھو۔ ابتداء میں اہل مکہ کو کچھ نہ کچھ سن گن لگ چکی تھی لیکن انہوں نے ایک معمولی سی کاروائی سمجھ کر کوئی توجہ نہ دی۔ تین سال تک تبلیغ اور مشوروں کا یہ دور خفیہ طریقہ پر جاری رہا ہم خیال لوگوں کی آپس میں میل ملاقات رہتی اور ایک دوسرے کو دینی تعلیمات سے مستفیض فرماتے رہے اور اسی دوران وقتاً فوقتاً حسب حال اور ضرورت بذریعہ حضرت جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام وحی آتی رہتی اور ہدایات کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

اس انقلابی شخصیت کے طریقہ کار کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی کاروائی کے لئے خفیہ طور پر تین محاذوں پر کام شروع ہوا ہے۔ پہلا عورتوں میں جن کے لئے آپؐ کی زوجہ محترمہ کے ذریعہ کو اپنایا گیا' دوسرا محاذ سمجھ دار معزز صاحب فکر لوگوں کے لئے حضرت ابوبکرؓ کی ذات کا انتخاب ہوا' پس ماندہ اور غریب لوگوں میں تحریک کو روشناس کرانے کے لئے ابتدائی زینہ کی حیثیت کا درجہ حاصل ہوتا ہے کیسا منظم اور جامع مانع طریقہ کار ہے۔

انقلابی شخصیت کی پہلی پبلک میٹنگ

آپؐ نے اپنے رفقاء کار کے مشورہ سے اپنی اس ارادہ کو کہ اب تبلیغ کو پھیلانا چاہئے کیلئے ایک کھلا اجلاس جو کہ اپنے خاندان کے معززین پر مشتمل تھا بلوایا اس میٹنگ میں کل پینتالیس افراد جمع ہو گئے تھے جن میں بنی ہاشم اور بنی مطلب بنی عبدمناف سے تعلق رکھنے

Marfat.com
Marfat.com

والے افراد بھی موجود تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے بات کرنا چاہی تو ابولہب نے ان کی بات کرنے سے پہلے ہی کہنا شروع کیا کہ دیکھو یہ سب لوگ تمہارے رشتہ دار ہیں میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو کام تم نے شروع کیا ہے اور کرنا چاہتے ہو اس کو چھوڑ دیں اگر تمام قبیلے تمہارے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ۔ تم اور تمہارا خاندان ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے اوروں کو چھوڑو اگر میں ہی اٹھ کھڑا ہوا تو تمہاری امداد کون کرے گا تمہیں روکنے کے لئے تمہارا اپنا خاندان ہی کافی ہے کیوں اپنے خاندان کو شر اور فساد میں مبتلا کرنے کا باعث بنتے ہو ماحول کا اندازہ کرتے ہوئے آپؐ نے خاموشی اختیار کر لی اور اجلاس برخاست ہو گیا۔

دوسری میٹنگ

چونکہ کھلی تبلیغ کی دعوت کا حکم بذریعہ وحی آ چکا تھا اس لئے آپؐ نے دوبارہ اپنی برادری کے افراد کو جمع کیا اور ان کے سامنے اس طرح خطاب فرمایا کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں اسی سے امداد طلب کرتا ہوں اس کا کوئی شریک نہیں عبادت کے لائق وہی ہے میں تمہاری طرف خصوصاً اور لوگوں کی طرف عموماً اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا رسول ہوں بخدا تمہیں اس طرح موت سے واسطہ پڑے گا جیسے تم لوگ سو جاتے ہو اور پھر اس طرح مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے جیسے نیند کے بعد اٹھ جاتے ہو تم اس دنیا میں جو کچھ کرتے ہو اس کا تم سے حساب لیا جائے اور اس کے بعد یا جنت تمہارا ٹھکانہ ہو یا دوزخ (او کما قال)۔

اس تقریر کے بعد آپؐ کے چچا ابوطالب جنہوں نے ان کی پوری زندگی پوری شفقت اور محبت سے پرورش کی نے کہا کہ یہ تمہارا خاندان ہے مجھے تمہاری خوشی اور پسند عزیز ہے میں تو تمہارا ہر حالت میں ساتھ دوں گا البتہ یہ بات ضرور ہے کہ میں اپنا سابقہ دین قطعاً نہیں

Marfat.com
Marfat.com

چھوڑ سکتا تم اپنے پروگرام کو جاری رکھو میری حمایت تمہیں ضرور حاصل ہوگی خواہ اس کے لئے سب خاندان کا مقابلہ ہی کیوں نہ کرنا پڑے اس کے بعد ابولہب نے کہا یہ سخت برائی ہے اور قوم سے کہا کہ سب سے پہلے تم لوگ ہی اس کے ہاتھ پکڑ لو اور روک دو اس سے پہلے کہ دوسرے لوگ آ کر روکیں۔

ابولہب کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا۔اس کے چہرہ کا رنگ آگ کے شعلہ کی طرح سرخ ہونے کی وجہ سے اس کی کنیت ابولہب مشہور تھی۔لفظ لہب کی جہنم سے ایک مناسبت تھی۔اس کی موت جنگ بدر کے سات روز بعد طاعون کی گلٹی نکلنے سے واقعہ ہوئی تھی۔چونکہ طاعون متعدی مرض ہے اس لئے گھر والوں نے گھر سے نکال دیا۔اسی بے کسی کی حالت میں ہلاک ہوگیا۔تین روز تک اس کی لاش اسی طرح پڑی رہی جب بدبو آنے لگی تو مزدوروں سے اٹھوا کر دفن کر دیا گیا۔مزدوروں نے ایک لکڑی سے نیچے کو دھکیلا اور اوپر سے پتھروں سے ڈھانپ لیا۔ابولہب اپنے وقت کا سرمایہ دار آدمی تھا اس کے بیٹے بھی تھے،مگر اس کے کسی کام نہ آئے اس کی عورت بھی جہنم کی مستحق ٹھہری کیونکہ یہ بھی حضور اکرم ﷺ کی مخالفت کے لئے راستوں میں کانٹے جنگل سے لا کر بچھا دیتی تھی۔یہ بھی اس حالت میں موت کا شکار ہوئی کہ جنگل سے کانٹے دار لکڑیاں رسی سے باندھ کر لا رہی تھی کہ تھک گئی اور بیٹھ گئی۔یہ رسی اس کے گلے میں آویزاں تھی اس کے ساتھ کاندھوں کا بوجھ تھا اسی وزن سے اس کا گلا بند ہوا اور جان نکل گئی۔ان دونوں کو دنیا میں اپنی بدزبانی اور رسول خدا کو ایذا دینے کی سزا دے دی گئی۔مذکورہ بالا تمام سزاؤں کا دنیا میں یہ گھرانہ اسی سزا کے مطابق سزایاب ہوا جو قرآن کریم کی ایک سورۃ ''تبت یدا'' میں ذکر ہوا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

تیسری پبلک میٹنگ

دعوت توحید کی سلسلے میں تیسری میٹنگ میں آپؐ نے کوہ صفاء پر عرب کے دستور کے مطابق بلند آواز سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا اعلان کیا دور دراز کے سننے والے خود یا اپنے کسی نمائندہ کو بھیج کر صورت حال سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے جمع ہو گئے ان لوگوں سے آپؐ نے فرمایا کہ تم میری اس بات کو تسلیم کر لو گے کہ اس پہاڑی کے دوسری طرف دشمن کا لشکر جمع ہے تم پر حملہ آور ہونے کے لئے۔ تو سب نے کہا یقیناً" کیونکہ تم جھوٹ نہیں بولتے۔ تو آپ نے فرمایا تو پھر سنو میں تم لوگوں کو ایک سخت دردناک عذاب سے بچانا چاہتا ہوں۔ اتنا کہا ہی تھا کہ ابولہب پھٹ پڑا کہ تم ہم لوگوں کو اس لئے چیخیں مار کر جمع کر رہے تھے اور پھر برا بھلا کہا اس پر سورۃ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی تھی اور اجلاس بھی ختم ہو گیا۔ یہ کھلے عام دعوت توحید اس وقت شروع کی گئی جب ابو طالب نے کھلے عام اجلاس میں تعاون اور ساتھ دینے کا اعلان کیا تھا ابو طالب کی مخالفت کے ڈر سے دوسرے لوگ نظر انداز کرتے جا رہے تھے مگر ابو لہب جو کہ قریبی رشتہ دار تھا یہ ہر موقعہ پر مخالفت اور برائی کرنے سے باز نہیں رہتا تھا۔

اس کے بعد حج کا موقع آ رہا تھا تو مکہ والوں کو فکر لاحق ہوئی کہ اب یہ انقلابی تو ان حاجیوں سے بھی ملے گا اور ان کو بھی اپنے سابقہ دین سے ورغلائے گا اس کے لئے ابو لہب نے لوگوں کو ولید بن مغیرہ کے پاس جمع کیا اور باہم مشورہ سے کچھ تجویزیں پیش کی گئیں جن سے لوگ ان سے بد ظن ہو جائیں ولید بن مغیرہ کی یہ تجویز کہ ان کو جادوگر مشہور کیا جائے سب نے پسند کی اور حج کے موقع پر حاجیوں کے راستوں میں آدمیوں کو بٹھا دیا کہ وہ ان لوگوں کو بتائیں کہ مکہ میں جو شخص نئے دین کی دعوت دیتا ہے وہ جادوگر ہے۔ اس کی کسی

Marfat.com
Marfat.com

بات پر یقین نہ کرو ان سب سے زیادہ محنت ابولہب کو کرنا پڑی وہ حاجیوں کے ہر ڈیرہ اور اجتماع میں جاتا اور ہر ایک سے ملنے کی کوشش کرتا کہ اس کو بتائے کہ جادوگر سے بچ کر رہو یا ایسا ویسا ہے۔ (نعوذ باللہ)

جب حاجی حج سے فارغ ہو کر واپس اپنے اپنے علاقوں میں چلے گئے تو اپنے اپنے علاقوں میں اس نئے دین کے متعلق باتیں کرتے اور لوگوں کو بتاتے کہ مکہ میں ایک ایسا شخص بھی ہے جو کہتا ہے کہ خدا ایک ہی ہے' عبادت اسی کی کی جائے اور اسی سے امداد طلب کی جائے۔ اس طرح آپؐ کی دعوت توحید اور نبوت کا اعلان خود بخود تمام عرب کے خطوں میں پھیل گئی

مکہ میں دعوت توحید کا ردعمل

حضور اکرم ﷺ کی ایک روایت ہے آپؐ کا ارشاد ہے کہ اسلام غریبوں میں پھیلا' غریبوں میں پروان چڑھا اور آخر میں غریبوں میں ہی رہے گا (اوکما قال)۔ چونکہ اسلام ایک نظریاتی دین ہے جس کا دارومدار عقیدہ توحید' رسالت 'موت کے بعد دوسری زندگی پر ہے اور اس کی تصدیق عمل صالح کے ذریعہ کی جاتی ہے اور عمل صالح کا حدود اربعہ صراط مستقیم ہے اس کے علاوہ جو عمل ہو گا وہ صراط مستقیم سے تجاوزات کے زمرہ میں آئے گا۔

رسولؐ نے جب اہل مکہ کے سامنے صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت پیش کی تو یہ لوگ حیران و ششدر رہ گئے کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں تعجب اور حیرانی اس لئے ہوئی کہ اس شخصیت کا احترام دیانت 'صداقت 'شرافت مکہ کی زندگی میں بطور تمثیل پیش کی جاتی رہی اب یکایک یہ دعوت ان کے لئے پریشان کن بن گئی کیونکہ ان کی کسی بات کی اس سے پہلے کسی نے کبھی تردید نہیں کی تھی اب کیسے تردید کی جائے اور اگر دعوت کو تسلیم کیا جائے ان کی رسالت پر ایمان لایا جائے تو ان کا اپنے خود ساختہ دین اور معیار زندگی کا ڈھانچہ زمین بوس ہوتا نظر آتا

Marfat.com
Marfat.com

ہے کیونکہ انہوں نے تو دین کو اپنے خواہشات کی تکمیل کا ایک ذریعہ اور جعلی معیار زندگی بلند کرنے کا آلہ کار سمجھا ہوا تھا جس سے تمام عرب میں ان کی ساکھ بنی ہوئی تھی۔اور پھر ایک دوسری پریشانی یہ بنی کہ زیادہ تر مالی لحاظ سے کم حیثیت کے لوگ ذہنی طور پر اس نئی دعوت توحید کو قبول کرتے نظر آ رہے تھے کیونکہ اکابرین مکہ سرمایہ دارنہ ذہن کی وجہ سے غریب غرباء کا ہر معاملہ میں استحصال کرتے رہتے تھے تو ان کے سرمایہ دارانہ جال سے نکلنے کے لئے ان غریب لوگوں کو دوسرا کوئی راستہ بھی بجھا نہیں دیتا اسی لئے اندرون خانہ وقتاً فوقتاً" نئی تحریک کے لوگوں سے ملتے بھی رہتے یہی صورت حال مشرکین مکہ کے اکابرین کے لئے پریشانی کا باعث تھی چنانچہ غور و فکر کے بعد یہ پروگرام بنایا گیا کہ ان کو پریشان کیا جائے اس کے لئے ان پر کئی قسم کے اعتراضات 'مذاق' استہزاء اور توہین کا سلوک کرنے کا وطیرہ اپنایا جائے۔ حالانکہ تمام اہل مکہ اس سے پہلے ان کی حد درجہ احترام اور عزت افزائی میں کوئی کسر نہ اٹھاتے تھے اب باالکل اس کے بر عکس رد عمل ظاہر کر کے پریشان کرنا شروع کر دیا تاکہ یہاں سے بھاگ جائیں یا اپنی تحریک کو چھوڑ دیں اور پھر اس توہین آمیز پروگرام کو فوری طور پر صرف انقلابی شخصیت کی ذات تک محدود رکھا گیا عملی تشدد سے حتی الوسع اجتناب برتنا بہتر سمجھا گیا کیونکہ ان کی پشت پناہ اس وقت کی ایک معزز اور صاحب اقتدار شخصیت ابوطالب کی تھی جو کہ ہر قسم کی تعاون اور امداد کا بر سر عام اجلاس میں اکابرین قوم کے سامنے اعلان کر چکے تھے اسی لئے عملی تشدد سے اجتناب ہی برتا گیا البتہ اس گروہ میں شامل ہونے والے افراد کا اگر کسی کو علم ہو جاتا تو اس پر تشدد کرتے ایک روایت میں ہے نضر بن حارث نے چند خوبصورت عورتیں (لونڈیاں) پال رکھی تھیں اس کو جب علم ہو جاتا کہ فلاں شخص اس نئی تحریک میں دلچسپی رکھتا ہے تو ایک لونڈی اس کے سپرد کر دیتا جو اس کو گمراہ کرتی رہتی اور نضر بن حارث کی خوبیوں کا قائل کرتی تو اس قسم کے حربے اس

Marfat.com
Marfat.com

دعوت کی روک تھام کے لئے استعمال کئے جاتے تھے۔ مگر اتنی رکاوٹوں کی باوجود بھی انقلابی تحریک کو روکنا ان کیلئے مشکل ہو گیا تو پھر ایک نیا پروگرام تیار کیا گیا کہ ایک کمیٹی معززین کی بنائی جائے اور محمدؐ کے سرپرست ابوطالب کے پاس جا کر ان کو کہا جائے کہ ان کو روکو یا ان کی سرپرستی چھوڑ دو ہم ان کے لئے کافی ہیں تو جواب میں ابوطالب نے اپنی حیثیت کے مطابق نرم جواب دیا اور ان کو سمجھا کر واپس بھیج دیا مگر تحریک جاری رہی۔ مشرکین مکہ نے ایک دوسرا حربہ آزمانا چاہا اپنے ہمراز اور ہم خیال اکابرین کی ایک جماعت بنائی اس جماعت کی سربراہی آپؐ کے چچا ابولہب کو دے دی تاکہ اس کی سربراہی میں جوابی کاروائی کریں یعنی اب مقابلہ خاندانی صورت میں پیدا کیا گیا ایک طرف خاندان کے سربراہ ابولہب اور دوسری طرف اسی خاندان کے معزز ترین شخص ابوطالب جو کہ اپنے بھتیجے کی طرفداری اور حمایت کرتے تھے۔ مگر ابوطالب نے خاندانی ٹکراؤ سے بچنے کی خاطر ان کی باتوں کی طرف فوری توجہ نہ دی چنانچہ ابولہب نے اپنے چودھراہٹ اور لاج رکھنے کی خاطر مزید دشمنی اور ایذا رسانی کے طریقے اپنائے مثلاً" اس کے دو بیٹوں کے نکاح میں آپؐ کی دو صاحب زادیاں تھیں ان کو بیٹوں سے طلاق دلوا دی۔ آپؐ کا ایک بیٹا عبداللہ فوت ہوا تو اس نے مزید بد شگونی کے الفاظ استعمال کئے۔ ان کی بیوی ام جمیل جس کا نام اروی تھا اور حرب بن امیہ کی بیٹی تھی اور ابو سفیان کی ہمشیرہ تھی وہ بھی ابولہب سے ایذارسانی میں کم نہیں تھی چنانچہ وہ نبی ﷺ کے راستہ میں کانٹے ڈال دیا کرتی بد زبانی میں اپنا جواب آپ تھی، قسم قسم کے الزامات اور افتراء باندھتی تھی اور آپؐ کی توہین کرنے سے کسی قسم کا اجتناب نہیں کیا جاتا تھا کیونکہ آپؐ کی حیثیت دنیاوی لحاظ سے ان اکابرین قوم سے کم تھی اور پھر آپؐ کی پشت پر کھلی حمایت کرنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ جب ان مشرکین کے توہین کے حربے ناکام ثابت ہوئے تو پھرانھوں نے سودا بازی اور لالچ کا حربہ استعمال کرنا شروع کر دیا مثلاً" کہ ہم

Marfat.com
Marfat.com

آپ کو ہم اپنا حاکم سربراہ تسلیم کر لیتے ہیں مگر آپ نے جو تحریک شروع کی ہے اس کو ترک کر دیں یا ایسا کریں جہاں تم اپنے الہ کو معبود مانتے ہیں ان کے ساتھ ساتھ ہمارے معبودوں کو بھی تسلیم کرو بلکہ ایک شخص نضر بن حارث نے بہ ظاہر ہمدرد بن کر قریش کو کہا کہ تم پر ایسی مصیبت آپڑی ہے جس کا تمہارے پاس کوئی علاج نہیں۔ محمد تمہارے پاس جب جوان اور صحت مند تھے تو تم اس کی عزت اور احترام کرتے تھے اس جیسا کسی کو شریف اور امین و سچا نہیں سمجھتے تھے اور اب جب اس عمر کو پہنچ گئے کہ سر میں بالوں کی سفیدی نمودار ہو رہی ہے اب تم ان کو جھوٹا اور پاگل 'شاعر اور جادوگر کہتے ہو' بڑے افسوس کی بات ہے یقیناً تم پر تباہی آنے والی ہے میں نے جادوگر بھی دیکھے ہیں شاعروں سے بھی واسطہ پڑا ہے اور پاگل بھی بہت سے دیکھے ہیں مگر ان میں ایسی کوئی علامت نہیں جو تم بتاتے ہو اس کا حل میں تلاش کرتا ہوں چنانچہ یہ شخص حیرہ گیا اور وہاں اسفند یار اور دوسرے بادشاہوں کے واقعات سنے اور یاد کر کے واپس آگیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ اپنا تبلیغی پروگرام کسی جگہ پیش کرتے اور ان کے جانے کے بعد یہ اٹھ کھڑا ہوتا اور لوگوں کو وہ رٹی رٹائی باتیں جو سن کر یاد کر رکھی تھیں لوگوں کو سناتا اور ساتھ کہتا جاتا کہ تم محمد کو کس لئے اتنی اہمیت دیتے ہو اس سے اچھے اور قابل داد واقعات اور حالات تو میں بیان کرتا ہوں مجھے ہی نبی تسلیم کر لو آگ بھڑکانا اور جنگ و فساد برپا کرنا اس کا محبوب مشغلہ تھا بہر حال یہ سب غصہ اور مخالفت میں صرف اسی لئے تھا کہ آپؐ صراط مستقیم کی طرف دعوت دیتے تھے کہ صرف ایک خدا کو تسلیم کرو' باقی خود ساختہ معبودوں کو چھوڑ دو' اسی کو معبود بنا لو جس نے تم کو پیدا کیا' پھر تمہاری ضروریات اور حالات کے مطابق پرورش کا انتظام کیا' تم پر اس کی رحمت کے بے حساب دروازے کھلے ہیں اس دنیا میں ہی نہیں بلکہ تمہارے مرنے کے بعد کی بھی تمہاری ضروریات کے مطابق اس کی رحمت تمہارے کام آئے گی ہاں یاد رکھو یہاں جو عمل اور

Marfat.com
Marfat.com

کردار اپناؤ گے اسی کے مطابق مرنے کے بعد کی زندگی میں تمہارے ساتھ برتاؤ کیا جائے گا اور مجھے تم سے کسی چیز کی خواہش نہیں صرف اتنی بات ہے کہ اسی ایک خدا کے ہو جاؤ۔

اس کے جواب میں مشرکین مکہ جو کہتے تھی وہ بھی سن لیں ان لوگوں کو اس بات پر بڑا تعجب ہو کہ ایک ڈرانے والا خود انہی میں سے آگیا۔ منکرین کہنے لگے کہ "یہ ساحر ہے" سخت جھوٹا ہے کیا اس نے سارے خداؤں کی جگہ بس ایک ہی خدا بنا ڈالا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے اور سرداران قوم یہ کہتے ہوئے نکل گئے "کہ چلو اور ڈٹے رہو اپنے معبودوں کی عبادت پر یہ بات کسی اور ہی غرض سے کہی جا رہی ہے یہ بات ہم نے زمانہ قریب کی ملت میں کسی سے نہیں سنی یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک من گھڑت بات۔ کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک شخص رہ گیا تھا جس پر اللہ کا ذکر نازل کر دیا گیا" ۔(۳۸۔۱ تا ۷) ترجمہ قرآن۔

مشرکین مکہ کی ذہنی ایذارسانی جب انتہا کو پہنچی اور یہ مایوس ہو گئے کہ یہ شخص اپنے مشن اور تحریک اور دعوت سے باز نہیں رہتا تو پھر ایک بار اتمام حجت کی خاطر ان کے سرپرست چچا ابوطالب کے پاس وفد کی صورت میں گئے کہ اپنے اس بھتیجے کو روکو اب ہم برداشت نہیں کر سکتے کہ یہ ہمارے سامنے ہمارے معبودوں 'بزرگوں اور پروہتوں کو برا بھلا کہیں اور ہم چپ کر کے چلے جائیں ورنہ پھر ہم ہوں گے یا یہ ہو گا اس دھمکی کے بعد ابو طالب نے آپؐ کو بلوایا اور کہا کہ تمہاری قوم کے معززین میرے پاس آئے تھے اور ایسی ایسی باتیں کہہ گئے ہیں اب تم مجھ پر اور خود اپنے آپ پر رحم کرو اور اس معاملہ میں مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو میرے بس سے باہر ہو۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے سمجھ لیا کہ اب آپؐ کے چچا بھی آپؐ کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور وہ بھی مدد سے کمزور پڑ گئے ہیں اس لئے فرمایا چچا جان! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں کہ میں یہ کام چھوڑ دوں تو یہ ناممکن ہے یا تو میں اس کو انجام تک پہنچا(۱) اور اللہ مجھے

Marfat.com
Marfat.com

غالب کر دے یا پھر میں اس راہ میں فنا ہو جاؤں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی حل نہیں۔ اس کے بعد آپؐ کے چچا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور پھر بھتیجے کو مخاطب کر کے کہا کہ جاؤ جو تمہارے جی میں آئے کرو خدا کی قسم میں تمہارا ساتھ کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

ابو طالب کی حیثیت اور حالات کے پیش نظر ایک اور تجویز مشرکین نے ان کے سامنے رکھی۔ وفد کی صورت میں ابوطالب کے پاس گئے اور کہا کہ تم اپنے بھتیجے سے بہت پیار کرتے ہو یہ تمہاری خدمت کرتا ہے تب ہی ان سے اتنا پیار ہے۔ دیکھو ہم تمہارے لئے ایک خوبصورت چاق و چوبند جوان لائے ہیں جو ہر وقت تمہاری خدمت میں حاضر رہے گا اس کو لے لو یہ تمہارا ہو گیا اور اس کے عوض اپنے بھتیجے کو ہمیں دے دو جس نے تمہارے اباواجداد کی مذمت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہم اسے لے جا کر قتل کر دیں گے تمہاری قوم میں عزت بھی بڑھ جائے گی اور قوم میں جو بے چینی پھیل چکی ہے وہ بھی ختم ہو جائے گی یہ نوجوان جس کے بدلے سودا ہو رہا تھا یہ ولید بن مغیرہ کا لڑکا تھا جس کا نام عمارہ تھا مگر ابوطالب نے اس پیش کش کو بھی مسترد کر کے ان کی یہ چال بھی ناکام بنا دی تو ایک آدمی وفد میں سے جس کا نام مطعم بن عدی تھا اور یہ نوفل بن عبد مناف کا پوتا ہی تھا بول پڑا کہ اے ابوطالب خدا کی قسم تم سے قوم نے تو انصاف اور رواداری کی بات کی ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کوئی بات قبول کرنے کے روادار نہیں۔ جواب میں ابوطالب نے کہا تم لوگوں نے انصاف کی بات نہیں کی بلکہ مجھے چھوڑ کر دوسرے لوگوں سے جو ہمارے مخالف فریق ہیں ان کا ساتھ دے رہے ہو۔ جاؤ میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا تمہاری جو مرضی ہو کرو ابوطالب سے مایوس ہو کر واپس آ گئے۔ اب سوچ بچار شروع ہوا کہ کیا کرنا چاہئے۔

Marfat.com
Marfat.com

تدبیر کند بندہ تقدیر کند خندہ

ابھی تک قریش کے مشرکین بحث و مباحثہ کر کے وقت گزار رہے تھے زبانی لعن و تکذیب کر کے دل کی بھڑاس نکال رہے تھے' مگر عملی ایذا رسانی سے ابو طالب کے خوف کی وجہ سے اجتناب کرتے آئے تھے جب ابو طالب کے رویہ سے مایوس ہو گئے تو یہ پروگرام طے کیا کہ کسی طرح آپؐ کو قتل کر دیا جائے اسی خیال سے پہل کرنے والا ابولہب کا بیٹا عتبہ آگے بڑھا اور آپؐ کا کرتا پھاڑ ڈالا اور چہرہ مبارک پر تھوک ڈالنا چاہا مگر چہرہ تھوک سے محفوظ رہا تو اس پہل کرنے والے کے حق میں آپؐ نے بد دعا دی جس کے نتیجے میں ایک شیر نے اس کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا تھا۔ دوسری دفعہ ابو جہل نے ایک بھاری پتھر اٹھا کر آپؐ کے سر کو کچلنے کی خاطر روانہ ہوا جبکہ آپؐ حالت سجدہ میں تھے لیکن قریب آنے پر اس کو ایک اونٹ ڈراؤنی شکل کا نظر آگیا جو اس پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا اس کے خوف سے واپس بھاگ گیا۔ رفقاء نے جو اس کو دیکھ رہے تھے پوچھا تم نے پتھر سر پر کیوں نہ دے مارا تو اس نے اپنے خوف زدہ ہونے کا واقعہ بتایا۔ تیسری بار مشرکین مکہ حطیم کے پاس جمع تھے اور آپؐ کا گزر ان کی پاس سے ہو رہا تھا کہ لعن وطعن کر رہے تھے اتنے میں ایک اٹھا اور اس نے آپؐ کے گلے میں جو چادر لٹک رہی تھی کو پکڑا اورا سے بل دے کر ختم کرنا چاہتا تھا تو اچانک حضرت ابوبکرؓ بول پڑے کہ چھوڑو اس کو اور آپؐ کو چھڑوانے لگ پڑے اور ساتھ ہی کہتے رہے کہ کیا تم اس شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہی ہے۔ تو ان کو چھوڑ کر واپس چلے گئے یہ مشرک اور حملہ آور جو تھا اس کا نام عقبہ بن ابی معیط تھا اور پھر حضرت ابوبکرؓ پر پل پڑا انہیں تکلیف پہنچائی

اسی طرح ایک بار آپؐ صفاء پہاڑی پر بیٹھے ہوئے تھے وہاں اتفاقاً" ابو جہل کا گزر ہوا تو اس نے آپؐ کو سخت ست کہا اور ایک پتھر اٹھا کر آپؐ کے سر پر دے مارا جس سے سر میں

Marfat.com
Marfat.com

چوٹ آگئی اور خون بہنے لگا آپؐ خاموش رہے کوئی جوابی کاروائی نہ کی۔ ابو جہل توہین آمیز سلوک کرنے کے بعد آکر خانہ کعبہ میں مجلس قریش میں بیٹھ گیا اس واقعہ کو عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی دیکھ رہی تھی اتفاقاً" حضرت حمزہ تیر کمان لئے اس کے قریب سے گزرے تو اس نے واقعہ بتایا کہ ابوجہل نے اس طرح حرکت کی اور آپؐ خاموش رہے۔ حضرت حمزہ اس واقعہ کو سن کر غصہ سے بھڑک اٹھے کیونکہ یہ اپنے قبیلہ میں طاقتور اور جری بہادر انسان مشہور تھے واقعہ سننے کے بعد سیدھا خانہ کعبہ میں آگئے اور ابو جہل کے سر پر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے او بزدل کمینے تم نے میرے بھتیجے کی بے عزتی کی ہے یہ کہتے ہوئے ابوجہل کے سر پر کمان کا وار کیا اور سر زخمی ہو گیا اس واقعہ کے بعد بنو مخزوم جو کہ ابوجہل کا قبیلہ ہے کہ لوگ حمایت میں آگئے ادھر حضرت حمزہ کے قبیلہ بنی ہاشم والے بھی اپنے آدمی کی حمایت میں آگئے حالت نازک محسوس کرتے ہوئے ابوجہل نے کہا جانے دو واقعی میں نے ان کے بھتیجے کا سر زخمی کیا تھا۔

حضرت حمزہ نے ابتداء حمایت تو صرف برادری کی عزت کی خاطر کی مگر اللہ تعالیٰ نے ان کا دل کھول دیا اور پھر یہ بھی مسلمان ہو گئے۔ اسی واقعہ کے ہونے کے بعد تین دن ہو گزرے تھے کہ حضرت عمرؓ بھی اسلام لے آئے۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ یہ مسلمانوں کے حد درجہ مخالف تھے ان کو ہر موقعہ پر تکلیف اور ایذارسانی سے دریغ نہ کرتے اور حد درجہ ان کے خلاف تعصب رکھتے تھے اگرچہ وقتاً" فوقتاً" ان کے حالات سن کر اور دیکھ کر ہمدردی کے جذبات بھی پیدا ہو جاتے تھے مگر اپنے فطرتی سخت مزاجی اور غصیلہ پن کی وجہ سے جلدی آمادہ نہیں ہوتے تھے کہ ویسے بیٹھے بٹھائے کسی کی بات مان لیں۔ آپؐ کے متعلق مشرکین کے گلے شکوے روز مرہ کے معمول بن گئے تو حضرت عمرؓ تنگ آکر تلوار سونت کر گھر سے نکلے کہ آج روز روز کی جھنجٹ کو ختم کر کے ہی

Marfat.com
Marfat.com

لوٹوں گا راستہ میں کسی نے پوچھا عمر! کدھر کا ارادہ ہے کہنے لگے کہ محمد کو قتل کرنے جا رہا ہوں وہ آگے سے کہتا ہے تم قتل کر کے اس کے قبیلہ سے کیسے بچ کر رہو گے۔ عمر نے کہا معلوم ہوتا ہے تم بھی بے دین ہو چکے ہو جواب میں اس نے کہا عمر ایک بات بتاؤں پوچھا کون سی بات وہ شخص کہنے لگا تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں تو مسلمان ہو چکے ہیں یہ سن کر عمر غصہ سے بھڑک اٹھے اور سیدھے بہن کے گھر پر جا پہنچے دروازہ پر کھڑے تھے تو اندر سے تلاوت قرآن کی آواز آ رہی تھی یہ تلاوت حضرت خبابؓ بن ارت سورۃ طٰہٰ پر مشتمل ایک صحیفہ سے ان کی بہن کو پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کی آہٹ جب بہن نے سنی تو صحیفہ اور خباب دونوں کو کسی جگہ چھپا دیا۔ اندر جب داخل ہوئے تو بہن سے پوچھا تمہارے گھر سے کیسی آواز آ رہی تھے انہوں نے ٹالنے کی خاطر کہا کوئی ایسی بات نہ تھی ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ عمر کہنے لگے نہیں ایسی بات نہیں ہے بلکہ تم دونوں بے دین ہو گئے ہو بہنوئی نے کوئی بات کرنا چاہی تو اس پر چڑھ دوڑے اسے مارنا شروع کیا بہن نے جب خاوند کو مار کھاتے دیکھا تو اسکو چھڑانے کے لئے آگے بڑھی تو عمر نے ان کے سر میں بھی ایک وار کیا اور چہرہ زخمی ہو گیا بہن نے کہا کہ اچھا عمر اگر تمہارے دین کے بجائے دوسرا دین ہی برحق ہے تو پھر میں مسلمان ہو چکی ہوں اور کلمہ اشہدان لا الہ پڑھ لیا اور کہنے لگی کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت عمرؓ یہ حالت دیکھ کر ٹھنڈے پڑ گئے اور بہن سے کہنے لگے مجھے بھی وہ کلام دکھا میں بھی دیکھوں بہن نے کہا تم ناپاک ہو ناپاک شخص اس کو نہیں چھو سکتا اگر دیکھنا ہے تو اٹھو پہلے غسل کرو عمر نے غسل کیا اور پھر بسم اللہ پڑھی اور سورۃ طٰہٰ کی آیات پڑھیں کہنے لگے کہ یہ تو بہت عمدہ کلام ہے اچھا بتاؤ محمد کہاں ہیں۔ حضرت خبابؓ حضرت عمرؓ کے رویئے کو دیکھ کر باہر آ گئے اور کہا عمر! مبارک ہو تم مسلمان ہو گئے اور کہنے لگے رسول اللہ نے جمعرات کو جو دعا مانگی تھی کہ اے اللہ عمر بن خطاب یا ابو جہل بن ہشام کے ذریعے

Marfat.com
Marfat.com

اسلام کو قوت پہنچا اور یہ دعا تمہارے حق میں اللہ تعالٰی نے قبول فرما دی۔ مبارک ہو تم کو اور آپؐ اس وقت کوہ صفاء والے مکان میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے تلوار اپنے گلے میں حمائل کی اور آ کر مکان میں دستک دی۔ ایک آدمی نے دروازہ کے سوراخ سے دیکھا کہ عمر بمعہ تلوار گلے میں لٹکائے دروازہ پر کھڑے ہیں لپک کر اس کی اطلاع دی کی عمر ہیں حضرت حمزہؓ نے پوچھا کون ہے تو جواب دیا کہ عمر ہے تو انہوں نے کہا کہ آنے دو دیکھا جائے گا بلکہ اگر نیت میں فتور ہے تو اسی کی تلوار اسے سنبھال لے گی۔ جب آپؐ کے سامنے پیشی ہوئی تو آپؐ نے ان کی تلوار کا پرتلا اور کپڑے سختی سے پکڑ کر فرمایا عمر! کیا تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک کہ اللہ تم پر بھی ایسی ہی ذلت و رسوائی اور عبرتناک سزا نازل نہ فرما دے جیسی ولید بن مغیرہ پر نازل ہو چکی ہے۔ یااللہ ! یہ عمر بن خطاب ہے یااللہ اسلام کو عمر بن خطاب کے ذریعہ قوت و عزت عطا فرما! آپ کے اس ارشاد کے بعد حضرت عمرؓ نے حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہوئے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً" اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور یقیناً" آپؐ اللہ کے رسول ہیں یہ سن کر گھر کے اندر جتنے احباب بیٹھے تھے سب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ مسجد حرام والوں کو سنائی دیا۔ ان کے مسلمان ہونے پر مشرکین مکہ میں کہرام مچ گیا اور دوسری طرف مسلمانوں کے حوصلے مزید بڑھ گئے۔

حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ مسلمان ہونے کے بعد میں نے لوگوں سے پوچھا کہ مسلمانوں کا سب سے زیادہ کون دشمن اور مخالف ہے تو سب نے بتایا کہ ابو جہل تو میں سیدھا اس کے گھر پر گیا اور دستک دی تو ابو جہل باہر آیا تو خوش آمدید کہنے لگا پوچھا کیسے آئے؟ میں نے بتایا کہ میں محمد رسول اللہ پر ایمان لے آیا ہوں اور مسلمان ہو چکا ہوں تم کو یہی بتانے آیا ہوں کہ اب ذرا سنبھل جانا یہ سن کر اس نے دروازہ بند کر دیا اور بولا تیرا برا ہو اور جو کچھ

Marfat.com
Marfat.com

تو لے کر آیا ہے اس کا بھی برا ہو۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ تو جمیل بن معمر جمی کے پاس گئے اور اسے بتایا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو سنتے ہی بلند آواز سے ڈھول پیٹتے ہوئے کہنے لگا خطاب کا بیٹا بے دین ہو گیا۔ حضرت عمرؓ اس کے پیچھے پیچھے ہی جا رہے تھے کہنے لگے یہ جھوٹ بولتا ہے میں تو مسلمان ہو گیا ہوں۔ بہرحال لوگ اس بہادر اور نڈر شخص پر ٹوٹ پڑے اور ایک دوسرے کو مارنے لگے یہاں تک کہ یہ مار کٹائی سورج غروب ہونے تک جاری رہی۔ حضرت عمرؓ تھک کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے جو تم سے ہو سکے کر لو لیکن میں مسلمان ہو چکا ہوں اگر مکہ میں ہم تین سو کی تعداد میں ہو گئے تو پھر یا تو تم رہو گے یا ہم ہی ہوں گے۔ پھر دوسری بار حضرت عمرؓ کے گھر پر مشرکین مکہ حملہ آور ہوئے حضرت عمرؓ گھر کے اندر ہی بیٹھے ہوئے تھے اس دوران ابو عمرو عاص بن وائل سہمی آ گیا اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا یہ خطاب کا بیٹا بے دین ہو گیا ہے اس کا انتظام کرنا ہے عاص نے کہا اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے تم لوگ۔ یہ سنتے ہی لوگ یہاں سے واپس ہو گئے دراصل بات یہ تھی کہ وعاص کا قبیلہ سہم تھا اور زمانہ جاہلیت میں یہ ہمارے قبیلہ کا حلیف تھا اسی قبیلہ سے تنازعہ پیدا ہونے کے خطرہ سے بچنے کے لئے واپسی اختیار کی گئی تھی۔ حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ نے جب اسلام قبول کیا تو اسلام پردے سے باہر آ گیا۔ یہ دونوں مکہ کی سرزمین میں اپنی شجاعت اور بہادری میں یگانہ تھے جب ان دونوں نے اسلام قبول کر لیا تو پھر ان کی فطرت کے خلاف تھا کہ وہ چھپ چھپا کر زندگی گزارتے مخالفین کے دلوں میں ان کا خوف بیٹھ گیا اور مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے۔

Marfat.com
Marfat.com

انقلابی شخصیت کی عدم تشدد کی پالیسی

دعوت توحید کے ابتدائی تین سال مکی زندگی میں آپ ﷺ نے عدم تشدد کی پالیسی کو اپنائے رکھا مشرکین کے کسی تشدد کا جواب تشدد سے نہ خود دیا اور نہ اپنے پیروکاروں کو اجازت دی کہ کسی پر ہاتھ اٹھائیں۔ خواہ مخالفین کتنی ہی شدت کیوں نہ کریں اور دعوت توحید کے پیچھے وحی کام کر رہی تھے حضور ﷺ نے جو پروگرام اور عملی اقدام اٹھایا تو اس میں ان کی ذاتی رائی کا دخل کم ہی ہوتا تھا جو بھی کام کرتے وحی کی روشنی میں عمل درآمد ہوتا تھا تو لازما" یہ عدم تشدد کی پالیسی جو اپنائی گئی تھی وہ بھی وحی کی روشنی میں اپنائی ہو گی اور پھر ہر نئی تحریک کے لئے ابتدائی دور میں تشدد نقصان دہ ہی ثابت ہوتا ہے عدم تشدد سے کاروائی اگرچہ جاری رہتی ہے مگر ست رفتاری ہی اس کی کامیابی کی ضمانت بھی ہوتی ہے اور اگر تشدد کا جواب بھی تشدد سے دیا جاتا تو پہلا نقصان تو یہ ہوتا کہ جاری کام رک جاتا۔ محاذ آرائی کی نوبت آجاتی۔ اور اسی محاذ آرائی میں بعض اوقات کسی ایک فریق سے کچھ زیادتی بھی ہو سکتی تھے اور اس زیادتی میں اگر نئی تحریک کا حصہ ہوتا تو اس کی وجہ سے دیکھنے والوں میں سے اگر کسی شخص کو ہمدردی بھی ہو تو وہ بھی ختم ہو سکتی اور تحریک آگے بڑھنے کی بجائے پس پائی بھی اختیار کر سکتی تھی۔ عدم تشدد کی پالیسی سے اگرچہ انقلابی گروہ کے اراکین کو جسمانی اور ذہنی تکلیف تو ہوتی تھی مگر اس کے نتیجہ میں ان کی قوت برداشت اور تحریک سے لگن اور فدائیت کا جذبہ بھی پیدا ہو رہا تھا اور یہی اصلی مقصد بھی ٹریننگ کے دوران ہونا چاہئے۔ تو مکی زندگی میں ابتدائی تین سال کے دوران جو تجربات مسلمانوں کو حاصل ہو رہے تھے انہی پر تحریک کی کامیابی یا ناکامی کا دارومدار ہونا تھا۔

اس دور میں کچھ لوگ آپ کی دعوت سے متاثر بھی ہوئے اور دلی ہمدردی بھی ظاہر کرتے تھے۔ اور یہ ایک قدرتی اور فطرتی بات ہے کہ ہر نئی تحریک سے اکثر اوقات دو قسم کے لوگ

Marfat.com
Marfat.com

متاثر ہوا کرتے ہیں

ایک طبقہ تو نوجوانوں کا ہوتا ہے جن کی ذہنی صلاحیتیں اور جسمانی نشوونما کا تقاضا ہوتا ہے کہ اس دنیا میں کچھ کر گذریں اور اپنی خفیہ خداداد صلاحیتیں قوم اور وطن کے لئے کام میں لائیں۔ دوسرا طبقہ جو کہ عموماً" اکثریت میں ہوتا ہے وہ غریب اور بے سہارا لوگوں کا ہوتا ہے جو کہ معاشرہ میں ہر طرح سے دبے ہوئے اور پس ماندہ ہونے کی وجہ سے رائج الوقت نظریات اور عقائد 'سیاسی و معاشی نظام کے ساتھ مفادات اور مراعات کی سنہری زنجیروں سے بندھے ہوئے نہیں ہوتے اور نہ ان کے حالات ان کو اتنا حوصلہ دیتے ہیں کہ وہ مفادات کی چپقلش میں اپنے آپ کو پھنسا دیں۔

حضور اکرم ﷺ نے جب مکہ کے عوام کے سامنے دعوت توحید پیش کی تو زیادہ تر ان دونوں طبقوں کے افراد نے دلچسپی لی ان میں سے جو پس ماندہ اور کمزور لوگ جب مسلمان ہوئے تو ان کے قبیلہ کے صاحب حیثیت ان پر جو جور و ظلم توڑتے ان کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا ہر قبیلہ اپنے مسلمان ہونے والے افراد کو طرح طرح کی سزائیں دے رہا تھا اور جس مسلمان کا کوئی قبیلہ نہ ہوتا تو اس پر اس وقت کے اوباشوں اور قومی سرداروں نے ایسے ایسے جور و ستم روا رکھے تھے جنہیں سن کر مضبوط دل کا انسان بھی بے چینی سے تڑپنے لگتا۔

ابوجہل جیسا انسان جب کسی معزز اور طاقتور انسان کے اسلام لانے کی خبر سنتا تو اسے برا بھلا کہتا' ذلیل اور رسوا کرتا' مال وجان کو سخت خسارے سے دوچار کرنے کی دھمکیاں دیتا اور اگر کوئی کمزور بے سہارا آدمی مسلمان ہو جاتا تو اس کو خود بھی مارتا اور دوسروں کو بھی کہتا کہ اسے سبق سکھاؤ۔

حضرت عثمانؓ جب مسلمان ہوئے تو ان کو ان کے چچا نے کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر اس

Marfat.com
Marfat.com

طرح سزا دی کہ آگ جلا کر دھواں ان کی آنکھوں اور منہ میں پہنچاتا۔

مصعب بن عمیرؓ نے جب اسلام قبول کیا تھا تو اس کی والدہ کو جب علم ہوا کہ مصعب بن عمیرؓ مسلمان ہو گیا تو اس کی سگی ماں نے اس کا دانہ پانی بند کرا دیا اور گھر سے بے دخل کر دیا اتنی تکلیفوں سے دو چار ہوئے کہ جسم سے کھال ایسے اتر گئی جیسے کسی سانپ کی کچلی اتر جاتی ہے۔

مؤذن مسجد نبویؐ حضرت بلالؓ ایک شخص امیہ بن خلف جمحی کے غلام تھے جب یہ مسلمان ہوئے تو ان کے مالک نے ان کی گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کو پکڑا دیتے اور ان کو کہتے ان کو ان پہاڑیوں میں کھینچتے پھرو جس سے رسی کے نشان ان کی گردن پر پڑ جاتے خود امیہ بھی ان کو باندھ کر چلچلاتی دھوپ میں ڈال کر ڈنڈوں سے پیٹتے' رہتے نہ کھانا اور نہ پانی دیتے' بلکہ بعض اوقات دوپہر کی سخت دھوپ اور گرمی میں ان کو پتھروں پر لٹا دیتے اور اوپر بھاری پتھر رکھ دیتے' ان کو کہتے محمد سے انکاری ہو جا یا اسی طرح پتھروں کے نیچے دم توڑ دے اور حضرت بلالؓ ایسی حالت میں پھر بھی یہی کہتے احد 'احد 'احد۔ اتفاقاً" اسی حالت میں پڑے ہوئے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ کا گزر ہوا تو اس کی یہ حالت اور اسلام سے محبت کو دیکھتے ہی ان کو خرید کر آزاد کرا دیا۔

عمار بن یاسرؓ جب دعوت توحید سے متاثر ہوئے اور اسلام لانے کا شرف حاصل ہوا اور ان کے والدین بھی مسلمان ہو گئے یہ بنو مخزوم قبیلہ میں غلامی کی زندگی گزار رہے تھے ابو جہل اور دوسرے سرداران قریش نے ایک بار اس کو گرم پتھروں پر لٹا کر سزا دے رہے تھے نبی اکرم ﷺ کا ان پر گزر ہوا اور اس حالت میں دیکھ کر آپؐ نے فرمایا آل یاسر صبر کرو صبر۔ تمہارا ٹھکانہ جنت میں ہو گا اور پھر اسی ظلم کا شکار ہوئے اور وفات پا گئے ان کی والدہ کے فوت ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کی شرمگاہ میں ابو جہل نے اپنا نیزہ مار کر شہید کیا اور

Marfat.com
Marfat.com

یہ اسلام لانے کی پاداش میں تاریخ اسلام میں پہلی شہادت تھی جو کہ خدا نے ایک عورت کے حصہ میں لکھ کر اعزاز دیا اور وہ بھی شہادت کا۔

مکہ کے مشرکین نئے نئے اسلام لانے والے بے کس اور غریب مسلمانوں کو جب وہ اسلام لاتے تو ان کو اونٹ یا گائے کی کچی کھال میں لپیٹ دیتے اور دھوپ میں ڈال دیتے اور بعض کو لوہے کے کڑے اور زرہ پہنا کر گرم پتھروں پر لٹا دیتے۔ اسطرح اسلام لانے والوں کو جسمانی اور ذہنی سزاؤں سے دوچار ہونا پڑا۔(اور آج لوگ مسلمان ہوتے ہوئے دنیاوی لالچ کی خاطر مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی کرتے ہیں)۔

یہ لوگ جب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تو پھر خفیہ جگہ تلاش کرتے وہاں اکٹھے بھی ہو جاتے اور ایک دوسرے کی حالت سے باخبر بھی ہو جاتے بعض اوقات ان سے ملنے کے لئے نبی اکرم ﷺ بھی تشریف لے آتے۔ زیادہ تر ملاقات کوہ صفا پر واقع ایک مکان جو کہ آبادی سے الگ تھلگ تھا جس کو دارارقم کہتے تھے میں ان تمام صحابہ کرام اور حضور اکرم ﷺ کا اجتماع ہوا کرتا تھا۔

یہ تو تھی صورت حال انقلابی گروہ کی ٹریننگ اور مصائب برداشت کرنے کی صلاحیت کو اجاگر کرنے کی ۔ دوسری طرف مشرکین مکہ کو نئی صورت حال سے دوچار ہونے کی فکر کہ اب جب یہ لوگ اتنی بہادر اور جان فشانی سے ہماری پیدا کردہ مشکلات کا مقابلہ کرتے ہیں تو ان کا کچھ انتظام ہونا چاہئے اور پھر خصوصا" جب حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ جیسے نوجوان بہادر بھی ان کے ساتھی بن گئے تو اور بھی زیادہ تشویشناک صورت بن گئی تھی کیونکہ اس طرح روز بروز ان کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا رہا تو ان کے اپنے مشرکانہ اقتدار کے لئے بھی خطرہ بن سکتا ہے تو اس خطرہ کے سد باب کے لئے سرداران قریش نے سنجیدگی سے سوچنا شروع کیا

Marfat.com
Marfat.com

پروگرام یہ طے ہوا کہ اصل لیڈر کو راستہ سے ہٹانا چاہئے اسی مسئلہ پر صلاح و مشورے ہو رہے تھے کہ ابو طالب کو احساس ہوا کہ یہ لوگ سابقہ پروگراموں کی طرح اب بھی کوئی طریقہ اپنا سکتے ہیں جس سے میرے بھتیجے کی زندگی کو خطرہ ہو چنانچہ اسی تشویشناک صورت حال کے پیش نظر ابو طالب نے اپنے خاندان کے دونوں گروہوں بنی ہاشم اور عبدالمطلب کی اولاد کو اکٹھا کیا ان سے کہا کہ بھائی اب مسئلہ خاندان کا ہے یہ دوسرے لوگ اس بات پر اکٹھے ہوئے ہیں تمہارے بھتیجے یا بھائی کو ہلاک کر دیں یہ خاندان کے لئے بڑی افسوس ناک اور باعث بدنامی ہو گی کہ اتنا بڑا خاندان ایک آدمی کی بھی حفاظت نہیں کر سکا اسی صلاح و مشورہ پر جمع دونوں گروہوں کا اتفاق ہو گیا تو اس کی خبر دوسرے مخالف گروہ کو بھی مل چکی اب مزید پریشانی یہ ہوئی کہ اگر ہم نے ان کو قتل کر دیا تو پھر دو قبیلوں کی خاندانی دشمنی عرصہ تک جاری رہے گی لہٰذا بہتر ہے کہ ابوطالب کے پاس جا کر کوئی موزوں صورت پیدا کی جائے بعض نے کہا کہ نہیں ابوطالب کوئی بات نہیں تسلیم کریں گے بہتر ہے کہ ہم اپنے طور پر کوئی تجویز تیار کریں چنانچہ اس مشورہ کے لئے مشرکین کے سردار وادی محصب خیف بنی کنانہ میں جمع ہوئے اور بالاتفاق یہ تجویز منظور ہوئی کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خاندانوں سے مقاطعہ کیا جائے نہ ان سے بات کی جائے نہ لین دین اور نہ ہی ان کی غمی خوشی میں کوئی شریک ہو گا جب تک یہ اس بات پر آمادہ نہ ہوں کہ محمدؐ کو ہمارے حوالے نہیں کریں گے چنانچہ اس معاہدہ کو تحریری صورت میں لایا گیا اس معاہدہ پر سرکردہ سرداروں نے دستخط کئے اور پھر اس دستاویز کو خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا تاکہ مخالف فرقہ بھی پڑھ لے۔ جب یہ صورت حال پیدا ہو گئی کہ ان کا بائیکاٹ ہو گیا ہے تو اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خاندانوں کے تمام افراد مکہ سے نکل کر شعب ابی طالب میں منتقل ہو گئے۔ اس جلاوطنی کے شکار تمام خاندان کے افراد ہوئے خواہ وہ مسلمان ہوں یا

Marfat.com
Marfat.com

سابقہ دین پر قائم تھے۔ بائیکاٹ کے نتیجہ میں مکہ سے کسی کی آمدورفت نہ تھی ان کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرنا یا ان سے خریدنا سب کچھ بند ہو چکا تھا۔ چھوٹے چھوٹے بچے' بوڑھے اور عورتیں سب مصائب اور بھوک کی مشکلات سے دوچار ہو گئے۔ مکہ کی طرف باہر کے علاقوں سے اگر غلہ یا دوسری ضروریات زندگی آتیں تو مشرکین راستہ میں ہی ان کا سودا طے کر کے لے جاتے اور جلا وطن افراد کے ہاتھوں میں پہنچنے نہ دیتے اگر کوئی ہمدردی کے طور پر کچھ دے بھی دیتا تو انتہائی مہنگا جس کی خرید کی استطاعت بھی بعض اوقات نہ ہوتی اور اگر تحفہ کے طور پر کوئی خوراک بھیجنے کی کوشش کرتا تو اس کو بھی مشرکین روک دیتے۔ چنانچہ ایک بار حکیم بن حزم جو کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کا بھتیجا تھا اپنی پھوپھی کے لئے کبھی کبھار خفیہ طور پر غلہ بھیج دیتا مگر اس دفعہ جب غلہ لے کے جارہا تھا تو راستہ میں ابو جہل سے واسطہ پڑا جس نے غلہ ضبط کرنا چاہا لیکن ابوالبحری نامی ایک شخص نے مداخلت کی اور حکیم بن حزم غلہ پہنچانے میں کامیاب ہوا۔

دن گزرتے رہے ابوطالب کو زیادہ فکر نبی اکرم ﷺ کی رہتی کہ کہیں ان کی ذات پر کوئی رات کو حملہ آور نہ ہو جائے اسی مقصد کے لئے آپ ؐ کا بستر اور جگہ رات کو بدل دیا کرتے اور کسی دوسرے کو ان کی مقررہ جگہ پر سلا دیا جاتا۔

یہ جلا وطنی کے تین سال تمام خاندان نے حضور اکرم ﷺ کی وجہ سے گزارے۔ مکہ سے جلا وطن کرنے پر بھی مشرکین کو اطمینان نہ تھا بلکہ ذہنی کوفت پہنچانے کے کئی مواقع پیدا کرتے مثلاً" ابولہب نے اسی دوران اپنے دونوں بیٹوں سے اپنی بیویوں کو طلاق دلوا دی یہ دونوں نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادیاں تھیں۔ حضور ؐ کے صاحبزادہ عبداللہ کا انتقال ہوا تو اس پر ابولہب نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور مشرکین سے کہا کو لو اب ان کی جڑ ہی کٹ گئی (نعوذ باللہ)۔

Marfat.com
Marfat.com

ان مصائب کے ساتھ پورا قبیلہ انتہائی تنگدستی اور پریشانی کے دن گزار رہا تھا ان کے پاس وقتاً فوقتاً چھپے چوری مکہ سے کوئی امداد آتی بھی تھی وہ ان لوگوں کی طرف سے تھی جن کی رشتہ داریاں اس پناہ گزین قبیلہ سے تھیں اور لوگ جن کی دلی ہمدردیاں تو ان کے ساتھ تھی مگر بہ ظاہر مخالفین کے خوف سے کھل کر ساتھ نہیں دے سکتے تھے ان ہی لوگوں میں قبیلہ بنو عامر کا ہشام بن عمرو نامی ایک شخص بھی جو کہ رات کی تاریکی میں امدادی اشیاء پہنچایا کرتا تھا ایک بار یہ زہیر بن امیہ جو کہ ابوطالب کا بھانجا تھا کے پاس گیا اور کہا کہ کیا تم یہ گوارا کرتے ہو کہ تم تو عیش کرو اور تمہارے ماموں بھوکے پیاسے مصیبت کی زندگی گزاریں۔ زہیر نے کہا گوارا تو نہیں کرتا مگر مجبور ہوں اکیلے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا اگر میرے ساتھ اور کوئی ہوتا تو میں اس دستاویز کو پھاڑ کر پھینک دیتا کیونکہ اس کے لکھتے وقت ہم ھی خوش نہیں تھے تو ہشام نے کہا میں تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں اس طرح پانچ آدمی ہم خیال بن گئے اور تیار ہو گئے کہ رات کی تاریکی میں اس معاہدہ کے پرزے اڑا دیں گے۔ زہیر نے کہا کہ میں پہل کرونگا تم لوگ میرا ساتھ دینا دوسرے دن صبح ابھی لوگ اپنی محفلوں میں بیٹھے تھے کہ وہ گروہ خانہ کعبہ میں پہنچ گیا زہیر بن امیہ نے صاف ستھرا لباس پہن رکھا تھا خانہ کعبہ کا طواف کیا اور پھر کہنے لگا اے لوگو کیا یہ مناسب بات ہے کہ ہم لوگ آرام سے زندگی گزاریں اور بنی ہاشم بھوکے ننگے مصیبتوں سے زندگی گزاریں۔ خدا کی قسم! میں اس ظالمانہ معاہدہ کو پھاڑ پھینکوں گا ابو جہل بولا کہ تم غلط کہہ رہے ہو تم ایسا نہیں کر سکتے۔ اس پر زہیر کا ساتھی زمعہ بن اسود بولا ابو جہل تم بھی غلطی پر ہو یہ معاہدہ جب ہوا تھا ہم لوگ اس وقت بھی اس کے حق میں نہیں تھے۔ ہشام بن عمرو نے بھی اس کی تائید کی۔ ابو جہل یہ صورت حال دیکھ کر بولا اچھا تم لوگ اور کسی جگہ مشورہ کر کے آئے ہو۔ اس دوران ابوطالب بھی خانہ کعبہ کے اندر آگئے ان کی آنے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی بتایا گیا کہ صحیفہ دستاویز ضائع ہو چکا ہے تو آپؐ نے ابوطالب کو بتادیا تو

Marfat.com
Marfat.com

اس بات کی تصدیق کے لئے ابوطالب خانہ کعبہ میں آئے تھے اور آگے خانہ کعبہ میں مذکورہ بحث چلی ہوئی تھے۔ ابوطالب نے ابوجہل کو کہا کہ میرے بھتیجے نے یہ بات بتائی ہے کہ معاہدہ کو کیڑے کھا چکے ہیں اور ضائع ہو چکا ہے تو ابوجہل نے کہا تو ٹھیک ہے دیکھتے ہیں کیا صورت حال ہے۔ جب معاہدہ منگوایا گیا تو واقعی کیڑوں نے چٹ کر دیا تھا صرف اللہ کا نام باقی رہا تھا تو اس صحیفہ کو پھاڑ کر ضائع کر دیا گیا جلاوطن افراد کو واپس آنے کی اجازت مل گئی۔

Marfat.com
Marfat.com

عدم تشدد کے فوائد

مکہ میں انقلابی گروہ کی واپسی جب ہوئی تو مشرکین ذہنی طور پر شکست خوردگی کے احساس میں مبتلا ہو گئے انکا خیال تھا کہ بائیکاٹ کا اثر ان پر جب پڑے گا تو لازما" یہ اپنے دین سے بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے واپس ہمارے معاشرے کا حصہ بن جائیں گے اور ہمارے سامنے سرنگوں ہو کر زندگی گزاریں گے مگر یہاں تو صورت حال اور ہی تھی پناہ گزین پہلے سے زیادہ خود اعتمادی کے جذبہ سے سرشار تھے۔ مصائب نے ان کو کندن بنا دیا تھا غیر جانبدار لوگ ان کو دیکھ کر عش عش کرنے لگے کہ یہ لوگ اپنے عقیدہ اور دین پر کتنا اعتماد رکھتے ہیں بجائے اس کے کہ وہ ڈانواں ڈول ہو جاتے ان کا اعتماد اپنے معبود پر اور پختہ ہو گیا۔

اس جلا وطنی میں اس امتحان میں کامیاب ہو چکے تھے جس کی قران نے نشاندہی کی ہے مثلاً" اور ہم تمکو آزمائیں گے خوف میں 'بھوک سے اور مالی نقصانات سے اور جانوں کی مصیبتوں سے (ترجمہ) اس بائیکاٹ میں ان چاروں طریقوں سے امتحان لیا گیا جو قران میں مذکور ہیں اور ہر امتحان میں کامیابی نصیب ہوئی اور اگر جلا وطنی قبول کرنے کے بجائے محاذ آرائی اختیار کرتے تو نتیجہ یقیناً" اس کے خلاف ہی نکلتا کیونکہ یہ اقلیت میں تھے اگر مقابلہ کرتے تو ختم ہو سکتے تھے اور تحریک ناکام ہو جاتی پھر لڑائی جھگڑے میں جانی نقصان بھی ہوتا اور ایسے مشرکین بھی قتل ہو جاتے جن کی قسمت میں اسلام کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود تھی۔

اسی طرح اس مختصر سے گروہ کی کامیاب واپسی کو دیکھ کر کئی متزلزل عقیدہ والے لوگ ان کی سچائی اور کردار کی پختگی کو دیکھ کر مسلمان بھی ہو چکے ہوں گے۔ ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ آئندہ پیش آنے والی مشکلات جو تحریک کے راستہ میں آئیں گی ان کے لئے تیاری اور ان سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت بھی پیدا ہو گئی۔ یہ تمام فوائد صرف اس لئے حاصل ہوئے کہ عدم تشدد اور محاذ آرائی سے اجتناب برتا گیا۔ تاریخ کے یہ واقعات اسلام کے لئے کام

Marfat.com
Marfat.com

کرنے والی جماعتوں کے لئے راہنما کا کام دیتے ہیں۔ مگر غور نہیں کرتے۔ مکہ میں واپسی کے چند روز بعد آپؐ کے چچا جو کہ عمر رسیدہ ہو چکے تھے۔ بیمار پڑ گئے اور وفات پا چکے ابوطالب کی فوتیدگی سے رسول اللہ ﷺ کو بہت زیادہ صدمہ ہوا ایک تو اس لئے کہ وہ ایک شفیق اور ہمدرد سہارے سے محروم ہو گئے دوسرا یہ کہ مشرکین کے سامنے آپؐ کیلئے ڈھال کا کام دیتے تھے۔ انہی کے رعب اور دبدبہ سے کوئی غیر قوم کا فرد آپؐ پر ہاتھ نہیں اٹھاتا تھا۔ تو اس طرح مشکلات اور مصائب کا دروازہ کھل گیا جن سے آپ کو دوچار ہونا پڑے گا۔

ایک اور صدمہ سے بھی دوچار ہوئے۔ آپؐ کی رفیقہ حیات جس نے ہر آڑے وقت میں آپ کا ساتھ دیا تھا مشکلات میں آپؐ کے حوصلے بلند رکھتی تھیں جان اور مال کے ہر قسم کو آپؐ پر قربان کر چکی تھی پینسٹھ سال کی عمر میں فوت ہو گئیں اور آپ اپنے ایک بہترین غم خوار ہمدرد مشیر خاص کے مشوروں سے محروم ہو گئے۔ انہی پے در پے مصائب اور غموں سے نڈھال ہو کر آپؐ طائف کی طرف نکل گئے لیکن وہاں کے عوام نے بھی ایذا رسانی میں کوئی کسر نہ چھوڑی پھر واپس مکہ میں تشریف لائے مکہ میں بھی آپؐ کی قوم نے آپؐ پر ستم وجور کے جو مظالم ڈھانے شروع کئے وہ بھی ناقابل برداشت تھے۔ اسی طرح آپؐ کے ساتھی اور بزرگ معزز شخصیت حضرت ابوبکرؓ بھی ان کی سختیوں اور مظالم سے تنگ آ کر حبشہ جانے کے لئے مکہ سے نکل آئے مگر راستہ میں ابن دغنہ نے روک لیا اور اپنی پناہ کی ضمانت میں واپس مکہ لے آئے۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ کی وفات کے بعد آپؐ نے حضرت سودہؓ سے نکاح کر لیا۔ آپ ایک مسلمان بیوہ تھیں جن کے شوہر بھی مسلمان ہو چکے تھے اور ان کا نام سکران بن عمرو تھا۔ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی اور وہاں وفات پا چکے تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

دعوت صراط مستقیم کے تین دور

صراط مستقیم کے انقلابی دور کو تین ادوار پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا دور حضور اکرم ﷺ پر وحی آنے سے شروع ہوتا ہے اسی دور میں مصائب اور مشکلات کی آندھیاں بھی چلنا شروع ہوتی ہیں اور یہی دور انقلابی گروہ کی تربیت کا دور شمار ہوتا ہے اسی دور میں اسلام لانے والوں کو صراط مستقیم کی تعلیمات سے روشناس کرایا جاتا ہے اور انہیں بتایا جاتا ہے (بقول کسے ذرا سنبھل کر قدم رکھنا' لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا)۔ توحید کیا ہے۔ معبود کسے بنایا جاتا ہے' ربوبیت کا مستحق کون ہے' معبود ایسا ہو جس کی صفت رحمانیت اور رحیمیت ہر وقت جاری و ساری رہے' اور یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ رحیمیت کا اثر اور دارالعمل آخرت ہے جہاں دنیا کے اعمال کے اثرات ظاہر ہونگے اور انہی کے مطابق فیصلہ کرنے والی ذات کون ہے ۔اور جو اللہ ابدی ہے' رب ہے' رحمان ہے' رحیم ہے' مالک یوم الدین ہے تو پھر اس کے سوا دوسری کونسی ذات ہے جس کی عبادت کی جائے اور کون ہے جس سے امداد طلب کی جائے ہاں! وہ ذات صرف اور صرف اللہ ہی کی ہے اور جب انقلابی گروہ کا یہ عقیدہ پختہ ہو جاتا ہے تو پھر ان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ اس ابتدائی دور میں عدم تشدد کی پالیسی اپنانا ہے۔ دشمنان اسلام کی تمام اذیتیں برداشت کرنی ہیں مگر جوابی کاروائی سے اجتناب ہی برتنا ہے۔ خواہ کتنی سختی کیوں نہ ہو۔ آپؐ کے پیروکاروں نے اس تربیت کو اچھی طرح حاصل کیا اور اپنا عقیدہ ایسا مضبوط بنا دیا کہ کسی موقعہ پر پایہ استقلال پر ڈگمگانے کا اثر نہ ہوا مثلاً" حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیعہؓ کے جسموں کے پرخچے اڑائے گئے مگر اف تک کرنا گوارا نہ کیا۔ پورے دس بارہ سال تک یہ مکی دور اسی اذیت ناک سلوک برداشت کرنے میں گذارا گیا۔ مگر کسی پیروکار نے آپؐ کے "آرڈر آف دی ڈے" سے روگردانی نہ کی۔ بلکہ صحابہ کرام نے اس وحشت اور بربریت کی جوابی کاروائی اپنی ذاتی مدافعت کے لئے بھی نہ

Marfat.com
Marfat.com

کی۔ کیونکہ یہ دور ہی اطاعت اور تربیتی دور تھا اور کوئی بھی انقلابی تحریک بغیر تربیت اور تنظیم کے کامیاب نہیں ہو سکتی۔ انقلاب کے ابتدائی دور میں عدم تشدد محاذ آرائی سے اجتناب کا درس ہی کامیابی کی ضامن بن سکتا ہے۔ کیونکہ ابتداء" ہر انقلابی نظریہ کے علمبردار تعداد میں کم ہی ہوتے ہیں ان کے لئے صبر تحمل اور عدم تشدد کا طریقہ کار نہایت موثر اور کامیاب ثابت ہوتا ہے ان کے اسی عدم تشدد کے کردار کو عوام کی خاموش اکثریت دیکھ کر ہمدردی کے جذبات کا اظہار بھی کر جاتی ہے اور پھر حضور اکرم ﷺ کا طریقہ کار جس کے پیچھے وحی کی ہدایات کی روشنی بھی ہو تو پھر کیسے اس طریقہ کو نہ اپناتے' کیونکہ قرآن کا ارشاد ہے کہ آپ اپنی خواہشات پر کچھ بھی نہیں کرتے صرف وہی کردار ادا کرتے ہیں جس کی وحی کے ذریعہ ہدایت دی جائے۔ اسی لئے تو صحابہ کرام اپنے زندگی کا ہر لمحہ آپ کی اطاعت میں گزارتے تھے اور پھر قرآن کی یہ ہدایت جو حضور اکرم ﷺ کو بتائی گئی ہے کہ ان لوگوں یعنی پیروکاروں کو کہہ دو اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو پھر میری اطاعت کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

صراط مستقیم کی دعوت مکہ سے باہر

مشرکین مکہ میں پہلی دعوت کی تبلیغ کا دور جو مسلسل تین سالوں پر پھیلا ہوا تھا اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب رہا اس کا اندازہ آپ اس دعوت کو قبول کرنے والے مسلمانوں کے حوصلے اور مصائب برداشت کرنے کی صلاحیت سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ اپنی جان کی حفاظت کی خاطر بھی کسی پر ہاتھ اٹھانے کے لئے تیار نہیں۔ یہی ابتدائی تربیت کا اثر تھا جس میں باوجود کہ جوابی کاروائی کر سکتے تھی مگر محض تحریک کو کامیاب بنانے اور انسانوں کے خون کی حفاظت کی خاطر یہ عدم تشدد کی پالیسی اپنائی گئی اور خون ریزی سے بھی محفوظ رہے۔ دعوت صراط مستقیم کا دوسرا دور مکہ کی شہری آبادی سے باہر قبائل اور دور دراز علاقوں تک دعوت

Marfat.com
Marfat.com

پھیلانے کا شروع کیا گیا۔

اس کی ابتداء بھی نبی اکرم ﷺ نے خود طائف کا سفر اختیار کر کے کی تھی وہاں جتنا کام ہو سکا وہ ہوا۔ طائف سے واپسی پر مشرکین مکہ نے اپنی خو اور عادت نہ بدلی اسی ایذا رسانی بلکہ اس سے زیادہ مصائب کے پہاڑ توڑنے کے درپے ہو گئے کیونکہ آپؐ کے چچا ابوطالب کی فوتیدگی کی وجہ سے سرپرستی بھی ختم ہو چکی تھی تو آپ ﷺ نے دعوت پھیلانے کی خاطر ان صحابہ جن کی تربیت مکمل ہو چکی تھی اور ان کے بغیر مکہ میں تبلیغ کا کام بھی حالات کے مطابق جاری تھا کو مکہ سے باہر کے علاقوں میں دعوت پھیلانے کی خاطر' اور ساتھ یہ بھی حالات کا تقاضا تھا کہ ان لوگوں پر تشدد بھی بہت زیادہ ہو چکا تھا اس سے بھی کچھ نجات مل جائے گی' ایک وفد کو حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کی اجازت دیدی اس ہجرت سے ایک تو ان مصیبت زدہ افراد کو کچھ سکون ملے گا اور دوسرا تبلیغ صراط مستقیم کا راستہ ہموار ہو جائے گا اس وفد کو حبشہ کی طرف اس لئے بھیجا کہ وہاں کے حاکم انسان دوست تھے ان کا نام اصحمہ نجاشی تھا اپنے ملک میں انصاف اور عادلانہ انتظام چلانے میں مشہور تھے۔ اور یہ پہلی ہجرت تھی جو اسلام کے لئے تاریخی حیثیت کی حامل ہے۔ اس ہجرت کرنے والے گروہ میں بارہ افراد مرد شامل تھے اور چار عورتیں بھی شریک تھیں ان کے سربراہ یا امیر حضرت عثمان کو مقرر کیا گیا ان کے ہمراہ آپؐ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ بھی تھی۔

اس وفد کو رات کی تاریکی میں خفیہ طور پر رخصت کیا گیا۔ راز داری کا مقصد یہ تھا کہ مشرکین مکہ کو علم نہ ہو جائے۔ بحر احمر کی بندرگاہ شعیبہ پر ان کو دو کشتیاں اتفاقاً" موجود ملی تھیں ان میں سوار ہو کر سمندر پار حبشہ کے علاقہ میں چلے گئے بعد میں قریش کو علم ہوا تو اس وفد کا پیچھا کیا گیا مگر وہ ان کی دسترس سے نکل چکے تھے۔ وہاں اس وفد کو بہت چین اور سکون سے وقت گذارنے کا موقعہ ملا۔ یہ اپنے ملنے والوں کو اپنے خیالات سے روشناس بھی

Marfat.com
Marfat.com

کراتے جاتے۔ نبی اکرم ﷺ جب طائف سے واپس مکہ میں آگئے تو پھر افراد کے علاوہ مکہ کے ارد گرد کے قبائل کو بھی دعوت توحید پرستی دینا شروع کی۔ پھر ان ہی دنوں میں ایام حج بھی آگئے دور دراز سے حجاج آنے لگے تو ایک قبیلہ جو حج کے لئے آیا تھا ان کے پاس تشریف لے گئے ان کو بھی اپنی دعوت سے روشناس کرایا۔ یہ قول امام زہریؒ کا ہے کہ جن قبائل کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے ان کے نام یہ ہیں بنو عامر بن معصعہ ،محارب بن خصفہ ، فزارہ ،غسان ، مرہ ،حنیفہ ، سلیم ، عبس ،بنو نفر ،بنو البکاء ، کلب ،حارث بن کعب ، حضارمہ ، مگر ان میں سے کسی نے بھی دعوت پر لبیک نہ کہا۔ اسی طرح آپؐ شب و روز اپنے فرض منصبی سے عہدہ برآہونے میں مصروف تھے۔ عموماً رات کی تاریکی میں مکہ سے باہر تبلیغ اور دعوت کے سلسلہ میں جایا کرتے تھے۔ تاکہ کوئی مشرک راستہ میں رکاوٹ نہ ڈالے۔ حسب معمول آپؐ ایک رات حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ کی معیت میں بنو ذہل ،بنو شیبان کے ڈیرے پر گئے ان سے ملاقات کی اور اپنی آمد کا مقصد بیان کیا ان لوگوں نے بڑے تحمل سے بات سنی مگر اسلام قبول نہ کیا۔

اس کے بعد آپؐ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ منیٰ کی گھاٹیوں میں سے گذر رہے تھے تو کچھ لوگوں کی باہم گفتگو سنائی دی انہوں نے سیدھا ان ہی کی طرف رخ کیا ملاقات ہونے پر دریافت کیا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم عربی ہیں اور قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں یعنی یہودی ہیں آپؐ نے بات کرنے کی دعوت دی اور بیٹھ گئے آپؐ نے توحید پرستی اور صراط مستقیم کی تعلیم سے روشناس کرایا تو ان میں سے ایک نے دوسرے ساتھی کی طرف دیکھ کر کہا کہ بھائی یہ تو وہی ہے جن کا حوالہ دے کر یہودی تم لوگوں کو دھمکایا کرتے ہیں بہتر ہے کہ ہم ان سے سبقت لے جائیں اور ان کی دعوت توحید کو قبول کر لیں چنانچہ اس گروہ نے دعوت توحید قبول کر لی یہ اپنی قوم کے سمجھدار اور صاحب فکر لوگ

Marfat.com
Marfat.com

تھے یثرب واپس جا کر حالات بیان کئے کہ مکہ میں ایسا ایک نبی آ چکا ہے جس کا حوالہ یہودی دیا کرتے تھے چنانچہ یثرب کے گھر گھر میں رسول اللہ کا چرچا ہونے لگا یہ گویا مدینہ میں اسلام کی پہلی روشنی تھی جو اس گروہ کے ذریعہ پہنچی (مدینہ) یثرب کا دوسرا نام ہے۔

دوسرے سال حج کے موقعہ پر یثرب سے جو وفد حج کے لئے آیا یہ مسلمان بھی آئے تھے تو انہوں نے اور ان کے ساتھ دو نئے آدمیوں نے جو کہ قبیلہ اوس سے تھے باقی سب قبیلہ خزرج جو مل ملا کر تقریباً" بارہ آدمیوں کا گروہ تھا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منی میں عقبہ کے پاس ملاقات کی۔ اس ملاقات میں انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے بیعت معاہدہ کیا کہ ہم آپؐ کی تعلیمات پر پورے اتریں گے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ بنائیں گے اور انہی لوگوں کے ساتھ اپنا ایک آدمی جن کا نام نامی مصعبؓ بن عمیر عبدی تھا بطور سفارت کار بھیجا تاکہ یثرب کے وہ لوگ جو ہمنوا ہوں ان کی تعلیم اور تربیت کا انتظام کرے گا۔ چنانچہ حضرت مصعبؓ نے اپنے سفارتی فرائض بخوبی نبھائے۔ انہوں نے اپنا قیام حضرت اسعد بن زرارہؓ کے گھر ہی کیا اور ان کے ذریعہ ہی حضرت سعدؓ بھی مسلمان ہوئے تھے جو کہ اپنی قوم بنی عبدالاشہل کے سردار تھے اور انہوں نے پھر اپنی سب برادری کو دعوت توحید پرستی کی دی اور مسلمان کرایا اسی طرح حضرت مصعب کی جدوجہد سے انصار کے ہر گھر میں سے کوئی نہ کوئی مسلمان ہو چکا تھا۔

مکہ کے اسی ظلم اور ستم کے ایام میں آپؐ کو واقعہ معراج بھی پیش آیا تھا جس میں عبادات کے سلسلہ میں پانچ نمازیں فرض کی گئی تھیں۔ معراج کے واقعہ کی تصدیق کرنے والے سب سے پہلے شخص حضرت ابوبکرؓ تھے ان کو جب مشرکین مکہ نے کہا کہ تمارا رہنما تو بتاتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی ہے اور آسمانوں پر گیا تھا' دوزخ اور جنت کے سب واقعات اور اپنے سفر معراج کی پوری رویداد سناتا ہے' یہ کیسی عجیب باتیں کرتا ہے' تو ابوبکرؓ نے فرمایا

Marfat.com
Marfat.com

اگر میرے آقا یہ کہتے ہیں تو پھر یقیناً" صحیح واقعہ بیان کرتے ہیں یہ سب کچھ ان کیساتھ پیش آیا ہو گا اس طرح آپ کو صدیق جیسا پیارا لقب نصیب ہوا۔ واقعہ معراج کے بعد مخالفت کا بازار مزید گرم ہوا مسلمانوں پر زندگی تنگ کرنے میں کوئی کسر مشرکین مکہ نے نہ چھوڑی اور بڑا صدمہ ان کو یہی تھا کہ ان کے دو بڑے بہادر نوجوان حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ مسلمان ہو چکے تھے۔ ان کی وجہ سے مکہ کے مشرکین کی کمر ٹوٹ چکی تھی تو اسی صدمہ کا اظہار کمزور مسلمانوں پر غصہ اور لعن و تشنیع کر کے نکالتے رہتے

دوسرے سال پھر حج پر یثرب کے لوگ حج کرنے جب آئے تو ان سے ملاقات کے لئے ایام تشریق میں جمرہ اولیٰ کے قریب کی گھاٹی میں ملاقات کا وقت مقرر ہوا تھا اس دفعہ تقریباً" ستر مسلمان جو کہ یثرب میں حضرت مصعب بن عمیرؓ اور اسعد بن زرارہؓ کی جدوجہد سے مسلمان ہوئے تھے آپؐ سے بیعت کرنے آئے تھے۔ چنانچہ وقت مقررہ پر رات کی تاریکی میں آپ ﷺ حضرت عباسؓ کی معیت میں ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ بیعت کرانے کے بعد ان کی تعلیم و تربیت کے لئے مزید بارہ مسلمان نمائندے منتخب کئے گئے جو کہ یثرب میں اسلامی تعلیمات کی تبلیغ کے فرائض ادا کریں گے ان میں سے نو مسلمان قبیلہ خزرج کے تھے اور تین قبیلہ اوس کے تھے۔ یہ اپنے اپنے قبائل میں حضور ﷺ کی نمائندگی کریں گے۔

یہ نیا معاہدہ جو کہ رات کی تاریکی میں ہوا تھا بالکل خفیہ اور راز داری سے اپنے انجام کو پہنچا تھا۔ اس کی خبر اچانک مشرکین مکہ میں پھیل گئی۔ چونکہ اس مشورہ میں جنگی نوعیت کے شرائط بھی طے ہوئی تھیں اور بعض خذرجی مسلمان چاہتے بھی تھے کہ ہم کل منیٰ میں مشرکین پر حملہ آور ہو کر ان کو مزہ چکھاتے ہیں۔ مگر حضور ﷺ نے ان کو روک دیا کہ ہمارا مقصد خون خرابہ نہیں' پر امن طور پر تحریک چلانا ہے' اتنی جلد بازی کی ضرورت

Marfat.com
Marfat.com

نہیں، یہ ایک فوجی کمانڈر کا نقطہ نظر بھی تھا۔ کہ حملہ کے لئے حالات کا انتظار بھی کرنا ضروری ہوتا ہے جب اس خفیہ معاہدہ کے شریک اصحاب بکھر گئے تو دوسرے دن مشرکین نے ان کے ڈیروں پر جا کر احتجاج کیا کہ تم یثربی جو کام کر رہے ہو یہ تمہارے لئے مناسب نہیں کہ یہاں آ کر ہمارے مخالف فریق کا ساتھ دو اور ہمارے پر امن معاشرہ مین فساد پھیلاؤ۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ایسی کوئی تجویز ہمیں تو نہیں معلوم معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

چند روز کی تحقیق اور تفتیش کے بعد سرداران قریش مکہ کو معلوم ہو گیا واقعی گفت و شنید ہوئی تھی۔ انصار نے قریش مکہ پر حملہ کرنا تھا مگر اب تک انصاری مکہ کی حدود سے نکل چکے تھے ان کا پیچھا کیا گیا ان میں سے دو آدمی ان کے ہاتھ لگے ان میں سے بھی ایک منذر بن عمروؓ تیز رفتاری کی وجہ سے ان سے نکل بھاگے اور دوسرے سعد بن عبادہؓ کو پکڑ لیا گیا ان کے ہاتھ کمر پر باندھ دیئے گئے کجاوے کی رسی کے ساتھ دور سے مارتے پیٹتے لے کر آ گئے۔ مگر مطعم بن عدی اور حارث بن حرب نے ان کو بھی چھڑا لیا کیونکہ یہ دونوں جب تجارت کے لئے یثرب کی طرف جاتے تو سعد بن عبادہؓ کے گھر ٹھہرا کرتے تھے۔ اور انہی کی پناہ میں کاروبار کرتے تھے اس لئے ان کی سفارش پر سعد بن عبادہ کو چھوڑ دیا گیا۔

ان حالات میں یثرب کے انصار مسلمانوں سے مکہ کے مسلمانوں کے تعلقات کافی حد تک استوار ہو چکے تھے مجبور اور ظلم و ستم رسیدہ مسلمانوں کے دکھوں اور مصیبتوں پر بھی پریشان رہتے اور یہ تعلقات محض ہم خیال ہونے یعنی ایمان باللہ، ایمان بالرسول اور ایمان بالکتاب میں شریک ہونے کی وجہ سے استوار ہوئے تھے۔

شہری مسلمانوا) کے جذبات کے سہارے ہی نبی اکرم ﷺ نے مکہ کے مظلوم اور مصیبت زدہ مسلمان جن کی تربیت بھی مکمل ہو چکی تھی اور ان کی یثرب میں دوسرے لوگوں

Marfat.com
Marfat.com

سے میل ملاپ سے جدید نظریات کے پھیلنے کے امکانات بھی روشن ہو رہے تھے اس لئے ان کو ہجرت کرنے کے اجازت دے دی گئی۔ مہاجرین کو رخصت کرنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین سے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے نئے وطن کو دکھا دیا ہے جو کہ لاوے کے دو پہاڑوں کے درمیان واقع نخلستانی علاقہ ہے۔ جب مہاجرین نے روانگی اختیار کرنی چاہی تو ان کے راستے میں قسم قسم کی رکاوٹیں کی جاتی رہیں کبھی رشتہ داری، کبھی مالک ملازم اور غلام کی اور کبھی اپنے سابقہ احسان جتانے اور بعض پر زبردستی بھی کی گئی مگر جانے والے بالآخر چلے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ارادہ کیا کہ میں بھی چلا جاؤں نبی ﷺ سے اپنے ارادہ کا اظہار کیا تو آپؐ نے فرمایا ابھی نہیں انتظار کرو شائد مجھے ہجرت کی اجازت مل جائے اور دونوں اکٹھے سفر کریں تو ابوبکر صدیقؓ رک گئے ان کے پاس دو اونٹنیاں تھیں ان کو خوب چارہ وغیرہ کھلا کر پالا اور سفر کی تیاری میں لگے رہے یہ اس وقت کی بات ہے جب اکثر بلکہ تمام مسلمان مکہ سے نکل چکے تھے صرف یہ دو شخصیتیں رہ گئی تھیں یا وہ مسلمان ہجرت سے رہ گئے جن کے مالک یا رشتہ دار مکہ سے نکلنے نہیں دیتے تھے۔ مہاجرین کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک نئے وطن کا انتظام فرما دیا اور یہ مقام یعنی یثرب کا علاقہ بھی ایسا تھا جہاں سے اکثر مکہ کے تجارتی قافلے گذرا کرتے تھے اور انہی قافلوں میں بعض افراد ان مہاجرین کے رشتہ دار اور واقف کار پچھلے دور جاہلیت کے یار دوست قسم کے لوگ بھی آتے جاتے تھے ان کے ذریعہ مہاجرین کو مکہ کے حالات سے آگاہی بھی ہو جاتی۔ پیغامات کا سلسلہ بھی خفیہ طور پر جاری رہتا اور اپنے حالات سے بھی حضور اکرم ﷺ کو اطلاع دینے کے انتظامات قدرتی طور پر ہو گئے۔ یہ سب سہولتیں صرف اس لئے اللہ تعالیٰ نے غالباً" ان بے کس اور مصیبت زدہ مہاجرین کو مہیا کر دی تھیں کہ انہوں نے محض اللہ تعالیٰ کے دین کے غلبہ کی خاطر مشرکین کی اذیتیں برداشت کیں اور عدم تشدد کی پالیسی

Marfat.com
Marfat.com

اپنا کر محاذ آرائی کا طریقہ چھوڑ دیا تھا اب ان کی خواہش اگر تھی تو وہ یہی تھی کہ کسی طور نبی اکرم ﷺ بھی یثرب میں آ جائیں

مشرکین مکہ کی تشویش

جب مسلمانوں نے ترک وطن کا طریقہ اپنایا اور اوس و خزرج نے ان کو پناہ دیکر ایک نیا وطن مہیا کرنے کا ساتھ بھی دیدیا تو پھر سرداران مشرکین مکہ تو فکر اور پریشانی میں مبتلا ہو گئے کہ یہ کیا ہو گیا! یہ تو آئندہ ہمارے لئے کاروباری رکاوٹ کا ذریعہ بھی بن سکتے ہیں کیونکہ اسی راستہ سے مکہ کی تجارت کا دارومدار تھا ان سرداران قریش کو یہ بھی معلوم تھا کہ محمدؐ کے اندر کمال درجہ کی قیادت و راہنمائی کے ساتھ ساتھ انتہا درجہ کی قوت و تاثیر بھی موجود ہے پھر آپؐ کے انقلابی گروہ میں عزیمت و استقامت اور جذبہ فداکاری پایا جاتا ہے اور اسی کے ساتھ ان کے ہمدرد یثرب کے قبائل اوس اور خزرج کی جنگی صلاحتیں کس سے پوشیدہ ہیں اور پھر اتنے طویل عرصہ کی آپس کی دشمنیاں اور لڑائی کیسے صلح و صفائی سے ختم کر کے یک جان و دو قالب بن گئے۔

انہیں یہ احساس بھی مار رہا تھا کہ یثرب کی جغرافیائی حیثیت کتنی اہمیت کی حامل ہے کہ یمن سے شام تک بحر احمر کے ساحل سے ان کی جو تجارتی شاہراہ گزرتی ہے اس شاہرہ کے اعتبار سے مدینہ فوجی اور جنگی اہمیت کے کس قدر حساس اور نازک مقام پر واقع ہے در آں حالیکہ کئی سالوں سے صرف مکہ والوں کی سالانہ تجارت تقریباً ڈھائی لاکھ دینار سونے کے تناسب سے ہوا کرتی تھے۔ طائف والوں کے ساتھ لین دین کا کاروبار الگ تھا یہ تمام فوائد اہل مکہ تب حاصل کر سکتے کہ تجارتی شاہرہ یثرب والی پر امن رہے۔ اس صورت حال پر جب مشرکین مکہ کے سرداروں نے غور و فکر کیا تو ان کو جان کے لالے پڑتے محسوس ہونا شروع ہو گئے۔ یثرب میں اسلامی قوت نے جب اپنی جڑیں مضبوط بنا دیں تو مکہ والوں کے لئے کتنی

Marfat.com
Marfat.com

مشکلات ہوں گی چونکہ مشرکین کو اس گمبھیر خطرے کا پورا پورا احساس ہو گیا تھا جو ان کے سروں پر منڈلانے کے لئے پر تول رہا تھا اس لئے انہوں نے کوئی مستقل طریقہ سوچنا چاہا کہ ہمیشہ کے لئے اس کا سد باب ہو سکے اور یہ کسی ایک شخص کے بس میں نہ تھا کہ وہی کوئی حل سوچے اس لئے اجتماعی سوچ کا پروگرام بنانے کے لئے قوم کے تمام سرداروں کا اجلاس بلانے کا فیصلہ ہوا۔

مشرکین کا پارلیمانی اجلاس

قصی بن کلاب کے تعمیر کردہ پارلیمنٹ ہاؤس (دارالندوہ) میں اکابرین قریش کا اجلاس جب شروع ہوا تو اسی دوران ایک سفید ریش بزرگ صورت پارلیمنٹ کے دروازہ پر آن کھڑا ہوا لوگوں نے ایک دوسرے سے دریافت کیا کہ یہ صاحب کس قبیلہ کے سربراہ ہیں جو اجلاس میں شریک ہونے کے خواہش مند ہیں یہ تعجب اور پریشانی اس لئے ہوئی کہ مکہ کے ارد گرد قبائل کے سردار کوئی غیر معروف اور مجہول قسم کے افراد تو تھے نہیں کہ ان کو کوئی پہچان نہ سکے۔ اسمبلی کے محافظین نے انکوائری شروع کی کہ جناب آپ کس قبیلہ کے سردار یا سربراہ ہیں ؟ تو اس شخص نے کہا کہ میں دراصل نجد کا ایک معزز شیخ ہوں مجھے آپ کے پروگرام کے اطلاع ہوئی تو میں نے سوچا چلو اتنے بڑے بڑے لوگ مثلاً" ابو جہل ' جبیر بن معطم ' شیبہ بن ربیعہ ' عتبہ بن ربیعہ اور ابو سفیان بن حرب 'نضر بن حارث ابوالبختری بن ہشام 'زمعہ بن اسود 'حکیم بن حزام ' بیہ بن حجاج ' مبہ بن حجاج 'امیہ بن خلف ' جیسے اکابرین جو کہ ہر ایک اپنے اپنے قبیلہ کا سربراہ ہے ایسے قیمتی مشورے اور محفل میں شریک ہونا بڑی غنیمت کی بات ہے اور بہت ممکن ہے کہ کوئی آپ لوگوں کے فائدہ کے لئے میں بھی کوئی مشورہ دے سکوں اس لئے حاضر ہو گیا ہوں ۔ ان کی ظاہری شکل اور صورت جو کہ ایک عبا پہنے ہوئے تھا ان کو بھی اس خصوصی اجلاس میں شرکت کی اجازت مل گئی اور یہ شریک محفل ہو

Marfat.com
Marfat.com

گیا اپنے چکنی چپڑی باتوں کی وجہ سے تمام حاضرین کی توجہ کا مرکز بھی بن گیا۔

ایجنڈا

چونکہ یہ اجلاس پارلیمانی طرز کا تھا اس لئے غالباً" اجلاس کی صدارت ابو جہل کو کرنا پڑی ہو گی۔ ایجنڈا وہی تھا کہ مکہ کی تجارت اور کاروبار کو یثربی گروپ سے کس طرح محفوظ بنایا جا سکتا ہے۔

پہلی تجویز

ہر ایک نے اپنی اپنی رائے پیش کرنا شروع کی۔ پہلے ابوالاسود نے اپنی یہ تجویز پیش کی کہ ہم اس شخص کو جو تمام مسائل پیدا کرنے کا ذریعہ بنا ہے اپنے درمیان سے نکال دیں اور اپنے شہر سے جلا وطن کر دیں تو پھر ہمیں اس سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا جہاں اس کی مرضی وہاں رہے ہمارا معاملہ تو ٹھیک ہو جائے گا یثرب میں گئے ہوئے لوگ بھی ہمارے ساتھ مل جائیں گے ہمارے اختلافات خود بخود ختم ہو کریگانگت کی پہلی والی حالت پیدا ہو جائیگی۔

نکتہ اعتراض

اس تجویز پر شیخ نجدی نے پارلیمانی آداب کے مطابق نقطہ اعتراض اٹھایا کہ نہیں ایسا کرنا قومی اور ملکی مفاد کے خلاف ہے خدا کی قسم یہ مناسب رائے نہیں ہو سکتی تم لوگ دیکھتے نہیں کہ اس شخص کی بات کتنی عمدہ اور بول کتنے میٹھے ہیں اور وہ جو کچھ پیش کرتا ہے اس کے ذریعہ کس طرح لوگوں کے دل جیت لیتا ہے۔ خدا کی قسم! تم لوگوں نے اگر ایسا کیا تو کچھ اطمینان نہیں کہ وہ عرب کے کسی قبیلے میں نازل ہو اور انہیں اپنا پیروکار بنا لے اور پھر تمام مل کر تم پر یورش کر جائیں اور تم کو تمہارے شہر میں ہی روند کر تباہ کر دیں اور کوئی موزوں تجویز سوچو۔

Marfat.com
Marfat.com

دوسری تجویز

پہلی تجویز مسترد ہونے کے بعد دوسری تجویز ابوالخبری نے پیش کی اس نے کہا کہ اسے لوہے کی بیڑیوں میں جکڑ کر قید کر دیا جائے اور باہر سے دروازہ بند کر دو پھر اس کے انجام (موت) کا انتظار کرو جیسے کہ اس سے پہلے دوسرے شاعروں کے ساتھ مثلاً" زہیر اور نابغہ وغیرہ سے کیا گیا تھا

نکتہ اعتراض

شیخ بخدی نے پھر اعتراض اٹھایا کہ ایسا کرنا بھی تمہارے مفاد میں نہیں ہے کیونکہ اس کے ساتھی اچانک حملہ آور ہو کر اس کو تمہاری قید سے نکال کر لے جائیں گے اور پھر مزید طاقت اکٹھی کر کے تم پر دھاوا بول دیں گے لہٰذا اور کوئی مناسب تجویز لاؤ چھوٹی بڑی تجاویز تقریباً" ہر ممبر پارلیمنٹ نے پیش کیں لیکن کسی پر اتفاق نہ آنے دیا۔ جب دیر تک بحث مباحثہ میٹنگ میں گزری تو سپیکر اسمبلی نے سب کو خاموش کر دیا پھر اپنی طرف سے ایک تجویز پیش کی۔

تیسری تجویز

سپیکر اسمبلی ابو جہل نے کہا کہ مذکورہ شخص کے متعلق میری تجویز یہ ہے کہ ہم ہر قبیلے سے ایک مضبوط 'صاحب حیثیت اور سجیلا جوان منتخب کر لیں پھر ہر ایک جوان کو ایک تیز تلوار دیں اس کے بعد سب کے سب اس شخص کا رخ کریں اور اس طرح یکبارگی تلواریں مار کر قتل کر دیں جیسے ایک ہی آدمی نے تلوار ماری ہو یوں ہمیں اس شخص سے نجات مل سکتی ہے اس قتل کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اس شخص کا خون سارے قبائل میں بکھر جائے گا اور پھر بنو عبدمناف سارے قبیلوں سے جنگ بھی نہ کر سکیں گے لہٰذا یہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں

Marfat.com
Marfat.com

گے اور ہم دیت ادا کر دیں گے۔ اس کے بعد سپیکر اسمبلی نے پارلیمنٹ سے رائے طلب کی تو تمام ہاؤس نے اتفاق کا اظہار کیا اور شیخ بجدی جو کہ ہر ایک کے کام میں ٹانگ اڑا دیتا تھا نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا اور کہا کہ بھائیو! اس تجویز پر عمل در آمد کرنے میں دیر نہ کرو ورنہ کھیل بگڑ جائے گا اس طرح مشرکین آپ کو ختم کرنے کا پروگرام تیار کرنے کے انتظامات میں لگ گئے۔ اور جو شیخ بجدی تھا یہ اصل میں ابلیس لعین تھا جس نے اپنے مشرکین بھائیوں کا ساتھ دیا۔ مشرکین مکہ کے اس اجتماعی فیصلہ سے معلوم ہوا کہ ان کے حواس جواب دے چکے ہیں اسی لئے آخری فیصلہ قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے ورنہ پچھلے صراط مستقیم کے دو دوروں میں انہوں نے یہ سمجھا تھا کہ یہ تحریک چند لوگوں کی اپنی صوابدیدی رائے ہے ہ اس طرح انفرادی محاذ آرائی اور رکاوٹوں کی کوشش کے نتیجہ میں خود بخود دب جائے گی ان چند افراد کو اگر ان لوگوں نے ورغلا بھی لیا تو اتنی بڑی قوم اور عرب کے دینی نظریات جو کہ صدیوں سے ان میں جڑ پکڑے ہوئے ہیں ان پر کیا اثر پڑ سکتا ہے اس لئے ان کے لئے اتنی سزا ہی کافی ہے کہ چین سے بیٹھنے نہ پائیں مگر مہاجرین کے یثرب جانے اور وہاں مستقل قیام کرنے اور پھر اوس و خزرج جیسے جنگجو قبیلوں کا تعاون انکو جب حاصل ہوا تو پھر ان کے حوصلے جواب دے چکے اور اسی حواس باختگی کا تقاضہ تھا کہ یہ اس تحریک کے روک تھام کے لئے کوئی اجتماعی اور مستقل حل تلاش کریں اور جب قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے تو اس بات کا نتیجہ تھا کہ مجموعی طور پر نظریات کے لحاظ سے شکست سے دوچار ہو گئے۔ ان کے دفاعی ذرائع ناکام ثابت ہو رہے ہیں اسی لئے پوری قوم مشتعل ہو کر آخری حربہ استعمال کرنا چاہتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے صراط مستقیم کے نظریہ کی تبلیغ کرنے والی شخصیت کی حفاظت بھی کرنا تھی چنانچہ جبرائیل امین کے ذریعہ نبی ﷺ کو مکہ سے ہجرت کرنے کی ہدایت کر دی اور ساتھ یہ بھی وضاحت کر دی کہ آج رات آپ کو اپنے روز

Marfat.com
Marfat.com

مرہ کے بستر پر سونا نہیں ۔ اسی وحی اور ہدایت کی روشنی میں آپ ؐ دوپہر کے وقت اپنے رفیق اور جگری دوست جس نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کی تھی کے گھر تشریف لے گئے حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ آپ ؐ سر پر کپڑا ڈالے خلاف توقع اور معمول دوپہر کے وقت ہمارے گھر تشریف لائے اور حضرت ابوبکر ؓ سے فرمایا کہ تخلیہ کی ضرورت ہے۔ جب تخلیہ ہو گیا تو آپ ؐ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے آج رات مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت دیدی ہے لہٰذا آج رات کو ہم نے مکہ کی آبادی چھوڑ دینا ہے اس مشورہ کے بعد آپ ؐ واپس تشریف لے گئے تو حضرت ابوبکر ؓ نے سفر کی تیاری شروع کر دی اپنی دونوں اونٹنیوں کو تیار کر لیا راستہ کا زاد راہ بھی تیار کر لیا اور پھر رات ہونے کی انتظار میں تھے کہ کب اندھیرا ہوتا ہے کہ ہجرت کا سفر شروع کیا جائے آج ہی کی رات مکی زندگی اور صراط مستقیم کیلئے جدو جہد کرنے کے تیسرے دور کا اختتام تھا۔ پہلے دور میں خفیہ انفرادی تبلیغ کا طریقہ تھا۔ دوسرے دور میں جو مسلمان ہو چکے تھے ان کی تربیت اور مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کا دور تھا اور پھر تیسرا دور مکہ کی آبادی سے باہر کے قبائل کے علاوہ یثرب تک تبلیغ کا حلقہ پھیلانے کا تھا اور اس کے لئے ہجرت کا طریقہ اپنایا گیا جو کہ آخری قافلہ آج کی رات روانہ ہونا تھا۔

مشرکین مکہ نے بھی آج ہی کی رات کو اپنے متفقہ فیصلہ پر عمل درآمد کرنا تھا چنانچہ وقت مقررہ پر ان کے تیار کردہ پر جوش نوجوان اور پھرتیلے جسموں والے افراد جن میں قوم کے سردار ابوجہل ‘ابولہب ‘ ابی بن خلف ‘ بیہ بن حجاج اور عقبہ بن ابی معیط ‘حکم بن عاص ‘نضر بن حارث‘ امیہ بن خلف ‘زمعہ بن الاسود‘ طعیمہ بن عدی‘ مبہ بن حجاج جیسے نوجوان شمشیر زن اکٹھے ہو گئے تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ کب اندھیرا چھائے اور پھر اندھیری رات میں آپ ؐ کے گھر پر حملہ اور شبخون مارا جائے ۔ جب رات کا اندھیرا چھانے لگا تو چھاپہ

Marfat.com
Marfat.com

مارنے کی تیاری شروع کی پروگرام یہ طے کیا گیا کہ گھر کے باہر چھپکے بیٹھے رہیں گے جب فضاء میں خاموشی چھا جائیگی تو یکبارگی حملہ کر دیا جائے گا۔

آخری شبخون کی تیاری

چھاپہ مار پارٹی آپ ﷺ کے گھر باہر دروازہ پر گھیرا ڈال کر بیٹھ گئی اس انتظار میں تھے کہ آپؐ کب سوتے ہیں۔ اس پارٹی کو اپنے پروگرام کو پایہ تکمیل پر پہنچانے کا پورا پختہ یقین تھا کہ اب معاملہ ختم کر دیا جائے گا چھاپہ مار پارٹی کا لیڈر ابوجہل تھا اس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ یہ تو ہم کو مکہ کی اور تمام عرب علاقہ پر حکمرانی کی پیشکش کر رہا تھا دیکھو آج اس کا انجام کیا ہوتا ہے اس کو بتاتے ہیں کہ کس طرح تم ہم کو حکومت دیتے ہو۔ بہرحال یہ پارٹی آدھی رات ہونے کا انتظار کر رہی تھی

آپؐ نے اسی وقت جبرائیل امین کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے حضرت علیؓ کو ہدایت کی کہ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور میری ہی چادر اپنے اوپر ڈال لو یہ ہدایت دیتے ہوئے فرمانے لگے بے فکر ہو کر چپکے سے لیٹے رہو ان کے ہاتھوں سے تم کو کوئی گزند نہیں پہنچے گی اس کے بعد آپؐ باہر تشریف لائے چھاپہ مار پارٹی کی صفیں اور گھیرے کو توڑتے ہوئے ہر ایک کے سر پر سنگریزوں کی ایک ایک مٹھی ڈالتے ہوئے نکل آئے اور پھر حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے حضرت ابوبکرؓ کے گھر میں داخل ہونے کے بعد دونوں گھر کے پچھلے حصہ میں ایک کھڑکی کے راستہ سے باہر نکلے دروازہ پر دو اونٹنیاں تیار کھڑی تھیں ان پر سوار ہو کر یمن کے راستہ پر روانہ ہو گئے چند میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک پہاڑی میں واقعہ ثور نامی غار میں روپوش ہو گئے۔ ادھر چھاپہ مار پارٹی جو مکمل تیاری کر کے انتظار میں تھی کہ کب آدھی رات کا اندھیرا ہو کہ ہم کام شروع کریں چونکہ تمام دن تیاری میں

Marfat.com
Marfat.com

لگے رہے تھے اور پھر رات میں دروازہ پر چھپ کر بیٹھے بیٹھے نیند نے آلیا۔ جب نبی اکرم ﷺ گھر سے دروازہ کے راستہ سے باہر آئے تو سب نگوڑھے ہوئے بیٹھے تھے۔ آپؐ نے ان کے پاس سے گزرتے ہوئے ان کے ہر ایک کے سر پر سنگریزے رکھتے چلے آئے۔ کافی دیر انتظار کے بعد ایک دوسرا غیر متعلق شخص ادھر سے گزر رہا تھا اس نے اتنے زیادہ آدمیوں کو رات کے وقت بیٹھے ہوئے دیکھا تو ان سے پوچھا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو اس کو جواب دیتے ہوئے بتایا گیا کہ ہم محمد کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں اس شخص نے بتایا وہ تو کافی دیر سے یہاں سے نکل کر چلے گئے ہیں اور جاتے ہوئے تمہارے سروں پر مٹی ڈال کر گئے ہیں پھر ان لوگوں نے اپنے سروں سے مٹی جھاڑ کر گرا دی اور آپؐ کے دروازہ کی درز سے جھانک کر اندر دیکھا تو ایک آدمی بستر پر لیٹا ہوا ہے پھر اندر جا کر چادر اٹھائی تو وہاں حضرت علیؓ لیٹے ہوئے تھے ان سے پوچھا گیا کہ محمد کہاں ہیں تو کہنے لگے ادھر ادھر تلاش کرو۔ ان کو خیال آیا کہ یہ ضرور یثرب کے راستہ پر چلے گئے ہوں گے جو مکہ سے شمال کی جانب تھا تو اسی راستہ پر دوڑ بھاگ شروع کی اور آپؐ معہ اپنے ہمراہی کے جانب یمن جو کہ جنوب کی سمت راستہ تھا پر چلے گئے مکہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر غار ثور کی پہاڑ کے دامن تک پہنچے تو تھکاوٹ اور پریشانی کے باعث اور راستہ بھی پتھریلا تھا آپؐ کے پاؤں بھی کچھ زخمی ہو چکے تھے غار میں روپوش ہونے کے لئے پہاڑ پر چڑھنے لگے یہ دشوار گزار پہاڑی تھی اور پھر آپ کے پاؤں بھی زخمی ہو چکے تھے تو آپؐ کو حضرت ابوبکرؓ نے اپنے کندھوں پر سوار کرا کر اوپر پہنچایا پھر غار کی صفائی کرنے کے بعد آپؐ کو غار میں جانے دیا دونوں دوست غار میں روپوش ہو گئے۔

ادھر چھاپہ مار پارٹی بھی تلاش میں بھاگ دوڑ کر رہی تھی تلاش کرتے ہوئے اس پہاڑی پر بھی آگئے غار کے دھانہ پر کھڑے ہی ادھر ادھر دیکھ رہے تھے کسی ایک نے کہا کہیں اس غار

Marfat.com
Marfat.com

میں نہ ہوں جب غار کے دہانے کی طرف دیکھا تو اس پر مکڑی نے اپنا جالا بنایا ہوا تھا دوسرا کہنے لگا اگر اس غار میں جاتے تو لازماً" یہ مکڑی کا جالا ٹوٹ پھوٹ چکا ہوتا چلو یہاں نہیں ہیں اور کسی طرف چلتے ہیں اور پھر چل پڑے۔ چھاپہ مار پارٹی کو تلاش کرنے کے بعد جب یقین ہو گیا کہ آپؐ ان کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں تو گویا جھنجلاہٹ اور جنون کے شکار ہو گئے اور اس غصہ کو نکالنے کے لئے ان کے سامنے صرف ایک ہی شخص رہ گیا تھا وہ شخصیت حضرت علیؓ کی تھی ان کو پکڑا گیا اور گھسیٹ کر خانہ کعبہ میں لے آئے مار کٹائی کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ان سے بھاگے ہوئی اشخاص کا پتہ معلوم ہو سکے جب مایوسی ہوئے تو مزید تفتیش کے لئے حضرت ابوبکرؓ کا دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ برآمد ہوئیں ان سے پوچھا گیا کہ تمہارے باپ کہاں ہیں انہوں نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم اس جواب کو سنتے ہی ابوجہل نے ہاتھ اٹھا کر ان کے رخسار پر زور کا تھپڑ مارا جس سے ان کے کان کی بالی تک گر گئی۔

ناکامی کے بعد پھر مشرکین مکہ نے ایک ہنگامی اجلاس بلایا جس میں طے کیا گیا کہ ان دونوں کو جہاں بھی ملیں گرفتار کر لیا جائے اور ساتھ یہ اعلان بھی کرایا گیا کہ ان دونوں کو جو شخص بھی زندہ یا مردہ گرفتار کرائے گا اس کو انعام میں ایک سو اونٹ دیئے جائیں گے۔ اس لالچ کی وجہ سے سوار اور پیدل' پاؤں کے نشانات کے ماہر کھوجی سب لوگ پہاڑوں راستوں اور وادیوں میں تلاش کرنے میں مصروف ہو گئے مگر ان کے ہاتھ بغیر افسوس اور ناکامی کے کچھ نہ آیا۔

تاریخ انسانیت میں اعلیٰ قیادت کی شجاعت کا مظاہرہ

مکی زندگی میں نبی اکرم ﷺ نے جن کٹھن حالات میں تن تنہا تمام قوم (اپنوں اور

Marfat.com
Marfat.com

غیروں) کے جدی پشتی مشرکانہ دینی نظریات اور عقیدہ کے خلاف ایک نئے دین صراط مستقیم کی دعوت پیش کی اور اس کے رد عمل میں جو برتاؤ قوم نے آپؐ سے کیا اس کی نظیر مشکل ہی ملے گی۔ پھر اس بے سروسامانی کے ہوتے ہوئے محض اپنے اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر ایک ایسا انقلابی گروہ بھی تیار کیا جو ہر مشکل اور ہر اذیت جسمانی اور روحانی کو برداشت کرنے میں اپنی مثال آپ ہی تھا۔ اور جب ان کی ٹریننگ مکمل ہو چکی' ان کی خود اعتمادی کو چار چاند لگ گئے تو پھر دوسرا امتحان یہ دینا پڑا کہ ترک وطن' اپنے گھر' اپنے عزیز واقرباء' اپنا کاروبار اور دوست احباب سب کچھ بغیر کسی لالچ اور معاوضہ کے محض اپنے رب کی خوشنودی اور رضا کی خاطر جس کا ان اتنا اعتماد ہو گیا تھا جس کو عین الیقین کا درجہ ہی کہا جاسکتا ہے چھوڑ چھاڑ کر یثرب میں مہاجرانہ زندگی اختیار کی۔

اعلیٰ قیادت کو جب اطمینان ہو گیا کہ نئے وطن میں اطمینان سے کام شروع ہو چکا ہے اور کوئی خاص محاذ آرائی بھی نہیں بلکہ مقامی آبادی میں بھی کچھ نیک روحیں متاثر ہو کر تبلیغ کے کام میں تعاون کر رہی ہیں تو پھر فطرتی طور پر خواہش پیدا ہوئی کہ یثرب کے باسی جو منتقل ہونے کی دعوت دے رہے ہیں اس پر عمل کیا جائے۔ مگر یہاں تو ذاتی خواہش سے مسائل طے ہونے کا دستور ہی ناپید تھا بلکہ جو بات بھی کرنا ہے اس کا دارومدار وحی پر ہونا ہے چونکہ مکہ سے ابھی منتقل ہونے کا حکم نہیں آیا تھا اور اسی انتظار میں ہیں کہ کب اجازت ملے۔ اور پھر جب بذریعہ جبرائیل علیہ السلام مکہ چھوڑنے کی اجازت مل گئی تو اپنے رفیق اور دوست کو ہم سفر بنانے کے لئے مشورہ ہوا۔ اور رات کی تاریکی میں نکلنے کا پروگرام طے ہوا۔

بے مثال خود اعتمادی

جب ہجرت کرنے کی اجازت ملی تو گھر سے باہر نکلنے سے پہلے نہ کسی قسم کے ہتھیار کی

Marfat.com
Marfat.com

ضرورت محسوس کی اور پھر معلوم بھی ہو چکا ہے کہ دشمن نے مکان کو گھیرے میں لیا ہوا ہے جو کہ سب مسلح ہیں مگر آپ ؐ کے ہاتھ میں چھڑی تک نہیں جس سے اپنی حفاظت کا کام لے سکیں خاموشی سے نکلتے ہیں تو آگے دشمن سرگریباں شمشیر بکف بیٹھے ہوئے ہیں خود اعتمادی اور بہادری 'شجاعت کی ایسی مثال تاریخ انسانیت نے ابھی تک نہیں پیش کی۔ کہ کوئی قائد انقلاب اتنا تہی دامن ہو کر جرات اور بے فکری سے دشمن کا سامنا کرے اور دشمن کو اتنی جرات بھی نہ ہو کر وہ ٹس سے مس ہو اور پھر یہ شان بھی اس انقلابی شخصیت کی دیکھیں کہ ان سے گزرتے ہوئے ہر ایک کے سر پر سنگریزے رکھتے ہوے جارہے ہیں تاکہ ان کو بعد میں احساس تو ہو کہ واقعی اسی راستہ سی گزر کر چلے گئے ہیں اور ہم کچھ بھی نہیں کر سکے۔ سنگریزوں کے رکھنے کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ کہیں یہ اپنے سرداروں اور قبیلوں کے سامنے یہ نہ کہہ دیں کہ ان کو تو عیسیٰ علیہ السلام کی طرح گھر کے اندر سے آسمان پر اٹھا دیا گیا تھا اس لئے وہ محفوظ ہو گئے اور ہم ناکام رہ گئے مگر قدرت نے ان جانباز اور بہادر جنگجو مشرکین کو اپنی قوم کے سامنے صرف ایک شخص کو نہ پکڑ سکنے کے شرمندگی کے داغ سے داغدار کرنا تھا اور تمام مشرکین کو شرمندگی سے دوچار کرنا تھا کہ آپ ؐ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے نہ تو ان کے پاس توپ 'تلوار تھی اور نہ ہی ان کے ساتھ کوئی باڈی گارڈ دستہ تھا جو ان کو بحفاظت نکال کر لے گیا۔ اور دشمنوں کو اپنے ہاتھ اپنے ہی دانتوں سے کاٹنے کے لئے چھوڑ گیا

یہ جرات بہادری اور بے مثال شجاعت بغیر کسی نظریہ کے پیدا نہیں ہو سکتی آپ ﷺ کو اپنے نظریات جو کہ صراط مستقیم کی صورت میں بذریعہ وحی ہدایت کئے گئے تھے ان پر بے پناہ اعتماد تھا اور اسی اعتماد کا پر تو آپ ؐ کے صحابہ کرام ؓ کی زندگیوں میں نمایاں نظر آتا ہے۔ اسی لئے آپ ؐ کا ارشاد ہے کہ میرے اصحاب مثل ستاروں اور نجوم کے ہیں ان میں سے

Marfat.com
Marfat.com

جس کی بھی اطاعت اور پیروی کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔ اپنے نظریات پر پورا پورا اعتماد اور پختہ عقیدہ ہی کامیابی کا ضامن بنتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی معیت میں غارِ ثور میں تین دن اور راتیں قیام پذیر رہے۔ ان دنوں میں صدیق اکبرؓ کے غلام جو دن میں بکریاں چراتے رہتے اور پھرتے پھراتے جب رات کا وقت ہوتا تو اپنی بکریاں غارِ ثور کے قریب لے آتے تو یہ دونوں بکریوں کا دودھ پی کر سیر ہو جاتے اور پھر صبح اندھیرے میں ہی اپنی بکریوں کو لے کر (عامر بن فہیرہ) جو کہ اس غلام کا نام تھا چلے جاتے۔ اسی طرح رات کے اندھیرے میں ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادے عبداللہ جو کہ اچھی سوجھ بوجھ رکھنے والے تھے بھی غارِ ثور میں آ جاتے اور مشرکین کے حالات اور گفتگو سے خبردار کر کے صبح سویرے ہی واپس چلے جاتے اور مکہ والوں میں مل جل کر رہتے تھے۔

مکہ ایک بین الاقوامی مشہور شہر ہے۔ اس میں مشہور پہاڑ بھی موجود ہیں، ان پہاڑوں کی بھی تاریخی حیثیت ہے۔ مکہ سے ہجرت کا مقصد وہی معلوم ہوتا ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے ہجرت کرنے کا موقعہ ملا وہ ہجرت بطور سزا نہ تھی بلکہ وہ اعزاز تھا جس سے خلافت کا تاج دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنی نمائندگی بخشنے کا اعزاز دینا تھا۔ اسی طرح مکہ سے ہجرت کا مقصد بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہی مشن جس کو آدمؑ نے نبھانا تھا اسی گم شدہ نظریہ کو دوبارہ تروتازہ کرانا تھا۔ آدمؑ کی ہجرت برائے خلافت الٰہیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی بندہ بشر کسی گناہ میں بشری حیثیت سے مبتلا ہو جائے اور پھر وہ توبہ تائب ہو کر راہ راست کو استقلال کے ساتھ اختیار کر جائے تو اس کی سابقہ نافرمانی کی سزا بھی قدرت معاف کر دیتی ہے بلکہ اسے مزید انعامات کا مستحق بھی قرار دیتا ہے کیونکہ اس نے گناہ کرنے سے جو منافع حاصل کئے ان کی لذت سے واقف بھی ہو کر تائب ہو گیا ہے تو یہ بڑی خوبی ہے بہ نسبت اس شخص کے جو گناہ کی لذت سے واقف ہی نہ تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

حصہ پنجم

انقلابی شخصیت کی تعلیمات کا اثر

انسان کامل' سردار دو عالم' سرور کونین' ہادی برحق' رہبر امن و اخوت' نبی آخرالزمان' طبیب دو جہاں' محمد عربی ﷺ کے پیغام کی روشنی جب عرب کے ریگزاروں سے پھیلی تو ظلم و جہالت میں ڈوبی ہوئی انسانیت کو جیسے لا علاج زخم کا مرہم' مرض کی دوا اور تپتے ہوئے صحراؤں میں پیاسوں کو ابر رحمت سے برسنے والی حیات بخش بارش مل گئی۔

لات و ہبل کے پجاری جو ہزاروں خداؤں اور سینکڑوں دیوی دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے اور کاہنوں کے ظلم و استحصال میں پھنس کر ان کے لئے سجدے کرتے اور منتیں' مرادیں پوری ہونے کی توقع کرتے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ کے توسط سے پہنچنے والے اس پیغام پر عمل پیرا ہوئے کہ تمام جہانوں اور ہر شے کا خالق اور عبادت کا معبود صرف اور صرف ذات واحد "اللہ" ہے تو ان کی غلامی کی ہزاروں زنجیریں اور خوف' ڈر کی سینکڑوں ہتھکڑیاں ٹوٹ گئیں۔

ہزاروں باطل خداؤں اور دیوی دیوتاؤں کے پوجنے اور ان سے ڈر ڈر کر زندگی گزارنے والوں کو بتا دیا گیا کہ وہ ان سب کی غلامی اور محکومی سے آزاد ہیں۔ ان کا کوئی وجود ہی نہیں اور عبودیت اور عبادت' پرستش' اطاعت صرف ایک اللہ کی کرنی ہے اس کی ذات ازل سے ابد تک قائم اور دائم ہے' وہ حاکم اور قادر مطلق ہے' نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے' اور نہ اس کی صفات میں کوئی شریک ہو سکتا ہے۔ اس توحیدی دعوت اور بصیرت افروز تعلیم نے عرب کے صحرا نشینوں کو وہ قوت اعتماد' جلال و جمال عطا کیا کہ آن کی آن میں وہ سمندروں' پہاڑوں' صحراؤں اور بلند و بالا فصیلوں کو پامال کرتے ہوئے قیصرو کسریٰ کے استعمار

Marfat.com
Marfat.com

و سامراجیت کو سرنگوں کر چکے تھے گویا وہ سمجھ گئے تھے کہ کوئی دوسری ذات سوائے خدائے کائنات کے موجود نہیں جس کے سامنے عبادت کے لئے سرنگوں ہونے کی ضرورت ہو یعنی سوائے ایک ذات کے اب ہزاروں آقاؤں کی غلامی سے آزاد اور نڈر ہو کر صرف ایک اللہ کے پرستار ہیں جو علم دوست' مظلوموں اور مجبوروں کا مددگار ظالموں اور لیٹروں کا دشمن' حسن و سچائی اور روشنی کا خالق زندگی اور طاقت کا منبع اور امن و اخوت کا شیدائی ہے۔

ان کے تمام توہمات' خدشات اور خوف مٹ گئے اور مروجہ سماج کے بندھنوں اور رسومات سے آزاد ہو گئے جو سمندر' پہاڑ' جانور اور حکمران ان کے لئے پہلے جابر و قاہر تھے وہ اب ان کے آگے ایک اللہ کے تابع و فرماں بردار مجبور نظر آنے لگے۔ پھر حضور ﷺ کی انقلابی تعلیم جو کہ صراط مستقیم کی صورت میں پیش کی گئی تھی نے تمیز بندہ و آقا' عربی و عجمی' کالے گورے کا فرق مٹا ڈالا اور غلامی' جہالت کی اندھیری رات کٹ گئی' علم اور شعور کے سوتے پھوٹ پڑے۔ ان کو بتایا گیا کہ فرشتے علم کی راہ میں چلنے والوں کے آگے اپنے پر پھیلاتے ہیں۔ عالم کے قلم کی روشنائی شہید کے خون سے زیادہ محترم ہے اور علم حاصل کرو خواہ اس کے لئے چین تک کیوں نہ جانا پڑے۔ کلام الٰہی کا پہلا لفظ ہی وحی کی صورت میں "اقرء" یعنی پڑھ نازل ہوا۔ اسی تعلیم اور ہدایت کا اثر تھا کہ جہاں جہاں اسلام کی روشنی پھیلتی گئی وہاں جہالت' توہم پرستی' خوف' ڈر کے اندھیرے مٹ گئے۔ دنیائے عرب علم و آگاہی کی طاقت سے لیس ہو کر جب اقصائے عالم میں پھیلا تو ایک طرف مغرب میں مراکش کے ساحل پر بحراوقیانوس کی موجیں ان کی سمند اقبال کو چیلنج کر رہی تھیں تو دوسری طرف مشرق میں وہ سمرقند و بخارا سے آگے صحرائے گوبی کو عبور کر کے چین کے دروازوں پر دستک دے رہے تھے۔ ان کے جہاز بحیرہ عرب' بحرہند' بحرہ احمر سے گزر کر بحراوقیانوس اور بحیرہ روم کی بندرگاہوں میں لنگرانداز ہو رہے تھے۔ انہوں نے مصر' یونان اور روم کی مٹی ہوئی

Marfat.com
Marfat.com

ثقافتوں اور علم و دانش سے اپنی شمع روشن کی اور علم و سائنس کے ارتقا کے علم بردار بن کر وہ یورپ' ترکی میں احیاء علم و ثقافت کی تحریک کا سبب قرار پائے۔ عربوں کی جدید علمی مشعل سے ہسپانیہ میں نئے مشعل علم روشن ہوئے اور یوں پورے یورپ میں ایک چراغ سے ہزاروں چراغ روشن ہوتے گئے۔ پھر ہسپانیہ سے عربوں کی علمی مشعل جلی' فرانس' مشرقی یورپ' ترکی بلقان اور البانیہ تک علم طب' ریاضی' جغرافیہ سیاحت و مساحت' تہذیب و ثقافت' صنعت و حرفت' علم کیمیا' فلکیات' ارضیات نیز شعرو ادب کی نئی نئی مشعلیں روشن کر گئے جس سے انسانیت کو بیش بہا فوائد حاصل ہوئے۔ اس سے نئی تہذیب' اقتصادیات اور سماج نے جنم لیا۔ علم ریاضی میں "صفر" کی اصطلاح عربوں کی ہی اختراع ہے مثلاً الجبرا' جیسے کہ اس لفظ ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ یورپ میں ہزاروں سال تک جو فضا' عیسائی پادریوں کی رہبانیت سے پھیلی ہوئی تھی' لوگ تو ہم پرستی میں اس درجہ مبتلا تھے کہ وہ پادریوں کے اس خیال سے اس قدر متاثر تھے کہ جو بیماریاں پھیلتی ہیں وہ ایک آزمائش ہوتی ہے۔ اس کے علاج کی ضرورت نہیں بلکہ پادریوں کے استحصالی نظریہ کے مطابق مریضوں کا علاج معالجہ کرانا خدائے یسوع مسیح کے خلاف بغاوت اور گناہ تصور کرتے تھے۔ انہی پادریوں کے جاہلانہ خیالات سے متاثر ہو کر بڑے بڑے کتب خانے جہاں روم اور یونانی علوم کے مخزن جمع کئے گئے تھے جلا ڈالے گئے۔ آٹھویں صدی سے تیرھویں صدی عیسوی کا زمانہ علوم اسلامی کی روشنی پھیلانے کا دور رہا۔ جس میں یورپ میں جہالت کی اندھیری رات ختم ہونا شروع ہوئی۔

چنانچہ اس زمانہ میں از سر نو اسلامی فنون اور علم کی کتابوں کے از سر نو تراجم کئے گئے اور عربوں' ترکوں' سلجوقیوں' اور مغلوں کے زمانہ اقتدار میں طب' ریاضی' فلکیات' کیمیا' ارضیات' زراعت' طبیعیات اور آرٹس کی نادر کتب سے بغداد' دمشق' اصفہان' غزنی' شیراز'

Marfat.com
Marfat.com

سمرقند' بخارا' کاشغر' قسطنطنیہ' غرناطہ' قرطبہ' دہلی' ملتان' ٹھٹھہ کے کتب خانے از سر نو بھر گئے جگہ جگہ مخلوق خدا کی خدمت کے لئے شفاخانے' سائنسی تجربہ گاہیں' فلکیاتی رسد گاہیں دانش کدے یا یونیورسٹیاں اور عملی مراکز تدریس کے لئے کھل گئے۔

یہ روحانی انقلاب کیوں کر جہالت کی شب تاریک میں روشنی کا مینار ثابت ہوا؟ اگر آپ غور کریں تو بہت جلد اس عقدہ کو حل کر سکتے ہیں۔ اس انقلابی شخصیت کا نقطہ نظر کیا تھا مخلوق خدا کی بہتری' اللہ تعالیٰ کے غضب سے محفوظ بنانا' اس کائنات رنگ و بو کو گہوارہ امن بنانا' دوسروں کو نفع پہنچانا' ہر شخص کے ذہن میں یہ بات راسخ کرنا کہ تمہاری زندگی اور سکون دوسرے کو زندہ رکھنے اور سکون پہنچانے میں ہے یہی صراط مستقیم کی دعوت کا اثر تھا جس کو صراط مستقیم کی انقلابی شخصیت نے عربوں میں پھیلایا۔

انقلابی شخصیت کا خاندان

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا انتخاب فرمایا۔ پھر اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ کی نسل سے قریش کو چنا۔ پھر قریش میں سے بنو ہاشم کا انتخاب کیا اور بنو ہاشم کی اولاد میں سے میرا انتخاب کیا (صحیح مسلم) ابراہیم علیہ السلام سے اوپر ابراہیم بن تارخ (آزر) بن ناحور بن ساروغ بن راعو بن فالغ بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام بن الامک بن متوشلخ بن اخنوخ (کہا جاتا ہے کہ ادریس علیہ السلام کا نام ہے) بن یرد بن مہلائیل بن قینان بن انوشہ بن شیش بن آدم علیہ اسلام تک سلسلہ نسب جاتا ہے

Marfat.com
Marfat.com

ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی پیدائش

قرآن حکیم میں مذکور ہے (ترجمہ) اے (محمد) اس قرآن میں ابراہیم کا بیان یاد کرو کہ وہ بڑے سچے پیغمبر تھے کہ جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ تم کیوں ان چیزوں کی عبادت کرتے ہو جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی کچھ مدد کر سکتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ بن ناخور تھا آپ کا لقب ابوالضیفان تھا آپ کی پیدائش طوفان نوح سے ۱۷۰۹ سال قبل ہوئی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام سے دو ہزار سال پیشتر شہر بابل کے قریب قصبہ کوثی میں ہوئی تھی مقام سوس اور علاقہ امواز کا تھا ترک وطن کے بعد حران شام اور پھر فلسطین میں آئے تھے۔ یہاں اپنے چاچا ہاران کے گھر مقیم ہوئے اپنی عمزاد سارہ سے نکاح ہوا۔ مذہبی اختلافات کی وجہ سے چاچا نے داماد اور بیٹی دونوں کو گھر سے نکال دیا تھا یہاں سے مصر آئے اور مقامی حکمران کے ظلم اور بد نیتی کا شکار ہوئے بادشاہ کو بد نیتی کی سزا کے طور پر اپاہج ہونا پڑا اور پھر منت سماجت کر کے سارہ نے معاف کیا۔ اسی خوشی میں اپنے گھر کی ایک عورت قبطی نسل کی جو کہ کسی حکمران کی بیٹی تھی کنیز کے طور پر اس کے گھر رہتی تھی بطور ہدیہ یہ کنیز سارہ کو دیدی۔ پھر اسی کنیز کو ابراہیم علیہ السلام کے نکاح میں دیدیا گیا بعض روایات کے مطابق یہ بادشاہ مصر کی اپنی بیٹی ہی تھی جو بطور خدمت گزار سارہ کو دیدی تھی۔ پھر اسی سے نکاح کے بعد اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی۔ حضرت سارہ نے غصہ میں آ کر خاوند اور اس کی نئی بیوی کو بمعہ بیٹے کے گھر سے نکال دیا ابراہیم علیہ السلام کی انتہائے صداقت اس سے ظاہر ہے کہ شرک کے معاملہ میں اپنے باپ کو بھی احتراماً" نہ چھوڑا بلکہ نہایت خوبصورتی کے ساتھ مختلف دلائل سے سمجھاتے رہے۔

تفصیلاً" بیان کیا جاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش قبل از تاریخ شہر بابل میں ہوئی جب

Marfat.com
Marfat.com

بابل کے علاقہ پر حکمرانی کا اختیار نمرود بادشاہ کو حاصل تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کے باپ آذر کو شاہی دربار میں بڑا اعزاز حاصل تھا۔ نمرود نے ایک خواب دیکھا اور اس کی تعبیر وقت کے نجومی ماہرین نے یہ کی کہ ایک لڑکا پیدا ہو گا جس سے آپ کی حکمرانی اور عزت کو نقصان پہنچے گا۔ نمرود نے اپنی ریاست میں یہ حکم نافذ کیا کہ اس سال کے آخر تک کسی کے گھر میں اگر کوئی لڑکا پیدا ہو تو اس کو اسی وقت قتل کر دیا جائے اور حفاظتی طور پر یہ بھی ہدایات کیں کہ کوئی شخص اس عرصہ میں اپنی بیوی کی قربت نہ کرے۔

آذر چونکہ درباری تھا اس لئے اس نے بھی آرڈیننس پر عمل در آمد کرنے میں کوتاہی سے بچنے کا فیصلہ کر لیا مگر اتفاقاً" ایک دن آذر جب اپنے گھر آئے تو بیوی کو دیکھ کر اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے اور ہمبستری کر لی۔ اس کے نتیجہ میں بیوی کو حمل ٹھہر گیا اگرچہ آذر کا پختہ ارادہ تھا کہ اگر لڑکا پیدا ہو تو فورا" قتل کر دوں گا۔ مگر اتفاق کی بات ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس دن آذر کسی سفر پر گیا ہوا تھا بچہ کی پیدائش ہونے کے بعد ماں نے آذر سے بچانے کی خاطر ایک غیر آباد بند مکان میں رکھ دیا (جیسے موسیٰ علیہ السلام کو ماں نے فرعون سے بچانے کے لئے دریا برد کر دیا تھا) جب آذر سفر سے واپس آیا اور بیوی کی حالت کو دیکھا تو دریافت کیا کہ بچہ کہاں ہے؟ تو بیوی نے کہا کہ بچہ مردہ حالت میں پیدا ہوا تھا میں نے دفنا دیا (یعنی بہانہ بنایا) آذر اس جواب سے مطمئن ہو گیا اور پھر ماں اپنے بچہ کی خفیہ طور پر پرورش کرتی رہی جب بچہ کچھ ہوشیار ہوا تو اچانک آذر کی نظر میں آگیا۔ آذر نے شفقت پدری سے مجبور ہو کر اس کو زندہ ہی رکھنے کا فیصلہ کیا۔

ابراہیم علیہ السلام اپنے بند مکان کی حدود سے باہر آئے تو فطرتی طور پر توحید پرست تھے جیسے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر بچہ اپنی فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے بعد میں اس کا ماحول اس کے نظریہ کو بدل دیتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام جب سن شعور کو پہنچے تو توحید

Marfat.com
Marfat.com

پرست تھے اسی لئے ان کی گھر والوں سے بنتی نہ تھی اور نہ ہی مشرکانہ رسومات کے حامل معاشرہ سے تعلقات استوار کرتے تھے۔ یہ اپنے گھر سے نکل آئے اور اپنے ساتھ اپنی بیوی حضرت سارہ کو اور بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو بھی جو کہ ان کے ہم خیال تھے لے کر ملک شام کی طرف سفر شروع کیا پھر کنانہ میں کچھ عرصہ آباد ہو گئے۔ یہاں انہوں نے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ بنائے اور بڑے اچھے کاروبار میں مصروف ہو گئے۔ ابتداء" چچا بھتیجا اکٹھے کاروبار کرتے رہے مگر جب کاروبار بڑھ گیا تو دونوں نے الگ ہو کر کام شروع کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ مال مویشی کو سنبھالنے کے لئے ملازمین بھی مقرر کئے تھے ان ملازموں کی آپس میں چپقلش کیوجہ سے فساد کا خطرہ تھا۔ لوط علیہ السلام اپنے مال مویشی لے کر شمال کی جانب منتقل ہو گئے اور ابراہیم علیہ السلام اسی جگہ پر مقیم رہے۔ شمالی علاقہ سرسبز اور خوشحال تھا کچھ عرصہ گزرنے کے بعد قحط سالی اردگرد کے علاقوں میں پھیل گئی دور دراز کے لوگ غذائی اجناس حاصل کرنے کے لئے سدوم اور عمورہ بستیوں میں آنے لگے۔ بستی کے سرداروں نے محسوس کیا کہ اس طرح آمدورفت لوگوں کی رہی تو ہم بھی بھوکے مریں گے۔ ان سرداروں نے لوگوں سے بچنے کے لئے یہ فعل بد (بد فعلی) جس کو آج کل ایڈز سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ کو اپنایا جو بھی غلہ لینے آتا یہ لوگ بد فعلی پر مجبور کرتے پھر غلہ دیتے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان لوگوں کو اس بد فعلی سے روکنے کی بڑی کوشش کی مگر یہ باز نہ آئے باالاخر عذاب الٰہی آگیا اور ان کی بستیاں الٹ دی گئیں۔ اور یہی بد فعلی کی بنیاد اب تک انسانوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ بلکہ جدید یورپ نے تو اس بد فعلی کو قانونی شکل دے دی ہے جس کے نتیجہ میں اللہ نے ان کو ایڈز جیسے لا علاج مرض کے عذاب میں مبتلا کر دیا۔ کیونکہ اس فعل بد کے دوران آنتوں میں پیدا ہونے والی زہریلی ہوا بذریعہ عضو خاص خون میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اسی کی وجہ سے یہ لاعلاج مرض رونما ہوتا ہے۔ عذاب الٰہی جو کہ

Marfat.com
Marfat.com

قوم لوط پر آیا تھا۔ اس واقعہ کو روسی سائنسدانوں نے جدید تحقیقی صورت دے کر وضاحت کی ہے کہ سلام اور عمودہ دونوں بستیاں بحر مردار کے محل وقوع پر واقع تھیں۔ بحر مردار جس کو آج کل ڈڈ سی (Dead Sea) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

بحر مردار کے پانی کا جب انہوں نے تجزیہ کیا تو بہت سے نمکیات اور معدنیات کے علاوہ اس میں ایک ایسی چیز پائی گئی جسے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا اور یہ چیز ایلومینیم کا ایک ایسا بھرت (ALLOY) تھی جس کو بنانے کے لئے حرارت کی اتنی اونچی ڈگری کی ضرورت تھی جس کو آج تک زمین پر حاصل نہیں کیا جا سکا۔ روسی سائنسدانوں نے اس الائے کو ٹیکٹائیٹس (Tectitec) کا نام دے رکھا ہے۔ یہ سائنسدان خود حیران تھے کہ اتنی زیادہ حرارت سے بننے والا یہ بھرت آخر کہاں سے آیا۔ جبکہ یہ بحردار کے پانی کے علاوہ دنیا میں اور کہیں نہیں پایا جاتا۔ اس تحقیق کے لئے انہوں نے قدیم زمانہ کی مذہبی کتابوں سے معلومات حاصل کیں کہ اسی بحر مردار کے محل پر قوم لوط کی دو بستیاں سدوم اور عمودہ آباد تھیں۔ اس قوم کو تباہ کرنے کے لئے آسمان کی طرف سے انتہائی گرم ہوا کے جھکڑ زمین پر آنا شروع ہوئے۔ یہ آندھی اس قدر گرم تھی کہ ان کے دھاتی برتن اور پتھروں کی دیواریں تک پگھل گئیں۔ انگریزی زبان میں ان بستیوں کے نام بھی سدوم اور عمورہ ہیں۔ (سدوم کے معنی بھی جنسی پرستی کے ہیں) روسی سائنسدان اس مذہبی کہانی کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ لہٰذا انہوں نے ان واقعات کا عقلی جواز تلاش کرنے کے لئے بحر مردار کے پانی میں پائے جانے والے ایلومینیم الائے کو دنیا کے دیگر مقامات پر تلاش کرنے کی کوشش کی ایک عجیب بات یہ بھی تھی کہ لیبارٹری ٹیسٹ کے بعد پتہ چلا کہ یہ الائے "تابکار" بھی ہے جس میں ہلکی مقدار میں تابکاری لہریں نکلتی ہیں۔ یہ الائے ٹیکٹائیٹس بحر مردار کے کناروں پر ریت میں بھی پایا گیا لیکن پوری دنیا میں یہ چیز اور کہیں بھی نہیں ملتی صرف ہمالین رینج میں

Marfat.com
Marfat.com

اس کا وجود پایا گیا تو انہوں نے اس تحقیق کو اس طرح ترتیب دیا کہ ہماری کہکشاں کے کسی دور دراز مقام پر ٹیکنالوجی میں انسانوں سے بہت ترقی یافتہ مخلوق موجود ہے۔

حضرت لوط کے زمانہ میں اس خلائی مخلوق کے کچھ خلاء باز ایک بہت بڑے خلائی جہاز میں سوار ہو کر زمین کی طرف آئے تھے۔ ان کا سپس شپ ہمالیہ پہاڑ کے اوپر آکر ٹھہر گیا۔ وہ اپنے خلائی جہاز کو چلانے کے لئے ایلومینیم دھات کو بطور اٹامک فیول (ایٹمی ایندھن) استعمال کر رہے تھے۔ وہ اپنے خلائی جہاز کو زمین کے کسی ایسے مقام پر اتارنا چاہتے تھے جو کشش ثقل یعنی مقناطیسی قوتوں کا مرکز ہو لہٰذا وہ ایسی جگہ کو تلاش کرنے کے لئے ایک سیدھی لائن میں ہمالیہ سے ہوتے ہوئے بحر مردار کے مقام پر آ گئے۔ جہاں جہاں سے ان کا جہاز گذرا ٹیکٹائٹس کا دھواں زمین پر گرتا رہا۔ خلائی جہاز کشمیر' بھارت' پاکستان' ایران' افغانستان اور اردن کے اوپر سے ہوتے ہوئے بحر مردار کے مقام تک آگیا یعنی سدوم اور عمورہ کے اوپر آکر معلق ہو گیا۔ زمین سے اتنا دور تھا کہ ایک چمکتے ستارے کی طرح رات کو نظر آتا رہا۔ بحر مردار کی جگہ اس زمانہ میں زمینی مقناطیسی قوتوں کا مرکز تھی۔ اسی لئے یہ خلائی جہاز فضاء میں معلق ہو گیا اور اسی جگہ پر ان خلائی ہوا بازوں نے لینڈ کرنا تھا تو یہ جہاز اس جگہ پر ان دونوں بستیوں کے درمیان میں بیٹھ کر زمین پر اتر آئے یہ دونوں بہت زیادہ چمکدار اور سرخ سفید خوبصورت شکلوں والے تھے۔ ان بستیوں کے معزز شخص حضرت لوطؑ سے ملے اور کہا کہ ہمارا خلائی جہاز اس جگہ پر اترے گا لہٰذا تم لوگوں کو بتاؤ کہ یہاں سے چلے جائیں۔ لوطؑ نے اپنے ہم خیال لوگوں کو لے کر اس بستی سے نکلے اس کے بعد جب خلائی جہاز اس جگہ اترا تو جہاز کے انجنوں کی تھرو سے ایک گڑھا پڑ گیا۔ وہ سپس شپ اتنا بڑا تھا کہ اس گڑھے کے آر پار اس کے پائے ٹک گئے۔ جب وہ مخلوق باہر آئی تو بستی کی ہر چیز تباہ ہو چکی تھی۔ اس خلائی مخلوق نے یہاں قیام کے دوران سائنسی تجربات

Marfat.com
Marfat.com

کرنے کے بعد اپنی نشانی کے طور پر بطور یادگار دو جگہوں پر دو چھوٹے چھوٹے پتھروں پر بہت ہی بڑے بڑے پتھر بیلنس کر کے رکھ دیئے جو کہ کشش ثقل اور توازن کا سائنسی اشارہ ہے۔

یہ پتھر اتنے اور بھاری تھے کہ آج بھی ہماری بڑی سی بڑی کرین انہیں اٹھا نہیں سکتی۔ اسی طرح بحر مردار کے قریب ہی ایک پہاڑی سے اٹھ فٹ چوڑی اور پچیس فٹ لمبی تین فٹ موٹی پتھر کی ایک نہایت ہموار سلیٹ کاٹ کر زمین پر رکھ دی ہے۔ اس کا وزن بھی ہزاروں ٹن ہو گا یہ مکینیکل قوت کا ایک پیغام یا مظاہرہ ہے۔ آس پاس کی پہاڑی کے غاروں میں سے عجیب قسم کی لکڑی کی تختیوں پر خلائی مخلوق کی زمین پر لینڈ کرنے کی کہانی تین زبانوں میں درج ہے۔ ایک تختی کی تحریر ایسی زبان میں ہے جس کا وجود کہیں بھی موجود نہیں رہا۔

بحر مردار سے جو اشیاء بر آمد ہوئی ہیں وہ آج بھی اسرائیل کے عجائب گھر میں موجود ہیں جن کو دیکھ جا سکتا ہے۔ مذہبی کتابوں نے اس واقعہ کو فرشتوں کی صورت میں بیانکیا تھا۔ انہی کو انہوں نے خلائی مخلوق بتایا۔ روسی سائنسدانوں کو اس واقعہ کے تجزیہ کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ عیسائی پادریوں نے انبیاء کرام کے معجزات کی حقانیت ثابت کرنے کی خاطر ایک شیشی میں بحر مردار سے پانی لے کر روسی سائنسدانوں کو مغلوب کرنے کی خاطر یہ سفر اختیار کیا تھا اور چیلنج کیا کہ اس جیسا پانی تم کہیں سے لے آؤ۔ اس پانی میں ہر قسم کے معدنیات موجود ہیں مگر کوئی ذی روح اس میں زندہ نہیں رہ سکتی۔

اسی مسئلہ کا سائنس کے اصولوں پر تجزیہ کرنا شروع کیا اور تابکاری اثرات ظاہر ہوئے۔

اسی قحط سالی کی وجہ اور قوم کی مشرکانہ رسومات سے تنگ آ کر ابراہیم علیہ السلام نے کنعان

Marfat.com
Marfat.com

سے بمعہ اپنی بیوی کے مصر جانے کا ارادہ کیا مصر سے واپس جب پھر کنعان آئے تو ان کی بیوی حاجرہ جو کہ ان کو اس سفر کے دوران ان کی کرامت کے طفیل ملی تھی کے بطن سے اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور پھر اسماعیل علیہ السلام کو اپنی والدہ حضرت حاجرہ کے ہمراہ مکہ میں منتقل ہونا پڑا اور اسی کے نتیجہ میں خانہ کعبہ کی تعمیر کا مرحلہ بھی پیش آیا۔ ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں' سارہ' حاجرہ' قطورہ بنت یقطین کنعانیہ۔ حاجرہ کا بیٹا اسماعیل علیہ السلام' اور سارہ کا بیٹا اسحاق علیہ السلام اور قطورہ سے چھ بیٹے پیدا ہوئے مدین' مداین' زمران' نقبشان' ۔شیق' نوح (تفسیر عزیزی)

تعمیر کعبہ

تعمیر کعبہ میں پانچ پہاڑوں لبنان' طور' جودی' الجراعہ' زینا کے پتھر بنیادوں میں رکھے گئے تھے کعبہ کی بنیاد کی جگہ پر پہلے فرشتوں کے ذریعہ بیت المعمور کو آسمانوں سے اتار کر رکھا گیا تھا جب طوفان نوح علیہ السلام آیا تھا تو بیت المعمور کو آسمانوں پر اٹھا دیا گیا جب ابراہیم علیہ السلام نے بنیادیں رکھنا چاہیں تو حضرت جرائیل علیہ السلام کے ذریعے نشاندہی کے لئے آسمان میں بادل کا ایک ٹکڑا لایا گیا اس بادل کے ٹکڑے کے سائے کے مطابق خط کھینچا گیا پھر اس نشان پر بنیادیں کھودی گئیں اسی طوفان نوح علیہ السلام کے وقت وہ دو پتھر جو آدم علیہ السلام اپنے ہمراہ جنت سے لائے تھے حجر اسود اور مقام ابراہیم علیہ السلام کا پتھر دونوں کو اٹھا کر جبل ابو قبیس پر حضرت ادریس علیہ السلام نے رکھ دیئے تھے تعمیر کعبہ کے وقت جرائیل نے اسماعیل علیہ السلام کو فرمایا کہ وہ دونوں پتھر جبل ابو قبیس سے اٹھا کر لے آؤ۔ مقام ابراہیم علیہ السلام کا پتھر تعمیر کے وقت کام دیتا تھا اور حجر اسود کو دیوار کعبہ میں نصب کرایا گیا حجر اسود کی چمک اتنی تھی کہ دور دور تک اس کی روشنی جاتی تھی جہاں تک اس روشنی کا اثر تھا اسی کو حرم کعبہ کی حدود بنا دیا گیا ہے۔ مقام ابراہیم علیہ السلام کو تعمیر کعبہ کے بعد ابراہیم

Marfat.com
Marfat.com

علیہ السلام نے جبل ابوقبیس پر رکھ کر اسی پر کھڑے ہو کر لوگوں کو حج کرنے کی دعوت دی تھی۔ اسی خانہ کعبہ کی جگہ پر آدم علیہ السلام کے خمیر کے لئے مٹی کو گوندھا گیا تھا اور یہ خمیر شدہ مواد چالیس سال تک اسی مقام پر پڑا رہا پھر اس سے انسانی ہیولی تیار کرایا گیا اور اس میں روح پھونکی گئی۔ خانہ کعبہ پر سب سے پہلے غلاف شاہ یمن (اسعد نام) نے چڑھایا تھا۔ مدینہ منورہ کو بھی دوبارہ تعمیر اسی نے کرایا اسی کو تبع بھی کہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ اسی جگہ فرمائی جہاں اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور اپنی بیوی حاجرہ کو اجاڑ اور غیر آباد جگہ جہاں صرف ایک درخت جو کہ سایہ کا کام دیتا تھا میں صرف ایک مشکیزہ پانی اور کچھ کھجوریں یا ستو دیکر اس وادی غیرذی زرع میں چھوڑ کر آ گئے تھے۔ بیت اللہ کی تعمیر اپنے بیٹے اسماعیل علیہ اسلام کی معیت میں کی۔ اسی خلوص اور محبت سے تعمیر کئے گئے خانہ کعبہ کی وجہ سے ہی اس مکہ کے شہر کو ام القراء کے عظیم نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کرہ ارض پر سب سے پہلے اسی جگہ آبادی کی تعمیر جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ کرائی گئی مکہ ایک غیر آباد اور اجاڑ ٹیلہ پر آباد ہونا شروع ہوا تھا اسی شہر کو اسماعیل علیہ السلام کے ابتدائی مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے اور انہی کی وجہ سے پانی کا چشمہ آب زمزم کا وجود عمل میں آیا۔ اس پانی کو دیکھ کر قبیلہ جرہم نے اسماعیل علیہ السلام سے اجازت لے کر اس مقام پر رہنے کا انتظام کیا اس قبیلہ جرہم نے پہلے آباد کار کی حیثیت سے مکہ میں رہائش اختیار کی۔

توریت کتاب پیدائش میں مذکور ہے کہ عالم بڑھاپے میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کا مقام قریت اربع (حبرون) کنعان میں انتقال ہوا اور ان کو مکفیلہ بنی عفران میں حضرت سارہ کی قبر کے متصل جگہ میں دفن کیا گیا۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے انہی

Marfat.com
Marfat.com

بیٹوں میں سے حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے حکمران کے وزیر زراعت و مال بنے تھے۔

مکہ کے نئے آباد کاروں سے باہم رابطہ اور تعارف جب اسماعیل علیہ السلام کو ہوا تو اسماعیل علیہ السلام نے انہی سے عربی زبان سیکھی۔ یہ ایک قسم کا معاشرہ بن چکا تھا چونکہ اس قبیلہ کو اسماعیل علیہ السلام کے ذریعہ اجازت ملی تھی ان کی نگاہوں میں جچنے لگے تو اس قبیلہ نے باہم تعلقات مزید استوار کرنے کی خاطر اپنے قبیلہ کی ایک لڑکی سے اسماعیل علیہ السلام کا نکاح کرا دیا۔ اسی زمانہ میں اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہاجرہ کا انتقال بھی ہو گیا۔ ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خیال آیا کہ چلو چل کر اپنے بیٹے اور بیوی کو دیکھ لوں۔ جب اس جگہ پر تشریف لے گئے جہاں ان کو چھوڑا تھا تو وہاں آبادی بڑھ چکی تھی اسماعیل علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ گھر پر نہیں ہیں ملاقات نہ ہو سکی۔ اسماعیل علیہ السلام کی بیوی سے حالات دریافت کیے تو اس نے اپنی بے مائیگی اور تنگدستی کا رونا رویا۔ ابراہیم علیہ السلام نے جاتے وقت بہو سے فرمایا کہ اسماعیل جب واپس آئے تو اس کو بتا دیں کہ دروازے کی چوکھٹ بدل دیں اور پھر واپسی اختیار کی۔

جب اسماعیل علیہ السلام گھر میں واپس آئے تو بیوی نے تمام ماجرہ دھرا دیا اور ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ فرماتے تھے کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ تبدیل کر دیں۔ تو اسماعیل علیہ السلام اس وصیت کی تعبیر سمجھ گئے اور بیوی کو طلاق دیدی ایک دوسری عورت سے شادی کر لی جو اس قبیلہ کے سردار مضاض بن عمرو کی بیٹی تھی۔ اس نئی شادی کے بعد ایک بار پھر ابراہیم علیہ السلام مکہ میں تشریف لائے مگر پھر بھی اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات نہ ہو سکی۔ بہو سے حالات معلوم کیے تو اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور کہا کہ ہم پر اللہ کا بڑا احسان ہے ہمیں کسی قسم کی تنگی اور پریشانی سے اللہ تعالیٰ نے دو چار نہیں کیا تو پھر جاتے وقت ابراہیم علیہ السلام نے بہو سے فرمایا کہ جب اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو اس کو کہہ دیں کہ دروازہ

Marfat.com
Marfat.com

اب ٹھیک ہے۔ ان دونوں واقعات سے اللہ تعالیٰ کے شکر گذار بندوں اور ناشکری کرنے والوں کے انجام کا فیصلہ اور انجام بخوبی واضع ہوتا ہے۔

تیسری بار جب پھر ملاقات کے لئے ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تو اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی۔ ایک درخت کے نیچے بیٹھے شکار کے تیر بنوا رہے تھے باپ بیٹے نے جب ایک دوسرے کو دیکھا تو فطرت کے تقاضے کے مطابق لپک کر ایک دوسرے سے گلے ملے اس ملاقات کے بعد باپ بیٹے نے مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی۔ تعمیر انہی سابقہ بنیادوں پر شروع کی جو طوفان نوح علیہ السلام سے پہلے کی بنیادیں تھیں پھر تمام دنیا کو حج کی دعوت دیدی۔ یہ خانہ کعبہ کی تعمیر جدید تھی۔ اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے اس بیوی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ انہی بارہ بیٹوں سے بارہ قبیلے ترتیب پا گئے ان کا کاروبار زیادہ تر یمن اور شام مصر کے علاقوں سے تجارت کا تھا۔

مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ رشتہ نکاح استوار کرنے کے لئے فریقین کا ہم خیال اور ہم مشرب ہونا ضروری ہے خصوصاً" عورت کا صالح اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اطمینان کرنے والی ضرور ہو کیونکہ اسی کی تربیت پر اولاد کی زندگی کا دارومدار ہوتا اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ ایک لڑکے کی تربیت ایک شخص ہی کی تربیت ہوتی ہے مگر ایک لڑکی کی تربیت پورے خاندان اور قبیلہ کی تربیت کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو کتنی عظمت دی ہے اس کے سدھرنے سے سارا معاشرہ سدھر سکتا ہے اور اسی کے بگاڑ سے معاشرے اور خاندانوں سے تعلقات بگڑتے اور سنوارتے ہیں۔ آج کے معاشرے میں بے اطمینانی اور سکون کا فقدان بھی اسی ذات شریف (عورت) کی رہین منت ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے قیدار نام کے بیٹے کی نسل مکہ کے ارد گرد پھیلتی

Marfat.com
Marfat.com

گئی اسی کے نسل سے عدنان اور پھر ان کا بیٹا معد گزرا ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل عربی مشہور ہوئے۔ عدنان اور ابراہیم علیہ السلام کے درمیان چالیس پشتوں کا سلسلہ ہے نبی اکرم ﷺ کا سلسلہ نسب جسمانی عدنان تک چلتا ہے معد کے بیٹے کا نام نزار تھا۔ نزار کے چار بیٹے تھے ایاد' انمار' ربیعہ' اور مضر۔ پھر مضر کے بیٹے الیاس سے سلسلہ چلا' کنانہ تک پہنچا اور پھر قریش قبیلہ کنانہ سے شروع ہو کر قصی تک چلتا گیا اور قصی کے سلسلہ کو عبد مناف نے آگے بڑھایا اور پھر ہاشم سے ہی نبوت کا سلسلہ حضور اکرم ﷺ پر ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام حضرت اسحاق علیہ السلام ہے ان کی نسل عجمی مشہور ہوئے۔ قریشی خاندان کی بود و باش مکہ میں ہی رہی مالی لحاظ سے یہ لوگ پریشان حال ہی تھے اسی لئے عرب قبیلوں میں ان کو اس دوران کوئی اہمیت حاصل نہ تھی اور پھر جب قصی بن کلاب اپنی شجاعت اور محنت جدوجہد کے نتیجے میں ابھر کر سامنے آیا تو قریش قبیلہ کو بھی کچھ اہمیت حاصل ہونا شروع ہوئی۔ اور گمنامی سے نکل آیا۔ یہ تو تھی ایک قبیلہ قریش کی بے وقعتی کی تصویر جس کو قصی نے روشنی دکھائی۔

روئیداد کعبہ مکرمہ

کعبہ کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد ہے اول بیت اللہ' یہ انسانوں کے لئے وہ پہلا گھر ہے جو روئے زمین پر اللہ تعالٰی نے تیار کرایا ہے اسی لئے اس کو بیت اللہ کہا جاتا ہے یہ نسبت اضافی ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ تعالٰی کی رہائش یہاں ہوتی ہے بلکہ اس کی ابتدائی تعمیر چونکہ اللہ تعالٰی نے ہی انسانوں کے لئے فرمائی اسی لئے اس کو بیت اللہ ہونے کا اعزاز اس خطہ ارضی پر نصیب ہوا جو اور کسی گھر کو ابھی تک حاصل نہیں ہو سکا۔

Marfat.com
Marfat.com

اسمائے کعبہ

اس گھر کے کئی نام علماء نے لکھے ہیں۔ کعبہ اس لئے اس کو کہتے ہیں۔ بلند ترین جگہ پر تعمیر کیا گیا ہے یا اس کی ترکیب تعکیب سے سمجھو جس کا مطلب ہوا مربع شکل میں تعمیر ہونے کی وجہ سے اس کو کعبہ کہا جاتا ہے۔ اس کا ایک نام "بکہ" بھی ہے جس کے معنی توڑ دینے کے ہوتے ہیں چونکہ اس کی وجہ سے سرکش اور خدا کے نافرمان انسانوں کی گردنوں کو اس کے سامنے جھکا کر توڑا جاتا ہے اس لئے اس کو بکہ کہا جاتا ہے۔ "البیت العتیق" بھی کہا جاتا ہے عتیق کا مطلب عربی زبان میں آزاد کے ہوتے ہیں چونکہ یہ گھر سرکش لوگوں کے تصرف سے آزاد رہا ہے اس لئے اس کو بیت العتیق بھی کہتے ہیں۔ لیکن زیادہ مشہور کعبہ کے نام سے ہے۔ تعمیر بظاہر مربع شکل کی معلوم ہوتی ہے مگر غور سے دیکھا جائے تو ایک مستطیل مربع نما ہے وہ دیوار جو شمال کی طرف ہے اور جس میں دروازہ بھی ہے یعنی کعبہ کا سامنے کا رخ اس کی لمبائی چالیس فٹ ہے اسی طرح اس کے مقابل والی دیوار یعنی پشت کعبہ کی لمبائی بھی چالیس فٹ بنتی ہے دوسری دیواریں کہا جاتا ہے کہ ۳۵ فٹ چوڑائی کی حیثیت میں ہیں اس عمارت کی بلندی آج کل پچاس فٹ ہے۔ اس کی تعمیر میں جو پتھر استعمال ہوا ہے سیاہی مائل بھورا پتھر ہے یہ پتھر مکہ کے پہاڑوں میں دستیاب ہوتا ہے۔

عمارت کی بنیادوں کے بعد جو کرسی بنائی گئی ہے وہ سنگ مرمر کی ہے اس کی اونچائی تقریباً" دس انچ ہے اور چوڑائی دیواروں سے باہر نکلی ہوئی تقریباً" فٹ بھر ہو گی کعبے کے مرکز سے اگر چار لکیریں چاروں کونوں (ارکان) سے گزرتی ہوئے کھینچی جائے تو وہ کم و بیش قطب کی چار سمتوں کا پتہ دیں گی اگر چاروں دیواروں کے مرکزوں سے عمودی خط کھینچے جائیں تو ان کی سمت شمال مشرق' شمال مغرب' جنوب مغرب' اور جنوب مشرق ہو گی۔ اس عمارت کا شمالی کونہ "رکن عراقی" کہلاتا ہے مغربی کونہ "رکن شامی" جنوبی "رکن یمانی" اور مشرقی کونہ

Marfat.com
Marfat.com

"رکن اسود" حجر اسود کی رعایت سے کہا جاتا ہے۔ کعبہ کی چاروں دیواریں ایک سیاہ پردہ یا غلاف سے ڈھکی رہتی ہیں اس کا نچلا حصہ تانبہ سے بنے ہوئے حلقوں سے بندھا رہتا ہے۔

اس غلاف کا رواج قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے بلکہ سب سے پہلا غلاف تبع اسعد الحمیدی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ریشمی غلاف کا دستور قبل از اسلام خالد بن جعفر بن کلاب سے شروع ہوا ہے۔ اسلام کے بعد حضور اکرم ﷺ نے یمنی کپڑے سے تیار کردہ غلاف چڑھایا تھا (بقول الارزقی)۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اپنے ادوار میں مصری کپڑے سے تیار کردہ غلاف چڑھاتے آئے حضرت عبد اللہ بن عمر اور معاویہ کے دور میں بھی ریشمی کپڑے سے تیار کردہ غلاف چڑھائے گئے تھے۔ غلاف چڑھانے کے لئے محرم کی دسویں تاریخ مقرر کی گئی ہے۔ خلیفہ مامون نے اپنے حکمرانی کے دور میں تین غلاف چڑھانے کا رواج شروع کرایا (۱) سرخ ریشمی غلاف ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ کو (۲) قباطی مصری کپڑے کا غلاف یکم رجب کو (۳) ریشمی سفید غلاف ستائیس تاریخ رمضان کو چڑھایا جاتا رہا۔

پردے میں دو جگہ سے شگاف ہوتے ہیں۔ ایک شگاف میزاب (پرنالہ) کے مطابق ہوتا ہے دوسرا دروازہ کے مطابق رکھا جاتا ہے ذوالقعدہ کی اٹھائیس تاریخ کو پرانا غلاف اتار دیا جاتا ہے اس موقعہ پر سفید کپڑے سے تیار کردہ غلاف لٹکا دیا جاتا ہے اس وقت کہا جاتا ہے کہ کعبہ نے احرام باندھ لیا ہے جیسے حجاج کرام ایام حج میں حج کا خاص لباس پہنتے ہیں۔ کعبہ کی اندرونی دیواروں پر کعبہ کی تعمیر کی اور مرمت کی تفصیلات کتبوں پر درج کر دی گئیں ہیں۔

کعبہ کا فرش سنگ مرمر کی سلوں سے تیار کیا گیا ہے۔ حجر اسود کے تین ٹکڑے ہیں جو کہ چاندی کے تاروں سے جوڑے گئے ہیں اس کے ارد گرد پتھر کا ہالہ بنا ہوا ہے جس کے اوپر

Marfat.com
Marfat.com

چاندی کا ایک حلقہ چڑھایا گیا ہے۔ حجر اسود کی سطح زائرین کے ہاتھوں اور چومنے سے گھس گھس کر صاف ہو چکی ہے کعبہ کی شمال مغربی دیوار کے سامنے ایک نیم مدور سفید رنگ کی دیوار ہے جو کہ حطیم کو گھیرے ہوئی ہے یہ دو یا تین فٹ کی اونچائی رکھتی ہے اور تقریباً" پانچ فٹ موٹائی اس کے سرے کعبے کے شمال اور مشرقی کونوں سے تقریباً" چھ فٹ کے فاصلے پر ہیں حطیم اور کعبے کے درمیان جو نصف دائرے کی شکل کا قطعہ ہے اسے خاص تقدس حاصل ہے۔ اس کو حطیم کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

در اصل یہ رقبہ کعبہ کا ہی حصہ ہے اس لئے طواف کے وقت حاجی اس کے اندر داخل نہیں ہوتے بلکہ اس کے ارد گرد ہو کر جس قدر قریب ہونا ممکن ہو گزرتے جاتے ہیں یہ قطعہ حجرہ اسماعیل علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے کہا جاتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ حضرت ہاجرہ اسی جگہ مدفون ہیں جو جگہ طواف کے لئے مخصوص ہے اس کو مطاف کہا جاتا ہے مطاف میں داخل ہونے والے دروازہ کو باب السلام کہا جاتا ہے اسی طرح باب بنی شیبہ بھی ایک محراب کا نام ہے جو کعبہ کی شمالی دیوار کے مقابل واقعہ ہے جہاں سے مطاف میں داخل ہونا پڑتا ہے اس محراب اور کعبہ کے درمیان ایک چھوٹی سی چبوترہ نما عمارت ہے جو مقام ابراہیم علیہ السلام کے نام سے مشہور ہے اسی عمارت میں ایک پتھر بھی رکھا ہوا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ کے وقت اس پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کر رہے تھے یہ ایک نرم قسم کا پتھر ہے جس پر پاؤں کے نشان بن چکے ہیں مہدی منصور کے دور خلافت میں اس پتھر پر ایک سنہری حلقہ چڑھایا گیا تھا حفاظت کی خاطر۔ باب بنی شیبہ کے نزدیک مدخل کے بائیں ہاتھ اور حجر اسود کے عین سامنے وہ قبہ ہے جس کے اندر چاہ زمزم واقعہ ہے اس کنویں پر ٹیوب ویل لگا ہوا ہے جو کہ پانی سپلائی کا کام دیتا ہے۔ یہی وہ پانی ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی غذائی اور

Marfat.com
Marfat.com

جسمانی تربیت کا انتظام فرمایا تھا۔ یہ موجودہ خانہ کعبہ کی ہلکی سی جھلک ہے جس کو دیکھنے اور اس کے طواف کا شرف حاصل کرنے کے لئے اسلام نے ہر صاحب حیثیت مسلمان کو ہدایت کی ہے۔

تاریخی لحاظ سے خانہ کعبہ کی تعمیر قبل از تخلیق آدم علیہ السلام بیان کی جاتی ہے اس تعمیر کا شرف حضرت جبرائیل امین علیہ الصلوۃ والسلام کو حاصل ہوا تھا۔ جیسے کہ الارزقی مورخ نے بیان کیا ہے اسی مضمون کو النووی نے اپنی کتاب "تہذیب الاسماء" میں بیان کیا ہے اس سلسلہ کی ایک مرفوع حدیث بھی البیہقی نے "دلائل نبوۃ" میں بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا کی طرف بھیجا اور ہدایت کی کہ تعمیر کعبہ کی جائے اور جب انہوں نے تعمیر مکمل کر لی تو پھر اس اللہ تعالیٰ کے گھر کے طواف کرنے کا حکم دیا گیا۔

مشہور محدث عبدالرزاق اپنی تصنیف "المصنف" میں لکھتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر میں پانچ پہاڑوں کے یعنی لبنان، طور زینا، طور سینا، الجودی، اور الجراء کے پتھر استعمال کئے تھے۔ یہ تعمیر مرور زمانہ کے ساتھ خستہ ہوئی تو حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام نے بھی تعمیر جدید کرائی۔ المسعودی کا بیان ہے کہ قبیلہ جرہم میں سے جس شخص نے تعمیر میں حصہ لیا تھا اس کا نام الحارث بن مضاض الاصغر تھا۔

الارزقی میں روایت ہے جس کو حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب زمین پر اتارا گیا تو ان کے ساتھ حجر اسود اور مقام ابراہیم علیہ السلام کا حصہ بھی اتارا گیا تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے ابوقبیس کے پہاڑ پر محفوظ کرا دیا تھا اور پھر جب ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کر لی تو جبرائیل امین علیہ السلام نے حجر اسود کو ابو قیس پہاڑ سے لا کر

Marfat.com
Marfat.com

خانہ کعبہ کی دیوار میں نصب کرایا۔ الارزقی کے مطابق جب خانہ کعبہ کو آگ نے جلایا تھا تو حجر اسود پھٹ گیا تھا اور اس کے تین ٹکڑے ہوگئے تھے ایک ٹکڑا اڑ کر کہیں دور جا گرا تھا اور پھر بنو شیبہ کے کسی شخص کے ہاتھ لگا اس نے بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیا اور عبداللہ بن زبیر نے اس گم شدہ ٹکڑے کو بھی حاصل کر کے تینوں ٹکڑوں کو چاندی کے تار سے باندھ دیا اور نصب کرا دیا کچھ عرصہ بعد خلیفہ ہارون الرشید نے ان ٹکڑوں میں سوراخ کر کے باہم جوڑا اور ان سوراخوں میں چاندی بھر دی تھی جو کہ ایک ہی حصہ نظر آ رہا تھا۔ پھر حجر اسود کو خانہ کعبہ میں نصب کرا دیا کعبہ مکرمہ کی عزت و حرمت کی خاطر ہشام بن عبدالشمس پہلا شخص ہے جس نے کعبہ کے اندر جوتے اتار کر جانے کی ابتداء کی تھی یہ حضرت خالد کے چچا تھے بہترین خطیب بھی تھے۔

حجر اسود کی امتیازی شان

حجر اسود ایک تو اس لئے امتیازی حیثیت کا حامل ہے کہ یہ اس کرہ ارض کا حصہ نہیں بلکہ جنت کی ایک نشانی ہے جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کی دلجوئی کے لئے دنیا میں اتاری گئی۔ پھر یہ بھی ایک امتیازی شان ہے کہ کئی حوادث کے پیش آنے کے بعد پھر دوبارہ اپنی جگہ پر نصب ہوتا گیا ایک یہ خوبی بھی اس میں موجود ہے کہ یہ پتھر پانی میں ڈوبتا نہیں اسی طرح جب قرامطہ نے اس کو اکھیڑ کر لے جانا چاہا تو راستہ میں جس اونٹ پر اس کو لادتے تھے وہ ہلاک ہو جاتا تھا اس طرح قرامطہ کے چالیس اونٹ ہلاک ہو گئے اور یہ نقصان اٹھانے کے بعد جب اس کو واپس کیا جا رہا تھا تو اس کو ایک لاغر اور کمزور اونٹ پر لادا گیا تو وہ کمزور اور نحیف اونٹ تر و تازہ اور موٹا پلا ہوا بن گیا۔ یہ ایک روشنی دینے والا پتھر ہے جس کی روشنی میں تعمیر کعبہ ہوئی اس کی روشنی جہاں تک پھیلی تھی اس حد تک کو حدود حرم کا تعین قرار دیا گیا ہے اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے اوپر سے کوئی پرندہ صحت مند حالت میں نہیں گزرتا

Marfat.com
Marfat.com

البتہ جب بیمار ہو جائے تو پھر اس کے اوپر سے پرواز کرتا ہوا گزرتا ہے اور صحت مند ہو جاتا ہے۔

تعمیر کعبہ ضرار

خانہ کعبہ جس کا ذکر آپ سن چکے ہیں اس کی شان و شوکت کو نقصان پہنچانے کی خاطر یمن میں بھی ایک کعبہ تعمیر ہوا تھا۔ اس کعبہ ضرار کو تعمیر کرنے والا ابرہہ نام کا حکمران تھا۔ جزیرۃ العرب میں یہودیوں کی آمد کے دو دور مشہور ہیں۔ پہلا دور وہ تھا جب فلسطین میں بابل اور آشور کی حکومت کی وجہ سے یہودیوں کو ترک وطن کرنا پڑا اور حجاز کے شمال میں آکر آباد ہونا شروع ہو گئے۔ دوسرا دور اس وقت شروع ہوا جب ٹائٹس رومی کی زیر قیادت ۷۰ھ میں رومیوں نے فلسطین پر قبضہ کیا تو یہودی بھاگ کر یثرب' خیبر اور تیماء میں آکر آباد ہوئے انہی یہودیوں کے ذریعہ عربوں میں یہودی عقائد کا رواج بھی شروع ہوا ظہور اسلام کے وقت مشہور یہودی قبائل خیبر' بنی نضیر' مصطلق' قریظہ' قینقاع وغیرہ جن کی تعداد تقریباً" بیس سے زیادہ تھی۔

یہودیت کو یمن کے علاقہ میں بھی فروغ حاصل ہوا۔ یہاں پھیلنے کا ذریعہ تبان اسعد ابوکرب تھا یہ شخص جنگجو قسم کا آدمی تھا جب یہ یثرب آیا تو یہودیوں کے عقائد قبول کر لئے۔ پھر بنو قریظہ کے دو یہودی عالم اپنے ساتھ لے کر یمن آگیا اسی کی وجہ سے یمن میں یہودیت پھیلی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یوسف ذونواس یمن کا حاکم بنا۔ اس نے یہودیت کے جوش و غلبہ کیلئے عیسائیوں پر ہلہ بول دیا عیسائیوں کو یہودیت اختیار کرنے پر جب آمادہ نہ کر سکا تو ذونواس نے ایک خندق کھدوائی اور اس میں آگ کا الاؤ روشن کرایا۔ اس آگ میں عیسائیوں کے بوڑھے' بچے اور عورتوں کو ڈال کر سب کو ختم کرایا واقعات بتاتے ہیں کہ یہ تعداد چالیس ہزار کے قریب تھی یہ واقعہ ۵۲۳ء کا بتایا جاتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

خطہ عرب میں عیسائی مذہب کی آمد حبشی اور رومی دشت گردوں کے ذریعہ ہوئی اور انہی کے زیر اثر مسیحی مشنریوں نے عیسائی عقیدہ کی تبلیغ شروع کی تھی۔ تقریباً" اسی دور میں عیسائیوں کا ایک مذہبی رہنما جس کا نام فیمیون تھا "نجران" آیا اور وہاں کے باشندوں میں عیسائی مذہب کی تبلیغ شروع کی۔

ذونواس کے ظلم اور بربریت کے رد عمل کے طور پر حبشیوں نے دوبارہ یمن پر قبضہ کر لیا اور ابرہہ گورنر مقرر ہوا اسی قبضہ کے نتیجہ میں ابرہہ نے دوبارہ یمن میں عیسائیت کو رواج دینا شروع کیا اسی جذبہ اور جوش کے نتیجہ میں یمن میں بھی ایک کعبہ نام کی عمارت تیار کرائی۔ لوگوں کو مکہ اور بیت اللہ کی طرف حج کی غرض سے جانے والوں کو روکنا چاہا کہ آپ لوگ اتنے دور جا کر حج کرتے ہو اب اسی یمن کے کعبہ کا طواف کرو۔ مگر عرب اس کے اس نظریہ کو تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوئے تو اس ابرہہ نے سوچا کیوں نہ پرانے کعبہ کو گرا دیا جائے تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بنسری۔ تو اس کم بخت نے ہاتھیوں کا ایک پر ہجوم لشکر تیار کرایا کہ یک بارگی پرانے خانہ کعبہ کو گرا دے لیکن اس کی اس جرات اور بد بختی کو اللہ تعالیٰ نے ایسی سزا دی کہ وہ تاریخ میں عبرت کا نشان بن گیا۔ اسی واقعہ کو قرآن نے اصحاب فیل کے نام سے بیان کیا ہے کہ ابابیل جیسے کمزور پرندوں کی چونچوں میں پتھر کے کنکر پکڑا کر ان ہاتھیوں اور ان کے سواروں پر بارش کرا دی اور منٹوں میں ملیامیٹ کر کے رکھ دیا گویا یہ ایک قسم کے ایٹم بم تھے جو ذرات کی صورت میں انتہائے بلندی سے آتے تھے اور تباہی مچا دیتے اس کی مثال آپ موجودہ دور کے ایٹمی پرا س "لیزر" کی صورت میں شعاعوں کے ذریعہ کتنے دبیز اور پہاڑ جیسے لوہے کو کاٹ کر رکھ دیا جاتا ہے میں دیکھ سکتے ہیں۔

ابرہہ کی فوج کی تباہی اور بربادی کے نتیجہ میں اس کا کعبہ ضرار بھی نیست و نابود ہو گیا چونکہ

Marfat.com
Marfat.com

ابرہہ کی نیت میں فتور تھا اس لئے اس کے کعبہ کو نیست و نابود کرنا ضروری تھا جیسے کہ حضور اکرم ﷺ نے مسجد ضرار کو گرا دیا تھا۔

آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ایک محلہ میں بلکہ ایک ہی گلی میں دو دو مسجدیں بنی ہوئی ہیں ان میں لازماً ایک تو مسجد ضرار کے حکم میں داخل ہو گی یہ قریب قریب مساجد کی تعمیر بھی پہلی مسجد کو نقصان پہنچانے کا باعث بنی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم کرے جو کہ مذہب کو انتشار اور بد نیتی کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

حدود کعبہ

بیت اللہ شریف مسجد حرام کے بیچ میں واقع ہے اسی مسجد حرام سے حضور اکرم ﷺ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے رات کے وقت مسجد اقصیٰ تک لے جا کر اپنی نشانیاں (آیات) دکھائیں۔

حدود حرم کی مکہ مکرمہ کے چاروں طرف سے نشاندہی کر دی گئی ہے۔ ان حدود کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ظاہر کرایا تھا پھر ان کی نشاندہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تجدید تعمیر سے کرائی اور آخر میں حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کے مطابق وضاحت کر دی گئی۔

جدہ کی طرف سے جاتے ہوئے شمیشہ سے مکہ مکرمہ کی حدود شروع ہوتی ہیں اس کا فاصلہ تقریباً پندرہ سولہ کلومیٹر ہے راستہ میں دونوں طرف بطور نشان سفید ستون بنا دیئے گئے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے دور میں مسجد حرام کے احاطہ کی دیوار نہ تھی بعد میں حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں مسجد حرم کی توسیع کی خاطر کچھ حدود کا تعین کرایا گیا چونکہ مطاف کے لئے جگہ کم پڑ گئی تھی تو اردگرد کے مکانات خرید کر طواف کے لئے جگہ کی توسیع کر دی گئی اسی طرح وقتاً فوقتاً توسیع ہوتی گئی۔ آخری دور میں سلاطین ترک نے مسجد کی تزئین اور

Marfat.com
Marfat.com

توسیع کرائی اور اب موجودہ صورت حال میں مسجد حرام جو کہ اپنی مثال آپ ہے یہ سعودی گورنمنٹ کی کوششوں کی رہین منت ہے۔ مسجد حرام کے چاروں طرف مطاف کے حصہ کو چھوڑ کر چھت بنا دی گئی ہے نئی تعمیر میں تین منزلہ عمارت بنی ہوئی ہے حرم شریف کے ارد گرد سات مینار کھڑے کئے گئے ہیں ہر مینار کی بلندی تقریباً" ۲۹۹ فٹ تک ہے۔

خانہ کعبہ کے ارد گرد مطاف سفید سنگ مرمر کا تیار کرایا گیا ہے اور اس خوبی کا حامل ہے کہ سخت دھوپ میں بھی گرم نہیں ہوتا اس کی وجہ غالباً" یہ ہے کہ اس کے نزدیک ہی آب زمزم کا کنواں واقع ہے اور اس پانی میں پوٹاشیم نائٹریٹ (شورہ) کی آمیزش بھی ہے جس کی ٹھنڈک کا فرش پر اثر انداز ہونے کا انتظام کیا گیا ہے۔ قدیم حصہ مسجد حرم کا موجودہ مطاف کے برابر تھا۔ مسجد حرام میں داخلہ صرف باب السلام کی طرف سے ہوا کرتا ہے اس کو باب بنی شیبہ بھی کہا جاتا تھا۔

موجودہ باب السلام اصل باب السلام کی محراب کے مقابل ہے عمرہ کے طواف کے لئے باب السلام سے داخلہ افضل ہے مطاف کا حصہ ظاہری طور پر گول محسوس ہوتا ہے مگر پیائش سے اس کی شکل بیضوی ہے ایک طواف تقریباً" سو گز کا فاصلہ بنتا ہے اس طرح سات چکر سات سو گز کا فاصلہ بن جاتا ہے۔

اسی مطاف کے حصہ میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی مقام ابراہیم علیہ السلام بھی ہے اس جگہ وہ متبرک پتھر رکھا ہوا ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کرائی یہ پتھر جنت میں سے اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا ہے یہ پتھر خود بخود حالات کے مطابق بلند اور نیچے ہوتا رہا اس پتھر پر ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات موجود ہیں اس کی چوڑائی اور موٹائی دو فٹ ہے حجر اسود اور یہ پتھر دونوں جنت سے لائے گئے ہیں اور

Marfat.com
Marfat.com

یہ پتھر اپنی اصلی جگہ پر رکھا ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک بار سیلاب کے پانی کے زور سے اپنی جگہ سے دور ہٹ گیا تھا اس کی اصل جگہ کا پتہ نہیں چلتا تھا پھر ایک صحابی نے اپنے گھر سے رسی لا کر جگہ کو ماپا اس رسی پر گرہیں لگی ہوئی تھیں اسی رسی سے مقام ابراہیم علیہ السلام کا فاصلہ خانہ کعبہ سے ماپ کر معلوم کرایا گیا اور پتھر رکھ دیا گیا بعد کے حالات کے مطابق جگہ کی تنگی کی وجہ سے علماء کی رائے کے مطابق وہ حجرہ گرا دیا گیا اور اس کو موجودہ جگہ پر منتقل کرایا گیا جو کہ خانہ کعبہ کے دروازہ کے سامنے ایک خوشنما جال میں محفوظ کرا دیا گیا۔

چاہ زمزم

اس کنویں کی تاریخ سے ہر مسلمان واقف ہے اس کی گہرائی ۶۷ گز ہے تقریباً" ۱۷ گز کے فاصلہ پر پانی مل جاتا ہے اس کا اعجاز یہ ہے کہ تاریخ میں کبھی بھی اس کے پانی میں کمی اور بدبو پیدا نہیں ہوئی اور نہ یہ میلا ہوا ہے اس کے خواص میں سے ارشاد نبویؐ کے مطابق یہ بات موجود ہے زمزم شکم سیری کے لئے خوراک کا کام دیتا ہے اور بیماری کے لئے دوا کا فائدہ پہنچاتا ہے جس مقصد کے لئے بھی استعمال کیا جائے وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے جس شکم میں زمزم موجود ہو اس میں جہنم کی آگ جمع نہیں ہو سکتی یہ تو دینی نقطہ نظر ہے کہ اس میں شفاء موجود ہے کئی سالوں تک محفوظ پڑا رہے اس میں کوئی بدبو اور ذائقہ کی تبدیلی نہیں آتی اسی لئے لوگ اس کو بطور تبرک اپنے گھروں میں رکھتے ہیں اور بوقت ضرورت استعمال میں لاتے ہیں۔

آب زمزم بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جیسے حجر اسود' مقام ابراہیم علیہ السلام' باب ملتزم اور خانہ کعبہ کا کونہ یمانی یہ تمام وہ مقدس نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس

Marfat.com
Marfat.com

دنیا میں اپنے بندوں کو دکھانے کے لئے تیار کروائی ہیں۔

آب زمزم کی خصوصیات اپنی لحاظ سے بے شمار ہیں مگر جدید دور کے سائنسی انکشافات بھی ان خوبیوں کی تصدیق کرنے میں پیش پیش ہیں۔ مثلاً" ایک مصری ڈاکٹر آب زمزم پر اپنی تحقیق کے مطابق اظہار خیال کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ آب زمزم میں یہ معدنیات بھی موجود ہیں۔ میگنیشم سلفیٹ' سوڈیم سلفیٹ' سوڈیم کلورائیڈ' کیلشیم کاربونیٹ' پوٹاشیم نائٹریٹ' ہائیڈروجن سلفیٹ۔ اب ان معدنیات کے طبع خواص پر ایک نظر ڈالئے تو حضور اکرم ﷺ کے چودہ سو سال پیشتر کے بیان کردہ ارشادات کی صداقت کا بہترین دلیل ثابت ہوتی ہے پھر خوبی ان معدنیات کی مقدار کے لحاظ سے کتنی متوازن ہے کہ اگر ان معدنیات کو خالص مادی مقدار میں استعمال کرائیں گے تو تندرست انسانوں کے اجسام میں بیماری پیدا کریں گے۔ مگر پانی زمزم میں اس کی قلیل ترین مقدار جو کہ خالص دوائیہ اثرات کی حامل ہیں بغیر کسی ضرر اور نقصان کے مریضوں کے لئے شفاء کا باعث بنتے ہیں جیسے کہ ان معدنیات کو ہومیوپیتھک سائنس کے مطابق پوٹینسی کی صورت میں تیار کرانے کے بعد ہزاروں مریضوں کا علاج کرایا جاتا ہے۔

مگنیشیم سلفیٹ

اس کے استعمال سے اعضاء کی گرمی دور ہوتی ہے اس کا وقتی استعمال معدہ کی ترشی کو بڑھاتا ہے' قے' متلی' اور سر کے چکروں کے لئے مفید ثابت ہوا ہے قبض کی صورت میں دست آور خاصیت رکھتا ہے۔ مرض استسقاء' ورم جسم کی صورت میں اکسیر ثابت ہوا ہے جسم کی صفائی کرانے کے لئے مضر اور زہریلے مواد کے اثرات کو ختم کرتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

سوڈیم سلفیٹ

یہ بھی ایک قسم کا نمک ہے جو قبض کو دور کرتا ہے اس کا استعمال گنٹھیا کے لئے مفید ہے شوگر کی بیماری' خونی پیچش' گردہ کی پتھری اور قوت ہاضمہ کے لئے بہترین دوا ہے۔

سوڈیم کلورائیڈ

انسانی جسم کے خون میں اس کی موجودگی بڑی اہمیت رکھتی ہے جسم کی حرارت اس سے قائم رہتی ہے' سانس کی صفائی کرتا ہے' جسمانی نظام کو برقرار رکھنے میں معاون ثابت ہوا ہے قوت ہاضمہ بڑھاتا ہے' درد شکم کو دور کرتا ہے' اسہال یعنی ہیضہ کے مرض میں پرانے ڈاکٹر اسی نمک کو بذریعہ انجکشن علاج کراتے تھے' ہر قسم کے زہریلے اثرات کو ختم کرتا ہے مثلاً" کوئلے کے دھوئیں کی زہریلی گیس کو ختم کرانے کے لئے اس سے فائدہ لیا جاتا ہے' جسم کی کمزوری کو دور کرنے میں نہایت مفید ہے' گرمی کے موسم میں سن سٹروک کے اثر کو ختم کرانے کے لئے تھوڑا سا نمک زبان پر مریض کے رکھنے سے ہوش بحال ہو جاتی ہے۔

کیلشیم کاربونیٹ

یہ نمک خوراک بڑھانے اور ہضم کرنے کے لئے بہت مفید ہے' اس کے استعمال کرنے سے پیشاب میں خارج ہونے والے ذرات وغیرہ کی رکاوٹ ہو جاتی ہے' اور پیشاب صاف آنا شروع ہو جاتا ہے' مثانہ' گردہ کی پتھری بھی ٹوٹ کر خارج ہو جاتی ہے' گنٹھیا کے دردوں کے لئے بھی مفید ہے' اعصاب کی حدت اور جلن ختم ہو جاتی ہے' جسم انسانی پر سورج کی تپش اور لو کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

پوٹاشیم نائٹریٹ

آب زمزم کی مشہور ٹھنڈک اسی شورہ کی وجہ سے ہے۔ یہ نمک تھکن اتار کر جسم کو

Marfat.com
Marfat.com

راحت دینے میں مفید ہے' نیز پیشاب کی کثرت کے لئے کیلشیم کاربونیٹ کی طرح اس سے بھی کافی امداد ملتی ہے' دمہ کی بیماری کو بھی اس سے بہت فائدہ پہنچتا ہے اور پسینہ زیادہ آتا ہے۔

ہائیڈروجن سلفیٹ

زمزم میں یہ خاص صفت موجود ہے کہ تازہ زمزم پینے سے اس کا اثر بہت زیادہ رہتا ہے تمام جلدی بیماریاں' کسہ مالا (ہجیراں)' جلن ہاتھوں اور پاؤں کی اس کے پینے سے ختم ہو جاتی ہے۔ جراثیم کے اثرات اس سے ختم ہوتے ہیں' اس کے استعمال سے ہیضہ اور امراض معدہ کو شفاء ہو جاتی ہے۔ زمزم کا پانی قوت حافظہ کو بڑھاتا ہے' غذا کو ہضم کراتا ہے اور اس سے بھوک بڑھ بھی جاتی ہے' بواسیر جیسے مرض کے لئے بھی اکسیری صفت کا حامل ہے۔
غرض جسم انسانی کے نظام کو درست رکھنے اور مختلف امراض سے نجات دلاتا ہے قدرتی طور پر زمین سے جو عناصر انسان بذریعہ غذا حاصل کرتا ہے وہ تمام معدنیات اس پانی میں شامل ہیں ان معدنیات کا وجود لیبارٹری ٹسٹ رپورٹ کے نتیجہ میں ظاہر ہوتا ہے یعنی ہر عنصر قلیل مقدار میں دوائی کی حیثیت سے قدرتی طور پر اس میں موجود ہوتا ہے اور جدید سائنس کی تحقیق کے مطابق ہر دوا زیادہ مقدار میں ہلاکت کا باعث بنتی ہے اور کم از کم مقدار میں شفاء کا اثر رکھتی ہے۔

جبل ابوقبیس

مکہ میں خانہ کعبہ کے ارد گرد کئی ایسے مقامات ہیں جن کی تاریخی حیثیت بغیر کسی شک و شبہ کے مسلم ہے مثلاً "جبل ابوقبیس"۔ یہ پہاڑ صفاء کی جانب سے خانہ کعبہ کے قریب واقع ہے یہ پہاڑ تمام دنیا کے پہاڑوں سے افضل پہاڑ ہے اس کے متعلق حضور اکرم ﷺ

Marfat.com
Marfat.com

سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔ جبل ابوقبیس وہ پہاڑ ہے جو دنیا کی سطح پر سب سے پہلے نمودار ہوا تھا طوفان نوح علیہ السلام کے زمانہ میں حجراسود اسی پہاڑ پر بطور امانت محفوظ پڑا رہا۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ شق القمر اسی پہاڑ پر لوگوں کو دکھایا گیا تھا۔ مکہ کی آبادی چونکہ نشیب میں تھی لوگ چاند دیکھنے کے لئے اسی پہاڑ پر چڑھ کر دیکھا کرتے تھے۔

جبل نور

یہ پہاڑ بھی مکہ سے منیٰ جاتے ہوئے بائیں جانب راستہ میں پڑتا ہے "غار حرا" اسی پہاڑ میں واقع ہے جہاں حضور تنہائی میں بیٹھ کر عبادت کرتے تھے۔ پہلی وحی بھی اسی پہاڑ اور غار حرا میں آئی تھی۔

جبل ثور

یہ پہاڑ بھی مکہ کے قریب ہے ہجرت کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں یہاں کفار مکہ سے پناہ لی گئی تھی اس کا محل وقوع مکہ سے تقریباً" تین میل کے فاصلہ پر ہے بلندی ڈیڑھ میل ہو گی۔

دار ارقم

یہ وہ جگہ ہے جہاں ابتداء اسلام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چند جان نثاروں کے ہمراہ جمع ہو کر عبادت فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی مقام پر اسلام کی دعوت قبول کی تھی

Marfat.com
Marfat.com

مقام رہائش

یہ وہ مکان ہے جہاں حضور اکرم ﷺ نے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد قیام فرمایا تھا۔ اسی مکان میں حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادیاں اور صاحبزادے پیدا ہوئے تھے۔ مرور زمانہ میں یہ مکان مہندم ہو چکا تھا مگر اب سعودی حکومت نے دوبارہ تعمیر کرایا اور یہاں بچوں کو قرآن حفظ کرانے کا ایک مدرسہ قائم کرایا یہ جگہ شارع فیصل پر ایک گلی کے اندر تھا۔ اب برلب سڑک واقع ہے موجودہ لیٹرینیں جہاں بنی ہوئی ہیں ان سے گذر کر تھوڑی چڑھائی جانب مشرق چڑھنے کے بعد موجود ہے۔

مسجد جن

یہ وہی جگہ ہے جہاں جنات نے نبی اکرم ﷺ سے تعلیم حاصل کی تھی اور قرآن سن کر ایمان لائے تھے۔ یہ مسجد جنت المعلیٰ کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں برلب سڑک بنی ہوئی ہے۔

مقام پیدائش

حضور اکرم ﷺ کی پیدائش سابق محلہ قشاشیہ میں ''سوق الیل'' نامی گلی میں ایک مکان میں ہوئی ابتدا یہ مکان بھی منہدم ہو چکا تھا مگر اب حکومت نے شارع ملک سعود پر واقع ایک جگہ پر پختہ مکان تعمیر کرا کے اس عمارت میں ایک مدرسہ اور کتب خانہ جاری کرا دیا ہے۔ خانہ کعبہ کی وجہ سے اسلام کی مرکزیت کا اعزاز مکہ مکرمہ کو حاصل ہوا اسی مکہ کے شہر میں حضور اکرم ﷺ کی پیدائش ہوئی جن کی وجہ سے بنی اسرائیل کی امامت کا دور اپنے اختتام کو پہنچا۔ بنی اسرائیل کی امامت کے دور میں مرکزیت کا اعزاز بیت المقدس کو حاصل تھا جب بنی اسرائیل کی امامت کا اختتام ہوا تو امامت کا اعزاز حضور اکرم ﷺ کو حاصل ہوا اور بیت المقدس کی مرکزیت بھی خانہ کعبہ کو نصیب ہوئی جو کہ مکہ مکرمہ میں ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

حصہ ششم

مکہ سے ہجرت کا مقصد

غار ثور میں تقریباً" تین دن قیام کرنے کے بعد یثرب جانے کے لئے تیاری شروع ہوئی زاد راہ کے لئے حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ سامان ضرورت غار ثور میں لے کر آئیں تو اتفاقاً" کجاوہ کے ساتھ سامان باندھنے اور لٹکانے کے لئے رسی وغیرہ بھول گئی تھیں چنانچہ آپ نے اپنے کمر بند کا پٹکا اتار کر دو ٹکڑے کیا' ایک ٹکڑے سے رسی کا کام لیا۔ اور دوسرا کمر پر باندھ لیا آپؐ نے جب مکہ سے نکلنے کا پروگرام بنایا تھا تو راستہ کی سواری کے لئے انتظام کی ذمہ داری مکہ کے ایک شخص عبداللہ ابن اریقط لیثی جو کہ اس صحرائی راستہ جو کہ یثرب کی طرف جانے والا تھا سے واقف تھا کو معاوضہ پر تیار کر لیا اور بتا دیا گیا تھا کہ تین دن بعد غار ثور کے نزدیک ہمارے لئے سواریاں پہنچا دے یہ شخص اگرچہ ابھی تک مسلمان تو نہیں ہوا تھا مگر قابل اعتبار شخص تھا اور وعدہ وعید کا پکا تھا اس لئے اس سے بات پکی کی کہ رازداری سے کام لے گا آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کی بہترین اونٹنی کو سفر کے لئے پسند فرمایا۔ عبداللہ کے تجویز کردہ صحرائی راستہ پر قافلہ چل پڑا اس سفر میں عامر بن فہیرہ جو کہ حضرت ابوبکرؓ کے غلام تھے بھی ان کے ساتھ تھے اونٹنی پر آگے آپؐ بیٹھے اور ان کے پیچھے حضرت ابوبکرؓ جو کہ "بستا" آپؐ سے عمر رسیدہ تھے راستہ میں جو ملاقاتی ملتا تو وہ حضرت ابوبکرؓ سے ہی پوچھتے کہ کہاں جا رہے ہو اور یہ تمہارے آگے کون بیٹھا ہوا ہے تو آپؓ بتا دیتے کہ یہ مجھے راستہ بتاتے ہیں اس لئے ان کو آگے بٹھایا ہوا ہے۔

مکہ والوں کو کچھ پتہ نہ چلا کہ کس طرف چلے گئے ہیں تلاش بسیار کے بعد ٹھنڈے ہو کر بیٹھ گئے۔ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ کس راستہ سے

Marfat.com
Marfat.com

یثرب کو جا رہے ہیں دوسرے دن مکہ کے زیریں حصہ سے ایک جن جو کہ نظر نہیں آ رہا تھا اور لوگ صرف اس کی آواز کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے اور وہ کچھ اشعار پڑھتا جا رہا تھا جس میں ام معبد جو بنو کعب قبیلہ کی ایک خاتون کا نام تھا ان کی رہائش کا ذکر کر رہا تھا ہم اس نام کو سن کر سمجھ گئے کہ کس راستہ پر چلے گئے ہیں اس طرح مکہ کی حدود سے نکل گئے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ ہجرت کیوں اختیار کی گئی کیا مشرکین مکہ کی سختیوں اور اذیتوں سے تنگ آ کر ترک وطن اختیار کیا تھا یا کسی اقتدار کی خاطر یا اور کوئی روشن مستقبل مد نظر تھا۔

اگر مصائب سے تنگ آکر نکلنا ہوتا تو ابتدائی ایام میں ہی ترک وطن کر جاتے اتنی مصیبتیں اور پریشانیاں اٹھا کر اب جب مشکلات کا سامنا کرنے کی عادت پڑ چکی تھی اب کیوں نقل مکانی کرتے؟ اسی طرح اگر مقصد کسی اقتدار اور دنیاوی حکمرانی عزت وقار کا حصول تھا تو اس کی پیشکش سردار ان قریش کئی بار کر چکے تھے اور اقتدار بھی مکہ جیسے بین الاقوامی مرکزی علاقہ کا۔ ان حالات میں اگر غور کیا جائے تو ہجرت کا مقصد اور ہی کچھ تھا۔

پہلی بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپؐ کا کوئی فعل اور قول اپنی ذاتی پسند اور ناپسند کے معیار پر نہ تھا بلکہ وحی کی روشنی اور ہدایت کے مطابق ہی عمل درآمد ہوتا رہا پھر یہ بات بھی صاف اور واضح ہے کہ آپؐ کا مشن صراط مستقیم پر چلنا اور دوسروں کو اس پر چلنے کی دعوت دینا تھا سب سے پہلے آپؐ نے اس کی دعوت اپنے اہل خانہ کو دی' جنہوں نے لبیک کہا' پھر اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت دی' اسی طرح اپنے محلہ اور شہر والوں تک خفیہ اور اعلانیہ ہر دو طریقوں سے حالات کے مطابق دعوت دی' یعنی تقریباً" تین سال تک متواتر تبلیغ کا حق ادا کر دیا پھر مکہ سے باہر کے قبائل کو مخاطب کیا۔ اسی طرح دور دراز سے آنے والوں تک صراط مستقیم کی دعوت پہنچا کر اپنا فرض ادا کیا کم از کم تین سال اور زیادہ سے زیادہ دس سال کا عرصہ ایک معقول مدت ہوتی ہے۔ یعنی اتمام حجت کا حق ادا کرنے کیلئے یہ مدت عقلاً"

Marfat.com
Marfat.com

دونوں طرح سے موزوں مدت شمار کی جا سکتی ہے۔ اب تیسرا مرحلہ تبلیغ کا باقی تھا جو کہ دور دراز کے علاقوں تک دعوت پہنچا دی جائے اور یثرب قریب ترین مقام تھا۔ اور پھر یہ اس حیثیت سے بھی اہمیت رکھتا تھا کہ تجارتی قافلے عموماً اسی طرف سے ہی گزر کر مکہ کی طرف جاتے تھے اسی لئے مکہ کے متبادل یثرب کو تبلیغ کا مرکز بنانا منشاء الٰہی کے عین مطابق ہی تھا اور یثرب کے مقامی باشندے پہلے ہی اسلام کے حلقہ بگوش ہو چکے تھے۔ اور جو لوگ اسلام لا چکے تھے وہ بھی ایسے قبائل کے افراد تھے جو علاقائی ماحول میں اپنی شجاعت اور بہادری میں ایک مقام رکھتے تھے۔ چنانچہ انہی قبائل یعنی اوس اور خزرج کا تعاون جو مسلمانوں کو حاصل ہو چکا تھا اسی وجہ سے مشرکین مکہ کے سرداروں کو پریشانی اور فکر لاحق ہو گیا۔ اسی لئے انہوں نے سوچنا شروع کیا کہ کیا کرنا چاہئے جس سے اگر آئندہ پیش آنے والے معاشی مسائل سے دوچار ہو گئے تو پھر کیا ہو گا اس کا کچھ حل چاہئے۔

یثربی قبائل کو دھمکی

جب حضور اکرمؐ اپنے دوست ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں تشریف لے آئے تو اہل یثرب میں سے جو مسلمان ہو چکے تھے اور جو مکہ سے ہجرت کر کے پہلے ہی آباد ہو چکے تھے سب نے خوشی سے بڑا گرم جوشی کا استقبال کیا اور اپنی طرف سے ہر ممکن تعاون اور حفاظت کی پیشکش کی۔ یہ استقبال بھی اس نوعیت کا تھا جیسے کہ کسی ملکی سربراہ کا کیا جاتا ہے لیکن یثرب میں بھی بعض ایسے لوگ موجود تھے جن کے دلوں پر اسلام کے لئے قفل اور مہریں لگ چکی تھیں۔ اگرچہ بہ ظاہر عام لوگوں میں مل کر ان کی ہاں میں ہاں ملا دیتے تھے مگر دلوں میں نفرت اور بغض بھی پال رہے تھے۔ قرآن میں ان لوگوں کے لئے منافقین کی اصطلاح مقرر کی گئی ہے۔ انہی منافقین میں ایک بہت بڑا معزز یثربی عبداللہ بن ابی بھی تھا جو اپنی چودھراہٹ قائم رکھنے کے لئے ہمہ وقت لوگوں کو آپس میں لڑاتا اور پھر ثالث اور معزز بن کر ان کی صلح کرا

Marfat.com
Marfat.com

دیتا۔ انہی حالات میں رہتے ہوئے ان کی کوشش تھی کہ یثرب والے مجھے اپنے علاقہ کا سردار اور سربراہ بنالیں۔ مگر اتفاقاً" جب حضور اکرمؐ تشریف لے آئے تو عوام نے ان کی حد سے بڑھ کر عزت افزائی کی اور استقبال کیا تو اس کو خطرہ محسوس ہوا کہ شائد اب میری سربراہی کی تمنا کھٹائی میں پڑ جائیگی اسی لئے درپردہ لوگوں کو آپؐ کے خلاف اکساتا رہتا۔ یثرب کی اس موجودہ سیاسی فضا کی خبر بھی مشرکین مکہ کو وقتاً" فوقتاً" تجارتی قافلوں اور انفرادی ملاقاتوں کی وجہ سے پہنچ جاتی تو یہ مزید پریشانی میں مبتلا ہو جاتے پھر ان کو یہ اطلاع بھی مل چکی تھی کہ یثرب میں عبداللہ بن ابی ذہنی طور پر مسلمانوں کو پسند نہیں کرتا اسی لئے اس کو اپنے لئے ایک سہارا سمجھ کر اس کو ایک پیغام بھیجا کہ اے یثرب والو! آپ لوگوں نے ہمارے ایک مخالف کو پناہ دے رکھی ہے اس لئے ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یا تو آپ لوگ اس سے لڑائی کیجئے یا اسے اپنے علاقہ سے نکال دیجئے ورنہ ہم مکہ والے اپنی پوری جمیعت کے ساتھ آپ لوگوں پر یورش کر کے آپ کے سارے جنگی اور بہادر افراد کو قتل کر دیں گے ۔ اور آپ کی عورتوں کی حرمت بھی پامال کر دیں گے۔ اس اطلاع کے پہنچتے ہیں عبداللہ بن ابی اپنے ان مشرک ہمدرد بھائیوں کے حکم کی تعمیل کیلئے اٹھ پڑا ۔ کیونکہ یہ ذہنی طور پر پہلے ہی مسلمانوں سے نالاں تھا انہیں کی وجہ سے اس کا اقتدار متزلزل ہو رہا تھا ۔ تو اس نے اسی وقت اپنے ہم خیال یثربی لوگوں کو جمع کر کے مکہ والوں کے خط کا ذکر کیا کہ یہ صورت حال ہے لہٰذا تم تیار ہو جاؤ کہ ان مہاجرین کو یثرب سے نکال باہر کریں ورنہ ہم سب تباہ ہو جائیں گے اگر مکہ والوں نے ہم پر حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن ابی کے پروگرام کی اطلاع جب نبی اکرمؐ کو ہو گئی تو آپؐ نے یثربی لوگوں کو جمع کر کے بتایا کہ تم کو مکہ والے اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے جتنا تم خود اپنے آپ کو اور اپنے بہن بھائیوں اور دوستوں کو فساد برپا کر کے تباہ کرو گے۔ یہ ایک معقول مشورہ تھا جس کو یہ لوگ سن کر منتشر ہو گئے اور عبداللہ

Marfat.com
Marfat.com

بن ابی کے خیال اور مشورہ سے گریز کرنے لگے تو عبداللہ بن ابی پر بھی اوس پڑ گئی اور خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔ مشرکین مکہ کو جب اطلاع مل گئی کہ ہماری دھمکی لوگوں پر کوئی اثر نہ ڈال سکی تو مہاجرین کو دھمکی آمیز پیغامات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کہ تم لوگ یہاں سے بچ کر نکل گئے ہو مگر ہم یثرب میں بھی تمہارا تیا پانچا کر سکتے ہیں اسی گھمنڈ میں نہ رہو کہ اب ہم محفوظ ہو چکے ہیں اس کے بعد مہاجرین بھی محتاط ہو گئے اور اپنی اپنی حفاظت کرنے سے غافل نہیں تھے ۔ کیونکہ تمام عرب کے مشرکین ان کے مخالف تھی اور پھر یثرب میں بھی عبداللہ بن ابی کے ہمنوا موجود تھے ان سے کوئی بعید نہ تھا کہ کسی وقت مشرکین مکہ وغیرہ کے آلہ کار بن کر مہاجرین بلکہ خصوصاً" نبی اکرمؐ کو نقصان نہ پہنچا دیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے وعدہ کر رکھا تھا کہ تم کو ان لوگوں سے بچا کر رکھوں گا مگر اسباب بھی اللہ تعالیٰ نے مہیا کرنے تھے اس لئے ان سے کام لینا بھی انسان کے فرائض میں شامل ہے۔ اسی لئے رات کو حضورؐ کی حفاظت کے لئے مسلح دستہ بھی عموماً" تیار رہتا جیسے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک رات آپؐ جاگ رہے تھے اور فرما رہے تھے کاش آج رات میرے صحابہ میں سے کوئی صالح شخص میرے ہاں پہرہ دے۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ ہتھیاروں کی جھنکار کی آواز سنائی دی۔ آپؐ نے پوچھا کون ہے جواب آیا سعد بن ابی وقاص آپؐ کی حفاظت کے لئے آیا ہوں ۔ انہیں آپؐ نے دعا دی اور پھر سو گئے۔

مشرکین مکہ مسلمانوں کی مخالفت میں اس حد تک بڑھ چکے تھے کہ ہر وقت انتقام کی فکر میں لگے رہتے جیسے کہ ایک بار سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یثرب سے عمرہ کرنے کی خاطر مکہ گئے مکہ میں یہ امیہ بن خلف کے مہمان ٹھہرے ۔ امیہ سے کہا کہ کوئی ایسا وقت بتاؤ جس میں خانہ کعبہ میں جمگھٹا کم ہو اور خلوت کی کیفیت میں عمرہ کر لوں اور بیت اللہ کا طواف اطمینان سے کر سکوں ۔ امیہ سعد کو دوپہر کے وقت لے کر خانہ کعبہ میں لے گئے' راستہ میں ابوجہل

Marfat.com
Marfat.com

سے سعد کی ملاقات ہو گئی ۔ ابو جہل نے امیہ سے پوچھا ابو صفوان تمہارے ساتھ یہ کون ہے۔ امیہ نے کہا یہ سعد بن معاذ ہیں۔ ابو جہل نے سعد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اچھا! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بڑے امن و اطمینان سے طواف کر رہے ہو حالانکہ تم لوگوں نے بے دینوں کو پناہ دے رکھی ہے اور یہ خیال کئے ہوئے ہو کہ ان کی مدد کرو گے ۔ سنو! خدا کی قسم تم ابو صفوان کے ساتھ نہ ہوتے تو اپنے گھر سلامت پلٹ کر نہ جا سکتے تھے۔ اس پر سعد نے بلند آواز میں کہا سن لے اگر تو نے مجھ کو اس سے روکا تو خدا کی قسم میں تجھے ایسی چیز سے روک دونگا جو تجھ پر اس سے زیادہ گراں ہوگی' یعنی یثرب سے تمہارا گزرنا محال ہو گا۔

انقلابی شخصیت ہجرت کے بعد

مکی زندگی کے ابتدائی تحریک کے تین ادوار مکمل ہونے کے بعد انقلابی گروہ کے نئے وطن میں منتقل ہونے سے سابقہ حالات بدل چکے تھے۔ اب یثرب جس کا نیا نام مدینہ رکھا گیا تھا کے حالات کا جائزہ لے کر دعوت صراط مستقیم کو پھیلانے کے مسائل سے عہدہ برآ ہونے کا وقت آ چکا تھا۔

مکی زندگی میں حضور ﷺ کے ذاتی خصائل اور اعمال صالحہ کی وجہ سے مشرکین مکہ اور نئے دین کے پیروکار دونوں متاثر تھے مگر مشرکین مکہ کے سامنے دعوت توحید پیش کرنے کی وجہ سے آپؐ کے ذاتی اخلاقی صفات کو مشرکین نے پس پشت ڈال کر مخالفت اور انتقام کو اپنا لیا۔ ایسے ماحول میں تحریک کے لئے اجتماعی کوشش مشکلات اور ناکامی کا باعث بن سکتی تھیں مگر نئے وطن مدینہ کے حالات بہ نسبت مکہ کے یکسر مختلف تھے ۔ عوام کی ہمدردیاں نئے آباد کاروں سے بڑھتی جا رہی تھیں اب وقت کا تقاضا تھا کہ دنیا کے سامنے ایک نیا معاشرہ قائم کر کے مخلوق خدا کو جہالت کے اندھیروں سے نکال لایا جائے ۔ ہجرت کرنے کا مقصد

Marfat.com
Marfat.com

صرف یہی تو نہ تھا کہ فتنے اور مشرکین مکہ کے تمسخر کا نشانہ بننے سے نجات حاصل کر لی جائے بلکہ اس نقل مکانی میں یہ مقصد بھی شامل تھا کہ ایک پر امن علاقہ میں ایک نئے معاشرے کی تشکیل میں تعاون کیا جائے اسلیئے مکہ کے ہر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض قرار دیا گیا کہ اس وطن جدید کی تعمیر میں حصہ لے اور اس کی پختگی' حفاظت اور رفعت شان میں اپنی کوشش صرف کرے اسی مقصد کی خاطر ہجرت کرنا بھی لازم سمجھا گیا۔ آپؐ ہجرت کے بعد مدینہ میں جدید معاشرہ کی تشکیل کے اولین امام' قائد اور راہنما کی حیثیت رکھتے تھے اور کسی قسم کے بنیادی اختلاف کے بغیر سارے معاملات کی باگ ڈور آپؐ ہی کے اختیار میں تھی۔

مدینہ میں پہلا مرحلہ تو مہاجرین کے آباد کاروں کا تھا پھر مقامی طور پر پرامن ماحول مہیا کرنا تھا۔ اس سلسلہ میں مسائل کے حل کرنے کے لئے مدینہ میں آپؐ کو تین طرح کی قوموں سے واسطہ پڑتا تھا اور ہر طبقہ کے حالات ایک دوسرے سے مختلف ہی تھے اور بعض ایسے مسائل بھی تھے جو کہ سب کے سامنے پیش آتے تھے یعنی مشترک مسائل۔ تو ایسے مختلف حالات پر مشتمل اقوام کے لئے ایک نیا معاشرہ قائم کرنا بڑا کٹھن کام ہوتا ہے ایک گروہ مہاجرین مکہ کا تھا' دوسرا گروہ مقامی مسلمانوں کا جو یہاں کے پشتینی آباد کار تھے۔ تیسرا گروہ وہ قبائل تھے جو مدینہ کے ارد گرد یہود کے نام سے مشہور تھے یہ دراصل آشوری اور رومی ظلم و جبر سے بھاگ کر حجاز میں آکر پناہ گزین ہو گئے تھے۔ اصلاً" یہ عبرانی ہی تھے مگر حجاز میں آکر انہوں نے عرب کی وضع قطع' زبان اور تہذیب وغیرہ کو اپنا لیا تھا بلکہ عربوں میں شامل ہونے پر مجبور بھی تھے اسی لئے عربوں کے ساتھ غم و خوشی' بیاہ شادیوں اور رشتہ داریاں بنانے اور جوڑنے میں اپنی مصلحت ہی سمجھی مگر در پردہ اپنی اسرائیلیت' یہودیت اور قوم پرستی پر فکر کرتے تھے۔ اپنے دلوں میں عربوں کو انتہائی ذلیل اور حقیر' بدھو' وحشی' پس ماندہ

Marfat.com
Marfat.com

اور اچھوت قسم کی مخلوق سمجھتے تھے ۔ ان کا عقیدہ تھا کہ عربوں کا مال کھانا ہمارے لئے حلال ہے ۔

عربوں کو یہ لوگ امی' جاہل' گنوار کی حیثیت دیتے تھے اور اپنے آپ کو ترقی یافتہ اور ماڈرن' سلجھی ہوئی نسل قرار دیتے۔ دینی لحاظ سے بھی کوئی قابل داد حیثیت نہیں رکھتے تھے بلکہ دین کو صرف جادو' ٹونے' فال گیری اور جھاڑ پھونک' گنڈے تعویز کی حد تک جانتے تھے اور اسی کو دین موسوی سمجھ کر اپنے آپ کو دیندار اور صاحب علم اور روحانی پیشوا بنا کر اپنے سے جاہل عوام کا استحصال کرتے تھے ۔ حضور ﷺ کو ایسی زندگی میں اپنی تحریک کو نشوونما دینا تھا۔

مدینہ میں یہودیوں کا کاروبار

یہودی نسل فطرتاً" دولت اور سرمایہ داری میں اپنی مثال آپ ہی ہے ان کا بنیادی طریقہ دوسری اقوام کا استحصال کرنا ہوتا ہے جیسے کہ آج کے معاشرہ میں امریکہ کے یہودی دنیا بھر کے کاروبار کو اپنے استحصال کی مٹھی میں ڈالر کے ذریعہ قابو کئے ہوئے ہیں اسی طرح مدینہ میں جب آکر آباد ہوئے تو یہ استحصال کا طریقہ کار اختیار کئے ہوئے تھے ۔

مدینہ میں غلہ' کھجور' شراب اور کپڑے کی صنعت انہی کے ہاتھوں میں تھی اور یہ اپنے کاروبار میں عربوں سے لین دین میں تین گنا زیادہ منافع لیتے تھے اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ضرورت مند عربوں کو سود پر رقومات بھی دیتے تھے عرب کے بعض سردار شہرت کی خاطر یہودیوں سے قرض لیکر اپنی شان و شوکت بڑھانے کے لئے شاعروں سے اپنے قصیدے پڑھواتے اور یہ قرض کی رقومات ان رسومات پر خرچ کر دیتے ان رقومات کو واپس نہ کر سکنے پر اپنی زمین یہودیوں کے پاس گروی رکھتے یا فروخت کر دیتے یہ نو آباد کار یہودی جائدادیں

Marfat.com
Marfat.com

بنا کر اپنی دسیسہ کاریوں' سازشوں اور جنگ و فساد کی آگ بھڑکانے میں بڑے ماہر تھے یہ لوگوں کو آپس میں لڑا کر دشمنیاں پیدا کرتے رہتے انہی کی پیدا کردہ شورشوں کی وجہ سے عرب قبائل آپس میں سالہا سال تک جنگ و جدل برپا رکھتے۔ اگر اتفاقاً" جنگ ٹھنڈی ہونے میں آتی تو ان یہودیوں کی خفیہ انگلیاں پھر حرکت میں آ جاتیں اور جنگ پھر بھڑک اٹھتی اور یہ خود کنارے بیٹھے تماشہ دیکھتے۔ عربوں کو بھاری بھر کم قرض دیتے تاکہ ان کی جنگ کی طاقت کمزور نہ ہو اور ان کا سودی کاروبار جاری رہے اور سرمایہ کاری میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہے اور عرب سدا ان کے محتاج رہیں۔ یہ تھے مدینہ کے عوام کے اقتصادی اور معاشی حالات جب حضور ﷺ تشریف لائے تھے۔ مدینہ کے ارد گرد قبائل میں یہود کے تین گروہ تھے (۱) بنو قیسقاع یہ مدینہ کے اندر رہائش پذیر تھے (۲) بنو نضیر (۳) بنو قریظہ یہ دونوں قبیلے مدینہ کے اطراف میں آباد تھے اور اوس قبیلہ کے حریف تھے۔ بنی قیسقاع خزرج کے حلیف بنے ہوئے تھے ۔ کافی عرصہ تک یہی یہودی خزرج اور اوس قبائل میں فساد اور جنگ کا باعث بنے ہوئے تھے۔

ان یہودیوں سے یہ توقع تو نہیں کی جا سکتی تھے کہ وہ نبی ﷺ سے تعاون کرتے کیونکہ یہ بنی اسرائیل سے باہر کسی دوسرے کو رسول اور نبی ماننے پر تیار نہیں تھے ۔ پھر ان کو یہ بھی خوف تھا کہ یہ نئی پارٹی ہمارے دھوکہ بازی کے تاروپود بکھیر کر ان عربوں کو ہم سے بد گمان نہ کر دیں اور ہمارا کاروبار جو سراسر استحصال پر تھا ختم نہ ہو جائے اسی لئے ذہنی طور پر مسلمانوں سے خوفزدہ رہتے تھے۔

یہود کی بددیانتی کا تجربہ

ایک بلند پایہ یہودی عبداللہ بن سلام بھی مسلمان ہوا تھا واقعہ اس طرح ہے کہ جب رسول

Marfat.com
Marfat.com

ﷺ بنو نجار میں تشریف لائے تو یہ یہودی جو کہ عالم فاضل اور سمجھ دار آدمی تھا ان کو خبر ملی کہ آپؐ تشریف لائے ہیں تو یہ آپؐ کی خدمت میں بلا تاخیر حاضر ہوئے اور اپنی معلومات کے مطابق آپؐ سے چند سوالات کئے جن کے جوابات دے دیئے گئے تو اسی وقت حضرت عبداللہ بن سلامؓ اسلام لے آئے ۔ اسلام لانے کے بعد آپؐ سے کہا کہ یہود ایک بہتان باز قوم ہے اگر انہیں اس سے قبل کہ آپؐ کچھ دریافت فرمائیں۔ میرے اسلام لانے کا پتہ لگ گیا تو وہ آپؐ کے پاس مجھ پر بہتان تراشیں گے۔ لہٰذا حضور ﷺ نے یہود کو بلا بھیجا۔ وہ جب آ گئے ادھر عبداللہ بن سلام گھر میں چھپ گئے تو آپؐ نے دریافت کیا کہ عبداللہ بن سلام تمہارے اندر کس حیثیت کا آدمی ہے انہوں نے کہا وہ تو ہمارے سب سے بڑے عالم ہیں اور سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں ہمارے سب سے اچھے آدمی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ ہمارے سردار کے بیٹے ہیں۔ اور ہم سب سے افضل آدمی ہیں ۔ نبی ﷺ نے فرمایا اچھا! اگر عبداللہ بن سلامؓ مسلمان ہو جائیں تو؟ یہود نے دو تین بار کہا کہ اللہ ان کو اس سے محفوظ رکھے ۔ اس سوال و جواب کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام برآمد ہوئے تو انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اتنا سننا تھا کہ یہودی بول پڑے "یہ ہمارا سب سے برا آدمی ہے اور سب سے برے آدمی کا بیٹا ہے" اس طرح اسی مجلس میں بیٹھے بیٹھے ان کی برائیاں بیان کرنا شروع کر دیں۔ اس پر عبداللہ بن سلام نے فرمایا ۔ اے جماعت یہود اللہ سے ڈرو اس اللہ کی قسم تم لوگ جانتے ہو کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور آپؐ حق لے کر تشریف لائے ہیں۔ لیکن یہود نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو۔ یہ ایک ایسا تجربہ تھا جو کہ یہودی قوم سے ظاہر ہوا اور اسی سے ان کی عادات اور خصلت کا اندازہ ہو گیا تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

اسلامی معاشرہ اور حکومت الٰہیہ

صراط مستقیم کی عظیم انقلابی شخصیت مکی زندگی میں انفرادی انقلاب برپا کرنے کے بعد مدینہ میں ہجرت کر کے جب تشریف لائے۔ تو پہلا مسئلہ مہاجرین کی آباد کاری کا تھا اس سلسلہ میں انصار مدینہ کے سامنے قیام امن اور اسلامی معاشرہ کے لئے تجاویز رکھی گئیں اسلامی تعلیمات کے تقاضے کے مطابق اخوت کے رشتہ کو مضبوط کرنے کی خاطر مہاجرین اور انصار مدینہ کے درمیان مواخات کا تعلق استوار کرنے کی خاطر حضرت انس بن مالکؓ کے گھر میں ایک اجتماع منعقد کرایا۔ ابن قیم لکھتے ہیں کہ اس بھائی چارہ کے اجتماع میں اس وقت کل نوے افراد موجود تھے نصف مہاجر اور نصف تعداد انصار مدینہ کی تھی۔ بھائی چارہ کی شرائط میں یہ بات تجویز کی گئی تھی کہ مہاجر اور انصار ایک دوسرے کے غمخوار ہوں گے اور ایک دوسرے کی وراثت میں بھی شریک ہوں گے ۔ وراثت کا حکم جنگ بدر کے بعد ختم کرا دیا گیا تھا مگر بھائی چارہ بدستور موجود رہا اور ایک اور معاہدہ مہاجرین کے درمیان بھی کرایا گیا تھا وہ یہ تھا کہ ان کی جاہلی عصبیتیں ختم کر دی جائیں ۔ حمیت اور غیرت جو بھی ہو گی وہ اسلام کے لئے ہو گی۔ نسل' رنگ اور وطن کے امتیازات مٹا دیئے جائیں بلندی اور پستی کا معیار انسانیت اور تقویٰ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو گا۔ یہ بھائی چارگی محض زبانی الفاظ کی حد تک نہ تھی بلکہ عملی طور پر حقیقی صورت میں عمل درآمد بھی کرایا گیا۔ جیسے کہ صحیح بخاری کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔ مہاجرین جب مدینہ تشریف لائے تو رسول ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور سعدؓ بن ربیع کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا اس کے بعد حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے کہا انصار میں میری مالی حالت سب سے بہتر ہے آپ میرا مال دو حصوں میں بانٹ دیں آدھا آپ رکھ لیں اور آدھا مجھے دیدیں۔ اسی طرح میری دو بیویاں ہیں آپ دیکھ لیں جو آپ کو زیادہ پسند ہو وہ آپ لے لو میں اسے طلاق دے دوں ۔ عدت گزرنے کے

Marfat.com
Marfat.com

بعد اس کے ساتھ تم باقاعدہ شادی کر لو۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جواباً" کہا۔ اللہ آپ کے مال و اولاد میں برکت دے آپ لوگوں کا بازار کہاں واقع ہے لوگوں نے ان کو بنی قیسقاع کا بازار بتایا جب بازار سے واپس آئے تو آپ کے پاس فاضل پنیر اور گھی تھا اس کے بعد آپ روزانہ بازار جاتے رہے ایک دن آئے تو آپ پر زردی کا اثر تھا تو نبی ﷺ نے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے شادی کی ہے آپ ﷺ نے پوچھا عورت کو مہر کتنا دیا ہے بولے ایک نواۃ (گٹھلی) کے ہم وزن سونا (کوئی سوا تولہ)

اسی طرح ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انصار نے نبی ﷺ سے کہا کہ ہماری کھجوروں کے باغ ہمارے بھائیوں (مہاجرین) کے درمیان تقسیم کر دیں آپ ﷺ نے انکار فرمایا تو انصار نے کہا تو پھر ایسا کرتے ہیں مہاجرین ہمارا کام باغوں میں کریں اور ہم پھلوں میں مہاجرین کو حصہ دار بنا دیتے ہیں تو آپؐ نے پسند فرمایا۔

مہاجرین کی آباد کاری کا مسئلہ اس طرح حل ہوا تو پھر ایک تجویز یہ بھی تھی کہ مسلمانوں کی باہم مشاورت اور عبادت کے لئے ایک مسجد بھی بنا دی جائے مسجد کی تعمیر کے لئے وہی جگہ مناسب سمجھی گئی جہاں آپؐ کی اونٹنی مدینہ میں داخل ہوتے وقت بیٹھی تھا وہاں مسجد بنانے کی تجویز منظور کی گئی چونکہ یہ زمین یتیم بچوں کی ملکیت تھی اس لئے معاوضہ دے کر خرید لی گئی اور مسجد کی تعمیر میں خود ذاتی طور پر حضورؐ نے کام کرنا شروع کیا پتھر اور روڑے اٹھاتے رہے صحابہؓ نے ان کے ذاتی طور پر شامل ہونے سے زیادہ دلچسپی سے تعمیر مسجد میں کام کیا مسجد کے ساتھ چند کمرے بنائے گئے تھے انہی کمروں میں تعمیر کے بعد ابو انصاریؓ کے مکان سے منتقل ہوئے تھے ان ہی کمروں میں ازواج مطہرات بھی رہائش پذیر تھیں۔

یہ مسجد صرف پانچ وقت کی نمازوں یا عبادات کے لئے مختص نہ تھی بلکہ یہ مسجد کثیر المقاصد کی

Marfat.com
Marfat.com

حیثیت سے مسلمانوں کی مرکزی جگہ تھی یہ درس گاہ بھی تھی' بے خانماں مہاجرین کے لئے ہوسٹل کا کام بھی دیتی تھی اور باہم مشاورت کے لئے پارلیمنٹ ہاؤس کی حیثیت سے اس میں اجلاس منعقد ہوتے رہے بلکہ یہ اس انقلابی گروہ کے کیمپ کی حیثیت سے تعمیر ہوئی تھی ایک اسلامی معاشرہ کی تشکیل دینے کی خاطر مہاجرین مکہ کے علاوہ مدینہ کے اندر رہائش پذیر پرانے باشندے جو کہ ابھی تک پرانے دین پر کاربند تھے اور ان کے علاوہ بیرون مدینہ اردگرد قبائل جو کہ یہود تھے ان لوگوں کو بھی باہم ربط و ضبط میں شریک کرنا ضروری تھا۔ یہ تینوں مختلف نظریات کے حامل انسان تھے ان میں سے پاک باز صحابہ کرام کی جماعت کے تعلق سے آپؐ کو جن مسائل کا سامنا تھا اس سلسلہ میں مدینہ کے حالات مکہ کے حالات سے قطعی مختلف تھے مکہ میں اگرچہ ان کا حکم ایک ہی تھا اور ان کے مقاصد بھی ایک جیسے تھے مگر وہاں مختلف گھرانوں میں بکھرے ہوئے تھے اور مجبور اور مظلوم بھی تھے مشرکین تو ان کو ذلیل اور کمزور سمجھتے تھے ان کے ہاتھ میں کسی قسم کے اختیارات بھی نہ تھے سارے معاشرتی اختیارات دشمنان دین کے ہاتھوں میں تھے مگر اب مدینہ میں مسلمانوں کی زمام کار پہلے ہی دن سے خود ان کے اپنے ہاتھوں میں تھی ان پر کسی دوسرے کا کوئی تسلط نہ تھا اس لئے اب وقت آگیا تھا کہ مسلمان تہذیب و عمرانیات' معاشیات' اقتصادیات' سیاست' حکومت اور صلح و جنگ کے مسائل کے لئے تیاری کریں اور ایک نیا معاشرہ تشکیل کریں اور یہ کچھ آسان کام نہ تھا جو چند دنوں میں عملی صورت اختیار کر جائے اس بنیادی کام کے لئے باقاعدہ محنت' سوجھ بوجھ' جدوجہد کی ضرورت تھی۔ مدینہ کے مسلمانوں میں دو طرح کے لوگ تھے ایک وہ جو خود غیر منقولہ جائداد از قسم اراضی اور مکانات اور اموال میں رہائش پذیر تھے اور معاشی مسائل میں ان کو اس سے زیادہ فکر نہ تھی جتنی کسی آدمی کو اپنے اہل و عیال میں امن و سکون کے ساتھ رہتے ہوئی کرنا پڑتی ہے یہ تو تھا مدینہ کے صاحب حیثیت انصار کا گروہ۔

Marfat.com
Marfat.com

دوسرا گروہ ان کے پہلو بہ پہلو مہاجرین مکہ کا تھا جو ان تمام معاشرتی سہولتوں سے یکسر محروم کسی نہ کسی طرح تن بہ تقدیر مدینہ پہنچ گیا تھا ان کے پاس نہ تو رہنے کی کوئی جگہ تھی اور نہ ہی پیٹ پالنے کے لئے کاروبار تھا اور نہ کسی قسم کا فنڈ اور سرمایہ تھا جس سے ان کی معیشت کا ڈھانچا کھڑا ہو سکے اور ساتھ ان مہاجرین کی تعداد میں بھی روز برزو اضافہ بھی ہو رہا تھا کیونکہ یہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہو وہ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ چلا آئے۔

مدینہ میں کچھ مشرکین ایسے بھی تھے جن کو مسلمانوں پر بالا دستی تو حاصل نہ تھی مگر دل میں ان سے نفرت بھی نہیں کرتے تھے اسلام کے متعلق ان کے خیالات گو مگو قسم کے تھے۔ یہ لوگ چند دنوں کے بعد مسلمان ہو چکے تھے ان کے علاوہ کچھ مشرک ایسے بھی تھے جو اپنے دلوں میں نبی ﷺ کے متعلق سخت کینہ اور بغض و عداوت رکھتے تھے مگر ظاہری طور پر مسلمانوں کے مد مقابل آنے کی جرات نہیں کر سکتے تھے بلکہ اپنے حالات کے پیش نظر بعض اوقات محبت اور خلوص' ہمدردی کا اظہار کرتے رہتے تھے جیسے عبداللہ بن ابی بن سلول قسم کے مشرک اور اس کے ہمنوا لوگ۔

حضور اکرم ﷺ نے چونکہ مدینہ میں ایک نئے معاشرہ اور حکومت الٰہیہ کی بنیاد رکھنی تھی اس لئے مدینہ کے تمام باشندوں کو ہمنوا بنانے کی خاطر اور مسلمانوں کے آپس میں تعلقات کے لئے بھی ایک معاہدہ تشکیل دیا گیا۔

اہل مدینہ اور مہاجرین کا معاہدہ

یہ تحریر ہے محمدؐ کی جانب سے قریشی' یثربی اور ان کے تابع ہو کر ان کے ساتھ لاحق ہونے اور جہاد کرنے والے مومنین اور مسلمانوں کے درمیان۔

Marfat.com
Marfat.com

دفعہ نمبرا:۔ یہ سب اپنے ماسوا انسانوں سے الگ ایک امت ہیں۔

دفعہ نمبر۲:۔ مہاجرین قریش اپنی سابقہ حالت کے مطابق باہم دیت کی ادائیگی کریں گے اور انصار کے تمام قبیلے اپنی سابقہ حالت کے مطابق باہم دیت کی ادائیگی کریں گے۔ اور ان کا ہر گروہ معروف طریقے پر اہل ایمان کے درمیان انصاف کے ساتھ اپنے قیدی کا فدیہ ادا کرے گا۔

دفعہ نمبر۳:۔ اہل ایمان اپنے درمیان کسی بے کس کو فدیہ یا دیت کے معاملے میں معروف طریقے کے مطابق عطاء و نوازش سے محروم نہ رکھیں گے۔

دفعہ نمبر۴:۔ سارے راست باز مومنین اس شخص کے خلاف ہوں گے جو ان پر زیادتی کرے گا یا اہل ایمان کے درمیان ظلم اور گناہ زیادتی اور فساد کی راہ نکالے گا۔

دفعہ نمبر۵:۔ ان سب کے ہاتھ اس شخص کے خلاف ہوں گے خواہ وہ ان میں سے کسی کا لڑکا ہی کیوں نہ ہو

دفعہ نمبر۶:۔ کوئی مومن کسی کافر کے بدلے کسی بھی مومن کو قتل نہ کرے گا۔

دفعہ نمبر۷:۔ نہ کسی مومن کیخلاف کسی کافر کی مدد کرے گا۔

دفعہ نمبر۸:۔ اور اللہ کا ذمہ (عہد) ایک ہو گا ایک معمولی آدمی کا دیا ہوا ذمہ بھی سارے مسلمانوں پر لاگو ہو گا۔

دفعہ نمبر۹:۔ جو یہود ہمارے پیروکار ہو جائیں ان کی مدد کی جائیگی اور وہ دوسرے مسلمانوں کے مثال ہوں گے نہ ان پر ظلم کیاجائے گا اور نہ ان کے خلاف تعاون کیا جائے گا۔

دفعہ نمبر۱۰:۔ مسلمانوں کی صلح ایک ہو گی کوئی مسلمان کسی مسلمان کو چھوڑ کر قتال فی سبیل اللہ کے سلسلہ میں مصالحت نہیں کرے گا بلکہ سب کے سب برابری اور عدل کی بنیاد پر ہی

Marfat.com
Marfat.com

کوئی عہد و پیان کرے گا۔

دفعہ نمبر۱۱:۔ مسلمان اس خون میں ایک دوسرے کے برابر اور مساوی ہوں گے جسے کوئی فی سبیل اللہ بہائے گا۔

دفعہ نمبر۱۲:۔ کوئی مشرک قریش کی کسی جان یا مال کو پناہ نہیں دے سکتا اور نہ کسی مومن کے آگے اس کی حفاظت کے لئے رکاوٹ بن سکتا ہے۔

دفعہ نمبر۱۳:۔ جو شخص کس مومن کو قتل کرے گا اور ثبوت موجود ہو گا اس سے قصاص لیا جائے گا سوائے اس صورت کے کہ مقتول کا والی راضی ہو جائے۔

دفعہ نمبر۱۴:۔ یہ کہ سارے مومنین اس کے خلاف ہوں گے۔ ان کے لئے اس کے سوا کچھ حلال نہ ہو گا کہ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔

دفعہ نمبر۱۵:۔ کسی مومن کے لئے حلال نہ ہو گا کہ کسی ہنگامہ برپا کرنے والے (بدعتی) کی مدد کرے اور اسے پناہ دے اور جو اس کی مدد کرے گا یا اسے پناہ دے گا اس پر قیامت کے دن اللہ کی لعنت اور اس کا غضب ہو گا اس کے فرائض و نوافل کچھ بھی قبول نہیں کئے جائیں گے

دفعہ نمبر۱۶:۔ تمہارے درمیان جو بھی اختلاف رونما ہو گا اسے اللہ عزوجل اور محمدؐ کی طرف پلٹا جائے گا (ابن ہشام) جلد نمبر ا صفحہ ۵۰۲۔۵۰۴

یہودی قبائل سے معاہدہ

مدینہ کے ارد گرد آباد قبائل میں سے جو لوگ ابھی تک اسلام قبول نہیں کئے ہوئے تھے ان میں یہودی زیادہ اہمیت کے حامل تھے ان کے ساتھ جو معاہدہ ہوا تھا اس کے دفعات یہ تھے۔

دفعہ نمبر۱:۔ قبیلہ بنو عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک ہی امت ہوں گے

Marfat.com
Marfat.com

یہودی اپنے دین پر عمل کریں گے اور مسلمان اپنے دین پر خود ان کا بھی حق ہو گا اور ان کے غلاموں اور متعلقین کا بھی اور بنو عوف کے علاوہ دوسرے یہود کے بھی یہی حقوق ہوں گے۔

دفعہ نمبر۲:۔ یہود اپنے اخراجات کے خود ذمہ دار ہوں گے اور مسلمان اپنے اخراجات کے ۔

دفعہ نمبر۳:۔ اور جو طاقت اس معاہدے کے کسی فریق سے جنگ کرے گی سب اس کے خلاف آپس میں تعاون کریں گے ۔

دفعہ نمبر۴:۔ اور اس معاہدے کے شرکاء کے باہمی تعلقات خیر خواہی' خیر اندیشی اور فائدہ رسائی کی بنیاد پر ہوں گے گناہ پر نہیں ہوں گے۔

دفعہ نمبر۵:۔ کوئی آدمی اپنے حلیف کی وجہ سے مجرم نہ ٹھہرے گا۔

دفعہ نمبر۶:۔ مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

دفعہ نمبر۷:۔ جب تک جنگ برپا رہے گی یہود بھی مسلمانوں کے ساتھ خرچ برداشت کریں گے ۔

دفعہ نمبر۸:۔ اس معاہدے کے فریقوں میں کوئی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس میں فساد کا اندیشہ ہو تو اس کا فیصلہ اللہ عزوجل اور محمد ﷺ فرمائیں گے۔

دفعہ نمبر۹:۔ اس معاہدے کے سارے شرکاء پر مدینہ میں ہنگامہ آرائی اور کشت و خون حرام ہو گا۔

دفعہ نمبر۱۰:۔ قریش اور اس کے مددگاروں کو پناہ دی جائے گی ۔

دفعہ نمبر۱۱:۔ جو کوئی یثرب پر دھاوا بول دے گا اس سے لڑنے کے لئے سب باہم اتحاد و تعاون کریں گے اور ہر فریق اپنے اپنے اطرف اور علاقوں کا دفاع کریں گے ۔

Marfat.com
Marfat.com

دفعہ نمبر۲۱:۔ یہ معاہدہ کسی ظالم یا مجرم کے لئے آڑ نہ بنے گا (از ابن ہشام)

یہی وہ معاہدہ تھا جو کہ ابتدائی ایام میں اسلامی معاشرہ تشکیل دینے کے لئے حضور اکرم ﷺ نے منظور کرایا تھا اس معاہدہ کے طے ہو جانے کے بعد مدینہ اور اس کے اطراف میں آباد لوگوں کے لئے ایک وفاقی حکومت بن گئی اور اس کا دارالحکومت بھی مدینہ قرار پایا گیا۔ اس وفاقی حکومت کے اولین سربراہ باہم اتفاق رائے سے صراط مستقیم کی عظیم انقلابی شخصیت حضرت محمد ﷺ بنائے گئے۔

اس حکومت میں غلبہ (ویٹو پاور) اور نفاذ قوانین کا حق مسلمانوں کو حاصل تھا۔ یہ معاہدہ طے ہو جانے سے ایک اسلامی حکومت العیہ کا قیام مدینہ میں ہو چکا اور آئندہ اسلامی تاریخ میں اسلام کے لئے کام کرنے والے لوگوں کے لئے ایک روشن مینار کی حیثیت اختیار کر گئی یہ ایک بنیادی اور مثالی حکومت کا نقشہ اور نمونہ ہو گا جس کو پیش نظر رکھ کر ہی کامیابی سے ہم کنار ہونا پڑے گا۔ اس معاہدے کے مطابق مسلمانوں کو غیر مسلم عوام سے ملکی مفاد میں تعاون کرنا جائز ہے

یہ دو معاہدے حضور اکرم ﷺ نے مدینہ میں اسلامی معاشرہ کے قیام کو استحکام مہیا کرنے کے لئے کئے تھے یہ وہ ایام تھے جب کہ انقلابی گروہ کی افراد نے مکہ کے شہری آبادی سے ہجرت کر کے صرف اللہ تعالیٰ کے تجویز کردہ صراط مستقیم کو اس کی پیدا کردہ مخلوق میں قیام امن کی خاطر اپنے گھر بار' بیوی بچے' قریبی رشتہ داریاں اور دوستیاں' کاروبار اور جائیدادیں چھوڑ کر اپنے راہنما جناب حضور ﷺ کی ہدایات جو کہ وحی کے ذریعہ آپ پر پیش کی جا رہی تھیں کی روشنی میں مدینہ جیسے شہر میں قیام پذیر ہو گئے تھے اور صرف قیام پذیر ہی نہیں ہوئے بلکہ ایک بنیادی حکومت بھی قائم کرنے میں کامیاب ہوئے پھر یہ بات

Marfat.com
Marfat.com

بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ ایسے افراد نے حکومت قائم کی جن کے پاس نہ اسلحہ کے انبار تھے نہ رہنے کی کوئی جگہ اور نہ ہی کوئی ذریعہ معاش اور نہ کسی دوسری حکومت کی امداد میسر تھی۔ کیا تاریخ انسانیت میں ایسی کوئی نظیر ہے؟ کہ بغیر کسی خون خرابے، محض عدم تشدد کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے پہلے خود تربیت حاصل کی اور پھر اسی تربیت کے نتیجہ میں ایک بے نظیر قیادت کے زیر اہتمام ایک مثالی حکومت بھی قائم کر لی۔ جب مدینہ کی وفاقی حکومت کو کچھ استحکام نصیب ہوا تو اس کی خبر مشرکین مکہ کو بھی پہنچی تو پھر انتقامی ذہنیت کے مطابق مہاجرین کو قسم قسم کی دھمکیاں بھی دے رہے تھے بلکہ اس حد تک ناکہ بندی کر رکھی تھی کہ خانہ کعبہ کے طواف اور حج کے موقعوں پر مہاجرین کو مکہ آنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے یہ پابندی تقریباً" چھ سال تک رہی اور پھر ایک اور معاہدہ کے نتیجہ میں یہ پابندی مشرکین کو اٹھانی پڑی۔ یہ تھے وہ دفعات جو کہ دستوری دستاویز کی حیثیت سے فریقین (مہاجرین و انصار مدینہ) کے مابین اتحاد اور یگانگت کا باعث بنے اور پھر یہی دفعات اسلامی حکومت جو مدینہ میں قائم ہوئی تھی کا دستور اساسی بن گئے۔

مدینہ میں مسلمانوں کے درمیان باہمی تعلق استوار کرانے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کے اردگرد غیر مسلم آبادی کے ساتھ بھی معاہدہ کرایا کیونکہ جب تک انسان اپنے پڑوسی سے مطمئن نہ ہو تو وہ چین اور یکسوئی سے کوئی کام بھی نہیں کر سکتا پر امن معاشرہ قائم کرنے کی خاطر تعلق استوار کرائے اور پھر یہ اس لئے ضروری تھا کہ اسلام رہبانیت کو پسند نہیں کرتا کہ معاشرہ سے کٹ کر الگ تھلگ زندگی بسر کرے کیونکہ غیر مسلموں کے ساتھ مل جل کر وقتاً" فوقتاً" ان کو اپنے اخلاق حسنہ سے متاثر کرکے دعوت توحید بھی دی جا سکتی ہے یہ یہودی پڑوسی چونکہ معاشی لحاظ سے مستحکم تھے کیونکہ کاروبار پر یہی چھائے ہوئے تھے ان کو اپنا ہمنوا بنانا مصلحت کا تقاضا تھا حالانکہ یہودی اپنی فطرت کے مطابق مسلمانوں سے

Marfat.com
Marfat.com

نفرت ہی کرتے تھے مگر یہ درپردہ ہی ہوا کرتی تھی بہ ظاہر خوش اخلاقی سے مل کر رہتے اور یہ اخلاقی مظاہرہ ان کے کاروباری اصول کا تقاضا بھی تھا اسی لئے حتی الوسع محاذ آرائی اور لڑائی جھگڑوں سے اجتناب ہی برتتے تھے ان کی اسی عادت کو مدنظر رکھ کر معاہدہ میں ان کو دین و مذہب' جان' مال کی مطلق آزادی دی گئی تھی جلا وطنی' ذاتی جائیداد یا اور کسی جھگڑے کی سیاست کا کوئی رخ اختیار نہیں کیا گیا تھا۔ رسول ﷺ نے تو حکومت الٰہیہ اور اسلامی معاشرہ کی بنیاد رکھی تھی اور معاشرہ میں جہاں مسلمانوں کو تحفظ مہیا کیا جاتا ہے اسی طرح غیر مسلم آبادی کو بھی مذہبی آزادی اور احترام انسانیت کا حق دیا جاتا ہے' اور یہ تحفظ بھی اس وقت تک مہیا کیا جاتا ہے جب تک معاہدہ کی شرائط کی خلاف کوئی شر اور فساد پیدا کرنے کے پروگراموں میں شریک نہ ہوں اس معاہدہ کی رو سے مشرکین مکہ کی سازشوں کا بھی سد باب کسی حد تک ممکن ہو گیا کیونکہ ان کے آلہ کار بن کر زیادہ تر یہودی ہی کسی نہ کسی لالچ میں آکر مسلمانوں کو نقصان دے سکتے تھے۔

مشرکین مکہ سے معاہدہ

اسلامی تاریخ میں اس معاہدہ کو صلح حدیبیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے جب مسلمانوں کی قربانیوں اور اذیت جسمانی برداشت کرنے کو شرف قبولیت بخش' اور دین ابراہیمی جس کا حلیہ بھی مشرکین نے اپنی ذاتی خواہشات کے مشرکانہ تجاوزات اور بدعات کے ذریعہ بگاڑ رکھا تھا اس کا نفاذ کر کے انقلابی گروہ کی کوششیں فتح عظیم کی صورت میں جزیرہ عرب میں کامیاب ہونے لگیں تو اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے قیام کے دوران نبی اکرمؐ کو ایک خواب میں یہ بشارت دکھائی کہ آپؐ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہ کرام کی معیت میں مسجد حرام میں داخل ہوئے آپؐ نے خانہ کعبہ کی کنجی لی اور صحابہ سمیت خانہ کعبہ کا طواف اور عمرہ کیا۔ پھر کچھ لوگوں نے سر کے بال منڈائے اور کچھ نے کٹوائے یہ خواب جب آپؐ نے دیکھا تو اس کی

Marfat.com
Marfat.com

اطلاع اپنے انقلابی صحابہ کو دے دی جب صحابہ کرام نے سنا تو اتنا پختہ یقین کر لیا کہ مکہ میں داخلہ ضرور نصیب ہو گا۔ یہ اعتماد کی بات ہے کہ فدائین محض اپنے لیڈر کے خواب کو بھی حقیقت پر مبنی سمجھتے تھے اور پھر کیوں نہ سمجھتے خواب بھی تو انبیاء کرام علیہ الصلوۃ والسلام کے وحی کے حصہ کی حیثیت رکھتے ہیں یہ خواب ہی تو تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے کو چھری کے نیچے لا کر قربانی کی سنت جاری کی۔ یہ خواب ہی تو تھا جو یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے آخری دور میں ایک غلام سے حکمران کی حیثیت سے مصر کے تخت پر اقتدار سنبھالا۔ مدینہ کے نووارد حکمران جناب حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ اور مسلمانوں کو دعوت دی کہ تیار ہو جاؤ ہم سب اکٹھے عمرہ کرنے چلیں گے۔

جب تیاری مکمل ہو چکی تو آپؐ کے ہمراہ تقریباً" پندرہ سو مسلمان روانہ ہوئے جنہوں نے تلواریں اپنی گردنوں میں حمائل کر رکھی تھیں اور ساتھ ہی آپؐ کی زوجہ محترمہ جناب ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی معیت اختیار کی۔ جب یہ وفد مکہ کی طرف روانہ ہوا اور ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچا تو سب نے احرام باندھ لئے اور اپنے جانوروں کو قلادے پہنا دیئے (ہدی قربانی کے جانور) یہ اس لئے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہم کسی جنگ اور لڑائی کے لئے نہیں جا رہے بلکہ عمرہ کی غرض سے سفر کر رہے ہیں اسی لئے تو تلواریں گردنوں میں حمائل کر رکھی تھیں قافلہ سے آگے آگے بطور جاسوس ایک شخص جو کہ قبیلہ خزاعہ میں سے تھا بھیجا گیا تاکہ وہ یہ معلوم کرے کہ قریش کس حالت میں ہیں۔ جب قافلہ عسفان کے مقام پر پہنچا تو جاسوس نے آکر اطلاع دی کہ قریش مکہ نے جنگ کرنے کی تیاری کر رکھی ہے اور قبیلہ کعب بن نوی نے اپنی حمایت میں حلیف قبائل کو بھی اکٹھا کر رکھا ہے اور کسی صورت میں آپ لوگوں کو عمرہ کرنے نہیں دیں گے اس اطلاع کے بعد آپؐ نے اپنے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے ہم اس قبیلہ پر حملہ کر دیں اور

Marfat.com
Marfat.com

ان کو تباہ کر دیں اور اپنا سفر جاری رکھیں تو اس کے جواب میں آپؐ کے رفیق غار جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا جناب! ہم عمرہ کرنے جا رہے ہیں لڑنے کے ارادہ سے نہیں نکلے ہاں اگر کوئی ہمارے اس عزم کے راستہ میں حائل ہونے کی کوشش کرے تو دفاع کریں گے یہ صائب مشورہ سننے کے بعد آپؐ نے روانگی کی اجازت دے دی۔

مکہ کی پارلیمنٹ میں اجلاس

مکہ میں قریش مشرکین کو جب نبیؐ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو ان کو فکر لاحق ہوا کہ اب کیا کیا جائے اسی لئے فوراً" دارالندوہ (پارلیمنٹ ہاؤس) میں اکابرین کا اجلاس طلب کیا گیا باہم مشورہ طے کیا گیا کہ مسلمانوں کو کسی صورت میں بھی مکہ میں داخل نہیں ہونا چاہئے چنانچہ اسی مقصد کے لئے خالد بن ولید کی سرکردگی میں ایک پارٹی تیار کی گئی اس دستہ میں دو سو سوار جنگ جو شریک تھے اس دستہ کو کراع التعمیم میں تعینات کر دیا گیا یہ ایک ایسا مقام تھا جہاں سے فریقین ایک دوسرے کو بخوبی دیکھ سکتے تھے خالد بن ولید نے جب مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ یہ حالت رکوع اور سجود میں پڑے رہتے ہیں تو انہوں نے سوچا جب یہ لوگ نماز پڑھیں گے تو بہتر ہے کہ اسی حالت میں ان پر اچانک حملہ کر کے ختم کر دیا جائے۔ اس پروگرام پر عمل درآمد کرنے کے لئے عصر کی نماز کا انتظار ہونے لگا۔ لیکن اسی دوران اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین کے ذریعہ صلوٰۃ الخوف کا حکم نازل کر دیا اور خالد کا پروگرام ادھورا رہ گیا۔ صلوٰۃ الخوف میں ایک پارٹی امام کے ساتھ نماز پڑھتی ہے جب ایک رکعت پڑھ لے تو پھر یہ پارٹی حفاظتی فرائض سنبھال لیتی ہے اور دوسری پارٹی دوسری رکعت امام کے پیچھے اور پہلی حفاظتی فرائض سنبھال لیتی ہے جب امام سلام پھیرتا ہے تو دوسری پارٹی اپنی باقی نماز مکمل کر کے حفاظتی فرائض ادا کرنے کے لئے آجاتی ہے اور پہلی پارٹی جا کر نماز ادا کر دیتی ہے اسطرح دونوں پارٹیاں سفر کی نماز ادا کر جاتی ہیں اور دشمن کے حملہ سے بھی محفوظ رہتے

Marfat.com
Marfat.com

ہیں۔

رسول ﷺ کو جب بنی کعب کے ایک آدمی نے یہ اطلاع دی کہ خالد نے ذی طوا کے مقام پر پڑاؤ کیا ہوا ہے تو آپؐ نے محاذ آرائی سے بچنے کی خاطر اپنا راستہ تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ ثنیتہ المرار سے گزر کر حدیبیہ کی طرف جانے کا ارداہ کیا خالد کو جب معلوم ہوا کہ دوسرے جانب سے گرد و غبار اٹھ رہا ہے اور مسلمانوں نے اپنا راستہ تبدیل کر لیا ہے تو بھاگم بھاگ مکہ پہنچے اور اہل مکہ کو اطلاع دے دی اور نئی صورت حال جو پیش آنے والی تھی سے مطلع کر دیا۔ مسلمانوں کا سفر جاری رہا اور حدیبیہ کے قریب ایک پانی کے چشمہ پر قیام کیا پانی تھوڑا تھا اور آدمی زیادہ لوگوں نے شکایت کی پیاس تنگ کر رہی ہے اور پانی ختم ہو گیا تو آپؐ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور فرمایا کہ اس تیر کو چشمہ میں ڈالا جائے چنانچہ حسب ہدایت تیر جب چشمہ میں ڈالا تو پانی ابلنا شروع ہو گیا اتنا پانی اکٹھا ہوا کہ سب نے سیر ہو کر استعمال کیا اتنے میں بدیل بن خزاعی نام کے ایک شخص نے جو کہ اپنے قبیلہ خزاع کے چند آدمیوں کے ہمراہ تھا آ کر آپؐ کو بتایا کہ کعب بن لوی حدیبیہ کے مرکزی پانی پر بمعہ اپنے لشکر کے پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے ان کے بچے اور عورتیں بھی ہیں وہ آپ لوگوں سے لڑنے کیلئے تیار ہے یہ خزاعی قبیلہ مسلمانوں سے ہمدردی رکھتا تھا۔ رسول ﷺ نے فرمایا ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے اور نہ ہی لڑنا چاہتے ہیں اگر یہ قریش ایک محدود مدت کے لئے ہمارے ساتھ معاہدہ کر لیں تو بہتر رہے گا اس کے بعد اگر یہ لڑیں گے بھی تو سکون سے لڑ سکیں گے کیونکہ ہر وقت کے جنگ و جدل نے ان کی ہوش مندی کو ختم کر دیا ہے۔ اور اگر یہ قطعاً" فیصلہ کر چکے ہیں کہ ابھی ہی لڑنا ہے تو پھر ہم نے عمرہ کرنا ہے اور ہمارے راستہ میں جو حائل ہو گا اس سے نبٹ لیں گے۔ اس کے بعد بدیل نے کہا کہ میں جا کر ان سے بات کرتا ہوں۔ بدیل نے جا کر یہ ساری گفتگو قریشی لشکر کو سنائی تو جلد باز لوگوں نے کہا

Marfat.com
Marfat.com

کہ ہم تمہاری کوئی بات سننے کو تیار نہیں مگر سوجھ بوجھ رکھنے والے لوگوں نے کہا کہ ذرا تحمل کرو، بات کو غور سے سنو، بات سننے کے بعد قریش نے مکرز بن حفص کو مسلمانوں کے پاس بھیجا مکرز کو آتے ہوئے آپؐ نے دیکھا تو فرمایا کہ یہ آدمی بد عہد ہے لیکن جب آکر اس نے وہی بات دھرائی جو بدیل نے کہی تھی اس کے بعد قریش نے ایک نیا ایلچی حلیس بن علقمہ نامی شخص کو بھیجا جب یہ قریب آیا تو حضورؐ نے فرمایا یہ ایک ایسی قوم سے تعلق رکھنے والا شخص ہے جو ہدی (قربانی کے جانور) کا بہت احترام کرتے ہیں لہٰذا تم لوگ اپنے جانوروں کو کھڑا کر دو اور خود بھی کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا۔ جب اس ایلچی نے یہ حالت دیکھی تو کہنے لگا بہت افسوس کی بات ہے ایسے لوگوں کو جن کے اونٹوں کے کوہان چیرے ہوئے ہوں ان کو بیت اللہ سے روکا جائے بالکل نامناسب بات ہے جب یہ واپس قریش کے پاس آیا اور حقیقت بیان کی تو قریش اور اس کے درمیان کچھ تلخ گفتگو ہوئی تو اس کو بھی تاؤ آگیا اس موقعہ پر عروہ بن مسعود ثقفی نے مداخلت کی اور کہا کہ اس شخص نے بات ٹھیک کی ہے اس کو قبول کر لو اور مجھے ہی ان مسلمانوں کے پاس جانے دو میں بات کرتا ہوں اس پر انہوں نے اس کو کہا اچھا۔ تم جاؤ چنانچہ وہ آپؐ کے پاس آگیا اور گفتگو شروع کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہی بات بتا دی جو بدیل سے کہی تھی اس پر عروہ نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ بتائیے کہ اگر آپؐ نے اپنی قوم کا صفایا بھی کر دیا تو کیا آپ نے اپنے سے پہلے کسی عرب کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنی قوم کا صفایا کر دیا ہو اور اگر دوسری صورت حال پیش آئی تو خدا کی قسم میں ایسے چہرے اور ایسے اوباش لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو اسی لائق ہیں کہ آپؐ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غصے میں آکر کہا جا! لات کی شرمگاہ کو چوس! ہم حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ کر بھاگیں گے! عروہ نے کہا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، تو اس نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے

Marfat.com
Marfat.com

کہا دیکھ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر ایسی باتُ نہ ہوتی کہ تم نے مجھ پر ایک احسان کیا تھا اور میں نے اس کا بدلہ نہیں دیا ہے تو میں یقیناً تمہاری اس بات کا جواب دیتا۔

اس کے بعد عروہ پھر نبی ﷺ سے گفتگو کرنے لگا۔ وہ جب گفتگو کرتا تو آپؐ کی داڑھی پکڑ لیتا۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ کے سر کے پاس ہی کھڑے تھے ہاتھ میں تلوار تھی اور سر پر خود عروہ جب نبی ﷺ کی داڑھی پر ہاتھ بڑھاتا تو وہ تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے کہ اپنے ہاتھ نبی ﷺ کی داڑھی سے پرے رکھ آخر عروہ نے اپنا سر اٹھایا اور بولا! یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا مغیرہ بن شعبہ ہیں اس پر اس نے کہ ... او ... بد عہد کیا میں تیری بد عہدی کے سلسلے میں دوڑ دھوپ نہیں کر رہا ہوں؟ واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ جاہلیت میں حضرت مغیرہ کچھ لوگوں کے ساتھ تھے پھر انہیں قتل کر کے ان کا مال لے بھاگے تھے اور آ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں اسلام تو قبول کر لیتا ہوں لیکن مال سے میرا کوئی واسطہ نہیں اس معاملے میں عروہ کی دوڑ دھوپ کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے بھتیجے تھے۔ اس کے بعد عروہ نبیؐ کے ساتھ صحابہ کرام کے تعلق خاطر کا منظر دیکھنے گئے پھر اپنے رفقاء کے پاس واپس آیا اور بولا اے قوم! بخدا میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہوں کی پاس جا چکا ہوں بخدا میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اتنی تعظیم اس کی کرتے ہوں جتنی محمدؐ کے ساتھی محمدؐ کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم وہ کھنکار بھی تھوکتے تھے تو کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ پر پڑتا تھا اور وہ شخص اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا تھا اور جب وہ حکم دیتا تو اس کی بجا آوری کیلئے سب دوڑ پڑتے اور جب وضو کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ وضو کا پانی لینے کے لئے لوگ لڑ پڑیں گے اور جب کوئی بات بولتے تھے تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے تھے

Marfat.com
Marfat.com

اور فرط تعظیم کے سبب انہیں بھرپور نظر سے نہ دیکھتے تھے اور انہوں نے تم پر ایک اچھی تجویز پیش کی ہے لہٰذا اسے قبول کر لو۔

قریشی چھاپہ ماروں کی گرفتاری

عروہ نے جب یہ صورت حال اپنے اکابرین سے بیان کی اور وہ کافی حد تک اس سے متاثر بھی ہوئے مگر پرجوش جنگجو نوجوانوں نے جب دیکھا کہ سربرآوردہ حضرات صلح کے طلب گار ہیں تو انہوں نے رخنہ اندازی کرنے کے لئے ایک گروہ جو کہ ستر یا اسی نوجوانوں پر مشتمل تھا تیار کیا کہ رات اندھیرے میں مسلمانوں کے کیمپ میں گھس کر ہنگامہ برپا کریں گے اور پھر جنگ کی آگ بھڑک اٹھے گی تو اس منصوبہ کے مطابق رات کو کیمپ پر حملہ کرنے کی خاطر روانہ ہوئے اور چپکے سے کیمپ میں گھس جانے کی کوشش بھی کی مگر کیمپ کے پہرے داروں کے کمانڈر محمد بن مسلمہ نے ان سب کو گرفتار کر لیا۔ جب حضور اکرم ﷺ کے سامنے پابجولاں ان کو پیش کیا گیا تو آپؐ نے صلح کی خاطر ان سب کو معاف کر دیا اور آزاد کر دیا پھر یہ واپس چلے گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے ایک اور سفیر بھیجنے کا فیصلہ کیا اس کے لئے حضرت عمرؓ کو بھیجنے کی تجویز پیش کی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے نہ بھیجیں کیونکہ اگر انہوں نے مجھے کوئی اذیت دی تو مکہ میں بنی کعب کا ایک فرد بھی نہیں جو میری حمایت میں بگڑ سکتا ہو آپؐ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیج دیں ان کا کنبہ مکہ میں ہے اور وہ پیغام اچھی طرح پہنچا سکتے ہیں چنانچہ حضرت عثمانؓ کو بھیجا گیا اور یہ کہا گیا کہ مکہ کے مسلمانوں کو کہہ دو کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غلبہ عطا فرمائے گا یہاں تک کہ کسی اہل ایمان کو روپوش ہونے کی ضرورت نہ رہے گی۔ حضرت عثمانؓ نے سفارتی فرائض بخوبی نبھائے تو

Marfat.com
Marfat.com

قریش نے ان کو کہا کہ اب تم خانہ کعبہ کا طواف بھی کر لو تو انہوں نے معذرت کی کہ میں بغیر محمد ﷺ کے طواف نہیں کروں گا۔ معاملات کو ساز گار بنانے کی خاطر حضرت عثمانؓ مزید چند دن مکہ میں ٹھہرے رہے تو کیمپ میں افواہ پھیل گئی کہ ان کو قتل کر دیا گیا ہے اس سلسلہ میں آپؐ نے صحابہ کرام سے بیعت لی جو کہ ایک درخت کے نیچے لی جا رہی تھی سب سے پہلے ابو سنان اسدی نے بیعت لی حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن اکوع نے تین بار بیعت کی سب صحابہ نے جب بیعت کر لی تو آپؐ نے سب سے آخر خود اپنا ہاتھ پکڑ کر فرمایا یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے۔ پھر جب بیعت مکمل ہو چکی تو اچانک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف لے آئے۔

اس کے بعد قریش مکہ نے صلح کی شرائط طے کرانے کی خاطر سہیل بن عمر کو روانہ کیا اور ساتھ یہ تاکید بھی کی گئی کہ صلح کی شرائط میں یہ بات ضرور ہونی چاہئے کہ اس سال مسلمان عمرہ نہیں کریں گے یہ شرط لازماً" ہونی چاہئے ورنہ عرب کہیں گے کہ مسلمان جبراً" مکہ میں داخل ہو گئے اور عمرہ کر کے چلے گئے جب سہیل بن عمرو کیمپ میں آ رہا تھا تو اس کو نبیؐ نے دیکھ کر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تمہارا کام آسان ہو گیا اس شخص کو بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ صلح پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ سہیل بن عمرو نے کیمپ میں آپؐ سے گفتگو کی تو صلح کی شرائط اور دفعات طے کرنے کا وقت آ گیا جو یہ تھیں۔

دفعات معاہدہ حدیبیہ

دفعہ نمبرا

رسول اللہؐ اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس جائیں گے اگلے سال مسلمان مکہ میں آئیں گے اور تین روز قیام کریں گے ان کے ساتھ سواری ہتھیار ہو گا میانوں میں تلواریں

Marfat.com
Marfat.com

ہوں گی اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ نمبر۲

دس سال تک فریقین جنگ بند رکھیں گے اس عرصے میں لوگ مامون رہیں گے کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔

دفعہ نمبر۳

جو محمدؐ کے عہدوپیان میں داخل ہو سکے گا اور جو قریش کے عہد و پیان میں داخل ہونا چاہے داخل ہو سکے گا جو قبیلہ جس فریق میں شامل ہو گا اس فریق کا جزء سمجھا جائے گا لہٰذا ایسے کسی قبیلہ پر زیادتی ہوئی تو خود اس فریق پر زیادتی متصور ہو گی۔

دفعہ نمبر۴

قریش کا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر یعنی بھاگ کر محمدؐ کے پاس جائے گا محمدؐ اسے واپس کر دیں گے لیکن محمدؐ کے ساتھیوں میں سے جو شخص پناہ کی غرض سے بھاگ کر قریش کے پاس آئے گا اسے واپس نہ کریں گے۔

اس کے بعد آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بلایا کہ تحریر لکھ دیں اور یہ املا کرایا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس پر سہیل نے کہا ہم نہیں جانتے رحمٰن کیا ہے! آپ یوں لکھئے باسمک اللھم (اے اللہ تیرے نام سے) نبیؐ نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم دیا کہ یہ لکھ دو اس کے بعد آپؐ نے یوں املا کرایا۔ یہ وہ بات ہے جس پر محمدؐ رسول اللہ نے مصالحت کی اس پر سہیل نے کہا کہ اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر نہ ہم آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ جنگ کرتے لہٰذا آپ محمد بن عبداللہ لکھوائیں۔ آپؐ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم لوگ جھٹلاؤ۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم دیا کہ محمد بن عبداللہ لکھیں اور لفظ رسول اللہ مٹا دیں لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے گوارا نہ کیا کہ اس لفظ کو

Marfat.com
Marfat.com

مٹا دیا جائے لہٰذا آپ نے خود اپنے ہاتھ سے مٹایا اس کے بعد پوری دستاویز لکھی گئی۔ حضور اکرم ﷺ باوجود اس کے کہ آپ امی تھے، پہلے کبھی لکھا نہیں تھا، مگر اس وقت خود آپ نے قلم سے یہ عبارت لکھدی۔ (ترجمہ) یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمر نے دس سال کے لیے باہم جنگ نہ کرنے کا کیا ہے، جس میں سب لوگ مامون رہیں۔ ایک دوسرے پر چڑھائی اور جنگ سے پرہیز کریں۔ (ممکن ہے حضرت جبرائیلؑ نے لکھائی ہو)

اسی دوران ابوجندل زنجیروں میں جکڑا ہوا آگیا تو سہیل نے کہا اس کو واپس کرو کیونکہ میں اس کو واپس لے کر جانا چاہتا ہوں۔ یہ میرا بیٹا ہے اور میں اس کا سرپرست ہوں۔ ابوجندل واپس جانے سے انکاری تھا صلح کی شرائط کے مطابق اس کا واپس کرنا ضروری تھا، جب جندل واپس جارہا تھا تو حضرت عمرؓ اس کے ساتھ ساتھ تھوڑے فاصلہ تک جارہے تھے اور صبر کی تلقین بھی کرتے جارہے تھے اور ساتھ اپنی تلوار اسے پکڑانا چاہتے تھے کہ اس کو لے کر سہیل کا سر اڑادے مگر ابوجندل ایسا نہ کرسکا۔

اس معاہدہ کے تکمیل پانے کے نتیجہ میں بنوخزاعہ مسلمانوں کے حلیف بن چکے تھے اگرچہ ان کی ہمدردیاں پہلے بھی ان کے ساتھ تھیں اور بنوبکر قریش کے حلیف بن گئے تھے۔ درحقیقت اس معاہدہ کے نتیجہ میں مسلمانوں میں اپنے سابقہ ایک حلیف قبیلہ بنوخزاعہ جو کہ بنو ہاشم کے قبیلہ اور عبدالمطلب کے دور میں ایک دوسرے کے ساتھ شروع ہی سے تعلقات استوار تھے ان کی ہی تجدید ہوگئی اور ایک قسم کا مکہ کی حدود میں بھی مسلمانوں کا حمایتی گروپ وجود میں آگیا۔

قرآن کی تعلیمات کے مطابق تخلیق آدم کا مقصد اس کائنات کو جنوں کے برپا کئے ہوئے فسادات سے پاک کرنا اور اپنی مخلوقات میں پرامن فضاء بحال کرانا تھا مگر اولاد آدم شیطانوں کے وسوسوں اور تدبیروں میں مبتلا ہوکر صراط مستقیم سے کنارہ کش ہوکر زندگی گزارنے پر فخر کرنے لگی انہی کو سیدھے راستہ پر چلانے کی خاطر، انہی انسانوں میں سے پاک روحوں کو یہ فرائض سونپ دیئے گئے کہ اس کائنات میں فساد کی جڑوں کو اکھیڑ پھینکو۔ چنانچہ انبیاء کرام کا

Marfat.com
Marfat.com

مقصد پر امن زندگی اور خون خرابہ سے بچ کر ہی انسانیت کو اس کا مقصد زندگی یاد دلانا تھا۔

حضور اکرم ﷺ ان پاک روحوں کے تمام صفات اور خوبیوں کا مجموعہ پاک روح تھی اور جس ماحول میں ان پر دنیا میں امن بحال کرانے کی ذمہ داری ڈالی گئی۔ وہ بھی پچھلی تمام خرابیوں اور گمراہیوں' فسادات کا خلاصہ ہی تھا' چونکہ اولاد آدم میں ہر قسم کے مشرکانہ تجاوزات کی بھرمار تھی تو اس کے لئے بھی ایک بہت بڑے آپریشن کی ضرورت تھی اور اس آپریشن کی کمان کیلئے بھی اس کی حیثیت کے مطابق کسی عظیم انقلابی شخصیت کو بھیجنا تھا جو ہر قسم کی صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو اور یہ تمام خوبیاں جو کسی انقلابی اور تجربہ کار شخصیت میں ہو سکتی تھیں وہ تمام آپؐ کو ودیعت کر دی گئیں تھیں۔

آپ ان مذکورہ معاہدوں پر غور کریں اور ان کی فلاسفی کو سوچیں تو یہ تمام صورت حال واضح ہو جاتی ہے کہ بہ ظاہر کتنی کمزور صورت حال کو قبول کیا جاتا ہے مگر اثرات اور نتائج بھی ان کے کتنے عظیم سامنے آتے ہیں۔

مہاجرین کا بھائی چارہ

مکہ سے پہلے مہاجرین نے جو اپنے کاروبار' بیوی' بچے' رشتہ داریاں اور جائیدادیں محض اپنے راہنما اور لیڈر کے حکم کی تعمیل میں (اطاعت رسولؐ) چھوڑ کر مدینہ میں منتقل ہو چکے تھے نہ تو مدینہ میں ان کی رہائش کا انتظام موجود تھا' نہ کاروبار اور نہ ہی اور کوئی زندگی کی سہولت کے ہوتے ہوئے آ چکے تھے' ان کی حوصلہ افزائی کیلئے ان میں یہ تصور رائج کرایا گیا تھا کہ اس کا اجر اور معاوضہ اللہ پر ہے۔ اللہ کی ربوبیت اور اس کی رحمانیت کی صفت کا عقیدہ اور اعتماد ان کو دنیا کی ہر تکلیف اور مشکل برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے کا باعث بنا۔ چونکہ یہ تمام مہاجرین اپنے دکھ (نقل مکانی) اور پریشانیوں میں مشترک تھے اس لئے فطرتی

Marfat.com
Marfat.com

طور پر ان میں انسانی ہمدردی اور اسلامی اخوت کا پیدا ہونا باعث سکون اور اطمینان ہوا اور پھر ٹریننگ سنٹر (مکہ) میں ایک مقصد کیلئے انفرادی طور پر جن مصائب سے دوچار ہونا تھا ان سب کا مشترک مقصد (فی سبیل اللہ) تھا اس لئے ان میں بھائی چارے کا پیدا ہونا کوئی مشکل کام نہ تھا۔

انصار اور مہاجرین کا معاہدہ

یہ بھی کوئی اتنا اہم مسئلہ نہ تھا اور نہ ہی کوئی مشکل کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ ان میں بھی اسلامی اخوت کا جذبہ مشترک تھا پھر انصار اس سے پہلے بھی مکہ میں ان ہی مہاجرین سے ملتے رہے ان کے سلوک اور تعلقات ایک دوسرے سے ساتھ مکہ میں ہی استوار ہو چکے تھے اس لئے جب مہاجرین نو وارد اور آباد کار کی حیثیت سے آگئے اور ان کے مدینہ میں آنے کی ترغیب بھی ممکن ہے انہی انصار کی جانب سے ہوئی ہو گی لہذا یہ مسئلہ بھی بھائی چارے کا بخوبی اور اطمینان بخش طور پر حل ہو گیا۔

مدینہ کے غیر مسلم اور مسلمانوں کا معاہدہ

اصل مسئلہ مدینہ کی زندگی میں توجہ طلب یہ ہے کہ کہاں تک یہ معاہدہ اسلام کے نظریات کے مطابق تھا۔ دیکھنا یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے مقاصد ہجرت سے ہٹ کر کوئی نقصان اٹھا کر معاہدہ تو نہیں کیا جب ہم ان کے معاہدہ کی شقوں پر غور کرتے ہیں تو قرآن کے دو اصول سامنے آتے ہیں ایک تو یہ قاعدہ کلیہ کہ تعاون کرو نیکی پر اور عدم تعاون گناہ اور بغاوت پر (ترجمہ) اس اصول اور قاعدہ کے مطابق غیر مسلم آبادی کو اسلام کے بنیادی عقیدہ پر کاربند رہنے کا پابند بنا دیا گیا۔ دوسرا یہ مقصد حاصل ہوا کہ مدینہ میں قیام امن کی خاطر معاہدہ جس کی مسلمان معاشرہ جو کہ ابھی اقلیت میں تھے کو بہت زیادہ ضرورت تھی ایک دوسرے کی پر

Marfat.com
Marfat.com

امن زندگی میں فساد سے روک دینا خود بھی اور بیرون مدینہ کے حملہ آوروں کے حملوں سے روک تھام مشترک طور پر کرنا اور پھر جب تک کسی فریق کی طرف سے شرائط کی خلاف ورزی نہ ہوگی اس معاہدہ پر ہر ایک کو کاربند رہنا یہ بہت بڑی کامیابی تھی۔ چونکہ مسلمان جو کہ فی الواقع اقلیت میں تھے ان کی طرف سے فساد پیدا ہونے کا احتمال تو نہیں ہو سکتا تھا اس لئے خلاف ورزی بھی نہ ہو سکتی تھی البتہ مقامی مشرکین جو اکثریت میں تھے اور پھر ان کے قریبی تعلقات یہودی قبائل کے ساتھ صدیوں سے مستحکم تھے اور پھر مسلمان فطرتی طور پر یہودیوں کی نظروں میں کھٹکتے تھے اور مشرکین مکہ کے ساتھ ان کے تعلقات بھی کسی سے پوشیدہ نہ تھے اور یہودیوں کی لالچی ذہنیت معمولی سے منافع کی خاطر بڑی سے بڑی تباہی برپا کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے ان سب مسائل سے عہدہ برآہ ہونے کے لئے یہ معاہدہ کتنی اہمیت اختیار کر جاتا ہے کہ نہ تو مسلمانوں کے پاس اتنی طاقت ہے اور نہ اتنی دولت کے انبار ہیں اور نہ ہی ان سے کسی کو خوف کا خطرہ ہو سکتا ہے پھر کیوں ان کے ساتھ کوئی اپنے آپ کو پابند بنائے یہ سودا اگر مسلمانوں نے کیا ہے تو یہ اصول ہے عدم تشدد کا جس کا مظاہرہ مکی زندگی میں ٹریننگ کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔

مشرکین مکہ سے معاہدہ کے فوائد

آخری معاہدہ ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے مسلمانوں پر زندگی گزارنے کے تمام دروازے بند کر کے مکہ سے جلا وطن ہونے پر مجبور کر دیا تھا کیا گیا ہے جس کو تاریخ اسلام صلح حدیبیہ کے نام سے یاد کرتی ہے اس صلح اور معاہدہ کے شرائط ایسے ہیں جن پر مسلمانوں کے اکثر کمانڈر عش عش کر جاتے ہیں اگرچہ ظاہری الفاظ اور شرائط اپنے منہ شکست کا مظاہرہ کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور پھر ایسی شرائط قبول کرنا جو مسلمانوں نے اپنی کسمپرسی کی زندگی میں بھی قبول نہیں کی تھیں اب باوجود اس کے کہ اتنی بھاری فوج اور مسلح طاقت رکھتے

Marfat.com
Marfat.com

ہوئے شکست خوردگی کا مظاہرہ کرنا واقعی تعجب کا باعث معلوم ہوتا ہے مگر اصل حقیقت اور اس کے اثرات کا علم تو فوج کے کمانڈر اور انقلاب کی عظیم شخصیت کے ذہن میں محفوظ تھی جو ظاہر بین لوگوں کی نظروں سے مخفی تھی۔

اس معاہدہ کی بنیادی روح تو یہ تھی کہ قوم کو خون ریزی سے محفوظ رکھنا اور دشمن کی جانوں کی بھی حفاظت کرنا کیونکہ کل کو انہی لوگوں نے اسلام قبول کر کے انقلابی تحریک کے دست و بازو بننا ہے اگر یہ لوگ ہی نہ رہے تو اسلامی شریعت کا نفاذ کن لوگوں پر کیا جائے گا لہٰذا ان کے خون کی بھی حفاظت اتنی ضروری ہے جتنی کسی کاشت کار کو اپنی کھیتی کی ضرورت ہو سکتی ہے۔

دوسرا فائدہ اس معاہدہ سے جو حاصل ہوا وہ یہ اصول اور قاعدہ ہے کہ دو مصیبتوں میں سے کم از کم مصیبت کو قبول کرنا۔ اس موقعہ پر ایک مشکل اور آنے والی تباہی جو جنگ ہونے کی صورت میں پیش آ سکتی تھی وہ تھی خون ریزی۔ دوسری مشکل عمرہ چھوڑ دینے کا قلق اور صدمہ تھا جس کا باوجود طاقت رکھنے کے چھوڑ دینا مزید صدمہ اور ذہنی کوفت کا باعث بنتا ہے اور وہ بھی اس حد تک کہ فوج میں بد دلی بھی پیدا ہو سکتی ہے اور کیوں پیدا نہ ہو یہ بھی انسان تھے جن حالات میں ان کو مشرکین مکہ نے جلا وطنی پر مجبور کیا تھا ان کا تقاضا تھا کہ ان کی ترکابونی کی جائے مگر یہ حق صرف کمانڈر انچیف کا ہوتا ہے ڈسپلن کا تقاضا بھی کچھ ہوتا ہے اور قرآن بھی کہتا ہے کہ بعض چیزوں کو تم برا محسوس کرتے ہو حالانکہ وہ فی الواقع اچھی ہوتی ہیں اور کئی چیزوں کو اچھا محسوس کرتے ہو مگر فی الواقع تمہارے لئے نقصان دہ ہوتی ہیں (ترجمہ) اس طرح اس معاہدہ میں بعض ایسی شرائط تھیں جن کو اکثر صحابہ کرام پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ ان سے شکستگی کی بو آ رہی تھی مثلاً" یہی بات کہ اگر مشرکین مکہ کا کوئی فرد بغیر اجازت اپنے سرپرست یا مالک کے مسلمان ہو کر مسلمانوں کے ساتھ مل جانے سے

Marfat.com
Marfat.com

لئے آجائے تو اس شرط کے مطابق اس کو واپس جانا ہو گا اور اگر کوئی مسلمان کسی وجہ سے مشرکین مکہ کے پاس چلا جائے تو اس کو واپسی پر مجبور نہیں کیا جا سکتا یعنی یک طرفہ بالا دستی قبول کرنے کے مترادف شرط تھی مگر فوج کے سپہ سالار کا حکم ہے کہ اس شرط کو بھی قبول کیا جائے اور اس پر عمل درآمد بھی کیا جائے گا۔ اس کے ضمن میں جو فلاسفی محسوس کی جا سکتی ہے وہ یہ ہو سکتی ہے کہ جو مسلمان بھاگ کر اپنے کمزور عقیدہ کی وجہ سے اور مسلمانوں سے بد ظن ہو کر جاتا ہے تو اس کا چلا جانا ہی مسلمانوں کے مفاد میں تھا کیونکہ ذہناً" صراط مستقیم پر چلنے کے لئے تیار نہیں ہو گا اور اس حالت میں اگر یہ مسلمانوں میں رہے گا تو نقصان کا باعث بھی بن سکتا تھا مثلاً" جاسوسی کا کردار یا اور کوئی کردار ادا کرتا جس سے فوج میں بد دلی پھیل سکتی تھی اسی طرح جو مشرک اپنے قبیلہ یا خاندان سے بھاگ کر آتا ہے تو اس شرط کے مطابق جب اس کو واپس بھیجا جائے گا تو اس کی صرف واپسی ہو گی اگر یہ ذہناً" عقیدہ پر مستحکم رہے گا تو مشرکین میں رہ کر مسلمانوں کے لئے معاون کی حیثیت سے کردار ادا کرے گا پھر یہ بھی ممکن ہو سکتا تھا کہ جس شخص پر اپنے مالک سرپرست کی تربیت کے سلسلہ میں احسانات بھی ہوں گے ان احسانات کو صرف اپنی جسمانی اذیت کی وجہ سے ترک کر کے مسلمانوں کے پاس آتا ہے تو ان کے لئے وہ شائد وفادار ثابت نہ ہو سکے (یہ ایک امکانی صورت ہے) اس لئے اس کا واپس جانا بھی بہتر ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ اس نے چند یوم جو مسلمانوں میں گذارے ہوں گے ان ایام کی زندگی کے معاملات از قسم اخلاق' شائستگی' ایفائے عہد' ہمدردی' بھائی چارے' کے جذبات دیکھ لئے ہونگے انہی حالات سے مشرکین مکہ میں اس سے ملنے والے لوگوں کو باخبر کرے گا کہ مسلمانوں کے باہم تعلقات کیسے ہوتے ہیں اور مشرکین کے کیسے ۔ اسی تقابل سے دوسرے باخبر ہو جائیں گے تو لازماً" اس کا اثر بھی مثبت ثابت ہو گا اور اس شرط کو قبول کرنے سے مسلمانوں کو کوئی خاص نقصان نہیں ہو سکتا

Marfat.com
Marfat.com

تھا اس معاہدہ حدیبیہ کی ایک اور شرط اتنی قیمتی معلوم ہوتی ہے کہ جس کا جواب نہیں۔ وہ یہ شرط کہ دس سال تک کوئی فریق جنگ میں حصہ نہیں لے گا یعنی دس سال کے عرصہ میں جنگ کے امکانات معدوم قرار دیئے گئے اس سے فائدہ یہ ہو گا کہ خون خرابہ ختم ہو جائے گا اور پر امن طور پر تحریک کے لئے کام جاری رہے گا اور مسلمانوں کو فوجی لحاظ سے اپنے آپ کو مضبوط کرانے کا موقعہ مل جائے گا اور تحریک بھی دس سال میں اپنے اثرات مدینہ سے باہر کے لوگوں تک پھیلا دے گی اسلام کا بنیادی ٹارگٹ بھی یہی ہے کہ تمام انسانیت راہ راست پر آ جائے اور اپنے مشرکانہ عقائد سے توبہ تائب ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش ہو۔ خون خرابہ بغیر کسی وجہ سے اسلام میں معیوب قرار دیا گیا ہے بلکہ "لا اکراہ" فی الدین کے فلسفہ کے مطابق زبردستی کسی کو اسلام میں داخل بھی نہیں کیا جاتا جب معاہدہ پر دستخط ہو چکے اور صلح حدیبیہ کی دستاویز تیار ہو چکی تو آپؐ نے اٹھ کر اپنی فوج کو حکم دیا کہ اب اپنے آپ کو اپنے عمرہ سے حلال کرا لو۔ اپنے اپنے جانوروں کی قربانی دیدو۔ مگر کوئی بھی نہ اٹھا تین بار توجہ دلانے کے باوجود جب کوئی بھی تیار نہ ہوا تو آپؐ اپنے خیمہ میں چلے گئے اور صورت حال اپنی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہؓ سے بیان فرمائی تو آپ نے جواباً" فرمایا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ ایسا چاہتے ہیں؟ تو پھر آپؐ تشریف لے جایئے اور کسی سے کہے بغیر چپ چاپ اپنا جانور ذبح کر دیجئے اور اپنے حجام کو بلوا کر سر منڈوا لیجئے۔ اس کے بعد حضورؐ باہر تشریف لے آئے اور اپنا جانور ذبح کر دیا اور سر بھی منڈوا دیا جب لوگوں نے دیکھا کہ آپؐ نے جانور ذبح کرا کر خود کو آزاد کرا دیا تو فوراً" سب نے اٹھ کر اپنے اپنے جانور ذبح کر دیئے اور سر منڈوا لئے یا بال کٹوا دیئے مگر فضا اتنی غمگین تھی کہ معلوم ہو رہا تھا کہ فرط غم سے کہیں ایک دوسرے کو مار نہ دیں۔ آپؐ نے وہ اونٹ ذبح کر دیا جو کسی زمانہ میں ابو جہل کے پاس رہ چکا تھا اور اس کی نکیل چاندی کی تھی اس کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین اپنے

Marfat.com
Marfat.com

سپیکر دارالندوہ کے اونٹ کو ذبح ہوتے ہوئے دیکھ کر ذہنا" جل بھن کر رہ جائیں۔

عمرہ سے حلال ہونے کے عمل سے فارغ ہوئے تو مکہ کی چند مہاجر مومنہ عورتیں آ گئیں کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ جانا چاہتی ہیں تو مشرکین مکہ نے مطالبہ کیا کہ ان عورتوں کو معاہدہ کے مطابق آپؐ واپس کرنے کے ذمہ دار ہیں آپؐ نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ معاہدہ کی شرائط صرف مردوں پر لاگو ہوتی ہیں عورتوں کا کوئی ذکر نہیں اس لئے یہ مومن عورتیں واپس مکہ میں نہیں جا سکتیں اس طرح صلح حدیبیہ اپنے انجام کو پہنچا۔ اس تمام دستاویز میں کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے مسلمانوں کی کمزوری اور بے بسی معلوم ہوتی ہو۔

اسلامی تعلیمات کا ریفریشر کورس

صلح حدیبیہ مکمل ہونے کے بعد اسلامی فوج کا دستہ اپنے سالار حضرت نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں واپس مدینہ آ چکا تو نئے نئے حالات کو استوار کرنے پر غور و خوض شروع ہوا۔ مکی زندگی میں انقلابی پارٹی کی تربیت انفرادی صورت میں چوری چھپے ہوتی رہی اور اب مدینہ میں حکومت الٰعیہ کی صورت میں مسلمانوں کا اقتدار اپنی بنیادی صورت میں قائم ہو چکا مدینہ کے عوام ایک نظم اور ڈسپلن میں مربوط ہو چکے ۔ حکومت الٰعیہ کا قیام مدینہ کے عارضی پارلیمنٹ ہاؤس حضرت انس بن مالکؓ کے مکان میں مدینہ کے نمائندوں کے مشترکہ اجلاس میں زیر قیادت رسول ﷺ ہو چکا ۔ پارلیمانی اجلاس میں دستور سازی ہو چکی اس اجلاس میں کل نوے ممبران نے شرکت کی ان میں نصف نمائندے مہاجرین کے تھے اور نصف انصار کے تھے جو مدینہ کی سابقہ آبادی کی نمائندگی کا حق ادا کر رہے تھے۔ اس اجلاس میں بنیادی نکات پر بحث و مباحثہ کے بعد ایک مشترکہ دستاویز تیار کی گئی جس پر پارلیمنٹ کے نمائندگان نے اظہار پسندیدگی کرتے ہوئے منظوری دیدی۔ (یہ اسلامی پارلیمانی حکومت کی

Marfat.com
Marfat.com

پہلی بنیاد تھی)۔

اب حکمران پارٹی کو اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی کھلی اجازت مل چکی' مدینہ میں امن و امان بحال ہو چکا تھا تو مسلمانوں کی تعلیمات کے لئے ریفریشر کورس کی صورت میں سلیبس بھی تجویز ہوا جو کہ مہاجر اور انصار دونوں گروہوں کی ہدایات کے لئے تیار کیا گیا تھا۔

یہ اس لئے ضروری تھا کہ کوئی حکومت بھی بغیر نظام تعلیم کے مستحکم نہیں رہ سکتی' یہ ہدایات ہر ایک کے لئے مینار ہدایت کا کام دیتی ہیں۔ ایک نئے معاشرے کی بنیادیں اگرچہ استوار ہو چکی تھیں لیکن معاشرے کا ظاہری رخ درحقیقت ان معنوی کمالات کا پرتو ہوتا ہے جس سے نبی اکرم ﷺ کی صحبت و ہم نشینی کی بدولت یہ بزرگ ہستیاں اور انقلابی گروہ مستفید ہو رہی تھیں ان کی تعلیم و تربیت تزکیہ نفس اور مکارم اخلاق کی ترغیب میں آپؑ ہمیشہ کوشاں رہتے تھے اور انہیں محبت' بھائی چارگی' مجد و شرف اور عبادت اطاعت کے آداب برابر سکھاتے اور بتاتے رہتے تھے۔

ایک صحابی نے آپؐ سے دریافت کیا کہ کونسا اسلام بہتر ہے ؟ (یعنی اسلام میں کونسا عمل بہتر ہے ؟) آپؐ نے فرمایا تم کھانا کھلاؤ اور شناسا اور غیر شناسا سبھی کو سلام کرو۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا بیان ہے کہ جب حضورؐ مدینہ تشریف لائے تو میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا جب میں نے آپؐ کا چہرہ مبارک دیکھا تو اچھی طرح سمجھ گیا کہ یہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا پھر آپؐ نے پہلی بات جو ارشاد فرمائی وہ یہ تھی ۔ اے لوگو ! اسلام پھیلاؤ' کھانا کھلاؤ' صلہ رحمی کرو اور رات میں جب لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو' جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ آپؐ فرماتے تھے ۔ وہ شخص جنت میں داخل نہ ہو گا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں اور تباہ کاریوں سے مامون و محفوظ نہ رہے۔

Marfat.com
Marfat.com

اور فرماتے تھے مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور فرماتے تھے سارے مومنین ایک آدمی کی طرح ہیں کہ اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو سارے جسم کو تکلیف محسوس ہوتی رہتی ہے اور اگر سر میں تکلیف ہو تو سارے جسم کو تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

اور فرماتے تھے مومن ایک مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے جس کا بعض حصہ بعض کو قوت پہنچاتا ہے۔ فرماتے تھے۔ آپس میں بغض نہ رکھو۔ باہم حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے اوپر چھوڑے رہے۔

اور فرماتے مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ ہی اس کو دشمن کے حوالے کرے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت (بر آری) میں کوشاں ہو گا اللہ اس کی حاجت (برآری) میں ہو گا اور جو شخص کس مسلمان سے غم اور دکھ دور کرے گا اللہ اس شخص سے روز قیامت کے دکھوں میں کوئی دکھ دور کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا اور فرماتے۔ تم لوگ زمین والوں پر مہربانی کرو تم پر آسمان والا مہربانی کرے گا۔

اور فرماتے وہ شخص مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کھا لے اور اس کے بازو میں رہنے والا پڑوسی بھوکا رہے۔

اور فرماتے مسلمان سے گالی گلوچ کرنا فسق ہے اور اس سے مار کاٹ کرنا کفر ہے اس طرح آپؐ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کو صدقہ قرار دیتے تھے اور اسے ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ شمار کرتے تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

نیز آپؐ صدقے اور خیرات کی ترغیب دیتے تھے اور اس کے ایسے ایسے فضائل بیان فرماتے تھے کہ اس کی طرف دل خود بخود کھنچتے چلے جائیں۔ چنانچہ آپؐ فرماتے کہ صدقہ گناہوں کو ایسے ہی بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے

اور آپؐ فرماتے کہ جو مسلمان کسی بھوکے کو کھانا کھلا دے اللہ اسے جنت کے پھل کھلائے گا۔اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلا دے اللہ اسے جنت کی مہر لگی ہوئی شراب طہور پلائے گا۔ آپؐ فرماتے آگ سے بچو! اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی صدقہ کر کے اور اگر وہ بھی نہ پاؤ تو پاکیزہ بول (بات) کے ذریعے ہو۔

اور اسی کے پہلو بہ پہلو دوسری طرف آپؐ مانگنے (سوال) سے پرہیز کی بھی بہت زیادہ تاکید فرماتے۔ صبر و قناعت کی فضیلتیں سناتے اور سوال کرنے کو سائل کے چہرے کے لئے نوچ، خراش اور زخم قرار دیتے ۔ البتہ اس سے اس شخص کو مستثنیٰ قرار دیا جو حد درجہ مجبور ہو کر سوال کرے۔

اسی طرح آپؐ یہ بھی بیان فرماتے کہ کن عبادات کے کیا فضائل ہیں۔ مسلمانوں کو بڑی پختگی کے ساتھ مربوط رکھتے ۔ آپؐ وہ وحی مسلمانوں کو پڑھ کر سناتے اور پھر وہ مسلمان آپؐ کو پڑھ کر سناتے تاکہ اس عمل سے ان کے اندر فہم و تدبر کے علاوہ دعوت کے حقوق اور پیغمبرانہ ذمہ داریوں کا شعور بھی پیدا ہو۔ اسی طرح رسول ﷺ نے مسلمانوں کے اخلاقیات بلند کئے ان کی خداداد صلاحیتوں کو عروج بخشا اور انہیں بلند ترین اقدار و کردار کا مالک بنایا یہاں تک کہ وہ انسانی تاریخ میں انبیاء کے بعد فضل و کمال کی سب سے بلند چوٹی کا نمونہ بن گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو طریقہ اختیار کرنا ہو وہ گذرے ہوئے

Marfat.com
Marfat.com

لوگوں کا طریقہ اختیار کرے کیونکہ زندہ کے بارے میں فتنے کا اندیشہ ہے وہ لوگ نبیؐ کے ساتھی تھے اس امت میں سب سے افضل سب سے نیک دل' سب سے گہرے علم کے مالک اور سب سے زیادہ بے تکلف۔ اللہ نے انہیں اپنے نبیؐ کی رفاقت اور اپنے دین کی اقامت کے لئے منتخب کیا' لہٰذا ان کا فضل پہچانو اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرو اور جس قدر ممکن ہو ان کے اخلاق اور سیرت سے تمسک کرو کیونکہ وہ لوگ ہدایت کے صراط مستقیم پر تھے۔ یہ تھا وہ تربیتی سلیبس جس کے ذریعہ مدینے کے اندر ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینے میں کامیابی ہوئی جو تاریخ کا سب سے زیادہ باکمال اور شرف سے بھرپور معاشرہ تھا اور اس معاشرے کے مسائل کا ایسا خوش گوار حل نکلا کہ انسانیت نے ایک طویل عرصے تک زمانے کی چکی میں پس کر اور گہرائیوں میں ہاتھ پاؤں مار کر تھک جانے کے بعد پہلی بار چین کا سانس لیا اس نئے معاشرے کے عناصر ایسی بلند و بالا تعلیمات کے ذریعے مکمل ہوئے جس نے پوری پامردی کے ساتھ زمانے کے ہر جھٹکے کا بھرپور مقابلہ کیا اور اس کا رخ پھیر دیا اور تاریخ کا دھارا بدل دیا۔ انہی بنیادی تعلیمات کا اثر دور خلافت کے آخری خلیفہ کے اقتدار میں ظاہر ہوا

خلیفہ چہارمؓ کی ایک گورنر کو نصیحت

مکہ مکرمہ سے ہجرت کے بعد بھی حضور اکرم ﷺ نے انقلابیوں کی تعلیم و تربیت جاری رکھی اس مقصد کے لئے اسلام کی پہلی درس گاہ مسجد نبوی جو کہ انقلابیوں کا پہلا کیمپ تھا اس میں ایک چبوترہ جس کو عربی میں "صفہ" کہا جاتا ہے تعلیم و تربیت کے لئے مختص کرایا گیا اسی تعلیم و تربیت کا اثر اصحاب کرام کی زندگی میں جاری رہا چنانچہ آخری خلیفہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب حکمرانی کی امانت سنبھالی تو انہوں نے اپنے مقرر کردہ حکمرانوں کی تربیت و تعلیم کو بنیادی حیثیت دی جیسے کہ مصر کے حاکم محمد بن ابی بکر کے بعد جب ا

Marfat.com
Marfat.com

ایک بہت ہی قریبی فدائی مالک بن اشتر کو مصر کا گورنر مقرر فرمایا تو ان کی تربیت اور تعلیم کے سلسلہ میں بھی چند ہدایات کی نشاندہی کی تھی اور یہ اسی تربیت اور تعلیم کا اثر تھا جو کہ مسجد نبوی کی درس گاہ "صفہ" میں ذہن نشین کرائی گئی تھی پھر ساتھ اس اعزاز کو بھی مد نظر رکھا جائے جو کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو دیا تھا کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہے" (ترجمہ) اب حضرت علیؓ کے ہدایات حکمرانوں کے لئے جو بھی ہوتے تھے ان کی حیثیت اسی روایت سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ اس دروازہ سے جو بھی نکلے گا وہ حضور اکرم ﷺ کی تعلیم و تربیت ہی کا نتیجہ ہو گا۔

اسی لئے ہر انقلابی کے لئے جب بھی وہ کسی ذمہ داری سے دوچار ہو ان ہدایات کو ہمیشہ اپنے ذہن میں محفوظ رکھیے کیونکہ ہر مسلمان کے متعلق حکم ہے کہ وہ نگران بھی ہے اور جوابدہ بھی ہے (ترجمہ) جیسے کہ مالک اشتر کو تقویٰ الٰہی کا اطاعت خداوندی کو مقدم رکھنے اور کتاب اللہ کے مقرر کئے ہوئے فرائض اور حضور اکرم ؐ کی سنت کی پیروی کا حکم دیا گیا تھا ہر آدمی کی سعادت انہی کی پیروی سے وابستہ ہے اور انہی گنوا دینا سراسر بد بختی ہو گی۔ وہ حکمران بھی ہے اور اس سے جواب طلبی بھی ہو گی یہ ایک حدیث کا مفہوم ہے اس ارشاد کا تقاضہ بھی یہی ہے جیسے انہوں نے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت میں اپنے دل سے اپنے ہاتھ سے اپنی زبان سے سرگرم رہے کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے ذمہ لے لیا ہے کہ جو کوئی اس کی نصرت و تائید پر کھڑا ہو گا نصرت و تائید خداوندی اسے حاصل رہے گی۔

حکم دیا کہ خواہشوں کے موقع پر اپنے نفس کو توڑے سرکشی کے وقت اسے روکے کیونکہ نفس برائی کی طرف لے جاتا ہے مگر یہ کہ خدا کا رحم آدمی کے ساتھ شامل حال ہو جائے۔

Marfat.com
Marfat.com

مصر کی اہمیت

حضرت علیؓ نے فرمایا: "اے مالک سن! میں تجھے ایسے ملک میں بھیج رہا ہوں جس پر تجھ سے پہلے بھی حکومتیں گزر چکی ہیں' عادل بھی اور ظالم بھی لوگ تیری حکومت کو بھی اسی نظر سے دیکھیں گے جس نظر سے تو اگلے حاکموں کی حکومتوں کو دیکھتا رہا ہے اور تیرے حق میں بھی وہی کہا جائے گا جو تو ان حاکموں کے حق میں کہا کرتا تھا"۔

تمہارے اخلاق

"تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ نیک آدمی اس آواز سے پہچانا جاتا ہے جو خدا اپنے بندوں کی زبان پر اس کیلئے جاری کردیتا ہے"۔ "لہٰذا تیرا دل پسند ذخیرہ عمل صالح کا ذخیرہ ہو۔ یہ ذخیرہ اسی طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ تجھے اپنے خواہشوں پر قابو حاصل ہو جو چیز حلال نہیں ہے اس کیلئے تیرا دل کتنا ہی مچلے اپنے آپ کو اس سے دور رکھ۔ یہ بھی جان لو کہ محبوبات و مکروہات میں نفس کی مخالفت کرنا ہی نفس سے انصاف کرنا ہے اپنے دل میں رعایا کیلئے رحم' محبت اور لطف پیدا کرنا۔ خبردار! رعایا کے حق میں پھاڑ کھانے والا درندہ نہ بن جانا کہ اسے لقمہ بنا ڈالنے ہی میں تجھے اپنی کامیابی دکھائی دے"۔

"رعایا میں دو قسم کے آدمی ہوں گے تمہارے دینی بھائی یا مخلوق خدا ہونے کے لحاظ سے تمہارے جیسے آدمی لوگوں سے غلطیاں تو ہوتی ہی ہیں جان بوجھ کے یا بھولے چوکے سے ٹھوکریں کھاتے ہی رہتے ہیں تم اپنے عفو و کرم کا دامن خطاکاروں کیلئے اس طرح پھیلا دینا جس طرح تمہاری آرزو ہے کہ خدا تمہاری خطاؤں کیلئے اپنا دامن عفو و کرم پھیلا دے"۔

یہ کبھی نہ بھولنا کہ تم رعایا کے افسر ہو خلیفہ تمہارا افسر ہے اور خدا خلیفہ کے اوپر حاکم ہے خلیفہ نے تمہیں گورنر بنایا ہے اور مصر کی ترقی و اصلاح کی ذمہ داری تمہیں سونپ دی ہے

Marfat.com
Marfat.com

خدا سے لڑائی نہ مول لینا کیونکہ آدمی کیلئے خدا سے کوئی بچاؤ نہیں خدا کے عفو و رحمت سے تم کبھی بھی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ عفو پر کبھی نادم نہ ہونا سزا دینے پر کبھی شیخی نہ بگھارنا غصہ آتے ہی دوڑ نہ پڑنا بلکہ جہاں تک ممکن ہو غصے سے بچنا اور غصے کو پی جانا۔ "خبردار! رعایا سے بھی نہ کہنا کہ میں تمہارا حاکم بنا دیا گیا ہوں اور اب میں ہی سب کچھ ہوں سب کو میری تابعداری کرنا چاہئے اس ذہنیت سے دل میں فساد پیدا ہوتا ہے دین میں کمزوری آتی ہے اور بربادی کیلئے بلاوا آتا ہے اور اگر حکومت کی وجہ سے غرور پیدا ہونے لگے تو سب سے بڑے بادشاہ خدا کی طرف دیکھنا جو تمہارے اوپر ہے اور تم پر وہ قدرت رکھتا ہے جو تم خود بھی اپنے آپ پر نہیں رکھتے ایسا کرو گے تو نفس کی طغیانی کم ہو جائے گی حدت گھٹ جائے گی اور بھٹکی ہوئی روح لوٹ آئے گی"۔

خبردار! خدا کے ساتھ اس کی عظمت میں بازی نہ لگانا اس کی جبروت میں شبہ اختیار نہ کرنا کیونکہ خدا جباروں کو ذلیل کر ڈالتا ہے اور غروروں کو نیچا دکھا دیتا ہے۔ اپنی ذات کے معاملے میں اپنے خاص عزیزوں کے معاملے میں جنہیں تم اپنی رعایا میں سے چاہتے ہو خدا سے بھی انصاف کرنا اور خدا کے بندوں سے بھی انصاف کرنا یہ نہ کرو گے تو ظلم کرنے لگو گے۔یاد رکھو جو کوئی خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے تو خدا خود اپنے مظلوم بندوں کی طرف سے ظالم کا حریف بن جاتا ہے اور معلوم ہے خدا جس کا حریف بن جائے اس کی محبت باطل ہو جاتی ہے وہ خدا سے لڑائی ٹھاننے کا مجرم ہوتا ہے یہاں تک کہ باز آ جائے اور توبہ کر لے خدا کی نعمت کو اس سے بڑھ کر بدلنے والی اور خدا کی عقوبت کو اس سے زیادہ بلانے والی کوئی چیز نہیں کہ آدمی ظلم کو اختیار کر لے یاد رہے خدا مظلوموں کی سنتا اور ظالموں کی تاک میں رہتا ہے۔ تمہیں سب سے زیادہ پسند وہ راہ ہونا چاہئے جو حق کے لحاظ سے سب سے زیادہ درمیانی انصاف کی رو سے سب سے زیادہ عام اور رعایا کو سب سے زیادہ رضا مند کرنے والی

Marfat.com
Marfat.com

ہو۔ "یہ بھی یاد رکھو' عوام کی ناراضی خواص کی رضامندی کو بہالے جاتی ہے اور خواص کی ناراضی عوام کی ناراضی کے ہوتے ہوئے گوارا کر لی جاتی ہے"۔ "یہ بھی یاد رکھو کہ خوشحالی میں جو لوگ حاکم کیلئے سب سے بڑا بوجھ سب سے کم کار آمد انصاف سے کھنسانے والے' مانگنے میں اصرار کرنے والے بخشش و عطا کے موقع پر کم سے کم شکرگزار ہونے والے انعام و اکرام سے محرومی پر عذر نہ سننے والے اور زمانے کی کروٹوں کے مقابلے میں سب سے کم ثابت قدم رہنے والے خواص ہی ہوتے ہیں دین کا اصلی ستون مسلمانوں کی اصل جمیعت دشمن کے مقابلے میں اصلی طاقت امت کے عوام ہیں لہٰذا عوام ہی کا تمہیں زیادہ سے زیادہ خیال رکھنا چاہئے"۔ "تمہاری مجلس سے سب سے زیادہ دور اور تمہاری نگاہ میں سب سے زیادہ مکروہ وہ شخص ہونا چاہئے جو لوگوں کے عیب ڈھونڈا کرتا ہے لوگوں میں عیب تو ہوتے ہی ہیں یہ کام حاکم کا ہے کہ ان کے عیب ڈھکے۔ خبردار چھپے ہوئے عیبوں کو کرید نہ کرنا تمہارا منصب بس یہ ہے کہ جو عیب چھپے ہوئے ہیں ان کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دو حتی المقدور لوگوں کے ڈھکے کو ڈھکا ہی رہنے دینا ایسا کرو گے تو خدا بھی تمہارے وہ عیب ڈھکے رہنے دے گا جو تم رعایا سے چھپانا چاہتے ہو وہ سب اسباب دور کر دینا جو لوگوں میں بغض و کینہ پیدا کرتے ہیں عداوت و غیبت کی ہر رسی کو کاٹ ڈالنا۔ خبردار! چغل خور کی بات ماننے میں جلدی نہ کرنا کیونکہ چغل خور دغا باز ہوتا ہے وہ خیر خواہ کا روپ بھر کر سامنے آتا ہے اپنے مشورے میں بخیل کو شریک نہ کرنا کیونکہ وہ تمہیں احسان کرنے سے روکے گا اور فقیری سے ڈرائے گا۔ بزدل کو بھی صلاح میں شریک نہ کرنا کیونکہ مہمات میں تمہاری ہمت کمزور کر دے گا۔ حریص کو بھی شریک نہ کرنا کیونکہ ظلم کی راہ سے دولت سمیٹنے کی ترغیب دے گا۔ یاد رکھو بخل' بزدلی' حرص اگرچہ الگ الگ خصلتیں ہیں مگر ان کی بنیاد خدا سے سوئے ظن پر ہے"۔

Marfat.com
Marfat.com

"بد ترین وزیر وہ ہے جو شریروں کی طرف داری کرے اور گناہوں میں ان کا ساجھی ہو۔ ایسے آدمی کو اپنا وزیر نہ بنانا۔ کیونکہ اس قسم کے لوگ گناہ گاروں کے مددگار اور ظالموں کے ساتھ ہوتے ہیں ان کی جگہ تمہیں ایسے آدمی مل جائیں گے جو عقل و تدبر میں ان کے برابر ہوں گے مگر گناہوں سے ان کی طرح لدے نہ ہوں گے نہ کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد کی ہو گی نہ کسی گناہ گار کا اس کے گناہ میں ساتھ دیا ہو گا یہ لوگ تمہیں کم تکلیف دیں گے۔ تمہارے مددگار ثابت ہوں گے تم سے پوری ہمدردی رکھیں گے اور غیر سے اپنی سب رشتے کاٹ لیں گے ایسے ہی لوگوں کو نجی صحبتوں اور عام درباروں میں اپنا مصاحب بنانا"۔

عوام کے طبقات

حضرت علیؓ نے فرمایا: "رعایا میں کئی طبقے ہوتے ہیں یہ طبقے ایک دوسرے سے وابستہ رہتے ہیں اور آپس میں کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتے چنانچہ ایک طبقہ وہ ہے جسے خدا کی فوج کہنا چاہئے دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو عوام و خواص کا تحریری کام کرتے ہیں پھر انصاف کرنے والے قاضی ہیں۔ امن و انتظام کے عمال ہیں ذمی اور مسلم اہل جزیہ و اہل خراج ہیں پھر سوداگر اور اہل حرفہ ہیں۔ غریبوں اور مسکینوں کا نچلا طبقہ بھی ہے خدا نے حق میں ہر طبقے کا حصہ مقرر کر کے اپنی کتاب میں یا اپنے نبی ﷺ کی سنت میں اسے ضروری ٹھہرا دیا ہے اور اس کی پابندی و بجا آوری ہمارے ذمہ لازمی کر دی ہے خدا کی فوج باذن اللہ رعایا کا قلعہ ہے حاکم کی زینت ہے دین کی قوت ہے امن کی ضمانت ہے رعایا کا قیام فوج سے ہے لیکن فوج کا قیام خراج سے ہے جو خدا اس کے لئے نکالتا ہے خراج ہی سے سپاہی جہاد میں تقویت پاتے اور اپنی حالت درست کرتے ہیں"۔

پھر ان دونوں طبقوں فوجیوں اور اہل خراج کی بقا کیلئے تیسرا طبقہ ضروری ہے یعنی قضاۃ عمال

Marfat.com
Marfat.com

کتاب کا طبقہ کہ یہی لوگ ہر قسم کے مالی معاملات انجام دیتے ہیں اور ان چاروں طبقوں کی بقا کیلئے تاجر اور اہل حرفہ ضروری ہیں کہ بازار لگاتے اور سب کی ضرورتیں مہیا کرتے ہیں آخر میں ادنیٰ طبقہ آتا ہے اور اس طبقے کی امداد و اعانت از بس ضروری ہے خدا کے یہاں سب کی گنجائش ہے اور حاکم پر سب کا حق قائم ہے۔ حاکم جتنی بھی بھلائی کر سکتا ہے کرتا رہے مگر اس بارے میں اپنے فرض سے وہ عہدہ برآ ہو نہیں سکتا جب تک توفیق الٰہی کی دعا کے ساتھ عزم مصمم بھی نہ رکھے کہ حق ہی کا ساتھ دے گا حق ہی پر ثابت قدم رہے گا چاہے حق آسان ہو یا مشکل"۔

فوج

"اپنی فوج کے معاملے میں ہوشیاری سے کام لینا۔ انہی لوگوں کو افسر بنانا جو تمہارے خیال میں اللہ کے رسولؐ کے اور تمہارے امام کے سب سے زیادہ خیر خواہ ہوں صفا دل ہوں ہوشمند ہوں جلد غصے میں نہ آجاتے ہوں۔ عذر معذرت قبول کر لیتے ہوں۔ کمزوروں پر ترس کھاتے ہوں زبردستوں پر سخت ہوں نہ سختی انہی جوش میں لے آتی ہو نہ کمزوری انہیں بٹھا دیتی ہو"۔

"فوج کیلئے انہی کو منتخب کرنا جن کا حسب نسب اور خاندان اچھا ہے جن کا ماضی بے داغ ہے جو ہمت و شجاعت جود و سخا سے آراستہ ہیں شرافت اور نیکی ایسی ہی لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے ان فوجیوں کے معاملات کی ویسی ہی فکر کرنا جیسی فکر والدین کو اولاد کی ہوتی ہے ان کی تقویت اور درستی حال کیلئے جو بھی بن پڑے کرتے رہنا اور جو کچھ کرنا اسے بہت نہ سمجھنا اپنے کم سے کم لطف و احسان کو بھی معمولی نہ سمجھنا کیونکہ اس سے ان کی خیر خواہی بڑھے گی اور حسن ظن میں اضافہ ہو گا ان کی ادنیٰ سے ادنیٰ ضرورتوں سے بھی بے پرواہی اس

Marfat.com
Marfat.com

بھروسے پر نہ کرنا کہ بڑی ضرورتوں کا خیال کر رہے ہو کیونکہ تمہاری معمولی رعایت بھی ان کیلئے نعمت ہو گی اور بڑی ضرورتوں میں تو وہ سراسر تمہارے لطف و کرم کے ہمیشہ محتاج ہی رہیں گے"۔

"وہی فوجی سردار تمہارے سب سے زیادہ مقرب ہوں جو فوجیوں کی سب سے زیادہ مدد کرتے ہوں اپنے ہاتھ کی دولت سے سپاہیوں کو ان کی ضرورتوں اور بال بچوں کی فکروں سے آزاد کرتے ہوں تاکہ پوری فوج ایک دل ہو جائے اور اس کے سامنے بس ایک ہی خیال رہے دشمن سے جنگ فوج کے سرداروں پر تمہاری توجہ فوج کے دلوں کو تمہاری طرف متوجہ کر دے گی حاکم کے آنکھ کی ٹھنڈک کس چیز میں ہونا چاہئے اس میں کہ خود انصاف قائم کرے اور رعایا اس سے محبت ظاہر کرتی رہے رعایا کی محبت ظاہر نہیں ہوتی جب تک اس کے دل سلیم نہ ہوں اس کی حکومت کو بوجھ اور اس کے زوال میں دیر کو وبال نہ سمجھتی ہو"۔

"ضروری ہے کہ رعایا کی امیدوں کیلئے میدان کشادہ رکھنا ان کی دل جوئی برابر کرتے رہنا اس کے بہادروں کے کارنامے سراہتے رہنا اچھے کاموں کی تعریف سے بہادروں کا جوش بڑھانا اور پیچھے رہ جانے والوں کی ہمت اونچی ہوتی ہیں ہر آدمی کے کارنامے کا اعتراف کرنا ایک کا کارنامہ دوسرے سے منسوب نہ کرنا انعام دینے میں کبھی کوتاہی نہ کرنا خاندانی ہونے کی وجہ سے کسی کے معمولی کام کا بڑھا چڑھا نہ دینا۔ اسی طرح ادنیٰ خاندان ہونے کی وجہ سے کسی کے بڑے کارنامے کی بے قدری نہ کرنے لگنا مشتبہ معاملات پیش آئیں اور تمہاری بصیرت و علم کام نہ دے تو انہیں اللہ کی طرف اور اللہ کے رسول کی طرف لوٹانا۔ کیونکہ خدا مسلمانوں کی ہدایت کیلئے فرما چکا ہے۔ "وہ جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور اپنے میں سے اہل الحل و العقد کی لیکن اگر تم میں کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو اس بات کو اللہ اور رسولؐ کے پاس لوٹاؤ"۔

Marfat.com
Marfat.com

"اللہ کی طرف معاملے کا لوٹانا یہ ہے کہ کتاب محکم اور بعض صریح کی طرف لوٹا جائے اور رسولؐ کی طرف لوٹانا یہ ہے کہ جامع سنت نبویؐ کو لیا جائے نہ کہ اسے جس میں اختلاف پڑ گیا ہے"۔

انتخاب

"پھر ملک میں انصاف قائم کرنے کیلئے ایسے لوگوں کا انتخاب کرنا جو تمہاری نظر میں سب سے افضل ہوں۔ ہجوم معاملات سے تنگ دل نہ ہوئے ہوں اپنی غلطی پر اڑے رہنا ہی ٹھیک نہ سمجھتے ہوں اور حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد باطل سے چمٹے نہ رہتے ہوں طماع نہ ہوں اپنے فیصلوں پر غور کرنے کے عادی ہوں فیصلے کے وقت شکوک و شبہات پر رکنے والے ہوں۔ صرف دلائل کو اہمیت دیتے ہوں مدعی اور مدعا علیہ سے بحث میں اکتا نہ جاتے ہوں واقعات کی تہہ تک پہنچنے سے جی نہ چراتے ہوں اور حقیقت کھل جانے پر اپنے فیصلوں میں بے باک اور بے لاگ ہوں یہ ایسے لوگ ہوں جنہیں نہ تعریف بے خود کرتی ہو نہ چاپلوسی ہی مائل کر سکتی ہو مگر ایسے لوگ کم ہوتے ہیں"۔

قاضی (جج)

"تمہارا فرض ہے کہ اپنے قاضیوں کے فیصلوں کی جانچ کرتے رہو کھلے دل سے انہیں معاوضہ دو تاکہ ان کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں اور کسی کے سامنے انہیں ہاتھ نہ پھیلانا پڑے اپنے دربار میں انہیں ایسا درجہ دو کہ تمہارے کسی مصاحب اور درباری کو ان پر دباؤ ڈالنے یا انہیں نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہو سکے قاضیوں کے ہر قسم کے خوف سے بالکل آزاد ہونا چاہئے اس بات میں پوری توجہ سے کام لینا کیونکہ دین اشرار کے ہاتھ میں پڑ گیا تھا جو اپنے خواہشوں پر چلتے اور دین کے نام پر دنیا کمایا کرتے تھے"۔

Marfat.com
Marfat.com

عمال حکومت (عہدہ دار)

"عمال حکومت کے معاملات پر بھی تمہیں نظر رکھنا ہو گی جسے مقرر کرنا امتحاناً" مقرر کرنا۔ رو رعایت سے یا صلاح مشورے کے بغیر کسی کو عہدہ نہ دینا کیونکہ ایسا کرنے سے ظلم و خیانت کے دروازے کھل جاتے ہیں اچھے گھرانوں اور سابق میں سے اسلام کے خدمت گزاروں میں تجربہ کار اور باحیا لوگوں ہی کو منتخب کرنا کہ ان کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں اپنی آبرو کا خیال رکھتے ہیں طمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور انجام پر زیادہ نظر رکھتے ہیں عہدہ داروں کو بہت اچھی تنخواہیں دینا اس سے یہ لوگ اپنی حالت درست کر سکیں گے اور حکومت کے اس مال سے بے نیاز رہیں گے ان کے ہاتھ میں ہو گا اس پر بھی حکم عدولی کریں یا امانت میں خلل ڈالیں تو تمہارے پاس ان پر حجت ہو گی مگر ضروری ہے کہ ان کاموں کی جانچ پڑتال کرتے رہنا نیک لوگوں کو مخبر بنا کر اس پر چھوڑ دینا یہ اس لئے کہ جب انہیں معلوم ہو گا کہ خفیہ نگرانی بھی ہو رہی ہے تو امانت داری اور رعایا سے مہربانی میں زیادہ چست ہو جائیں گے پھر اگر ان میں سے کوئی شخص خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور تمہارے جاسوسوں سے تصدیق ہو جائے تو بس یہ شہادت کافی ہے تم بھی سزا کا ہاتھ بڑھانا جسمانی اذیت کے ساتھ خیانت کی رقم بھی اگلوا لینا خائن کو ذلت کی جگہ کھڑا کرنا اور بری طرح اسے رسوا کر ڈالنا"۔

محکمہ خراج (ٹیکس مالیہ)

"دیکھو محکمہ خراج کی نگرانی میں کوتاہی نہ ہو۔ خراج ٹھیک رہنے ہی میں سب کی بھلائی و خوشحالی ہے سب کے رزق کا مدار خراج پر ہے اور خراج کے تحصیلداروں پر لیکن خراج سے زیادہ ملک کی آبادی پر توجہ دینا چاہئے کیونکہ خراج بھی تو خوشحالی سے حاصل ہوتا ہے اور جو حاکم تعمیر کے بغیر خراج چاہتا ہے اس کی حکومت یقیناً چند روزہ ہو گی اگر کاشتکار خراج

Marfat.com
Marfat.com

کی زیادگی کی، کسی آسمانی آفت کی، آب پاشی میں خلل پڑ جانے کی، رطوبت میں قلت کی، سیلاب یا خشکی کے سبب تقاوی کے خراب ہو جانے کی شکایت کریں تو ان کی سننا اور خراج کم کر دینا کیونکہ کاشتکار ہی تمہارا اصل خزانہ ہیں ان سے جو رعایت بھی کرو گے اس میں ملک کی فلاح ہو گی حکومت کی رونق بڑھے گی نیز تم رعایا سے مال کے خراج کے ساتھ تعریف کا خراج بھی حاصل کرو گے اس وقت ان میں عدل پھیلانے سے تمہیں اور زیادہ خوشی حاصل ہو گی۔ مشکلات میں ان کی قوت پر تمہارا بھروسہ بڑھ جائے گا اور جو راحت تم نے انہیں پہنچائی ہے ور جس انصاف کا انہیں خوگر بنادیا ہے اس پر ان سے شکر گزاری تمہارے لئے خزانہ بن جائے گی ممکن ہے مشکلات نازل ہوں اور ان لوگوں پر بھروسہ کرنے کی مجبوری پیش آ جائے ایسی حالت میں وہ بخوشی تمہارا ہر مطالبہ قبول کر لیں گے"۔

ملک کے عوام

"ملک کے عوام کی آبادی و سرسبزی ہر بوجھ اٹھا سکتی ہے لہٰذا اس کا ہمیشہ خیال رکھنا ملک کی بربادی تو باشندوں کی غربت ہی سے ہوتی ہے اور باشندوں کی غربت کا سبب یہ ہوتا ہے کہ حاکم دولت سمیٹنے پر کمر باندھ لیتے ہیں کیونکہ انہیں اپنے تبادلے اور زوال کا دھڑکا لگا رہتا ہے اور وہ عبرتوں سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے"۔

"اپنے منشیوں کے معاملے کو بھی اہمیت دینا یہ منصب بہترین آدمیوں ہی کے سپرد کرنا راز کی خط و کتابت پر انہیں لوگوں کو مقرر کرنا جو اعلیٰ اخلاق کے مالک ہوں جنہیں نہ اعزاز گستاخ بنا دے کہ یہ بھی مجلس میں تم سے بد تمیزی کرنے لگیں یا معاہدوں میں تمہاری مصلحتوں، فائدوں سے چوک جایا کریں یا اگر کسی معاہدے سے تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے تو اس سے مخلصی کی صورت نہ پیدا کر سکیں وہ لوگ ایسے ہونے چاہئیں کہ خود اپنی قدر جانتے ہوں

Marfat.com
Marfat.com

کیونکہ جو شخص اپنی قدر نہیں جانتا وہ دوسروں کی قدر کیا جانے گا ان لوگوں کا چناؤ محض اپنی فراست' میلان طبیعت یا حسن ظن کی بنا پر نہ کرنا کیونکہ لوگوں کا دستور ہے کہ تصنع (بناوٹ) اور ظاہر داری سے اپنی آپ کو حاکموں کی فراست کے مطابق بنا لیتے ہیں مگر خیر خواہی اور مانت داری سے کورے ہوتے ہیں"۔

"انتخاب میں یہ بھی دیکھنا کہ اگلے حاکموں کے تحت انہوں نے کیا خدمتیں انجام دی ہیں عوام کو ان سے کتنا فائدہ پہنچا ہے اور امانت داری میں ان کا شہرہ کیسا ہے؟ ان باتوں کا لحاظ رکھو گے تو بے شک سمجھا جائے گا کہ تم اللہ کے اور اپنی رعایا کے خیر خواہ ہو"۔

"ہر محکمے کا ایک صدر مقرر کرنا جو محکمے کے تمام کاموں کو اپنے ہاتھ میں رکھے۔ تمہارے منشیوں میں جو عیب ہو گا اور تم اس سے چشم پوشی کرو گے تو وہ عیب خود تمہارا سمجھا جائے گا تجار اور اہل حرفت کا پورا خیال رکھنا ان کو بھی جو مقیم ہیں اور ان کا بھی جو پھیری کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ ملک کی دولت بڑھاتے ہیں دور دور سے سامان لاتے ہیں' خشکیوں' تریوں' میدانوں' ریگستانوں' سمندروں' دریاؤں' پہاڑیوں کو پار کر کے ضروریات زندگی مہیا کرتے ہیں ایسی جگہوں سے مال ڈھونڈ لاتے ہیں جہاں اور لوگ نہیں پہنچتے بلکہ وہاں جانے کی ہمت بھی نہیں کر سکتے"۔

تاجر اور اہل حرفہ (صنعت)

"تاجر اور اہل حرفہ امن پسند لوگ ہوتے ہی ان سے شورش و بغاوت کا اندیشہ نہیں ہوتا اس پر بھی ضروری ہے کہ پایہ تخت میں بھی اور اطراف ملک میں بھی ان پر نگاہ رکھی جائے کیونکہ ان میں سے اکثر بڑے تنگ دل' بڑے بخیل ہوتے ہیں اجارہ داری سے کام لیتے ہیں اور لین دین میں کملی ڈال کر لوٹنا چاہتے ہیں اجارہ داری کی قطعی ممانعت کر دینا کیونکہ

Marfat.com
Marfat.com

رسولؐ اللہ نے اس سے منع فرمایا ہے لیکن ہاں خرید و فروخت خوش دلی سے ہو وزن بٹے ٹھیک رہیں۔ نرخ مقرر ہوں نہ بیچنے والا گھاٹے میں رہے نہ مول لینے والا مونڈا جائے اور ممانعت پر بھی اگر کوئی اجارہ داری کا مرتکب ہو تو اعتدال کے ساتھ اسے عبرت انگیز سزا دی جائے پھر اللہ اللہ"۔

غربا و مساکین

"ادنیٰ طبقے کی معاملے میں یہ لوگ وہ ہیں جن کا کوئی سہارا نہیں۔ فقیر، مسکین، محتاج، قلاش اور اپاہج ان میں ایسے بھی ہیں جو ہاتھ پھیلاتے ہی اور ایسے بھی ہیں جو ہاتھ نہیں پھیلاتے مگر خراب صورت حال میں ہیں ان لوگوں کی بارے میں جو فرض خدا نے تمہیں سونپا ہے اس پر نگاہ رکھنا اسے تلف نہ ہونے دینا بیت المال میں ایک حصہ ان کے لئے خاص کر دینا اور اسلام کی جہاں جو اضافی جائیداد موجود ہے اس کی آمدنی میں ان کا حصہ رکھنا ان میں سے کون دور ہے کون نزدیک ہے یہ نہ دیکھنا دور نزدیک سب کا حق برابر ہے اور ہر ایک کے حق کی ذمہ داری تمہارے سر ڈال دی گئی ہے"۔ دیکھو دولت کا نشہ تمہیں ان بے چاروں سے غافل نہ کر دے۔ اگر تم نے اس بارے میں اہم و اکثر کو پورا کر دیا تو بھی اس وجہ سے تمہاری معمولی غفلت بھی معاف نہ کی جائے گی لہٰذا ان کے ساتھ تکبر سے پیش نہ آنا اور اپنی توجہ سے انہیں محروم نہ کرنا"۔

"ان میں ایسے بھی ہوں گے جو تمہارے پاس پہنچ نہیں سکتے انہیں نگاہیں ٹھکراتی ہیں اور لوگ ان سے گھن کھاتے ہیں ان کی خبر گیری بھی تمہارا کام ہے ان کیلئے بھروسے کے آدمیوں کی خدمات خاص کر دینا مگر یہ آدمی ایسے ہوں جو خوف خدا رکھتے ہوں اور دل کے خاکسار ہوں یہ لوگ ان بے کسوں کے معاملات تمہارے سامنے لایا کریں اور تم وہ کرنا کہ قیامت کے دن تمہیں شرمندہ نہ ہونا پڑے یاد رکھو رعایا میں ان غریبوں سے زیادہ انصاف کا

Marfat.com
Marfat.com

مستحق کوئی نہیں"۔

"مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو جو حق ہے پورا پور ادا کرتے رہنا اور یتیموں کے پالنے والوں کا بھی خیال رکھنا ہو گا اور ان کا بھی جو بہت بوڑھے ہو چکے ہیں جن کا کوئی سہارا باقی نہیں جو بھیک مانگنے کے بھی لائق نہیں رہے یہ چھوٹی چھوٹی باتیں حاکموں پر بیشک گراں ہوتی ہیں لیکن یہ بھی سوچنا چاہئے کہ پورے کا پورا حق گراں ہی ہے ہاں خدا حق کو کبھی ان کیلئے آسان کر دیتا ہے جو عاقبت کی طلب میں رہتے ہیں اور اس لئے مشکلات و مکروہات میں اپنے دل کو مضبوط بنا لیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کا یقین اس وعدہ الٰہی پر پختہ ہے جو وہ پروردگار اپنے نیک بندوں سے کر چکا ہے"۔

فریادی (سائل)

"فریادی (سائل) اپنے وقت کا ایک حصہ فریادیوں کیلئے خاص کر دینا سب کام چھوڑ کے ان سے ملا کرنا ایسے موقع پر تمہاری مجلس عام رہے کہ جس کا جی چاہے بے دھڑک چلا آئے۔ اس مجلس میں تم خدا کے نام پر خاکسار بن جاؤ۔ فوجیوں' افسروں اور پولیس والوں سے مجلس کو بالکل خالی رکھنا تاکہ آنے والے دل کھول کے اپنی بات کہہ سکیں کیونکہ میں نے رسولؐ اللہ کو بار بار فرماتے سنا ہے اس امت کی بھلائی نہیں ہو سکتی جس میں کمزوروں کو طاقت ور سے پورا حق دلایا نہیں جاتا یہ بھی یاد رہے کہ اس مجلس میں عوام ہی جمع ہوں گے اب اگر بد تمیزی سے بات کریں یا اپنا مطلب صاف بیان نہ کر سکیں تو خفا نہ ہونا برداشت کر لینا۔ خبردار زجرو توبیخ نہ کرنا' تکبر سے پیش نہ آنا میری وصیت پر عمل کرو گے تو خدا تم پر اپنی رحمت کی چادریں پھیلا دے گا اور اپنی فرمانبرداری کا ثواب تمہارے لئے اٹل کر دے گا جس کو کچھ دینا ہو اس طرح کہ وہ خوش ہو جائے اور نہ دے سکنا تو اپنا عذر صفائی سے بیان کر دینا

Marfat.com
Marfat.com

پھر ایسے معاملات بھی ہیں جنہیں خود اپنے ہی ہاتھ میں تمہیں رکھنا ہو گا"۔

"ایک معاملہ تو یہی ہے کہ عمال حکومت کے ان مراسلوں کا جواب خود لکھا کرنا جو تمہارے منشی نہیں لکھ سکتے اور ایک معاملہ یہ ہے جس دن روپیہ آئے اسی دن مستحقوں کو بانٹ دینا اس سے تمہارے درباریوں کو کوفت تو ضرور ہو گی کیونکہ ان کی مصلحتیں تقسیم میں تاخیرہ تعویق چاہیں گی روز کا کام روز ختم کر دینا کیونکہ ہر دن کیلئے اسی کا کام بہت ہوتا ہے اپنے وقت کا سب سے افضل حصہ اپنے پروردگار کیلئے خاص کر دینا اگرچہ سب وقت اللہ ہی کے ہیں بشرطیکہ نیک نیت ہو اور رعایا کو اس نیک نیت سے سلامتی ملتی ہو خدا کیلئے دین کو حاصل کرنے میں سب سے زیادہ یہ خیال رہے کہ فرائض بغیر کسی کمی بیشی کے کما حقہ بجا لائے جائیں یہ فرائض صرف خدا کیلئے خاص ہیں اور ان میں کسی کا ساجھا نہیں دن اور رات میں اپنا ایک وقت ضرور خدا کیلئے خاص کر دینا اور جو عبادت بھی تقرب الٰہی کیلئے انجام دینا اس طرح انجام دینا کہ ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہو کسی طرح کا کوئی نقص اس میں رہ نہ جائے چاہے اس سے تمہارے جسم کو کتنی ہی تکلیف ہو"۔

امامت (نماز کی)

"دیکھو جب امامت کرنا تو ایسی امامت نہیں کہ لوگ نماز ہی سے بیزار ہو جائیں اور ایسی امامت بھی نہیں کہ نماز کا کوئی رکن ضائع ہو جائے۔ یاد رکھو نمازیوں میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں تندرست بھی اور بیمار بھی اور ضرورت مند بھی۔ رسولؐ اللہ جب خود مجھے یمن بھیجنے لگے تو میں نے عرض کیا تھا "یا رسول اللہؐ! امامت کس طرح کروں گا؟" جواب ملا کہ "تیری نماز ویسی ہو جیسی سب سے کم طاقت کے نمازی کی ہو سکتی ہے اور تو مومنوں کیلئے رحیم ثابت ہونا"۔ یہ بھی ضروری ہے کہ رعایا سے تمہاری روپوشی کبھی لمبی نہ ہو رعایا سے چھپنا حاکم کی تنگ نظری کا ثبوت ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حاکم رعایا کے حالات سے بے

Marfat.com
Marfat.com

خبر ہو جاتا ہے جب حاکم رعایا سے ملنا جلنا چھوڑ دیتا ہے تو رعایا بھی ان لوگوں سے ناواقف ہو جاتی ہے جو اس سے پردے میں ہو گئے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بڑے لوگ اس کی نگاہ میں چھوٹے ہو جاتے ہیں اور چھوٹے لوگ بڑے بن جاتے ہیں اچھائی برائی بن جاتی ہے اور برائی اچھائی۔ حق اور باطل میں تمیز اٹھ جاتی ہے اور یہ تو کھلی بات ہے کہ حاکم بھی آدمی ہوتا ہے اور ان سب باتوں کو جان نہیں سکتا جو اس سے چھپا لی جاتی ہیں حق کے سر پر سینگ نہیں ہوتے کہ دیکھتے ہی سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہہ دیا جائے"۔

"سوچو تو تم دو میں سے ایک ہی قسم کے آدمی ہوں گے یا تو حق کے مطابق خرچ کرنے میں سخی ہو گے ایسے ہو تو تمہیں چھپنے کی ضرورت ہی کیا ہے حق کی طرف سے جو کچھ تمہارے ذمے واجب ہو چکا ہے اسے ادا کرو گے یا اور کئی نیک کام کر گزرو گے اور یا پھر تم بخل وضع کی آزمائش میں ڈالے گئے ہو تو اس صورت میں بھی چھپنا غیر ضروری ہے کیونکہ اس قماش کے آدمی سے لوگ بڑی جلدی مایوس ہو کر خود کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ تم سے لوگوں کی زیادہ تر ضرورتیں ایسی ہوں گی جن سے تم پر کوئی بوجھ نہ پڑے۔ وہ کسی ظلم کی شکایت لے کر آئیں گی یا کسی معاملے میں انصاف کے طالب ہوں گے تمہیں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ حاکم کے درباریوں اور مصاحبوں میں خود غرضی' تعلی' زیادگی بد لگی ہوا کرتی ہے ان کے شر سے مخلوق کو بچانے کی صورت یہی ہے کہ ان کی برائیوں کے سرچشمے ہی بند کر دیئے جائیں"۔

"خبردار! کسی مصاحب یا رشتہ دار کو جاگیر نہ دینا۔ ایسا کرو گے تو یہ لوگ رعایا پر ظلم کریں گے۔ خود فائدہ اٹھائیں گے اور دنیا و آخرت میں مخلوق خدا کی بدگوئی تمہارے سر پڑے گی۔ حق کسی کے خلاف پڑے اس پر حق ضرور نافذ کرنا چاہئے چاہے تمہارا عزیز قریب ہو یا غیر اس بارے میں تمہیں مضبوط اور ثواب خداوندی کا آرزو مند رہنا ہو گا حق کا وار خود

Marfat.com
Marfat.com

تمہارے رشتہ داروں اور عزیز ترین مصاحبوں پر کیوں نہ پڑے خوش دلی سے یہ گوارا کرنا ہو گا"۔

"بے شک تم بھی آدمی ہو اور تمہیں خوش دلی سے کوفت ہو سکتی ہے لیکن تمہاری نگاہ ہمیشہ نیچے پر رہنی چاہئے۔ یقین کرو نتیجہ تمہارے حق میں اچھا ہی ہو گا۔ اگر رعایا کو تم پر کبھی ظلم کا شبہ ہو جائے تو بے دھڑک رعایا کے سامنے آ جانا اور اس کا شبہ دور کر دینا اس سے تمہارے نفس کے ریاضت ہو گی دل میں رعایا کیلئے نرمی پیدا ہو گی اور تمہارے عذر کا بھی اظہار ہو جائے گا۔ ساتھ ہی تمہاری یہ غرض بھی پوری ہو جائے گی کہ رعایا حق پر استوار ہے"۔ دیکھو جب دشمن ایسی صلح کی طرف بلائے جن میں خدا کی رضا مندی ہو تو انکار نہ کرنا کیونکہ صلح میں تمہاری فوج کیلئے آرام ہے اور خود تمہارے لئے بھی فکروں سے چھٹکارا اور امن کا سامان ہے لیکن صلح کے بعد دشمن سے خوب جوکس خوب ہوشیار رہنا چاہئے کیونکہ ممکن ہے صلح کی راہ سے اس نے تقرب اس لئے حاصل کیا ہو کہ بے خبری میں تم پر ٹوٹ پڑے لہٰذا بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ اس معاملے میں حسن ظن سے کام نہیں چل سکتا اور جب دشمن سے معاہدہ کرنا یا اپنی زبان اسے دے دینا تو عہد کی پوری پابندی کرنا۔ زبان کا پورا پاس کرنا۔ عہد کو بچانے کیلئے اپنی جان تک کی بازی لگا دینا کیونکہ سب باتوں میں لوگوں کا اختلاف رہا ہے مگر اس بات پر سب متفق ہیں کہ آدمی کو اپنا عہد پورا کرنا چاہیے مشرکوں تک نے عہد کی پابند ضروری سمجھی تھی حالانکہ مسلمانوں سے بہت نیچے تھے یا اس لئے کہ تجربوں نے انہیں بتا دیا تھا کہ عہد شکنی کا نتیجہ تباہ کن ہوتا ہے لہٰذا اپنے عہد، وعدے زبان کے خلاف کبھی نہ جانا دشمن سے دغا بازی نہ کرنا کیونکہ یہ خدا سے سرکشی ہے اور خدا سے سرکشی بے وقوف و سرکش ہی کیا کرتے ہیں"۔

Marfat.com
Marfat.com

معاہدوں کا فلسفہ قرآن کی روشنی میں

قرآن کا ارشاد ہے کہ اوفو بعھداللہ اذا عاھدتم. "یعنی ایسا عہد جس کے لئے تم اللہ کے آگے ذمہ دار ہو گئے ہو تو پورا کرو۔"

عہد کیا ہے خدا کی طرف سے امن و امان کا اعلان ہے جو اس نے اپنی رحمت سے بندوں میں عام کیا ہے عہد خدا کا حرم ہے۔ جس میں سب کو پناہ ملتی ہے اور جس کی طرف سبھی دوڑتے ہیں۔ خبردار! عہد و پیاں میں کوئی دھوکا کوئی کھوٹ نہ رکھنا اور معاہدے کی عبارت ایسی نہ ہونے دینا کہ گول مول مبہم ہو کئی مطلب اس سے نکلتے ہوں۔ اگر کبھی ایسا ہو جائے تو عہد دے چکنے کے بعد ایسی عبارت سے فائدہ نہ اٹھانا اور یہ بھی یاد رہے کہ معاہدہ ہو چکنے کے بعد اگر اس کی وجہ سے پریشانی لاحق ہو تو ناحق اسے منسوخ نہ کر دینا۔ بد عہدی پر خدا تم سے جواب طلب کرے گا اور دنیا آخرت میں اس کے مواخذے سے کہیں مفر نہیں ہو گا۔

خون ناحق

"خبردار! خون ناحق نہ بہانا کیونکہ خونریزی سے بڑھ کر بد انجام نعمت کا ڈھانے والا مدت کو ختم کرنے والا کوئی کام نہیں قیامت کے دن جب خدا کا دربار عدالت لگے گا تو سب سے پہلے خون ناحق ہی کے مقدمے پیش ہوں گے اور خدا فیصلہ کرے گا۔ یاد رکھو خونریزی سے حکومت طاقت ور نہیں ہوتی بلکہ کمزور پڑ کر مٹ جاتی ہے اور یہ تو کھلی بات ہے کہ قتل عمد میں تم نہ خدا کے سامنے کوئی عذر پیش کر سکتے ہو نہ میرے سامنے لیکن اگر سزا دینے میں تمہارے کوڑے، تلوار اور ہاتھ سے نادانستہ اسراف ہو جائے تو حکومت کے غرور میں مقتول کا خون بہا اس کے وارثوں کے حوالے کرنے سے باز نہ رہنا"۔

"خبردار! خود پسندی کا شکار نہ ہونا نفس کی جو بات پسند آئے اس پر بھروسہ نہ کرنا خوشامد پسندی سے بچنا کیونکہ شیطان کیلئے یہ زرین موقع ہوتا ہے کہ نیکو کاروں کی نیکیوں پر پانی پھیر

Marfat.com
Marfat.com

دے"۔

"خبردار! رعایا پر کبھی احسان نہ جتانا جو کچھ اس کیلئے کرنا اسے بڑھا چڑھا کر نہ دکھانا اور وعدہ خلافی بھی کبھی نہ کرنا۔ احسان جتانے سے احسان مٹ جاتا ہے بھلائی کو بڑھا کر دکھانے سے حق کی روشنی چلی جاتی ہے اور وعدہ خلافی سے خدا بھی ناخوش ہوتا ہے اور حق کے بندے بھی اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے خدا کو نہایت ناپسند ہے کہ ایسی بات کہو جو تم نہیں کرتے ہو"۔

ترجمہ:

"جلد بازی سے کام نہ لینا۔ ہر معاملے کو اس کے وقت پر ہاتھ میں لینا اور انجام کو پہنچا دینا نہ وقت سے پہلے اس کیلئے جلدی کرنا نہ وقت آجانے پر تساہل برتنا اگر معاملہ مشتبہ ہو تو اس پر اصرار نہ کرنا۔ روشن ہو تو اس میں کمزوری نہ دکھانا اصل یہ ہے کہ ہر کام اس کے وقت پر کرنا اور ہر معاملے کو اس کی جگہ رکھنا کسی ایسی چیز کو اپنے لئے خاص نہ کر لینا جس میں سب کا حق برابر ہے اور نہ ایسی باتوں سے انجان بن جانا جو سب کی آنکھوں سے سامنے ہیں۔ خود غرضی سے جو کچھ حاصل کرو گے تمہارے ہاتھ سے چھن جائے گا اور دوسروں کو دے دیا جائے گا جلد ہی تمہاری آنکھوں پر سے پردے اٹھ جائیں گے اور مظلوم سے جو کچھ لے چکے ہو اس کی داد رسی ہو گی"۔

"دیکھو اپنے غصے طیش کو اور ہاتھ' زبان کو قابو رکھنا سزا دینے کو ملتوی نہ کر دینا یہاں تک کہ غصہ ٹھنڈا ہو جائے اس وقت تمہیں اختیار ہو گا کہ جو مناسب سمجھو کرو مگر اپنے آپ پر قابو نہ پا سکو گے جب تک پروردگار کی طرف واپسی کا معاملہ تمہارے خیالات پر غالب نہ آجائے گزری ہوئی منصف حکومتوں' نیک دستوروں' ہمارے نبیؐ کے واقعات اور کتاب اللہ کے فرائض ہمیشہ یاد رکھنا تاکہ اپنی حکومت کے معاملات میں ہمارے عمل کی پیروی کر سکو"۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت علیؓ نے فرمایا

"تمہیں پوری کوشش سے میری ہدایتوں پر عمل کرنا چاہئے جو اپنی اس وصیت میں لکھ چکا ہوں میرا یہ عہد تم پر حجت ہے اور اس کے بعد اپنے نفس کی خواہشوں کا ساتھ دینے میں کوئی عذر نہ پیش کر سکو گے میں اللہ بزرگ و برتر سے دست بدعا ہوں جس کی رحمت وسیع اور قدرت عظیم ہے کہ مجھے اور تمہیں اس راہ کی توفیق بخشے جس میں اس کی رضامندی اور مخلوق کی بھلائی ہے ساتھ ہی بندوں میں نیک نامی اور ملک کیلئے ہر طرح کی اچھائی ہے اور یہ کہ اس کی نعمت تم پر پوری ہو اس سے عزت افزائی بڑھتی ہے اور یہ کہ میرا اور تمہارا خاتمہ سعادت و شہادت پر ہو"۔

بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت رکھتے ہی۔ والسلام علی رسول اللہ ﷺ۔ والسلام علی ابن طالب اللہ کا بندہ۔

مدینہ اور جزیرۃ العرب سے باہر انقلاب کا اثر

صراط مستقیم کے انقلاب کا اثر صرف مکہ اور مدینہ تک محدود نہ رہا بلکہ جزیرہ العرب سے باہر بھی اس انقلابی حکومت کے اثرات ظاہر ہوئے۔

حضور اکرمؐ نے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد قریش مکہ کو ذہنی طور پر صلح حدیبیہ کے ذریعہ اپنی شکست اور غرور سے دست بردار کرانے پر جب مجبور کیا تو پھر جزیرہ عرب کے دوسرے علاقوں میں نور و ہدایت کی شمع روشن کرانے کے لئے تیاری شروع کی چنانچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی انقلابی گروہ کی تعلیم و تربیت کے لئے ریفریشر کورس کے ذریعہ ہدایات دینا شروع کیں انہی انقلابیوں کے ذریعہ تحریک کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے ان کی تربیت اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ضروری تھی اس تربیت کا ہی یہ اثر ہوا کہ مدینہ میں تشریف

Marfat.com
Marfat.com

آوری کے بعد صرف دس سال کے قلیل عرصہ میں پورے جزیرہ عرب میں نور توحید کو پھیلا دیا۔

آپؐ نے اس دوران تراسی (۸۳) جنگی کاروائیاں کیں اور ان میں سے سینتیس (۳۷) ...مات میں خود بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ عین ممکن ہے کہ کئی لوگوں کو یہ سن کر حیرانگی ہو کہ ان تمام کاروائیوں میں ایک سو پچیس (۱۲۵) کے قریب مسلمان شہید ہوئے اور تقریباً" نو ہزار (۹۰۰۰) مشرکین اور کافر موت کے گھاٹ اتارے گئے اتنی معمولی تعداد میں مسلمانوں کی شہادت اور کافروں کے قتل سے صاف عیاں ہو گیا کہ ہمارے حضورؐ جو کہ رحمة للعلمین ہیں واقعی دنیا کے حقیقی ترین انقلابی جرنیل ہیں اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ مسلمانوں کی اعلیٰ تربیت اور اخلاق کے زور پر پھیلا ہے اسی اخلاقی تربیت کو انقلابی گروہ کے ذریعہ دنیا میں بھی پھیلا کر مصر سے لے کر ایران تک کا علاقہ خلفاء راشدین کے دور میں اسلام کے نور سے منور کیا گیا۔

پھر بنی امیہ کے زمانے میں مسلمانوں نے ایک طرف مشرق میں چین کے مغرب میں واقع پہاڑوں کو ٹھوکر ماری تو دوسری جانب انہوں نے بحر ظلمات (بحر اوقیانوس) میں اپنے گھوڑے اتار دیئے ۔ ۶۸۰ء کے قریب اسلام کے جرنیل عقبہ بن نافع نے جب اپنا گھوڑا بحر ظلمات میں اتارا تو اس نے کہا " اے خداوند ذوالجلال اگر سمندر بیچ میں نہ آتا اور زمین ختم نہ ہو جاتی تو میں برابر فتح کے پھریرے اڑاتا اور تیری توحید کے نعرے بلند کرتا چلا جاتا" بنی امیہ کے اقتدار کے بعد جب عباسی خاندان برسر اقتدار آیا تو اس نے مسلمانوں کی طاقت میں مزید اضافہ کرایا اس دور میں طاقت کا مرکز بغداد بن گیا تھا جس طرح آج امریکہ کی سرمایہ دارانہ اقتدار کا مرکز واشنگٹن بن گیا ہے اس وقت یورپ کے لوگ مسلمان خلیفہ کا نام ہی سن کر کانپنے لگتے تھے عباسی دور کے ایک خلیفہ معتصم باللہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ رومیوں نے ایک

Marfat.com
Marfat.com

سرحدی جھڑپ میں چند مسلمانوں کو قیدی بنانے کے بعد جب ایک عیسائی ہاشمی خاتون کو کھینچ کر لے جا رہے تھے تو وہ بے چارگی میں خلیفہ کو امداد کے لئے پکار رہی تھی تو خلیفہ بے اختیار لبیک لبیک کہتا ہوا فورا" تخت خلافت سے اترا اور گھوڑے پر سوار ہو کر کوچ کا نقارہ بجوا دیا اس نے فوج کا بھی انتظار نہ کیا اور دیوانہ وار اس مقام کی طرف روانہ ہو گیا جہاں ہاشمی خاتون کی گرفتاری کا واقعہ پیش آیا تھا فوجی دستے اسے راستہ میں ملے کہا جاتا ہے کہ اس نے اس وقت تک چین نہ لیا جب تک اس نے قیدی خاتون اور باقی گرفتار شدہ مسلمان بھی رہا نہ کرا لئے یہ اسی ریفریشر کورس کرانے کی تعلیمات کا اثر تھا جو کہ مدینہ میں فوجی کمانڈر چیف نبی اکرمؐ نے صحابہ کرام سے کرایا تھا اور اسی تعلیم کو سینہ بہ سینہ صحابہ کرام نے تابعین اور تبع تابعین تک منتقل کرایا ۔ آج بھی اگر کوئی انقلابی تحریک ان تعلیمات کی روشنی میں انقلاب برپا کرنا چاہے تو ناکامی کا منہ نہ دیکھے گی ۔

بنی امیہ کے بعد جب عباسی خاندان اقتدار میں آیا تو اس نے بھی اسلامی حکومت کے استحکام کے لئے بہت کام کیا عباسی دور میں بغداد مرکزی حیثیت اختیار کر چکا تھا جیسے کہ جدید ترقی یافتہ دور میں اشتراکی ممالک کا مرکز ماسکو اور یورپ کے استحصالی سرمایہ دارانہ نظام واشنگٹن کے محور پر گردش کر رہا ہے ۔ اسی اسلام کے نام پر ہندوستان میں ۱۱۹۲ شہاب الدین غوری نے راجپوتوں کے اقتدار کو زمین بوس کرنے کے بعد اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا تھا پھر دسویں صدی میں بغداد کی حکومت کو جب زوال آیا تو ان کی کمزوری سے عیسائی دنیا نے فائدہ اٹھانے کی ٹھان لی بیت المقدس پر قبضہ کرنے کی خاطر صلیبی جنگوں کا دور شروع کرایا۔ چنانچہ ۱۰۹۷ میں بیت المقدس پر قبضہ کر کے وہاں رہنے والے مسلمانوں کا انتہائی سفاکانہ انداز میں قتل کیا گیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی ۱۱۸۷ میں دوبارہ بیت المقدس کو اسلام کے قبضہ میں لے آیا اور ۶۳۷ء کے حضرت عمرؓ کے قبضہ کو دوبارہ بحال کرانے کا شرف حاصل کیا ۔

Marfat.com
Marfat.com

تیرھویں صدی پھر مسلمانوں کے لئے چنگیز خان کی وجہ سے تباہی کا باعث بنی - پھر عثمانی خلافت کے دور میں دوبارہ اسلام کو اقتدار نصیب ہوا۔ عیسائی اقتدار جو کہ یورپ میں اپنے پاؤں جما چکا تھا اسلام کے اقتدار کو اپنے لئے ہمیشہ خطرہ محسوس کرتا رہا ہے اسی خطرہ سے بچنے کے لئے یورپ کی استعماری طاقتوں خصوصاً" برطانیہ نے نہایت دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے بہت پہلے سے علمی تہذیبی اور ثقافتی سطح پر بھی مسلمانوں کی جڑیں کھوکھلی کرنا شروع کر دی تھیں انیسویں صدی میں انہوں نے قاہرہ' بیروت' دمشق' استنبول اور کئی دوسرے مقامات پر ایسے تعلیمی اور تحقیقی ادارے قائم کئے جنہیں مسلمانوں کے اندر مغربی تہذیب اور نظریات کے نفوذ کا ذریعہ بنایا جائے ساتھ ہی ان میں لسانی قومیتوں کا احساس و شعور بیدار کیا عرب قومیت اور تورانی قومیت کی عصبیت کو ہوا دی چنانچہ عربوں کی قوم پرستی اور ترکوں کی قومی تحریک جسے (Young Turks) نوجوان ترکوں کی تحریک کا نام دیا جاتا ہے کا آغاز کرنے والے یہودی اور عیسائی تھی۔ عرب قوم پرستی کی تحریک بھی پانچ عیسائی نوجوانوں نے شروع کی تھی جو بیروت کے پروٹسٹنٹ کالج کے تعلیم یافتہ تھے انہوں نے بطور خاص مسلمانوں کو بھی اپنی تحریک میں شامل کیا تاکہ ان کے ذریعہ مسلمانوں کے اندر نفوذ کرنے میں کامیاب ہوں ان مقامی عیسائیوں کو بیرونی مشنوں کا تعاون حاصل تھا اس تحریک کے نتیجہ میں عرب قوم پرستی کے زہریلے اثرات نے اپنا رنگ دکھایا اور عربوں کے اندر ترکوں کے خلاف نفرت و بغاوت کے جذبات پکنے گئے - دوسری طرف تورانی قوم پرستی کے فروغ کے لئے ترکی میں انجمن اتحاد و ترقی (جس کا ذکر پہلے بھی اس کتاب میں ہو چکا ہے) قائم کی گئی اس کی ممبرشپ مسلمانوں اور یہودی عیسائیوں سب کے لئے کھلی تھی بہ ظاہر اس انجمن کا مقصد حکومت کو انتشار سے بچانا تھا اور اسے مضبوط بنیادوں پر استوار کرنا تھا۔ اصل مقصد عثمانی خلافت کے تشخص کو ختم کرانا تھا کیونکہ انجمن کی بنیاد ہی لادینیت پر رکھی گئی تھی اس کے

Marfat.com
Marfat.com

انکار کا سرچشمہ یورپ تھا معروف یورپی مصنف لنکزاسکی (LENCZOWSKI) اعتراف کرتا ہے کہ نوجوان ترک مشرقی خیالات سے اپنے آپ کو خالی کرائیں گے۔ یہ انجمن ۱۹۰۸ء میں قائم کی گئی تھی پھر اسی کے نتیجہ میں سلطان عبدالحمید ثانی کو اقتدار سے معزول کر کے اس کے بھائی محمد ارشاد کو خامس کے نام سے تخت پر بٹھا دیا گیا اور دستور میں نظر ثانی کر کے سلطان کے اختیارات محدود کر دیئے گئے اور اس کے بعد نوجوان ترکوں نے عربوں میں شریف حسین کو مکہ کا گورنر مقرر کر دیا اور اس نے ترکوں سے غداری کر کے انگریزوں کے سامراجی عزائم کا ساتھ دیا۔ ادھر ترکی میں انتشار پھیل گیا جس کے نتیجہ میں بیرونی دشمنوں نے فائدہ اٹھایا اور ترکی کے کئی اہم علاقے سلطان کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ خلافت کے خاتمے کے بعد مصطفےٰ کمال کا "جمہوریہ ترکی" مشرق وسطیٰ کی بساط پر ابھرا جس کی بنیاد ترک قومیت اور لادینیت پر تھی خلافت کے خاتمہ کے ایک ماہ بعد ترکی میں شرعی عدالتوں کو ختم کر دیا گیا اسی طرح بتدریج اسلامی روایات مثلاً" عربی میں اذان کی ممانعت' عربی کے بجائے لاطینی رسم الخط کا اجراء جمعہ کے بجائے اتوار کی تعطیل' ہجری سن کی جگہ عیسوی سنہ' ترکی ٹوپی پہننے اور پردہ کرنا عورتوں کے لئے ممنوع ہو گیا۔ ترکی میں تو "انجمن اتحاد و ترقی" نے استعماری یورپ کی خدمات انجام دیدیں ادھر عربوں کی بغاوت میں بھی قوم پرستی کی تحریک کام کر رہی تھی عربی سیاستدان امیر شکیب ارسلان کے نزدیک عربوں کی بغاوت کا سب سے اہم سبب تورانی سیاست تھی جس پر انجمن اتحاد و ترقی انقلاب کے بعد چلنا چاہتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اسی پالیسی کے باعث عربوں اور ترکوں کے درمیان منافرت کی خلیج وسیع ہوتی گئی۔ بہر حال عرب نیشنلزم کے اثرات یوں ظاہر ہو گئے (۱) عرب دنیا غیر عرب مسلمانوں سے کٹ کر الگ ہو گئی (۲) استعماری طاقتوں نے جنگ عظیم اول کے بعد ممالک عربیہ کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بانٹ کر ان کی متحدہ قوت کو کمزور کر دیا (۳) یہودیوں اور عیسائیوں نے

Marfat.com
Marfat.com

عرب نیشنلزم کی تحریک کو ایک منظم منصوبے کے تحت اور سائنٹیفک بنیادوں پر استوار کیا استعماری طاقتوں نے لبنان میں عیسائیوں کو ایک مصنوعی اکثریت فراہم کر دی اور برطانیہ یہودیوں کو اپنی نگرانی میں فلسطین میں جمع کر کے ان کی آباد کاری کرنے لگا۔ یہ سب کچھ بیروت میں قائم امریکی یونیورسٹی کی تعلیم و تربیت سے حاصل کیا گیا تھا جس کے قیام کا مقصد ہی یہی تھا کہ عربوں کے اندر لادینیت ' سوشلزم اور اباحیت کے لئے اٹھنے والی تحریکوں کی غذا فراہم ہوتی رہے۔

ترکی کی خلافت کو برطانوی اقتدار نے ختم کرا کے اپنے خیال میں اسلامی طاقت سے ہمیشہ کے لئے نجات حاصل کر لی مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا دوسری عالمی جنگ عالم اسلام کے لئے باعث رحمت ثابت ہوئی اسی جنگ کے اختتام پر اسلامی ممالک کو کچھ آزادی نصیب ہوئی۔ ۱۹۴۷ء میں اسلام کے نظریات کی جدوجہد کے نتیجے میں پاکستان کا خطہ عالم وجود میں آیا تو یہودیوں نے بلبلانا شروع کیا کہ اب ہماری خیر نہیں۔ اسلام دریائے نیل سے راوی تک چھا جائے گا۔ انہی امریکن یہودیوں کی سازش سے عربوں میں اسلام کے نظریات کے بدلے عرب نیشنلزم کی وبا پھیلائی گئی اسی کے نتیجہ میں مصر کے حکمرانوں نے اسرائیل سے ٹکر لی اور پھر آخر کار ذلیل ہو کر معاہدے کرتے پھرتے ہیں اور اسلام کی بین الاقوامیت کے نظریہ کو درخور اعتنا نہ سمجھا گیا۔ پانچویں صدی عیسوی میں رومن ایمپائر کا نظام درہم برہم ہو گیا یورپ کی تمدنی' سیاسی اور معاشی وحدت بالکل پارہ پارہ ہوئی یورپ بے شمار چھوٹے چھوٹے اجزاء میں بٹ گیا اور نظام جاگیرداری (Feudal System) کا آغاز ہوا۔ کلیسا نے نوخیز جاگیرداری سے موافقت کر لی اور اس کا پشت پناہ بن گیا یہ گویا ملوکیت کی نئی شکل تھی پھر نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کی ہمہ گیر تحریک سے یہ جمود ٹوٹا خیالات' معلومات اور ترقی یافتہ طریقوں سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ کلیسا اور جاگیرداری کے خلاف کشمکش شروع ہو

Marfat.com
Marfat.com

گئی ان دونوں کے خلاف قوم پرستی کا بت تراشا گیا' دین اور سیاست میں تفریق پیدا ہوئی' اخلاقی اقدار کمزور ہو گئیں' زندگی کے ہر شعبہ میں مکمل آزادی کا پرچار ہونے لگا' یہ خیالات جدید جمہوریت کے بنیاد تھے۔ جدید جمہوریت بھی در اصل اسی قدیم ملوکیت کی نئی شکل تھی کیونکہ اس کے نتائج بالکل قیصریت کے ہو بہو تھے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مغرب نے دین و سیاست میں تفریق پیدا کر کے دین کو سیاست سے بالکل بے دخل کر دیا تھا اسی تحریک جدید کی انتہا پسندی کے نتیجہ میں میکاولی جیسے لوگوں نے کھلم کھلا کہا کہ سیاست میں اخلاقی اصولوں کا لحاظ رکھنا ضروری نہیں دین و سیاست کی علیحدگی سے پیدا ہونے والے مفاسد جمہوریت جدید کے ثمرات کا حصہ ہیں جمہوریت کا استبدادی نظام نتائج کے لحاظ سے ملوکیت اور شہنشاہیت ہی کے نظام سے بھی بدتر اور سخت گیر ثابت ہوا۔ جیسے کہ مغربی ممالک کے ظاہر اور باطن میں واضح تفاوت اس کی نشاندہی کرتا ہے ا ں پیشانی پر رعایا کے ' حقوق اور جمہوریت کا سائن بورڈ لگا دیا گیا ہے قیام امن' خوش حالی ترقی اور آزادی کے فروغ کے لئے مجالس بنائی جاتی ہیں مگر اس کے عملی طور پر جمہوری قبا میں استحصالی دیو پنجے گاڑ کر کمزور قوموں کا شکار کھیلنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ (جیسے کہ اقوام متحدہ کی صورت میں)

مغربی جمہوریت کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ حاکمیت کا اختیار عوام کو ہے اور اکثریت کی رائے سے جو فیصلہ چاہیں کر سکتے ہیں یعنی حق و صداقت اور خوب و ناخوب کی تمیز کرنا عوام کا کام ہے گویا انہیں مادر پدر آزادی میسر ہوتی ہے حالانکہ انسانی معاملات اور مسائل بہت پیچیدہ ہوتے ہیں اور ان کے مقابلے میں انسانی علم محدود ہوتا ہے اس کی ظاہر بین نظریں ہر معاملہ کی تہہ اور اس میں پوشیدہ نتائج تک نہیں پہنچ پاتیں مثلاً" یہ جمہوریت ہی کا کرشمہ ہے کہ برطانیہ جیسے ترقی یافتہ ملک بھی ہم جنسیت (Homosexuality) کو جائز قرار دیتے ہیں اور پھر اس کے نتائج میں جو خرابیاں ظاہر ہو رہی ہیں ان کے علاج سے آج کی ترقی یافتہ

Marfat.com
Marfat.com

میڈیکل سائنس بھی تہی دامن ہے مثلاً ایڈز جس کا نام سن کر ہی مخلوق خدا کانپنے لگتی ہے۔
مغربی ممالک نے عربی اقوام میں قوم پرستی کی وباء پھیلانے کیلئے لارنس عرب ''لارنس آف عربیا'' کی خدمات سے فائدہ حاصل کیا تو ایشیا میں انگریزوں نے غلبہ حاصل کرنے کے بعد ہندوستانی مسلمانوں میں مغل حکمران کے اقتدار میں زوال کے بعد فرقہ پرستی اور صوبائی تعصب کی وباء پھیلانی شروع کی۔ اس طرح ہندوستانیوں خصوصاً مسلمانوں کو ذہنی، تہذیبی، تعلیمی اور مذہبی لحاظ سے غلام بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ ایک طرف مسیحی مشنریوں کی آمد اور دوسری طرف مغربی علوم و عقلیات کی چکا چوند نے مسلمانوں کو ذہنی طور پر ڈگمگایا۔ ہندوؤں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دی گئی کہ ہندوستان میں صرف ہندوؤں کا رہنے کا حق ہے اس مقصد کیلئے آریہ سماج اور ہندو مہا سبھا جیسی تحریکیں شروع کر دیں۔ اس طرح عرب اور غیر عربوں کو باہم انتشار میں مبتلا کر دیا گیا۔ اس کے باوجود ہندوستان میں مسلمانوں نے چھ سو سال سے زائد حکومت کی اور پورے ملک کو ایک مرکز کے تحت متحد کر دیا، مگر باوجود اس عظیم ملک میں مسلمانوں کا تناسب آبادی 25 فی صد سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ مسلمان زبردستی اور جبر سے کسی کو مسلمان نہیں بناتا۔ اگر اسلام کی اشاعت میں واقعتاً جیسے کہ غیر مسلم متعصب مفکرین کا خیال ہے کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلایا گیا ہے تو تاریخ میں حبش اور ہندوستان میں مسلمانوں کے تناسب آبادی کے موجودہ نتائج کو یقیناً ایک دوسرے کے برعکس ہونا چاہیے کیونکہ حبش کی تاریخ بڑی سبق آموز ہے۔ اصحمہ نجاشی کے جانشین اسلام سے بے بہرہ رہے مگر اس کے باوجود آج بھی ایک کروڑ پچاس لاکھ کی آبادی میں پینتالیس لاکھ مسلمان موجود ہیں یعنی کل آبادی کا 30 فی صد (اٹلس آف اسلام ہسٹری: ص 5) مسلمانوں کے زیر نگیں روم، ایران جو کہ اس کے پڑوس میں بڑی طاقتیں تھیں، مسلمانوں کیلئے اقتدار چھوڑنا پڑا، مگر حبش کا ملک جو کہ عرب کے بالکل پہلو میں واقع ہے اس کی طرف مسلمانوں نے کبھی نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ آج تک اس پر عیسائیت ہی حکمران ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

حصہ ہفتم

مقام نبوت و رسالت

خالق کائنات نے اپنے منتخب بندوں کو رسول اور نبی کے ناموں سے پکارا اور ان کے ذمے یہ خدمت کی کہ وہ اللہ کے دوسرے بندوں کو آگاہ کر دیں کہ ایمان رکھنے والے اس دنیا میں اور اس کے بعد کی زندگی میں ابدالاباد تک امن و سکون کے ساتھ باعزت زندگی گذار سکیں گے۔ نیز یہ ان کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی کے اعمال کو اس فکر کے مطابق بنانے کی کوشش کریں۔ یعنی صراط مستقیم پر چلنے کا معیار حق و باطل کو سمجھیں اسی بناء پر اللہ نے اپنے پیغامبروں کو بشیر و نذیر کہا ہے یعنی راہ مستقیم پر چلنے والوں کو اچھے انجام کی خوشخبری دینے والے اور غلط راستوں پر چلنے والوں کو ان کے انجام بد سے ڈرانے والے کا نام دیا گیا ہے۔

انہی منتخب بندوں میں سے ایک منتخب رسول ﷺ جن کو خاتم النبین کے اعزازی نام سے بھی پکارا گیا ہے' کو بھی انہی خدائی احکامات کو اس کی مخلوق تک پہنچانے کے لئے بھیجا ہے۔ اس فریضہ کے لئے اللہ تعالی جس کو چاہتا ہے۔ اسے مختص کر دیتا ہے جیسے کہ قرآن کا ایک ارشاد ہے (ترجمہ) اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر دیتا ہے (البقرہ: ۱۰۵) اس لئے کہ رسالت کوئی معمولی مرتبہ نہیں بلکہ نہایت اھم باالشان مقام ہے اور یہ قانون فطرت ہے کہ جس کا مقام و مرتبہ جتنا بلند ہوگا اس کی ذمہ داریاں بھی اتنی ہی وسیع ہوں گی۔ دنیا جانتی ہے۔ کہ سرور کائنات علیہ الصلوۃ والتحیات کو تمام انبیاء کرام پر فضیلت ہے آپؐ کی رسالت ابدی اور عالمگیر ہے۔ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب وہ آخری کتاب ہے جس کے بعد کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی آپؐ کا لایا ہوا دین جامع ومانع اور

Marfat.com
Marfat.com

مکمل دین ہے۔ اسی کتاب میں آپؐ کی شان بھی بیان کی گئی ہے اور آپ ﷺ کے فرائض منصبی بھی کھل کر بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اور سابقہ امتوں کا تعلق اپنے وقت کے رسولوں سے جو تھا وہ بھی بیان کر دیا گیا ہے اسی قرآن کی روشنی میں خالق اور مخلوق کے حقوق کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ حضور ﷺ کی بعثت کے وقت پہلی امتوں میں سے دو گروہ ایسے موجود تھے جو خود کو اہل کتاب میں شمار کرتے تھے ان کے اس بیان کی تصدیق قرآن حکیم نے بھی بیان فرمائی ہے قرآن ان دونوں اہل کتاب گروہوں کی بعض خرابیاں وضاحت سے بیان کرتا ہے جن کے مطالعہ سے انداز ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے جہاں بہت سی دوسری برائیوں کو اپنے عقائد میں داخل کر رکھا تھا۔ وہاں ان میں سے بڑی خرابی یہ تھی کہ انہوں نے نبوت اور رسالت کے تصور کو بھی مسخ کر دیا تھا۔ اس جگہ یہ بات بھی لائق غور ہے کہ انبیاء اور رسولوں کے بارے ان دونوں پارٹیوں کے تصورات ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے تھے۔

ان میں سے پہلا گروہ بنی اسرائیل کا تھا۔ قرآن حکیم ان کے متعلق بتاتا ہے۔ کہ ان کا رویہ اپنے انبیاء کے ساتھ گستاخانہ اور مضحکانہ تھا قرآن میں بیان ہوا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نبی اسرائیل کو جہاد کا حکم دیا تو انہوں نے آپ کو یہ جواب دیا کہ (ترجمہ) موسیٰ تم اور تمہارا رب ہی لڑے ہم تو یہاں بیٹھے رہیں گے۔(المائدہ: ۲۴) بنی اسرائیل نے اپنے انبیاء کی کھلی نافرمانی کی۔ ان کے ساتھ گستاخانہ رویہ سے پیش آئے' یہاں تک کہ انبیاء کو قتل بھی کیا۔ بنی اسرائیل کے مقابل دوسری پارٹی جو کہ اپنے آپ کو اہل کتاب ہی کہلاتی تھی۔ وہ عیسائیوں کی تھی اس نے تو نبوت اور رسالت کے تصور ہی کو ختم کر دیا تھا۔ یعنی تصور الوہیت کے ساتھ خلط ملط کر دیا تھا۔ نبی کو معاذاللہ خدا کا جزء سمجھنے لگا اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کی والدہ محترمہ (مریم) کے بت بنا کر پوجنا شروع کر دیا۔ ان

Marfat.com
Marfat.com

دونوں پارٹیوں نے حد اعتدال کو چھوڑ کر انبیاء کرام کو درغور اعتناء ہی نہ سمجھا' یا بالکل اللہ کا شریک بنا کر معبود کا درجہ دیدیا' یعنی دونوں اہل کتاب پارٹیاں افراط اور تفریط کا شکار ہوگئیں۔ ان حالات میں حضور ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپؐ نے مخلوق خدا کو ان دونوں کے خرافات سے نجات دلانے کے لئے اسلام کا عقیدہ پیش کیا۔

اسلام جو انسانوں کے عقائد' افکار' اعمال اور تصورات کا پیغام لے کر آیا تھا اس نے قطعیت کے ساتھ وضاحت کی کہ نبی اور رسول کی حیثیت متعین کر دی گئی ہے۔

رسالت کے مقام کے متعلق ایک طرف تو اس بات پر زور دیا کہ اللہ کا رسول انتہائی احترام' تعظیم اور محبت کا حق دار ہے۔ قرآن حکیم میں رسول کی اطاعت کی بھی اللہ کی اطاعت کے ساتھ تاکید کی گئی ہے (ترجمہ) "تم اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی" (آل عمران ۳۲:) قرآن نے رسول سے ادب و تعظیم کے ساتھ پیش آنے کی تاکید و ہدایت یہاں تک فرمائی ہے کہ (ترجمہ) اے مومنو! اپنی آواز نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو' اور جب ان سے بات کرنا ہو تو اس طرح زور سے نہ بولو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے بولتے ہو۔ کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے کام اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ القرآن (الحجرات : ۲)

اس مذکورہ ہدایت اور قرآنی آرڈیننس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قرآن نے نبی کو کس مقام عظمت و رفعت پر فائز کیا ہے۔ اس تکریم اور عقیدت کو کتنی اہمیت دی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ رسول کی اطاعت مثل اطاعت الٰہی کے ہے رسول کی محبت' حب الٰہی کے برابر ہے اور مسلمان کے ایمان کا جزء ہے لیکن اسی کے ساتھ مقام نبوت کے متعلق قرآن یہ بھی بتاتا ہے۔ اور پوری وضاحت اور قطعیت کے ساتھ بتاتا ہے کہ نبی بھی ایک انسان ہے۔ اور اسی طرح کا انسان ہے جس طرح دوسرے انسان ہیں۔ اسلام سے پہلے یہ تصور قائم کیا گیا تھا

Marfat.com
Marfat.com

کہ انسان کبھی اللہ کا خلیفہ اور نائب نہیں ہوسکتا' یا رسول اور انبیاء کو ایک مافوق الفطرت ہستی سمجھا جاتا تھا۔ عام انداز فکر یہ تھا کہ ایک آدمی جو عام آدمیوں کی طرح کا ہو۔ انہی کی طرح چلتا پھرتا ہو' کھاتا پیتا ہو' سوتا جاگتا ہو وہ نبی اور رسول کیسے ہو سکتا ہے۔ اسی تصور کی بنیاد پر حضرت موسیٰ علیہ والسلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی بات بنی اسرائیل اور فرعون مصر نے ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں۔ (ترجمہ) (سورۃ مومنون: ۴۸) کہنے لگے یہی موسیٰ تو ہم نے دریا سے اٹھایا' پھر پالا پوسا' اس کی تربیت کی' اور اب یہ نبی بنتا ہے' ہم کیسے اس کو نبی مانیں۔ لیکن قرآن نے ان تصورات کو غلط اور باطل قرار دیا اور حضور ﷺ سے خود ایک سے زیادہ بار یہ کہلوایا کہ میں بھی تمہاری ہی طرح انسان ہوں القرآن (الکھف : ۱۱۰) حضور ﷺ کو اس اعلان کا حکم دیا۔ یہ بات صاف کر دی ہے کہ رسول اللہ بھی ایک انسان ہیں' ایک بشر ہیں۔ وہ بھی عام انسانوں کی طرح ہاتھ پاؤں رکھتے ہیں۔ شادی بیاہ کرتے ہیں' ملتے جلتے ہیں' جذبات و احساسات انسانی سے متاثر ہوتے ہیں۔ ایک انسان پر جس طرح رنج و غم' اور مسرت و راحت کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ پر بھی ان کا اثر ہوتا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ اسلام دین فطرت ہے' انسانوں کے لئے راہ ہدایت ہے۔ انسانوں کی فلاح کے لئے دنیا میں عمل کرنے کے لئے' دینا سدھارنے کے لئے ہے۔ یہ دین نبی ﷺ کے ذریعہ نازل ہوا ہے اور اس لئے نبی کا انسان ہونا بھی لازمی ٹھہرا۔ قرآن نے یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ نبی اکرم ﷺ بھی اللہ کے بندے اور اس کے حکم کے تابع ہیں وہ جو کچھ کرسکتے ہیں وہ اللہ کی مرضی سے ہی کرسکتے ہیں۔ بطور خود ان کی کوئی طاقت ذاتی طور پر نہیں۔ ان کو خدا کی خدائی میں کمی بیشی کا کوئی دخل نہیں۔ وہ بھی مشیت خداوندی کے اتنے ہی پابند ہیں جتنا کوئی دوسرا انسان پابند ہوسکتا ہے وہ کسی کو

Marfat.com
Marfat.com

حکم الٰہی کے بغیر نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نفع۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری ہے (ترجمہ) "کہہ دیجئے کہ میں تو اپنی ذات کے لئے بھی نفع یا نقصان کی طاقت نہیں رکھتا' سوائے اس کے کہ اللہ جو چاہے"۔ (الاعراف : ۱۸۸) ان آیات میں مقام توحید سے بالکل الگ تھلگ کر کے بیان کر دیا گیا ہے اب اگر کوئی اس امت کی نبوت کو مقام وسطا" کا خیر خواہ مقام نبوت کو بھی مقام توحید کے درجہ پر لانے کی کوشش کرتا ہے۔ تو وہ بھی عیسیٰ علیہ والسلام کی امت کی طرح افراط کا شکار ہو سکتا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے جب پوچھا گیا کہ حضور ﷺ کے اخلاق کیسے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا! اس بلیغ جواب میں حضرت ام المومنینؓ نے بہت بڑی بات فرما دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کی زندگی وہی ہے جو قرآن کے لائے ہوئے دین کے مطابق ہونی چاہیئے۔ آپؐ کے اخلاق ایسے ہی تھے جیسے قرآن پر پوری طرح عمل کرنے والے کسی فرد کے ہو سکتے ہیں' آپؐ کا اسوہ حسنہ اور قرآن کا معیار عمل ایک ہی چیز ہے۔ قرآن حکیم میں آپؐ کی بعض اخلاقی صفات بیان کی گئی ہیں۔ اور بتایا گیا ہے کہ آپؐ اخلاق کے اعلیٰ درجہ پر تھے (القلم : ۴) آپ ﷺ کی سیرت طیبہ اور حیات پاک ہر مسلمان اور ہر امتی کے لئے نمونہ عمل ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے انفرادی اور اجتماعی زندگی بسر کرنے کے لئے ہمیں ہر قدم پر ہر شعبہ زندگی میں آپ ﷺ کی راہنمائی کی ضرورت ہے۔ حضورؐ دنیا میں آخری پیغمبر کی حیثیت سے تمام علمی و عملی کمالات کے جامع اور انسان کامل کا ایک نمونہ بنا کر بھیجے گئے تھے۔ آپؐ نے امت کو صرف عقائد و عبادات ہی کی ہدایات نہیں فرمائی بلکہ زندگی کے ہر میدان میں وہ حکمت آفرین ہدایات دی ہیں کہ ان پر عمل کر کے دین و دنیا کی نعمتیں حاصل کی جا سکتی ہیں۔ ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ آپؐ جس طرح اپنے بچوں کے لئے شفیق باپ اور ایک محبت کرنے والے شوہر ہیں اسی طرح امت کے حاکم اور سربراہ بھی

Marfat.com
Marfat.com

ہیں۔ جس طرح آپؐ نے مخلوق کو خالق کا بندہ بنانے میں ایک منفرد مثال قائم فرمائی ہے اسی طرح آپؐ نے خدا کے بندوں کو باہم جوڑنے' ان کے آپس میں تعلقات منصفانہ بنیادوں پر استوار کرنے اور ایک پاکیزہ معاشرہ قائم کر کے مستحکم نظام دنیا کو بخشنے میں انقلابی اقدامات کئے ہیں۔ ان کی مثال نہیں ملتی۔ تاریخ شاہد ہے' اور حال بھی ایسی مثالوں سے خالی نہیں کہ بادشاہ اور سربراہ مملکت اپنی مطلق العنانی کا سکہ جمانے اور ہیبت اور رعب دلوں میں بٹھانے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ کہ ان کے سامنے آکر اچھے اچھے سرغنے کانپنے لگتے ہیں۔ اپنا رعب جمانے کے لئے حاکم وقت اپنے اردگرد وہ اسباب اور ماحول پیدا کرتے ہیں کہ جن کے دیکھنے والا لرزہ براندام ہو جائے۔ لیکن ہمارے یہ حاکم اور انقلابی شخصیت ان ظاہری لوازم اور اسباب سے بے نیاز تھے۔ سارے عرب کی حکومت آپؐ کے قدموں میں تھی۔ لیکن ایک پھٹا ہوا بوریا آپؐ کی راحت کا سامان تھا۔ عظیم المرتبہ حکمران اور بادشاہ آپؐ کی ملت کے زیر نگیں تھے۔ لیکن ہماری انقلابی شخصیت کی بے سروسامانی ہی آپؐ کی ہیبت اور عظمت و جلال کا ذریعہ تھی۔ ایک آدمی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ اور آپؐ کے رعب سے لرزہ براندام ہے آپؐ اس کی اس کیفیت سے خوش ہونے کے بجائے الٹا اسے دلاسا دیتے ہیں۔ اور اس کے دل سے ہیبت دور کرنے کے لئے جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں وہ انسانی اور بشری عظمت کا عدیم النظیر چارٹر ہے اور حریت پسندوں اور مساوات کے بڑے بڑے دعوے داروں کے لئے سبق آموز منظر ہے۔ یہ انقلابی شخصیت اس لرزہ براندام آدمی سے فرماتے ہیں۔ ''ڈرو نہیں میں قریش کی ایک غریب عورت کا بیٹا ہوں' جو سوکھا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی''۔ ان چند لفظوں میں آپؐ نے وہ معیار شرافت اور عظمت بیان کر دیا جو تاریخ انسانی کا کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ اور کسی قوم کا بڑے سے بڑا سربراہ بھی بیان نہ کرسکا۔ دراصل انسانی عظمت' انسانی کردار میں ہی پوشیدہ

Marfat.com
Marfat.com

ہے' اخلاق انسانی میں مضمر ہے۔ علم اور سرمایہ پر دارومدار نہیں۔

اس انقلابی شخصیت نے مذکورہ بالا الفاظ میں اپنی پوری انسانی زندگی کی تاریخ کھل کر بیان کر دی۔ اس بے مثل حکمران نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو مافوق الفطرت ہستی کے طور پر عوام سے تسلیم کرانے کے لئے کوئی ہدایات اور چارٹر نہیں دیئے بلکہ اپنی وہ ابتدائی بے سروسامانی ' یتیمی کی زندگی' صحرائی زندگی' والدہ سے الگ تھلگ ' اور پھر اپنے ہجولیوں کے ہمراہ کھیلتے ہوئے شق صدر کے لمحات کا واقعہ' اپنے دادا کی سرپرستی میں ابتدائی زندگی گذارنے' معاشی حالات سدھارنے کے لئے بکریوں کے ریوڑ چرانے' سن شعور کو پہنچنے پر کاروبار میں دلچسپی لینا اور پھر ازدواجی زندگی' اور وہ بھی اس وقت کی ایک جہاں دیدہ اور سرمایہ دار بیوہ عورت سے نکاح کرنا' اس دوران تنہائی کے لئے غار حرا میں گوشہ نشینی اختیار کرنا' حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دوبارہ واسطہ پڑنا اور خوف سے نڈھال ہو کر واپس اپنے گھر تشریف لانا۔ آپؐ کی زوجہ محترمہ واقعات سننے کے بعد ان کو تسلی دلانے کے لئے اپنے بھائی نوفل کے پاس لے جانا' ان کی باتوں سے آپؐ سے خوف اور جلال کی کیفیت کا کم ہونا۔ پھر اپنے نئے درپیش واقعات اور وحی کے حالات کا اپنے قریبی دوست حضرت ابوبکرؓ سے بیان کرنا' اور ابوبکرؓ کا حوصلہ افزائی کا یقین دلا کر سکون مہیا کرنا' پھر دعوت توحید کے لئے بے سروسامانی کے ہوتے ہوئے جدوجہد کرنا' مشرکین مکہ کے ظلم اور بائیکاٹ کا منظر' انقلاب کے سلسلہ میں ذہنی اور جسمانی اذیتیں برداشت کرنا اور باآلاخر مکہ جیسے بین الاقوامی شہر کو خیرباد کہہ دینا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

نئی رہائش گاہ یثرب میں بے سروسامانی کی زندگی اختیار کرنا' مہاجرین اور انصار میں مواخات کا معاہد اور چارٹر تیار کرانا' اور پھر ایک بین الاقوامی معاشی اصطلاحات کے لئے انصار مدینہ کا اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائدادیں مہاجرین کے لئے پیش کرنا' مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار

Marfat.com
Marfat.com

سے یہی فرمایا کہ جائدادیں آپکی' زرعی زمین آپ کی' مہاجرین آپکی زمین میں آپ لوگوں کے ہمراہ کام کریں گے اور آپ ان کو معاوضہ دیا کریں۔ یعنی زرعی اصلاحات کا ایسا نمونہ قائم کرایا کہ کسی کو فریقین میں سے ذہنی رنجش اور افسوس و خسارہ کا شائبہ تک ظاہر نہ ہوتا۔ اس تمام جدوجہد کی کامیابی کا راز اسی میں ہے۔ کہ اس انقلابی شخصیت کو ان کی دو صفات میں "عبدیت اور خودی" کے ذریعہ سمجھا جائے۔ اس منزل پر پہنچ کر ایک فطری خواہش سوال بن کر جنم لیتی ہے کہ " خودی " اور " عبدیت " کی شان کیا ہے۔ اور اس کا نمونہ کیا ہے۔ یہ تلاش اور جستجو جبلت کا خاصہ ہے۔ اور اس کا جواب ایک انسان کا منتہائے فکر و مقصود بھی ہوتا ہے۔

خودی اور کامل عبودیت کا نمونہ ہمیں حیات نبویؐ کے پورے دور کے مطالعہ سے معلوم ہو جاتا ہے آپؐ کی خودی اور عبدیت ہی کا مرتبہ کمال تھا۔ کہ آپؐ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کی دعوت سارے عالم کو دی گئی۔ یہ آپؐ کی شان عبدیت ہی تھی کہ آپؐ اور آپؐ کے اصحاب کو تمام ظاہری بے سروسامانی کے باوجود دنیا کی کوئی طاقت خوف زدہ نہ کر سکی۔ یہ آپؐ کی خودی ہی تھی کہ آپؐ نے عبدیت کاملہ کے ساتھ ساری دنیا اور اس کی خدائی کے جھوٹے دعوے داروں سے بے نیازی اختیار فرمائی تو اللہ تعالی نے صرف انہی کو نہیں بلکہ شش جہات کے حکمرانوں کو آپؐ کے لئے مسخر کر دیا۔

تسخیر کائنات کا یہ وعدہ ہر وہ شخص پورا کر سکتا ہے جو آپکیؐ خودی اور عبدیت کی مقررہ راہوں پر گامزن ہو۔ مگر بدقسمتی یہ ہے کہ ہم آج ایسے دور سے گذر رہے ہیں کہ اس میں نہ تو احساس خودی ہے اور نہ شعور عبدیت کا کوئی وجود نظر آرہا ہے۔ قرآن حکیم نے ہمارے لئے جس روشنی کا انتظام کیا تھا اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو اپنی عملی زندگی اور قولی کردار کا ذریعہ کامیابی بخشا تھا۔ اس سے ہمارے فکرو نظر اور سعی عمل کا دامن

Marfat.com
Marfat.com

خالی ہو چکا ہے۔ نتیجہ کے طور پر دنیا بھر میں تعداد کے لحاظ سے ایک ارب سے زیادہ مسلمان موجود ہیں۔ وسائل کے لحاظ سے مالا مال ہیں۔ مگر پھر بھی مارے مارے پھر رہے ہیں۔ اپنی انفرادی خودی سے محروم ہو کر ہمارا مقدر یہ بنا کہ ہم اپنے مرکز سے منحرف ہو کر نظریات غیر کی گرفت میں آگئے اور اس کے ساتھ اپنی ملی اور اجتماعی خودی کو ہم نے اس طرح پامال کیا ہے کہ زندہ اقوام کی صف میں ہمارے لئے کوئی مقام ہی نہیں رہا ہمارے لئے قرآن نے جو نقشہ کھینچا ہے وہ تو ایسا ہی ہے کہ (ترجمہ) ان کے دل تو ہیں مگر ان سے سمجھتے نہیں۔ اسی بے حسی کے مرض میں مبتلا ہو کر یہودیوں کی طرح سرمایہ داری کو معبود بنایا۔ ہم نے نظریہ زندگی یہ بنا لیا کہ کھانے کے لئے دوسروں سے مانگ کر کھاؤ۔ محنت کرنے کی ضرورت نہیں حالانکہ محنت اور کاوش کے بغیر ایک لقمہ بھی حلق سے اتارنا روح اسلامی کے سراسر منافی ہے' قرض لینے کی اسلام نے کبھی تعریف نہیں کی ہے تو پھر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنا اور بھوک کے لئے دوسروں کی امداد پر جینا شعائر اسلامی کے قطعاً" خلاف ہے' اسی سے ہی انفرادی اور اجتماعی خودی پامال ہو گئی ہے عرفان نفس اور عرفان حق کے بدیہی تقاضے یہ ہیں کہ ہم مسلمانان پاکستان اور مسلمانان عالم عبدیت کے مفہوم کو اپنا کر اپنی زندگیوں میں عملاً" اس کا مظاہرہ کریں اور اپنی گم شدہ میراث نبوت "خودی اور عبدیت" کو اپنی زندگی کے لئے حرز جان بنالیں۔ خودی کا مفہوم صرف ایسی حالت میں ہماری سمجھ میں آسکتا ہے کیونکہ ایک مسلمان کے لئے خودی اور عبدیت لازم ملزوم ہیں عبدیت کا مظاہرہ ہی اس کی خودی ہے اور یہی خودی ہے کہ جس نے مسلمان کو شرف و امتیاز بخشا ہے اور یہی وہ خودی ہے کہ جس سے اہل اسلام اقوام و ملل عالم میں امتیاز اور تشخص حاصل کر سکتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنی فکرو نظر کو وسعت دیں اور اپنے اخلاق و کردار کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیں اور ان بلندیوں کی طرف متوجہ ہوں جن کے متعلق مسلمانوں کے جدید دور کے فلسفی حضرت علامہ

Marfat.com
Marfat.com

اقبالؒ اشارہ کر چکے ہیں۔ خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے ۔۔ خدا بندے سے پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟

صحابہ کرامؓ نے خودی اور عبدیت کے فلسفہ کو سمجھ لیا تھا اسی فلسفہ کو اپنا کر ہی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ مخلوق میں شمار کرایا۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ اور تمام دوسرے صحابہ اور صحابیات اہل بیت اور ازواج مطہرات اسی فلسفہ کی برکت سے اللہ کے محبوب بندوں میں شامل ہیں۔ ان محبوب ترین بندوں کی شان کے متعلق ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ رضی اللہ عنہم ورضواعنہ (یعنی اللہ ان سے راضی ہے) اور یہ عظیم الشا انقلابی گروہ بھی اللہ کی ذرہ نوازی سے خود بھی اللہ سے راضی اور خوش ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک دلچسپ فارمولا یہ بھی قابل غور ہے کہ بندوں میں سے صرف عظیم ا شخصیت حضرت محمدؐ کو اللہ نے یہ اعزاز بخشا کہ جو کوئی رسول اللہ کی پیروی کرے گا اللہ سے بھی محبت کرے گا۔ اپنے خالق اور مالک کی محبت کون نہیں چاہتا۔ مسلمانوں کے اتباع رسولؐ میں کامیابی کا اصول واضح کر دیا گیا ہے یہ اتباع دراصل حضور ﷺ ابتدائی انقلابی جدوجہد کی زندگی سے شروع ہونی چاہئے جس میں پوری بے سروسامانی کا نقشہ موجود ہے۔ موجودہ دور کے اسلام کو طرز زندگی بنانے والی جماعتوں اور تحریکوں کے۔ آپ ﷺ کی زندگی کے ابتدائی انقلابی گوشہ پر غور کرنا نہایت ضروری ہے۔ خصوص اہل پاکستان کے لئے تو اس نقطہ نظر سے اپنے آپ کو تیار کرنا ضروری ہے کیونکہ عالم اسا کی نظریں قیادت مسلمانوں کے لئے ہمہ وقت اسی خطہ پر ٹھہری ہوئی ہیں۔ مگر قابل افسو امر یہ ہے کہ پاکستان کے اندر جو تہذیب نشوونما پا رہی ہے اس کی بنیاد توحید پرستی ا خدا پرستی سے کوسوں دور محسوس ہو رہی ہے۔ بلکہ ہر طرف خود پرستی کی وباء پھیلی ہوئی نظر آ رہی۔ جو تمدن اس وقت پروان چڑھ رہا ہے۔ اس کے اندر اخوت کا جذبہ نہ ہونے کے

Marfat.com
Marfat.com

برابر ہے بلکہ انسان دشمنی کارفرما ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جگہ پندار نے لے لی ہے اور آخرت کی جگہ کردار دنیا نے مطمع نظر اختیار کر لیا۔ ہم بات بات پر انشاء اللہ اور ماشاء اللہ کہتے ضرور ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی ہمیں قطعاً" کوئی پرواہ نہیں۔ ہمارے پیش نظر صرف اپنی ذات کی خوشنودی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا تمدن دہشت گردی کا تمدن بن چکا ہے۔ ہر شخص نے اپنے آپ کو خدا بنا رکھا ہے۔ پستول' خنجر' کلاشن کوف سے دوسروں پر اپنی مرضی اور خواہش زبردستی ٹھونسنا چاہتا ہے۔ دور جاہلیت میں ہر قبیلہ کا اپنا بت ہوتا تھا۔ اور ترقی یافتہ جاہلیت (ماڈرن) میں ہر شخص نے اپنے آپ کو بت بنا کر اپنے مندر کو سجا رکھا ہے۔ اور اسی کا بھجن گاتا اور پوجا کرتا ہے۔ جاہلیت کی بت پرستی کا نتیجہ قبائلی جنگیں ہوتی تھیں۔ اور آج کل کی ماڈرن بت پرستی کا نتیجہ انارکی پھیلانا اور ہر شخص کی دوسرے سے جنگ اور باہمی نفرت و عداوت ہے۔

جب تک ہم خدائے واحد کی سچی پرستش اور مکمل فرماں برداری کی طرف واپس نہیں لوٹیں گے' موجودہ خطرناک اور تباہ کن صورت حال ختم نہیں ہوگی۔ نمازیں بھی پڑھتے ہیں مگر دل کے اندر اپنی خواہشات کا بت تھامے ہوئے ہوتے ہیں۔ روزے بھی رکھتے ہیں مگر نتیجہ نفس کشی نہیں بلکہ نفس پروری کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ قربانی دیتے ہیں مگر صرف جانور کی۔ اپنے نفس کی قربانی کا سوچا بھی نہیں ہوتا۔ آخرت پر بھی ایمان ہے مگر صرف زبان کی حد تک تصدیق دل سے نہیں کراتے۔ ہمارا ہر عمل دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کے لئے ہوتا ہے۔ کثرت دولت ہمارا ماٹو بن چکا ہے۔ اقتدار چاہتے ہیں تو وہ بھی دولت کے لئے' نوکری چاہتے ہیں تو رشوت کے لئے' کسی کو پڑھاتے ہیں تو پیش نظر ٹیوشن کی فیس ہوتی ہے۔ حد یہ ہے کہ کسی مسجد کی امامت یا خطابت کا فریضہ ادا کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی دولت کی خاطر' کاروبار کرتے ہیں تو حد سے زیادہ منافع خوری کے لئے' درباروں پر سلام کرنے جاتے ہیں تو

Marfat.com
Marfat.com

وہ بھی دنیا کی بہتات کی خاطر۔ قرآن پڑھاتے ہیں یا کسی مذہبی جلسہ میں تقریر کرنے کی خاطر جاتے ہیں تو پیش نظر بھاری معاوضہ ہوتا ہے۔ یہ تو حالت ہے ہمارے دینی راہنماؤں کی' ان خواہشات نفس کے پروانوں نے کبھی یہ بھی سوچا ہے سرکار دو جہاں حضور ﷺ نے دعوت توحید پھیلانے کے لئے کتنا معاوضہ طلب کیا تھا۔ صحابہ کرام نے اسلام کو پھیلانے کی جدوجہد میں کتنی دنیا کمائی تھی۔ جن بزرگان دین کے مزاروں پر ہم جاتے ہیں ان اللہ کے بندوں نے کتنی جائدادیں اور جاگیریں اپنے پس ماندگان کے لئے بنوائی تھیں۔ بلکہ ان کے پس ماندگان تو ان کی ہڈیاں تک ان کے عقیدتمندوں کے سامنے بطور تبرک پیش کر کے مخلص عقیدتمندوں کا استحصال کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

بلکہ آج کل ماڈرن جہالت کے دور میں ایک نیا تصور ابھارا گیا ہے کہ حرام مال سے بھی نیکی کمائی جاسکتی ہے حالانکہ حرام مال غلاظت کا درجہ رکھتا ہے اس نئے تصور نے ہر برائی کو نیکی اور خیر کا جامہ پہنا دیا اس وجہ سے لوگوں میں برائی سے بچنے کا تصور ہی ختم ہو رہا ہے۔ اسی نئے تصور کو ابھارنے میں جمہوریت کے بت نے بنیادی کردار ادا کیا' اسی جمہوریت کے پردہ میں حرام کو حلال بنانے کا فلسفہ ایجاد ہوا' جمہوریت کا فلسفہ "اکثریت" کے ارد گرد گھومتا ہے' اگر اکثریت ایک حرام فعل کے متعلق جواز کا فیصلہ کر لیتی ہے تو وہ بھی حلال شمار کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ اخلاقی' سماجی' شرعی' انسانی معاشرہ کے مروجہ اصولوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو مگر محض نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے اس کو دستور کا حصہ بنا دیا جاتا ہے اس کے نتیجہ میں اگرچہ انسانیت اور شخصیت کے بنیادی حقوق پر کتنی ہی زد پڑتی ہو' اکثریت کے نفسیاتی تقاضے اس کا بالکل لحاظ نہیں کریں گے۔

انقلابی شخصیت کا قانون انقلاب

اسلام میں قانون کے بنیادی اصولوں کو قرآن نے بیان کر دیا ہے اور ان کی وضاحت اور

Marfat.com
Marfat.com

تشریح کرنے کا حق کسی پارلیمنٹ کو نہیں بلکہ یہ حق صرف شارع اعظم حضور ﷺ کو بذریعہ وحی خفی حاصل ہے۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے یورپ کی شمالی و مغربی اقوام، افریقہ، ایران، چین، جاپان، روم، شام اور عرب کی وسیع و عریض خطہ میں قانون نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی، بلکہ لاقانونیت ہی کو ہر ملک نے اپنا قانون بنا کر رکھ دیا تھا۔ ہمارے ایشیا کے براعظم ہند میں بت پرستی کی وباء اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی، جتنی اقوام تھیں اتنے ہی بت پوجنے کے لئے موجود تھے۔ ایرانی اقوام میں ہر رشتہ سے خواہ وہ بہن ہو، ماں ہو، سے نکاح کا رشتہ استوار کیا جاتا تھا یہ دور "مانی" کا تھا۔ یزدگرد دوم نے سگی بیٹی سے اور بہرام بادشاہ نے اپنی بہن سے نکاح کر رکھا تھا۔ اس ملک میں غلامی کا رواج عام تھا۔ شام کے علاقہ میں لوگ اپنی اولاد کو قرض خواہوں پر فروخت کر دیتے تھے۔ خطہ عرب میں دختر کشی کو معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ ایک شخص صعصعہ بن ناجیہ نے قرض داروں کی تین سو لڑکیاں رقم دیکر جان بخشی کرائی تھی۔ اس جہالت کے دور میں ہی حضور ﷺ انسانیت کے لئے باعث رحمت بن کر آئے۔ اگرچہ انسانوں کی فلاح و بہبود کے نام نہاد پروگراموں کے لئے جہالت کے اس دور میں بڑے بڑے قانون دان اور حکمران مثلاً" سکندر اعظم، نپولین، اشوک، بابل کا قانون ساز حکمران حمورابی، زرتشت، کنفیوشس، جان آسٹن، لارڈ کوک بریکٹن وغیرہ قسم کے لوگ بھی موجود تھے۔ مگر جو رحمت اور سکون مخلوق خدا کو حضور ﷺ کے آنے سے نصیب ہوا وہ اور کسی کے حصہ میں نہ آیا۔ آپ ﷺ نے جو قانون اور دستور دنیا کے سامنے قرآن کی صورت میں پیش کیا اس میں بنیادی طور پر تقریباً" تین سو علوم کی نشاندہی کی گئی ہے۔ قرآن حکیم دو قسم کے قوانین بیان کرتا ہے (۱) طبعی قوانین اور (۲) مدنی قوانین۔ موجودہ دور کی ترقی یافتہ اقوام نے طبعی قوانین یعنی قانون فطرت میں بڑی ترقی حاصل کرلی ہے۔ مگر تمدنی قوانین میں اس کی شدوبد نہ ہونے کے برابر

Marfat.com
Marfat.com

ہے۔ تمدنی قوانین میں انسانیت کی فلاح بہبود کے لئے شارع قانون الٰہیہ نے جو وضاحت کی ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں فوج داری قانون' قانون نارٹ' قانون شہادت' قانون عہدوپیان' انتظامی قوانین' مالیاتی قانون' دستوری قوانین' بین الاقوامی قوانین اور علاقائی قوانین قابل ذکر ہیں۔ ایسے قوانین کی مثال دنیا کی کوئی حکومت نہیں پیش کر سکی۔ ان دستوری قوانین میں انسانیت کے بنیادی حقوق کو تحفظ دیا گیا ہے۔ اسلامی ریاست کے قیام کا مقصد قانون الٰہیہ کا نفاذ تھا یہ نظام شورائی ہے۔ جہاں تک بین الاقوامی قانون کا تعلق ہے یہ جدید قانون ۱۸۵۶ء میں عملی صورت اختیار کرنے کے قابل ہوا۔ جب کہ نبی ﷺ نے مدینہ منورہ میں دنیا کا پہلا دستور تیار فرمایا تھا۔

حضور ﷺ کا وجود دراصل ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی اس دعا کی قبولیت کی نشاندہی کرتا ہے جو دعا تعمیر کعبہ کی تکمیل کے موقع پر پڑھی گئی تھی۔ اس دعا میں ایک ایسے رسول کے لئے دعا کی گئی تھی جو اپنی امت کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ اس دعا میں علم جو کہ نبوت کا ایک حصہ ہے کا ذکر بھی تھا۔

جس معاشرے میں آپؐ کی تشریف آوری تھی اس میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا۔ مشہور مورخ بلاذری نے لکھا ہے کہ ظہور اسلام کے وقت مکہ میں قریش کے صرف ۱۷ آدمی لکھنے پڑھنے پر قادر تھے اور یہ اپنے آپ کو عرب کہتے تھے جس کے معنی ہیں "زبان آور" ان کو اپنے علم پر اتنا بھروسہ تھا کہ سارے جہاں کے انسانوں کو عجمی یعنی "گونگا" کہتے تھے۔ زبان آوری کے ہر سال مقابلے "المجاز اور عکاظه" مجنہ میں ہوتے تھے' یہاں بہت بڑے میلے لگتے تھے' مشاعرے ہوتے تھے' جس شاعر کا قصیدہ حاصل مشاعرہ ہوتا اس کو در کعبہ کے ساتھ لٹکا دیا جاتا' اسی طرح ہر سال مشاعرہ میں بہترین اور فصیح بلاغت کے حامل قصیدہ کو آویزاں کر کے شاعر کو خراج عقیدت پیش کرنے کا رواج ہوتا تھا۔ اس طرح سات قصیدے جو مشہور

Marfat.com
Marfat.com

ہوئے عربی ادب میں سبعہ معلقہ کے نام سے شہرت پا چکے تھے۔ آج کل درس نظامی کے طلبہ کو پڑھائے جاتے ہیں۔

قرآن کے نزول کے بعد کسی نے ان قصیدوں کے آخر میں قرآن کی سورۃ الکوثر لٹکادی اس زمانہ میں عرب شعراء کا استاد جو ان کے کلام کی اصلاح کرتے ہوئے سورۃ کوثر تک پہنچا تو حیران رہ گیا اس کی وضاحت اور بلاغت نے اس عظیم شاعر کو اس بات کے کہنے پر مجبور کر دیا اور پکار اٹھا کہ " **واللہ ماھذا قول البشر** " خدا کی قسم یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہو سکتا۔ یہ شاعر نہ تو مسلمان تھا کہ مرعوب ہوتا اور نہ ہی اسے یہ معلوم تھا کہ وہ کلام الٰہی کو دیکھ رہا ہے یہ تو اس قطعہ سے پہلے لٹکے ہوئے قطعات کی تصحیح کرتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا۔ اس شاعر کا نام تاریخ میں سحبان بن وائل درج ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اسی کلام الٰہی کے ذریعہ علوم کے دروازے کھولے گئے تھے۔ قانون در اصل احتساب کی ایک ایسی زنجیر کا نام ہے جس میں تمدن' معاشرت اور اخلاق کی تمام جزئیات جکڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ اگر اس کی بندش ڈھیلی ہو جائے تو نظام عالم درہم برہم ہو کر رہ جائے' اسی فساد سے بچنے کی خاطر حکومتوں نے قانونی احتساب کو قائم رکھا ہے۔ خاندانوں اور کنبوں نے مختلف رسم و رواج اختیار کئے جن کی خلاف ورزی موجب ملامت بلکہ بعض اوقات قومی جرم خیال کی جاتی ہے۔ سلطنتوں نے قوانین بنائے جو انسان کو اک خاص نظام کے تحت ہر قسم کی مادی' اخلاقی اور مذہبی ترقی کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ حکماء نے فلسفہ اخلاق ایجاد کیا' جو اخلاقی قوانین کی پیروی پر جمعیت بشری کو مجبور کرتا ہے۔ اگر یورپ کو اپنی تہذیب پر فخر ہے کہ وہ انسان کی ہر فروگذاشت پر سختی کے ساتھ گرفت کرتی ہے۔ اگر رومن لاء (رومی قانون) کو اپنے اوپر ناز ہے' کہ وہ دنیا کے قوائے متضاد رہ کو اپنے مرکز سے ہٹنے نہیں دیتا۔ اگر یونان کو اپنے فلسفہ اخلاق پر گھمنڈ ہے کہ وہ اخلاقی قویٰ کی تربیت کرتا ہے تو ہمیں ان کے بڑے بول سے مرعوب نہیں ہونا

Marfat.com
Marfat.com

چاہیے۔ ہم رسم و رواج کے پابند نہیں کہ یورپ کے قوانین معاشرت پر فریفتہ ہو جائیں، ہم قانونی سختیاں برداشت کرنے کے خوگر نہیں کہ اپنے ہاتھ ہتھکڑی کے حوالے کر دیں، قیاسات عقلی ہماری غذائے روحانی نہیں کہ یونانیوں کے طلسم میں پھنس کر رہ جائیں۔ ہمارے گوشت اور خون پر چمڑے کی بجائے مذہب کا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ ہمارے قلب کو ایک غیر متزلزل مذہبی احساس حرکت دے رہا ہے۔

لہٰذا مسلمان ہر دلفریب رسم و رواج، ہر مرعوب کر دینے والے قانون اور ہر متحیر کر دینے والے فلسفے کو چھوڑ کر اپنی باگ صرف اسلام ہی کے ہاتھ میں دے کر اسی پر فخر کرے۔ البتہ حکمرانوں کے لئے لازمی ہے کہ اپنی سلطنت میں عوام کے فلاح و بہبود کے لئے جو بھی کام کریں اس میں تقویٰ کو ہر حالت میں اہمیت دیں، بغیر تقویٰ کے کوئی حکومت مضبوط نہیں رہ سکتی۔ اسلامی تاریخ میں حکمرانوں نے جب بھی تقویٰ کو چھوڑا تو نتائج تباہ کن نکلے۔ صرف آل مروان کے پورے عہد میں ایک حکمران کا نام آج تک زندہ ہے کیونکہ انہوں نے اپنی حکومت کو تقویٰ کے ذریعہ ہی قائم رکھا، وہ تھے عمر بن عبدالعزیزؒ جنہوں نے اپنے ایک گورنر کو لکھ بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ جزیہ کو غیر مسلموں سے خزانہ بڑھانے کے لئے نہیں لیا کرتے تھے۔ یہ جواب اس وقت دیا گیا تھا جب گورنر نے لکھا کہ لوگوں کے اسلام لانے کی وجہ سے جزیہ کی آمدن میں کمی آ رہی ہے۔

قرآن حکیم کے بیان کردہ طبعی قوانین اور مدنی قوانین میں سے موجودہ ترقی یافتہ اقوام نے تو پہلے حصہ قوانین طبعی میں ترقی کر لی اور اب پاکستان میں حکمران تمدنی قوانین پر تجربہ کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں حالانکہ ان قوانین پر تجربہ ہو چکا ہے۔ اب صرف عمل کرنے کی ضرورت ہے، مگر یہاں تمدنی قوانین پر عمل کرنے کے بجائے قرآنی تمدنی قوانین کو اپنی خواہشات کے مطابق لانے یعنی قوانین کو اپنی خواہشات کے پردے میں (کیموفلائی) کرتے جا رہے ہیں جیسے کہ اپنی خواہشات کو پایہ تکمیل پر لانے کے لئے یہ خطہ اسلام کے نام پر حاصل کیا، مگر اب اسلام پر عمل درآمد کرنے کے روادار نہیں ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

مدینہ کی پہلی اسلامی مملکت اور اس کا دستور

حضور ﷺ کی زندگی قول و فعل میں ہم آہنگی کا کامل نمونہ ہے اور آپؐ نے جو تعلیمات پیش کیں اور جو دعوے کئے ان کا عملی نمونہ بھی زندگی میں پیش فرمایا۔ مثلاً سیاسی طور پر دیکھئے تو آپؐ نے دس برس کے قلیل عرصہ میں جزیرہ عرب میں جہاں خود سر قبائل اور خانہ بدوش رہتے تھے' ایک بڑی اور مستحکم مملکت تشکیل دی۔ سپہ سالار کی حیثیت سے آپؐ کی کامیاب حکمت عملی کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ آپؐ کی لڑائیوں میں بہ مشکل چند سو آدمی مارے گئے لیکن اس قلیل مدت میں دس بارہ لاکھ مربع میل کا رقبہ مطیع اور فرمان بردار بن گیا۔

بحیثیت منتظم ایک غیر دستوری علاقہ میں عوام کی فلاح و بہبود کے لئے ایک دستور بھی مرتب کیا۔

دستوری دستاویز

پہلی ہجری میں ہی جب مدینہ منورہ پہنچے تو آپؐ نے ایک دستاویز تیار کرائی جس میں حکمران اور رعایا کے حقوق و فرائض اور دیگر ضروریات کا ذکر کیا گیا تھا ایسی دستاویز کی مثال عہد نبویؐ سے پہلے کہیں بھی مرتب نہیں ہوئی تھی' اس دستاویز میں باون جملے یا قانونی اصلاحات دفعات کی صورت میں تحریر کئے گئے' یہی دستاویز میثاق مدینہ کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے۔

دراصل جب مکے کی سرزمین مسلمانوں پر تنگ کی گئی اور حالات کا تقاضا بھی یہی تھا کہ اسلام کو مکہ سے باہر پھیلایا جائے تو آپؐ نے بنفس نفیس خود بھی ہجرت فرمائی۔ جب خیروعافیت سے مدینہ پہنچے تو مدینہ کے عوام نے والہانہ خیر مقدم کیا۔ اس وقت مدینہ کی آبادی تقریباً دس ہزار کے قریب تھی جن میں آدھے سے زیادہ یہودی تھے۔ جہاں کسی قسم کا نظم و نسق

Marfat.com
Marfat.com

نہ تھا۔ یہ علاقہ اوس' خزرج کے قبائل میں بٹا ہوا تھا۔ یہودی خود بھی بنونضیر اور بنو قریظہ میں بٹے ہوئے تھے۔ ان میں نسل در نسل جھگڑے چلے آرہے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے تو آپؐ کے پیش نظر چند اہم ضرورتیں تھیں مثلاً" اپنے اور مقامی باشندوں کے حقوق و فرائض کا تعین' مہاجرین مکہ کا روزگار اور رہائش کا مسئلہ' مدینہ کے غیر مسلم عوام سے سمجھوتہ اور شہر کی فوجی مدافعت کا اہتمام وغیرہ۔ انہی مسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک دستاویز مرتب کی گئی اس دستاویز کی اہمیت اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس میں باہم اتفاق سے اپنے حقوق خود اپنی طاقت سے یا خاندان کی مدد سے حل کرنے کی بجائے انصاف رسانی کو ایک مرکزی اور پبلک ادارہ بنا دیا گیا۔ اس دستاویز میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدالتی' فوجی اور تشریعی اختیارات اپنے لئے محفوظ فرمائے اور سیاست میں اخلاقی عناصر کو شامل کرکے اصل طاقت کا سرچشمہ اقتدار اعلیٰ کا حق اللہ تعالیٰ کے لئے مختص قرار دیا اور اپنے آپ کو نائب اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار دیا اور اسی کے ساتھ جو احکامات امت یا عوام کے لئے لائے جاتے ان کو اپنے اوپر بھی لاگو کرنا قرار دیا۔ اس دستاویز میں کچھ دفعات مہاجرین اور انصار مدینہ کے مابین طے ہوئے تھے۔ اور کچھ مدینہ کے یہودی قبائل کے حقوق و فرائض کے متعلق بھی درج کئے تھے۔ ان دفعات میں بنیادی بات جو تھی۔ وہ یہ تھی کہ آخری عدالتی فیصلہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر ہوگا۔ اس دستاویز میں سب سے پہلے فقرے میں ایک اسلامی سیاسی وحدت کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ جس میں مہاجرین مکہ' انصار مدینہ اور وہ لوگ جو ان سب کے تابع رہ کر ان کے ہمراہ دفاعی جنگ میں حصہ لینے پر آمادہ ہوں اور یہ سیاسی وحدت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی اطاعت کرے۔

لوگ اقتدار اعلیٰ کا مالک خدا کی ذات کو تسلیم کریں اور باہمی اختلافات طے کرنے کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کریں گے۔ اسی دستاویز اور طریقہ کار کو حضرت عمرؓ نے

Marfat.com
Marfat.com

اپنے دور خلافت میں عملاً نافذ کرانے کی کوشش کی مثلاً" آپ کے زمانہ میں مسلمانوں کے پاس وسیع مقدار میں دولت کے انبار جمع ہوئے تو اس دولت کو تقسیم کرانے پر رائے لی گئی تو تجویز یہ پیش ہوئی کہ سب سے زیادہ رقومات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ والوں کو دی جائیں، پھر اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ، پھر حضرت عمرؓ کے قبیلوں کو تقسیم کر دی جائیں۔ مگر حضرت عمرؓ نے اس تجویز کو رد کرتے ہوئے اہمیت صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو قرار دینے پر اصرار کیا۔ اور فرمایا کہ سب سے زیادہ حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کے لحاظ سے جو زیادہ قریبی ہو اس کو دیدو، پھر اس کے بعد دوسرے درجہ، پھر تیسرے درجہ پر آنے والی نسبی حیثیت کے مطابق تقسیم کر دی جائے۔ چنانچہ ذات اقدسؐ کے نسب کے لحاظ سے زیادہ حصہ بنی ہاشم، پھر بنی قصی کی اولاد اور پھر کلاب اور کعب اور مرہ کی اولاد کا درجہ بنتا تھا۔ اس طرح یہ دولت تقسیم کرانے میں بھی معیار خاندان نبوتؐ کو قرار دیا گیا۔ یہ دراصل اسی دستاویز پر عمل کرانے کا نتیجہ تھا جس میں آخری فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی تھی۔

روئیداد مدینہ منورہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی جاتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر عبادت کی خاطر کسی کو سفر کرنا ہو تو وہ صرف تین مقامات ہیں ایک بیت اللہ، دوسرا مدینہ منورہ اور تیسرا مقام مسجد اقصیٰ ہیں۔ بیت اللہ کی اہمیت اس لئے ہے کہ یہاں ایک نماز ادا کرنے سے کئی ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ مدینہ منورہ اس لئے ہے کہ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک اور مسجد نبویؐ ہے۔ مسجد اقصیٰ کو یہ شرف حاصل ہے کہ قبلہ اول جس کی طرف نماز پڑھتے وقت رخ کرنا ضروری قرار دیا تھا۔

مدینہ منورہ کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی اور وہیں قیام فرمایا۔ مدنیہ منورہ کا سابقہ

Marfat.com
Marfat.com

نام یثرب مشہور تھا۔ اس کی بنیاد حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام کے ایک پوتے نے جن کا نام یثرب تھا' رکھی تھی۔ ایک تاریخ دان کے مطابق سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ یثرب بن قانیہ بن مہلائیل بن ارم بن عبیل بن عوض بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام ۔ اس بیان کے مطابق یثرب نوح علیہ الصلواۃ والسلام کی نسل میں سے ایک شخصیت ٹھہرتی ہے سب سے پہلے جو قبیلہ یہاں آکر آباد ہوا تھا۔ وہ عبیل کا قبیلہ تھا طوفان نوح علیہ السلام کے بعد یہ شخص یہاں آیا اور اس جگہ کو سرسبزوشاداب دیکھا کھجوروں کے باغات وافر مقدار میں تھے۔ اسی لئے اس جگہ اپنے قبیلہ کو لاکر آباد ہوگیا۔ بعض روایات کے مطابق عبیل نام کا ایک شخص راہ راست سے گم راہ ہو کر یثرب سے نکل کر بابل میں جاکر رہائش پذیر ہوا۔ بابل شہر بھی نوح علیہ والسلام کے خاندان میں سے بابل نام کے ایک شخص نے آباد کیا تھا۔ اس شخص کا سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ نمرود بن کوش بن کنعان بن نوح اسی نے لوگوں کو بت پرستی کی طرف راغب کیا تھا۔ بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ یثرب کو آباد کرنے والے اوس اور خزرج کے قبائل تھے اسی طرح واقعات میں یہ بھی بیان کیاجاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ والسلام بنی اسرائیل کو لے کر حج کرنے خانہ کعبہ میں آئے اور پھر واپسی پر جب یثرب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ یہ جگہ سرسبز و شاداب ہے' پانی کی کثرت ہے۔ اور تورات میں بھی مذکورہ ہے کہ آنے والے نبی آخرالزماںؐ ایک ایسے خطے کی طرف ہجرت کریں گے' جو کہ سرسبز وشاداب ہوگا۔ انہی روایات کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ والسلام نے کچھ ساتھیوں کو یہاں رہنے کی اجازت دیدی۔ پھر ان کے آنے سے پہلے بھی یہودیوں کے تین قبیلے بنو قینقاع' بنو نضیر' بنو قریظہ نام کے یہاں آباد ہوچکے تھے۔

بابل سے ایک اور قبیلہ عمالیق نام کا بھی آکر یہاں آباد ہوا تھا۔ یہ لوگ قد آور تھے' صحت مند تھے۔ یثرب کے پہلے آباد کاروں سے اختلافات کی وجہ سے ارد گرد کے علاقوں میں یہاں

Marfat.com
Marfat.com

سے منتقل ہو گئے پہلے جزیرہ عرب میں نجد' بحرین ' عمان اور یمن میں قیام پذیر ہوئے اور اس کے بعد ملک شام کے مختلف علاقوں میں جا بسے۔ بعض مورخین نے یثرب میں آباد ہونے والے قبائل میں بنو ہف ' سعد بن ہوزان' بنو بطر اور بن ازرق کو بھی شامل کیا ہے انہی لوگوں میں بعض مثلاً" سمیع بن لاوز بن عملیق حضرت اسماعیل علیہ والسلام پر ایمان لے آئے تھے۔ ان قبائل کی زبان عربی تھی اور انہی کی وجہ سے رواج پائی۔ عربی زبان کی ابتداء بھی عیبل جو کہ نوح علیہ الصلوۃ والسلام کی چوتھی نسل سے ہے' نے کی تھی چونکہ یہ قبائل نوح علیہ والسلام کے دین سے منحرف ہو گئے تھے اور آپس میں اختلافات کا شکار ہو کر الگ تھلگ ہونا پسند کیا ان کی بنیادی زبان سریانی تھی۔ ان اختلافات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر نازل ہوا اور ایک دوسرے کی زبان سمجھنے سے قاصر ہو گئے تو عیبل کو اللہ تعالیٰ نے عربی زبان کا فہم عطا کیا۔ بابل میں آپس کے اختلافات کی وجہ سے ارد گرد کے علاقوں میں پھیل گئے اور ان حالات میں ہی عیبل سمیت کچھ لوگ بابل سے آکر یثرب میں آباد ہوئے تھے۔ یثرب کا شہر آغاز میں بالکل مختصر سی آبادی تھی۔ بعد میں آبادی پھیلنے سے شہر نے وسعت اختیار کی یہاں آبادی کی کثرت کی وجہ سے ہر علاقہ میں کاروبار کے الگ الگ بازار بن گئے ارد گرد کے لوگ اپنا سامان یہاں لاکر فروخت کرتے تھے۔ انہی کاریگروں کی وجہ سے مختلف اشیاء تیار کرنے کے کارخانے بھی قائم کئے گئے۔

یثرب کی آبادی جوں جوں بڑھتی گئے اس کے باشندوں کے اقتصادی حالات بھی بدلنے شروع ہوئے کاروبار تجارت' زراعت' صنعت وغیرہ کی وجہ سے اس شہر کی اہمیت بھی بڑھنا شروع ہو گئی۔ غیر اقوام کا بھی یہاں سے گذر ہوتا رہتا جیسے کہ اسرائیلیوں اور رومیوں کی آپس میں چپقلش کی وجہ سے رومیوں کا بھی گذر ہوا بلکہ یہاں سے مصر تک ان کی تگ و دو رہی۔

یثرب میں بابل سے یہودی جو کہ اپنے رشتہ داروں کی وجہ سے یثرب میں آتے جاتے رہے

Marfat.com
Marfat.com

تو یہ بھی اپنے ساتھ اپنے مشرکانہ عقائد لے کر یہاں آجاتے تھے انہی کی وجہ سے بت پرستی اور پھر ستاروں' چاند اور سورج کی پوجا تک جاپہنچے۔

یثرب میں اگرچہ بت پرستی کا زور شور تھا مگر بعض یہودی دین ابراہیمی کے پیروکار بھی تھے ان میں سے چند وہ تھے جنہوں نے حج کے ایام میں مکہ مکرمہ میں نئے نبی کی آمد کی خبر سے بھی متاثر ہو کر اپنی دینی کتابوں کے جو واقعات پڑھ چکے تھے' ان کے مطابق حضور ﷺ سے اپنا تعلق جوڑ لیا اور اسلام لے آئے (۱) ابو عامر عمرو بن صیفی قبیلہ اوس کے (۲) ابو قیس حرمتہ بن ابی انس قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ ان دونوں نے مکہ میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ مکہ سے واپس آکر یثرب میں ان کی کوششوں سے کافی حد تک لوگ اسلام کی طرف راغب ہوچکے تھے۔

یثرب کے لوگ سیاسی شعور بھی رکھتے تھے' مختلف قبائل کے باہم متنازعہ امور یہاں ہی تبادلہ خیالات کے ذریعہ طے کئے جاتے۔ ایک قبیلہ معیون نام کا جو کہ حضرت عیسیٰ سے پہلے ہی یہان آکر آباد ہو چکا تھا۔ ان کا اقتدار بھی رہا ان کے حاکم کو "کبیر" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ قوم سبا کے قبیلے بھی یہاں کسی زمانہ میں آکر آباد ہو چکے تھے۔ ملکہ سبا حضرت سلیمان علیہ والسلام کے زمانہ میں تھی جس کا ذکر قرآن کریم میں بھی آیا ہے۔

یثرب کے چند باشندے جو اسلام سے فیض یاب ہوئے تھے ان میں اسعدؓ بن زرارہ بھی تھے جو کہ اپنے قبیلہ خزرج کے سرداروں میں سے ایک سردار تھے یثرب میں اسلام کی تقویت ان کی ذات سے زیادہ تر پھیلی۔

مکہ سے مصعبؓ بن عمیر کو یثرب والوں کو اسلام سے روشناس کرانے کے لئے یثرب بھیجا گیا ۔ جب چند یثربی مسلمانوں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ کسی کو بھیجیں جو یہاں

Marfat.com
Marfat.com

اسلام کی ترویج کے لئے کام کرے۔ چنانچہ جب حضرت مصعبؓ بن عمیر یثرب پہنچے تو ان کا بھرپور طریقے سے استقبال ہوا اور ان کو اسعدؓ بن زرارہ نے اپنے گھر میں قیام کرنے کی دعوت دی۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر اور اسعدؓ بن زرارہؓ کی مشترکہ کوششوں سے کافی لوگ مسلمان ہوگئے۔ یثرب کے بنی عبدالاشہل کے سردار سعد بن معاذ اور سید بن حضیر بھی اسلام لے آئے ان کو دیکھ کر ان کے قبیلہ کے اور لوگ بھی اسلام میں داخل ہوگئے۔ یہ تمام نو مسلم اسعدؓ بن زرارہ کے گھر میں اکٹھے ہوتے تھے اور لوگ بھی اسلام میں داخل ہوگئے۔ اور اسعد بن زرارہ ان کو قرآن سے روشناس کراتے۔ مصعبؓ بن عمیر کے واپس مکہ میں آنے کے بعد اسعدؓ بن زرارہ ہی تعلیم اور تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔ اسی سال جب یثربی حج کے لئے مکہ گئے تو ان میں سے تقریباً ستر مرد اور عورتیں مکہ میں حضور ﷺ سے اسلام لانے کے بعد بیعت ہوئے۔ اسی بیعت کو تاریخ بیعت عقبہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ چونکہ یہ مکہ میں عقبہ کے مقام پر جو کہ ایک گھاٹی تھی میں ہوئی تھی۔ اس لئے اس مقام کی نسبت سے اس کو بیعت عقبہ کہا جاتا ہے۔ یہ واقعہ ۱۲ ذی الحجہ کو ہوا۔ حضور ﷺ کے یثرب آنے سے پہلے یثرب کے چند مسلمانوں نے اسلام کے لئے کافی حد تک فضا ہموار کر دی تھی۔ اسلامی تعلیمات کی بدولت ان لوگوں کے باہم تعلقات کافی حد تک خوش گوار ہوگئے۔ ان میں سے اکثر کی خواہش تھی کہ اگر اسلامی تعلیمات کے اتنے اچھے اور خوشگوار اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ کہ ہم میں پر امن زندگی گذارنے کی عادت پیدا ہوگئی تو پھر اس دعوت دینے والے کے آنے سے اس سے کئی درجہ زیادہ سکون اور امن نصیب ہوگا اسی جذبہ کے تحت یثرب کے مسلمانوں نے باربار حضور ﷺ کو یثرب منتقل ہونے کی دعوت دی۔ مکہ کے حالات بھی ناگفتہ بہ حد تک خراب ہو چکے تھے۔ مشرکین مکہ کوئی ایسا موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے جس سے حضور ﷺ کو ایذا رسانی نہ ہو اور نہ

Marfat.com
Marfat.com

ہی ان لوگوں کو سکون سے رہنے دیتے جو خفیہ طور پر مسلمان ہو چکے تھے تو حضور ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو نصیحت فرمائی "کہ عنقریب اللہ تعالی تم سب لوگوں کو ایک ساتھ جمع کر دے گا" اکابرین یہود نے جب یہ بات سنی تو سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ ان کی کوئی بات آج تک جھوٹ ثابت نہیں ہوئی تو یہ بات بھی یقیناً" سچی ثابت ہوجائیگی تو پھر یہ لوگ بھی اسلام کے بارے سوچنے لگے بعد کے حالات جو پیش آتے رہے ان لوگوں نے ہی اسلام کی دعوت پھیلانے میں مقدور بھر کوشش کی۔ آپؐ کی اس پیش گوئی کے تقریباً" تین برس بعد ہجرت کا فیصلہ ہوا۔

مکہ سے ہجرت کرنے میں یہ حکمت بھی پوشیدہ تھی کہ اسلام کو بیرون مکہ پھیلانے کا موقعہ ملے گا چنانچہ یثرب کے مسلمانوں کی دعوت پر آپؐ نے یثرب میں منتقل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ یثرب جانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہاں چونکہ حضرت نوح علیہ والسلام کی اولاد میں سے بھی کچھ لوگ تھے۔ کیونکہ علماء تاریخ و سیر حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کرتے ہیں۔ کہ حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام کی کشتی میں جو مومن سوار تھے ان کی تعداد اسی (۸۰) تھی۔ ان تمام نے بابل کے اطراف میں سکونت اختیار کی اور ان کی اولاد بھی کثرت سے تھی۔ شروع شروع میں یہ لوگ اکٹھے رہتے تھے۔ نمرود بن کنعان کو جب ان کا بادشاہ مقرر کر دیا گیا۔ تو ان لوگوں کے درمیان اختلافات ظاہر ہونے لگے اور ہر ایک نے ایک نیا طریقہ اختیار کر لیا اور کفر و سرکشی میں مبتلا ہوگئے۔ اور بہتر ۷۲ زبانوں میں تقسیم ہوگئے ان میں سے ایک جماعت نے جو سام بن نوح علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد میں سے تھی عربی زبان وضع کی اور اس سرزمین میں رہائش اختیار کی' جو آج مدینہ منورہ کے نام سے معروف ہے اور اس وقت یثرب کے نام سے مشہور تھی۔ جب یثربی مسلمانوں کی اس دعوت پر مکہ سے ہجرت کا ارادہ کر لیا۔

Marfat.com
Marfat.com

اس فیصلہ سے پہلے آپؐ نے یثرب کے مسلمانوں کی خواہش پر مصعبؓ بن عمیر کو چند ساتھیوں کے ہمراہ بھیج دیا تھا۔ جس کا اثر یثرب والوں پر کافی حد تک خوشگوار رہا۔ کیونکہ مصعبؓ بن عمیر کا انداز تبلیغ بڑا ہی موثر اور دلنشین تھا۔ وہ اعلیٰ درجہ کے اخلاق کے مالک تھے ان کے اخلاق عالیہ کو ہی دیکھ کر یثرب والوں کے دلوں میں آپؐ کو یثرب بلانے کی تڑپ پیدا ہوئی تھی۔

یثرب کو تاریخ اسلام میں یہ امتیازی حیثیت حاصل ہے کہ یہ شہر بغیر کسی جدوجہد اور لڑائی جھگڑے کے اسلام کے زیر قبضہ آیا' یعنی یہ ایک قسم کی تعبیر اور تفسیر ہے قرآن کی آیت لااکراہ فی الدین کی ۔ یہ پہلا شہر ہے جس کو قرآن کی تعلیمات کے ذریعہ فتح کیا گیا۔ اور فاتح بھی ایک ایسی شخصیت کی صورت میں نمودار ہوئی یعنی مصعبؓ بن عمیر جیسے قابل جہاندیدہ مبلغ قرآن یہ ایک ایسے مجاہد تھے جن کے ہاتھ میں صرف قرآن تھا اور کسی قسم کے ہتھیار کی ضرورت محسوس نہ کی۔

انہی قرآنی تعلیمات کے ذریعہ اہل یثرب کے دلوں کو فتح کیا گیا۔ اور جب حضور ﷺ یثرب میں وارد ہوتے ہیں۔ تو تمام شہر استقبال کے لئے چشم براہ ہوتا ہے اور پھر ہر گھرانہ کی یہ خواہش ہے کہ سپہ سالار جو بغیر کسی فوج اور اسلحہ کے آرہا ہے وہ میرے گھر کا مہمان بنے۔ اور اسی خواہش کی کشمکش کو حضور ﷺ کے اس ارشاد پر کہ میری اونٹنی جس گھر کے سامنے بیٹھے وہی میرا میزبان ٹھہرے گا۔ یہ ایک قسم کی قرعہ اندازی تھی جس کو سب اہل یثرب نے اتفاق سے قبول کر کے متوقع تنازعہ کو ختم کرادیا۔ اہل یثرب کا یہ پہلا تنازعہ تھا جس کو بغیر کسی خون خرابہ کے محبت اور شفقت سے طے کرایا گیا۔ جیسے کہ خانہ کعبہ میں حجراسود کے نصب کرنے کا تنازعہ کو طے کرایا تھا۔

مکہ سے روانگی حضور ﷺ نے ماہ صفر کے اواخر میں فرمائی۔ آپ کی معیت میں

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ اس مقدس سفر میں شریک تھے۔ ماہ ربیع الاول کے اوائل میں یثرب کی ایک نواحی آبادی قباء میں جب پہنچے تو یہاں ہی چند روز قیام فرمایا۔ اسی بستی میں وہ ابتدائی مسجد بھی تعمیر ہوئی تھی جس کو تاریخ میں مسجد قباء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یعنی انقلابی گروہ کا پہلا انقلابی کیمپ بنا۔

یثرب میں انقلابی تحریک

تاریخی لحاظ سے یثرب کی آبادی بھی قدیم ترین آبادیوں یعنی بابل اور نینوا کے بعد ہی عمل میں آچکی تھی یہاں اگرچہ چند لوگ اسلام لاچکے تھے۔ مگر اکثریت اسلام سے بیگانوں کی تھی۔ اور بت پرستی کا رواج بھی عام تھا۔ گھر گھر اپنے الگ الگ بت رکھے ہوئے اور اسی کے آگے سربسجود ہو کر زندگی گذارتے تھے۔

حضور ﷺ کا جس شاندار طریقے سے اہل یثرب نے استقبال کیا تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس شہر کی کایا پلٹنے والی ہے۔ چنانچہ عقیدت اور محبت سے مجبور ہو کر مسلمان اپنے نئے مہمان کے قیام کے لئے اپنی خدمات میں پیش پیش تھے۔ مگر آخر فیصلہ یہی ہوا کہ آپؐ کا قیام حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے ہاں رہے گا۔ اس بستی میں اعزاز میزبانی کا ایوب انصاریؓ کے حق میں رہا۔

اس شہر میں برسہا برس سے جاری اوس اور خزرج کی لڑائیاں ختم ہوگئیں اور یثرب کے لوگ امن چین اور سکون سے زندگی بسر کرنے لگے۔ فتنہ و فساد اور قتل و غارت گری سے لوگ محفوظ ہوگئے یہ فضاء یکسر جو بدلی تو یہ محض آپؐ کی تشریف آوری اور آپؐ کے اخلاق حسنہ کی تعلیمات کا نتیجہ تھا۔ حضورؐ نے قرآنی تعلیمات اور خلق عظیم کے ذریعہ لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا۔ جو لوگ اور قبیلے ایک دوسرے کو دیکھنا تک گوارا نہیں کرتے تھے آپؐ کی تعلیمات کی بدولت ایک دوسرے کے خیر خواہ بن گئے اور آپس میں بہت زیادہ پیار و محبت

Marfat.com
Marfat.com

اور شفقت سے رہنے لگے ایک دوسرے کی اس طرح تواضع کرنے لگے۔ کہ غیر مسلم ان کے اندر یہ انقلاب دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ یثرب کے عوام کے ذہنی انقلاب کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ اس شہر کا نام یثرب سے بدل کر مدینہ النبیؐ رکھ دیا گیا۔ یعنی نبیؐ کا شہر کہلانے لگا۔ آج تک یہ شہر اس پاکیزہ اور مقدس نام سے دنیا بھر میں مشہور ہوا ہے۔ اس پاکیزہ اور مقدس شہر کے بہت سے نام ہیں ان میں سے مشہور نام یہ ہیں۔ ارض ہجرت' دار الایمان' دار رسول' محبہ' محبوبہ' حبیبہ' شافیہ' مومنہ' محفوظہ' مقدسہ' ناجیہ' سیدالبلدان اور حرم رسول ﷺ ہیں۔ اس نئے نام کو اہل مدینہ نے بخوشی اور اتفاق سے قبول کیا تھا۔ اس نئی آبادی میں اسلام کی حقانیت کا اقتدار اسی دن سے قائم کیا گیا۔ اور یہ حکمرانی اسلام بغیر کسی جنگ و جدل' محض اسلامی تعلیمات اور خلق عظیم کے نتیجہ میں قائم ہوئی۔

مدینہ کے فضائل

پوری دنیا میں سب سے زیادہ برگزیدہ مقامات دو ہیں۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ۔ اور ان دونوں میں بھی زمین کا وہ حصہ جہاں رسالتماب ﷺ کا جسم اطہر اب بھی موجود ہے۔ نہ صرف یہ کہ خانہ کعبہ سے بھی برتر ہے' مکہ عرش اعظم سے بھی افضل ہے' کیونکہ عرش اعظم پر اللہ تعالیٰ جلوہ افروز نہیں وہ پوری کائنات میں ہر جگہ اور ہر مقام پر موجود ہے اور ہر جگہ اس کا وجود ہے۔ سیدالانبیاء و المرسلین حضرت محمد ﷺ کو اس شہر سے بہت لگاؤ اور محبت رہی ہے۔ مکہ سے اس شہر کی طرف آپؐ نے ہجرت کی۔ اس میں آپؐ نے اپنی حیات طیبہ میں قیام فرمایا۔ اسی جگہ اسلام نے قوت پائی اور غلبہ حاصل کیا اور وہ بھی محض اخلاق حسنہ کی وجہ سے' پھر یہی مقام تبلیغ و اشاعت اسلام کا مرکز اور دنیا میں بھی اسلام یہیں سے پھیلا' اسلامی حکومت اور سلطنت کا قیام بھی یہیں سے عمل میں آیا۔

رسول ﷺ کا مرقد مبارک اور روضہ اطہر بھی اسی شہر مقدس میں ہے۔ دنیاوی اور

Marfat.com
Marfat.com

اخروی کوئی نعمت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کے مطابق ہر شخص کی پیدائش اسی مٹی سے ہوئی ہے جہاں وہ مرنے کے بعد دفن ہوتا ہے۔ اس روایت کے مطابق معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے جسم اطہر کی تخلیق مٹی کے اس حصہ سے ہے جو مدینہ منورہ میں روضہ مبارک سے تعلق رکھتی ہے۔ اور وہ تمام نفوس قدسیہ بھی اسی شہر کی مٹی سے پیدا ہوئے تھے جو کہ اس شہر میں مدفون ہوئے ہیں۔

بیت اللہ شریف میں عبادات کا ثواب ایک لاکھ درجہ بڑھ جاتا ہے' اسی طرح مسجد نبویؐ میں بھی ایک ٹکڑا ایسا ہے جس پر کوئی عبادت کی جائے وہ عبادت اجرو ثواب میں حد درجہ بڑھ جاتی ہے۔ وہ ٹکڑا روضہ اطہر اور منبر نبویؐ کے مابین واقع ہے۔ اس حصہ کو ریاض الجنت کے نام سے تعبیر کیا گیا۔ خانہ کعبہ میں حج کا اجرو ثواب بہت زیادہ ہے لیکن یہ موقعہ پورے سال میں صرف ایک بار ممکن ہوتا ہے۔ جبکہ مسجد نبویؐ میں دو رکعت نماز بھی ہر شب و روز میں حج کے ثواب کے برابر رہتی ہے۔ اسی طرح اگر مسجد قباء میں دو رکعت ادا کئے جائیں تو ایک عمرہ کے برابر ثواب کا حقدار ٹھہرا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کو دوست رکھنے کی دعا فرمائی' آپؐ نے یہ دعا بھی فرمائی اے اللہ ! ہمارے لئے مدینہ کو اتنا محبوب بنا' جتنا کہ مکہ کو کیا تھا' بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ' آپؐ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو آپؐ دعا فرماتے تھے کہ خدایا! اگر تو مجھ کو اس جگہ سے جو میرے نزدیک محبوب ترین مقامات میں سے باہر لاتا ہے تو میری سکونت ایسی جگہ کر جو تیرے نزدیک تمام مقامات میں محبوب ترین ہو۔ چنانچہ اس دعا کی قبولیت میں شک و شبہ نہیں ہے۔ یہ بات ہر مسلمان کے ذہین نشین رہنی چاہیے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں مقامات ہی انتہائی قابل احترام ہیں۔ مکہ مکرمہ اگر آپؐ کی جائے پیدائش ہے تو مدینہ منورہ جائے سکونت' مکہ مکرمہ مظہر جلال ہے تو مدینہ منورہ مظہر جمال ہے دونوں مقامات مقدسہ کی مثال ایسے ہی ہے جیسے

Marfat.com
Marfat.com

ہمارے جسم میں دو آنکھیں کہ اپنی دونوں آنکھوں کے نور کے ذریعے ہی جسم ساری دنیا کو دیکھ سکتے اور اس کے مناظر سے لطف اندوز ہوسکتے ہیں' دونوں آنکھوں میں کسی ایک کو دوسری پر فوقیت نہیں دی جاسکتی۔ اسی طرح یہ دونوں مقامات ہمارے دین کی دو آنکھوں کی حیثیت رکھتے ہیں' ان دونوں کے ساتھ وابستگی دین کا لازمی حصہ ہے۔

مدینہ منورہ کی خصوصی حیثیت کے متعلق بے شمار روایات منقول ہیں۔ حضور اکرمؐ جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدنیہ منورہ کے قریب پہنچتے تو اپنی سواری کو وفور شوق میں اور تیز کر دیتے کہ جلد از جلد مدینہ پہنچ جائیں' آپؐ کا قلب اطہر یہاں پہنچ کر سکون پاتا۔

آپؐ شانہ مبارک سے چادر بھی نہ اتارتے اور فرماتے کہ یہ ہوائیں جو گرد و غبار اڑاتی ہیں یہ طیبہ کی ہوائیں ہیں ان کو آپؐ صاف نہ کرتے تھے اور یہ بھی ارشاد ہے کہ خاک مدینہ میں شفاء ہے

آپؐ کا ارشاد ہے کہ شیطان اپنی عبادت سے مدینہ میں مایوس ہو چکا ہے یعنی لوگوں کو برائی کی طرف برانگیختہ نہیں کر سکتا۔ مدینہ کے فضائل میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ شہر دجال کے وجود اور اس کی نجاست کی آلودگی سے محفوظ رہے گا۔

مدینہ کی برکتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے اس شہر کی مٹی میں اور پھلوں میں شفا رکھی ہے اس سے جذام اور برص کے امراض سے بھی شفاء ہو جاتی ہے۔ یہ بھی ایک روایت میں ہے کہ عجوہ کھجور نہار منہ کھانے سے زہر اور جادو کے اثرات سے بھی انسان محفوظ رہتا ہے مکہ مکرمہ میں بیت الحرام ہے اور مدینہ منورہ میں مسجد الحرام ہے۔ مدینہ منورہ کے باشندوں کی تعظیم کرنے کا حکم بھی ہے۔ جو شخص اہل مدینہ کا خیال رکھے گا قیامت کے روز اس کی شفاعت کی جائیگی۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کو اس شہر مبارک کی

Marfat.com
Marfat.com

اقامت پر تحریص و ترغیب دی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جو شخص مدینہ منورہ میں انتقال کر جائے قیامت کے روز میں اس کی شفاعت کرونگا۔ امام مالکؒ نے ایک مرتبہ حج کر لینے کے بعد دوبارہ حج نہیں کیا اور مدینہ منورہ سے نہیں گئے کہ کہیں مدینہ منورہ سے باہر کسی دوسری جگہ موت نہ آجائے۔ زندگی بھر مدینہ میں رہے اور وہیں دفن ہوئے۔

حدیث میں آیا ہے کہ مدینہ منورہ میل کچیل نجاست اور آلودگی دور کرنے کے لیے لوہاروں کی بھٹی کی خاصیت رکھتا ہے جو لوہے کی میل کچیل دور کی جاتی ہے۔ اسی طرح مدینہ منورہ بھی گناہوں کی میل کچیل سے انسان کو صاف کر دیتا ہے۔

تزکیہ نفس کے لیے مدینہ منورہ میں رہائش اگر اختیار کی جائے تو جو تکالیف اور سختیاں در پیش ہوں ان کو برداشت کرنا ایسا ہی ہے جیسے سنار کٹھالی میں سونا ڈالکر میل کچیل سے صاف کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے مدینہ شہر کے لیے دعا کی ہے کہ اس کی ہر چیز میں برکت پیدا کر دی جائے اسی خصوصیت کے پیش نظر ایام حج میں بھی حاجی اکثر اوقات مدینہ منورہ کی زیارت ضروری سمجھتے ہیں۔ اسی لیے زائرین کرام کے لیے آداب روضہ مبارک کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی قسم کی دھینگا مشتی کا مظاہرہ نہ کریں۔ روضہ مبارک پر حاضری دینے کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ حاجی اپنے آپ کو حضور اکرم ﷺ کے دربار عالیہ میں پیش کر کے اقرار کرتا ہے کہ میں نے صدق دل سے آپ کے ارشادات کے مطابق خانہ کعبہ پر حاضری دے دی ہے، آپ گواہ رہیں۔ حضور اکرم ﷺ اپنے روضہ مبارک میں مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق جسم اطہر کے ساتھ بقید حیات ہیں۔ ان کے حضور میں حاضری کے آداب اور گزارشات کو قرآن کے ہدایات جو کہ سورہ حجرات میں مذکور ہیں کہ باہم گفتگو اونچی آواز سے منع ہے۔ وہ لوگ جو حضور کے سامنے (ادب سے) اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے۔ نیز یہ بھی ارشاد ربانی ہے کہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی سے اعمال پر پانی پھر جاتا ہے۔ ہذا زائرین کو آپؐ کی مسجد نبوی میں موجودگی کو بہ حیثیت سے ذہن میں تازہ رکھنی چاہیے۔ جیسے کہ عیسیٰؑ کی موجودگی آسمانوں میں سمجھی جاتی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

مدینہ منورہ میں اسلامی افواج کی پہلی تنظیم

مدینہ منورہ میں حضور ﷺ نے آنے کے بعد مواخات کی تنظیم قائم کرنے کے بعد دستور مملکت کی بنیاد بھی رکھ دی تھی۔ دستور تیار کرنے کے بعد مدینہ منورہ اسلامی مملکت کا دار الخلافہ بن گیا۔ اب ضرورت تھی کہ ایک اسلامی مملکت کے استحکام اور عوام کے مفاد کی حفاظت کی خاطر ایک فوجی تنظیم بھی قائم کی جاتی۔ چونکہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کی آبادی چاروں طرف سے دشمن اور مخالف طاقتوں سے گھری ہوئی تھی اور خصوصا" مکہ کے قریش جو کہ مہاجرین کے جانی دشمن بن چکے تھے اس کی حفاظت کا بھی تقاضا تھا کہ ایک فوجی تنظیم بھی ہو۔ اشراف قریش مکہ نے مدینہ میں مسلمانوں کے اقتدار کو اپنی اقتصادی تباہی کا بنیادی سبب سمجھنا شروع کیا کیونکہ اس کا محل وقوع بین الاقوامی شاہراہ تجارت کے ناکہ پر واقعہ تھا وہ بخوبی جانتے تھے کہ اگر اس نوزائیدہ اسلامی ریاست اور غیر منتظم اسلامی امت کو موجودہ ماحول میں پنپنے دیا گیا تو ایک دن ان کے صدیوں سے قائم اقتدار و اختیار کی بالادستی ختم ہو جائے گی۔ ان متعدد خطرات کے پیش نظر اسلامی ریاست کے لئے اپنی حفاظت کی خاطر دفاعی انتظام ناگزیر تھا۔ اور پھر آپ ؐ کی ذات گرامی ایک عملی اور نظریاتی لحاظ سے بے مثال شخصیت تھی۔ مدینہ میں مسلمانوں میں مادی وسائل کی اگرچہ کمی تھی۔ مگر فوجی صلاحیت عسکری تنظیم، روحانی بلندی، جسمانی خوبیوں کے حامل قائد کی موجودگی ان کے لئے واحد قیمتی سہارا تھی۔

عہد نبوی کی ابتدائی فوجی مہمیں دراصل عسکری تنظیم کی سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ساتویں صدی عیسوی کے نصف اول کے عرب مذہبی واقتصادی اور تجارتی کاروان بھی ہمیشہ تلواروں کی چھاؤں میں سفر کرسکتے تھے۔ وہ دفاعی اور سیاسی جماعتیں ہونے کے باوجود تیر، تفنگ، تلوار و تیر اندازی اور نیزوں کی مدد ہی سے اپنا مقصد حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ ان

Marfat.com
Marfat.com

ابتدائی مہموں نے نہ صرف عسکری نظام کی داغ بیل ڈالی بلکہ انہوں نے مسلمانوں کو فوجی تربیت و تنظیم بھی عطا کی۔ خطرات سے مردانہ وار نمٹنا، دشمنوں کا دلیرانہ سامنا کرنا، اجنبی علاقوں اور لوگوں سے رابطہ اور واقفیت حاصل کرنا اور ان سب سے بڑھ کر ایک منظم عسکری گروہ بندی کے طریقہ سے کام کرنا سیکھا۔ یہی وہ ماحول کی تربیت تھی جس نے رفتہ رفتہ مسلمانوں کو ایک فوج کی صورت میں ڈھال دیا اور پھر جب اچانک بدر کے میدان میں ان کا سامنا اپنے سے تین گنا بڑے لشکر سے ہوا تو نہ صرف یہ کہ انہوں نے ان کا بھرپور مقابلہ کیا بلکہ اسی تنظیم کی بدولت اس عظیم فوج اور طاقت کو گھنٹوں میں شکست قبول کرنے پر مجبور کر کے رکھ دیا۔ اور پھر اسی تربیت یافتہ انقلابی گروہ کے سامنے عرب کے سب سے بڑے اور سب سے طاقتور شہر مکہ نے گھٹنے ٹیک دیئے تھے۔

اسی عسکری طاقت نے جزیرہ نمائے عرب کے کونے کونے اور گوشے گوشے میں اسلامی سیاست کے اقتدار کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ عہد نبویؐ میں عربوں کی مکمل تسخیر کے بعد اس فوجی طاقت نے دور خلافت راشدہ میں بھی عالمگیر فتوحات کا دروازہ کھولا تھا۔

تاریخی حقائق بتاتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کی عسکری تنظیم کی ترقی کرنے میں کافی وقت لگا تھا اور وہ متعدد مرحلوں سے گذری تھی۔ اس کے علاوہ مدنی حیات طیبہ کے دس سالہ دور میں رسالتماب ﷺ نے متعدد مختلف فوجی افسروں اور کارکنوں کی تقرری وقت اور ضرورت کے مطابق کی تھی اور اس طرح رفتہ رفتہ ایک فوجی سلسلہ افسران و عسکری عمال کا وجود میں آیا تھا ان فوجی افسروں میں جو لوگ شامل تھے وہ کچھ اس طرح بیان کیئے جاتے ہیں۔

(۱) امیر سریہ۔ آزاد مہموں کے قائد (۲) جیش نبویؐ میں آپ کے ماتحت افسران مثلاً" امرائے

Marfat.com
Marfat.com

"میمنہ" "میسرہ" "مقدمہ" اور "ساقہ" امراء مشاۃ۔ یعنی پیدل چلنے والی فوج کے سربراہ اور امراء "رماۃ" یعنی تیر اندازوں کے سربراہ (۳) امراء علمبردار فوج (پرچم بردار) (۴) اطلاعی گشتی دستے کے افسران (۵) جاسوسی کرنے والوں کے سربراہ (۶) اموال غنیمت کے سربراہ (۷) قیدیوں کے نگران افسران (۸) اسلحہ اور جنگی گھوڑوں کے محافظ افسر (۹) حفاظتی دستوں کے نگران وغیرہ اسلامی افواج کے مستقل سالار اعظم (کمانڈر ان چیف) تو خود رسول ﷺ تھے۔ تمام عسکری اختیارات آپؐ کو حاصل تھے اور اگر کہیں آپؐ خود تشریف نہ لے جانا چاہتے تو اپنی نمائندگی کسی صحابی کے سپرد کر دیتے تھے۔

عہد نبویؐ کے عظیم اعلیٰ فوجیوں کے چند نام ایسے بیان کئے گئے ہیں۔ منذر بن عمرؓ اوس بن خوی خزرجیؓ، علیؓ بن ابی طالب ہاشمی، حمزہؓ بن عبدالمطلب، زبیرؓ بن عوام، اسدؓ ابوعبیدہ بن جراح فہری، خالد بن ولیدؓ مخزومی، قطبہؓ بن قتادہ سعدی، وردؓ بن خالد سلمی اور ابو عامرؓ شعری جیسے نمایاں فوجی خدمات سرانجام دینے والے حضرات مشہور تھے۔ جنگ کے زمانہ میں اسلامی فوج دشمنوں کے مقابلہ یا ان کی مزاحمت کے لئے جب مدینہ سے باہر گئی ہوتی تھی تو ریاست کے مرکزی مقام کی حفاظت کے لئے بھی کچھ حصہ فوج کا ہر وقت موجود ہونا بھی ضروری تھا۔ مقصد یہ تھا کہ مدینہ کے اندرونی حالات پر بھی نظر رکھنا ضروری تھی۔ عہد نبویؐ کی عسکری تنظیم کا ایک اہم پہلو فوجی معائنہ بھی تھا۔ عام طور پر نبی کریم ﷺ یہ اہم کام اپنے کسی ماہر صحابی کے سپرد کر دیتے تھے۔ جو فن حرب میں ماہر ہوتا۔ معمول یہ تھا کہ اسلامی فوج کے سپاہیوں کا معائنہ اس کے اکٹھے ہونے پر کیا جاتا تھا۔ یہ بات بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگی کہ فوجی خدمت کے لئے کم از کم عمر کی حد پندرہ سال تھی، اس سے کم عمر کے لڑکوں کو فوج میں خدمات کے لئے طلب نہیں کیا جاتا تھا۔ غزوہ خیبر کے بعد حضرت زیدؓ بن عوف کو مستقلاً" فوجی معائنہ افسر مقرر کر دیا گیا تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

اسلامی فوج کے عہد نبویؐ میں پانچ ڈویژن ہوا کرتے تھے۔ (۱) پیادہ فوج (۲) شہسوار فوج (۳) تیر انداز فوج (۴) سامان رسد کا نگران دستہ (۵) گشتی دستہ۔ نبی ﷺ گشتی ڈویژن کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ کیونکہ وہ فوج کے لئے بعض نہایت اہم کام انجام دیتا تھا۔ ان کے فرائض میں دشمنوں کے بارے میں اطلاعات فراہم کرنا شامل تھا اور دشمن کے سپاہیوں کو پکڑنا اور فوجی کیمپ کے لئے جگہ کا انتخاب بھی ان کا کام تھا۔ پانی اور جانوروں کے لئے چارہ وغیرہ کے لئے مناسب جگہ مقرر کرنا۔ فوج کے گشتی دستوں اور جاسوسی کرنے والوں کا کام بہت نازک کام تھا۔ کیونکہ گشتی فوج تو اعلانیہ کام کرتی تھی' مگر جاسوسی نظام کو خفیہ طور پر چلایا جاتا ہے۔ مدنی دور کے دس سالہ زندگی میں جاسوسی دستہ سے نہایت اہم کام لئے گئے تھے۔ فوجی جاسوسی دستہ سے پہلی بار غزوہ بدر کے موقعہ پر کام لیا گیا تھا' اس موقعہ پر حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ تیمی اور حضرت سعیدؓ بن زید عدوی سے غزوہ بدر سے کچھ پہلے شام سے واپس آنے والے کاروان قریش مکہ کی خبر حاصل کرنے کا کام لیا گیا تھا۔ اس مہم کے دوران جب قریشی کاروان کے نکل جانے کے بعد مسلمانوں کا سابقہ قریشی فوج سے پڑا تھا تو آپؐ نے مقام بدر پر پہنچ کر دو اور جاسوس حضرت بسبس بن عمر اور حضرت عدیؓ بن الزغبار کو بدر کے کنوؤں کی طرف خبریں حاصل کرنے کی غرض سے روانہ کیا تھا۔ جب مسلم گشتی دستوں کے ذریعے قریشی واٹر سپلائی کے افراد کو پکڑے جانے سے بدر کے نواح میں قریشی افواج کی موجودگی یقینی ہوگئی تھی تو آپ ﷺ نے دو ابتدائی مکی مسلمانوں حضرت عمارؓ بن یاسر اور حضرت عبد اللہؓ بن سعود کو قریشی واٹر سپلائی کرنے والے افراد کی موجودگی کی تصدیق کرانے کی غرض سے روانہ کیا تھا۔ اسی طرح غزوہ احد کے موقع پر دو خزرجی حقیقی بھائیوں کو حضرت انسؓ اور حضرت مونسؓ فرزندان فضالہ خزرجی کو سرکار دو عالمؐ نے جاسوس بنا کر بھیجا تھا۔ کہ وہ دشمن کی خبریں لائیں' چنانچہ وہ دونوں وادی عقیقی تک سفر کر کے پہنچے

Marfat.com
Marfat.com

اور جونہی ان کو موقع ملا وہ قریشی سپاہیوں میں اس طرح گھل مل گئے کہ کوئی انکو پہچان نہ سکا۔ قریشی فوج کے ساتھ انہوں نے الولاء کے مقام تک سفر کیا اور پھر موقعہ پاتے ہی دشمن فوج سے نکل کر سیدھے درگاہ رسالتؐ میں ضروری اطلاعات کے ساتھ پہنچ گئے اور آپؐ کو حالات سے آگاہ کیا۔ اس وقت تک قریشی لشکر احد تک نہیں پہنچا تھا۔ ان کے خیمہ زن ہونے کے بعد عظیم ماہر امور حرب اور عالم فنون جنگ صحابی حضرت خبابؓ بن منذر خزرجی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاسوس بنا کر بھیجا کہ وہ دشمن کی طاقت اور ارادوں کا پتہ لگائیں ان کو بطور خاص یہ بھی ہدایت کی گئی کہ وہ اپنی اطلاعات اور معلومات سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تخلیہ میں آگاہ کریں۔ اور کسی کے سامنے حالات بیان نہ کریں۔ بہرحال انہوں نے ارشاد نبویؐ کے مطابق مکمل اور بالکل صحیح حالات فراہم کیں۔ جنگ کے بعد جب دشمن پسپا ہو کر حمراء الاسد کی طرف روانہ ہوا۔ تو حضرت علیؓ بن ابی طالب کو ان کے آئندہ منصوبے کے بارے میں پتہ لگانے کا حکم دیا جس کی انہوں نے بڑے پرجوش طریقہ سے تعمیل کی۔

سب سے دلچسپ واقعہ مسلم جاسوسوں کے اس کارنامے سے متعلق ہے جو انہوں نے غزوہ خندق کے زمانہ میں انجام دیا تھا جبکہ محاصرہ کافی طول پکڑ چکا تھا۔ اور مسلمان مخالفین کے صحیح ارادوں سے لاعلم تھے۔ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خواتؓ بن جبیر کو ان کے منصوبے کے بارے میں اطلاعات فراہم کرنے کو کہا۔ انہوں نے اپنا فریضہ بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اس سے کچھ پہلے حضرت زبیرؓ بن عوام نے بن قریظہ کے متعلق صحیح اطلاعات دی تھیں۔ محاصرہ کے آخری دنوں میں رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خذیفہ بن یمان کو خبریں فراہم کرنے کی غرض سے قریش کی خیمہ گاہ میں بھیجا۔ وہ قریشی فوج میں گھل مل گئے اور ایک جماعت کے ساتھ جا بیٹھے جو آگ کے الاؤ کے گرد بیٹھے تھی کسی نے بھی ان کو نہیں پہچانا۔ ابھی وہ بیٹھے ہی تھے کہ قریش کے سالار اعلیٰ ابوسفیان بن حرب اموی

Marfat.com
Marfat.com

آگئے اور انہوں نے اپنے سپاہیوں کو دشمن کے جاسوسوں سے خبردار رہنے کی تلقین اور کہا کہ ہر شخص اپنے ساتھی کے بارے میں واقفیت حاصل کرے۔ یہ بڑا خطرناک مرحلہ تھا۔ لیکن مسلم جاسوس بھی بہت ہوشیار تھا قبل اس کے کہ کوئی ان سے کچھ دریافت کرے انہوں نے خود ہی اپنے داہنے بائیں بیٹھے ہوئے ساتھیوں کے نام اور پتے پوچھنے شروع کر دیئے اس طرح ان کے شبہات کا ازالہ کر دیا آخر دشمن کے منصوبے سے آگاہ ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کو اس سے باخبر کر دیا۔ چونکہ جاسوسی کا کام بڑا اہم اور خطرناک تھا اس لئے عموماً" کم معروف یا غیر معروف لوگوں کے ذریعہ یہ کام لیا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب دشمن کی فوجوں میں گھستے تھے تو کوئی ان کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ جزیرہ نمائے عرب میں بالعموم اور اس کے صحراؤں میں بالخصوص جہاں کوئی راستہ یا پگڈنڈی تک نہ ہوتی کاروانوں' مسافروں اور فوجوں کے گم ہو جانے کا انتہائی شدید خطرہ رہتا اس لئے قرون وسطی میں کوئی بھی شخص راہبر کے بغیر سفر کرنے کی ہمت نہ کرتا۔ سیرت نبویؐ کے ضمن میں قدم قدم پر راہبروں کے حوالے ملتے ہیں جو حاجیوں کے کاروانوں اور زائرین کے قافلوں کی راہنمائی کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی تو ہجرت مدینہ کا مشہور سفر عبداللہ بن اریقط کی رہنمائی میں عرج تک اور وہاں سے مدینہ تک کا سفر حضرت سعد العرجی کی راہنمائی میں طے کیا تھا۔ اسدالغابہ کی روایت کے مطابق رسالت ماب ﷺ نے فتح مکہ سے پہلے حضرت غالب بن عبداللہ قریشی سے مکہ مکرمہ کے مختصر حالات اور راستے کی نشاندہی کرنے کے لئے کہا اور مہم کے دوران انہوں نے مسلم فوج کی راہنمائی کی تھی۔

مدینہ منورہ میں نماز جنازہ کی ابتداء

مکہ مکرمہ میں بیعت عقبہ کبیر ۱۳ ذی الحجہ میں ہوئی تھی اس بیعت میں بارہ نقیبوں کا انتخاب بھی ہوا تھا۔ بنی خزرج کے خاندان بنو سلمہ کے حضرت براء بن معرورؓ کو بھی نقیب بنایا گیا تھا

Marfat.com
Marfat.com

اس انتخاب کے دو مہینے بعد ماہ صفر ا ھ میں انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ دم آخر میں یہ وصیت کی تھی کہ قبر میں میری میت قبلہ رخ رکھنا۔ میرے مال میں سے ایک تہائی حصہ رسول ﷺ کے سپرد کرنا وہ جس طرح چاہئیں اپنے مصرف میں لائیں۔ نقباء حضرات میں سے سب سے پہلے بچھڑنے والے یہی تھے ۔ رسول ﷺ مدینہ میں ان کی قبر پر اصحاب کرام کی معیت میں تشریف لائے اور چار تکبیروں سے آپ ﷺ نے نماز جنازہ ادا فرمائی۔ مدینہ طیبہ میں پڑھی جانے والی یہ پہلی نماز جنازہ تھی جو ان کی قبر پر پڑھی گئی۔ جس مال کے بارے وصیت کی تھی وہ حضور اکرمؐ نے قبول کرکے ان کے بیٹے کو عطا فرما دیا تھا۔ اسی سال حضرت سعدؓ بن زرارہ بھی بیمار ہوئے۔ حضور ﷺ نے عیادت فرمائی ان کا انتقال بھی ہجرت کے پہلے سال مدینہ منورہ میں ہوا۔

حضرت عثمانؓ بن مظعون جنت البقیع کے پہلے مدفون ہیں۔ ان کا انتقال بھی اس سال ہوا۔ رسالت مآب ﷺ نے ان کے دفن کرانے کے وقت فرمایا تھا کہ میں اپنے اہل بیت کو ان کے قریب دفن کراؤں گا۔ چنانچہ آپؐ نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ جو کہ ۲ ھ میں وفات پاچکی تھی اور آپؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم جن کی وفات ۱۰ ھ کو ہوئی تھی ان کے پاس دفن کرایا۔ اس وقت جنت البقیع میں ایسے درخت بھی تھے۔ جن کو "غرقہ" کہا جاتا ہے اسی لئے اس کو بقیع الغرقہ بھی کہا جاتا ہے۔ قباء میں حضور ﷺ کے میزبان حضرت کلثومؓ بن ہدم کی وفات بھی اسی سال ہوئی تھی یہ ایک ضعیف، نہایت شریف، نیک، صالح انسان تھے۔ حضرت حمزہؓ بن جندب مکہ مکرمہ میں جب بیمار ہوئے تو اپنے بچوں کو وصیت کی کہ مجھے یہاں سے نکالو انہوں نے ہجرت مدینہ کا ارادہ کیا۔ ان کے بچوں نے ان کی خواہش پوری کرنے کی خاطر مدینہ کے لئے رخت سفر باندھا ابھی یہ لوگ راستہ میں ہی تھے کہ یہ فوت ہوگئے۔

Marfat.com
Marfat.com

مدینہ میں ہجرت کا پہلا سال

ہجرت کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں تشریف لے آنے کے بعد چند امور مثلاً" مسجد نبویؐ کی تعمیر' مہاجرین کی آباد کاری کے لئے معاہدہ مواخات اور میثاق مدینہ کی تکمیل کے بعد کچھ استحکام ریاست مدینہ کے سلسلہ میں تجاویز پر عمل درآمد کا سلسلہ جاری تھا۔ کہ ہجرت کے گیارہ ماہ بعد ماہ صفر میں غزوہ ابواء کا واقعہ پیش آیا۔ ابواء مدینہ منورہ کے قریب ایک مقام ہے جس کا نام ودان ہے یہاں پر کفار سے ملاقات ہوگئی۔ لیکن آپ ﷺ بغیر کسی محاذ آرائی کے واپس تشریف لے آئے اسی سال حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کو ایک سفید جھنڈا دے کر تیس مہاجرین کے ہمراہ سیف البحر کی جانب روانہ کیا۔ یہاں سے سردار مکہ ابوجہل تین سو سواروں کے قافلہ کے ہمراہ گذر رہا تھا۔ اہل عرب کی ایک جماعت نے ان فریقین میں صلح کرادی۔

اسی طرح ایک موقعہ پر حضرت عبیدہؓ بن حارث کی قیادت میں ساٹھ سواروں کا ایک دستہ دے کر روانہ کیا گیا۔ جو کہ ایک بہت بڑی پارٹی جس کی قیادت ابوسفیان کر رہے تھے کے ساتھ محاذ آرائی کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اس فوجی دستہ میں عبیدہؓ بن حارث کو سفید جھنڈا دیا گیا۔ بعض مورخین کے مطابق یہ سب سے پہلا جھنڈا تھا جو اسلام میں تیار کرایا گیا تھا۔ اس موقعہ پر بھی کوئی لڑائی وغیرہ نہ ہوئی تھی البتہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے کفار کی جانب ایک تیر ضرور پھینکا تھا جو اسلام کی ترویج کی خاطر پہلا تیر خدا کی راہ میں پھینکا گیا تھا۔ اس بات کو تاریخ سعدؓ بن وقاص کے فضائل اور مناقب میں بیان کرتی ہے۔

ہجرت کے اسی سال میں یہودیوں کے بہت بڑے عالم نے بھی اسلام قبول کیا تھا جس کو عبداللہ بن سلام کہا جاتا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد صحابہ کی کسی مجلس میں بیٹھ کر عموماً"

Marfat.com
Marfat.com

تورات ' زبور' انجیل میں مذکور واقعات بیان کیا کرتا تھا۔ انہی واقعات کو اسرائیلیات کے نام سے اکثر واعظین اپنی تقریروں میں بیان کرتے رہتے ہیں۔

ایک عظیم صحابی حضرت سلمانؓ فارسی بھی ہجرت کے پہلے سال میں اسلام لائے تھے۔ انکی عمر بعض روایات میں ساڑھے تین سو برس بیان کی جاتی ہے اور ایک روایت میں اڑھائی سو سال بیان کی گئی ہے یہ ایک طویل عرصہ تک دین حق کی طلب میں پھرتے تھے اور ہمیشہ یہی شوق رہا تھا کہ کسی طرح پیغمبر آخرالزمان حضور ﷺ سے ملاقات کر کے زیارت نصیب ہوجائے۔ اسلام سے پہلے یہ مجوسی عقیدہ کے پیرو کار تھے پھر نصرانیت اختیار کی تھی اور پھر کسی نصرانی عالم کی ترغیب پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے یہ بطور غلام تقریباً" دس بار خرید و فروخت ہو چکے تھے۔ اور آخری زندگی بطور ایک صحابی رسولؐ مدینہ میں رہتے ہوئے گزاردی۔

مدینہ منورہ میں چار رکعت نماز کی ابتداء

حضور اکرم ﷺ مکی زندگی میں ہر نماز صرف دو رکعت کی نیت سے ادا فرماتے تھے اور دوسرے صحابہ بھی ہر نماز دو رکعتوں کی نیت سے ہمیشہ ادا کرتے رہے تھے۔ ہجرت کے پہلے سال میں دو رکعت کے علاوہ ایک نیت سے چار رکعت بھی پڑھنے کی ابتداء ہوئی۔ مگر حالت سفر میں حسب سابق صرف دو رکعت ایک نیت سے پڑھنے کی ہدایت تا حال باقی رہی ہے اور اسی طرح ہجرت کے پہلے سال نماز کے لئے جمع کرنے کی خاطر اذان دینے کا طریقہ رائج ہوگیا۔

Marfat.com
Marfat.com

مدینہ منورہ میں جہاد کی ابتداء

مدینہ منورہ میں میثاق مدینہ کی تکمیل کے بعد اس ریاست کی حفاظت اور نبوی مشن کی اشاعت کی خاطر جہاد اور اس کے انتظامات کی کوشش شروع کر دی گئی اسلام کے جہاد کے سلسلہ میں مغربی مورخین اور مستشرقین کی طرف سے پھیلائی گئی اس غلط فہمی اور غلط بیانی کا ازالہ کر دینا بھی انتہائی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ان کا نقطہ نظریہ ہے کہ اسلام میں جہاد کا فلسفہ مسلمانوں کے اقتصادی حالات سازگار بنانے کی خاطر رواج دیا گیا ہے اور اسی خیال کے پیش نظر مدینہ میں مسلمانوں کو جنگ وجدال کی ترغیب دی جاتی رہی حالانکہ یہ ایک بالکل بے بنیاد تصور گھڑ لیا گیا ہے۔ اسلامی جہاد میں کبھی بھی بلاوجہ حملہ آور ہونے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ مدینہ منورہ میں سپہ سالار اعظم حضور ﷺ نے جس جہاد کی ابتداء فرمائی تھی اس میں اقتصادی حالات کا کوئی ذکر تک نہیں آتا۔ ہجرت مدینہ کے بعد جو فوجی دستے ترتیب دیئے جاتے تھے۔ دو اقسام پر تقسیم کئے جاتے تھے۔ ایک مشن وہ تھا جس میں سپہ سالار اعظم حضور ﷺ بنفس نفیس خود شریک رہتے تھے اس کو غزوہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور جس فوجی مشن میں قیادت کسی اور صحابی کے سپرد کی جاتی اس کو سریہ کے اصطلاحی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ نیز یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ مہمات نبویؐ خواہ وہ غزوات ہوں یا سرایا سب کی سب فوجی مہمیں نہ تھیں ان میں متعدد سیاسی مشن تھے یا مذہبی اور تہذیبی اسفار بھی تھے۔

اموال غنیمت

مورخین نے جو مہمات خصوصاً" غزوات اور سرایا کی مکمل تعداد کی تلاش و تحقیق کی ہے ان کی تعداد کو نوے تک پہنچایا ہے جستجو کی جائے تو اس تعداد میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے یہاں

Marfat.com
Marfat.com

چند غزوات اور سرایا کے نتیجہ میں معاشی اور اقتصادی حالات سدھارنے کے لئے جو محاصل دست یاب ہوئے تھے ان سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ مالی مفاد کس حد تک مدینہ کے مہاجرین اور انصار کی اقتصادی حالات سدھار سکتے تھے۔ کل مہمات کا عرصہ دس سال مدینہ منورہ میں اکتالیس مہمات نبویؐ پیش آئے۔ان میں مال غنیمت صرف بیس مہموں میں جو حاصل ہوا وہ اکسٹھ لاکھ ستاون ہزار سولہ درہم بنتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے۔

نمبر شمار	سن	مہم سرایہ یا غزوہ	مال غنیمت
1-	1ھ	غزوا ابوا	-
2-	"	سریہ سیف البحر	-
3-	"	سریہ	-
4-	2ھ	سریہ نخلہ	20 ہزار درہم
5-	"	غزوہ بدر اکبر	1 لاکھ 60 ہزار درہم
6-	"	غزوہ بنی قینقاع	2 لاکھ 50 ہزار درہم
7-	"	غزوہ اسویق	2 ہزار درہم
8-	3ھ	سریہ الکدر	20 ہزار درہم
9-	"	سریہ قردہ	1 لاکھ درہم
10-	"	غزوہ احد	616 ہزار درہم
11-	4ھ	سریہ قطن	52 ہزار 400 درہم
12-	"	غزوہ بنی نضیر	3 لاکھ درہم
13-	5ھ	غزوہ دوستہ الجندل	10 ہزار درہم

Marfat.com
Marfat.com

-14	"	غزوہ مریسعیع	2 لاکھ درہم
-15	"	غزوہ خندق	2 ہزار درہم
-16	"	سریہ بنی قریظہ	7 لاکھ 30 ہزار درہم
-17	6ھ	سریہ الجموم	70 ہزار درہم
-18	7ھ	غزوہ فدک	6 لاکھ 50 ہزار درہم
-19	"	سریہ نجد	2 لاکھ درہم
-20	"	سریہ الخضرہ	50 ہزار درہم
-21	8ھ	غزوہ حنین	32 لاکھ درہم
-22	9ھ	سریہ اقلس	2 لاکھ 50 ہزار درہم

اس پوری تفصیل سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ تمام اموال غنیمت مدینہ منورہ کی مسلم آبادی کی اقتصادی معیشت میں کتنا اضافہ کرنے کا سبب اور غریب مسلمانوں کی ناداری اور مفلسی دور کرنے کا کیا وسیلہ ثابت ہوا ہو گا؟ جب کہ یہ حقیقت بھی مدنظر رہنی چاہیے کہ اس زمانہ میں ایک مختصر خاندان جو تین چار افراد پر مشتمل ہو اپنی ضروریات زندگی کے لئے اوسط سالانہ تین ہزار درہم کی رقم کا محتاج تھا اور اتنی رقم میں بھی گذر بسر بہت معمولی درجہ میں بلکہ انتہائی جز رسی کے ساتھ ہی ممکن تھی اگر اس رقم کو معمول کا اشاریہ تسلیم کر لیا جائے تو غنیمت کی کل رقم جو کہ تقریباً" باسٹھ لاکھ درہم کافی ہوسکتی تھی اور یہ بات بھی حقیقت ہے کہ عہد نبویؐ میں مدینہ منورہ کی مسلم آبادی اس سے کہیں زیادہ تھی اگرچہ اس آبادی کا علمی جائزہ ابھی تک سامنے نہیں آسکا مگر کچھ نہ کچھ اندازہ آپ ایک تحقیق انگریزی تصنیف " محمد اور یہود" نامی کتاب کے مطالعہ سے کر سکتے ہیں۔ مصنف کا کہنا ہے کہ ہجرت نبویؐ کے وقت یہودی آبادی مدینہ منورہ میں بیالیس ہزار پر مشتمل تھی اور مسلم آبادی بھی

Marfat.com
Marfat.com

اس سے کسی طور بھی کم نہ تھی کیونکہ انصار اور مہاجرین کے علاوہ ان کے بہت سے حلیف طبقات عرب بھی مدینہ میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ قیاس یہ کہتا ہے کہ ہجرت نبویؐ کے وقت صرف انصار مدینہ کی آبادی یہودیوں کی آبادی سے کسی طرح کم نہ تھی بلکہ قرآن اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ ان سے کہیں زیادہ تھی۔ مہاجرین کی آمد سے مسلم عناصر میں اور اضافہ ہو گیا تھا پھر مختلف اطراف سے مہاجرین کے تازہ بہ تازہ کاروانوں کی آمد سے اس میں برابر اضافہ ہوتا رہتا تھا اس کے علاوہ تبدیلی مذہب اور شرح پیدائش دو ایسے عوامل تھے جو شہر کی مسلم آبادی میں روز بروز اضافہ کا باعث بنتے تھے۔

ابن اسحاق اور واقدی کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کی عظیم و جلیل مہم میں شریک دس ہزار مجاہدین میں سے کم از کم نصف یعنی پانچ ہزار کا تعلق رسول ﷺ کے انصار و مہاجرین کے طبقات سے تھا۔ آبادکاری کے اعداد شمار کے مطابق اس بنیاد پر مسلمانان مدینہ کی کل آبادی تقریباً" ساٹھ ہزار تک جا پہنچی ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تمام مسلمانان مدینہ بالخصوص مردوں نے اس فتح میں حصہ نہیں لیا تھا ان میں سے کافی تعداد شہر کے دفاع کی غرض سے اور بعض دوسری وجوہات سے بھی پیچھے رہ گئے تھے۔ اس پر بھی اتفاق ہے کہ فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ کی مسلم آبادی میں چند در چند اضافہ ہو گیا تھا۔ اس کی تائید ابن کثیر کی بیان کردہ ایک روایت سے ہوتی ہے جس میں دیار رسول ﷺ کی آبادی ساٹھ ہزار کے قریب بیان کی گئی ہے۔ عہد نبویؐ کی دس سالہ مدینہ منورہ کی زندگی میں حاصل شدہ آمدنی جنگوں میں مدینہ کی مسلم آبادی کے لئے زیادہ سے زیادہ ایک تہائی آبادی کی نصف سال کی ضروریات زندگی کی کفالت کر سکتی تھی اور پھر مسلم آبادی جو مدینہ سے باہر قرب وجوار میں پھیلی ہوئی تھی۔ اسی طرح پورے جزیرہ عرب کے مختلف مقامات پر بدوی قبائل میں بھی اچھی خاصی تعداد میں مسلمان موجود تھے اس کے علاوہ حضور ﷺ کے

Marfat.com
Marfat.com

آخری حج کے موقعہ پر میدان عرفات میں خطبہ سننے والے مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار بتائی جاتی ہے۔ اسی طرح آخری زمانے میں مسلمانان عرب کی تعداد دس لاکھ نفوس پر مشتمل تھی اتنی بڑی مسلم آبادی کے لئے صرف ایک سال کے اخراجات زندگی کا تخمینہ لگایا جائے تو اس کے لئے صرف دس سالہ ضرریات زندگی اعداد وشمار کی روشنی میں تقریباً" چھ سو ہزار ملین بنتا ہے اور اس کے مقابلہ میں مال غنیمت کی حیثیت صفر ہی رہ جاتی ہے۔

اس کے علاوہ مسلمان اپنی روز مرہ ضروریات زندگی کے علاوہ جنگی مہموں کے لئے بھی اخراجات کے انتظامات کرتے تھے۔ ان تمام ضروریات کو اگر کوئی صرف مال غنیمت پر منحصر کرے تو کتنی بڑی بے انصافی ہے اور غلط بیانی کی جاتی ہے کہ مسلمان جنگیں اس لئے لڑتے تھے کہ اپنی اقتصادی حالت کو سدھار سکیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ مہاجرین صحابہ کرام نے عہد نبویؐ ہی میں تجارت' زراعت کے ذریعہ دولت مندی حاصل کی تھی مدینہ کے انصار بھی اکثر متمول تھے۔

عہد نبویؐ میں جزیرہ نمائے عرب کے مسلمانوں کی معیشت کے بنیادی عناصر چار تھے جن کے ذریعے ضروریات زندگی اور جنگوں کے مصارف برداشت کرتے تھے۔ (۱) تجارت و کاروبار (۲) زراعت (۳) صنعت و حرفت (۴) اور محنت مزدوری۔ ان میں سے پہلے دو یعنی تجارت اور زراعت تو مسلم معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت سے تھے۔ مہاجر صحابہ کرام بوقت ہجرت زیادہ تر آسودہ حال اور خوشحال تھے بلکہ ان میں سے اکثر متمول اور مالدار طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ بلکہ بوقت ہجرت منقولہ جائداد بھی مکہ سے مدینہ منورہ منتقل کرا چکے تھے۔ ہجرت سے پہلے بھی اکثر صحابہ کرام دور جاہلیت میں تجارت اور زراعت سے مستفید ہوا کرتے تھے۔ ان کے قافلے براستہ مدینہ منورہ ملک شام جایا کرتے تھے۔ بلکہ خود نبی کریم ﷺ تجارتی قافلوں میں شریک تھے۔ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے کاروبار کا سلسلہ بھی

Marfat.com
Marfat.com

ابتدائی دور میں رہا اسی کاروبار کی دلچسپی اور دیانت داری' شرافت اور تجربہ کے پیش نظر ہی مکہ مکرمہ کی اس متمول خاتون نے آپ ؐ کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا پسند فرمایا۔ تمام مہاجرین مفلس اور نادار نہ تھے بلکہ چند ایسے تھے جن کی امداد کی ضرورت پیش آئی ہو گی اگر سب مہاجر مفلوک الحال ہوتے تو مقامی آبادی خصوصاً" مدینہ کے یہود قطعاً" ان کو اپنے ہاں برابری کی سطح پر تسلیم نہ کرتے بلکہ اکثر متمول یہودی ان میں سے اکثر مہاجرین کو اسلام قبول کرنے سے پہلے جب کہ یہ کاروبار کے سلسلہ میں مدینہ منورہ کے پڑاؤ پر ٹھہرتے تھے' جانتے پہچانتے تھے۔ مدینہ کے یہود عموماً" کاروباری لوگ تھے ان کے کاروبار کی شہرت کی وجہ سے ہی ان کے قبیلے بن گئے تھے۔ جیسے بنی قیسقاع ہے' قیسقاع کے لفظی معنی سنار کے ہیں سونے کے کاروبار انہی کے ہاتھ میں تھے' بڑے مالدار اور اثر ورسوخ کے مالک تھے 'ضرورت مند لوگوں کو سود پر رقومات دیتے تھے۔ اسی طرح بنی نضیر قبیلہ تھا' نضیر کے لفظی معنی سر سبز اور شاداب پودا یا ترو تازہ درخت کے ہیں' یہ قبیلہ زراعت پیشہ تھا' مدینہ کی اکثر زمینیں ان کے مقبوضات میں شامل تھیں ایک دوسرا قبیلہ نبو قریظہ کا بھی تھا' جو کہ چمڑے کا کاروبار کرتا تھا۔ قریظہ کے معنی وہ درخت جس کی چھال سے چمڑے کو رنگا جاتا ہے۔ چونکہ یہ قبیلہ چمڑے کا کاروبار یعنی جفت سازی یعنی موچی کا کام کرتے تھے عام یہودی اس پیشے کو حقیر سمجھتے تھے اسی لئے اس قبیلہ کے مقتول کا خون بہا بہ نسبت دوسرے قبیلہ کے مقتول کے نصف مقدار میں تسلیم کیا گیا تھا۔ مگر جب آنحضرت ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو اس قبیلہ کا بھی خون بہا دوسروں کے برابر تسلیم کرایا۔ اسی سابقہ قانون کو بدلنے پر بنو نضیر قبیلہ کا ایک شخص کعب بن اشرف آپ ؐ کا سخت مخالف بن گیا کہ انہوں نے ایک حقیر پیشہ سے تعلق رکھنے والے قبیلہ کا خون بہا یہود کے معزز ترین قبیلوں کے برابر مقرر کرایا۔ ان کا خیال تھا کہ ہم کو ان کے برابر تسلیم کرا کے ذلیل کرا رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی آسانی

Marfat.com
Marfat.com

شریعت کے پیرو کار تھے مگر اپنی آسمانی کتاب یہود کے مدینہ میں اپنے قومی مدارس (تعلیم کے ادارے) میں انبیاء اور رسولوں کے حالات خود بھی پڑھتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی پڑھاتے تھے بعض دینی اور شرعی احکامات کو مانتے تھے۔ یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اپنی عیدیں الگ مناتے تھے۔ عرب عورتیں ان یہودیوں سے اس قدر متاثر تھیں کہ جس عورت کا کوئی لڑکا زندہ نہ رہتا تو وہ بچہ کے پیدائش سے پہلے منت مانتیں تھیں کہ اگر بچہ زندہ رہا تو اس کو یہودی بنا دیں گے۔ یہودی مالی اعتبار سے مستحکم' سودی لین دین کے عادی' سونے چاندی کے بیوپار اور دولت پر جان دینے پر ہر وقت تیار رہتے' اکثر کسانوں کو کھیتی باڑی پر قرض دیکر زراعت کا اکثر حصہ ان سے سود میں بٹور لیتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات عربوں کے بچوں اور عورتوں کو بھی رہن رکھ لیتے تھے۔ کاروباری اداروں میں اپنے من مانے قواعد ضوابط تسلیم کراتے تھے۔ مارکیٹ میں مصنوعی قلت پیدا کر کے چور بازاری کو فروغ دیتے تھے' ذخیرہ اندوزی ان کا محبوب مشغلہ تھا' جس کی وجہ سے عام عربوں کا استحصال کرتے تھے بلکہ میٹھے پانی کو بھی عربوں پر ڈولوں کے حساب سے فروخت کر کے منافع بخش کاروبار بنا لیا تھا۔ کئی دفعہ دوسرے قبیلوں کی آپس میں لڑائی کرادیتے اور چوہدری اور علاقہ کے معتبر بن کر ان کی صلح کرادیتے۔

یہودیوں کی اصلی زبان عبرانی تھی' عبادت اور تعلیمی کاروبار اسی عبرانی زبان میں کرتے تھے۔ عربی پر بھی عبور تھا' مگر اس میں بھی عبرانی کے محاورے اور الفاظ کی آمیزش کرتے رہتے تھے۔ یہودیوں کے تینوں مشہور قبائل آپس میں متحد نہ تھے' مگر چوہدراہٹ کی خاطر اوس اور خزرج کو پہلے آپس میں لڑا کر پھر ان کو اپنے سقیفے (چوپال) میں بلوا کر صلح صفائی کرا دیتے یہ ایک مختصر سا جائزہ ہے جب کہ مہاجرین مکہ مکرمہ سے مدینہ منتقل ہوئے تھے ایسے حالات میں اگر تمام مہاجرین تنگدست اور مفلوک الحال ہوتے تو کیا ایسے یہودی ان کو اپنے ہاں

Marfat.com
Marfat.com

پاؤں جمانے دیتے؟

رسول اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ آکر ان حالات کا جائزہ لے کر پہلے مہاجرین کی مستقل آباد کاری کی طرف توجہ فرمائی' پھر مہاجرین اور مقامی باشندوں کے حقوق اور فرائض کا تعین کرایا گیا اور پھر مدینہ کے غیر مسلم عربوں اور خاص طور پر یہودیوں سے سمجھوتہ کرایا گیا۔ یہ تمام امور ابتدائی دور میں حضرت انس بن مالکؓ کے گھر میں مدینہ کے مسلم اور غیر مسلم آبادی کے معززین کو جمع کرا کے طے کرائے گئے تھے' اور ایک تحریر کی شکل میں سب کے اتفاق اور صلح صفائی سے محفوظ کرائے گئے تھے۔ مقرازی کی کتاب "امتاع الاسماع" کے مطابق یہ دستاویز حضور اکرم ﷺ کی تلوار کے نیام میں ہمیشہ رہتی تھی۔ اور جب یہ تلوار حضرت علیؓ کو ملی تو انہوں نے کوفہ میں لوگوں کو اس کا کچھ حصہ پڑھ کر سنایا تھا اس دستاویز کو "صحیفہ" اور "کتاب" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

یہ دستاویز حکمرانوں کے لئے ایک بہترین لائحہ عمل ہے کہ ایسا مثالی تاریخ ساز انقلاب آفرین اور جاوداں دستور' عہد نامہ' نوشتہ اور صحیفہ نبی امی حضرت محمد ﷺ کی نبوت اور رسالت کا ناقابل تردید ثبوت ہے ایک الہامی دستاویز ہے اس کی تیاری ہجرت مدینہ کے پہلے سال ہی میں تقریباً پانچ ماہ بعد بروز جمعرات ضبط تحریر میں آئی یہ حالات تھے۔ مہاجرین مکہ جب مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہوئے ان حالات کے ہوتے ہوئے مغربی مؤرخین اور مستشرقین کہاں تک حق بجانب ہیں کہ حضور ﷺ کی قیادت میں جو ریاست مدینہ منورہ میں قائم ہوئی تھی اور جنگوں کی ضرورت پیش آتی رہی ان کے نتیجہ میں جو مال غنیمت ملتا رہا وہ کس حد تک مسلمان مہاجرین یا دوسرے مفلوک الحال مسلمانوں کی ضروریات زندگی کی کفالت کر سکتا تھا۔ دس سال کی حکومت مدینہ میں اگر کسی جنگ کا موقعہ آیا تھا تو وہ دفاعی جنگ تھی مسلمان اپنی اقتصادی معیشت کو مستحکم کرنے کی خاطر نہ تو کسی قافلہ پر حملہ

Marfat.com
Marfat.com

آور ہوتے تھے اور نہ ہی کسی دوسری ریاست کو اپنے قبضہ میں لانے میں ابتداء کرتے تھے۔ اسلامی جہاد کا فلسفہ ہی یہ ہے کہ پہلے دشمن اسلام کو دعوت اسلام دو اگر دعوت قبول کرلی جاتی تو جنگ کا مسئلہ ہی نہ رہتا۔ اور اگر کوئی دعوت اسلامی کو قبول نہ کرتا تو پھر اس کے سامنے اسلامی ریاست کی قیادت کو قبول کرنے کی ہدایت کی جاتی اس صورت میں اگر اسلامی اقتدار کو قبول کرلے تو پھر اسلامی قیادت کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اس کی حفاظت کرے اس کے مال و دولت اور جان کی حفاظت کی گارنٹی دی جاتی ہے اور اس کے عوض برائے نام ایک ٹیکس (جزیہ) لگا دیا جاتا پھر اس ٹیکس کو بھی اسلام کے ماتحت رہنے والی اقلیت کی فلاح و بہبود پر ہی خرچ کیا جاتا ہے۔ کسی غیرمذہب والے کا استحصال قطعاً نہیں کیا جاتا۔

اسلامی تاریخ یا جنتری کی ابتداء

تاریخ اسلام کی ابتداء بھی مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اس سے پہلے ہر ملت اور قوم میں کسی تاریخ کی ابتداء کسی اہم واقعہ سے شروع کی جاتی تھی جب مدینہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی تو مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ اس حکومت کی تاریخ کس واقعہ سے شروع کی جائے۔

امام شہاب زہریؒ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق تاریخ اسلام کی ابتداء اسی روز سے عمل میں آئی جب آپ ﷺ ہجرت کی پہلی منزل "قبا" پر پہنچے، یعنی ماہ ربیع الاول سے تاریخ اسلام کا آغاز ہوا (قسطلانی مواہب لدنیہ ۱۹۸)۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں ایک تحریر ان کے خدمت میں پیش کی گئی جس میں صرف شعبان درج تھا۔ امیر المومنین نے دریافت کیا یہ کون سا شعبان ہے؟ سال رواں کا یا سال گزشتہ یا آئندہ آنے والا شعبان؟ اس کے بعد اصحاب رسولؐ کا ایک اجلاس منعقد ہوا اور اس میں یہ مسئلہ زیر بحث لایا گیا کہ وہ کون سا واقعہ امتیازی حیثیت رکھتا

Marfat.com
Marfat.com

ہے جس سے بعد میں بھی اس شعبان کی حقیقت پوری طرح واضح ہوسکے۔ اس زمانے میں مختلف سن رائج تھے جو اپنے اپنے علاقہ کے کسی اہم واقعہ کی طرف منسوب تھے۔ مثلاً" بابلی سنہ کو بخت نصر کی پیدائش کے وقت سے منسوب کیا جاتا تھا۔ یہودی تاریخ کی بنی اسرائیل کے مصر سے خروج کے واقعہ سے ابتداء ہوئی ہے۔ رومی سنہ رومیوں نے اپنے پہلے فاتح سکندر اعظم کی پیدائش کو اور کچھ عرصہ بعد اگسٹس کی پیدائش سے اپنا سنہ شروع کرایا۔ عیسوی سنہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت سے منسوب کیا گیا۔ ہندوستان میں سنہ راجہ بکما جیت کی پیدائش سے شروع کیا گیا اور عربی سنہ کو عرب کے لوگ اپنے علاقہ کے کسی اہم واقعہ سے سنہ کی ابتداء کرتے تھے۔ اس زمانہ میں خانہ کعبہ پر ابرہہ اشرم کا حملہ ایک اہم واقع مشہور تھا جس نے ہاتھیوں کا عظیم لشکر تیار کر کے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے ابابیل جیسے ننھے منے پرندہ کے ایک غول کے ذریعہ ہاتھیوں پر کنکریوں کی بارش کرائی۔ اس واقعہ کی نسبت سے اس سال کو عام عرب عام الفیل کہتے تھے (ہاتھیوں کا سال)۔ اسی واقعہ کو قرآن کریم کی ایک سورۃ میں بیان کیا گیا ہے۔ نزول قرآن حکیم کے بعد سورتوں کے نازل ہونے کی نسبت سے تاریخی واقعات یاد رکھے جانے لگے۔ ہجرت کے بعد منکرین اسلام سے قتال کی اجازت جب ملی تو پھر کچھ عرصہ تک اس کو تاریخی واقعہ کے طور پر یاد رکھا جارہا تھا۔ سورہ توبہ کے نزول کے وقت سے بھی تاریخ کی یاد منائی جاتی رہی اور جب حجۃ الوداع پر آپ ﷺ نے تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا تو اسی کی نسبت تاریخ شمار کی جانے لگی۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں اکابر صحابہ کے درمیان یہ مسئلہ جب زیر غور آیا تو اس کے لئے صحابہ کرام نے اپنے اپنے خیالات کے مطابق عہد نبوت میں پیش آمدہ واقعات کی نسبت سے تجاویز پیش کرنا شروع کئے مثلاً" تاریخ پیدائش حضورؐ یا جب نبی اکرم ﷺ نے اعلان نبوت جس عمر شریف میں کیا تھا اس وقت کو بھی زیر غور لایا گیا' مکہ

Marfat.com
Marfat.com

مکرمہ سے ہجرت کی وقت کو اہم سمجھا گیا' یوم بدر کو بھی زیر غور لایا گیا۔ فتح مکہ کے دن کو شمار کرنے کی تجویز رکھی گئی۔ قرآن کریم میں تکمیل دین کے سلسلے میں جو آیت نازل ہوئی اس کے متعلق بعض صحابہ نے رائے دی۔ اور پھر بعض صحابہ کرام نے خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کے وصال کے وقت کو اسلامی تاریخ مقرر کرنے کی سفارش بھی کی تھی۔ کافی غور و فکر کے بعد آخری فیصلہ حضرت علیؓ کی اس رائے پر ہوا کہ تاریخ اسلامی کے لئے موزوں اور اہم وہ دن ہو سکتا ہے جس دن آپؐ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لئے ہجرت کا فیصلہ کیا تھا' سب صحابہ کرام نے اس دن کو اہم سمجھتے ہوئے تاریخ اسلامی کے لئے ابتدائی دن سمجھ کر قبول کر لیا۔ اس فیصلہ کے بعد یہ مسئلہ بھی زیر غور آیا تھا کہ ہجرت تو ماہ ربیع الاول میں ہوئی تھی۔ کیا اسی مہینہ کو پہلا مہینہ قرار دیا جائے؟ تو اس موقعہ پر فیصلہ حضرت عثمان غنیؓ کی اس رائے کو اختیار کیا گیا۔ کہ سال کی ابتداء محرم الحرام کے مہینہ سے کی جائے' کیونکہ آپ ﷺ نے اگرچہ ہجرت ماہ ربیع الاول میں کی تھی۔ اور صحابہ کرام کو بھی عشرہ ذی الحجہ کے بعد مدینہ کے لئے ہجرت کرنے کی اجازت دیدی گئی تھی۔ اور نئے سال کا آغاز بھی عہد جاہلیت میں محرم سے ہوتا رہا تھا۔ لہذا باہم اتفاق رائے سے یکم محرم الحرام سنہ سے اسلامی تاریخ کی ابتداء کی گئی یہ تاریخ سنہ کی تقویم کے مطابق ۱۶ جولائی ۶۲۲ء کو ہے۔ اس فیصلے کے بعد سن ہجری کا اندراج ۲۰ جمادی ۱۷ عیسوی مطابق ۹ جولائی ۶۳۸ء سے ہونے لگا۔

اسلام میں عید کا تہوار

دنیا میں سب سے پہلی عید قابیل کی اولاد میں سے ایک شخص "بار" نامی نے منانا شروع کی تھی۔ اس شخص کا اپنی قوم میں کافی حد تک اثرورسوخ تھا۔ اس عید کی حقیقت یہ تھی کہ جب دنیا میں آدم علیہ والسلام کے سب سے پہلے فرزند "قابیل" نے اپنے بھائی "ہابیل" کے

Marfat.com
Marfat.com

بے گناہ خون سے زمین کو لالہ زار بنایا تو قابیل اپنے اس وحشیانہ فعل سے نادم و منفعل ہو کر اپنی اولاد کو لے کر حضرت آدم علیہ والسلام کی دوسری اولاد سے جدا ہوگیا۔ یہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت شیث علیہ السلام کی وفات کے بعد آگ کی پرستش کرنے لگے۔ "بار" نے اس معتوب قوم کو اپنی قیادت میں لا کر دینا بھر کی خرافات میں مبتلا کرایا۔ یہ شخص حضرت آدم علیہ والسلام کا پانچواں وصی اور خلیفہ بنا۔ اسی کی اولاد میں حضرت ادریس علیہ والسلام بھی تھے۔ آدم علیہ السلام کے خاندان میں دو گروہ بن گئے ایک نیکو کاروں پر مشتمل تھا اور دوسرا گروہ "بار" کی زیر اقتدار رہنے والے لوگوں کا تھا۔ ان دونوں کو اپنے آباؤ اجداد کی ہدایت تھی کہ تم دونوں گروہ الگ الگ رہو گے مگر چند عرصہ بعد اپنے بزرگوں کی ہدایت کو پس و پشت ڈال کر آپس میں صلح صفائی کرکے پھر اکٹھے رہنا شروع کیا جس دن ان دونوں گروہوں کی صلح ہوئی تھی۔ اس دن کو انہوں نے خوشی اور انبساط سے منانے کے لئے انتظام کرانا شروع کیا' اور پھر اسی دن کو عید کے نام سے شہرت حاصل ہوئی۔ نوع انسانی میں پہلی عید اسی کو ٹھہرایا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ والسلام کے عہد میں بھی مختلف علاقوں میں متعدد عیدیں منائی جاتی تھیں۔ ان کی بت پرست قوم زور و شور سے عید کا تہوار مناتی تھی۔ اسی قسم کے ایک تہوار کے موقعہ پر جب قوم عید کی خوشی میں مصروف تھی تو حضرت ابراہیم علیہ والسلام نے ان کے بت خانہ میں تمام بتوں کو توڑ کر ایک بڑے بت کے کندھے پر اپنی کدال کو رکھ کر چھوڑا۔ اسی تقریب میں بت شکنی کے واقعہ کو قرآن حکیم میں بیان کیا گیا ہے۔

مصری اقوام میں بھی عید کی تقریب منائی جاتی تھی ان کی عید نو روز کو بہت بڑا میلہ منعقد ہوتا تھا۔ اسی طرح قوم یہود عاشورہ کو یوم عید کے طور پر مناتی تھی۔ یوم عاشورہ کو یوم عید کے طور پر منانے کی ابتداء حضرت نوح علیہ والسلام کے یوم نجات کی وجہ سے ہوئی تھی۔

Marfat.com
Marfat.com

عیسائیوں میں یوم پیدائش حضرت عیسیٰ علیہ والسلام کو عید کے لئے مقرر کیا گیا۔

حضور ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس دور میں یہاں کے باشندے چھوٹے چھوٹے تہواروں کے علاوہ نو روز اور مہرجان کے تہوار بھی مناتے تھے تو اسی ثقافت کو زندہ رکھنے کے لئے مسلمانوں میں بھی دو دن خوشی کے اظہار کے طور پر منعقد کرانے کا انتظام کرایا گیا۔ البتہ طریقہ کار تخریبی کے بجائے تعمیری نقطہ نظر سے رواج دیا گیا ایک دن رمضان کے اختتام پر ماہ شوال کے پہلے دن کو عید الفطر کے نام سے' اور دوسراً دن حج کے ایام کے مناسک پورے کرنے کے اختتام پر عیدالاضحیٰ قربانی کا دن مقرر کیا گیا۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں بڑے بڑے قومی امور عید گاہ میں طے کئے جاتے تھے مثلاً" جہاد کے لئے کسی گروہ کے بھیجنے کا فیصلہ اسی موقع پر ہوتا تھا۔ عرب کے خاص خاص کھیل جن میں شجاعت اور فوجی اور جنگی مشقیں منعقد کرنا اور جذبہ جہاد ابھارنا' گھڑ سواری' نشانہ بازی' تیر اندازی' پہلوانی کشتیاں کرانا وغیرہ تقریبات عموماً" ایام عید میں منعقد کی جاتی تھیں ان میں جذبہ جہاد کو ابھارنے کے پہلوؤں کو خصوصی طور پر اہمیت دی جاتی تھی۔

جنت البقیع

دیار رسولؐ مدینہ منورہ کی سرزمین اس کرہ ارض میں بے شمار خوبیوں کی حامل ہے اسی خطہ میں جسد اطہر ﷺ بمعہ صحابہ کرام کے اجساد کی موجودگی بھی باعث شرف تھی۔ اسی خطہ میں مسجد نبویؐ میں ایک ایسا قطعہ بھی موجود ہے جس کو ریاض الجنتہ ہونے کا شرف حاصل ہے یہ ٹکڑا منبرٔ رسول ﷺ اور حجرہ مبارک کے درمیان واقع ہے اس کی بے شمار خوبیاں روایات میں مذکور ہیں۔ اس طرح مدینہ منورہ میں ایک ایسا خطہ بھی موجود ہے جس میں مسلمانوں کو مرنے کے بعد مدفون ہونے کا اعزار قسمت والوں کو نصیب ہوتا ہے

Marfat.com
Marfat.com

اس خطہ کو "جنت البقیع" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہر انسان کی موت کا وقت مقرر ہے اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کی زندگی کا اختتام ایمان کے ساتھ ارض مقدس میں ہوا وہ مقدس مٹی کے اندر دفن کئے جاتے ہیں اسی طرح مکہ مکرمہ میں بھی ایک خطہ موجود ہے جس کو جنت المعلیٰ کے قبرستان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ خطہ در اصل مسلمانوں کی زندگی کے بعد کے ایام کے لئے کیمپ کی حیثیت رکھتا ہے جیسے کہ زندگی میں مسجد کا خطہ انقلابیوں کا کیمپ ہوتا ہے۔

جنت المعلیٰ

جنت المعلیٰ کے قبرستان میں دفن کئے جانے والوں کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہاں قیامت کے دن ایسے نیک اور صالح لوگ اٹھیں گے جن سے حساب نہیں لیا جائے گا اور پھر بغیر کسی حساب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اور ہر جنتی ستر ہزار لوگوں کی سفارش کرے گا اور ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہونگے۔ اسی قبرستان میں ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ حضرت عبدالرحمان بن ابی بکرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ، حضرت فضیل بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت قاسمؓ حضرت طاہرؓ حضرت طیبؓ اور دیگر صحابہ کرام اور صحابیات، اولیاء عظام اور بزرگان دین استراحت فرما ہیں۔ جنت البقیع کے بعد مسلمانوں کے تمام قبرستانوں سے افضل جنت المعلیٰ ہے اس کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ یہ قبرستان خانہ کعبہ کے قریب شمال اور مغرب کی جانب سے دو پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے یہ وسیع و عریض قبرستان زمانہ جاہلیت سے چلا آرہا ہے اسی قبرستان میں حضور اکرم ﷺ کے اجداد کے اجسام بھی محفوظ ہیں۔ حرم کعبہ کی جانب سے جنت المعلیٰ کا قبرستان شمال مشرق کی طرف تقریباً" نصف کلومیٹر کے فاصلہ پر شارع غزہ پر "مسجد جن" کے قریب واقع ہے۔ اس کے ارد گرد اونچی فصیل بنائی گئی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

صدر دروازہ "مسجد جن" کی جانب سے ہے دروازہ کے اندرونی حصہ میں ڈیوڑھی بنی ہوئی ہے جس میں قبرستان کے متعلق دفاتر بنے ہیں ڈیوڑھی سے آگے قبرستان میں عورتوں کو جانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اندر جانے کے لئے زائرین پختہ راستوں پر جاتے ہیں قبرستان میں کسی قبر کو پختہ نہیں بنایا گیا پرانے قبور پر سیاہ رنگ کے پتھر رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔

"جنت المعلیٰ" کو ایک پل دو حصوں میں تقسیم کرنے کا باعث بنا ہوا ہے' اس پل کے اوپر سے گذرنے والی شاہراہ مدینہ منورہ کی طرف جاتی ہے' پہاڑی کے ساتھ ایک چار دیواری ہے جس پر ایک گیٹ (دروازہ) لگا ہوا ہے اس کے اندر کی جگہ حضور ﷺ کے اہل خانہ کے لئے مخصوص کی گئی ہے اسی حصہ میں خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر موجود ہے۔

اسلام سے پہلے بھی عربوں میں اموات کو دفنانے کا رواج تھا بلکہ اموات کو زمین میں دفنانے کا رواج نوع انسانی کے ساتھ ہی اس عالم ناپائدار میں ہو چکا تھا۔ جیسے کہ اولاد آدم علیہ والسلام نے اپنے بھائی کو جب قتل کیا تو میت کو سنبھالنے کے طریقہ سے نابلد تھا صبح کے وقت ایک کوے کو دیکھا کہ وہ اپنے پنجوں سے زمین میں اپنے ایک مرے ہوئے ساتھی کوے کو دفنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسی کے عمل سے آدم علیہ والسلام کے بیٹے کو انگیخت ہوئی اور اس نے بھی زمین میں اپنے بھائی کی لاش کو دفنایا۔ اگرچہ بعض اقوام میں اموات کو جلانے کا رواج بھی ہو چکا ہے مگر سائنسی نقطہ نظر سے حفظان صحت کے اصولوں کے خلاف ہے کیونکہ جب لاش کو جلایا جاتا ہے۔ تو اس کی جسمانی آلائشیں اور امراض سے متاثرہ ہوئے حصے جب جلیں گے تو دھوئیں سے فضاء میں پھیل کر تعفن پیدا کریں گے۔ جب کسی لاش کو زمین میں دفنا دیا جاتا ہے تو پھر اس کا تعفن اگر ہو تو وہ بھی زمین میں دفن ہو کر باقی انسانوں

Marfat.com
Marfat.com

اور حیوانات میں امراض پھیلانے کا ذریعہ نہیں بنتا۔ پھر قدرتی طریقہ بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو جسم زمین کے ایلیمنٹ (عناصر) سے تربیت پاچکا تھا وہی جسم دوبارہ زمین میں ہی محفوظ رہ سکتا ہے جیسے کہ ہر شے اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

اسلام سے پہلے بھی عربوں میں یہی طریقہ رواج پاچکا تھا کہ وہ اپنے اپنے قبیلہ کی اموات کے لئے الگ الگ قبرستان کی جگہ مقرر کر دیتے تھے مثلاً" مکہ میں ہی جنت المعلیٰ کے علاوہ اور قبرستان بھی موجود تھے جو کہ آبادی کے بڑھنے کی وجہ سے اب معدوم ہو چکے تھے۔

اسی طرح مدینہ منورہ میں بھی ہر قبیلہ کا اپنا اپنا مقبرہ موجود تھا مثلاً" انصار مدینہ کے لئے قبرستان بنو ساعدہ تھا' عبدالاشہل اور بنو حطمہ' بن نجار قبیلوں کے بھی الگ الگ مقبرے موجود تھے۔

جنت البقیع جہاں واقع ہے یہاں ابتدا" جھاڑیاں تھیں ان کو کاٹ کر جگہ صاف کرائی گئی۔ عربی میں جھاڑی کو غرقد کہا جاتا ہے اسی لئے جنت البقیع کا ایک نام .بقیع الغرقد بھی ہے یعنی جھاڑیوں والا قبرستان تھا۔

حضور ﷺ کا ایک ارشاد ہے کہ اس دنیا میں دو قبرستان ایسے بھی ہیں جن کی روشنی آسمان والوں کو ایسے دکھائی دیتی ہے جیسے ہم زمین والوں کو چاند اور سورج چمکتے نظر آتے ہیں ایک مدینہ کا قبرستان جنت البقیع اور دوسرا قبرستان "عقلان" کا۔ جس خوش نصیب مسلمان کو جنت البقیع کے قبرستان میں دفن ہونے کی سعادت نصیب ہو جائے گویا اس کو جنت حاصل ہوگئی۔ حضور ﷺ اکثر اوقات جنت البقیع میں تشریف لے جا کر .بقیع کے مکینوں کے لئے دعاء مغفرت فرمایا کرتے تھے آپؑ فرماتے تھے کہ السلام علیکم قوم مؤمنین کے گھر والو تم کو جس چیز کا وعدہ دیا گیا تھا وہ پورا ہوگیا ہے ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

اللہ البقیع الغرقد والوں کو بخش دے۔

ابتداءً جنت البقیع کے درمیان صرف سڑکوں کا فاصلہ ہی رہ گیا ہے یہ رقبہ اب سڑک کے کنارے پر اونچی جگہ پر واقع ہے۔ اردگرد فصیل بنی ہوئی ہے چند سیڑھیاں اوپر چڑھ کر مرکزی دروازہ سے اندر داخل ہونا پڑتا ہے۔

جنت البقیع کے کنارے فصیل کے نیچے اب دکانیں بن چکی ہیں وہاں تبرکات وغیرہ فروخت کیے جاتے ہیں۔ جنت البقیع کے شمالی جانب متبرک مقامات کی زیارت کے لیے جانے والی ٹرانسپورٹ کا اڈہ موجود ہے۔

ایک روایت میں ارشاد ہوا ہے کہ جنت البقیع سے قیامت کے روز ستر ہزار نفوس اٹھ کر بغیر کسی قسم کے حساب کے جنت میں داخل ہونگے۔

اس قبرستان میں اہل بیت کے علاوہ تقریباً دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے اجسام بھی دفن ہیں جنت البقیع کا رقبہ شارع ابوذر غفاریؓ شارع عوالی، شارع مین، شارع الملک عبدالعزیز کے درمیان آچکا ہے تمام قبریں کچی ہیں نشانات کے طور پر ان کے اوپر کالے پتھر رکھ دیئے گئے ہیں۔

قبرستان میں عورتوں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ قبرستان میں چلنے پھرنے کے لیے راستے بنے ہوئے ہیں۔ تمام رقبہ ریتلا اور کالی رنگ (سرما۔) کی مٹی پر مشتمل ہے۔

یوم الجمعہ: جمعہ کے دن کو اسلام سے پہلے یوم العروبہ کہا جاتا تھا۔ روایات میں ہے، نبی اکرم ﷺ کے جدامجد کعب بن لوی اس دن قوم قریش کو جمع کر کے خطبہ دیتے تھے اور قریش کو نبیؐ کی بعثت کی خوشخبری سناتے تھے تو کعب نے اس دن کو لوگوں کے جمع ہونے کی وجہ سے یوم الجمعہ کہنا شروع کیا۔ یہ دور حضور ﷺ سے پانچ سو ساٹھ سال پہلے کا تھا۔ حضور ﷺ نے یثرب کی آمد سے پہلے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو تبلیغ کے لیے یہاں مقرر کیا تھا۔ انہوں نے ہی حسب سابق یوم العروبہ کو اجتماع عام تبلیغ کی خاطر مقرر کیا تھا اور پھر خیال آیا کہ مسلمانوں کے لیے بھی کوئی خاص دن مقرر ہونا چاہیے تو پھر اسی یوم العروبہ کو یوم الجمعہ بنا دیا۔

Marfat.com
Marfat.com

مدینہ کی ریاست میں آزادی رائے وفکر

مدینہ کی حکومت میں اقلیت کو بھی اظہار رائے کی آزادی تھی کسی غیر مسلم کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا نہ حضور ﷺ نے کسی کو مجبور کیا اور نہ ہی ان کے پیروکاروں نے بغیر کسی وجہ کے کسی پر ظلم وتشدد روا رکھا چونکہ ان کی تربیت بھی عدم تشدد اور محاذ آرائی سے بچ کر رہنے کے ماحول میں ہی ہوئی تھی اسی محاذ آرائی سے بچنے کی خاطر مکہ میں دس سال تک مشرکین کی طرف سے جسمانی اور ذہنی اذیتیں برداشت کرتے رہے تھے اور اب جب مدینہ میں یہ انقلابی گروہ برسر اقتدار آ گیا اور معاشی حیثیت سے بھی خود کفیل ہو گیا تو پھر ان کی خود اعتمادی کا تقاضا یہی تھا کہ کسی پر زیادتی نہ ہو اور نہ ہی کسی کی حق تلفی ہو حالانکہ مدینہ میں ہنگامی صورت حال تقریباً دس سال رہی مشرکین مکہ نے مدینہ پر تین بڑے بڑے حملے بھی کئے جب کہ چھوٹی چھوٹی سرحدی لڑائیاں تو روز مرہ کا معمول تھا یعنی مجموعی حیثیت سے مدینہ ہر وقت ایک جنگی کیمپ کی صورت اختیار کئے ہوئے تھا۔

جیسے کہ پاکستان اور بھارت کی دو ریاستیں باہم کشمکش میں روز مرہ مبتلا رہتی ہیں۔ اندرون شہر یہودیوں اور منافقین کی سازشیں اور ریشہ دوانیاں اس پر مستزاد تھیں ایسی صورت حال میں سربراہ مملکت نے بھی کسی سے اختلاف اور تنقید کا حق سلب نہیں کیا حد تو یہ ہے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی جیسے فتنہ پرداز سے بھی تعرض نہیں فرمایا، کمزور معاندین کی رعونتوں کو بھی صبر وتحمل سے برداشت کیا۔ آپؐ نے حسن اخلاق اور نرمی سے دشمنوں کو رام کیا۔ تاریخ میں ایسے واقعات کی بے شمار مثالیں محفوظ ہیں۔ دور نہ جایئے مکی دور میں دشمنان اسلام نے کیا کچھ نہیں کیا۔ ایک لمحہ کے لیے بھی مسلمانوں اور حضور اکرم ﷺ کو چین اور آرام سے رہنے نہ دیا، حالانکہ آپ ﷺ نے عدم تشدد اور محاذ آرائی سے کنارہ کشی کی پالیسی بھی اپنائی ہوئی تھی، ایسی صورت حال برداشت کرتے ہوئے بھی جب اہل مکہ قحط اور بھوک سے دوچار ہوئے ان طاغوتی طاقتوں پر تنگ دستی کا

Marfat.com
Marfat.com

دور آیا تو آپ ﷺ نے اہل مکہ کے لئے غلہ کی رسد جاری کرادی مکہ شہر کے غرباء و مساکین کے لئے پانچ سو اشرفی نقد کی صورت میں ارسال کیں اسی طرح ایک بار مشرکین مکہ نے جنگ بدر کے موقع پر شکست فاش کے نتیجہ میں جب مسلمانوں کے ہاتھ قیدی بننا قبول کیا اور سخت بندھن کی وجہ سے قیدی کراہنے لگے تو آپ ﷺ سو نہیں سکے تھے ان قیدیوں کی تکلیف کی وجہ سے تو آپؐ نے حکم دیا کہ قیدیوں کے بندھن ڈھیلے کر دیں اس سے قیدیوں کی تکلیف کم ہوئی تو تب جا کر آپ ﷺ کو سکون ملا۔ اسی طرح ایک بار بنو ہوازن کے چھ ہزار قیدیوں کو صرف ایک اپیل پر نبی کریم ﷺ نے رہا کرا دیا۔

آپ ﷺ کے رحمتہ للعلمین ہونے کا مظاہرہ فتح مکہ کے روز بھی دیکھنے میں آیا مکہ کے مفتوح لوگ وہی تھے جو متواتر بیس سال تک شب و روز آپؐ کو ایذا رسانی کے متعلق ہی سوچتے رہتے تھے آج یوم فتح میں بے بس ہو کر آپ ﷺ کے سامنے سرنگوں کھڑے ہیں آپؐ سے رحم کی التجا کر رہے تھے اور اسی خوف میں سانس لے رہے تھے کہ آج ہم سے ہمارے پچھلے کردار کا انتقام لیا جائے گا ہر ایک کے سامنے موت کے سائے رقص کرتے نظر آ رہے تھے مگر یہاں تو معاملہ ہی اور تھا جب کہ فاتح کو انتقام لینے پر پوری پوری قدرت حاصل تھی اور دشمن کے بیس سالہ ایذا رسانی کا کردار بھی سامنے تھا مگر پھر بھی ان سب کو معاف کرنے کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ایسا کبھی نہ ہوا ہے اور نہ ہی ہو گا کوئی فوجی کمانڈر انچیف خواہ پرانے دور کا ہو یا آج کے ترقی یافتہ دور کا ایسے حالات سے دوچار ہونے کے بعد جب تک خون کی ندیاں نہ بہائے چین سے نہیں بیٹھے گا۔ مگر آپ ﷺ کے سامنے بے بس مشرکین کو نہ صرف معاف کیا جاتا ہے بلکہ ان کی دلجوئی کی خاطر مال و دولت بھی دی جا رہی ہے اور آگے بڑھ کر ان کو گلے سے لگا رہے ہیں۔ فتح مکہ کے دن آپؐ مہاجرین اور انصار کے جم غفیر کے جلو میں مسجد حرام کے اندر تشریف لائے

Marfat.com
Marfat.com

آگے بڑھ کر حجراسود کو چوما اور اس کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک کمان تھی اور بیت اللہ کے اندر اور اس کی چھت پر تین سو ساٹھ بت تھے آپ ﷺ اسی کمان سے ان بتوں کو ٹھوکر مارتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے "حق آگیا اور باطل چلا گیا' باطل جانے والی چیز ہے" اور آپؐ کی ٹھوکر سے تمام بت چہروں کے بل گرتے جاتے تھے۔ آپؐ حالت احرام میں نہ تھے اسی لئے اپنی اونٹنی پر بیٹھ کر طواف کیا اس کے بعد حضرت عثمان بن طلحہؓ کو بلا کر ان سے کعبہ کی کنجی لے لی اور خانہ کعبہ کا دروازہ کھولا گیا اور خانہ کعبہ کے اندر داخل ہو گئے۔ مشرکین نے حضرت ابراہیم اور اسماعیل کی تصاویر آویزاں کر رکھی تھیں جن کو آپ ﷺ نے وہاں سے ہٹا دیا خانہ کعبہ میں نماز پڑھی گئی اور اذان حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر دی تھی۔ خانہ کعبہ کی کنجی پھر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن طلحہؓ کو دیدی گئی۔ مکہ میں آپ ﷺ نے اس کے بعد انیس دن قیام کیا اور لوگوں کو صراط مستقیم کی تعلیم دیتے رہے

یہ ہے اجمالی طور پر فتح مکہ کی روئیداد۔ یہی وہ فیصلہ کن معرکہ اور فتح عظیم ہے جس نے بت پرستی کی قوت کو مکمل طور پر توڑ کر رکھ دیا اور اس کا کام اس طرح تمام کردیا کہ جزیرۃ العرب میں اس کے باقی رہنے کی گنجائش اور کوئی جواز نہ رہ گیا۔ کیونکہ عام قبائل منتظر تھے کہ مسلمانوں اور بت پرستوں میں جو معرکہ آرائی چل رہی ہے دیکھیں اس کا انجام کیا ہوتا ہے ان قبائل کو یہ بات بھی اچھی طرح معلوم تھی کہ حرم پر وہی مسلط ہوگا جو حق پر ہو اس سے پہلے صلح حدیبیہ اسی واقعہ کا پیش خیمہ تھا اسی واقعہ کے نتیجہ میں فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تک جا پہنچی تھی حالانکہ اس وقت صرف تین ہزار تعداد میں تھے۔ اس فتح عظیم کے بعد پورے جزیرہ کے سیاسی اور دینی افق پر مسلمانوں کا سورج چمک رہا تھا۔ اور اب دینی اور دنیاوی دونوں کے اقتدار کی قیادت آپ ﷺ کے ہاتھ میں

Marfat.com
Marfat.com

تھی۔ گویا صلح حدیبیہ کے بعد جو مسلمانوں کے حق میں نمایاں تغیر شروع ہوا تھا اس کا انجام فتح مکہ کی صورت میں ظاہر ہوا پھر اس کے بعد جو حالات درجہ بدرجہ بہتر ہونا شروع ہوئے وہ تمام مسلمانوں کے حق میں ہی تھے عرب جزیرہ کی اقوام کے سامنے اب صرف یہی ایک صورت رہ گئی تھی کہ وہ انفرادی یا اجتماعی صورت میں صراط مستقیم کی عظیم انقلابی شخصیت حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیں اور پھر اسی دعوت کو لے کر دنیا کے چاروں اطراف میں پھیلانے کا کام شروع کر دیں۔

صراط مستقیم کی دعوت ایک ایسی دعوت جو کہ ہر اس شخص کے مزاج کے مطابق ہے جو فطرت سلیمہ پر کاربند ہے' یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالے کی ذات وحدہ لاشریک ہے' اسی طرح اس کے صفات میں کوئی بلاواسطہ شریک نہیں' اس کی ربوبیت کی صفت میں بھی کوئی شریک نہیں اور یوم دین (آخرت) میں اعمال کے متعلق عدالت کا یقین کرنا ہے اور دنیا میں عمل صالحہ پر جس کو شریعت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے زندگی گذارنا ہے' یعنی ان دونوں کے مجموعہ کو دین کہا گیا ہے اور عمل کو دو اقسام میں منحصر کرنا۔ معروف اور منکر میں۔

عظیم انقلابی شخصیت ایک یورپین مصنف کی نظر میں

مائیکل ایچ ہارٹ نے اپنی ایک اہم تصنیف میں تاریخ انسانیت کی تقریباً" ایک سو اہم شخصیتیں اکٹھی کر کے بیان کی ہیں۔ ان تمام اہم شخصیتوں میں سے پہلے حضور ﷺ کا ذکر شروع کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے "دنیا میں مسلمانوں کی بہ نسبت عیسائی آبادی دگنی ہے اس لئے یہ بات تعجب خیز ہے کہ حضرت محمد ﷺ کو (اس کتاب میں) حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام سے پہلے جگہ دی گئی ہے لیکن حضرت عیسیٰ نے عیسائیت کی تبلیغ واشاعت کے لئے جو کردار ادا کیا اس کے مقابلے حضرت محمد ﷺ نے اسلام کی تبلیغ واشاعت کی جو

Marfat.com
Marfat.com

کوشش کی ہے وہ زیادہ اہم اور فعال ہے۔ حضرت عیسیٰ اخلاقیات و کردار کے احکام و ہدایات لائے۔ جبکہ سینٹ پال نے دینیات کو ترقی دیئے' لوگوں کو تبدیلی مذہب پر آمادہ کرنے اور نئے صحیفے کی تصنیف و تالیف میں اہم کردار ادا کیا۔ اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ اور سینٹ پال دونوں کی ذمہ داریاں حضرت محمدؐ نے انجام دیں اور ان کا کردار زیادہ موثر اور زیادہ فعال ہے۔ اسلام پر حضرت محمدؐ کے اثرات عیسائیت پر حضرت عیسیٰ اور سینٹ پال کے مشترکہ اثرات سے بھی زیادہ ہیں نیز حضرت محمد ﷺ ایک مذہبی و دینی لیڈر ہونے کے ساتھ ساتھ غیرمذہبی لیڈر بھی تھے اور ان کی لائی ہوئی شریعت زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔

دنیا کے بے حد اہم اور با اثر لوگوں کے زمرے میں محمد ﷺ کو سرفہرست رکھنے کے لئے میرا انتخاب بعض قارئین کے لئے باعث حیرت ہو سکتا ہے اور دوسرے اس پر معترض بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ تاریخ کی وہ واحد شخصیت ہے جو مذہبی اور غیرمذہبی دونوں سطح پر شاندار طور سے کامیاب اور فتح مند ہے۔

اعلیٰ نسب کے حامل حضرت محمد ﷺ نے دنیا کے ایک بڑے مذہب کی بنیاد رکھی اور اس کو جاری و نافذ بھی کیا اور وہ ایک بے حد بااثر سیاسی لیڈر بن گئے۔ ان کے وصال کے تیرہ سو سال بعد آج بھی ان کا اثر انتہائی طاقت ور اور نفوذ کرنے والا ہے۔ اس کتاب میں جن لوگوں کا تذکرہ ہے وہ اپنے دور کی ترقی یافتہ' مہذب اور اعلیٰ ثقافت و تمدن اور سیاسی مراکز والی اقوام میں پیدا ہونے اور نشوونما پانے والے لوگوں پر فوقیت ان کو حاصل تھی۔ حضرت محمد ﷺ جنوبی عربیہ کے شہر مکہ میں ۵۷۰ء میں پیدا ہوئے جو اس وقت دنیا کا پس ماندہ ترین اور تجارت و آرٹ کے مراکز سے دور ایک خطہ تھا۔ وہ چھ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ شرافت وانکساری کے ماحول میں پروان چڑھے' اسلامی روایات کے مطابق وہ "امی" یعنی ان پڑھ تھے' ان کی معاشی حالت اس وقت بہتر ہوئی جب انہوں نے ۲۵ سال کی

Marfat.com
Marfat.com

عمر میں ایک مالدار بیوہ سے شادی کر لی' ان کے چالیس سال کی عمر کو پہنچنے تک بہ ظاہر یہ گمان کم ہی تھا کہ وہ ایک عظیم شخصیت کی صفات کے حامل ہیں۔ اس زمانے میں زیادہ تر عرب اندھیروں میں بھٹک رہے تھے اور بہت سے خداؤں پر ایمان رکھتے تھے' تاہم مکہ میں مختصر تعداد میں یہودی اور عیسائی بھی آباد تھے۔ جن سے بلاشبہ حضرت محمد ﷺ خدا کے واحد قادر مطلق ہونے اور کائنات پر صرف اسی کی ذات سروری کا سبق سیکھا۔ محمد ﷺ جب چالیس سال کی عمر کو پہنچ گئے تو انہیں یقین ہو گیا کہ خدائے واحد (اللہ) ان سے ہم کلام ہوتا ہے اور اس نے انہیں سچے عقیدے کی تبلیغ و تشہیر کے لئے چن لیا ہے۔ تین سال تک محمد ﷺ نے اپنے قریبی دوستوں اور عزیزوں ہی میں اپنے دین کی تبلیغ کو محدود رکھا۔ لیکن تقریباً" ۶۱۳ میں عوام میں بھی تبلیغ شروع کر دی' جب آہستہ آہستہ لوگ اسلام کے دائرے میں آنے لگے تو مکہ کے سربرآوردہ اور مقتدر لوگ ان کو خطرناک مصیبت سمجھنے لگے۔ ۶۲۲ء میں اپنے لئے خطرے کا احساس کر کے محمد ﷺ مکہ کی سکونت ترک کر کے مدینہ کی جانب ہجرت کر گئے۔ جو کہ مکہ سے تقریباً" دو سو میل دور واقع ہے جہاں انہیں قابل لحاظ سیاسی طاقت کی پیشکش ہوئی۔ ہجرت کا واقعہ پیغمبر کی زندگی میں تبدیلی کا اہم موڑ تھا۔ مکہ میں آپ ﷺ کے ماننے والے کم تھے۔ لیکن مدینے میں ان کی تعداد خاصی تھی' جلد ہی آپؐ نے اتنا اثر و رسوخ حاصل کر لیا' عملاً ایک راہنما کی حیثیت اختیار کر لی' آئندہ چند برسوں میں جب کہ محمد ﷺ کے ماننے والوں کی تعداد میں برابر اضافہ ہونے لگا' تو مکہ اور مدینہ کے درمیان کئی جنگیں لڑی گئیں' پھر ۶۳۰ میں محمد ﷺ کی مکہ میں فاتحانہ واپسی کے بعد ان جنگوں کا خاتمہ ہوا۔ اس کے بعد ان کی ڈھائی سال کی باقی زندگی میں تیزی کے ساتھ عرب قبائل نئے مذہب میں داخل ہوئے۔ جب ۶۳۲ء میں آپؐ کا وصال ہوا تو اس وقت آپؐ تمام جنوبی عرب کے باثر فرمانروا تھے۔ عرب کے بدو

Marfat.com
Marfat.com

قبائل بہادری اور شجاعت کے لئے بڑی شہرت کے حامل تھے لیکن ان کی تعداد تھوڑی تھی۔

اور باہم نفاق اور جنگ وجدل میں مبتلا رہتے تھے۔ شمال کے آباد زرعی علاقوں کی بادشاہوں کی فوجوں سے ان کا کوئی مقابلہ نہ تھا۔ تاریخ میں پہلی بار محمد ﷺ نے ان کو متحد کیا اور خدائے واحد پر ایمان کامل نے انہیں حوصلہ مند بنا دیا کہ چھوٹی سی عرب فوج نے انسانی تاریخ کی حیرت انگیز فتوحات حاصل کر لیں۔ عرب کے شمال مشرق میں ایرانیوں کی وسیع ساسانی سلطنت، شمال مغرب میں بازنطینی یا مشرقی رومی سلطنت تسلسل کے ساتھ مرکوز تھیں، تعداد کے اعتبار سے عربوں کا اپنے مخالفوں سے کوئی مقابلہ نہ تھا، تاہم میدان جنگ میں جذبے سے سرشار عربوں نے تیزی کے ساتھ تمام عراق، عرب، شام اور فلسطین کو فتح کر لیا۔ ۶۴۲ء تک مصر کو بازنطینی سلطنت سے چھین لیا گیا، جبکہ ایرانی فوجوں کو ۶۳۷ء کی جنگ قادسیہ میں ۶۴۲ء کی جنگ نہاوند میں زبردست شکست دی گئی۔ یہ شاندار کامیابی اور فتوحات جو محمد ﷺ کے قریبی صحابہ رضی اللہ عنہ اور جانشین ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطابؓ کی قیادت میں حاصل ہوئیں عرب پیش قدمی کی انتہا نہ تھی۔ ۷۱۱ء تک عرب افواج شمالی افریقہ سے اوقیانوس تک مکمل طور پر چھا گئیں۔ کچھ نے شمال کی طرف رخ کیا اور جبل الطارق کی پٹی عبور کرتے ہوئے سلطنت اسپین پر غلبہ حاصل کر لیا۔ تھوڑی دیر کے لئے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ مسلمان ہمارے مسیحی یورپ پر غلبہ حاصل کر لیں گے۔ بہرحال ۷۳۲ء میں فارس کے مشہور میدان جنگ میں مسلم افواج جو فرانس کے قلب تک پیش قدمی کر چکی تھیں، فرانکوں کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہوئیں۔ تاہم ایک صدی سے کم مدت میں ان بدو قبائل نے جو اپنے پیغمبر کے الفاظ واحکام سے سرشار وحوصلہ مند تھے ایک ایسی سلطنت تشکیل دے لی جس کی سرحدیں ہندوستان اور بحراوقیانوس سے ملتی تھیں اور جو اس وقت دنیا کی سب سے بڑی سلطنت تھی اور جہاں جہاں مسلم فوج نے فتوحات حاصل کیں وہاں کثیر

Marfat.com
Marfat.com

تعداد میں لوگ نئے مذہب میں داخل ہوتے گئے مگر تمام فتوحات مستقل ثابت نہیں ہوئیں۔ ایرانیوں نے نئے مذہب کے پیروکار اور وفادار رہتے ہوئے عربوں کے اقتدار سے نکل کر دوبارہ آزادی حاصل کرلی۔ اسپین میں سات صدیوں تک جنگ وجدل کے بعد عیسائیوں نے پورے جزیرہ نما پر دوبارہ فتح حاصل کرلی۔ مصراور عراق کے عرب اپنے قدیم تہذیب وتمدن اور روایات کے باوجود عرب رہے' جیسے پورا شمالی افریقہ کا ساحلی علاقہ رہا۔ نیا مذہب درمیانی صدیوں میں یقیناً پھیلتا رہا اور مسلم فتوحات کی ابتدائی سرحدوں سے نکل کر آگے بڑھتا رہا۔ اب اس کے کروڑوں پیروکار افریقہ اور وسطی ایشیا اور ان سے زیادہ پاکستان' شمالی ہندوستان اور انڈونیشیا میں موجود ہیں۔ انڈونیشیا میں تو یہ نیا مذہب اتحاد کی ایک طاقت اور ذریعہ ہے۔ لیکن بھارت میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان مسلسل چپقلش اور کشمکش اتحاد کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ انسانی تاریخ پر مجموعی طور پر محمد ﷺ کے جو اثرات مرتب ہوئے اس کا ہرکوئی جائزہ لے سکتا ہے۔

دوسرے مذاہب کی طرح اسلام بھی اپنے پیروکاروں کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے بڑے مذاہب کے بانیوں کو اس کتاب میں اہم جگہ دی گئی ہے۔ آگے چل کر یورپی مفکر ایک وجہ اور بیان کرتا ہے کہ میں نے کیوں اپنی اس کتاب میں حضور اکرم ﷺ کو جگہ دی ہے۔ اس سے زیادہ یہ کہ مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن ان پر اتری' جس کے بارے میں یقیناً اور پورے یقین سے کہا جاتا ہے کہ یہ براہ راست اللہ کی طرف سے محمد ﷺ کو الہام ہوئی' اس کی بیشتر باتیں محمد ﷺ کی زندگی میں ہی نقل کرلی گئی تھیں' پھران کے وصال کے بعد ہی بلاتاخیر ان آیات کو مستند طور پر یکجا کردیا گیا۔

چنانچہ قرآن حکیم محمد ﷺ کی تعلیمات وخیالات کی بھرپور ترجمانی کرتا ہے بلکہ بڑی حد

Marfat.com
Marfat.com

تک ان کے اصل الفاظ کی بھی۔ اس طرح کا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیمات کا تفصیلی جامع مجموعہ موجود ہی نہیں۔ قرآن مسلمانوں کے لئے ایسا ہی اہم ہے جیسے بائبل عیسائیوں کے لئے۔ لیکن قرآن کے ذریعہ محمد ﷺ کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلام پر محمد ﷺ کے اثرات عیسائیت پر عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اور سینٹ پال کے مشترکہ اثرات کی بہ نسبت" زیادہ ہیں۔ خالص مذہبی سطح پر یوں محسوس ہوتا ہے کہ انسانی تاریخ پر محمد ﷺ اسی طرح اثرانداز ہیں جیسے عیسیٰ۔ نیز یہ کہ محمد ﷺ عیسیٰ کے برعکس ایک مذہبی لیڈر کے ساتھ ساتھ غیرمذہبی لیڈر بھی تھے۔ عرب فتوحات کے پیچھے ایک قائدانہ قوت کی حیثیت سے وہ ہمیشہ کے لئے سب سے زیادہ بااثر سیاسی لیڈر رہیں گے۔ تاریخ میں ایسی فتوحات کی مثال صرف تیرہویں صدی میں منگولوں کی فتوحات میں ملتی ہیں' جو بنیادی طور پر چنگیز خان کے اثرات کا نتیجہ تھیں یہ فتوحات عربوں کی فتوحات سے بلاشبہ زیادہ وسیع تھیں۔

لیکن حقیقت میں یہ فتوحات پائیدار ثابت نہیں ہوئیں۔ آج جو علاقے منگولوں کے قبضے میں ہیں۔ وہی ہیں جو چنگیز خان کے دور سے قبل بھی ان کے قبضے میں تھے۔ یہ عربوں کی فتوحات سے بہت مختلف ہیں۔ عراق سے مراکش تک عرب اقوام کی ایک پوری زنجیر بنی ہوئی ہے' جو نہ صرف اپنے عقیدہ اسلام کی بنیاد پر متحد بلکہ یہ اپنی عربی زبان' تاریخ اور ثقافت کی بنیاد پر بھی متحد ہیں۔

ساتویں صدی کی عرب فتوحات انسانی تاریخ میں مسلسل اہم کردار ادا کرتی رہی ہیں جو آج بھی جاری ہے' یہ مذہبی اور غیرمذہبی اثرات کے لئے مثال امتزاج ہے جس بناء پر میں سمجھتا ہوں کہ انسانی تاریخ میں محمد ﷺ وہ واحد فرد ہیں جو سب سے زیادہ بااثر شخصیت کا درجہ دیئے جانے کے حقدار ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

انقلابی شخصیت ایک ہندو نوجوان کی نظر میں

حضور اکرم ﷺ کے کردار کے ثناخواں صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ان کے اخلاق اور دور اندیشی، فوجی حکمت عملی اور قیادت کی صلاحیت کو جدید یورپ کے دانشور بھی اس انسان کامل کے گلستان سیرت کی بوقلمونی کو سلام پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح مشرقی اقوام میں سے غیر مسلم بھی دم بخود ہو کر اعتراف حقیقت کرتے نظر آتے ہیں۔

اس کی مثال جدید دور کے مسلم مفکر علامہ سید سلیمان ندوی ؒ کے خطبات میں سے اس ہندو نوجوان کی رطب اللسانی کا حوالہ پیش کرنا چاہتا ہوں جو خیر الانام کو انسان کامل سمجھتا ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے، تو وہ کہتا ہے پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات میں متنوع خصائص وخصائل اس قدر جمع ہیں کہ آج تک انسانی تاریخ میں کسی ایک انسان میں یکجا جمع نہیں کیے گئے۔ اس انسان کامل ﷺ کی عظمتوں کی مختلف جہتیں ملاحظہ فرمائیے۔

وہ شہنشاہ ایسا کہ پوری کائنات اس کی مٹھی میں ہو اور بے بس ایسا کہ خود کو بھی خدا کے قبضہ قدرت میں جانتا ہو، وہ غنی ایسا کہ فتوحات اسلام کے زمانے میں اونٹوں پر لدے ہوئے خزانے جوق در جوق آرہے ہوں اور اس کے اپنے گھر میں محتاجی کا یہ عالم ہو کہ چولہا تک نہ جلتا ہو اور کئی کئی وقت اس پر فاقے گزر جاتے ہوں، وہ بہادر ایسا کہ مٹھی بھر جان نثار لے کر ہزاروں کی تعداد میں بھرپور مسلح فوجوں سے ٹکرا جائے اور پھر صلح جو ایسا کہ ہزاروں جان نثاروں کی ہم رکابی کے باوجود صلح کے لئے تیار کھڑا ہو، حق گو ایسا کہ ساری کائنات کے مقابلے میں تن تنہا کھڑا ہو اور نرم دل ایسا کہ اس نے انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو۔ وہ باتعلق ایسا کہ کائنات کے ذرے ذرے کی اس کو فکر، غریبوں، مفلسوں، کی

Marfat.com
Marfat.com

اس کو فکر، یتیموں کی اس کو فکر، بیواؤں کی اس کو فکر خدا سے بھٹکی ہوئی دنیا کے سدھارنے کی اس کو فکر، غرض سارے سنسار کی اس کو فکر، اور اس قدر فکر کہ خود خدا کہہ اٹھے "اے محبوب کہیں آپ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈال دیں" (ترجمہ آیت)۔ بے تعلق ہونے پر آئے تو خدا کے سوا کسی اور کی یاد اس کو نہ ہو، سوائے رب کے ہر شے کو فراموش کر دے۔ اس انسان کامل ﷺ کے کردار اکمل کی کون کون سی صفت بیان کی جائے۔ ایک طرف تو وہ تیغ زن سپاہی کی صورت میں نظر آتا ہے اور دوسری طرف شب زندہ دار، زاہد و عابد کی صورت میں جلوہ نما ہوتا ہے، جب ہم اس کی کشور کشائی کو دیکھ کر اسے شاہ عرب کہنا چاہتے ہیں تو وہ کھجور کی چھال کا تکیہ لگائے کھردری چٹائی پر بیٹھا دکھائی دیتا ہے، جب کہ اطراف سے لا کر مسجد نبویؐ کے صحن میں مال و اسباب کے انبار لگ جاتے ہیں۔ عین اسی وقت اس کے گھر فاقہ کی تیاری ہو رہی ہوتی ہے۔اور جب لڑائیوں کے قیدی لونڈی، غلام بنا کر مسلمانوں کے گھروں میں بھیجے جا رہے ہوتے ہیں، تو فاطمہ بنت محمد ﷺ ہاتھوں کے چھالے اپنے والد ماجد کو دکھا رہی ہوتی ہیں جو مسلسل چکی پیسنے سے پڑتے تھے۔ جب آدھا عرب ان کے زیر نگیں تھا، اس وقت حضرت عمر فاروقؓ جب کاشانہ نبوتؐ میں حاضر ہوئے دیکھا کہ آپ ﷺ کھردری چارپائی پر آرام فرما رہے ہیں جسم اطہر پر بان کے نشان پڑ چکے ہیں۔ ایک مٹھی جو رکھے ہیں اور ایک طرف خشک مشکیزہ لٹک رہا ہے۔

سرور کائنات ﷺ کے گھر کی یہ کائنات دیکھ کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسوؤں کے چشمے رواں ہو گئے، رونے کا سبب دریافت کیا گیا، عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ اس سے بڑھ کر رونے کا اور کیا موقعہ ہوگا کہ قیصر و کسریٰ باغ و بہار کے مزے لوٹ رہے ہوں اور آپ پیغمبر ہو کر اس حالت میں ہوں، رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا! عمر کیا تم اس پر راضی نہیں کہ قیصرو کسریٰ دنیا کے مزے لوٹیں اور ہم آخرت کی

Marfat.com
Marfat.com

سعادت۔

حضور اکرم ﷺ کے آئینہ سیرت میں انسانی زندگی کا ایک ایک عمل اور ایک ایک فعل پوری آب و تاب سے منعکس ہوتا ہے' تاکہ ہر فرد اپنی زندگی کے لئے ہر قدم پر رہنمائی حاصل کر سکے۔ آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی اگر آپ جاننا چاہتے ہیں تو سیرت نبویؐ کی کتابوں سے آپ جان سکتے ہیں کہ وہ انسان کامل ﷺ کب سوتے تھے' کب جاگتے تھے' اٹھتے کیسے تھے' بیٹھتے کیسے تھے' ٹہرتے کیسے تھے' پہنتے کیا تھے' اوڑھتے کیا تھے' کھاتے کیا تھے' پیتے کیا تھے' کسی سے محبت فرماتے تو کیسے' کسی سے ناراضگی کا اظہار کرتے تو کیسے' انہوں نے شادیاں کیسے کیں' اولاد کی تربیت کیسے کی' دوست احباب سے تعلقات کیسے نبھائے' اور پھر دشمنوں سے مقابلے کیسے کئے' شب کی تاریکیوں میں ان کی نمازوں کی رقت کیسی تھی' ان کے جنگ کے طریقے کیسے تھے' اور ان کی صلح کے قرینے کیسے تھے' ان کا بچپن کیا گزرا' ان کا شباب کیسے چمکا' ان کا بڑھاپا کیسے جگمگایا' غرض ان کی ہر ادا اور ہر انداز کی نکہت و نزہت اور رنگ و رعنائی سے انسانی زندگی کے اجڑے چمن بہار بداماں ہو سکتے ہیں۔

موجودہ دور کے ایک غیر مسلم سکالر کا تجزیہ یعنی بھارت کے ایک سکالر کا خیال ہے کہ میں نے اسلام کا بڑا تفصیلی مطالعہ کیا ہے اور مجھے یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ اسلام دنیا کا سب سے بہترین مذہب ہے لیکن مسلمان اگر میں محتاط ترین الفاظ بھی استعمال کروں تو مسلمان دنیا کی بد قسمت ترین قوم ہیں جو اتنا واضح لائحہ عمل رکھنے کے باوجود اپنی ذاتی اور قومی زندگی میں اس نظام حیات کو نافذ نہیں کر پائے۔ حالانکہ اس میں تمام زمانوں کے مطابق قابل عمل ہونے کی وسعت ہے مثلاً سیکولر ازم کو ہی لے لو تو اس کا کتنا وسیع تصور اسلام میں موجود ہے کیا قرآن یہ تعلیم نہیں دیتا "لااکراہ فی الدین" دین میں کوئی زبردستی نہیں پھر رسول پاکؐ سے کہا گیا کہ آپ کہہ دیں کفار تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا

Marfat.com
Marfat.com

دین اور پھر کیمونزم جس کا بڑا شہرہ ہے کہ غریبوں کے مسائل کا حل ہے۔ کیا اس نظام نے کوئی عمر فاروق پیدا کیا جو رات کو اپنے سر پر بوریاں اٹھا کر بیواؤں اور یتیموں کے گھروں تک پہنچاتا ہو کیا موجودہ کیپسٹلزم میں کوئی حکمران عثمان غنیؓ جیسا انکسار اپنے اندر پیدا کر سکا ہے؟

اور لبرل ازم کے پجاری اپنے یہاں کوئی علیؓ کو پیدا کردے جو اپنے جانی دشمن کو صرف اس لئے معاف کر دیتا کہ اب اگر تمہیں قتل کردوں گا تو اس میں ذاتی نفرت بھی کارفرما ہو گی۔

انقلاب فرانس اور روسی انقلاب نے کوئی حسینؓ کے ہم پلہ کوئی انقلابی عالم انسانیت کو دیا؟

مدینہ میں اسلامی اقتدار کے بعد

قائد انقلاب نبی اکرم ﷺ نے مدینہ میں اسلامی معاشرہ اور حکومت الٰعیہ کے تشکیل دینے کے بعد ایک ایسا انقلابی گروہ تیار کرایا جن کا اخلاقی کردار اور انتظامی امور کی صلاحیت درپیش آمدہ مسائل سے عہدہ برآ ہونے کی صورت میں صراط مستقیم کو ہی مدنظر رکھتے ہوں۔ اسی انقلابی گروہ نے زیر سرپرستی آپ ﷺ کے زرداروں اور وجاہت پرست سرداروں کا زور توڑا' مذہب میں توہمات کے بتوں کو پاش پاش کیا' غریبوں کو اٹھا کر امیروں اور زبردستوں سے لڑایا' خود ساختہ مذہب کی اجارہ داری کو ختم کرایا۔ قیصرو کسریٰ کے نظام کو تہہ و بالا کیا جس کے اثر سے دبی ہوئی انسانیت کو دوبارہ ابھرنے کا موقعہ ملا۔ تاریخ میں ایک ایسے دور کی بنا ڈالی جس میں جسم ودماغ کی آزادی' اخوت اور معاشی مساوات کے بنیادی اصول کو اہمیت دی گئی تھی۔ اس انقلابی گروہ کے کردار بنانے میں حضور اکرم ﷺ کی یہ ہدایت کہ جو چیز تمہارے ایمان کو محکم کرے گی وہ صرف یہ نظریہ ہے کہ دوستی بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہو گی اور دشمنی بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو گی اپنے ذاتی مفاد کو اہمیت نہیں دی جائیگی۔

صراط مستقیم کے سلسلہ میں رسول خدا ﷺ کی رسالت کے دو واضح دور ہیں۔ ایک

Marfat.com
Marfat.com

دور مکی اور دوسرا مدینہ میں تشریف آوری کے بعد کا۔ آپؐ کی سیرت کے دونوں دور روشنی کے جدا جدا دو مینار ہیں۔ ایک مینار بعثت سے ہجرت تک زندگی کا اور دوسرا ہجرت سے وصال تک کا عرصہ۔ان دونوں حصوں میں مکہ سے تعلق دوبار پیش آیا۔ پہلا تعلق وہ ہے جبکہ توحید کے اعلان کے فوراً" بعد سے آپ ﷺ کا یہ آبائی شہر آپ ﷺ اور آپ کی فکر اور نظریہ کے قائل افراد کے لئے محض طنز' استہزاء' بہتان تراشی' دشمنی' شقی القلبی 'سنگ باری' کانٹوں اور پتھروں کی سلوں پر لٹانے' بھوک' تحقیر' بائیکاٹ اور سب حربوں میں ناکام ہونے کے بعد آپؐ کے قتل کرنے کا منصوبہ جیسے حالات پیدا کرنے کا باعث بنا۔اور پھر یہی آبائی شہراور اس کی وہی طاغوتی طاقتیں آپؐ کے سامنے سرنگوں ہوتی ہیں۔ یعنی فتح مکہ کی صورت میں قدم بوس ہونا' جب جمود اور ظاہری "سٹیٹس کو" کے علم بردار آپؐ کے سامنے لرزہ بر اندام' سراپا مایوسی کی یادگار تصویر بنے ہوئے تھے' وہی طاغوتی ذہن جو کسی پر رحم کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے' آج آپ ﷺ کے سامنے رحم طلب نگاہوں کے منتظر تھے۔

آنحضرت ﷺ نے رسالت کا پہلا دور' جس کی مدت تیرہ سال تک پھیلی ہوئی تھی مکہ میں گذرا' اس دور کی دو بڑی واضح خصوصیات نظر آتی ہیں' اول یہ کہ دعوت توحید کو رد کرنے والے مشرکین کی طرف سے خواہ کچھ بھی ہوجائے ہر قسم کی سختیاں برداشت کی جائیں۔ مگر انقلابی پیروکار محاذ آرائی سے بچتے رہتے تھے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اخلاق محمدیؐ اور معیار محمدیؐ کا ہوم ورک مکمل کرنے سے پہلے ہی دباؤ اور انتشار کے ہاتھوں ردعمل کے نتیجے میں رک نہ جائے ایسے اقدامات کر بیٹھیں جو ایک موحد معاشرے کو زیب نہ دیتا ہو' توحید کے پرستاروں کی اقدار کے مطابق نہ ہو بلکہ مشرک کی خصوصیات اور صفات کے مطابق ہو' جو اسلام سے پہلے ہی معاشرے میں رائج ہوں۔ اگر ایسا ہی ہونا ہوتا تو پھر مسلم اور غیرمسلم

Marfat.com
Marfat.com

معاشرے میں فرق ہی کیا رہ جائے گا۔

ہجرت سے پہلے اسی مکہ کے شہر میں کئی سالوں تک مسلمان جسمانی اور ذہنی اذیتیں برداشت کرتے رہے تھے' گھربار اور جماجمایا کاروبار چھوڑ کر تحقیر و تذلیل کے دریا عبور کر کے حبشہ کی ہجرت اختیار کرنے پر مجبور کئے جاتے ہیں' مرکھپ رہے ہیں مکہ سے باہر پتھریلی سنگلاخ گھاٹی "شعب ابی طالب" میں افلاس بھوک اور کردار کشی کے گرداب میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں' بائیکاٹ کی اذیتوں کی وجہ سے باپ بیٹے سے ملاقات نہیں کر سکتا' بیوی خاوند کی طرف دست تعاون بڑھانے سے انکاری ہے' ننھے منے بچے اپنے سرپرستوں کی شفقتوں سے محروم کئے جاتے ہیں' اگر کوئی عزیز اپنے کسی بزرگ کی انسانی ہمدردی کی خاطر کچھ غذائی اجناس چھپے چوری رات کی تاریکی میں مکہ سے باہر شعب ابی طالب کی گھاٹی کی طرف لے جاتے ہوئے پکڑا جاتا ہو تو اس کو بھی اذیتیں برداشت کرنے سے دوچار کر دیا جاتا ہے' مگر یہ انقلابی گروہ کسی مرحلہ پر مشتعل ہو کر محاذ آرائی پر آمادہ نہیں ہو رہا۔ دوسرے شہر "مدینہ" سے آئے ہوئے ہم خیال دوستوں سے ملاقات بھی کرتے ہیں تو مکہ سے میلوں دور منیٰ میں رات کی تاریکی میں کی جا سکتی ہے' اور اگر اتفاقاً کوئی نو مسلم اس انقلابی گروہ کی مصیبتوں اور اذیتوں کو دیکھنے کے باوجود ان میں شامل ہونے کی جرات کا مظاہرہ کرتا ہے جیسے کہ ابوذرؓ مشرف بہ اسلام ہوئے' تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ مکہ میں خانہ کعبہ کے صحن میں تبلیغ کرنے کی بجائے اپنے قبیلہ (غفاری) میں واپس بھیج دیا جاتا ہے تاکہ اپنے قبیلہ والوں میں تبلیغ اور پیغام رسانی کا فریضہ ادا کرے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان اس دور کی مکی زندگی' محاذ آرائی اور کسی معاملہ میں مشتعل بھی نہیں ہو رہے تھے تو پھر اس قسم کے ماحول میں رہنے کا مقصد اور فائدہ کیا ہو سکتا ہے اس سوال کے حل کرنے کے طور پر ہم سمجھتے ہیں کہ مکی دور کی دوسری خصوصیات واضح

Marfat.com
Marfat.com

ہوتی ہیں' مسلمان اس ساری مدت میں خودسازی میں مشغول تھے اور انقلابی شخصیت اپنے فداکاروں کی ذہنی تربیت کی جدوجہد میں مصروف تھی اور ادھر مکہ کی طاغوتی طاقتوں نے کتمان حق کے لئے حق اور حقیقت کو انسانیت کی نظروں سے اوجھل رکھنے کے لئے جو گرد وغبار اڑایا تھا' ارتقاء انسانی کے راستے کو دھندلایا تھا' مکی دور میں مسلمان اس گرد وغبار سے پیچھا چھڑا رہے' تھے مقصد حیات متعین کر رہے تھے' صراط مستقیم کے سفر کے سنگ میل نصب کر رہے تھے تاکہ انسانیت قیامت تک بہ آسانی اس راستہ پر گامزن رہے۔

اسی مکی دور کی مشکلات اور مصائب کی بھڑکائی ہوئی بھٹی سے کندن بن کر مسلمانوں کی جو تربیت ہو چکی تھی یہی تربیت اور نظم ونسق اس وقت کام آئے گا جب مدینہ پر طاغوتی طاقتوں کو اپنے مشرکانہ عقائد کی بنیادیں متزلزل ہوتی نظر آئیں تو مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر ان کو اور ان کے نظریہ کو نیست ونابود کرنے کی ٹھانی' تو وہی خاموش اور درگزر کرنے والے مسلمان جو مدینہ میں بھی ابھی تک کم مایہ اور بے کس نہتے تھے' بھپرے ہوئے شیروں کی طرح اپنے سے تعداد میں تین گنا مسلح افواج کے پہلوانوں اور غرور وتکبر کے پتلوں پر اس طرح پل پڑے کہ جارح اور حملہ آور طاغوتی طاقتوں کو روندتے ہوئے مروجہ تاریخ انسانیت کا دھارا بھی موڑ کر رکھ دیا۔ نتیجہ میں حملہ آور افواج کی قسمت میں پسپائی اور ذلت کی زندگی ہی مقدر ہو چکی۔

اس بے سروسامانی کے ہوتے ہوئے محض اپنے نظریہ صراط مستقیم کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اس انقلابی گروہ نے تربیت حاصل کرنے کے بعد وہ حیرت انگیز اور تاریخی شواہد پیش کئے جو آج تک صراط مستقیم کے مسافروں کے لئے روشنی کے مینار بنے ہوئے ہیں۔ یہ سب کچھ دراصل تربیت کرنے والی عظیم انقلابی شخصیت حضور اکرم ﷺ کے ذاتی کردار اور حسن اخلاق' اللہ تعالی پر پورا بھروسہ رکھنے کی وجہ سے رونما ہوا۔ جو خود بھی کئی بار ایسے

Marfat.com
Marfat.com

حیرت انگیز حالات سے دوچار ہو کر پیش کرنے میں کامیاب ہوئے تھے مثلاً" ایک واقعہ سیرت کی کتابوں میں آپ ﷺ کے متعلق درج ہے کہ غزوہ الرقاع کے موقعہ پر انقلابیوں کا لشکر محاذ سے واپس آرہا تھا' اس وقت سخت گرمی کا موسم تھا' ایک روز دھوپ اس قدر شدید تھی کہ ریگستانی صحراء عرب کھولتا ہوا محسوس ہو رہا تھا' اسلامی افواج نے چند سایہ دار جھاڑیوں اور درختوں کے سایہ کو دیکھ کر ستانے کا ارادہ کیا' چنانچہ صحابہ کرام متفرق درختوں کے سائے میں آرام فرمانے لگے' اسی طرح خود نبی اکرم ﷺ بھی ایک درخت کے سائے میں اکیلے استراحت فرما رہے تھے اور آپ ﷺ کی حفاظت پر بھی کوئی انقلابی مامور نہ تھا۔ اتنے میں ایک دشمن اسلام غورث بن حرث نام کا آدمی ادھر آنکلا اس نے جب دیکھا کہ یہ عظیم شخصیت درخت کے سایہ میں بغیر کسی حفاظتی دستہ کے اکیلے ہی آرام کر رہے ہیں تو اس نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے ناپاک عزم کی تکمیل کے لئے ذات اقدس پر تلوار سونت کر اونچی آواز میں للکارا! اے محمد ﷺ اس وقت کون ہے جو تجھے مجھ سے بچا سکتا ہے؟ حملہ کرتے وقت غورث بن حارث اسلام کے خلاف بغض وعناد کے ایسے الاؤ میں شعلہ زن تھا جس نے اس دشمن اسلام کو اندھا کر رکھا تھا اب کم بخت کے ہاتھ میں تلوار کیا آگئی کہ وہ اپنے آپ کو دوسروں کی جانوں کا مالک سمجھنے لگا کہ جب چاہا کسی کی جان سے کھیلا جاسکتا ہے اس کم ظرف کو کیا معلوم کہ جان لینا اور بخشنا جان آفرین کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے جب نبی اکرم ﷺ کو تلوار سونت کر گستاخانہ انداز میں للکارا تو آپ ؐ نے بغیر گھبراہٹ اور سکون سے فوراً" جواب دیا کہ "اللہ"۔ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے لفظ اللہ کا نکلنا ہی تھا کہ گویا غورث پر بجلی گری ہو جسم کانپنے لگا اور تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ رسول ﷺ نے اس تلوار کو اٹھایا اور وہی سوال اس پر دہرا کر پلٹ دیا کہ بتاؤ اب تجھے کون بچا سکتا ہے؟ غورث کی آنکھوں کے سامنے موت کھڑی

Marfat.com
Marfat.com

تھی' وہ غورث جسے اپنی بہادری پر بڑا ناز تھا' جس نے قبائلی لڑائیوں میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے' اب اس کی حالت یہ تھی کہ رنگ پیلا پڑ چکا ہے اور پسینے چھوٹے ہوئے ہیں' تو کہنے لگا سنا ہے آپ بہت بڑے معاف کرنے والے ہیں' آپ سے رحم کی توقع ہے۔ تو پھر آپ ﷺ کی شان رحمتہ للعلمین جوش میں آگئی' تلوار ہاتھ سے پھینک دی۔ کہنے کو تو یہ واقعہ چند لحات پر مشتمل تھا۔ لیکن سخت جان غورث بن حارث کی مکمل طور پر ماہیت ہی بدل چکی تھی' اس کا دل نور ایمان کی لیزر شعاعوں سے منور ہوچکا تھا۔اب اس کی زبان پر کلمہ توحید جاری تھا وہ نبی آخرالزماںؐ کا اخلاق دیکھ کر آپؐ کی صداقت پر ایمان لا چکا تھا۔ غورث بن حارث کے خواب وخیال میں بھی یہ بات کبھی نہیں آئی ہو گی کہ مخالف فریق جب مشکل میں پھنس جاتاہے اس کو معاف بھی کیا جاسکتا۔ آج تک زمانہ جاہلیت کی جنگوں اور دشمنیوں میں ایسے واقعات چشم فلک نے کبھی نہ دیکھے تھے کہ انسان باوجود طاقت ور ہوتے بھی اپنے دشمن کو بخش دے اور معاف کرکے اس کے دل کی کایا کو پلٹ کر رکھ سکتا ہے۔

انقلابی شخصیت کا نظریہ انقلاب

اسلام کا نظریہ دعوت توحید کا تقاضا یہ ہے کہ خود امن میں رہو اور دوسروں کو پر امن رہنے دو۔ اور نظریہ شرک اس کے بر عکس نہ تو خود امن میں رہتا ہے بلکہ دوسرے کے حقوق میں بے جامداخلت اور تجاوزات کا مرتکب رہتا ہے اور اسی کو فساد کہا جاتا ہے۔ اسی خطرے کے پیش نظر فرشتوں نے تخلیق آدم کے موقعہ پر جنات کے فسادی کردار کو دیکھ کر اللہ تبارک وتعالٰی سے عرض گزار ہونے کی صورت میں کہا کہ دنیا میں فساد پھیل جائے گا اور سب سے بڑا فساد جو اولاد آدم سے پھیلا وہ شرک ہی تھا اور اسی شرک کا قلع قمع کرنے کے لئے انبیاء علیم السلام کا سلسلہ شروع کرایا گیا۔

Marfat.com
Marfat.com

حضور اکرم ﷺ کی بعثت سب سے آخر میں اسی لئے ہوئی کہ شرک کا پھیلایا ہوا فساد اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا اور اس دنیا کا کوئی کونہ نہ تھا جو شرک جیسے قبیح فعل سے محفوظ رہا ہو۔ اتنے بڑے فساد کو ختم کرانے کے لئے ایک مارشل پلان کی ضرورت تھی اور اس قسم کی تجاوزات کو ختم کرانے کے لئے بھی ایک نہایت اہم اور کامل شخصیت جس کی جسمانی' روحانی اور اخلاق' سوجھ' بوجھ کی مثال کسی دوسری کسی بھی شخصیت میں ناممکن ہو۔ یہ اس لئے ضروری تھا کہ جس خدا کی حاکیت اور وحدانیت میں کسی کو شریک کرنے یا اسی خدا کی وحدانیت میں اگر کوئی شریک بنائے تو بڑی جرات کا کام کرے گا اس کی طاغوییت اور گمراہی بھی حد سے بڑھی ہوئی ہوگی۔ ایسے ظالم دشمن کو ختم کرانے کے لئے بھی کسی عظیم انقلابی شخصیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کی آج تک کوئی مثال پیش نہ کی جا سکی ہو۔ وہ شخصیت جس کو کہا جاتا ہے کہ بعد از خدا توئی قصہ مختصر' تو وہ حضور ﷺ کی مثالی شخصیت تھی جن کو اتنا عظیم پروگرام (شرک کو ختم کرانے کے لئے دیا گیا ہو)۔ اور اس پرگرام پر عمل درآمد کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت وحی کی روشنی میں مہیا کی' جس کے ناکام ہونے کا امکان ہی نہیں رہتا۔

شرک کا منبع

حضور اکرم ﷺ کی ذات مقدس کے علاوہ ہر انسان کے ساتھ دو طاقتوں (خیراور شر) کا واسطہ ہمیشہ رہتاہے۔ خیر کا منبع اور باعث یزدان اور شر کا اہرمن ان دونوں کو انسان کے دل کے ذریعہ اپنے اپنے اثرات ظاہر کرنے کا موقع ملتا ہے۔ جیسے کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ انسان کے دل میں ایک ٹکڑا ایسا بھی ہے اگر وہ درست رہتا ہے تو تمام جسم درست رہے گا اور اگر وہ بگڑ جائے تو تمام جسم کا نظام بگڑجائے ۔اس ٹکڑے کو حضرت جبرائیل علیہ

Marfat.com
Marfat.com

السلام نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے دل سے الگ کر دیا تھا لیکن باقی انسانوں کے دلوں میں موجود رہتا ہے۔ شرک بہت بڑا شر ہے' بلکہ کئی فسادات کا باعث ہی شرک ہے شرک پر انسان کو نفسانی اور ذاتی خواہشات دنیاوی آمادہ کرتے ہیں' انہی دنیاوی خواہشات کی خاطر انسان غیراللہ سے بھی استمداد کی کوشش کرتا ہے۔ آخرت کی نجات کے لئے بہت ہی لوگ کم ہونگے جو غیراللہ کی خوشنودی کے لئے مشرکانہ رسومات ادا کرتے ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے مکی زندگی میں اپنے پیروکاروں کی تربیت پہلے روحانی طریقہ پر صراط مستقیم کی تعلیمات کے ذریعہ کرائی' جب یہ مرحلہ مکمل ہوا اور ہر پیروکار میں یہی نظریہ راسخ ہوگیا کہ صراط مستقیم' عقیدہ اور عمل صالح دونوں کے اتحاد پر قائم رہ سکتا ہے' تو اس کے بعد نقل مکانی کی مدینہ کی طرف اجازت دی۔

مدینہ میں صراط مستقیم کی دعوت پھیلانے کے لئے جب اقتدار کی طاقت نصیب ہوئی' تو اجتماعی طور پر جدوجہد شروع کی گئی' مدینہ کے حالات جب کنٹرول میں آگئے تو بیرون مدینہ دعوت پھیلانے کا مرحلہ درپیش آیا۔

اس سلسلہ میں اردگرد کے قبائل کو دعوت دی گئی' جنہوں نے دعوت کو قبول نہ کیا تو ان سے معاہدات کی نوبت آئی' کیونکہ محاذ آرائی تبلیغ کے سلسلے میں نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی اس لئے حتی الامکان مصالحانہ رویہ پر عمل کیا جاتا' چونکہ معاہدات کی صورت میں مخالف طاقتیں تبلیغ کے سلسلہ میں عدم مداخلت کی پابند ہو جاتی تھیں۔

قبائل میں کام کرنے کے بعد بیرون عرب غیرمسلم حکمرانوں کی طرف دعوت کا رخ موڑدیا گیا اور اس کے لئے سفارتی ذرائع اپنائے گئے' کیونکہ ایک ملک اور ریاست کے حکمران اور سربراہ کی جانب سے دوسرے ملک کے حکمران سے تبادلہ خیالات کے لئے ہمیشہ سفارتی ذرائع

Marfat.com
Marfat.com

اپنائے جاتے ہیں' ان غیر مسلم حکمرانوں میں سے پہلے خط کے ذریعہ دعوت بھیجنی پڑی تو اس پر آپ ﷺ نے اپنی مہر ثبت فرمائی۔ چنانچہ نجاشی حبشہ کے شاہ کے نام عمر بن امیہ ضمری کو سفیر بنا کر بھیجا۔ اسی طرح ایک خط دعوت توحید کا مقوقس شاہ مصر کے نام' پھر شاہ فارس خسرو پرویز کے نام' پھر قیصر شاہ روم کے نام' پھر منذر بن ساوی حاکم بحرین کے نام' اس کے بعد ہوزہ بن علی یمامہ کے نام اور حارث بن ابی شمر غسانی حاکم دمشق کے نام اور شاہ عمان کے نام سفارتی ذرائع سے دعوت صراط مستقیم کو پہنچایا گیا۔اس طرح اسلام کی دعوت روئے زمین کے ہر خطہ تک پہنچا دی گئی۔

کسی ملک کے حکمرانوں سے جنگ کی نوبت بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہی رہی' صرف وفود کی آمدورفت کے نتائج بھی حوصلہ افزاء برآمد ہو رہے تھے۔ البتہ خطہ عرب کے مشرک قبائل سے کشمکش ہمیشہ جاری رہی اور اس کی بھی ابتداء مشرکین کی جانب سے ہوتی رہی۔ کیونکہ دعوت توحید کے زیر اثر جو لوگ مسلمان ہو رہے تھے ان کو دیکھ کر مشرکین کو یہ احساس مجبور کر رہا تھا کہ آج نہیں تو کل یہ انقلابی گروہ ہم پر چھا جائے گا اور ہمارے صدیوں کے مفادات یکسر ختم ہو جائیں گے۔ تو اپنے ذاتی مفادات کی خاطر مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ جاری کئے ہوئے تھے۔

ورنہ مسلمان کی پالیسی ہی عدم تشدد رہی ہے اگر کسی جنگ اور لڑائی کی نوبت آئی بھی ہے تو دفاعی جنگ لڑی گئی۔ اس قسم کی لڑائیاں دو طرح کی تھیں ایک تو وہ لڑائی تھی جس کی کمان براہ راست حضور اکرم ﷺ نے فرمائی اس قسم کی جنگ کو اسلامی تحریک کے اصطلاح میں "غزوہ" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جس جنگ میں آپ ﷺ خود بنفس نفیس شریک نہ ہوتے بلکہ کسی دوسرے کمانڈر کے زیر قیادت لڑی جاتی تو اس کو "سریہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

جنگ کا نیا تصور

وہ جو مشہور مقولہ ہے کہ جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت کا یادگار مقولہ ہے اور آپ جانتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں شرک کا راج تھا۔اسلامی تحریک نے شرک کی ہر بنیاد اکھیڑ کر رکھ دی انہی بنیادوں میں ایک یہ بھی تصور تھا کہ جنگ میں دوسرے کو بالکل تباہ وبرباد کردو' خواہ اس کا کوئی قصور ہو یا نہ ہو' اسلام نے جہاں زمانہ امن میں دستور حیات بدل کر رکھ دیئے' وہاں زمانہ جنگ میں بھی کچھ قواعد وضوابط مقرر کر دیئے ہیں۔ چنانچہ حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فوجیوں اور ان کے کمانڈروں کو محاذ پر جانے سے پہلے سختی سے ان ہدایات پر عمل درآمد کرنے کا پابند کراتے۔

ہدایات جہاد

آپ جس شخص کو فوجی کمان کی ذمہ داری سونپتے تو اسے خصوصی ہدایات دیتے کہ وہ اپنے نفس کے بارے اللہ عزوجل کے تقویٰ کی اور اس کے مسلمان ساتھیوں کے بارے میں خیر کے وصیت فرماتے اور ساتھ یہ بھی ہدایت دیتے کہ اللہ کے نام سے ہی اللہ کے راہ میں غزوہ کرو' جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ان سے لڑائی کرو۔ غزوہ کرو' خیانت نہ کرو' بدعہدی نہ کرو' ناک کان وغیرہ نہ کاٹو' کسی بچے کو قتل نہ کرو' اسی طرح آپ انقلابی گروہ کو جو لڑائی میں شریک ہو رہے ہوں فرماتے۔ آسانی کرو' سختی نہ کرو' لوگوں کو سکون دلاؤ' تنفر نہ کرو اور جب رات کے وقت آپؐ کسی قوم کے پاس پہنچتے تو صبح ہونے سے پہلے چھاپہ نہ مارتے' نیز آپؐ کسی کو آگ میں جلانے سے نہایت سختی کے ساتھ منع کرتے' اسی طرح کسی کو باندھ کر قتل کرنے اور عورتوں کو مارنے اور انہیں قتل کرنے سے بھی منع کرتے' لوٹ

Marfat.com
Marfat.com

مار کرنے سے بھی روکتے تھے۔

حتیٰ کہ آپؐ لوٹ کے مال کو مردار کی طرح ہی حرام قرار دیتے' اسی طرح آپؐ نے کھیتی باڑی کو تباہ کرنے' جانور ہلاک کرنے اور درخت کاٹنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ اس کی سخت ضرورت ہو اور درخت کاٹے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو۔ فتح مکہ کے موقعہ پر آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ کسی زخمی پر حملہ نہ کرو' کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرو اور کسی قیدی کو قتل نہ کرو۔ آپؐ نے یہ سنت بھی جاری فرمائی کہ سفیر کو قتل نہ کیا جائے (جیسے کہ آج کل رواج ہے)۔ نیز آپؐ نے معاہدین (غیر مسلم شہریوں) کے قتل سے بھی نہایت سختی سے روکا۔ یہاں تک فرمایا جو شخص کسی معاہد کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔ حالانکہ یہ خوشبو چالیس سال کے فاصلے سے پائی جاتی ہے یہ اور اسی قسم کے دوسرے بلند پایہ قواعد و ضوابط تھے جن کی بدولت جنگ کا عمل جاہلیت کی گندگیوں سے پاک وصاف ہو کر مقدس جہاد میں تبدیل ہو گیا۔

حضور اکرم ﷺ کے تمام غزوات اور سرایا اور فوجی کاروئیوں پر ایک نظر ڈالنے کے بعد کوئی بھی شخص جو جنگ کے ماحول اور پس منظر و پیش منظر' آثار ونتائج کا علم رکھتا ہو اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ ﷺ دنیا کے سب سے بڑے باکمال فوجی کمانڈر تھے' آپؐ کی سوجھ بوجھ سب سے زیادہ درست اور آپؐ کی فراست اور بیدار مغزی سب سے زیادہ گہری تھی' آپؐ جیسے نبوت اور رسالت کے سلسلہ اوصاف میں سید الرسل اور اعظم الانبیاء تھے' اسی طرح فوجی قیادت کے وصف میں بھی آپؐ یگانہ روزگار اور نادر عبقریت کے مالک تھے۔ چنانچہ آپؐ نے جو بھی معرکہ آرائی کی اس کے لئے ایسے حالات اور جہات کا انتخاب فرمایا جو حزم اور تدبر' حکمت' شجاعت کے عین مطابق تھے۔ کسی محاذ پر بھی حکمت عملی' لشکر کی ترتیب اور حساس مراکز پر اس کی تعیناتی موزوں ترین مقام جنگ کے انتخاب

Marfat.com
Marfat.com

اور جنگ پلاننگ وغیرہ میں آپؐ سے کبھی چوک نہیں ہوئی اور اسی لئے اس بنیاد پر آپؐ کو کبھی کوئی زک نہیں اٹھانی پڑی' بلکہ ان تمام جنگی معاملات اور وسائل کے سلسلہ میں آپؐ نے اپنے عملی اقدامات سے ثابت کردیا کہ دنیا بڑے بڑے کمانڈروں کے تعلق سے جس طرح کی قیادت کا علم رکھتی ہے' آپ ﷺ اس سے بہت کچھ مختلف ایک نرالی ہی قسم کی کمانڈرانہ قیادت کے مالک تھے' جس کے ساتھ شکست کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ اس موقعہ پر یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ جنگ احد اور حنین کے محاذ پر جو کچھ پیش آیا اس کا سبب کچھ افراد لشکر کی بعض کمزوریاں تھیں۔ آپؐ کی کسی حکمت عملی کی خامی نہ تھی بلکہ احد کے موقعہ پر آپؐ کی حکمت عملی اور لازمی ہدایات کو نہایت فیصلہ کن لمحات میں نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ پھر ان دونوں غزوات میں جب مسلمانوں کو زک اٹھانے کی نوبت آئی تو آپؐ نے جس عبقریت کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپؐ دشمن کے مدمقابل ڈٹے رہے اور اپنی نادر روزگار حکمت عملی سے اسے یا تو اس کے مقصد میں ناکام بنا دیا۔ جیسے کہ احد میں ہوا یا جنگ کا پانسہ اس طرح پلٹ دیا کہ مسلمانوں کی فتح میں تبدیل ہو گئی۔ جیسا کہ حنین میں ہوا۔ حالانکہ احد جیسی خطرناک صورت حال اور حنین جیسی بے لگام بھگدڑ سپہ سالاروں کی قوت فیصلہ بھی سلب کرلیتی ہے اور ان کے اعصاب پر اتنا بدترین اثر ڈالتی ہے کہ انہیں اپنے بچاؤ کے علاوہ اور کوئی فکر نہیں رہ جاتی۔ یہ گفتگو تو ان غزوات کے خالص فوجی نقطہ نظر سے تھی۔ باقی رہے اس کے دوسرے اثرات تو وہ بھی بے حد اہم ہیں۔ آپؐ نے ان غزوات کے ذریعہ ماحول میں امن وامان قائم کرایا' فتنوں کی آگ بجھائی' اسلام اور بت پرستی کی کشمکش میں دشمن کی شوکت کو توڑ کر رکھ دیا اور انہیں اسلامی دعوت و تبلیغ کی راہ آزاد چھوڑنے اور مصالحت کرنے پر مجبور کردیا۔ اسی طرح آپؐ نے ان جنگوں کی بدولت یہ بھی معلوم کرلیا کہ آپؐ کا ساتھ دینے والوں میں کون سے لوگ مخلص اور کون منافق ہیں

Marfat.com
Marfat.com

جو دلوں میں جذبات نفاق پوشیدہ رکھے ہوئے ہیں۔

پھر آپؐ نے محاذ آرائی کے عملی نمونوں کے ذریعہ مسلمان کمانڈروں کی ایک زبردست جماعت بھی تیار کر دی۔ جنہوں نے آپؐ کے بعد صراط مستقیم کے نفاذ کے سلسلہ میں عراق وشام کے محاذ پر فارس اور روم جیسی جابر حکومتوں سے ٹکرلی اور جنگی پلاننگ اور تکنیک میں ان کے بڑے بڑے کمانڈروں کو مات دے کر انہیں ان کی سرزمین پر مکانات ' اموال باغات چشموں اور کھیتوں سے آرام دہ اور باعزت مقام سے اور مزے دار نعمتوں سے نکال باہر کیا۔

اسی طرح اس عظیم انقلابی شخصیت نے اپنے ان غزوات کی بدولت مسلمانوں کے لئے رہائش، کھیتی، پیشے اور روز گار کا انتظام کیا۔ بے خانماں اور محتاج پناہ گزینوں کے مسائل احسن طریقے سے حل فرمائے۔ اپنے انقلابی گروہ کے لئے دشمن کے ہتھیار، گھوڑے، سازوسامان اور ضروریات جنگ مہیا کئے۔ اور یہ سب کچھ اللہ کے بندوں پر ذرہ برابر ظلم وزیادتی اور جوروجفا کئے بغیر حاصل کئے۔

جہاد اور جنگ میں فرق

زمانہ جاہلیت اور آج کل کے ترقی یافتہ دور میں جنگ کے لفظ کے ساتھ ہی ذہنوں میں تباہی بربادی، قتل غارت، لوٹ مار، عورتوں، بچوں، معذوروں، مال مویشی کی تباہی اور فساد کے سوا اور کوئی نقشہ ہی نہیں آتا۔ قرآن میں ملکہ سباء اپنی قوم کے سامنے جنگ کا جو نقشہ پیش کرتی ہے وہ قرآن بیان کرتا ہے۔ ترجمہ (بادشاہ جب کسی ملک اور وطن میں داخل ہوتے ہیں اس ملک کے عزت والوں کو ذلیل اور خوار کرا دیتے ہیں)۔ یہ تصور جنگ کے متعلق زمانہ قدیم سے رواج تھا۔ کیونکہ اس کی بنیاد شرک (ذاتی خواہش) پر رکھی جاتی تھی۔ اور آج بھی آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جدید دور کی خوف خدا سے بے بہرہ فرعونی اور

Marfat.com
Marfat.com

طاغوتی طاقتیں جدید اسلحہ کے زور پر کیا کچھ نہیں کرتیں' ہیروشیما کی تباہی' جہاں انسانوں کے علاوہ حیوانات نباتات اور زندگی کے اسباب کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیا گیا

اور حالیہ عراق کویت کی جنگ میں یہودی سرمایہ داروں کی استحصالی طاقتوں نے کیا کردار ادا کیا۔ یعنی جنگ کے متعلق قدیم وجدید تصور ایک ہی ہے کیونکہ ان کے پیچھے اہرمن کی راہنمائی کام کرتی ہے۔ اس کے بر عکس اسلام کے نقطہ نظراور تصور کے مطابق جنگ کو جہاد اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی راہنمائی "یزداں" کے مقرر کردہ قواعد وضوابط کے مطابق ہی ہوتی ہے' اگر ان شرائط سے تجاوز کیا گیا ہو وہ جنگ تو ہو سکتی ہے جہاد نہیں اور مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنی کی اجازت ہے کیونکہ یہ مقرر کردہ نظریاتی اصولوں کے مطابق ہی برپاکیا جاسکتا ہے ویسے نہیں۔ جہاد کا مقصد دوسروں کو یعنی مخلوق کی اصلاح اور نفع پہنچانا ہوتا ہے اور جنگ میں اپنی ذات کو نفع پہنچانا اسی لئے مخالفین کو بالکل تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے جہاد میں غیر مسلموں کو راہ نجات دکھانا مقصد ہوتا ہے کیونکہ اسی میں ان کا فائدہ ہے کہ عذاب الٰہی سے محفوظ ہو جائیں جہاد میں دنیا اور آخرت دونوں کا فائدہ ہوتا ہے

حضور ﷺ نے جنگوں کے اسباب اوراغراض و مقاصد کو بھی تبدیل کر ڈالا' جن کے لئے جنگ کے شعلے بھڑکاکرتے تھے' یعنی دور جاہلیت کی جنگیں استحصالی نظریہ کی حامل تھیں مگر اسلام نے اس تباہی اور بربادی کے نظریہ کو بدل کر ایک مقدس جہاد میں بدل دیا' جسے نہایت موزوں اور معقول اسباب کے تحت شروع کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے ایسے شریفانہ مقاصد اور بلند پایہ اغراض حاصل کئے جاتے ہیں' جنہیں ہر زمانے اور ہر ملک میں انسانی معاشرہ کے لئے باعث اعزاز تسلیم کیا گیا' کیونکہ اب جنگ کا مفہوم یہ ہو گیا ہے انسان کو قہروظلم کے نظام سے نکال کر عدل وانصاف کے نظام میں لانے کی مسلح جدوجہد کی جائے' یعنی ایک ایسے نظام کو جس میں طاقتور کمزور کا حق کھا رہا ہو الٹ کر ایک ایسا نظام قائم کیا

Marfat.com
Marfat.com

جائے جس میں طاقتور کمزور ہو جائے جب تک کہ اس کا حق لے نہ لیا جائے اسی طرح اب جنگ کے معنی یہ ہو گئے کہ ان کمزور مردوں' عورتوں اور بچوں کو نجات دلائی جائے جو دعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے ولی بنا اور اپنے پاس سے مددگار بنا' نیز اس جنگ کے معنی یہ ہو گئے کہ اللہ کی زمین کو غدر' خیانت' ظلم وستم' بدی وگناہ سے پاک کرکے اس کی جگہ امن وامان' رافت ورحمت حقوق رسانی اور مروت انسانیت کا نظم بحال کیا جائے۔

آپ ﷺ کے غزوات کا بنیادی مقصد صراط مستقیم کے نظام کو رواج دینا تھا۔ اگر کوئی قبیلہ اس دعوت کو بخوشی قبول کرجاتا تو اس کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا اور ہدایت کی جاتی کہ نئے نظام کے ماتحت اپنے کاروبار' عبادات اور اعمال صالحہ کو اپنا لو' اپنے عقائد کو مشرکانہ تجاوزات سے پاک کردو تو ان کے اموال اور جائداد سے کوئی تعلق نہیں رکھا جاتا۔ اگر کوئی دوسرے کے حقوق کو تلف کرنے کی کوشش کرتا تو اس کا سدباب کرنے کے لئے حفاظتی انتظامات کئے جاتے' ایسے حالات میں جنگ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا' صرف نظریات کی تبدیلی کی ضرورت تھی وہ ہو چکی' باقی ان کے احوال اور جائدادوں سے کوئی غرض نہیں تھی۔

کیونکہ مسلمان کا نقطہ نظر اعلاء کلمۃ اللہ ہوتا ہے اس کے لئے صرف عقیدہ کو درست کرنا کافی ہے اسی لئے مسلمانوں کے جہاد میں جنگ وجدل کے ظاہری اسباب کی ہمیشہ کمی رہتی ہے۔ ان کا صرف عقیدہ مضبوط ہوتا ہے' اس میں کسی قسم کے مشرکانہ تجاوزات کی ملاوٹ نہیں ہوتی' باقی ظاہری اسباب اسلحہ وغیرہ یہ ایک اضافی اسباب ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہو تو دشمن کے ہی اسباب ان کے کام آجاتے ہیں۔ دور نہ جائیے' حالیہ زمانہ کی طاغوتی طاقتوں کے جدید اسلحہ کے انبار انہی کے خلاف استعمال ہوئے۔ امریکہ نے ایران میں جدید اسلحہ کا انبار

Marfat.com
Marfat.com

رکھا تھا شاہ ایران کو ایشیا میں علاقے کے تھانیدار بنا کر رکھنے کے لئے ہر قسم کا اسلحہ اس کو دیا گیا تھا' تاکہ بوقت ضرورت امریکہ کا آلہ کار بن کر استحصالی نظریات کو آگے بڑھائے' گا مگر جب وقت آیا۔ تو بے دست وپاء اور دنیاوی اسباب سے خالی ایک پسی ہوئی مخلوق (مولوی) جو صرف اللہ کے نام کے بھروسہ پر زندگی گذارتی ہے کا ایک فرد وہ بھی ملک سے باہر جلاوطنی کی زندگی گذارنے پر طاغوتی طاقتوں نے مجبور کر رکھا' ہو اس کو اللہ توفیق دیتا ہے اور اس کے رضاکار بھی مولوی' جن کو معاشرہ میں کوئی مقام دینے کے لئے تیار نہ تھا' اس کا ساتھ دیتے ہیں اور صرف اعلاء کلمتہ اللہ کے نام پر چند دنوں میں ان طاغوتی طاقتوں کو نیست ونابود کردیا او (کعصف ماکول) کا کتنا شاندار نمونہ دکھا دیا۔ ایرانی جہاد کی کامیابی کا دارومدار نظریات کی کامیابی کا رہین منت ہے اس جہاد کی کمان بھی ایک مولوی بوریہ نشین بغیر کسی ظاہری سرمایہ اور تیروتفنگ کے علاقہ کے بدمعاش اور بدکردار تھانیدار سے ٹکرا گیا' اور آج تک یہودی استحصالی طاقت کو اسی کے تیار کردہ اور مہیا کردہ اسلحہ کے انبار سے بے بس بنا کر رکھا ہوا ہے۔ ے ایران کے ہمسایہ افغانی قوم کو سفید ریچھ کے چنگل سے کس طرح نجات حاصل ہوئی۔ ان کے پاس بھی نہ ٹینک تھے نہ میزائل تھے نہ ہی گولہ بارود کا ذخیرہ تھا۔ صرف اگر تھا تو یہی نظریاتی جذبہ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایران اور افغانستان دونوں محاذوں پر جدید دور کی عظیم طاغوتی طاقتوں کو باوجود جدید اسلحہ سے لیس ہونے کے اجڈ اور ننگ دھڑنگ پٹھانوں کے ہاتھوں ذلیل خوار کرایا۔ یہ نظریاتی طاقت ہے جس کا مطالبہ اسلام اپنے پیروکاروں سے کرتا ہے اور ساتھ یہ بھی ہدایت کرتا ہے کہ جتنی تمہاری توفیق ہو اس کے مطابق تیاری بھی رکھو ماہرین جنگ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کسی محاذ پر اگر کسی کو نظریاتی لحاظ سے شکست نہیں ہوئی یعنی اپنے نظریات سے دست بردار نہیں ہوا اور مار کھا گیا اس کو شکست سے تعبیر نہیں کیا جائے گا۔ شکست تب ہو گی جب اپنے نظریہ کو چھوڑ دے گا۔ اور

Marfat.com
Marfat.com

جہاد کا دارومدار ہی نظریہ پر ہوتا ہے۔ اگر اس میں مقرر کردہ قواعد وضوابط سے انحراف کیا جائے گا تو جہاد نہیں ہو گا۔ اور جو بھی ہو جہاد کے پیچھے نظریات پشت پناہ بنتے ہیں اور جنگ کے باعث صرف دوسرے کا استحصال' لوٹ مار بغیر کسی قاعدہ اور ضابطہ کے مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ مخالف کو تباہ کر دیا جائے۔ اس کے بر عکس جہاد کسی نظریہ کو رواج دینے کے لئے اور نظریہ بھی انقلابی جو کہ کسی عقیدہ اور عمل صالحہ پر مشتمل ہو اپنے نظریہ کو مشرکانہ تجاوزات سے پاک کرانا مقصود ہوتا ہے۔

اسی طرح اس ترقی یافتہ دور میں بغیر کسی گولہ بارود اور ایٹم بم کے صرف اللہ کے دین کے قائم کرنے کی غرض سے پاکستان کا خطہ عالم وجود میں آیا۔ اس خطہ کو حاصل کرنے کے لئے دشمن اسلام برطانیہ جیسی سپرطاقت سے جس کی حکمرانی میں سورج غروب نہ ہورہا ہو سے اسی کی تعلیمات کے تربیت یافتہ جدید دور کے ذہنی اسلحہ سے مسلح نحیف ونزار شخصیت نے برطانیہ کے تیار کردہ قوانین کی روشنی میں اس سپر طاقت اور اس کی حلیف ہندو ذہنیت کو مجبور کر دیا کہ وہ تقسیم ہند کے نظریہ کو قبول کرے۔اور بالآخر اللہ کے دین کو نافذ کرنے کے لئے پاکستان کا ایک خطہ صرف نظریات اور قانون کے اسلحہ سے حاصل کیا۔ اس جدید دور میں ایران میں دشمن کے اسلحہ کا انبار دشمن کے خلاف ہی استعمال ہوا اور ایک نظریاتی ریاست عمل میں آئی۔ ادھر پاکستان کا خطہ بغیر مروجہ اسلحہ کے محض قانون کے اسلحہ سے مسلح شخصیت حضرت قائداعظم محمد علی جناح کی ذہنی کاوشوں سے عالم وجود میں آیا اور اسی بے سروسامانی کے ہوتے آج چالیس سال کے قلیل عرصہ میں دشمنان اسلام کی ہر تدبیر کو خاک میں ملاتا ہوا یورپ کے لئے ایک ہوا بنا ہوا ہے۔

یہ سب محیرالعقول واقعات اس بات کے شاہد ہیں کہ اگر مسلمان قوم اپنے نظریات پر پختہ یقین اور عمل کرتی رہی تو ان کو صرف اپنے خالق سے ڈرنا چاہیئے اور اپنے قائدانقلاب

Marfat.com
Marfat.com

صراط مستقیم کی انقلابی شخصیت کا عکس روایات کی روشنی میں

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد قرآن کی زبانی۔ اے محمد کہہ دے اگر تم اللہ کے ساتھ محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو تو اللہ تمہیں محبوب بنا دے گا (ترجمہ) ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اس پہچاننے کے عمل کی ابتدا معدنیات کی تخلیق کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ معدنیات کے بعد منشاء الٰہی کا ظہور نباتات کی صورت میں آیا۔ اور پھر نباتات سے حیوانات نے یہ منصب لیا۔ اور اس کے بعد انسان کی شکل میں ظہور ہوا۔ یہ انسان اول حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی صورت میں منشاء الٰہی کے ظہور کا باعث بنا پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے یوں خطاب کیا۔ تو دنیا کا ایک نمونہ ہے اور اس کی ایک اجتماعی صورت ہے' تم عالم صغیر ہو جو عالم کبیر کی شبیہ آسمانوں' زمینوں اور پہاڑوں کو چھوڑ کر تمہیں امانت کا حامل بنایا گیا' ساری دنیا تیرے لئے مسخر کی گئی ہے' بارش برستی ہے تو تیرے لئے سبزہ اگتا ہے تو تیری خاطر' اور مال مویشی تیرے آرام کے لئے پیدا کئے گئے ہیں' اور تمام مخلوقات میں صرف تم میرے محبوب ہو۔

پھر حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے حق کے ترجمانوں کا سلسلہ شروع ہوا تا آنکہ حضرت محمد ﷺ پر یہ دور ختم ہوتا ہے۔ یہاں سے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اس دور کو حضور اکرم ﷺ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ کہ میرے اصحاب میرے پیغام حق کو پہچاننے میں مثل ستاروں کے ہیں' جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔

اصحاب کرام نے اپنی زندگی کی تمام مصروفیات کا محور آنحضرت ﷺ کو بنایا۔ اور اس کے بعد پیغام کی اشاعت کی ذمہ داری علماء دین پر ڈالی گئی۔ جیسے کہ فرمایا گیا علماء وراثت میں

Marfat.com
Marfat.com

انبیاء کے حقدار ہیں' اور انبیاء نے وراثت اگر کوئی چھوڑی ہے تو یہی ہے کہ جو کچھ بھی ان پر نازل کیا گیا اس کو پہچاننا تبلیغ کا ذمہ علماء پر ڈالا گیا ہے۔ اور ساتھ یہ بھی ارشاد فرمادیا گیا ہے کہ تم میں سے ہر ایک سربراہ ہے اور ہر ایک سے پرسش ہوگی۔

ان روایات اور ہدایات کو مدنظر رکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغ کی ذمہ داری ہر مسلمان پر عائد ہوتی ہے اس تبلیغ کے فرض سے عہدہ برآ ہونے کے لئے سب سے پہلے اطاعت رسولؐ اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اب اطاعت آپ ﷺ کے اقوال اور افعال میں کرنے کے ساتھ ان کی کم از کم صورت اور شکل سے واقفیت بھی ہونی چاہئے' تاکہ اطاعت کا حق ادا کرنے میں سہولت رہے۔ اس مقصد کے پیش نظر یہاں روایات اور احادیث کے ذخیرہ میں سے آپ ﷺ کی جو تصویر بیان کی گئی ہے اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

آپ ﷺ کی تصویر جو بنتی ہے وہ ایک بے مثال تصویر ہوگی۔ جیسے کہ آپؐ کے اخلاق بے مثال تھے۔ اسی طرح آپؐ کی روایات کی روشنی میں جو تصویر ذہن میں بیٹھتی ہے اس جیسی تصویر اور شکل اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے نہ بنائی تھی اور نہ ہی آئندہ کوئی بنے گی' نہ آپؐ جیسا محبوب' نہ آپؐ جیسا نبی' نہ ہی آپؐ جیسا بشر ہوگا' نہ آپؐ جیسا کوئی شوہر ہوگا' نہ آپؐ جیسا باپ ہوگا' نہ آپؐ جیسا کوئی ہمسایہ ہوگا' نہ آپؐ جیسا کوئی خیر خواہ ہوگا' نہ آپؐ جیسا میزبان ہوگا' نہ آپؐ جیسا رہنما ہوگا' اور نہ ہی آپؐ جیسا امام قوم ہوگا اسی لئے تو آپ ﷺ صحابہ کرام سے خطاب کرتے ہیں کہ تم میں سے میرے جیسا کوئی ہے؟ آپؐ کی یہ بے مثل شخصیت ہی تو ہے جن کو اللہ نے معراج کے موقعہ پر خصوصی ملاقات سے نوازا تھا' کیا اس کائنات میں ایسا کوئی مُلاقاتی ہو سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ خصوصی طور پر اپنی میزبانی اور ملاقات سے نوازے' نہ تو ایسے ملاقاتی انبیاء کرام میں ہیں' نہ ہی اور کوئی شخصیت اس جہاں رنگ و بو میں دنیا کی کوئی طاقت بطور تمثیل پیش کر سکتی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

اس لئے ہر اس شخص پر لازم ہے جس نے اپنی گردن میں آپ ﷺ کی اطاعت کا طوق آویزاں کرنے کا عہد کیا ہے کہ آپ ﷺ کی خوبیوں کو اپنے لئے حرز جان بنالے۔ آپؐ کی شکل وصورت کے تمام نقش ذہن نشیں کررکھے اور کوشش کرے کہ اپنا رہنا' اٹھنا' بیٹھنا' سونا' کھانا' چلنا' پھرنا' گفتگو کرنا' ملاقات کرنا' جاگنا' لین دین کرنا ہر معاملہ آپؐ کے طریقہ پر ہو اور یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ جب قبر کی زندگی میں پہلی ملاقات جن سے کرائی جائیگی وہ آپ ﷺ کی ذات گرامی کی ہو گی لہٰذا ان کی کوئی ایک نشانی' علامت اپنے ذہن میں یاد رکھے جس سے پہچان ہو۔

آپؐ کو رحمتہ للعلمین بنا کر مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا۔ جنات بھی مخلوقات میں شامل ہیں ان کی ہدایت اور تربیت کے لئے بھی آپ ہمیشہ کوشاں رہے قرآن کریم میں جنات کے سلسلہ میں بھی ایک سورت کا نزول ہو چکا ہے۔ کئی ایک احادیث اور روایات میں بھی واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ جنات کی تبلیغ کے سلسلہ میں بھی عہدہ برآہ ہوتے رہے مثلاً" جنات کے وفد کو ان کی خوراک کے سلسلہ میں بھی کچھ ہدایات کا اشارہ ملتا ہے۔

جنات کے لئے ہدایات بابت خوراک

عمرو بن عیلان ثقفی کہتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ اس رات آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے جس رات جنات کا وفد دربار نبوت میں حاضر ہوا فرمایا ہاں! عرض کیا مجھے اس واقعہ کا بیان سنائیں۔ فرمایا! ایک بار ایسا ہوا کہ اہل حلقہ کے ایک ایک شخص کو ایک ایک آدمی رات کے کھانے پر اپنے ساتھ لے گیا میں باقی رہ گیا مجھے کسی نے اپنے ساتھ نہیں لیا اتنے میں آنحضرت ﷺ کا گزر ہوا فرمانے لگے کون ہو؟ عرض کیا ابن مسعود۔ فرمایا تمہیں کوئی ساتھ نہیں لے گیا عرض کیا

Marfat.com
Marfat.com

جی نہیں! فرمایا! اچھا ہمارے ساتھ چلو ممکن ہے تمہارے لئے کچھ چیز مل سکے چنانچہ میں آپؐ کے ساتھ ہو لیا۔ حضرت ام سلمہؓ کے حجرہ تک پہنچے تو آنحضرتؐ مجھے باہر چھوڑ کر خود اندر خانہ تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد لونڈی آئی اس نے کہا ابن مسعود! تمہارے کھانے کے لئے رسول ﷺ کو کچھ نہیں ملا۔ اپنی جگہ واپس لوٹ جاؤ چنانچہ میں مسجد میں واپس آگیا میں نے مسجد کی کنکریاں جمع کیں اور ان کا تکیہ بنالیا اور کپڑا لپیٹ کر لیٹ گیا ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ لونڈی دوبارہ آئی اور کہا ابن مسعود تمہیں آنحضرت ﷺ یاد فرماتے ہیں۔ میں اس کے ساتھ ہو لیا توقع تھی کہ کچھ کھانے کو ملے گا جب میں در دولت پر پہنچا تو آنحضرت ﷺ گھر سے باہر رونق افروز تھے۔ فرمایا میں جہاں چلوں میرے ساتھ چلو گے؟ عرض کیا "ماشاء اللہ" تین بار سوال و جواب ہوا۔ پھر آنحضرت ﷺ چلے میں بھی ساتھ بقیع الغرقد (جنت البقیع) میں پہنچے تو آپؐ نے عصائے مبارک سے ایک دائرہ کھینچ کر فرمایا"اس میں بیٹھ جاؤ اور میری واپسی تک یہاں سے نہ ہٹنا۔ یہ فرما کر خود آگے تشریف لے گئے مجھے کھجوروں کے درمیان سے آپؐ نظر آ رہے تھے آپؐ میری نظروں سے اوجھل نہیں ہو پائے تھے کہ یکایک غبار اٹھا مجھے اندیشہ ہوا کہ غالباً" رسول اللہ ﷺ کو کوئی حادثہ پیش آگیا ہے کیونکہ میرا خیال تھا کہ بنو ہوازن کے لوگ ہیں جو آنحضرت ﷺ کو شہید کرنے کی سازش کر رہے ہیں خیال کیا کہ مجھے بھاگ کر لوگوں کو اطلاع کرنی چاہیے لیکن مجھے یاد آیا کہ آنحضرتؐ نے مجھے یہاں سے نہ ہٹنے کی تاکید فرمائی تھی اتنے میں مجھے آنحضرتؐ کی آواز سنائی دی کہ آپ اپنے عصائے مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے ان سے فرما رہے تھے "بیٹھ جاؤ" وہ لوگ بیٹھ گئے تب مجھے سکون ہوا "فرمایا" اگر تم اس دائرے سے باہر نکل جاتے تو اندیشہ تھا کہ وہ تمہیں اچک لیتے۔ اچھا یہ بتاؤ تمہیں کوئی چیز نظر آئی؟ عرض کیا! مجھے کالے رنگ کے آدمی نظر آئے جنہوں نے سفید کپڑے پہن

Marfat.com
Marfat.com

رکھے تھے۔

رسول ﷺ نے فرمایا؟ یہ نصیبین کے جنات تھے جو وفد کی صورت میں آئے تھے یہ لوگ مجھ سے توشہ اور خوراک کا سوال کر رہے تھے میں نے ان کو ہڈی "کا توشہ ان کی ذات کیلئے" لید اور مینگنیاں "ان کے مویشیوں کیلئے دیا ہے" میں نے عرض کیا یہ چیزیں ان کے کس کام آئیں گی فرمایا "جو ہڈی بھی انہیں دستیاب ہو گی اللہ تعالیٰ ان کے لئے اتنا گوشت پیدا فرما دیں گے جتنا کہ اس ہڈی سے کھا لیا گیا تھا۔ اور جو لید اور گوبر وغیرہ ان کو ملے گا اللہ تعالیٰ اس میں اتنا ہی غلہ اور چارہ ان کے مویشیوں کے لئے پیدا کر دے جتنے سے یہ لید اور گوبر وغیرہ بنا تھا اس لئے تم لوگ نہ تو ہڈی سے استنجا کرو نہ ہی لید اور گوبر سے۔ (اکام المرجان ض 24 بحوالہ دلائل نبوت اصفہانی)

عظیم انقلابی شخصیت کا خلق عظیم

جب کوئی شخص کوئی مافوق الفطرت کام انجام دے یا فطرت انسانی کے بر عکس کسی انسان سے کوئی ایسا انوکھا اور حیران کن فعل سرزد ہو جس کو کوئی دوسرا آدمی انفرادی یا بہت سے افراد مل کر اجتماعی طور پر بھی انجام نہ دے سکیں تو ایسے فعل کو اگر وہ شخصیت نبی ہو یا رسول کے اس فعل یا واقعہ کو معجزہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایسے معجزات نہ کسی غیر نبی سے انفرادی طور پر اور نہ ہی اجتماعی طور پر سرزد ہوتے ہیں' اور انبیاء کرام کے معجزات تو صرف اس کرہ ارض پر ہی نہیں واقعہ ہوئے بلکہ آسمانی فضاؤں اور خلاؤں تک پہنچ جاتے ہیں مثلاً" حضور اکرم ﷺ سے شق القمر کا معجزہ رونما ہوا' پھر معراج شریف جیسا آسمانی فضاؤں سے گذر کر ماورئی تک پہنچا دینا بے مثال معجزہ اور کسی پیغمبر سے سرزد نہیں ہوا۔

اسی طرح قرآن مجید کا نزول جو آئندہ آنے والی نسلوں تک منشور ہدایت کی حیثیت رکھتا

Marfat.com
Marfat.com

ہے۔ آپؐ کی نبوت و رسالت پر لاجواب دلیل اور ثبوت کی حیثیت سے ابھی تک ہزاروں انسانوں کے دلوں میں محفوظ کرا دینا کوئی آسان کام ہے' یہ کسی انسان کے اختیار میں نہیں ہو سکتا یہ کام صرف انبیاء کے ذریعہ اللہ انجام دیتا ہے۔ اس قرآن کی فصاحت اور بلاغت اور طرز بیان۔ عرب کے خطہ میں ایسی لاتعداد ہستیاں موجود تھیں جن کو فصاحت و بلاغت میں کمال حاصل تھا چنانچہ ان سب کو انفرادی اور اجتماعی طور پر چیلنج دیا گیا کہ وہ قرآن کریم جیسی ایک بھی سورت پیش کر دیں لیکن یہ سب یکسر ناکام رہے۔ سب سے اہم بات یہ کہ آنحضرت ﷺ جن پر قرآن نازل ہوا وہ خود "امی" یعنی ان پڑھ تھے۔

قرآن کریم کا اعجاز صرف اس کی فصاحت وبلاغت اور اس کے حسن ترتیب تک ہی محدود نہیں بلکہ اس میں علم وفضل' حکمت ودانائی' اسلامی قانون' اخلاق حسنہ' سابقہ اقوام کے تاریخی حالات' غیبی خبروں پر مشتمل معلومات کے ایسے وافر اور انمول ذخائر بھی موجود ہیں جن کا پوری دنیا آج تک کوئی جواب نہیں پیش کر سکی۔ قرآن مجید ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ملت اسلامیہ ان حقائق سے سبق حاصل کرے اور زندگی کا مقصد صراط مستقیم کو بنائے۔

آپ ﷺ کے معجزات تو بے شمار ہیں ہم یہاں صرف ان کے اس کردار اور حسن اخلاق کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جن کا مظاہرہ صراط مستقیم کا انقلاب برپا کرنے کے دوران کرتے رہے اور آپؐ کے اس کردار کو ہر وہ شخص اپنے لئے لائحہ عمل بنا سکتا ہے جو صراط مستقیم کی تحریک کو آگے بڑھانے کا خواہش مند ہو۔ آپ ﷺ نے جب معاشرہ کو شرک کے تجاوزات سے پاک کرنے کی خاطر دعوت توحید پرستی کا اعلان کیا تو اس دور میں جزیرہ عرب میں فصاحت و بلاغت کے مقابلہ میں داد شجاعت اور تحسین و آفرین کا غلغلہ بلند کیا جاتا تھا اور اسی فن میں کامیابی کو عزت کا باعث سمجھا جاتا تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

نبی اکرم ﷺ اپنی فطرتی فصاحت وبلاغت میں ممتاز تھے' آپ ﷺ طبیعت کی روانی' لفظ کے نکھار' فقروں کی جزالت' معانی کی صحت اور تکلف سے دوری کے ساتھ ساتھ جوامع الکلم سے نوازے گئے تھے۔ آپ ﷺ کو نادر حکمتوں اور عرب کی تمام زبانوں کا علم عطا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ ہر قبیلہ سے اسی کی زبان اور محاوروں میں گفتگو فرماتے تھے۔ آپ ﷺ میں بدویوں کا زور بیان' اور قوت تخاطب اور شہریوں کی شستگی الفاظ اور شگفتگی وشائستگی جمع تھی' اور وحی کی ہدایت پر مبنی تھی' اور اللہ تعالٰی کی تائید غیبی سے مزین تھی۔

بردباری' قوت برداشت' درگذر اور مشکلات پر صبرایسے اوصاف تھے جن کے ذریعہ اللہ تعالٰی نے آپ ﷺ کی تربیت کی تھی ہر حلیم وبرباد کی کوئی نہ کوئی لغزش اور کوئی نہ کوئی کمزوری جانی جاتی ہے مگر نبی کریم ﷺ کی بلندی کردار کا عالم یہ تھا کہ آپؐ کے دشمنوں کی ایذا رسانی اور بدمعاشوں کی خودسری وزیادتی جس قدر بڑھتی گئی آپؐ کے صبروحلم میں اسی قدر اضافہ ہوتا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ رسول ﷺ کو جب بھی دو کاموں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ وہی کام اختیار کرتے جو آسان ہوتا۔جب تک کہ وہ گناہ کا کام نہ ہوتا اگر کسی قسم کے گناہ کا شائبہ بھی ہوتا تو آپ سب سے بڑھ کر اس سے دور رہتے۔ آپؐ نے کبھی اپنے نفس کے لئے انتقام نہ لیا البتہ اگر اللہ تعالٰی کی حرمت چاک کی جاتی تو آپؐ اللہ تعالٰی کے لئے انتقام لیتے۔ آپؐ سب سے بڑھ کر غیظ وغضب سے دور تھے اور سب سے جلد راضی ہو جاتے تھے جو دوکرم کا وصف ایسا تھا کہ اس کا اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا آپؐ اس شخص کی طرح بخشش ونوازش فرماتے تھے جسے فقر کا اندیشہ ہی نہ ہو۔ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا

Marfat.com
Marfat.com

بیان ہے کہ آپ ﷺ سب سے بڑھ کر پیکر جود وسخا تھے اور آپؐ کا دریائے سخاوت رمضان میں اس وقت زیادہ جوش پر ہوتا جب جبرائیل آپؐ سے ملاقات فرماتے اور حضرت جبرائیل رمضان میں آپؐ سے ہر رات ملاقات فرماتے اور قرآن کا دور کراتے پس رسول اللہؐ خیر کی سخاوت میں (خزائن رحمت سے مالامال کرکے) جو کچھ بھیجی ہوئی ہو اس سے بھی زیادہ پیش پیش ہوتے تھے۔ حضرت جابرؓ کا ارشاد ہے کہ ایسا کبھی نہ ہوا کہ آپؐ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپؐ نے نہیں کہہ دیا ہو۔ شجاعت، بہادری اور دلیری میں بھی آپؐ کا مقام سب سے بلند اور معروف تھا۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ دلیر تھے۔ نہایت کٹھن اور مشکل مواقع پر جب کہ اچھے اچھے جان بازوں اور بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ آپؐ اپنی جگہ برقرار رہے۔ پیچھے ہٹنے کے بجائے آگے ہی بڑھتے گئے پائے اثبات میں ذرا سی لغزش نہ آئی۔ بڑے بڑے بہادر بھی کبھی کبھی بھاگ گئے اور پسپاء ہو گئے مگر آپؐ میں یہ بات کبھی نہیں پائی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب زور کا رن پڑتا اور جنگ کے شعلے خوب بھڑک اٹھتے تو ہم رسول اللہؐ کی آڑ لیا کرتے تھے۔ آپؐ سے بڑھ کر کوئی شخص دشمن کے قریب نہ ہوتا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک رات اہل مدینہ کو خطرہ محسوس ہوا لوگ شور کی طرف دوڑے تو راستہ میں رسول اللہ واپس آتے ہوئے ملے۔ آپؐ لوگوں سے پہلے ہی آواز کی جانب پہنچ کر خطرہ کے مقام کا جائزہ لے چکے تھے۔ اس وقت آپؐ ابو طلحہؓ کے بغیر زین کے گھوڑے پر سوار تھے۔ گردن میں تلوار حائل کئے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے ڈرو نہیں (کوئی خطرہ نہیں)۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ حیادار اور پست نگاہ تھے ۔ ابو سعید خدری کی روایت ہے کہ آپؐ پردہ نشین کنواری عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے، جب آپ ﷺ کو کوئی بات ناگوار گزرتی تو چہرہ سے پتہ لگ جاتا، اپنی نظریں کسی کے چہرہ پر گاڑتے نہ تھے، نگاہ پست رکھتے تھے اور آسمان کی نسبت زمین

Marfat.com
Marfat.com

کی طرف نظر زیادہ دیر تک رہتی تھی' نگاہ نیچے رکھ کر بات کہتے تھے۔ حیاء اور کرم نفس کا عالم یہ تھا کبھی کسی سے ناگوار بات رو در رو نہ کہتے تھے اور کسی کی ناگوار بات آپ ﷺ تک پہنچتی تو نام لے کر اس کا ذکر نہ کرتے' بلکہ یوں فرماتے کہ کیا بات ہے کہ کچھ لوگ ایسا کر رہے ہیں۔ آپؐ حیاء کے سبب نگاہ پست رکھتے تھے آپ ﷺ کی ہیبت کے سبب نگاہیں پست رکھی جاتی تھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ سے اسی وقت گفتگو کی جاتی ہے جب آپ ﷺ تبسم فرماتے تھے۔

آپؐ سب سے زیادہ عادل 'پاک دامن 'صادق اللہجہ اور عظیم الامانت۔ تھے اس کا اعتراف آپؐ کے دوست' دشمن سب کو تھا نبوت سے پہلے آپ ﷺ کو امین کہا جاتا تھا اور دور جاہلیت میں آپؐ کے پاس فیصلہ کے لئے مقدمات لائے جاتے تھے۔

جامع ترمذی میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی جاتی ہے کہ ایک بار ابو جہل نے آپ ﷺ سے کہا ہم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے البتہ آپؐ جو کچھ لے کر آئے ہیں اسے جھٹلاتے ہیں۔ یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ (ترجمہ قرآن)۔ ہرقل نے ابو سفیان سے دریافت کیا اس نبی ﷺ نے جو بات کہی ہے اس کے کہنے سے پہلے تم لوگ اسے جھوٹ سے متہم کرتے تھے؟ تو ابو سفیان نے جواب دیا کہ نہیں۔

آپ ﷺ سب سے زیادہ متواضع اور تکبر سے دور تھے۔ جس طرح بادشاہوں کے لئے ان کے خدام وحاشیہ بردار کھڑے رہتے اس طرح اپنے لئے آپؐ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرام کو کھڑے ہونے سے منع فرماتے تھے۔ مسکینوں کی عیادت کرتے تھے۔ فقراء کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے۔ غلام کی دعوت منظور فرماتے تھے۔ صحابہ کرامؓ میں سے بغیر کسی امتیاز کے ایک

Marfat.com
Marfat.com

عام آدمی کی طرح بیٹھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے جوتے خود ٹانکتے تھے۔ اپنے کپڑے خود سیتے تھے اور اپنے ہاتھ سے اس طرح کام کرتے تھے جیسے تم میں سے کوئی آدمی اپنے گھر کے کام کاج کرتا ہے۔

آپؐ سب سے بڑھ کر عہد کی پابندی کرتے تھے اور صلہ رحمی بھی فرماتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ سب سے زیادہ شفقت اور رحم و مروت سے پیش آتے تھے' رہائش اور ادب میں سب سے اچھے تھے' آپؐ کا اخلاق سب سے زیادہ کشادہ تھا۔ بد خلقی سے سب سے زیادہ دور اور نفور تھے' نہ عادتاً" فحش گو تھے' نہ بہ تکلف فحش کہتے تھے' نہ لعنت کرتے' نہ بازار میں چیختے چلاتے تھے' نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے' بلکہ معافی اور درگذر سے کام لیتے تھے۔ کسی کو اپنے پیچھے چلتا ہوا نہ چھوڑتے تھے۔ اپنے خادم کا کام بھی خود ہی کر دیتے تھے۔ کبھی اپنے خادم کو اف نہیں کہا اور نہ ہی اس پر کسی کام کے نہ کرنے پر عتاب فرمایا۔ مسکین سے محبت کرتے ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور ان کے جنازوں میں حاضر ہوتے تھے۔ کسی فقیر کو اس کے فقر کی وجہ سے حقیر نہیں سمجھتے تھے۔

ایک بار سفر میں تھے ایک بکری ذبح کر کے پکانے کا مشورہ ہوا۔ ایک نے کہا ذبح کرنا میرا کام' دوسرے نے بکری کی کھال اتارنے کی ذمہ داری لی' تیسرے نے کہا پکانا میرا ذمہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ایندھن جمع کرنا میرے ذمہ ہوا' صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا ہم آپ کا کام بھی کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا میں جانتا ہوں تم لوگ میرا کام کردو گے لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم پر امتیاز حاصل کروں۔ کیونکہ اللہ اپنے بندوں کی یہ حرکت ناپسند کرتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو اپنے رفقاء میں ممتاز سمجھے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اٹھ

Marfat.com
Marfat.com

کر لکڑیاں جمع فرمائیں۔

آیئے ذرا ہند بن ابی ہالہ کی زبانی رسول ﷺ کے اوصاف سنیں۔ ہند اپنی ایک طویل روایت میں کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ پیہم غموں سے دوچار تھے۔ ہمیشہ غور و فکر فرماتے تھے۔ آپ کے لئے راحت نہ تھی' بلا ضرورت بولتے نہ تھے' دیر تک خاموش رہتے تھے' از اول تا آخر پورے منہ سے بات کرتے تھے یعنی صرف منہ کے کنارے سے نہ بولتے تھے' جامع اور دو ٹوک کلمات کہتے تھے جن میں نہ فضول گوئی ہوتی نہ کوتاہی نرم خو تھے' جفاجو اور حقیر نہ تھے' نعمت معمولی بھی ہوتی تو اس کی تعظیم کرتے تھے کسی چیز کی مذمت نہیں کرتے تھے' کھانے کی نہ تعریف کرتے تھے اور نہ ہی برائی' حق بات کو کوئی نقصان پہنچاتا تو جب تک انتقام نہ لیتے آپ کے غضب کو روکا نہ جا سکتا تھا' جب اشارہ فرماتے تو پوری ہتھیلی پلٹتے جب غضبناک ہوتے تو رخ پھیر لیتے اور جب خوش ہوتے تو نگاہ پست فرما لیتے' آپؐ کی بیشتر ہنسی تبسم کی صورت میں تھی مسکراتے تو دانت اولوں کی طرح چمکتے۔ فضول باتوں سے زبان روکے رکھتے' ساتھیوں کو جوڑتے تھے توڑتے نہ تھے۔ ہر قوم کے معزز آدمی کی تکریم فرماتے تھے اور اسی کو ان کا والی بناتے تھے' لوگوں (کے شر) سے محتاط رہتے۔ اور ان سے بچاؤ اختیار فرماتے تھے۔

لیکن کسی سے اس کے لئے اپنی خندہ پیشانی ختم نہ فرماتے تھے۔ اپنے اصحاب کی خبرگیری کرتے' اور لوگوں کے حالات دریافت فرماتے' اچھی چیز کی تعریف کرتے اور بری کی توہین اور مذمت بھی فرماتے مگر افراط و تفریط سے دور تھے ۔غافل نہ ہوتے تھے تاکہ لوگ بھی غافل یا ملول خاطر نہ ہو جائیں' ہر حالت کے لئے مستعد رہتے تھے ' حق سے کوتاہی نہ فرماتے اور نہ ہی حق سے تجاوز فرمایا کرتے' جو لوگ آپؐ سے قریب رہتے تھے وہ سب سے اچھے لوگ تھے اور ان میں بھی آپ ﷺ کے نزدیک افضل وہ تھا جو سب سے بڑھ کر

Marfat.com
Marfat.com

خیر خواہ ہو اور سب سے زیادہ قدر آپ کے نزدیک اس کی تھی جو سب سے اچھا اور غمگسار اور مددگار ہو۔

آپ اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر ضرور فرماتے۔ جگہیں متعین نہ فرماتے یعنی اپنے لئے کوئی امتیازی جگہ مقرر نہ فرماتے جب قوم کے پاس پہنچتے تو مجلس میں جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے اور اسی کا حکم بھی فرماتے' سب اہل مجلس پر برابر توجہ فرماتے حتیٰ کہ کوئی جلیس یہ نہ محسوس کرے کہ کوئی شخص آپ کے نزدیک اس سے زیادہ باعزت ہے کوئی کسی ضرورت سے بیٹھتا یا کھڑا ہوتا تو آپ اتنے صبر کے ساتھ اس کے لئے رکتے کہ وہ خود ہی واپس ہوتا' کوئی کسی ضرورت کا سوال کر دیتا تو آپ اسے عطا کئے بغیر یا اچھی بات کئے بغیر واپس نہ فرماتے آپ نے اپنی خندہ پیشانی اور اخلاق سے سب کو نوازا یہاں تک کہ آپ سب کے لئے باپ کا درجہ رکھتے تھے اور سب آپ کے نزدیک یکساں حق رکھتے تھے کسی کو فضیلت تھی تو تقویٰ کی بنیاد پر۔ آپ کی مجلس حلم' حیاء اور صبر و امانت کی مجلس تھی اس میں آوازیں بلند نہ کی جاتی تھیں اور نہ حرمتوں پر عیب لگتے تھے' یعنی کسی کی بے آبروئی کا اندیشہ نہ تھا' لوگ تقویٰ کے ساتھ باہم محبت و ہمدردی رکھتے تھے' بڑے کا احترام کرتے تھے چھوٹے پر رحم کرتے تھے' حاجتمند کو نوازتے تھے اور اجنبی کو انس عطا کرتے تھے۔

آپ کے چہرے پر ہمیشہ بشاشت رہتی' سہل خو اور نرم پہلو تھے' جفا جو اور سخت خو نہ تھے' نہ چیختے تھے نہ فحش کہتے تھے' نہ زیادہ عتاب فرماتے تھے اور نہ بہت تعریف کرتے تھے۔

جس چیز کی خواہش نہ ہوتی اس سے تغافل برتتے تھے۔ آپ سے مایوسی نہیں ہوتی تھی' آپ نے تین باتوں سے نفس کو محفوظ رکھا۔ (۱) ریاء سے۔ (۲) کسی چیز کی کثرت سے۔ (۳) لایعنی بات سے اور تین باتوں سے لوگوں کو محفوظ رکھا یعنی آپ (۱) کسی کی مذمت نہیں

Marfat.com
Marfat.com

کرتے تھے (۲) کسی کو عار نہیں دلاتے تھے (۳) اور کسی کی عیب جوئی نہیں کرتے تھے۔

آپ ﷺ وہی بات زبان پر لاتے جس میں ثواب کی امید ہوتی۔ جب آپ ﷺ تکلم فرماتے تو آپؐ کے ہم نشیں یوں سر جھکائے بیٹھے ہوتے گویا سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ جب آپؐ خاموش ہوتے تو لوگ گفتگو کرتے۔ لوگ آپؐ کے پاس گپ بازی نہ کرتے۔ آپؐ کے پاس جو کوئی بولتا سب اس کے لئے خاموش رہتے یہاں تک کہ وہ اپنی بات پوری کر لیتا۔ ان کی بات وہی ہوتی جو ان کا پہلا شخص کرتا۔ جس بات سے سب لوگ ہنستے اس سے آپ ﷺ بھی ہنستے اور جس بات پر سب لوگ تعجب کرتے اس پر آپؐ بھی تعجب کرتے۔ اجنبی آدمی درشت کلامی سے کام لیتا تو آپؐ اس پر صبر کرتے اور فرماتے جب تم لوگ حاجتمند کو دیکھو کہ وہ اپنی حاجت کی طلب میں ہے تو اسے سامان ضرورت سے نواز دو۔ آپ ﷺ احسان کا بدلہ دینے والے کے سوا کسی سے ثناء کے طالب نہ ہوتے۔

خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ اپنی مجلس میں سب سے زیادہ باوقار ہوتے تھے۔ اپنے پاؤں وغیرہ نہ پھیلاتے' بہت زیادہ خاموش رہتے' بلا ضرورت نہ بولتے' جو شخص نامناسب بات بولتا اس سے رخ پھیر لیتے' آپؐ کی ہنسی مسکراہٹ تھی اور کلام دوٹوک۔ نہ فضول نہ کوتاہی' آپؐ کے صحابہ کی ہنسی بھی آپؐ کی توقیر اور اقتداء میں مسکراہٹ ہی کی حد تک ہوتی۔ حاصل یہ کہ نبی ﷺ بے نظیر صفات کمال سے آراستہ تھے آپؐ کے رب نے آپؐ کو بے نظیر ادب سے نوازا تھا۔ حتیٰ کہ اس نے خود آپؐ کی تعریف میں ہی یہ فرمایا "یقیناً آپ عظیم اخلاق پر ہیں" (ترجمہ آیت) اور یہ ایسی خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے لوگ آپؐ کی طرف کھینچ رہے تھے۔ دلوں میں آپؐ کی محبت بیٹھ گئی اور آپؐ کی قیادت کا وہ مقام تھا کہ لوگ آپؐ پر وارفتہ ہو گئے۔ ان ہی خوبیوں کے سبب آپؐ

Marfat.com
Marfat.com

کی قوم کی اکڑ اور سختی نرمی میں تبدیل ہوئی یہاں تک کہ یہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو گئی۔ نبی ﷺ اپنی قوم میں بھی شیریں کردار' فاضلانہ اخلاق اور کریمانہ عادات کے لحاظ سے ممتاز تھے۔ چنانچہ آپؐ سب سے زیادہ بامروت' سب سے زیادہ خوش اخلاق' سب سے معزز ہمسایہ' سب سے بڑھ کر دور اندیش' سب سے زیادہ راست گو' سب سے زیادہ نرم خو' سب سے زیادہ پاک نفس' سب سے زیادہ کریم' سب سے زیادہ نیک عمل' سب سے زیادہ بڑھ کر پابند عہد اور سب سے زیادہ اور بڑے امانت دار تھے۔ حتیٰ کہ آپؐ کی قوم نے آپؐ کا نام ہی "امین" رکھ دیا تھا۔ کیونکہ آپؐ احوال صالحہ اور خصال حمیدہ کا پیکر تھے اور جیسے کہ حضرت خدیجہؓ کی شہادت ہے آپ ﷺ درماندوں کا بوجھ اٹھاتے تھے۔ تہی دستوں کا بندوبست فرماتے تھے' مہمان کی میزبانی کرتے تھے اور مصائب حق میں اعانت فرماتے تھے۔

آپؐ کا حلیہ مبارک احادیث کی زبانی

ہجرت کے وقت رسول اللہ ﷺ ام معبد خزاعیہ کے خیمہ سے گذرے تو اس نے آپؐ کی روانگی کے بعد اپنے شوہر سے آپؐ کے حلیہ مبارک کا جو نقشہ کھینچا وہ یہ تھا۔ چمکتا رنگ' تابناک چہرہ' خوبصورت ساخت' نہ توندلے پن کا عیب' نہ گنجے پن کی خامی' جمال جہاں تاب کے ساتھ ڈھلا ہوا پیکر' سرگیں آنکھیں' لمبی پلکیں' بھاری آواز' لمبی گردن' سفید' سیاہ آنکھیں سیاہ سرگیں آنکھیں باریک اور باہم ملے ہوئے آبرو' چمکدار کالے بال خاموش ہوں تو باوقار' گفتگو کریں تو پرکشش دور سے (دیکھنے میں) سب سے تابناک پرجمال' قریب سے سب سے خوبصورت اور شیریں گفتگو میں چاشنی' بات واضح اور دوٹوک' نہ مختصر اور فضول' انداز ایسا کہ گویا لڑی سے موتی جھڑ رہے ہیں' درمیانہ قد' ناٹا کہ نگاہ میں نہ جچے' نہ لمبا کہ ناگوار لگے' دو شاخوں کے درمیان ایسی شاخ کی طرح ہیں جو سب سے زیادہ تازہ و خوش منظر

Marfat.com
Marfat.com

ہے رفقاء آپ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے' کچھ فرمائیں تو توجہ سے سنتے ہیں' کوئی حکم دیں تو لپک کر بجالاتے ہیں' مطاع و مکرم' نہ ترش رو نہ لغو گو۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ؐ کا دہانہ کشادہ تھا' آنکھیں ہلکی سرخی لئے ہوئے اور ایڑیاں باریک۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے میں نے ایک بار چاندنی رات میں آپ کو دیکھا آپ ؐ پر سرخ جوڑا تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھتا اور چاند کو بھی دیکھتا آخر (اسی نتیجہ پر پہنچا کہ) کہ آپ ؐ چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی لگتا تھا سورج آپ ؐ کے چہرہ میں رواں دواں ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ کر کسی کو تیز رفتار نہیں دیکھا لگتا تھا زمین آپ ؐ کے لئے لپیٹی جا رہی ہے ہم تو اپنے آپ کو تھکا مارتے تھے آپ ؐ بالکل بے فکر تھے۔

حضرت کعب بن مالک ؓ کا بیان ہے کہ جب آپ ؐ خوش ہوتے تو چہرہ دمک اٹھتا گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔ ایک بار آپ ؐ حضرت عائشہ کے پاس تشریف فرما تھے۔ پسینہ آیا تو چہرہ کی دھاریاں دمک اٹھیں یہ کیفیت دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابو کبیر ہذلی کا یہ شعر پڑھا۔

واذا نظرت الی اسرۃ وجھہ

برقت کبرق العارض المتھلل

ترجمہ: جب ان کے چہرہ کی دھاریاں دیکھو تو وہ یوں چمکتی ہیں جیسے روشن بادل چمک رہا ہو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ؐ کو دیکھ کر یہ شعر پڑھتے تھے

امین مصطفیٰ باالخیر یدعو

کضوء البدر زایلہ الظلام

ترجمہ: آپ ؐ امین ہیں' چنیدہ برگزیدہ ہیں' خیر کی دعوت دیتے ہیں' گویا ماہ کامل کی روشنی ہیں'

Marfat.com
Marfat.com

جس سے تاریکی آنکھ مچولی کھیل رہی ہے۔

حضرت ابوالطفیلؓ کہتے ہیں کہ آپؐ گورے رنگ، پرملاحت چہرہ اور میانہ قد کے تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ کا ارشاد ہے کہ آپؐ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں اور رنگ چمکدار نہ خالص سفید نہ گندم گوں، وفات کے وقت تک سر اور چہرے کے بیس بال بھی سفید نہ ہوئے تھے صرف کنپٹی کے بالوں میں کچھ سفیدی تھی اور چند بال سر کے سفید تھے۔

حضرت ابو جحیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپؐ کے نچلے ہونٹ کے نیچے عنفقہ (داڑھی بچہ) میں سفیدی دیکھی۔ حضرت عبداللہ بن بسرؓ کا بیان ہے کہ آپؐ کے عنفقہ (داڑھی بچہ) میں چند بال سفید تھے۔

حضرت براءؓ کا بیان ہے کہ آپؐ کا پیکر درمیانی تھا۔ دونوں کندھوں کے درمیان دوری تھی بال دونوں کانوں تک پہنچتے تھے۔ میں نے آپؐ کو سرخ جوڑا زیب تن کئے ہوئے دیکھا۔ کبھی کوئی چیز آپؐ سے زیادہ خوبصورت نہ دیکھی پہلے آپؐ اہل کتاب کی موافقت پسند کرتے تھے اس لئے بال میں کنگھی کرتے تو مانگ نکالا کرتے تھے۔ حضرت براءؓ کہتے ہیں آپؐ کا چہرہ سب سے زیادہ خوبصورت آپؐ کا اخلاق سب سے بہتر تھا ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا نبی ﷺ کا چہرہ تلوار جیسا تھا انہوں نے کہا نہیں بلکہ چاند جیسا تھا ایک روایت میں ہے کہ آپؐ کا چہرہ گول تھا۔

ربیع بنت معوذ کہتی ہیں کہ اگر تم حضور کو دیکھتے تو لگتا کہ تم نے طلوع ہوتے ہوئے سورج کو دیکھ رہے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زہیر کا یہ شعر پڑھتے جو ہرم بن سنان کے بارے میں کہا گیا تھا

لوكنت من شيئی سوالبشر كنت المضی ليلته البدر

ترجمہ: اگر آپؐ بشر کے سوا کسی اور چیز سے ہوتے تو آپؐ ہی چودھویں کی رات کو روشن

Marfat.com
Marfat.com

کرتے۔ پھر فرماتے کہ رسول ﷺ ایسے ہی تھے۔

جب آپؐ غضب ناک ہوتے تو چہرہ سرخ ہو جاتا گویا دونوں رخساروں میں دانہ انار نچوڑ دیا گیا ہے۔

حضرت جابر بن سمرہؓ کا بیان ہے کہ آپؐ کی پنڈلیاں قدرے پتلی تھیں اور آپؐ ہنستے تو صرف تبسم فرماتے (آنکھیں سرگیں تھیں) تم دیکھتے تو کہتے کہ آپؐ نے آنکھوں میں سرمہ لگا رکھا ہے حالانکہ سرمہ نہ لگا ہوتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ آپؐ کے آگے کے دونوں دانت الگ الگ تھے۔ جب آپؐ گفتگو فرماتے تو ان دانتوں کے درمیان سے نور جیسا نکلتا دکھائی دیتا گردن گویا چاندی کی صفائی لئے ہوئے گڑیا کی گردن تھی طویل داڑھی گھنی پیشانی کشادہ' ابرو پیوستہ ایک دوسرے سے الگ الگ' اونچی ناک' رخسار ہلکے' لبہ سے ناف تک چھڑی کی طرح دوڑا ہوا بال اور اس کے سوا شکم اور سینہ پر کہیں بال نہیں البتہ بازو اور مونڈھوں پر بال تھے شکم اور سینہ برابر' سینہ مسطح اور کشادہ' کلائیاں بڑی بڑی ہتھیلیاں کشادہ' قد کھڑا' تلوے خالی' اعضاء بڑے بڑے' جب چلتے تو جھٹکے کے ساتھ چلتے قدرے جھکاؤ کے ساتھ آگے بڑھتے اور سہل رفتار سے چلتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی حریر و دیبا نہیں چھوا۔ جو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور نہ کبھی عنبر یا مشک یا اور کوئی خوشبو سونگھی جو رسولؐ کی خوشبو سے بہتر ہو۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپؐ کا ہاتھ اپنے چہرہ پر رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بچے تھے کہتے ہیں آپؐ نے میرے رخسار پر ہاتھ پھیرا تو میں نے آپؐ کے ہاتھ میں ایسی ٹھنڈک اور ایسی خوشبو محسوس کی گویا آپؐ نے اسے عطار کے عطردان سے نکالا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپؐ کا پسینہ گویا موتی ہوتا تھا اور حضرت ام سلیم کہتی ہیں کہ یہ پسینہ ہی سب سے زیادہ اور عمدہ خوشبو ہوا کرتی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں آپؐ کسی راستہ سے تشریف لے جاتے اور آپؐ کے بعد کوئی اور گزرتا تو آپؐ کے جسم یا پسینہ کی خوشبو کی وجہ سے جان جاتا کہ آپؐ یہاں سے گزرے ہیں۔

آپؐ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی جو کبوتر کے انڈے جیسی اور جسم مبارک ہی کے مشابہ تھی یہ بائیں کندھے کی کری (نرم ہڈی) کے پاس تھی اس پر مسوں کی طرح تلوں کا جمگھٹ تھا۔

نبی اکرمؐ کا لباس

حضور اکرم ﷺ کی زندگی ہمارے لئے کھلی کتاب کی مانند ہے۔ جس میں ایک لفظ بھی پوشیدہ نہیں۔ آپؐ کی زندگی کے اخلاق حسنہ کو جس طرح صحابہ کرام نے لفظ بہ لفظ محفوظ کیا۔ اسی طرح آپؐ کے لباس کو بھی ہمارے لئے دستاویز کی صورت میں بنا کر پیش کیا۔ لباس کا بنیادی مقصد صرف ستر (پردہ) کرنا ہے۔ ستر ہر مسلمان کے لئے حالات اور اوقات کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔ بنیادی طور پر بالغ افراد کے لئے ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ پردے میں رہنا ضروری ہے۔ یعنی مردوں کے لئے عورتوں کا پردہ ہاتھ پاؤں کے علاوہ ہر حصہ پردہ میں رہنا ضروری ہے۔

لباس کے معاملے میں حضورؐ ہمیشہ سادگی کی اہمیت دیتے رہے یعنی جو لباس ضرورت کو پورا کر دیتا اسی پر اکتفا کرتے۔ اکثر حالتوں میں آپؐ کا لباس چادر اور تہمند ہوتا تھا۔ منقول ہے کہ آپؐ کی چادر مبارک میں متعدد پیوند لگے ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں بندہ ہی ہوں اور بندوں ہی جیسا پہنتا ہوں حضرت امام سلمہؓ سے منقول ہے کہ حضورؐ کا محبوب

Marfat.com
Marfat.com

ترین لباس قمیض (کرتا) تھی اگرچہ تہمند اور چادر بکثرت زیب تن فرماتے تھے لیکن قمیض کا پہننا زیادہ پسندید تھا (شمائل ترمذی)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کی تمام خوبیوں میں لباس کا ستھرا رکھنا اور کم پر راضی ہونا پسند ہے۔ (مدارج پٹری) حضورؐ سفید لباس پہننے کو پسند فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ حسین ترین لباس سفید کپڑوں کا ہے چاہئے کہ تم میں سے زندہ لوگ بھی پہنیں اور اپنے مردوں کو بھی سفید کفن دیں (شمائل ترمذی)

آپؐ نے فرمایا کہ لباس کپاس کا بنا ہوا یا صوف کا کوئی سا بھی ہو پہن لینا چاہئے۔ آپؐ نے لمبی چادریں' جبہ' قبا' قمیض' پاجامہ' تہبند' چادر (سادہ) موزہ' جوتا' ہر چیز استعمال فرمائی۔

جب آپؐ قمیض زیب تن کرتے تھے تو پہلے سیدھا ہاتھ سیدھی آستین میں ڈالتے پھر بایاں ہاتھ بائیں آستین میں ڈالتے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں حضورؐ جب بھی نیا لباس پہنتے جمعہ کے دن ہی پہنتے تھے (زادالمیعاد)

حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کو کسی خاص لباس پہننے میں مجبور نہیں فرمایا' چونکہ آپ کی ذات رحمتہ اللعالمین اور تمام دنیا کے انسانوں کے لئے مبعوث کی گئی ہے۔ دنیا کے حالات ایک خاص حالت پر منحصر نہیں رہتے گرمی' سردی' غریبی' امیری' صرف حج کے ایام کے لئے بھی خصوصی ہدایات ہیں۔ باقی کسی خاص قسم کے لباس کی پابندی نہیں رکھی گئی۔

Marfat.com
Marfat.com

حادثات مدینہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک سرزمین حجاز سے ایک آگ نہ نکلے گی جس کی روشنی سے بصرہ کے لوگ حجاز کے اونٹوں کی گردنیں دیکھ لیں۔

آپؐ کی پیشن گوئی کے مطابق مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ سے ایک زبردست آگ کا ظہور ہوا ۵ جمادی الاخر ۶۵۴ھ بروز جمعہ مشرق کی جانب ایک جگہ سے زمین پھٹی اور پورے زور دار دھماکہ سے ایک سیاہ دھواں باہر نکلا جیسے کوئی طاقت ور جن بوتل سے باہر نکل رہا ہو' ہر طرف دھوئیں کے کالے بادل چھا گئے' ہر چیز تاریکی میں ڈوب گئی' دن دہاڑے رات کا سماں پیدا ہو گیا' گھمبیر تاریکی کے بادلوں میں سورج چھپ گیا جیسے موجود ہی نہ ہو پھر اس کڑوے کسیلے دھوئیں نے ایک اور نیا روپ اختیار کیا۔ دیکھتے دیکھتے ہی اس نے بارہ میل لمبی اور چار میل چوڑی وادی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہر طرف آگ کا ایک سمندر موجزن ہوگیا۔

اس آگ کے ظاہر ہونے سے پہلے شروع جمادی الاول سے لے کر جمادی الآخر کی ۳ تاریخ تک مدینہ منورہ میں زبردست زلزلے آتے رہے جن کی آواز ایسی تھی جیسے بادل گرج رہے ہوں۔

اس زلزلہ سے تمام دیواریں اور مکانات جنبش میں رہتے تھے۔ ایک رات میں تقریباً" اٹھارہ مرتبہ زلزلہ آیا تھا اور پھر ۵ جمادی الاخر کو یہ آگ ظاہر ہوئی اس آگ کی رفتار ایسی معلوم ہو رہی تھی جیسے کئی آدمیوں کی بہت بڑی جماعت اس کو کھینچ کر لا رہی ہو۔ اور جو پہاڑ ان کے درمیان آجاتا یہ آگ اس کو جلا کر خاک کر دیتی اور اکثر پہاڑوں کو رانگ کی طرح پگھلا

Marfat.com
Marfat.com

دیتی اور رعد کی مانند آواز کرتی تھی۔ دریا کی طرح موجیں مارتی تھی اس کے درمیان سے سرخ اور نیلی لہریں نکلتی تھیں لیکن آگ جب مدینہ کے قریب پہنچتی تو تمام باتوں کے باوجود ایک ٹھنڈی ہوا اس آگ کی طرف سے مدینہ میں آتی۔

علامہ قسطلانی جو کہ اس زمانہ میں موجود تھے کہتے ہیں کہ اس آگ کی روشنی تمام اطراف کی آبادی اور جنگل کو گھیرے ہوئی تھی۔ حرم نبویؐ اور مدینہ منورہ کے تمام مکانات کو ایسے روشن کئے ہوئی تھی جیسے دن کے وقت روشنی میں ہر شے واضح اور صاف نظر آتی یہاں تک کہ لوگ راتوں کو اس کی روشنی میں تمام کام کر لیتے۔

اس آگ میں ایک خاصیت یہ تھی کہ اس کی گرمی سے پتھر بھی پگھل جاتے تھے۔ اور اس سے ایک ایسی بڑی دیوار بن چکی تھی کہ لوگوں کو چلنے پھرنے سے روک کر راستہ بند ہو گیا تھا دوسری جانب سے بدو لوگ جو مدینہ منورہ میں داخل ہو کر اس مقدس شہر کے لوگوں کو پریشان کیا کرتے تھے۔ ان سے روک تھام ہو گئی تھی۔

اس آگ کی تباہ کاریوں کے علاوہ ایک اور بات بھی قابل غور ہے کہ اس آگ سے درختوں' پودوں اور جھاڑیوں کو کچھ نقصان نہ ہوتا تھا۔

مدینہ کے امیر عزالدین کے آزاد کردہ غلاموں نے بیان کیا کہ امیر نے ہم کو اس آگ کی تحقیق کرنے کا حکم دیا ہم دو آدمی سوار ہو کر اس آگ کے قریب پہنچے کسی قسم کی گرمی ہم کو محسوس نہ ہوئی حالانکہ یہ پہاڑوں اور قلعوں کو بھسم کر دیتی تھی۔ میں نے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اس آگ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ تیر کے سب پر جل گئے لیکن اس کی لکڑی سلامت رہی۔ اس آگ کا درختوں کو نہ جلانا علامت ہے کہ حضورؐ نے چونکہ مدینہ کو حرم قرار دیا تھا۔ اس لئے درخت جھاڑیاں وغیرہ محفوظ تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

علامہ قسطلانی بیان کرتے ہیں کہ میدان میں ایک بڑا سا پتھر پڑا تھا جس کا نصف حصہ حرم مدینہ میں داخل تھا۔ اور باقی نصف خارج از حرم تھا۔ اس آگ نے حرم سے باہر کے حصہ کو تو جلا دیا لیکن جب آگ داخلی حصہ میں پہنچی تو بجھ گئی۔ اس آگ کی حرارت میں اس قدر شدت تھی کہ اس کے قریب کوئی جا نہیں سکتا تھا۔

یہ آگ ۵ جمادی الاخر ۶۵۴ھ ۲۷ جمادی الاخر تک رہی یہاں تک کہ مدینہ منورہ کے قاضی اور امیر نے تمام باشندوں کو جمع کر کے گریہ وزاری شروع کی۔ غلاموں کو آزاد کیا۔ صدقہ و خیرات دیئے۔ جمعہ اور ہفتہ کی شب میں تمام اہل مدینہ حتیٰ کہ عورتوں اور بچوں سب نے حرم نبویؐ میں رات بسر کی اور روضہ مطہرہ کے گرد برہنہ سر گریہ وزاری میں مصروف رہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب رحمت اللعلمین کی برکت کی وجہ سے اس آگ کا رخ شمال کی جانب پھیر دیا۔ بھڑکتی آگ اور اس کے شعلے جنگلوں کی طرف چلے گئے جیسے کسی نے اس کی باگ موڑ دی ہو اور پھر آہستہ آہستہ غائب ہو گئی اس طرح ایک دفعہ مسجد نبویؐ میں بھی آگ بھڑک اٹھی تھی اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ مسجد کے متصل کئی کمرے بنائے گئے تھے جہاں مسجد کے خدام بھی رہتے تھے اور مسجد کا سامان بھی ان میں رکھا جاتا تھا۔ یکم رمضان ۶۵۴ھ بروز جمعہ مسجد کے خادم ابوبکر بن اوحد ہاتھ میں مشعل لئے ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ اور اسے شمع دان میں لٹکا کر خود کسی کام میں مصروف ہو گئے۔ اچانک وہ مشعل نیچے گر گئی وہاں رکھی ہوئی چٹائیوں نے فوراً" آگ پکڑ لی اور دھڑا دھڑ جلنے لگیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے دوسرا سامان بھی آگ کی لپیٹ میں آگیا۔ دروازے 'کھڑکیاں' روشندان 'حتیٰ کہ چھت بھی اس آگ کی زد میں آگئی' مسجد کے دروازے' مینار' منبر' صندوق' دریاں' کپڑے' کتابیں اور باقی سب چیزیں آگ کی نذر ہوگئیں صرف ایک قبہ یا گنبد بچا جس میں کچھ تبرکات تھے۔ اسی سال کئی حوادثات پیش آئے۔ خصوصاً" اسلامی ممالک میں۔

Marfat.com
Marfat.com

۵۵۷ ء روضہ مطہرہ میں سرنگ لگانے کا واقعہ پیش آیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان نورالدین محمود شہید بن عمادالدین زنگی نے سرور کائنات کو ایک رات خواب میں تین بار دیکھا کہ آپؐ دو آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ جلد آؤ اور ان دو آدمیوں کے شر سے بچاؤ نورالدین یہ خواب دیکھنے سے سخت تشویش میں مبتلا ہوگیا کہ مدینہ منورہ میں کوئی عجیب غریب بات وقوع پذیر ہوگئی ہے۔

سلطان نورالدین زنگی ذرا سی تاخیر کیے بغیر اسی وقت رات کے آخری حصہ میں تیز رفتار سانڈنیوں پر اپنے بیس خاص آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ اپنے ساتھ کثیر مال و دولت بھی لے گیا۔ سولہ دن تک لگا تار سفر کرنے کے بعد شام کے وقت مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

مدینہ منورہ پہنچتے ہی سلطان نے عام اعلان کرا دیا کہ مدینہ کا ہر باشندہ حاضر ہو اور سلطانی سخاوت سے فیض یاب ہو ۔ اس اعلان کے بعد شہر کے باشندے سلطان کے پاس آنے لگے۔ سلطان ان آدمیوں کو مالا مال کر کے رخصت کرتا رہا مگر جن دو آدمیوں کی شکل خواب میں دکھائی گئی تھی وہ دونوں آدمی دکھائی نہ دیئے تب سلطان نورالدین نے دریافت کیا کہ کیا کوئی اور آدمی محروم نہیں رہا سب لوگ آچکے ہیں کسی نے بتایا کہ دو آدمی نہیں آئے اور وہ فلاں جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ سلطان نے ان دونوں کو بھی بلوایا۔ تو یہ دونوں وہی آدمی تھے جن کی شکلیں خواب میں دکھائی گئیں تھیں۔ نورالدین نے ان سے دریافت کیا کہ تم لوگ کہاں مقیم ہو انہوں نے جواب دیا کہ روضہ اطہر کے مغربی جانب رہتے ہیں اس مکان سے ایک کھڑکی مسجد کی دیوار میں چھٹی ہوئی ہے۔

سلطان نے یہ معلوم کرانے کے بعد ان دونوں کو تو وہیں ٹھہرانے کا حکم دیا اور خود اس مکان میں پہنچ گئے جس میں ان دونوں نے قیام کیا تھا۔ وہاں ایک طاق میں دو قرآن مجید اور وعظ

Marfat.com
Marfat.com

کی چند کتابیں رکھی ہوئی نظر آئیں۔ ایک طرف کچھ غلہ بھی رکھا تھا جو غرباء و مساکین میں تقسیم کرنے کے لئے تھا۔ ان کے سونے کی جگہ پر ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ سلطان نے اس چٹائی کو اٹھایا تو وہاں سے ایک گہرا گڑھا برآمد ہوا جو خواب گاہ نبویؐ کی طرف کو کھلا ہوا تھا۔ اس کمرے کے ایک کونے میں ایک کنواں بھی کھلا ہوا نظر آیا۔ جس میں گڑھے کی مٹی ڈالی جاتی تھی۔ ان کو ڈرا دھمکا کر اس حرکت کا سبب معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ دونوں عیسائی ہیں اور نصاریٰ نے ان کو مغربی حاجیوں کے لباس میں زر کثیر دیکر اس لئے بھیجا تھا کہ کسی بھی طرح سرور دو عالمؐ کے روضہ مطہرہ کے اندر سے حضورؐ کے جسم اطہر کو نکال کر بے ادبی اور گستاخی کی جائے۔

جس رات ان کی کھدائی حضورؐ کی قبر منورہ تک پہنچی تو زور دار بادل چھا گیا اور زبردست بارش ہونے لگی اور گرج چمک نے وہ زور باندھا کہ بہت ہولناک قسم کا زلزلہ محسوس ہونے لگا۔ اس لئے ان کو اپنی کاروائی روک دینا پڑی۔ صبح سلطان نورالدین مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

اس تفصیل کو سن کر سلطان آتش غضب سے بھڑک اٹھا۔ ساتھ ہی اس پر رقت طاری ہوگئی وہ بہت رویا۔ روضہ اطہرؐ کی جالی کے قریب ہی ان دونوں بدبختوں کی گردن ماری ۔ اور شام کے وقت ان دونوں کی لاشوں کو جلا کر خاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپؐ کے حجرے کے چاروں طرف اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا۔ پھر سیسہ پگھلا کر اس خندق میں بھروا دیا۔ تاکہ کوئی فتنہ پرواز قبر اطہرؐ کو نقصان نہ پہنچا سکے۔

تاریخ بغداد میں ابن النجار نے اسی قسم کا ایک اور حادثہ بیان کیا ہے۔ مصر پر امرائے عبیدیہ کی حکومت تھی، حرمین شریفین بھی ان کے قبضے ہی میں تھے انہوں نے فیصلہ کیا کہ اگر پیغمبر آخر الزمان حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجسام قدسیہ مصر منتقل کئے جائیں تو حکومت اور مصر کے لئے یہ بات بڑی سعادت کا باعث ہوگی۔ دنیا بھر سے لوگ زیارت کی

Marfat.com
Marfat.com

غرض سے یہاں آنے لگیں گے حاکم مصر نے اس مقصد کے لئے ایک عظیم الشان عمارت اور اس کا نہایت شاندار احاطہ تعمیر کرایا اور پھر اپنے ایک معتمد خاص کو جسے ابوالفتوح کہتے تھے، گنبد خضراء سے تینوں اجسام کو نکال کر مصر لے آنے کے لئے روانہ کیا۔ مدینہ منورہ کے اکابرین اور دوسرے باشندے ابوالفتوح کی آمد کے مقصد سے پہلے ہی واقف ہو چکے تھے پہلی ہی مرتبہ جب ایک مجلس میں ایک قاری صاحب نے ابوالفتوح کو دیکھا تو انہوں نے ان آیات مبارکہ کی تلاوت شروع کر دی۔

(ترجمہ) اگر وہ لوگ اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں عہد کر لینے کے بعد اور تمہارے دین کے بارے میں الزام تراشی اور طعن آمیزی کرنے لگیں تو کفر کے سرداروں کو قتل کر دو۔ بلا شبہ ان کا عہد اور قسم باقی نہ رہی۔ یہ اس لئے کہ وہ اپنے ارادے سے باز رہیں۔ تم لوگ اس قوم سے کیوں مقابلہ نہیں کرتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا۔ اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کر لیا اگر تم ایمان والے ہو۔ قاری صاحب نے یہ آیات مبارکہ کچھ ایسی عظمت اور پرشکوہ انداز میں تلاوت کیں کہ لوگوں میں ایک ہیجان اور بے چینی پیدا ہوگئی۔ حاضرین مجلس نے ارادہ کیا کہ ابوالفتوح کو اسی وقت قتل کر دیں۔

لیکن چونکہ شہر میں حکومت انہی لوگوں کے ہاتھ میں تھی اس لئے قتل میں جلدی نہ کی۔ ابوالفتوح بھی خوف زدہ ہوگیا اور کہنے لگا خدا کی قسم اگر اس کام کے لئے میرا سر بھی قلم کر دیا جائے تب بھی میں راضی نہ ہوں گا اور اپنا ہاتھ قبر منور کی طرف کبھی بھی نہ بڑھاؤں گا۔

اس موقعہ پر بھی اس رات اتنی زبردست آندھی آئی کہ ایسا محسوس ہونے لگا کہ کرہ ارض اس کی شدت اور قوت کی وجہ سے الٹ پلٹ ہو جائے گا۔ اونٹ اپنے پالانوں سمیت اور گھوڑے اپنی زین کے ساتھ گیند کی طرح لڑھکتے تھے۔ ابوالفتوح نے جب یہ حالت دیکھی تو

Marfat.com
Marfat.com

اس پر عبرت اور خوف کی کیفیت طاری ہوگئی دل سے حاکم کا خوف بھی جاتا رہا اپنے ارادے سے باز رہا اور سلامتی اور صدق نیت کے ساتھ واپس چلا گیا۔

اسی قسم کے ایک اور واقعہ کا طبری نے ریاض نضرہ میں بیان کیا ہے کہ حلب کے کچھ لوگ ایک جماعت کی شکل میں مدینہ منورہ کے امیر کی خدمت میں حاضر ہوئے جماعت کے ساتھ بہت سا قیمتی سامان اور نادر و نایاب تحائف بھی لائے گئے تھے اس جماعت نے یہ سب اشیاء امیر مدینہ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کئے اور اس کے صلہ میں امیر سے یہ طے ہوا کہ حجرہ مبارک سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے جسموں کو نکال لے جائیں۔ مدینہ کے امیر نے اپنے مذہبی بے حسی اور حب دنیا کی وجہ سے اس بات کو قبول کر لیا ور انہیں اس بات کی اجازت دیدی۔

امیر نے حرم نبویؐ کے کارکنوں کو حکم دیا کہ جب یہ لوگ آئیں تو ان کے لئے حرم کا دروازہ کھول دینا اور ان کے کسی کام سے تعرض نہ کرنا جو کام بھی وہ کرنا چاہیں ان کو کرنے دینا روکنا نہیں۔ مختصراً" یہ کہ جب عشاء کی نماز ہوچکی اور سب لوگ نماز پڑھ کر جاچکے اور مسجد نبویؐ کے تمام دروازے بند ہوگئے تو چالیس آدمی پھاوڑے کدال شمع اور کھودنے گرانے کا سامان لے کر آگئے یہ لوگ باب سلام کی جانب سے آکر کھڑے ہوگئے اور دروازہ کھٹکھٹایا امیر کے حکم سے ان کے لئے دروازہ کھول دیا گیا دربان کا بیان ہے کہ خدام ایک جانب جاکر بیٹھ گئے اور روتے رہے اور یہ سوچنے لگے کہ کب قیامت قائم ہوگی لیکن اس موقعہ پر خدا کی قدرت نے ایک عجیب کرشمہ دکھایا۔ یہ لوگ ابھی منبر شریف کے مقابل بھی نہیں پہنچے تھے کہ ان سب کو ان کے تمام آلات سمیت اس ستون کے نزدیک جو توسیع عثمانؓ کے نزدیک ہے زمین نے نگل لیا۔ امیر مدینہ ان کی واپسی کا منتظر تھا اور اس تاخیر کا سبب جاننا چاہتا تھا۔ اس نے مجھے بلایا اور پوچھا جماعت کا کیا حال ہے؟ میں نے سب کچھ صاف صاف بتا دیا جو

Marfat.com
Marfat.com

کچھ دیکھا تھا۔ امیر نے کہا کیا تو دیوانہ ہے سوچ سمجھ کر بات کہہ میں نے جواب دیا آپ خود تشریف لا کر دیکھ لیں زمین میں ان کے دھنسنے کے نشانات بھی موجود ہیں اور ان کے کپڑے بھی قریب ہی فرش پر رکھے ہوئے ہیں۔ مدینہ منورہ کے کئی مورخین نے یہ واقعہ بیان کیا تاریخ سمودی میں بھی اس واقعہ کا ذکر کیا گیا۔

مدینہ منورہ کی مساجد یا انقلابی کیمپ

صراط مستقیم کی انقلابی جماعت کے لئے امن کی جگہ اگر کوئی ہو سکتی ہے تو وہ صرف مساجد ہیں جن پر کسی کی ملکیت نہیں ہوتی یہی مساجد تاریخ اسلام میں انقلابی تحریکوں کے رضا کاروں کے لئے کیمپ کا کام بھی دیتی رہی ہیں۔ مساجد کو اسلامی معاشرہ میں اجتماعی فلاح و بہبود کے لئے ہمیشہ اہمیت دی گئی ہے اسی مقصد کے پیش نظر حضورؐ جب پہلے پہلے مدینہ میں رہائش اختیار کرتے ہیں تو اجتماعی مفاد کی خاطر ایک مسجد کی تعمیر کرانے کے کام کو اولیت دیتے ہیں کیونکہ اسلامی معاشرہ میں مسجد صرف پانچ وقت کی نمازوں کی ادائیگی ہی کیلئے نہیں ہے بلکہ حضورؐ نے اپنے سیاسی نظام کا مرکز بھی مسجد ہی کو قرار دیا۔ اسلامی حکومت و سلطنت کے سرکاری فرمان بھی اسی مسجد سے جاری کئے جاتے تھے۔ عدالتی فیصلے بھی یہیں سے صادر کئے جاتے۔ فوجی امور بھی یہیں نمٹائے جاتے۔ بیرونی ملکوں سے آنے والے وفود سے ملاقات بھی یہیں کی جاتی۔ اسلام کی سب سے پہلی یونیورسٹی بھی اسی مسجد میں قائم کی گئی۔ دعوت و تبلیغ کا مرکز بھی یہی مسجد تھی غرض رسالت ماب حضورؐ نے خود اپنے مستقبل کے پروگراموں کو عملی صورت میں لانے کے لئے ایک مرکزی مقام کے ہونے کی اہمیت کو سب سے پہلے محسوس کیا۔ یعنی ایک حکومت کو قائم رکھنے کے لئے پارلیمنٹ 'گورنر ہاؤس' سرکاری دفاتر کا ہونا بنیادی مقام ہوتے ہیں۔ جیسے کہ موجودہ دور میں بھی ہر ملک میں ایسے مقامات تعمیر کئے جاتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

اسلامی انقلاب کا پہلا مرکز مسجد نبویؐ

حضور اکرمؐ نے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد پہلے تو اس شہر کو یثرب کی جگہ مدینہ کا نام دینا ضروری سمجھا۔ چنانچہ عوام کے باہم اتفاق سے اس شہر کے لئے نیا نام مدینہ تجویز ہوا۔ دوسرا کام جس کو اہمیت دی گئی وہ تعمیر مسجد کا تھا کیونکہ اسلامی معاشرہ میں عوام کے بہبود کے امور نپٹانے کے لئے ایک مرکز کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور وہ مسجد ہی ہوسکتی ہے یہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتی اس کو صرف اللہ کے نام سے منسوب کرکے تعمیر کرایا جاتا ہے۔ چنانچہ مدینہ میں اس ضرورت کو پورا کرنے کی خاطر تعمیر مسجد کے لئے ایک زمین کے ٹکڑے کی ضرورت تھی۔ اس مقصد کے لئے مدینہ میں باقاعدہ قیمت ادا کرکے زمین خریدی گئی اور پھر اس جگہ پر مسجد کی تعمیر شروع کر دی گئی۔ اس کی تعمیر میں حضورؐ نے بذات خود اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حصہ لیا۔ مسجد کی تعمیر میں کھجور کے درخت کاٹ کر مہاجرین اور انصار کے تعاون سے خود لا رہے تھے پتھر، اینٹیں، مٹی وغیرہ خود اٹھا کر دوسرے صحابہ کے ساتھ کام میں بھرپور حصہ لیتے رہے اور تبلیغ اسلام کے لئے مکہ کے علاوہ مدینہ منورہ میں دوسرا مرکز تعمیر کرایا گیا جس میں تمام امور باہم مشورہ سے طے کئے جاتے رہے بیرون مدینہ سے جو وفود آتے وہ بھی یہاں ٹھہرتے۔ اسلام اور قرآن کی تعلیم کے لئے اسی مسجد میں ایک درس گاہ بھی تعمیر کرائی اور اسلام میں یہ پہلا تعلیمی ادارہ جس کو صفہ کے نام سے شہرت حاصل ہوئی ہے یہ جگہ دراصل مسجد نبویؐ کی تعمیر کے وقت ہی ایک گوشہ میں چبوترہ کی شکل میں تیار کی گئی تھی اس میں ان لوگوں کو تعلیم دی جاتی تھی جو قرآن حکیم اور اس کے مطالب کی تفہیم میں حصہ لینے کے خواہش مند ہوتے تھے۔ اس کو صفہ اس لئے کہا جاتا تھا کہ عربی زبان میں چبوترہ کو صفہ ہی کہا جاتا تھا ہے اسی لئے اس ادارہ میں تعلیم حاصل کرنے والوں کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے یہ درس گاہ اور ہوسٹل دونوں کا کام دیتی تھی۔ یہاں کے سند یافتہ اور تعلیم یافتہ حضرات

Marfat.com
Marfat.com

کو حضور اکرمؐ مدینہ سے باہر دور دراز علاقوں میں بھی بھیج دیا کرتے تھے جہاں یہ نئے مسلمانوں کو قرآن فہمی کے طریقے اور تعلیمات سے روشناس کراتے۔ اصحاب صفہ کی ضروریات کا انتظام بھی خود حضورؐ فرماتے تھے۔ صاحب ثروت صحابہ کرام کو فرماتے کہ ان لوگوں کو بھی اپنے کھانوں میں شریک کر لیا کرو۔ حصول علم کے لئے کسی سے کوئی معاوضہ اور فیس نہیں لی جاتی۔ اسی یونیورسٹی میں طلباء میں عورتیں بھی شامل رہتی تھیں جن کے لئے الگ پردہ کا انتظام ہوا کرتا تھا۔

مسجد نبویؐ کے ساتھ حضور کی ازواج مطہرات کے لئے رہائشی کمرے بھی تیار ہوئے تھے اس وقت صرف دو خواتین ام المومنین حضرت سودہؓ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ موجود تھیں۔ ان دونوں نے حجرات اور کمروں کی تعمیر میں حضورؐ کا ہاتھ بٹایا تھا اس کے بعد جب بھی کسی نئی عورت کو زوجیت رسولؐ کا شرف حاصل ہوتا تو اس کے لئے الگ کمرہ بنوا دیا جاتا۔ مسجد نبویؐ کے قریب ایک صحابی حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا انہوں نے اپنا پورا مکان نبی کریمؐ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا تھا جہاں ازواج مطہرات کو ٹھہرایا جاتا تھا۔ ازواج مطہرات کے کمروں کے آگے ٹاٹ وغیرہ پردہ کے لئے لٹکا دیا جاتا تھا۔ آپؐ کی چھوٹی صاحب زادی حضرت فاطمہ الزہراؓ کا مکان بھی حضورؐ کے مکانات سے بالکل ملا ہوا تھا ان کے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان کے درمیان ایک کھڑکی بھی کھلی رہتی جس کے ذریعہ آپؐ ان کے ہاں تشریف لاتے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر سے واپس آجاتے تو پہلے مسجد نبویؐ میں تشریف لاتے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے جاتے ان سے ملنے کے بعد اپنے مکان میں تشریف لے جاتے۔

مسجد قباء

مسجد نبویؐ کی تعمیر سے پہلے مکہ سے تشریف لاتے ہوئے راستہ میں جب بنی عمرو بن عوف کے

Marfat.com
Marfat.com

پاس ٹھہرے تھے تو یہ اصل میں قباء کے باشندے تھے آپؐ نے تقریباً ۲۴ دن اس جگہ قیام فرمایا تھا۔ قباء کے باشندوں نے درخواست کی یہاں ایک مسجد بنوادی جائے تو اسی درخواست پر نبی اکرمؐ نے اہل قباء کو پتھر جمع کرنے کا حکم دیا اور پھر اپنی چھڑی مبارک سے مسجد کے نشانات لگائے اور قبلہ کا رخ تعین کرایا اور اپنے دست مبارک سے مسجد کی تعمیر کے لئے بنیادی پتھر رکھا پھر صحابہ کرام کو فرمایا کہ ہر شخص ترتیب سے ایک ایک پتھر رکھتا جائے اس طرح تاریخ اسلام میں یہ مسجد پہلی مسجد قرار پائی۔ اسی کے متعلق قرآن میں ارشاد ہوتا (ترجمہ) پہلے دن اس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔

مسجد نبویؐ کے بعد اس مسجد کی بھی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائناتؐ قباء کی زیارت کے لئے کبھی پیدل اور کبھی سواری پر تشریف لایا کرتے تھے محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ حضورؐ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ کو صبح کے وقت اس مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورؐ فرماتے تھے مسجد قباء میں دو رکعت ادا کرنا میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ دو مرتبہ بیت المقدس کی زیارت کروں اور آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم جان لو کہ اس مسجد میں کیا اجر و ثواب پوشیدہ ہے تو اس کی زیارت کے لئے ہر امکانی کوشش کیا کرو۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جس شخص نے چار مسجدوں میں سے کسی بھی مسجد میں نماز پڑھ لی اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے (۱) مسجد حرام (۲) مسجد نبویؐ (۳) مسجد اقصیٰ (۴) مسجد قباء

ترمذی کی روایت کے مطابق ارشاد گرامی ہے کہ مسجد قباء میں نماز ادا کرنا ایک عمرہ کے برابر ہے اسی مسجد کے جانب قبلہ سعد بن حیشمہ کا گھر تھا جس کے دروازے صحن مسجد کی طرف

Marfat.com
Marfat.com

کھلتے تھے اس گھر میں حضور ﷺ نے آرام فرمایا اور وضو کر کے نماز بھی ادا فرمائی۔ آنحضرتؐ کا مصلیٰ مسجد کے تیسرے ستون کے قریب ہے تو یہ گھر بھی مسجد کے حکم میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

مسجد ضرار

تاریخ میں ایک اور مسجد کا ذکر بھی آتا ہے جس کو مسجد ضرار کے نام سے یاد کیا گیا ہے یہ مسجد قباء کے اطراف ہی میں کفر و نفاق کے مرض میں مبتلا چند لوگوں نے بنائی تھی اس کی تعمیر کا مقصد مسلمانوں میں انتشار اور افتراق پھیلانا تھا ان لوگوں نے جب مسجد ضرار تعمیر کرنے سے فراغت پائی تو رسول ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم نے مسجد بنائی ہے اور اس کی تکمیل سے فارغ ہو کر آپؐ کے پاس آئے ہیں کہ آپؐ اپنے اصحاب کی معیت میں اس مسجد میں بھی نماز ادا فرمائیں تو ہمارے لئے باعث سعادت ہوگی۔ تو اللہ نے وحی کے ذریعہ ہدایت فرمائی کہ اس مسجد میں کبھی بھی نماز نہ پڑھیں۔ چنانچہ بعد میں آپؐ نے حکم خداوندی کے مطابق اس مسجد کو آگ لگا کر ویران کر دیا۔ چونکہ یہ مسجد مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کے لئے بنوائی گئی تھی۔ اسی لئے اس کی شہرت بھی مسجد ضرار کے نام سے قرار پائی۔ چونکہ یہاں نیت کا دخل تھا اس لئے نیت کے مطابق مسجد نہ رہی اور نہ ہی کیمپ بن سکا مگر آج کل مسلمان دوسرے فرقہ کو نقصان پہنچانے کی خاطر ایک ہی محلہ میں دوسری مسجد تعمیر کرانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔

مسجد الجمعہ

مدینہ منورہ میں کئی مساجد اور بھی ہیں جو نبی اکرمؐ کی طرف نسبت کی وجہ سے قابل ذکر سمجھی جاتی ہیں ان میں سے ایک مسجد کا نام مسجد الجمعہ بھی ہے اس کو مسجد الوادی عاتکہ بھی کہتے

Marfat.com
Marfat.com

ہیں۔

ہجرت کے وقت رسولؐ قباء سے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے تو ابھی آپؐ قبیلہ بنی سالم بن عوف میں پہنچے ہی تھے کہ جمعہ کی نماز کا وقت آگیا آپ نے ہجرۃ کے بعد سب سے پہلا جمعہ اسی مقام پر ادا فرمایا۔ اس مسجد کے قریب ایک وادی ہے بنی عوف کے مکانات اس وادی کے غربی جانب واقع تھے ان مکانوں کے نشانات ابھی تک باقی ہیں۔

عیتان بن مالک کا مکان بھی اسی وادی میں تھا عیتان کا واقعہ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ کہ انہوں حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ! میری نگاہ کمزور ہوگئی ہے کثرت بارش کے سبب جب سیلاب آجاتا ہے تو میں بینائی کی کمزوری کی وجہ سے قبیلہ کی مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے سے قاصر ہوں آپؐ میرے مکان میں تشریف لے چلیں اور وہاں نماز ادا فرمائیں تاکہ میں اس مقام کو اپنے لئے نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں اور بوقت ضرورت وہیں نماز ادا کر لیا کروں۔

علماء تاریخ کا بیان ہے کہ بنی سالم میں دو مسجدیں تھیں ایک تو یہی مسجد اور دوسری مسجد جمعہ۔ ان دونوں مسجدوں میں مذکورہ بالا مسجد چھوٹی ہے اس مسجد کی قدیم عمارت منہدم ہوگئی تھی۔ ۹۰۰ ھ میں بعض لوگوں نے اس کی تجدید کرادی تھی اس میں ایک چھت ہے' ایک احاطہ ہے اس کا طول جانب قبلہ سے بیس گز اور عرض مشرق سے مغرب تک ساڑھے سولہ گز ہے

مسجد الفضیخ

اب اس کو مسجد شمس بھی کہا جاتا ہے مسجد قباء کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو مسجد قباء سے مشرق کے جانب ایک بلند مقام پر سیاہ رنگ کے پتھروں سے بنی ہوئی ہے اس کی چھت موجود نہیں جس وقت حضورؐ نے بنو نضیر کا محاصرہ کیا تھا۔ اور ان کی آبادی کے قریب

Marfat.com
Marfat.com

خیمہ لگایا تھا تو چھ روز تک اس جگہ پر نماز ادا فرمائی تھی۔ اس کے بعد وہاں مسجد تعمیر کی گئی۔

ابن شبہ کے بیان کے مطابق انصار کی ایک جماعت اس مسجد کی جگہ پر بیٹھ کر "فضیح" (ایک خاص مشروب) استعمال کرتے تھے۔ جب حرمت شراب کی آیت نازل ہوئی تو مشکیزہ کا منہ کھولکر ساری فضیح اسی مقام پر گرادی گئی اسی لئے اس کو مسجد فضیح کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس مسجد کے قریب جو مکانات بنے ہوئے ہیں ان کی جگہ بلند ہے اس بلندی کی وجہ سے جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس مقام پر پہلے نمودار ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اس مسجد کو مسجد شمس بھی کہا جاتا ہے۔

مسجد بنی قریظہ

یہ مسجد مسجد شمس کے مشرقی جانب حرہ شرقیہ کے نزدیک باغات کی انتہا پر واقع ہے جس وقت سرور دو عالمؐ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تھا تو آپؐ نے اسی جگہ قیام فرمایا تھا اور یہیں نماز ادا فرمائی تھی۔

ولید بن عبدالملک نے اس مقام پر مسجد تعمیر کرادی تھی امتداد زمانہ کے ہاتھوں مسجد کی عمارت منہدم ہوگئی۔ ۹۱۰ ھ تک اس کے آثار باقی تھے اس کے بعد اس مقام پر آدمی کے نصف قد کے برابر ایک چبوترہ بنا دیا گیا جو اب بھی موجود ہے اس مسجد کی قدیم عمارت اپنی وضع چھت' ستون اور مینار کی بناوٹ میں مسجد قباء ہی کی طرح تھی اس وقت صرف ایک احاطہ موجود ہے۔

مسجد مشربہ ام ابراہیم

یہ مسجد بنی قریظہ کے شمال کی طرف جانب حرہ شرقیہ کے نزدیک کھجوروں کے باغات کے

Marfat.com
Marfat.com

درمیان واقع جنگل میں ایک احاطہ بغیر چھت کے ہے۔ آنحضرتؐ نے یہاں پر نماز ادا فرمائی ہے مشربہ سے مراد باغ اور ام ابراہیم سے مراد حضرت ماریہ قبطیہ ہیں یہاں پر ایک باغ تھا حضورؐ کے صاحب زادے ابراہیم کی ولادت اسی مقام پر ہوئی تھی۔

مسجد بنی ظفر

اس مسجد کو بغلہ بھی کہتے ہیں۔ یہ بقیع کے مشرقی جانب قباء کے راستہ میں ہے آنحضرتؐ نے بنی ظفر کے حملہ میں صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت معاذ بن جبلؓ وغیرہ بھی شامل تھے یہاں پہنچ کر نماز ادا فرمائی تھی۔ وہاں پر ایک پتھر رکھا ہوا تھا آپؐ اس پر بیٹھ گئے اور حضرت ابی بن کعبؓ جو تلاوت قرآن بہت عمدہ کرتے تھے۔ ان کو ارشاد فرمایا کہ تلاوت قرآن شروع کرو۔ جب اس آیت کریم (ترجمہ) پس اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ کو لائیں گے اور ان سب پر آپ کو گواہ بنائیں گے" (سورہ نساء)

تو حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ اور حضورؐ نے قیامت کے حالات و واقعات بیان کرنا شروع کر دیئے۔

مسجد الاجابہ

یہ مسجد بقیع کے شمالی جانب واقع ہے اس کو مسجد بنی معاویہ بھی کہا جاتا ہے بنی معاویہ اوس قبیلہ کا ایک حصہ ہی تھا۔ صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ ایک روز رسولؐ مدینہ منورہ سے باہر گئے ہوئے تھے جب واپس تشریف لا رہے تھے کہ آپؐ کا گذر اس مقام سے ہوا تو آپ نے اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی۔ آپؐ کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے بھی نماز ادا کی۔ نماز کے بعد آپؐ نے بہت لمبی دعا کی۔ جب آپؐ واپس ہونے لگے تو آپؐ نے

Marfat.com
Marfat.com

فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے تین دعائیں کیں۔ جن میں سے دو دعائیں قبول کر لی گئیں۔ تیسری دعا تھی کہ " میری امت آپس میں خانہ جنگی میں مبتلا نہ ہو" اللہ نے مجھے اس دعا سے روک دیا اور اسے قبول نہیں کیا۔ رسولؐ کی دعاؤں کے قبول ہونے کی وجہ سے اس کو مسجد الاجابہ کہتے ہیں۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ہر دعا قبول نہیں ہوتی جیسے کہ ارشاد رسولؐ سے ثابت ہوا خواہ کوئی نبی یا رسول ہی کیوں نہ کرتے ہوں۔

مسجد طریق السافلہ

یہ مسجد ابو ذر غفاریؓ کے نام سے مشہور ہے سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ کی شہادت کی جگہ کی طرف جاتے وقت یہ مسجد شرقی راستے کے دائیں جانب واقع ہے۔

بیہقی شعب الایمان میں عبدالرحمن بن عوفؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک روز مسجد نبویؐ میں موجود تھے کہ حضورؐ صحن مسجد کے متصل دروازہ سے باہر تشریف لے چلے میں بھی حضورؐ کے پیچھے چل پڑا۔ آپؐ اس وقت ایک باغ میں گئے وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی نماز کے بعد آپؐ نے بہت طویل سجدہ کیا۔ میں نے خیال کیا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح پاک کو اعلیٰ علیین میں بلا لیا ہے اس خیال سے مجھے رونا آگیا۔ کچھ دیر بعد آپؐ نے سر مبارک اٹھا لیا اور فرمایا کیا ہوا! تم روتے کیوں ہو! میں نے عرض کیا کہ آپؐ نے اتنا طویل سجدہ فرمایا کہ مجھے خوف پیدا ہوگیا کہ کہیں آپؐ کو اللہ نے اپنے پاس تو نہیں بلا لیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ دربار خداوندی سے جبرائیل امین میرے پاس وحی لائے کہ آپؐ کا پروردگار فرماتا ہے جو شخص آپؐ پر درود بھیجے میں اس پر درود بھیجتا ہوں۔ اور جو شخص آپؐ پر سلام بھیجے میں اس پر سلام بھیجتا ہوں میں نے اپنے پروردگار کی اس نعمت پر سجدہ شکر ادا کیا۔

Marfat.com
Marfat.com

مسجد البقیع

جب کوئی شخص جنت البقیع کے قبرستان سے باہر نکلے تو دروازہ کے داہنے ہاتھ یہ مسجد پڑے گی اس مسجد کو ابی بن کعب کی مسجد بھی کہا جاتا ہے رسالت مآبؐ اس مسجد میں اکثر اوقات تشریف لاتے رہتے تھے اور نماز بھی ادا فرماتے تھے۔

مصلی الصید یا مسجد غمامہ

اسے مسجد غمامہ بھی کہا جاتا ہے ۲ ھ میں مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد پہلی مرتبہ عید کی نماز حضور اکرمؐ نے یہیں ادا فرمائی تھی۔ پہلے زمانہ میں مدینہ منورہ کا بازار بھی اسی مقام پر تھا اور حکیم ابن العمراء کا مکان بھی اسی جگہ تھا۔ یہیں حضور اکرمؐ نے نماز استقاء بھی پڑھی آپؐ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اسی جگہ روبہ قبلہ کھڑے ہو کر دعا کیا کرتے تھے۔ سعید بن المسیب کی روایت کے مطابق نجاشی شاہ حبشہ کی غائبانہ نماز جنازہ بھی آپؐ نے اسی مقام پر پڑھی تھی۔

مسجد الفتح

سلع پہاڑ کے غربی قطعہ پر یہ مسجد قدرے بلندی پر واقع ہے اس مسجد سے متصل کچھ دوسری مساجد بھی ہیں۔ اس لئے عام طور پر ان کو اربع مساجد کا نام دیا جاتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی روایت نقل کی ہے کہ پیغمبر آخرالزمانؐ نے مسجد فتح میں متواتر تین روز تک دعا کی اور قبولیت کی بشارت پائی جس کی خوشی کا اثر چہرہ انور سے ظاہر ہوتا تھا۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ جب مجھے سخت مشکل پیش آتی تو میں مسجد فتح کا رخ کرتا ہوں اور

Marfat.com
Marfat.com

وہاں جا کر بارگاہ خداوندی میں دست دعا دراز کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ میری اس دعا کو قبول فرمالیتا ہے اور میری مشکل حل ہو جاتی ہے۔

جنگ خندق کے موقع پر حضور نے اس مقام پر نمازیں پڑھیں اسی نسبت سے اس کو مسجد فتح اور مسجد احزاب بھی کہا جاتا ہے مسجد سلمان فارسیؓ، مسجد علیؓ اور مسجد ابوبکرؓ بھی اسی مسجد سے متصل ہیں۔

مسجد بنی حرام

مساجد فتح کے درمیان جو راستہ ہے اس میں سلع کے پہاڑ کا درہ ہے مدینہ منورہ سے سلع پہاڑ کی طرف جاتے وقت داہنی جانب مسجد بنی حرام ہے درے کے قریب ایک غار بھی ہے جو ایام خندق میں رسالت مآبؐ کے شرف صحبت سے مشرف ہوچکا ہے اور بعض اوقات آپؐ نے وہاں شب باشی کی ہے۔ طبرانی ابوقتادہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن معاذ بن جبل حضورؐ کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے تو آپؐ اپنے حجرہ مطہرہ میں تشریف فرما نہیں تھے وہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے سلع پہاڑی تک چلے گئے تو اس پہاڑ کے غار میں حضورؐ سجدہ کی حالت میں نظر آئے۔ وہ بہت دیر تک انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ کئی مرتبہ پہاڑی پر چڑھے اترے لیکن حضورؐ پھر بھی سجدہ ہی میں رہے آخر انہوں نے گمان کیا کہ شاید آپؐ کی روح مبارک عالم بالا کو پرواز کر گئی۔ بالآخر آپؐ نے سجدے سے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ جبرائیل امین آئے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ رب العزت نے آپؐ کو سلام بھیجا ہے اور دریافت کیا ہے۔ کہ آپؐ کو معلوم ہے کہ میں آپؐ کی امت کے ساتھ کیا معاملہ کرونگا؟ میں نے کہا اے اللہ تو خوب جانتا ہے میں کیا جان سکتا ہوں اس کے بعد پھر جبرائیل امین آئے اور کہا کہ آپؐ کا پروردگا فرماتا ہے کہ آپؐ اپنے دل کو خوش رکھئے آپؐ کی امت کے

Marfat.com
Marfat.com

ساتھ ایسا معاملہ ہرگز نہ کرونگا جو آپ کو ناپسند ہو یا آپؐ کی دل آزاری کا سبب بنے۔ تب میں نے سجدہ میں سر رکھ دیا اور اس نعمت عظمیٰ کا شکر بجا لایا۔ اے معاذ! سب سے بہترین حالت جو بندے کو مولیٰ کے قریب کر دیتی وہ سجدہ کی حالت ہے۔

مسجد قبلتین

یہ مسجد فتح کے غربی جانب وادی عقیق اور بیئر رومہ کے نزدیک واقع ہے پہلے یہ مسجد بنی سلمہ کہلاتی تھی۔ ایک روز آپؐ اس طرف تشریف لائے ہوئے تھے۔ تو نماز عصر یہاں ادا کی۔ ابھی دو ہی رکعت نماز پڑھی تھی کہ وحی آئی کہ آپؐ کا قبلہ بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف تبدیل کر دیا گیا۔ نماز پڑھتے ہی آپؐ نے خانہ کعبہ کی طرف اپنا رخ کر لیا۔ اور آخری دو رکعتیں اسی طرف منہ کر کے ادا کیں اسی لئے اس کو مسجد قبلتین کہتے ہیں۔

مسجد ذباب

اب اس مسجد کو الرایہ کہتے ہیں مسجد فتح اور اس کے درمیان کوہ سلع حائل ہے مسجد فتح پہاڑ کے مغربی جانب ہیں اور مسجد ذباب شرقی جانب نہایت بلند مقام پر واقعہ ہے جنگ خندق کے وقت یہاں حضورؐ نے اپنا خیمہ لگایا تھا۔

مسجد الفسح

یہ مسجد سیدنا حمزہؓ کے مقام شہادت کے شمالی جانب جبل احد کے دامن میں واقع ہے غزوہ احد کے موقع پر لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد حضورؐ نے ظہر اور عصر کی نماز اسی مقام پر ادا فرمائی۔

قرآن کریم کی آیت مبارک جس میں فسح کا ذکر ہے (ترجمہ) کہ اے ایمان والو جب تم سے

Marfat.com
Marfat.com

کہاجائے۔ کہ کشادہ ہو کر مجلسوں میں بیٹھا کرو۔ اور آنے والوں کو جگہ دے دیا کرو۔ اسی جگہ نازل ہوئی تھی اور اسی کی نسبت اسے مسجد فسح کا نام دیا گیا ہے۔

مسجد عینین

غزوہ احد کے موقع پر اسلامی لشکر کے تیر انداز اس مقام پر کھڑے تھے جن کو حضورؐ نے تاکید فرمائی تھی کہ جنگ میں فتح ہو یا شکست تم اپنے مقام سے ادھر ادھر نہ ہونااور ڈٹ کر یہیں کھڑے رہنا۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ظہر کی نماز احد کے دن جبل کے نزدیک جبل عینین پر پڑھی تھی اسی لئے اس جگہ کو مسجد عیین کہا جاتا ہے۔

مسجد وادی

یہ مسجد جبل عیین کے شامی کنارہ پر واقع ہے مطری کے بیان کے مطابق سید الشہداء حضرت حمزہؓ کا مقام شہادت بھی یہی ہے اس مسجد کو مسجد عسکری بھی کہا جاتا ہے۔

مسجد سقیاء

سقیاء ایک کنویں کا نام ہے رسالت مآبؐ نے بدر کے لشکر کو یہیں پر روکا تھا اور اسی مقام پر نماز ادا فرمائی تھی اور اہل مدینہ کے لئے یہیں دعائے برکت بھی کی تھی۔

بیرون مدینہ کی تاریخی مساجد

مدینہ منورہ کی بابرکت مساجد کے علاوہ چند اور بھی ایسی مساجد مدینہ اور مکہ کے درمیان واقعہ ہیں جن کی تاریخی حیثیت حضورؐ کی ذات سے وابستگی کے ذریعے بنتی ہے۔

مسجد ذی الحلیفہ

یہ وہ مسجد ہے جو اہل مدینہ یا اسی جانب سے حج کرنے کے ارادے سے مکہ جانے کا ارادہ

Marfat.com
Marfat.com

کرنے والے حضرات کیلئے میقات کا مقام مقرر کیا گیا ہے۔

اس مسجد کو مسجد شجرہ بھی کہا جاتا ہے اسی مسجد کے مقام سے جب حضورؐ مدینہ منورہ سے پہلی مرتبہ عمرہ کرنے مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے۔ تو اس جگہ آپؐ نے قیام فرمایا تھا۔ عمرہ کرنے کے بعد جب آپؐ نے حج کرنے کا ارادہ فرمایا تھا تو اسی جگہ سے ایک درخت کے قریب قیام بھی فرمایا اور یہاں سے حج کے لئے احرام بھی باندھا۔ یہ مسجد مرور زمانہ سے اپنی اصلی حالت میں تو نہ رہی مگر بعد میں غالباً" ۸۶۱ ھ میں اس مسجد کی تجدید کی گئی حضورؐ نے اس مسجد میں اسطوانہ وسطی کی جانب نماز ادا فرمائی تھی وہ شجرہ بھی اسی مقام پر تھا جہاں شب بسری کی گئی تھی۔ مطری کے بیان کے مطابق یہاں اس مسجد سے کچھ فاصلہ پر ایک اور چھوٹی سی مسجد بھی ہے حضورؐ نے یہاں بھی نماز ادا فرمائی تھی جس کو مسجد العرس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

مسجد معرس

یہ وہ مسجد ہے جہاں نبی اکرمؐ بعض غزوات سے واپسی کے وقت رات کے وقت یہاں قیام فرماتے تھے اور نماز بھی یہاں ادا فرمایا کرتے تھے جیسے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے رات کے آخری حصہ میں آرام کی خاطر ٹھہرنے کو عربی میں تعریس کہتے ہیں اسی جگہ کو اس لحاظ سے معرس کہا جاتا ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کے مطابق حضورؐ کا خروج اس مسجد سے شجرہ کے راستہ سے ہوا کرتا تھا اور داخلہ معرس کے راستہ سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس مقام پر جب بھی تشریف لاتے تو اس راستہ کو ڈھونڈ کر داخل اور خارج ہوتے تھے۔

مسجد شرف الروحا

یہ جگہ مدینہ منورہ کے لئے پانی کی آب رسانی کا ذریعہ ہے مکہ سے جب مدینہ کی جانب جائیں

Marfat.com
Marfat.com

تو مدینہ سے خاصے فاصلہ پر راستہ کے داہنے جانب شرف الروحا کے نزدیک ایک مسجد ہے جس کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے اس میں نماز ادا فرمائی تھی۔ اس جگہ آبادی بنی تھی اور بہت سے پانی کے چشمے بھی تھے یہ قافلوں کی گذرگاہ بنی ہوئی ہے اور قریب ہی ایک قبرستان بھی ہے سہودی کے بیان کے مطابق یہ قبریں اہل بیت کی ہیں اس وادی کو وادی بنی سالم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ والئی مدینہ کا مقرر کردہ ایک حاکم بھی یہاں مقرر تھا سیلابوں کی وجہ سے اب یہاں کوئی آبادی نہیں رہی یہاں ایک پہاڑ بھی ہے جس کو جبل ورقان کہتے ہیں اور عرق الظبیہ بھی اسی کو کہتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں پہلا غزوہ ابواء تھا جب آپؐ عرق الظبیہ کے نزدیک روحا پہنچے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا جانتے ہو اس پہاڑ یعنی ورقان کا نام کیا ہے؟ اس کا نام رحمت ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے دعا کی (ترجمہ) اے اللہ اس میں برکت دے اور یہاں کے رہنے والوں کو برکت عطا کر پھر آپؐ نے فرمایا جانتے ہو اس وادی کا نام کیا ہے؟ اس کا نام سجاج ہے اور یہ وادی جنت کی وادیوں میں سے ہے۔ مجھ سے پہلے ستر پیغمبروں نے اس وادی میں نماز ادا کی ہے اور موسیٰ بن عمران علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے مع ستر ہزار بنی اسرائیل کے یہاں قیام کیا ہے۔

اس وقت آپؐ سوتی عبا پہنے ہوئے تھے اور ورقہ اونٹنی پر سوار تھے آپ نے مزید فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک عیسیٰ بن مریم بھی بقصد حج یا عمرہ اس وادی میں سے نہ گذریں۔

ابوعبیدہ بکری کا بیان ہے مضر بن نزار کی قبر بھی روحا میں ہے مضر بن نزار حضور کے اجداد میں سے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

مسجد غزالہ

وادی روحا میں پہاڑ کی جانب ایک مسجد ہے جب مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو روانہ ہوں تو یہ مسجد راستے کے بائیں جانب واقع ہے اس کو مسجد غزالہ کہا جاتا ہے سرور کائناتؐ نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی تھی۔ یہاں پر ایک مقام جس کو انابہ کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ وہاں پر قیام فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسولؐ اس مقام پر ٹھہرا کرتے تھے۔ وہاں ایک درخت بھی تھا۔ جب عبداللہ بن عمرؓ وہاں قیام کرتے تو وضو بھی کرتے اور وضو سے بچا ہوا پانی درخت کی جڑ میں ڈالا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میں نے نبی کریمؐ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ آنحضرتؐ کے اتباع میں درخت کے گرد پھر کر اس کی جڑ میں پانی ڈالا کرتے تھے۔ اس مسجد کا وہ راستہ جس سے آنحضرتؐ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے جاتے تھے۔ بائیں جانب ہے زمانہ قدیم سے یہی راستہ چلا آرہا ہے اس کو انبیاء کرام کا راستہ کہتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ انبیاء کرام جب مکہ مکرمہ کے حج کا قصد کرتے تو وہ سب اسی راستہ سے گذرتے تھے۔

اسی راستہ میں ایک کنواں بھی ہے جس کو بیئر سقیاء کہتے ہیں یہ اس پہاڑی کی گھاٹی پر ہے جس کا نام ہرشا ہے۔ اب اس راستے کے داہنی جانب ایک دوسرا راستہ بھی ہے جس پر عام لوگ سفر کرتے ہیں۔ علماء تاریخ نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے راستے میں بہت سی بابرکت مساجد اور مقامات کا ذکر کیا ہے جن کو حضورؐ سے نسبت رہی ہے۔ مگر اب ان میں سے بیشتر مساجد اور مقامات کی علامات اور نشانات مٹ چکے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کی باطن کی آنکھیں روشن اور منور ہیں ان سے پوشیدہ نہیں کہ ان تمام پہاڑوں 'میدانوں اور مکانات

Marfat.com
Marfat.com

سے کس قدر روحانیت کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ ان مقامات کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جو جمال مصطفوی ؐ کی سعادت سے بہرہ ور نہ ہو۔

مسجد بدر

سرور کائنات ؐ کے غزوات میں سب سے پہلا غزوہ بدر اسی مشہور مقام پر پیش آیا۔ اس مقام پر حضور اکرم ؐ کے لئے ایک عریش بنایا گیا تھا۔ عریش اس جگہ کو کہا جاتا ہے جو کھجوروں کی شاخوں وغیرہ سے تیار کی جائے۔ بعد میں وہاں ایک مسجد تعمیر کردی گئی تھی جو اب بھی موجود ہے اس متبرک مقام پر غلبہ اسلام کے لئے سب سے پہلے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے شہداء اسلام کی قبریں بھی ہیں یہاں کی ایک عجیب بات جو مشہور ہے وہ یہ ہے کہ مزارات شہداء کے بالائی جانب ایک ریت کا ٹیلہ ہے جہاں سے نقارہ کی آواز کی مانند ایک آواز سنائی دیتی ہے۔

مسجد خلیص

مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے راستے میں خلیص کے مقام پر یہ مسجد آتی ہے یہاں کھجور کا ایک درخت اور ایک چشمہ تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک مسجد بھی تھی۔ جس میں حضور ؐ نے نماز ادا فرمائی تھی۔

مسجد قدید

قدید نام کی ایک آبادی ہے جو مسجد خلیص سے مدینہ منورہ کی جانب تھوڑے سے فاصلے پر واقعہ ہے اس مسجد کے راستے کے داہنے جانب سے قدید ام معبد کا خیمہ تھا۔ رسالت ماب ؐ اور حضرت ابوبکر ؓ سفر ہجرت کے دوران جب قدید پہنچے تو یہ ام معبد ہی تھیں جن کی بکریوں

Marfat.com
Marfat.com

کے تھنوں میں حضورؐ کے معجزے سے دودھ اتر آیا تھا۔ اب اس مقام پر ایک مسجد بنی ہوئی ہے۔

مسجد سرف

یہ مسجد تنعیم کے قریب ایک جگہ پر واقع ہے ام المومنین حضرت میمونہؓ کی قبر بھی یہیں ہے ۔ ان کا نکاح اور زفاف بھی اسی مقام پر ہوا تھا۔

مسجد تنعیم یا مسجد عائشہؓ

تنعیم ایک مقام کا نام ہے جہاں سے مکہ مکرمہ کے رہنے والے عمرہ کے لئے یہاں سے احرام باندھتے ہیں سہودی کے بیان کے مطابق یہاں ایک درخت تھا اور کنوئیں بھی تھے۔ اور اسی جگہ رسول اللہؐ کی مسجد تھی لیکن اب یہاں پر مشہور مسجد ام المومنین حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب ہے ۔ آخری حج کے موقعہ پر حضور اکرمؐ کے حکم پر عمرہ کا احرام یہاں سے ہی باندھا گیا تھا۔

مسجد ذی طوا

ذی طوا ان مکانات سے متصل ایک کنواں ہے جو مکہ مکرمہ سے خارج ہیں حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرتؐ جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے۔ تو اسی مقام پر آپؐ نے قیام فرمایا تھا اور رات بھی یہیں بسر فرمائی تھی۔ صبح کے وقت مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تھے۔ آنحضرتؐ کا عصا مبارک مبراکہ غبط میں تھا۔

مدینہ منورہ کی امتیازی حیثیت

مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے بعد حضورؐ نے مدینہ منورہ کو مستقل طور پر اپنی قیام گاہ قرار

Marfat.com
Marfat.com

دیا۔ اسلام کے متعلق جتنے احکامات قرآن میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان کی اکثریت کا تعلق مدینہ منورہ کی زندگی سے ہے مثلاً" یثرب کے نام کی تبدیلی کے علاوہ مدینہ منورہ میں پہلا کام قیام امن کی خاطر مواخات کا اصول وضع کرایا۔ پھر مسجد کی ضرورت پوری کرنے کی طرف توجہ دی گئی۔ قیام امن کی خاطر غیر مسلموں سے جہاد کا فریضہ نبھایا۔ فرضیت نماز کا مسئلہ اور اس کے لئے باجماعت نماز ادا کرانے کی خاطر اذان کا طریقہ رواج دیا گیا۔ مفلوک الحال عوام کے لئے صاحب ثروت افراد پر زکواۃ کا بوجھ ڈالا گیا۔ مسلمانوں کی انفرادی زندگی میں تقویٰ پیدا کرنے کے لئے روزوں کا سلسلہ جو کہ سابقہ انبیاء کرام کے زمانہ میں بھی مختلف اوقات میں ادا کیا جاتا رہا اب مدینہ منورہ میں اجتماعی صورت میں ماہ رمضان میں مستقل طور پر ادا کرنے کا حکم جاری ہوا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام قمری مہینے ۱۳۔ ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام طوفان نوح ختم ہونے کے بعد جب کشتی سے اترے تو بارگاہ رب العزت میں قربانی کا نذرانہ پیش کیا اور ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ سب سے پہلے ماہ رمضان میں روزے رکھنے کا فیصلہ حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تھا۔ عراق کی صابی قوم سورج' چاند' ستارہ پرستی کی عبادت کرتی تھی۔ اور اس کا طریقہ یہ اختیار کیا تھا کہ ان کے احترام میں روزہ رکھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلواۃ والسلام ایک دن روزہ اور پھر دوسرے دن نہیں رکھتے۔ بنی اسرائیل نے مصری حکمرانوں سے نجات حاصل کی تو حضرت موسیٰ علیہ الصلواۃ والسلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تو پورے ایک مہینہ روزے رکھے اور یہ مہینہ اعتکاف میں گذارا پھر اس میں دس دن کا اور اضافہ کر کے پورا چلہ روزے اور اعتکاف میں گذارا تو اللہ تعالی نے کتاب شریعت یعنی تورات ان پر نازل کی۔ موسیٰ علیہ الصلواۃ والسلام کی امت چالیس دن روزہ کی پابندی کرتی تھی بعد میں انہوں نے ترمیم کر کے چوبیس گھنٹے یعنی ایک دن اور ایک رات کا روزہ رکھنا شروع کیا یہ

Marfat.com
Marfat.com

لوگ صرف شام کی افطاری کے وقت کچھ کھا پی لیتے پھر رات بھر اور اگلے دن کچھ بھی نہیں کھاتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلواۃ والسلام کے پیروکاروں پر بھی روزے فرض تھے وہ ۳۴ دن روزہ رکھتے تھے اب عیسائی مذہب والوں کو پوپ نے کھاپی لینے کی اجازت دیدی ہے اور یہ حکم دیدیا کہ روزہ صرف خیالات کی حد تک رکھا جائے۔ انجیل مرقس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ الصلواۃ والسلام اور حضرت دانیال علیہ والسلام کی امتیں بھی روزہ رکھتی تھیں۔ اسلام چونکہ ان تمام ادیان سماوی کا خلاصہ ہے اور ابدی دین ہے اس لئے روزے کی تمام سابقہ خصوصیات کسی نہ کسی طرح برقرار رکھی گئی ہیں۔

اسلام نے روزہ قمری حساب سے مقرر کر رکھا ہے جس کے سبب روزے ہر علاقے میں ہر موسم میں آتے رہتے ہیں اور یہودیوں سے امتیاز کرنے کے لئے سحری رات کو کھانے کو سنتؐ قرار دیا گیا۔

رمضان کے ختم ہونے میں دو یوم باقی تھے کہ صدقہ فطر اور نماز عید کا حکم ہوا۔ نماز عید کے لئے آپؐ مدینہ کے مشرقی جانب عیدگاہ میں تشریف لے جاتے تھے اور اسی سال جب روزے فرض ہوئے تھے یعنی سن ہجری کے دوسرے سال عیدالاضحیٰ منانے اور قربانی کرنے کا حکم بھی نازل ہوا تھا۔ حضورؐ نے ہجرت کے بعد دس سال تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور ہر سال قربانی کیا کرتے تھے ہر ایک سال قدیم اقوام نے ان دنوں کو عید منانے کے لئے مختص کیا تھا۔

مدینہ میں زکواۃ ادا کرنے کا حکم

روزوں کے بعد اسی سال زکواۃ کی فرضیت کا حکم بھی نازل ہوا تھا۔ زکوۃ کے اصلی معنی

Marfat.com
Marfat.com

پاکیزگی کے ہیں اس کے تین پہلو ہیں (۱) بندہ کا مالی لحاظ سے رضائے الٰہی کا عملی ثبوت دینا (۲) اللہ تعالٰی کے ضرورت مند بندوں کی مالی اعانت کرنا (۳) نفس کے جذبہ حب مال اور بخل سے نجات حاصل کرنا۔

مدینہ منورہ میں تحویل قبلہ کا حکم

مدینہ منورہ کی ایک امتیازی شان یہ بھی ہے کہ اس شہر میں آنے کے بعد حضور اکرمؐ کی ایک دیرینہ خواہش کی تکمیل ہوئی۔ رسالت مابؐ کا جب تک مکہ مکرمہ میں قیام رہا آپؐ مسجد حرام میں اس انداز سے نماز ادا فرماتے تھے کہ آپؐ کے داہنی طرف حجراسود اور بائیں جانب رکن یمانی ہوتا تھا اس طرح نماز ادا کرنے سے دونوں قبلے یعنی خانہ کعبہ اور بیت المقدس بہ یک وقت آپ کے روبرو ہوتے تھے ہجرت کے بعد یہ صورت ممکن نہ تھی کہ بیک وقت دونوں کی طرف رخ ہوسکے بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کی صورت میں کعبہ مکرمہ کی طرف پشت ہو جاتی تھی۔

عربوں کے خون میں کعبہ کی محبت اور تعظیم رچی بسی ہوئی تھی اللہ تعالٰی نے ان کا امتحان اس طرح لیا کہ ان سے بیت المقدس کی سمت سجدہ کروائے حالانکہ وہ دل سے خانہ کعبہ کو قبلہ بنانا چاہتے تھے مشرکین مکہ بیت المقدس کی عظمت کے قائل نہ تھے ان میں سے جو ایمان لائے انہیں اس کی عظمت کو تسلیم کرنا پڑا۔ جبکہ یہود و نصاریٰ خانہ کعبہ کی عظمت کے قائل نہ تھے۔ یہود بیت المقدس کو (بیت ایل) یعنی اللہ کا گھر اور ہیکل کو مقدس مانتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے مطابق ہجرت کے بعد حضور اکرمؐ سترہ مہینے تک مدینہ منورہ میں بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز ادا فرماتے تھے۔ جب حضورؐ نے محسوس کیا کہ یہودی کسی طرح بھی اسلام قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے اور یہ بھی کہتے ہیں

Marfat.com
Marfat.com

کہ حضورؐ قبیلے کے مسائل میں تو ہماری موافقت کرتے ہیں۔ اور دین کے معاملہ میں ہماری مخالفت؟ آخر یہ تضاد کیوں ہے؟ صبح شام ان کی یہ گفتگو آپؐ سنتے تھے اور آپؐ کا دل بھی چاہتا تھا کہ خانہ کعبہ ہی آپؐ کا قبلہ قرار دیا جائے دل میں خانہ کعبہ کی ہی طرف رخ کرنے کا شوق حد سے بڑھ جاتا اور رخ مبارک آسمان کی طرف کر کے نظریں اٹھنے لگیں تو جبرائیل امین حاضر خدمت ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالی میرے رخ کو یہود کے قبلے سے پھیر دے۔ پھر بارگاہ اللہ تعالی میں التجا کی اے اللہ مسلمانوں کا قبلہ وہ مسجد بن جائے جو ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ والسلام نے تعمیر فرمائی۔ یہ عمارت مکعب شکل میں تعمیر ہوئی ہے اسی لئے اس کو کعبہ کہا جاتا ہے یہ عمارت روئے زمین پر قدیم ترین مسجد ہے جو اللہ تعالی کی عبادت کے لئے ہی تعمیر کی گئی۔

یروشلم کی بنیاد حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام نے رکھی تھی اور اس کی تکمیل حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاتھوں ہوئی۔ یہ دونوں پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے دوسرے صاحب زادے حضرت اسحق علیہ الصلوۃ والسلام کی نسل میں سے تھے یروشلم کی تعمیر خانہ کعبہ سے تقریباً" ایک ہزار سال بعد ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات بابرکات تینوں امتوں۔ یہود' نصاریٰ اور مسلمانوں کے لئے یکساں قابل احترام شخصیت ہیں۔

۲ھ ۱۲ تاریخ شعبان المعظم بروز ہفتہ رسالت مابؐ صحابہ کرام کے ساتھ حضرت بشر بن براءؓ بن معرور کے پاس ایک دعوت میں تشریف لے گئے تھے ظہر کا وقت آیا تو اس کے قریب ایک مسجد بنو سلمہ کے محلہ میں تشریف لے گئے جب نماز پڑھنی شروع کی تو جب دو رکعت پڑھی گئیں تو اس دوران خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم نازل ہوا آپؐ حکم سنتے ہیں دوران نماز فی الفور قبلہ رخ ہوگئے اور صحابہ کرام بھی اپنے رخ تبدیل کرچکے اور بقیہ نماز خانہ کعبہ کی طرف رخ کئے ہوئے ادا فرمائی اس طرح اس دن سے اس مسجد کا نام مسجد

Marfat.com
Marfat.com

قبلتین یعنی دو قبلوں والی مسجد قرار پا گیا۔ حافظ ابن حجر کے قول کے مطابق پہلی نماز جو خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے ادا کی گئی تھی وہ ظہر کی نماز ہے اور تعمیر مسجد نبویؐ میں پہلی نماز جو ادا کی گئی تھی وہ عصر کی نماز تھی جو خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے ادا کی گئی تھی۔ حضرت جبرائیل امین نے مسجد نبویؐ میں سمت قبلہ کو درست فرمایا۔ تحویل قبلہ کے چودہ پندرہ دن بعد تک حضورؐ کی نماز ادا کرنے کا مقام مسجد نبوی میں اسطوانہ عائشہ کے پیچھے تھا۔ اس کے بعد محراب کا مقام وہ مقرر ہوا جو آج تک قائم ہے۔

قبلہ کی سمت تبدیل ہونے کے بعد یہودیوں کا ایک گروہ رسالت مابؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور کہا۔ اے محمدؐ آپ جس قبلے پر تھے اس سے کس چیز نے آپ کو پھیر دیا ؟ آپ کا دعوی تو یہ ہے کہ آپؐ دین ابراہمی کے پیروکار ہیں ان کی یہ بات درحقیقت دین حق سے برگشتہ کرنے کی ایک سازش تھی اس سازش کو وحی کے ذریعہ اللہ تعالی نے ناکام بنا دیا۔ سورہ بقرہ (۱۴۲) کے مطابق حی بن اخطب نے مسلمانوں سے پوچھا کہ بتاؤ تم لوگوں نے بیت المقدس کی طرف جو نمازیں پڑھیں تھیں صحیح تھیں یا غلط ؟ مسلمانوں نے حضور سے دریافت کیا جو لوگ مر چکے ہیں ان کی نمازوں کا کیا ہوگا؟ تو فورا" وحی آگئی۔ کہ اللہ تعالی تمہاری نمازوں کو ضائع نہیں کرے گا (سورہ بقرہ آیت ۱۴۳) تحویل قبلہ کا حکم کسی جہت یا سمت کا نہیں بلکہ ایک مخصوص گھر اور عمارت کی طرف کا ہے۔ خواہ کسی جگہ ہو۔

مسجد میں نماز کے لئے اذان کی ابتداء

مدینہ منورہ میں مسجد نبویؐ کی تعمیر کے بعد نماز باجماعت ادا کرنے کے وقت کیلئے کسی خاص علامت کے مقرر کرنے کی ضرورت پیش آئی آپؐ نے مہاجرین و انصار سے اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ مختلف اصحاب نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا مگر آپ کو کوئی بات بھی پسند نہ

Marfat.com
Marfat.com

آئی۔

ابن ماجہ کی روایت کے مطابق ایک شب صبح کے قریب حضرت عبداللہؓ بن عبدربہ نے کچھ خواب اور کچھ حالت بیداری میں ایک سبز پوش شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ میں ناقوس تھا۔ اے بندہ خدا؟ کیا اس ناقوس کو بیچو گے؟ اس نے پوچھا تم کیا کرو گے؟ جواب دیا گیا کہ نماز کے لئے اس کے ذریعہ اعلان کرونگا۔ اس نے کہا کہ کیا میں تمہیں اس سے بہتر بات نہ بتاؤں ۔ میں نے اثبات میں جواب دیا تو پھر اس سبز پوش نے مجھے کلمات اذان سکھائے۔ پھر تھوڑے سے توقف کے بعد ذرا ہٹ کر اقامت کے کلمات بھی بڑھ کر سنائے۔ حضرت عبداللہؓ نے صبح کو یہ سارا واقعہ حضور کو سنایا۔ آپ ؐ نے فرمایا۔ یہ خواب سچا ہے پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اذان کے کلمات بلالؓ کو سکھا دو کیونکہ وہ بلند آواز والا تھا۔

حضرت بلالؓ نے جب مسجد نبویؐ میں اذان دی تو حضرت عمر فاروقؓ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے تیزی سے مسجد میں آئے اور حضورؐ سے عرض کی یا رسول اللہؐ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق پر بھیجا مجھے بھی خواب میں اسی طرح کے کلمات سکھائے گئے ہیں جیسے بلالؓ نے ادا کئے حضرت ابوبکرؓ نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا تھا ان کے علاوہ تقریباً" گیارہ صحابہ کرام نے بھی خواب کے کلمات اسی طرح بتائے اسی دن آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی کا شکر ہے کہ سب صحابہ نے ایک جیسے خواب دیکھے اور مسئلہ حل ہوگیا۔

صبح کی اذان میں اضافہ

حضرت بلالؓ کو حضور ﷺ نے مسجد نبویؐ میں اذان دینے کے فرائض سپرد کئے تھے۔ ایک بار صبح اذان دینے کے بعد حجرہ مبارک کے باہر کھڑے ہو کر الصلوۃ الصلوۃ کہنے لگے حضور نے باہر نکلنے میں دیر کردی تو حضرت بلالؓ کہنے لگے الصلوۃ خیر من النوم' الصلوۃ خیر من

Marfat.com
Marfat.com

النوم دوبار کہا۔ جب حضورؐ باہر تشریف لے آئے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ہمیشہ صبح کی اذان میں یہ الفاظ دہرایا کرو اس طرح اذان کے الفاظ میں اضافہ ہمیشہ کے لئے کیا گیا۔

مدینہ منورہ میں معیشت کا استحکام

جب تمام مہاجرین مدینہ منورہ آگئے اور اللہ کے گھر یعنی مسجد نبویؐ کی تکمیل ہونے والی تھی تو حضورؐ کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ مہاجرین مکہ کی آباد کاری کا تھا۔ کیونکہ ان میں اکثریت نے اپنا سب کچھ اسلام کی خاطر چھوڑ چھاڑ کر مکہ سے ہجرت کی تھی اور پھر ان کی خود داری کو بھی مدنظر رکھنا ضروری تھا کیونکہ بعض مہاجرین متمول حیثیت کے حامل تھے۔ چنانچہ ہجرت کے پانچویں مہینہ ماہ رجب ۱ھ کو حضرت انس بن مالکؓ کی رہائش گاہ پر تمام مہاجر اور انصار مدینہ کو مشورہ کے لئے طلب کیا گیا۔ اس اجلاس میں حاضرین کی تعداد تقریباً ایک سو تھی پچاس مہاجر اور پچاس انصار مدینہ' اس اجتماع صحابہ میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کی راہ میں آپ لوگ بھائی بھائی بن جائیں۔ ہر شخص ایک مہاجر خاندان کو لے لے اور اپنے گھر بار اور کاروبار میں شریک کر لے۔ پھر اس کے بعد آپؐ نے مہاجرین اور انصار میں دو ۔ دو کو ملا کر فرمایا یہ اور تم دونوں بھائی بھائی ہو۔ دونوں مل کر کام کرو اور کمائی مل کر کھاؤ۔

سیدالانبیاء والمرسلینؐ کے حکم کی تعمیل میں انصار نے غیر معمولی ایثار سے کام لیتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے ماں باپ' ہمارا مال و زر' ہم اور ہمارے بیوی بچے سب کچھ آپؐ پر قربان۔ ہماری زمینیں ان بھائیوں کو دیدیجئے۔ لیکن مہاجرین کی غیرت نفس نے اس کو گوارا نہیں کیا۔ یہ دیکھ کر انصار نے کہا ہمارے بھائی ہماری زمینوں پر کاشت کریں اور پیداوار کا نصف اپنی محنت

Marfat.com
Marfat.com

کے معاوضہ کے طور پر لے لیا کریں تو پھر اس تجویز کو خود دار مہاجروں نے قبول کر لیا۔ انصار نے فرمان نبویؐ کو بڑی خوشدلی اور وسعت قلبی سے قبول کیا۔ انتہا یہ کہ وراثت میں سے بھی حصہ بجائے اپنے عزیزوں کے اور رشتہ داروں کے مہاجر بھائی کو دینے لگے تا آنکہ سورہ احزاب کی (آیت ۶) نازل ہوئی پھر اس کے بعد وراثت میں شریک کرنے کا طریقہ منسوخ کرنا پڑا۔ تاریخ اسلام میں اس معاشی حل کو "مواخات" کی اصطلاح میں یاد کیا جاتا ہے۔ کسی قوم نے ایسے جذبہ کا مظاہرہ اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا حضورؐ کے ارشاد کو سن کر انصار مدینہ نے اپنی ملکیت میں سے ہر شے کے دو حصے کر دیئے اور ایک حصہ اس میں سے اپنے مہاجر بھائی کو دینے کی پیش کش کی۔

حضرت سعد بن ربیعؓ کا واقعہ تاریخ ایثار و قربانی کی ایک تابناک مثال ہے۔ حضرت سعدؓ نے اپنے مواخاتی بھائی حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مہاجر) کو بنو حارث کے محلے میں جہاں ان کا گھر تھا لے گئے پہلے کھانا کھلایا' پھر فرمایا میں اپنا مکان' باغ اور مال و اسباب کا آدھا حصہ آپ کی نذر کرتا ہوں' میری دو بیویاں ہیں انہیں دیکھ لو! ان میں سے جو تمہیں پسند ہو اس کو میں طلاق دیتا ہوں اور پھر تم عدت گذرنے کے بعد اس سے نکاح کر لو۔

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے تمام گفتگو سننے کے بعد کہا بھائی! اللہ تمہارے کاروبار مال و دولت اور اہل عیال میں برکت عطا فرمائے اور یہ کہہ کر سب کچھ انہیں واپس کر دیا۔ ان سے مدینہ منورہ کے بازار کا راستہ معلوم کرایا اور بازار میں کاروبار شروع کر دیا۔ بہت تھوڑے عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں خوشحال کر دیا اور ان کا شمار مدینہ منورہ کے بڑے تاجروں میں ہونے لگا۔

صحابہ کرام نے کاروبار شروع کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کپڑے کا کارخانہ کھول لیا اور کپڑے

Marfat.com
Marfat.com

کی تجارت کرنے لگے۔ حضرت عمر فاروقؓ بھی تجارت کرنے لگے۔ حضرت عثمانؓ قیسقاع (سونے) کے بازار میں کھجور کے کاروبار سے منسلک ہوگئے۔ بعض انصار نے اپنے کھجور کے باغوں میں سے موجود درختوں میں سے اپنے مواخاتی بھائی کے لئے مختص کر دیئے۔ جب بحرین زیر نگین آیا تو حضور اکرمؐ نے وہاں کی زمینیں انصاری کو دینی چاہیں تو انصار نے اس شرط پر قبول کیں کہ مہاجرین کو بھی اسی قدر اراضی دی جائے گی۔

انصار کے اس غیر معمولی ایثار کو دیکھ کر مہاجرین نے عرض کیا یارسول اللہؐ ہم جن لوگوں میں آکر رہے ہیں ان سے بڑھ کر غمگسار اور مددگار کسی اور کو نہیں پایا ہمیں اندیشہ ہے کہ سارا اجر اور ثواب یہی لے جائیں گے اور ہم لوگ محروم ہونگے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں تم لوگ ان کے لئے دعا کرتے رہو یعنی دعا کا احسان درہم و دینار سے کہیں زیادہ ہے۔

مواخات کا یہ معاشی نظام بصیرت نبویؐ کا ایک شاہکار ہے یہ مہاجرین کی فوری بحالی کا معاشی منصوبہ تھا۔ سینکڑوں بے روزگاروں کا معاشی مسئلہ ایک ہی دن میں اور ایک ہی مجلس میں آپؐ نے حل فرما دیا۔ توکل کے ساتھ راہ خدا میں ہجرت کی یہ پہلی برکت تھی۔ اس کی نظیر تاریخ عالم میں ملنی مشکل ہے۔

مدینہ میں مواخاتی رشتہ کی تفصیل

اس متبرک فیصلہ کے مطابق جن اصحاب کا آپس میں مواخاتی رشتہ کا تعلق جوڑا گیا تھا ان کی کچھ تفصیل اس طرح ہے۔

مہاجرین	انصار مدینہ	مہاجرین	انصار مدینہ
(۱) حضرت ابوبکرؓ	حضرت خارجہ بن زید	(۸) حضرت سلمان فارسی	حضرت ابو درداء
(۲) حضرت عمرؓ	حضرت عتبان بن مالک	(۹) حضرت بلال حبشی	حضرت ابو رویحہ

Marfat.com
Marfat.com

(۳) حضرت عثمانؓ	حضرت اوس بن ثابت	(۱۰) حضرت سعید بن زید	حضرت ابی بن کعب
(۴) حضرت ابو عبیدہ بن جراح	حضرت سعد بن معاذ	(۱۱) حضرت عبدالرحمان بن عوف	حضرت سعد بن ربیع
(۵) حضرت زبیر	حضرت سلامہ بن وقش	(۱۲) حضرت طلحہ بن عبیداللہ	حضرت کعب
(۶) حضرت مصعب بن عمیر	حضرت ابو ایوب انصاری	(۱۳) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ	حضرت عویم بن ساعدہ
(۷) حضرت عمار بن یاسر	حضرت حذیفہ بن یمان		

مواخات کا فلسفہ

مواخات کی رشتہ داری کی ابتداء دراصل ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کے درمیان قائم کی گئی تھی۔ جیسے کہ ابن اسحاق اور دوسرے مورخین اور ابتدائی سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ جب مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کی ایک معتد بہ تعداد ہوگئی اور ایک جماعت وجود میں آگئی تو حضورؐ نے مسلمانوں کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم کر دیا۔ یعنی دو مکی مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا جو عملی اور نظریاتی دونوں اعتبار سے خون کے رشتہ سے زیادہ پکا اور مستحکم رشتہ بن جاتا تھا۔

اس رشتہ اخوت نے ایک طرف تو اسلام یا مذہب کی افادیت' اہمیت اور فعالیت بڑھا دی اور خاندانوں اور رشتہ داریوں سے کٹ جانے کے غم کو ہلکا کر دیا تھا اور جینے کا ایک نیا عزم مصمم ایک جوش ولولہ اور ایک نیا رنگ ان کو عطا کیا گیا تھا۔

مکی دور کا یہ رشتہ اخوت و مودت امت اسلامیہ کی ابتدائی صورت اور بنیادی پتھر کی حیثیت اختیار کرگئی اگرچہ مکی دور میں متعدد اور گوناگوں سماجی ' سیاسی اور اقتصادی دشواریوں اور رکاوٹوں کے سبب اس بنیادی پتھر پر امت مسلمہ کی مکمل عمارت تعمیر نہ ہوسکی تھی مگر تقدیر الٰہی نے یہ اہم ترین کام مدینہ منورہ کے مسلمانوں کے تعاون و حمایت کے زیر سایہ پایہ تکمیل

Marfat.com
Marfat.com

تک پہنچانا تھا عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مہاجرین بالکل تہی دست اور فاقہ زدہ بے سروسامانی کی حالت میں مدینہ منورہ میں آئے ہونگے اسی لئے مدینہ والوں کے تعاون کے محتاج تھے مگر اصل صورت حال ایسی نہ تھی۔ بلکہ مہاجرین کی وجہ سے مدینہ کے معاشی استحکام میں بھرپور کردار ادا کیا تھا اور مسلم معیشت کو نئی جہتیں عطا کی تھیں۔

مواخات دراصل مسلم معاشرہ کے ایک امت کی تشکیل کا ایک ایسا مرحلہ تھا جس کا مقصد ایک نووارد شہری کو ایک قدیم باشندے کے ساتھ رشتہ اخوت و محبت میں منسلک کر دینا تھا تاکہ خارجی اور اندرونی ملکی و غیر ملکی اپنے و پرائے اور فرزندان زمین تازہ واردان بساط اور سب سے بڑھ کر مکی اور مدنی کا فرق مٹ جاتا تھا۔ مدینہ کی مسلم آبادی ایک مذہبی وحدت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سماجی اور معاشی وحدت بھی بن جائے جس طرح اسلام اور پیغمبر اسلام نے مذہبی نظریہ اخوت کے ذریعہ اوس اور خزرج قبائل کو ایک مذہبی لڑی میں پرو کر ثابت کر دیا کہ قبائل ازم کوئی شئے نہیں اصل چیز وحدت نظریہ اور اسی مسلم اکائی میں مدینہ کے باشندوں اور مکہ کے مہاجروں کو پرونا تھا۔ تاکہ جیسے مکہ اور مدینہ کی نسبت سے جو غیریت تھی وہ ختم ہوجائے بلکہ سب ایک امت مسلمہ کا حصہ بن کر زندگی گذاریں اور حضور اکرمؐ نے اسی نقطہ نظر کو حجتہ الوداع کے عظیم اجتماع میں عالمی اسلامی برادری اور آفاقی اخوت اسلامی میں تمام مسلمانان عالم کو بلا کسی امتیاز اور تفریق کے ایک دوسرے کے بھائی اور مذہبی طور پر ہم اقرار دیا۔ (اور آج پاکستان میں اسلام کے ہوتے ہوئے تعصب کی وجہ سے مہاجر اور مقامی، سندھی، پٹھان، پنجابی اور بنگالی کی تفرقہ بازی شروع کر دی گئی ہے)۔

خالق کائنات نے اپنے حقوق اور کیفیت قرآن کے سورہ اخلاص میں بیان کردی ہیں (ترجمہ) اے نبی آپؐ کہہ دیں کہ وہ اللہ ایک ہے وہ کسی کا محتاج نہیں نہ ہی اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ ہی وہ کسی کا مولود ہے اور نہ ہی اس کو کوئی قبیلہ ہے اور خاندان ہے اور وہ ایک ہی

Marfat.com
Marfat.com

مکہ میں مواخاتی رشتہ کی تفصیل

مدینہ میں انصار اور مہاجرین کے مواخاتی رشتہ سے پہلے ایک مواخاتی رشتہ مکہ مکرمہ میں بھی صرف مہاجرین کے درمیان طے پایا تھا۔ ابن ہشام کے بیان کے مطابق اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

(۱) حضرت ابو بکرؓ	حضرت عمر فاروقؓ
(۲) حضرت عبیدہ بن حارثؓ	حضرت بلالؓ بن رباح
(۳) حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب	حضرت زید بن حارثؓ
(۴) حضرت مصعبؓ بن عمیر	حضرت سعد بن ابی وقاص
(۵) حضرت زبیرؓ	حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ
(۶) ابو عبیدہ بن جراح	حضرت سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہ
(۷) حضرت عثمانؓ	حضرت عبد الرحمانؓ بن عوف
(۸) حضرت سعیدؓ بن زید	حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ

Marfat.com
Marfat.com

ہے۔

انقلابی شخصیت قرآن کی روشنی میں

اسلام کا پہلا اور اساسی عقیدہ توحید ہے دوسرے سارے عقائد اور سارے اعمال اسی پر مبنی ہیں اگر توحید اپنی حقیقی صورت میں موجود ہے تو رسالت ' وحی اور آخرت پر ایمان بھی درست ہے اور نماز' روزہ' حج' زکواۃ جیسے اعمال بھی نتیجہ خیز اور ثمر آفرین ہونگے قرآن پاک میں سب سے زیادہ آیات توحید ہی کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں اس لئے کہ اسلام جن عقائد وافکار کی بنیاد پر زندگی کی تعمیر کرنا چاہتا ہے اس کی حقیقی روح توحید ہی ہے۔

جیسے کہ قرآن کا ارشاد ہے ترجمہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے.اس رحمان اور رحیم کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں (البقرہ ۱۶۳)

اسی عقیدہ کو پختہ کرانے کے لئے اللہ تعالی نے انسانوں میں سے چند پاک نفوس کو منتخب فرمایا کہ وہ اپنے جیسے انسانوں میں ان کی زندگی کے مراحل کو حل کرانے کے لئے عقیدہ توحید کو پختہ کرائیں ان منتخب افراد کو قرآنی اصطلاحات میں نبی' رسول کے اعزازی ناموں سے پکارا اور ان کی ذمہ داری یہ بیان کی (ترجمہ قرآن) اے گروہ پیغمبران! لوگوں کو اس حقیقت سے خبردار کر دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ۔ تم سب لوگ مجھ سے ہی ڈرو ۔ النمل ۲) توحید ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے اور ہمیشہ رہیگی تمام انبیاء کرام اپنی بعثت کا مقصد اسی کو قرار دیا ہے۔

توحید ایک خاص نصب العین کا نام ہے اور ایک خاص تصور حیات سے عبارت ہے اس سے فرد اور معاشرے کے لئے ایک خاص قسم کی ذہنی اور روحانی غذا حاصل ہوتی ہے اس عقیدہ و تصور سے فکر و عمل میں ایک انقلاب برپا ہوتا ہے بنیادی انقلاب جو رونما ہوتا ہے وہ خالق

Marfat.com
Marfat.com

اور مخلوق کے حقوق کا تعین ہے اسی کے نتیجہ میں توازن کا عمل پیدا ہے۔ اسی توازن میں کارگاہ حیات کی تکمیل پوشیدہ ہے خالق ایک ہی ہو سکتا ہے باقی اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ مخلوق کی صفت سے پہچانی جاتی ہے اگر مخلوق بھی خالق کا درجہ رکھے گی تو یہ کائنات تباہ ہو جائے گی اور فساد برپا ہو جائے گا جیسے کہ ایک ملک میں دو بادشاہ ملک میں تباہی کا باعث بنتے ہیں اس طرح یہ کائنات بھی تباہ و برباد ہو جاتی۔

Marfat.com
Marfat.com

مکتوبات نبوی ﷺ کی روئیداد

مکہ سے مسلمان انقلابیوں کا پہلا گروہ جس نے ہجرت کی تھی وہ حبش کے علاقہ کی طرف منتقل ہوا تھا۔

حبش عرب کے جنوب میں مشرقی افریقہ میں واقع ہے۔ حبش عربی نام ہے، یونانی میں اسے ایتھوپیا(ETHIOPIA) کہا جاتا ہے۔ دنیا کے موجودہ نقشے میں یہ اے، بی، سینا کے نام سے موسوم ہے۔ حبشی زبان میں بادشاہ کو نجوس(NEGUS) کہتے ہیں۔ نجاشی اسی نجوس کا معرب ہے۔ حبش کا رقبہ تقریباً دو لاکھ ستانوے ہزار مربع میل ہے۔ حبش اور اسلام کے تعلقات بہت قدیم ہیں۔

اس مملکت کے حاکم کا نام ''اصحمہ'' تھا۔ اس کا خاندان چوتھی صدی عیسوی میں اس ملک کا حکمران بنا تھا۔ یہ خاندان ابتداً بت پرست تھا۔ رومی حکمرانی کے دور میں مصر کے ذریعہ اس علاقہ میں عیسائیت کی بنیاد ڈالی گئی۔ سکندریہ کے ایک بشپ (کا یہ عہدہ عیسیٰؑ کے حواریوں میں سے ''یوحنا' نے قائم کیا تھا) نے یہاں اپنے مشن کا ایک مرکز قائم کیا۔ مہاجرین کے پہلے قافلے کے واپس آنے پر دوسرا قافلہ مہاجرین کا حبشہ کے لئے روانہ ہوا۔ اس کے امیر حضرت علیؓ کے بڑے بھائی حضرت جعفر طیارؓ تھے۔ اس قافلے کے ذریعہ ایک مکتوب شاہ حبش کے نام حضور اکرم ﷺ نے بھیجا، اسی مکتوب کی فوٹوسٹیٹ اور اس کا ترجمہ شامل کیا جاتا ہے۔ قریش مکہ نے مسلمان مہاجرین کے خلاف نجاشی کو شکایتیں اور غلط اطلاعات بھیجیں کہ ان کو حبشہ سے نکلوا دیا جائے مگر نجاشی نے قافلہ کے سالار سے حالات دریافت کیے تو مطمئن ہو کر مشرکین مکہ کو جواب دے کر مایوس کر دیا۔ نجاشی کے اسی برتاؤ کی وجہ سے حبشہ سے مسلمانوں کو ہمیشہ جذباتی لگاؤ رہا ہے۔ مسلمانوں نے صحرائے افریقہ کے ہر گوشے میں اپنی حکومتیں قائم کیں مگر اپنے قریب ملک حبشہ کو کبھی آنکھ اٹھا کر بھی

Marfat.com
Marfat.com

نہ دیکھا۔ مسلمانوں کے کسی لشکر نے تاریخ کے کسی دور میں بھی حبشہ کا رخ نہیں کیا حالانکہ یہ ریاست چاروں طرف سے مسلم حکومتوں میں گھری رہتی تھی۔ یہ صرف اسی ابتدائی دور کے جذبہ ہمدردی اور احسان مندی کا صلہ ہی تھا کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہی ہوتا ہے اور مسلمانوں کی تاریخ اس پر پوری اترتی رہی۔

نجاشی کے نام دوسرا خط اور اس کی روئیداد

شاہ حبشہ کے نام حضور اکرم ﷺ نے پھر ایک مکتوب گرامی 69ء کو ارسال فرمایا۔ اس دفعہ سفارت کے فرائض حضرت عمروؓ بن امیہ الضمری نے انجام دیئے۔ مکتوب مبارک کو شاہ نجاشی نے تخت سے اتر کر وصول کیا تعظیماً آنکھوں سے لگایا اور پھر ترجمان کے ذریعہ پڑھایا گیا۔ اس کے جواب میں نجاشی نے سفیر مذکور کو جو پیغام دیا، اس کا ترجمہ یہ ہے:

''میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں۔ میں نے آپ کے چچازاد بھائی کے ہاتھ پر اللہ رب العلمین کے لئے بیعت کر لی ہے اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا ہوں۔ اے اللہ کے نبی! میں آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے ''آرھا'' کو بھیجتا ہوں۔ اگر آپ کا حکم ہوگا تو میں خود بھی حاضر ہو جاؤں گا۔

السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

حضرت عمروؓ نے نجاشی کا خط لے کر دربار رسالت میں حاضر ہو کر تمام واقعات گوش گزار کئے۔

نجاشی کے نام تیسرا مکتوب گرامی

خدائے رحمٰن ورحیم کے نام سے محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے...... حبش کے بادشاہ نجاشی کے نام۔ اس پر سلامتی ہو جو راہ راست اختیار کرے۔ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جو معبودیت میں یکتا ہے، کل کائنات کا مالک ہے، برگزیدہ ہے، امن وسلامتی

Marfat.com
Marfat.com

کی پناہ گاہ صرف اسی کی ذات ہے اور اس کی شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم بتول پاک دامن پر القاء کیا کہ وہ خدا کے نبی عیسیٰؑ کی والدہ بنیں۔ پس اللہ ہی نے ان کو اپنی روح سے پیدا کیا اور اس کو حضرت مریم میں پھونک دیا، جیسا کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے بنایا۔ اب میں آپ کو خدائے لاشریک لہٗ کی اطاعت و مودت اور محبت کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ کو میری پیروی اختیار کرنی چاہیے اور خدا کا جو پیغام میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لانا چاہیے۔ میں آپ کو اور آپ کے لشکر کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔ پس میں نے تبلیغ اور نصیحت کا فریضہ ادا کر دیا ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اسے قبول کریں۔ پیروان ہدایت پر سلام ہو۔

Marfat.com
Marfat.com

سفارتی مکتوبات نبوی ﷺ کی کیفیت

حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ مقدسہ پر جس قدر ''سیر حاصل'' کتابیں لکھی گئی ہیں بلا مبالغہ اتنی کسی دوسرے انسان کے حالات پر آج تک تصنیفات نہیں کی گئیں ہیں۔ چنانچہ ذات اقدس کا ایک، ایک واقعہ آفتاب عالم تاب کی طرح روشن نظر آ رہا ہے۔ کسی مفکر کا قول ہے کہ خطوط انسانی زندگی کے آئینہ دار ہوتے ہیں، کیونکہ خطوط نویسی کا اصل جوہر ان کی سادگی سے ظاہر ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے مختلف حالات میں اپنے ہم عصر حکمرانوں اور عرب کی مختلف صاحب حیثیت شخصیتوں کو اسلام کی تبلیغ کے سلسلہ میں جو خطوط لکھے تھے ان کی تعداد تقریباً تین سو تک ہے جو احادیث اور سیرت کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ بعض علماء نے ان کو جمع کر کے اس موضوع پر مستقل تصنیفات بھی تیار کی ہیں ان مفکرین اور صاحب علم اشخاص میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کا نام بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ انہوں نے بھی ایک تصنیف ''الوثاق السیاسیۃ'' کے نام سے ترتیب دی ہے جس کا اردو ترجمہ بھی پاکستان میں شائع ہو چکا ہے۔ اصحاب کرام میں سے مکتوبات نبوی کو سب سے پہلے حضرت عمرو بن حزم انصاریؓ نے جمع کیا تھا۔

گزشتہ ڈیڑھ سو سال کے عرصہ میں چار مکتوبات نبوی بجنسہ اپنی اصلی حالت میں دست یاب ہو چکے ہیں۔ ان کے فوٹوسٹیٹ بلاک کتاب ''مخزن انقلاب'' کے حصہ ہفتم میں شامل کر دی گئی تھیں۔ یہ مکتوبات حبشہ کے بادشاہ، مصر کے حکمران، بحرین کے گورنر اور فارس کے شہنشاہ خسرو پرویز کے نام بھیجے گئے تھے۔

مکتوبات نبوی کے اجزاء ترکیبی اس طرح ہیں:

1- شروع میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''، جس طرح قرآن حکیم میں ہر سورت کی ابتداء بسم اللہ سے ہوئی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

2- نام مبارک کا مضمون پر زور مختصر اور متعلقہ الفاظ میں

3- امن وسلامتی کا مفہوم ادا کرنے والا فقرہ

4- مکتوب الیہ کا نام معہ لقب

5- بحیثیت مرسل ''رسول اللہ'' بمعہ اسم گرامی

6- اور آخر میں مہر نبوت

سفارتی خطوط کی فلاسفی:۔ جہاں تک کسی انسان کی ذاتی سیرت کے اظہار کا ذریعہ بنتی ہے وہاں مکتوب الیہ کی کیفیات اور اخلاق کا مظہر بھی بنتی ہے۔ جیسے کہ ملکہ سباء کو حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ واقعہ سورۃ نمل میں قرآن نے بیان کیا ہے کہ ایک حکمران نے دوسرے ملک کے حکمران کو اپنے خیالات اور دعوت کا اظہار بذریعہ مکتوب ہی کیا تھا۔

خطوط کے ذریعہ جہاں انفرادی حالات کا اظہار ہوتا ہے وہاں اس وقت کی اجتماعی زندگی اور معاشرے کی صورت حال بھی واضح ہو جاتی ہے۔

مکتوبات نبوی محض کوئی عقیدت اور تبرک کی چیز نہیں ہیں بلکہ درحقیقت یہ زبردست تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔

اس دنیا میں بہت سے پیغمبر گزرے ہیں جن کو مختلف قومیں تسلیم کرتی ہیں مگر یہ صرف پیغمبر آخرالزماں کی خصوصیت ہے کہ ان کے اپنے زمانے کے آثار اب تک ابتدائی شکل میں موجود ہیں، جن سے آپ کی شخصیت اور دعوت کی تاریخی حیثیت ظاہر ہوتی ہے۔

خطوط نبوی کے ترجمہ کے سلسلہ میں گزارش ہے کہ موجودہ دور میں اردو زبان میں کسی کو خطاب کرنے کے سلسلہ میں کچھ الفاظ مروج ہیں جیسے کہ لفظ آپ، تم، تو وغیرہ جو کہ مکتوب الیہ کے مدارج کی حیثیت کے مطابق تحریر میں لائے جاتے ہیں مگر عربی معاشرہ میں اس وقت ایسی کسی قسم کی امتیازی حیثیت کو اہمیت نہیں دی جاتی تھی مگر ان مکتوبات کے ترجمہ کرنے میں مروجہ اصطلاحات کو اردو زبان کے مطابق ضروری خیال کیا گیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

بعض عربی ناموں کے تلفظ پڑھنے میں دشواری پیش آتی ہے اور بہت کم قارئین انہیں صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں اس لئے ان اسماء اور اعلام پر اعراب لگا دیئے جاتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے جو خطوط جن حکمرانوں کو لکھے تھے ان میں سے شاہ حبش کو جو مکتوب تحریر کیا گیا تھا اس کے متعلق دوسری جنگ عظیم کے شروع کے دنوں میں حبش مرکزی حکومت کے ایک شہر "عدیس بابا" کے ایک مسلم اخبار "برہان اسلام" نے یہ خبر شائع کی تھی کہ ہیل سلاسی شاہ حبش نے اپنے خزانے سے سرور عالم ﷺ کا یہ نامہ مبارک نکال کر مسلمانوں کے ایک وفد کو معائنہ کرایا تھا۔ یہ مبارک خط ایک جھلی پر لکھا ہوا تھا جو ساڑھے تیرہ انچ طویل اور نو انچ چوڑی تھی۔ اس مکتوب میں "مہر مبارک" کے علاوہ تقریباً سولہ سطریں تھیں۔ یہ بھورے رنگ کی سیاہی سے لکھا ہوا تھا اس مکتوب مبارک کی فوٹو میں بسم اللہ اور مہر مبارک صاف نہیں آ سکی ہیں کیونکہ زمانہ نبوت میں عربوں میں الفاظ پر تحریر کرتے وقت نقطے اور حرکات زبر، زیر، پیش وغیرہ لگانے کا رواج نہیں تھا اسی لئے مکتوب مبارک پر نقاط اور حرکات نہیں آئے۔ اسی طرح جب اسلام عرب سے باہر غیر عربوں میں پھیلا تو "قرآن شریف" کے الفاظ پر بھی نقاط اور حرکات نہیں تھے اس کی صحیح تلاوت کرنے کی خاطر پہلی صدی کے اختتام پر حجاج بن یوسف ثقفی نے قرآن شریف کے الفاظ پر نقاط اور اعراب لگائے تھے۔ عہد نبویؐ میں عربی زبان کا رسم الخط موجودہ عربی رسم الخط سے کافی مختلف تھا۔ عربی رسم الخط کی ابتداء ملک یمن سے ہوئی تھی۔ یمنی رسم الخط کو "خط مستند" کہتے تھے، آگے چل کر یہی خط کوفی کے نام سے متعارف ہوا اور پھر جب چوتھی صدی میں خط کوفی نے ترقی پا کر موجودہ خط نسخ کی شکل اختیار کی تو قرآن شریف بھی اسی رسم الخط میں لکھا جانے لگا اور رفتہ رفتہ خط کوفی کا رواج بھی ختم ہوتا گیا۔

Marfat.com
Marfat.com

شاہ حبش کے نام مکتوب گرامی کا اردو ترجمہ (پہلا مکتوب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدائے بزرگ و برتر کے نام سے محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے......

نجاشی شاہ حبش کے نام

میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو تمام کائنات کا حاکم ہے پاک ہے، امان دینے والا اور سلامت رکھنے والا۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کے روح اور اس کا کلمہ ہیں جن کو پاک او برائی سے محفوظ مریم بتول کی طرف ڈالا گیا اور عیسیٰ بطن مریم سے جلوہ افروز ہوئے۔ اللہ نے ان کو اپنی روح اور دم سے اسی طرح پیدا کیا جس طرح اس نے آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا۔ میں آپ کو اس خدائے واحد کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس پر ایمان لائیے، خدا کی فرمانبرداری میں میرا ساتھ دیجئے۔ میری پیروی اختیار کیجئے اور میری رسالت کو تسلیم کر لیجئے کیونکہ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ میں نے اللہ کا پیام خلوص کے ساتھ آپ کو پہنچا دینے میں خیر خواہی کی ہے۔ میری ہمدردانہ نصیحت کو قبول کرنا آپ کا کام ہے۔ میں آپ کی رعایا کو بھی یہی دعوت دیتا ہوں۔ اپنے چچا زاد بھائی جعفرؓ کو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بھیج رہا ہوں جب یہ آپ کے پاس پہنچیں تو حکومت کے غرور و تکبر کو ترک کر کے ان کے ساتھ تواضع سے پیش آیئے۔

اس پر سلامتی ہو جس نے راہ راست کی پیروی کی۔

محمد رسول اللہ

Marfat.com
Marfat.com

براعظم افریقہ کے شمال میں مصر تاریخی ملک ہے۔ یہ وہی ملک ہے جس کے حکمرانوں کو "فرعون" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے دعویٰ نبوت ورسالت کے دوران مصر میں دو قومیں آباد تھیں۔ ایک قبطی اور دوسری بازنطینی کے نام سے مشہور ہوئی۔

قبطی اس ملک کے اصلی باشندے تھے اور بازنطینی وہ نوآبادکار تھے جنہوں نے مصر پر قبضہ کر کے اپنی ایک کالونی کی حیثیت سے زیر قبضہ رکھا تھا۔ مقوقس جو کہ بازنطینی حکمران کی جانب سے گورنر مقرر کیا گیا تھا یہ اپنے مذہب کا بہت بڑا عالم بھی تھا۔ مصر کا تاریخی شہر اسکندریہ کو اس نے دارالسلطنت کی حیثیت دے رکھی تھی۔ مصر عہد قدیم سے مشرق ومغرب کے مابین تجارتی، تہذیبی، علمی روابط کا ذریعہ بنا رہا۔ مصر نے علم ہندسہ، نجوم اور دوسرے علوم وفنون میں جو ترقی کی تھی دنیا اسے کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتی مگر اخلاقی حیثیت سے ایران اور روم کی طرح بداخلاقی کا مرکز بنا رہا۔ اسی لئے قبطی اقوام کو رومی حکمران اپنی ملکیت ہی سمجھتے رہے۔

بارگاہ رسالت نے اسلام کی دعوت دینے کی خاطر ایک سفیر حاطب بن ابی بلتعہ نام کے ایک صحابی کو مامور کیا تھا اس نے مصر پہنچ کر مقوقس گورنر کے نام مکتوب نبوی کو کاغذات سفارت کی حیثیت سے پیش کیا جس کا ترجمہ اور فوٹوسٹیٹ یہ ہے:

Marfat.com
Marfat.com

ہرقل قیصر (HERCULIS-CAESAR) روم کے نام مکتوب کا ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد ﷺ کی جانب سے جو خدا کا بندہ اور رسول ہے...... ہرقل قیصر کے نام اس پر سلامتی ہو، جس نے راہ راست اختیار کی۔ بعدازاں! میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ پس اگر سلامتی منظور ہے تو اسلام قبول کر لیجئے! اگر آپ نے اسلام قبول کرلیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرا اجر عطا فرمائے گا اور اگر آپ نے انکار کیا تو ساری قوم کی گمراہی کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے اوپر ہوگی۔ اے اہل کتاب!

اس عبارت کے آگے قرآن کی سورہ آل عمران کی ایک آیت درج ہے۔

(ترجمہ) اختلاف ونزاع کی ساری باتیں نظر انداز کر کے ایک ایسی بات پر متفق ہو جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں طور پر مسلم ہے، وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب بنائیں!

اگر تمہیں اس بات سے انکار ہے تو تمہیں معلوم رہنا چاہیے کہ ہم ہر حال خدا کی یکتائی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

(نوٹ) ابوظہبی کے حکمران شیخ زید بن سلطان آل نہیان نے اس گراں قدر دستاویز کو دس لاکھ پونڈ (تقریباً دس کروڑ روپیہ) میں حاصل کرنے کی پیشکش کی تھی۔ (بحوالہ مکتوبات نبوی ص 136)

نعیم البلدان میں مذکور ہے کہ بحرین خلیج عرب کے مغرب کے ساحل پر واقع ہے۔ عرب قدیم میں بحرین سے مراد جزائر بحرین نہیں ہیں جیسا کہ آج کل کہا جاتا ہے۔ اس لفظ کا اطلاق خلیج عرب کی اس ساحلی پٹی پر ہوتا ہے جو عراق کے ڈیلٹا سے موجودہ ریاست قطر تک پھیلی ہوئی تھی۔ بحرین کے خاص شہر یہ تھے۔ قطیف مایہ آج کل بھی موجود ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

آرہ، بحر زرارہ، جواثار، سابور، غابہ، مشقر، دارین۔ (یاقوت حموی)

دراصل بحرین خطہ عرب کا ہی ایک حصہ ہے۔ اس کو ہجر کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ اس کی پیداوار موتیوں کے لئے مشہور ہے اسی لئے یہاں کے باشندوں کا کاروبار موتیوں کے لئے غواص (ٹوبے) کے نام پر مشہور ہو چکا ہے۔ بحرین کی قدیم تاریخ ہے، فنیقی قوم کی تہذیب کا گہوارہ بھی رہا ہے اور ''بحرین'' کو ملکوں میں سے اسلام کی دعوت قبول کرنے میں اولیت حاصل ہے۔ دنیا بھر میں پٹرول کے لئے بحرین کو اہمیت حاصل ہو چکی ہے۔

مکتوب نبویؐ بنام منذر کی روئیداد

چھٹی صدی عیسوی میں بحرین ایرانی اقتدار کے زیر تسلط تھا۔ یہاں بحرین کے ایرانی گورنر کا نام منذر بن ساوی تھا۔ منذر بھی ان خوش قسمت حکمرانوں میں شامل ہے جنہوں نے اسلام کی دعوت کو قبول کر کے مکتوب نبویؐ کے جواب میں لکھا کہ ''رسولؐ اللہ! آپ کا فرمان رسالت پہنچا، میں اس سے قبل آپ کا وہ خط بھی دیکھ چکا ہوں جو آپؐ نے دعوت اسلام کیلئے اہل بحرین کے نام ارسال فرمایا تھا۔ میں برضا و رغبت اسلام قبول کرتا ہوں۔ اہل بحرین میں سے بعض لوگوں نے اسلام کو پسند کیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور بعض اپنے قدیم مذہب پر قائم ہیں۔ میرے ملک میں پارسی اور یہودی آباد ہیں۔ آپ مجھے مطلع فرمائیں کہ ان کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا جائے اور جب سفیر رسالت علاء بن حضرمیؓ واپس دربار رسالت میں آئے، حالات بتائے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو بحرین کی گورنری پر بحال رکھا اور غیر مسلموں سے حسن سلوک کی ہدایت بھی کی گئی اور اہل بحرین میں جو لوگ یہودیت یا مجوسیت پر قائم ہیں، ان سے جزیہ لینے کی ہدایت کی۔

بحرین کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ مسجد نبویؐ کے بعد سب سے پہلے جمعہ کی نماز بحرین کی مسجد میں پڑھی گئی تھی۔ یہ روایت صحیح بخاری کی ہے جو کہ حضرت عباسؓ کی بیان کی جاتی ہے۔ گورنر منذر کے نام ایک دوسرا مکتوب نبویؐ بھی ارسال کیا گیا تھا۔ یہ مکتوب ابوہریرہؓ

Marfat.com
Marfat.com

آج کے دور میں جس طرح اسلامی دنیا کے دو متبرک مقام مکہ اور مدینہ منورہ ہیں اسی طرح عیسائی دنیا کے اقتدار میں بیت المقدس کے علاوہ بھی حکمرانوں نے بھی اپنے مرکزی مقام کو اہمیت دی تھی۔ چھٹی صدی عیسوی میں دنیا کی سیاسی قوتوں کے دو بڑے مراکز تھے۔ جزیرہ نمائے عرب کے مشرق میں خلیج فارس کے ساحل پر ایرانی حکومت قائم تھی۔ اس کا رقبہ فرغانہ وافغانستان سے لے کر یمن تک پھیلا ہوا تھا۔ اس وقت ایشیا کی یہ سب سے بڑی سلطنت تھی اور ایک عظیم الشان تہذیب کا گہوارہ تھی۔ مغرب میں بحر احمر کے کنارے سے لے کر بحر اسود تک وہ سلطنت پھیلی ہوئی تھی جو تاریخ میں روم بازنطین (BYZANTINE) کے نام سے مشہور ہے۔ ان دونوں حکومتوں کی سرحدیں عرب کے شمال میں عراق کے مشہور دریاؤں دجلہ اور فرات پر آ کر ملتی تھیں۔ یہ اپنے زمانہ کی طاقتور ترین حکومتیں تھیں اور اپنے جاہ وجلال اور قوت وسطوت کے لحاظ سے دنیا کی سب سے زیادہ پرشوکت وعظمت حکومتیں سمجھی جاتی تھیں۔ اسلامی تاریخوں میں روم سے مراد رومی شہنشاہیت کا مشرقی حصہ ہے۔ روم کا حکمران قیصر (CAESAR) کہلاتا تھا۔ مورخ ایڈورڈ گبن (EDWARD GIBON) کے بیان کے مطابق یہ اپنے وقت کی مہذب ترین سلطنت تھی۔ قیصر روم کو سیاسی اقتدار کے ساتھ عیسائیت کی مذہبی سیادت بھی حاصل تھی۔ 613ء میں شہنشاہ ایران خسرو پرویز نے رومی اقتدار پر بھرپور حملہ کیا جس کے نتیجہ میں عراق، شام، مصر کے علاوہ ایشیا کو چک تک زیر قبضہ آ گئے۔

اس اقتدار کے بعد خسرو پرویز کی فرعونیت وغرور کا عجیب عالم تھا۔ اس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو خسرو نے بیت المقدس سے ہرقل کو لکھا تھا۔ سب خداؤں سے بڑے خدا، تمام روئے زمین کے مالک خسرو پرویز کی طرف سے اس کے کمینہ اور بے شعور بندے ہرقل کے نام: تو کہتا ہے کہ تجھے اپنے خدا پر بھروسہ ہے کیوں نہ تیرے خدا نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچالیا۔ میں اس وقت تک صلح نہیں کروں گا جب تک تو اپنے صلیبی خدا کو چھوڑ کر آتش پرستی اختیار نہ کرے گا۔ اس آتش پرست خسرو پرویز کی فتح کی خبر سے

Marfat.com
Marfat.com

مکہ کے مشرکین قریش نے خوب جشن منایا اور مسلمانوں کو کہتے تھے کہ دیکھا، ایران کے آتش پرست کیسے کامیاب ہو گئے اور تمہاری طرح خدا کو پوجنے والے شکست سے دوچار ہو گئے اسی طرح ہم بھی ایک دن تمہارے جوش و خروش کو ختم کر دیں گے۔

روئیداد مکتوب نبویؐ بنام قیصر

اس قیصر کے نام بھی مکتوب نبویؐ کی فوٹو کاپی بھی درج کر دی گئی ہے۔ تاریخ میں اس مکتوب گرامی کی موجودگی کا ساتویں صدی ہجری تک اسپین میں پتہ چلتا ہے۔ چھٹی صدی ہجری کے مشہور مورخ و محدث علامہ سہیلیؒ نے اپنے زمانے میں اس کا سپین میں پتہ کیا تھا کہ خط موجود ہے۔ صحیح بخاری کے شارح علامہ قسطلانی (851ھ، 1447ء۔ 923ھ، 1517ء) نے لکھا ہے کہ ملک منصور قلادوں صالحی میں اسپین کے بادشاہ ''الفونسو'' کے پاس ایک سفارت بھیجی تھی۔ شاہ ''آلفون سو'' نے ملک منصور کے سفیر سیف الدین قلیج کو یہ مکتوب نبویؐ دکھلایا تھا جو سونے کے ڈبے میں رکھا ہوا تھا۔ شاہ اسپین نے سفیر مذکور کو بتلایا کہ یہ پیغمبر اسلام کا وہ خط ہے جو ہمارے دادا قیصر روم کے نام بھیجا گیا تھا (قسطلانی ج1 ص 67) ''مکتوب نبویؐ'' اخبارات کی اطلاع کے مطابق یہ نامہ مبارک کسی طرح اسپین سے مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ وہاں امیر عبداللہ کے ہاتھ لگ گیا۔ امیر عبداللہ شریف حسین، شریف مکہ کے فرزند اور شرق اردن کے حکمران تھے جو کہ مرحوم شاہ حسین شاہ اردن کے دادا تھے۔ امیر عبداللہ سے یہ مکتوب نبویؐ ان کی ایک ملکہ کے قبضہ میں چلا گیا۔ ملکہ اب اسے ہدیہ کرنا چاہتی تھیں تو ابوظہبی کے حکمران شیخ زید بن سلطان آل نہیان نے اس گراں قدر دستاویز کو حاصل کرنے کے لئے ملکہ کو دس لاکھ پونڈ کی پیشکش کی۔ اخبارات کے بیان کے مطابق کسی بھی نادر و نایاب مخطوطے کی یہ انتہائی قیمت ہے۔ شیخ زید اس مکتوب نبوی کو زیارت کے لئے ابوظہبی کے ثقافتی مرکز (میوزیم) میں رکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ نامہ مبارک کھال (رق) پر لکھا ہوا ہے اور آٹھ سطروں پر مشتمل ہے۔ اس نامہ مبارک کے اصلی ہونے کی تحقیق کا کام شیخ زید بن سلطان کے ثقافتی امور کے مشیر ڈاکٹر ابراہیم نے انجام دیا

Marfat.com
Marfat.com

ہے۔ موصوف مصر کے ایک ممتاز عالم ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے اور ذرائع سے بھی اس کے اصلی ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اب تک دستیاب ہونے والا یہ پانچواں نامہ مبارک ہے۔ چار مکتوبات نبویؐ اس سے پہلے دست یاب ہو چکے تھے۔ ان میں سے ایک حبشہ کے شاہ نجاشی کے نام ہے، دوسرا مصر میں رومی شہنشاہیت کے نائب سلطنت مقوقس کے نام اور تیسرا بحرین کے ایرانی گورنر منذر کے نام اور چوتھا مکتوب گرامی ایران کے شاہ خسرو پرویز کے نام ہے۔ ان خطوط کے فوٹو بھی درج کر دیئے گئے ہیں۔

تصاویر انبیاء کا انکشاف

سیرت عمرؓ میں علامہ ابن جوزی نے جو تاریخ اسلام یک بہت مشہور محقق اور نقاد ہیں، حضرت دحیہؓ جو کہ قیصر کے دربار میں سفارت کے لئے گیا تھا، بتاتے ہیں، قیصر روم کے محل میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی 313 شبیہوں کے موجود ہونے کا ایک عجیب اور دلچسپ واقعہ نقل کرتے ہیں۔ حضرت دحیہؓ کا بیان ہے کہ جب قیصر روم نے اپنی قوم کے عمائد کو اسلام سے متنفر پایا تو مجلس برخواست کر دی اور دوسرے روز مجھے ایک عالی شان محل میں بلایا۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کمرے میں چاروں طرف 313 تصویریں لگی ہوئی ہیں۔ قیصر نے مجھے کہا، یہ کل تصویریں جو تم دیکھتے ہو نبیوں اور پیغمبروں کی ہیں۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ ان میں تمہارے نبی کی کون سی تصویر ہے؟ دحیہؓ کہتے ہیں، میں نے غور سے دیکھ کر ایک تصویر کی طرف اشارہ کیا کہ ''یہ ہے۔''

قیصر نے کہا کہ ''بے شک یہی آخری نبی کی تصویر ہے۔'' قیصر نے پھر دریافت کیا کہ ''اس تصویر کی داہنی جانب کی تصویر کو بھی پہچان سکتے ہو۔'' ''یہ کس کی ہے؟ میں نے بتلایا کہ ''یہ نبی آخرالزمان کے ایک صحابی ابو بکرؓ کی تصویر ہے۔'' قیصر نے پھر پوچھا ''اور یہ بائیں طرف کی تصویر کس کی ہے؟'' میں نے کہا، یہ ان کے دوسرے صحابی عمرؓ فاروق ہیں۔ قیصر یہ سن کر کہنے لگا کہ ''تورات کی پیشین گوئی کے مطابق یہی دو شخصیتیں ہیں جن کے ہاتھوں سے تمہارے دین کی ترقی و ترویج ہوگی۔'' حضرت دحیہؓ فرماتے ہیں کہ ''میں جب سفارت

Marfat.com
Marfat.com

کوانجام دے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا تو یہ تمام واقعہ آپ کو سنایا۔'' آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ'' قیصر نے سچ کہا، واقعی اسلام کی ترقی ان ہی دو شخصیتوں کے ہاتھوں کمال تک پہنچے گی۔''

(بحوالہ: سیرت نبوی جوزی)

معلوم ہوتا ہے کہ قیصر کے دل میں نور اسلام جلوہ افگن ہو چکا تھا مگر تخت و تاج کی محبت میں وہ روشنی بجھ کر رہ گئی۔ صحیح بخاری میں ابوسفیانؓ کی ایک طویل روایت منقول ہے جس میں ابن ناطور حاکم بیت المقدس کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ قیصر جب بیت المقدس آیا تو ایک روز صبح کو گھبرایا ہوا اٹھا۔ ایک شخص نے پریشانی کا سبب ان سے پوچھا تو قیصر نے کہا: ''آج رات میں نے ستاروں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ''مختون قوم'' (یعنی مسلمان) کا بادشاہ تمام ممالک پر غالب آنے والا ہے۔ اس کے بعد اپنے ایک درباری کو جو علم نجوم کا ماہر تھا، خط میں یہ کیفیت لکھ کر بھیجی۔ اس نے قیصر کی تائید کرتے ہوئے لکھا۔ ایک نبی کی بعثت ہو چکی ہے، وہ (آنحضرت ﷺ) نبی ہیں۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی نبوت اور شخصیت کو اس وقت کے مقتدر لوگ بخوبی جانتے تھے مگر اپنے حالات اور انانیت کے پیش نظر تصدیق کرنے میں اپنی سبکی محسوس کرتے تھے۔ ان لوگوں کے اس ذہنی احساس کو قرآن کریم نے سورۃ بقرہ کی رکوع 17 میں بخوبی بیان کر دیا ہے۔

الذین اتینھم۔ ترجمہ: ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب (تورات اور انجیل دی ہے) وہ جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اسی طرح وہ ان (رسول ﷺ) کو بھی پہچانتے ہیں مگر ان میں سے بعض لوگ دیدہ و دانستہ حق کو چھپاتے ہیں۔''

''خود سرور کائنات ﷺ نے اپنے ایک مکتوب میں خیبر کے یہود کو تحریر کیا تھا۔'' اے اہل تورات! کیا اللہ نے تورات میں یہ نہیں کہا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟ اور کیا تورات میں مجھ پر ایمان لانے کے لئے لکھا ہوا موجود نہیں؟ میری نسبت تورات کی اس تصریح کے بعد کیا ہدایت اور گمراہی واضح نہیں ہو جاتی۔ (بحوالہ ابونعیم رسالت نبویہ۔ ص 32)

ابونعیم نے دلائل نبوت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سفارت روم کے سلسلہ میں حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت سے اسی طرح کا واقعہ نقل کیا ہے۔ انہیں بھی ہرقل نے انبیاء علیہم السلام کی تصویریں دکھلائی تھیں، تصویر میں حضور اکرم ﷺ کو تبسم فرماتے ہوئے

Marfat.com
Marfat.com

دکھایا گیا تھا۔ حضرت عبادہؓ کے دریافت کرنے پر ہرقل نے بتلایا تھا کہ یہ تصویریں دانیال نبی کے ذریعے سے ہم تک پہنچی ہیں۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں "بجیر بن مطعمؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ بصریٰ کی ایک عیسائی خانقاہ میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کی ایک تصویر دیکھی ہے جس میں حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ آپؐ کو دکھلایا گیا ہے۔ قیصر ہرقل کے واقعہ کو عرب مورخین کے علاوہ بازنطینی مصنفین نے بھی لکھا ہے۔ 257ھ، 870ء میں ایک شخص ابن وہب نے چین کے سفر میں شہنشاہ چین کے دربار میں انبیاء علیہم السلام کی تصاویر میں حضور اکرم ﷺ کی بھی تصویر دیکھی تھی جس میں آپؐ کو اونٹ پر سوار دکھایا گیا ہے۔ (حوالہ ڈاکٹر حمید اللہ عنوان حضرت ابوبکرؓ کی سفارت، ماہنامہ البلاغ کراچی، ماہ رجب 1388ھ)

مکتوبات نبویؐ اور قرآن کریم میں جس تحدی اور یقین کے ساتھ کہ یہ لوگ بخوبی حضور ﷺ کو پہچانتے تھے۔ ان توضیحات کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے یہاں ضرور ایسی صاف اور صریح علامات اور پیشین گوئیاں موجود تھیں جن کے ذریعے سے حضور اکرم ﷺ اور آپؐ کے بعض صحابہ کو بغیر شک وشبہ کے پہچانتے تھے۔ تاریخ طبری البدایہ و النہایہ، ابن کثیر اور تاریخ کامل وغیرہ کے بیانات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے یہاں حضرت عمر فاروقؓ کی شناخت کی علامات بھی موجود تھیں جیسے کہ ذیل کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

17ھ، 639ء میں جب حضرت عمرو بن عاصؓ نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا تو وہاں کے کمانڈر "اربطون" کے نام ایک خط بھیجا۔ جس میں اربطون کو شہر حوالے کر دینے کے لئے لکھا گیا تھا۔ خط لے جانے کے لئے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا گیا جو رومی زبان جانتا تھا مگر اس کو یہ تاکید کر دی گئی کہ وہ اربطون پر اپنے رومی زبان جاننے کا اظہار نہ ہونے دے تاکہ خط کے بارے میں بیت المقدس کے لوگ آزادی کے ساتھ آپس میں جو گفتگو کریں اسے سن کر انہیں مطلع کر دے۔ یہ خط پڑھ کر اربطون نے حاضرین مجلس سے کہا کہ "یہ

Marfat.com
Marfat.com

ناممکن ہے کہ عمرو یروشلم پر قبضہ کر سکے، یروشلم کا فاتح صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جس کے نام میں صرف تین حرف ہوں گے۔ (ع،م،ر) یہ کہہ کر ایک خاص وضع قطع اور حلیہ بیان کیا اور کہا کہ ''میں نے خوب غور سے دیکھ لیا ہے کہ عمرو کا یہ حلیہ نہیں ہے، اس لئے یہ شخص یروشلم کو ہرگز فتح نہیں کر سکتا۔'' یہ کہہ کر قاصد کو لاپرواہی سے واپس کر دیا۔ قاصد نے حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس آ کر جو کچھ سنا تھا بیان کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ ''یہ تو خاص حضرت عمر فاروقؓ کی وضع قطع، علامت اور حلیہ ہے۔ اسی وقت بارگاہ خلافت میں عریضہ بھیجا گیا، جس پر حضرت عمر فاروقؓ بیت المقدس تشریف لائے اور وہاں کے لوگوں نے انہیں پہچان کر بلا تامل شہر حوالے کر دیا۔ (تاریخ طبری ج 4) اس میں شبہ نہیں کہ یہ واقعات حیرت انگیز ہیں لیکن کسی واقعہ کا محض حیرت انگیز ہونا اس کے ناممکن ہونے کی دلیل نہیں بنتا۔ تاریخ عالم کے کتنے واقعات ہیں جو حیرت انگیز ہونے کے باوجود اپنی حقیقت رکھتے ہیں۔

تاریخ طبری میں ذکر ہے کہ قیصر روم شام سے واپس ہونے لگا تو اس نے اہل دربار کو اپنی رائے سے آگاہ کرتے ہوئے کہا ''تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ محمد ﷺ کا ذکر ہماری مقدس کتابوں میں موجود ہے اور ان کی موعودگی جن کا ہمیں انتظار تھا وہ یہی ہیں۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم ان کی پیروی اختیار کر لیں تاکہ ہماری دنیا اور آخرت محفوظ ہو جائے۔''

اہل دربار نے کہا کہ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ ہم عربوں کے ماتحت ہو جائیں حالانکہ دنیا میں ہماری سلطنت سب سے بڑی ہے اور ہم سب سے بڑی قوم ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم عربوں کے مقابلے میں یہ ذلت گوارا کر لیں۔ قیصر نے جواباً کہا، اگر تم اس کے لئے تیار نہیں ہو تو تمہیں عنقریب عربوں کے مقابلے میں مغلوب ہونا پڑے گا۔ یہ کہہ کر ناراضگی کے ساتھ دربار سے اٹھ کر چلا گیا۔ جاتے ہوئے حسرت بھری نظر ڈالتے ہوئے بولا: ''اے سوریہ (شام) میں ہمیشہ کے لئے تجھ سے رخصت ہوتا ہوں۔''

Marfat.com
Marfat.com

مقوقس (MUQAWQIS) کے نام مکتوب مبارک کا ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد ﷺ خدا کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے.....

مقوقس حاکم مصر کے نام.....اس پر سلامتی ہو جس نے راہ راست اختیار کی! بعد ازاں میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ پس اگر سلامتی منظور ہے تو اسلام قبول کر لیجئے! اگر آپ نے اسلام قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرا اجر عطا فرمائے گا اور اگر آپ نے انکار کیا تو ساری قوم کی گمراہی کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے اوپر ہوگی۔

اے اہل کتاب! اختلاف و نزاع کی ساری باتیں نظر انداز کر کے ایک ایسی بات پر متفق ہو جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں طور پر مسلّم ہے وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب بنائیں۔ اگر تمہیں اس بات سے انکار ہے تو تمہیں معلوم رہنا چاہیے کہ ہم بہر حال خدا کی یکتائی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

مقوقس (MUQAWQIS) نے مکتوبِ گرامی کے مطالعہ کے بعد کہا، بے شک یہی وقت ہے کہ وہ نبی جس کا انتظار تھا ظاہر ہو، مگر میرا خیال تھا کہ وہ ملک شام میں پیدا ہوگا۔ ہمیں تورات اور انجیل سے اس کی یہ صفات معلوم ہیں کہ وہ صدقہ کا مال نہ کھائے گا مگر ہدیہ قبول کر لے گا۔ غریب اور مسکین لوگ اس کے ہم جلیس ہوں گے اور اس کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ یہ کہہ کر مکتوب نبوی کو ہاتھی دانت کے ایک ڈبے میں رکھ کر سرکاری خزانہ میں محفوظ کرا دیا اور قاصد نبوی کو بڑے احترام کے ساتھ رکھا اور واپس کرتے ہوئے آپؐ کے لئے ہدیہ کے طور پر دو لڑکیاں جن کے نام ماریہ اور سیرین

Marfat.com
Marfat.com

تھے، نیز آپ کے لئے کپڑے اور سواری کے لئے دُلدُل نام کا ایک جانور بھیج دیا۔ ماریہ وہی خاتون تھیں جن کے بطن سے حضرت ابراہیمؓ کا تولد ہوا اور سیرین نام کی خاتون کو حضرت حسان کے لئے تجویز کیا۔

مقوقس نے مکتوب نبوی کی دعوت اسلام کو احترام سے قبول کیا مگر اسلام لانے سے معذوری ظاہر کی۔

مقوقس کے نام جو مکتوب بھیجا گیا تھا وہ خزانہ میں محفوظ تھا۔ وہ حسن اتفاق پچھلی صدی میں فرانس کے ایک مستشرق موسیو بارتل می (BORTHALMY) کو مصر میں ''آخمیم'' کی ایک عیسائی خانقاہ سے دستیاب ہوا ہے۔ یہ ''ایک قبطی'' راہب کی انجیل پر چپکا ہوا تھا۔ یہ مکتوب رق (کھال) پر لکھا ہوا ہے۔ اس فرمان نبویؐ کو موسیو بارتل می نے ترکی کے سلطان عبدالمجید خان 61-1839ء کو تین سو پونڈ میں فروخت کر دیا تھا۔

سلطان نے اس ذر بے بہا کو سونے کے فریم میں لگوا کر قصر شاہی کے خزانے میں دوسرے تبرکات کے ساتھ بحفاظت رکھوا دیا۔ استنبول میں قصر شاہی توپ کاپی (TOPKAPI) کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں آنحضرت ﷺ کی متعدد یادگاریں محفوظ ہیں۔ ''توپ کاپی'' ترکی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں ''توپ کا دروازہ'' اس محل کو سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کے بعد 1458ء میں تعمیر کرایا تھا۔ ایک عرصے تک یہ محل قصر خلافت رہا بعد میں اسے میوزیم کی شکل دے دی گئی۔

اس یوزیم میں ایک ہال میں آنحضرت ﷺ کی دو تلواریں، چاندی کے صندوق میں رکھی ہوئی ہیں۔ یہیں سونے کے دو صندوق ہیں۔ ایک میں حضور ﷺ کا جبہ مبارک ہے اور دوسرے صندوق یں آپ ﷺ کا جھنڈا ہے جو ایک دوسرے ہال میں ہے جسے ''قاعۃ العرش'' کہتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا یہ مکتوب گرامی بنام مقوقس سونے کے فریم میں رکھا ہوا ہے۔ یہ ہال میوزیم کا سب سے زیادہ مقدس حصہ ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

اسی جگہ حضور اکرم ﷺ کا موئے مبارک اور مہر مبارک بھی ہے جو گلابی رنگ کے عقیق کو تراش کر بنائی گئی ہے۔ اس کی شکل بیضوی ہے۔ میوزیم کے اس حصے میں ہر وقت سنگین پہرہ رہتا ہے۔ (مجلّہ العربی الکویت 1968ء) اس مکتوب مبارک کی فوٹو کاپی درج کی جارہی ہے۔ اس نامہ مبارک کے درمیان جو نشان نظر آتا ہے یہ پانی کی اس نمی کا اثر ہے جو موسیو بارتل می کو اسے دوسرے کاغذات سے علیحدہ کرنے کے لئے دینی پڑی۔ آٹھویں صدی ہجری میں ایک جلیل القدر عالم شیخ ابوعبداللہ محمد بن علی بن احمد المقدسیؒ نے مصباح المقسی کے نام سے مکتوبات نبوی جمع کئے تھے۔ انہوں نے دور اول کے مشہور مورخ ''واقدی'' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مقوقس کے نام جو مکتوب نبوی روانہ کیا گیا اس کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تحریر فرمایا تھا۔ اس طرح خوش قسمتی سے صدیق اکبرؓ کے دست مبارک کی لکھی ہوئی یہ تحریر بھی ہم تک پہنچ گئی ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ میرے ایک سوال کے جواب میں جو میں نے ایک عیسائی عالم سے کیا تھا کہ کیا تمہیں کسی نبی کے آنے کا انتظار ہے۔ اُس نے کہا ہمیں مسیحؑ نے تعلیم دی ہے کہ جب وہ ظاہر ہوں تو ہم ان کی پیروی کریں۔ وہ نبی امی اور عربی ہوں گے، ان کا نام ''احمد'' ہوگا پھر حضور اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کیا۔ (حسن المحاضرہ سیوطی ص 50-51)

Marfat.com
Marfat.com

خسرو پرویز کا کردار

روم کی طرح فارس بھی قدیم ترین شہنشاہیت کا ایک گہوارہ تھا۔ فارس وسط ایشیا کا عظیم تاریخی ملک ہے۔ اس کی حدود ملکیت ایک طرف سندھ تک پھیلی ہوئی تھی اور دوسری جانب عراق اور عرب کے اکثر علاقے یمن، بحرین، عمان وغیرہ اس کے زیر اقتدار تھے۔ اس کے حکمران کو خسرو پرویز کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ خسرو پرویز نے دریائے دجلہ کے پار مدائن سے تقریباً ساٹھ میل دور دشت گرد کے مقام پر ایک شان دار محل تیار کرایا تھا اور مفتوحہ ممالک کے تمام خزانے وہاں جمع کر دیئے جاتے تھے۔

مؤرخین کی روایات کے مطابق یہ محل اس قدر وسیع تھا کہ اس کی چھتوں کو سہارا دینے کے لئے چار ہزار ستون بنائے گئے تھے۔ ایک ہزار سنہرے فانوس محل میں آویزاں تھے۔ محل کے باہر میلوں تک باغات پھیلے ہوئے تھے۔ محل کے اندر تین ہزار حسین و جمیل لونڈیاں تھیں۔ سونے، چاندی اور جواہرات کے ایک سو تہ خانے مخصوص تھے۔ بیرونی ممالک کے سفیر اس محل میں قیام کرنے اور اس کی شان و شوکت کو دیکھ کر حیران رہ جاتے۔

638ء کے دوران بارگاہ رسالت کے سفیر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ جب فارس پہنچے تو خسرو پرویز نینوا میں مقیم تھا اور قیصر روم سے جنگ کی تیاری کر رہا تھا۔ فارس کے معمول کے مطابق بڑے جاہ و جلال کے ساتھ خسرو تخت شاہی پر متمکن تھا کہ نقیب کی آواز پر ایک شخص دربار میں حاضر ہوا۔ حاضرین نے بڑی حیرت اور استعجاب کے ساتھ اسے دیکھا۔ اتنے معمولی لباس اور اس قدر سادگی اور بے باکی سے آج تک خسرو کے دربار میں کوئی نہ آیا تھا۔ حضرت عبداللہؓ نے نامہ مبارک شہنشاہ فارس کے سامنے پیش کیا۔ اگر آپ توحید خداوندی کو تسلیم کرتے ہیں تو اپنے دو خداؤں کے بجائے ایک ہی ذات کو خالق خیر و شر دونوں کا مالک تسلیم کریں تو آپ کے اوپر امن و سلامتی کا دروازہ کھل جائے گا ورنہ آپ اپنے ساتھ اپنی قوم کو بھی گمراہی کے ذمہ دار ٹھہرا کر تباہ و برباد کر دیں گے۔ یہی مضمون

Marfat.com
Marfat.com

مکتوب نبوی میں درج تھا جس کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

تاج دار فارس اپنے آپ کو خدائے بزرگ و برتر کا شریک و سہیم سمجھتا تھا جب حضور اکرم ﷺ کے مکتوب کے مضمون کو سنا تو حیران رہ گیا کہ اس سے پہلے اپنا نام لکھنے کی جرأت کون کرے۔ کیونکہ ان کے ہاں دستور تھا کہ شاہ کو کوئی خط وغیرہ لکھتا تھا تو پہلے خسرو پرویز کا نام ہی لکھنا ضروری سمجھتا تھا اور یہاں فرمان رسالت کی ابتداء ہی خدا کے نام سے کی گئی تھی اور پھر حضور اکرم ﷺ کا اسم گرامی تحریر تھا۔

خسرو پرویز نے طیش میں آ کر غصہ سے مکتوب مبارک کو چاک کر دیا اور غضب ناک لہجے میں گرجا کہ ہمارے غلام کو یہ جرأت کہ ہمارے نام اس طرح خط لکھے! فوراً یمن کے گورنر کو حکم دیا جائے کہ اس کو پکڑ کر ہمارے دربار میں بھیج دیا جائے۔ اس گستاخی کو دیکھ کر حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کھڑے ہو گئے اور نہایت تحمل اور متانت و سنجیدگی کے ساتھ اہل دربار سے مخاطب ہو کر کہا:

"اے اہل فارس! عرصہ دراز سے تمہاری زندگی ایسی جہالت میں گزر رہی ہے کہ نہ تمہارے پاس خدا کی کوئی کتاب ہے اور نہ کوئی خدا کا پیغمبر تمہارے یہاں مبعوث ہوا ہے۔ جس سلطنت پر تمہیں غرہ ہے، وہ خدا کی زمین کا بہت ہی مختصر ٹکڑا ہے۔ دنیا میں اس سے کہیں زیادہ بڑی بڑی حکومتیں موجود ہیں۔"

حضرت عبداللہ بن حذافہؓ درباریوں اور حکمران سے خطاب کرنے کے بعد دربار سے چلے آئے اور بارگاہ نبوت میں تمام واقعہ عرض کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح کسریٰ کی حکومت بھی چاک ہو جائے گی۔ (تاریخ طبری)

چنانچہ چند ہی سال کے بعد عہد فاروقی میں ہزاروں برس کی اس عظیم سلطنت کے پرزے اُڑ گئے۔ خسرو پرویز کے گھر میں سے ہی بغاوت شروع ہو گئی۔ اس کے بیٹے "شیرویہ" نے خسرو کو قید کر دیا اور اس کے 18 بیٹے اس کے سامنے ہی قتل کر دیے گئے۔ "یہی منظر ہے کہ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے" اس کو مکافات عمل بھی کہا جاتا

Marfat.com
Marfat.com

ہے، تاریخ میں اسی سال صلح حدیبیہ کا واقعہ بھی ہوا تھا۔ اسی کو قرآن ''فتح مبین'' کے الفاظ سے ذکر کرتا ہے۔

خسرو پرویز کے نام مکتوب کا ترجمہ

''محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے.......... کسریٰ شاہ فارس کے نام جو ہدایت کی پیروی کرے، اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ اس پر سلام ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا جو اکیلا اور لاشریک ہے، کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ خدا نے مجھے تمام دنیا کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تا کہ ہر زندہ انسان کو خدا کا خوف دلاؤں، اسلام قبول کر لیجئے اور محفوظ ہو جایئے۔ اگر آپ نے انکار کیا تو تمام مجوسی قوم (زرتشتی) کا گناہ بھی آپ کے ذمہ ہوگا۔

تاریخ طبری (ج 3)

محمد رسول اللہ

ایک شبہ کا ازالہ

مکتوب نبوی کی دریافت کیسے ہوئی؟ یہ سوال اکثر ذہنوں میں سامنے آتا ہے جب مکتوب مبارک کو چیر پھاڑ کر پھینک دیا گیا ہوگا تو اس کی حفاظت کس نے کی تھی؟ مگر اس قدر امتداد زمانہ کے باوجود ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد بھی یہ مکتوب مبارک اپنے وجود کو باقی رکھ کر تاریخ کے صفحات میں ایک حیرت انگیز باب کے اضافے کا موجب بن گیا۔

مئی 1963ء میں بیروت کے اخبارات نے یہ خبر شائع کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا کہ لبنان کے سابق وزیر خارجہ ہنری فرعون نے جو مذہباً عیسائی ہیں، تحقیق کے لئے مکتوب نبوی ڈاکٹر صلاح المنجد کو دیا۔ ڈاکٹر منجد نے بیروت کے اخبار الحیات مورخہ 22 مئی 1963ء میں مکتوب نبوی بنام کسریٰ پرویز پر ایک مفصل تحقیقی مقالہ شائع کیا ہے۔ ہنری فرعون لاکھوں ڈالر کے معاوضے پر بھی اس متاع عزیز کو فروخت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

مشہور محقق ڈاکٹر حمید اللہ نے بھی اس مکتوب نبویؐ کی بچشم خود زیارت کی ہے اور ڈاکٹر

Marfat.com
Marfat.com

المنجد کے مضمون پر انہوں نے اپنے مشاہدات کا مزید اضافہ کیا ہے۔

ڈاکٹر المنجد روزنامہ ''الحیات'' کے صفحہ اول پر لکھتے ہیں کہ گزشتہ نومبر 1962ء کے اواخر میں ہنری فرعون نے میرے پاس کھال کا ایک ٹکڑا بھیجا، اس پر کوفی رسم الخط سے ملتی جلتی تحریر تھی۔ کھال کی حفاظت کے لئے اس کے نیچے سبز رنگ کا کپڑا چسپاں کر دیا گیا تھا اور اس کو ایک فریم میں لگا دیا گیا تھا۔ لیکن مرور زمانہ کی وجہ سے کپڑا بالکل گل چکا تھا۔ صرف فریم کے سہارے وہ کھال باقی رہ گئی تھی۔ جب میں نے اس خط کے الفاظ دقت نظر سے حل کئے اور پڑھنے شروع کئے تو یہ عظیم انکشاف ہوا کہ یہ وہی خط ہے جو رسول اللہ ﷺ نے بادشاہ فارس کے نام تحریر فرمایا تھا جس میں اس کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔

میری زندگی کے وہ لمحات بڑے مبارک تھے جب کہ میں نے نامہ مبارک پڑھا۔ گزشتہ چند مہینے اس مکتوب کے حروف والفاظ کے حل و تحقیق پر میں نے صرف کئے۔ میں نے اس سلسلے میں تاریخ وسیر کے تمام ماخذ کا مطالعہ کیا اور اب اپنی اس کوشش کا نتیجہ شائع کرتے ہوئے مجھے مسرت محسوس ہوتی ہے۔

ہجرت کے بعد رسول اکرم ﷺ نے جزیرۃ العرب کے جن سلاطین اور ملحقہ بلاد کے فرماں رواؤں کے پاس دعوت نامے ارسال فرمائے تھے، وہ یہ ہیں:

1- بحرین، عمان اور یمن کے سلاطین یہ سب بادشاہ فارس کے زیر اثر تھے۔

2- بلقان اور حوران کے غسانی بادشاہ یہ سب بازنطینی شہنشاہیت کے تابع فرمان تھے۔

''مقوقس'' بازنطینی حکومت کی طرف سے مصر کا حکمران تھا نجاشی، حبشہ کا بادشاہ تھا کسریٰ، فارس پر حکمران تھا عراق بھی اس کے تابع تھا۔ اس بات کو دیکھنا ہے کہ عربوں کے خطوط وغیرہ لکھنے کا انداز کیسا تھا۔ یہ بات واضح ہے کہ کاغذ کی ایجاد تو بہت بعد کی ہے تو عربوں میں اس کا متبادل کیا چیزیں تھیں۔ ان کے جو نوادرات تاریخ میں سامنے آتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہڈیوں، پتھروں اور کھجور کے تنوں، چھلکوں اور پتوں سے یہ کام لیتے۔ اسی طرح جانوروں کی کھال پر بھی تحریریں دستیاب ہیں۔ عربی اصطلاح میں چمڑے

Marfat.com
Marfat.com

جس کوتحریر کے لئے تیار کیا گیا ہواس کو ''رق'' کہتے تھے۔ یہ ایک خاص قسم کی جھلی ہوتی ہے جس پر کاغذ کی ایجاد سے پہلے تحریری کام کیا جاتا تھا۔ انگریزی میں اس کو رچمنٹ (RACHMENT) کہتے ہیں۔ اس کے تیار کرنے کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ چمڑہ جو کہ بھیڑ، بکری یا بچھڑے کا ہو اس کو لے کر اس پر چونا ڈال دیتے تھے۔ اس سے چمڑے سے بال وغیرہ اتر جاتے تھے۔ پھر اس کو خشک کر کے اس پر کھریا مٹی ملتے تھے اور پتھر سے اس کو رگڑ کر صاف کر دیا جاتا تھا۔ اس طریقہ سے کھال کی سطح صاف ہو جاتی تھی۔ اس کی نسبت موجودہ دور میں کاغذ جو استعمال ہوتا ہے وہ اتنا پائیدار نہیں ہوتا۔ ''رق'' لکھائی کے لئے جو چمڑہ تیار ہوتا تھا وہ نہایت قیمتی سمجھا جاتا تھا اسی پر اس وقت کی مقتدر شخصیتوں اور اہم مسائل کے خطوط وغیرہ لکھنے کے کام آتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ بھی اس وقت کی اہم شخصیتوں کو اسی قسم کے تیار شدہ چمڑے پر خطوط بھیجتے تھے۔ اس وقت کے بعض مقتدر لوگوں نے حضور ﷺ کے مکتوبات کو بڑی عزت اور احترام سے قبول کیا تھا مگر خسرو پرویز نے اپنی خباثت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکتوب مبارک کو چڑ مڑ کر پھینک دیا ہوگا۔ کیونکہ یہ چمڑے پر لکھا ہوا تھا، پھاڑا نہیں جا سکتا تھا بلکہ غصہ سے پھینک دیا ہوگا اور اس کو سفیر موصوف نے اٹھا کر واپس لا کر حضور اکرم ﷺ کے سامنے رکھ کر صورت حال کا اظہار کر دیا جس کے سننے پر بارگاہ رسالت میں اس کے حق میں تباہی کے الفاظ استعمال ہوئے۔ اس مکتوب میں 15 سطریں ہیں۔ اس مکتوب کو چمڑے کے دھاگہ سے مرمت کیا گیا ہے کیونکہ مرور زمانہ سے خستہ ہو چکا ہوگا۔ بہر حال محققین نے اچھی طرح چھان پھٹک کر کے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ یہ وہی خط ہے جو خسرو پرویز کو بھیجا گیا تھا۔ عربوں میں ابتداءً خط مکی مشہور تھا پھر دوسرے دور میں خط مدنی اور آخری دور میں جب خلافت کا دار الخلافہ کوفہ بنا تو خط کوفی مشہور ہوا جیسے کہ ہمارے ابتدائی دور میں اردو رسم الخط شروع ہونے سے لے کر موجودہ صورت حال تک کئی مراحل طے کرتا ہوا گزرا ہے، اسی طرح عربی رسم الخط پر بھی مختلف ادوار گزرے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

اور حضرت قدامہ رضی کے ہاتھ بھیجا گیا تھا۔

ترجمہ بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم! میں آپ کے پاس ابوہریرہ اور قدامہ کو بھیج رہا ہوں۔ آپ اپنے علاقہ سے عشر وزکوٰۃ اور جزیہ وصول کر چکے ہیں وہ ان کے حوالے کر دیا جائے۔ (طبقات ابن سعد)

گورنر منذر کو جو مکتوب نبوی دعوت اسلام کی غرض سے ارسال کیا گیا تھا وہ 1858ء میں ایک فرانسیسی سیاح کو ایک قبطی راہب سے ہاتھ آیا تھا اور اتفاق سے نامہ مبارک بنام مقوقس کی طرح اس کو بھی ترکی کے سلطان عبدالمجید نے فرانسیسی سیاح کو ایک بڑی رقم میں دے کر خرید لیا اور پھر قسطنطنیہ میں دوسرے تبرکات نبویؐ کے ساتھ رکھوا دیا گیا۔ یہ مکتوب گرامی ایک نہایت مہین سیاہی مائل بھوری رنگ کی کھال پر لکھا ہوا ہے اس کی فوٹو سٹیٹ کاپی "مخزن انقلاب" میں موجود ہے۔

منذر بن ساوی کے نام مکتوب کا ترجمہ

خدائے رحمن ورحیم کے نام سے

محمد رسول اللہ کی جانب سے ...... منذر بن ساوی کے نام

اسلام علیک! میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جو یکتا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں! میں خدا کی یکتائی کی شہادت دیتا ہوں اور یہ کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

بعد ازاں میں آپ کو خدا کی یاد دلاتا ہوں جو نصیحت قبول کرتا ہے وہ اپنے ہی آپ کو فائدہ پہنچاتا ہے، جو شخص میرے قاصدوں کی پیروی اور ان کی ہدایت پر عمل کرے گا اس نے حقیقت میں میری اطاعت کی اور میں نے ان کی نصیحت کو قبول کیا۔ اس نے حقیقت میں میری نصیحت کو مانا۔ میرے قاصدوں نے آپ کے طرز عمل کی بے حد تعریف کی ہے، آپ کو اپنے منصب پر بدستور قائم رکھا جاتا ہے۔ آپ کو چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ رہیں۔

اہل بحرین کے بارے میں آپ کی سفارش مجھے منظور ہے۔ میں قصورواروں کے قصور کو معاف کرتا ہوں۔ پس آپ بھی ان سے درگزر کیجئے۔ اہل بحرین میں جو لوگ یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہنا چاہیں، رہیں، ان سے جزیہ لیا جائے۔

Marfat.com
Marfat.com

مدنی ریاست کے سفارتی تعلقات

سیرت نبوی ﷺ نسل انسانی کے لئے ایک ایسا جامع و مانع منشور پیش کرتی ہے جس پر عمل پیرا ہو کر اس کی عملی زندگی میں ہی کامیابی نہیں گردانی جاتی بلکہ اس کے پیروکار اخروی زندگی میں بھی سرخرو ہو کر رہیں گے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے پیش نظر قرآن کی یہ آیت تھی (ترجمہ) ''تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل پیرا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے عملی طور پر جو کچھ ان پر وحی کے ذریعہ نازل ہوتا رہا اس کو انسانوں تک پہنچانے کا حق ادا کر دیا تھا۔ اسلام کی دعوت کے لئے انقلاب کے ہر طریقے کو اپنایا، انفرادی عملی جہاد کے دو دور گزرے ہیں، مکی دور اور مدنی، جب مدنی زندگی میں کچھ حالات سازگار ہوئے تو عرب سے باہر تبلیغ کے لئے سفارتی ذرائع بھی اختیار کئے جیسے کہ موجودہ دور کے حکمران اپنے ملکی حالات کو استوار کرنے کی خاطر دوسرے ممالک کے حکمرانوں سے تعلقات بحال رکھنے کی خاطر ایک ادارہ ''وزارت خارجہ'' کے نام سے قائم کرتے ہیں۔ اس وزارت کے فرائض میں دوسرے ممالک کے حکمرانوں سے اپنے ملکی نظریاتی، معاشرتی اور اقتصادی حالات کو متوازن رکھنے کی کوشش ہوتی ہے یعنی حالت امن اور جنگ دونوں کے لئے ہر وقت تیار رہنا پڑتا ہے۔

اسی طرح مدنی ریاست کے قیام کے بعد اس وقت کے غیر ممالک اور ان کے حکمرانوں سے تعلقات ''نظریاتی'' جو کہ بنیادی کردار ادا کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں، بنانے کے لئے سفیر بھیجنے کی ضرورت محسوس ہوتی رہی۔

چنانچہ اس دور کے عرب اور غیر عرب حکمرانوں نے ہمسایہ قوموں اور مختلف قبائل و افراد کے نام اپنے سفیروں کے ذریعے جو پیغامات ارسال فرمائے اور عرب کے قبیلوں سے جو سیاسی اور معاشرتی معاہدے کئے وہ سیرت کے تاریخی اوراق میں محفوظ ہیں ان کی تعداد

Marfat.com
Marfat.com

تین سو کے قریب معلوم ہوئی ہے۔ان سفارتی ذرائع سے ایک قسم کا قلمی جہاد کرنا مقصود تھا کیونکہ قلمی جہاد اور دعوت کی ضرورت تلوار کی طاقت آزمانے سے پہلے لازمی تصور کی جاتی ہے اس سے مایوسی کے بعد ہی جہاد بالسیف کا موقعہ آتا ہے۔

چونکہ ان مکتوبات گرامی کے ذریعہ اسلامی انقلاب برپا کرنے کی جدوجہد کی جاتی تھی اسی لئے ''مخزن انقلاب'' میں ان کی فوٹو اور ان کے ترجمے بمعہ سفیر حضرات کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

مکتوبات نبویؐ میں وہ سیاسی، معاشرتی معاہدے بھی پیش کئے جاتے تھے جن کے ذریعہ سے ''مدینہ منورہ'' ایک ایسے متمدن متحدہ مرکز میں تبدیل ہو گیا کہ چند سالوں کی قلیل مدت میں نہ صرف دینی اور روحانی بلکہ سیاسی و معاشرتی حیثیت سے بھی وہ دنیا کا سب سے بڑا صدر مقام بن گیا اور بقول ایک فاضل مصنف عہد نبوت میں جس اسلامی اسٹیٹ کا آغاز ہوا تھا وہ روزانہ دوسو چوہتر مربع میل کے اوسط سے وسعت اختیار کرتی رہی۔اور دس سال کے بعد جب آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا تو دس لاکھ سے زیادہ مربع میل کا رقبہ آپؐ کے زیر اقتدار آچکا تھا۔ برصغیر کے تین ملکوں کے تقریباً برابر وسیع علاقے کی فتح میں دشمن کے بمشکل ڈیڑھ سو آدمی ہلاک ہوئے۔اور مسلمان فوج کا مشکل سے اس دس سال کے عرصہ میں ماہانہ ایک سپاہی کے حساب سے شہید ہوتا رہا۔انسان جس کو ''احسن تقویم'' کے لقب سے نوازا گیا ہے کے خون کی یہ عزت تاریخ عالم میں بلاخوف تردید بے نظیر ہے۔ہم یہاں صرف ایک غزوہ بدر کے شہداء کے نام درج کرتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

اسماء احباب شہدائے غزوہ بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اسلامی انقلاب کے سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ کے زیر قیادت غزوی اور دوسرے اصحاب کی کمانڈ میں جو فوجی محاذ آرائیوں کی نوبت آتی رہی ان ہی محاذ آرائیوں اور جدو جہد کے نتیجہ میں اسلام کا منشور امت مسلمہ کے لئے مینار نور بنا ہوا ہے۔ ہجرت مکہ کے بعد مدینہ منورہ میں اسلامی مملکت کے دستور اور قیام کے بعد جو تاریخی جہاد جس کو جنگ یا غزوہ بدر کے نام سے دنیا بھر کے کمانڈر اور مورخ بے مثال جدو جہد قرار دیتے ہیں اس جہاد میں جن اصحاب نے شہادت کا جام نوش کیا تھا ان کے اسماء گرامی کی دستاویز بھی ''مخزن انقلاب'' میں شریک اشاعت کر دی گئی ہے۔

نوٹ:۔ ان تاریخی سفارتی مکتوبات نبوی کے فوٹو بلاک ''مخزن انقلاب'' کی پہلی اشاعت میں شامل کر دی گئی تھیں مگر بعض ناگزیر مجبوریوں کی وجہ سے ان پر تفصیلی روشنی ڈالنے سے رہ گئی تھی اس لئے دوسری اشاعت میں اس کمی کو پورا کر دیا گیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

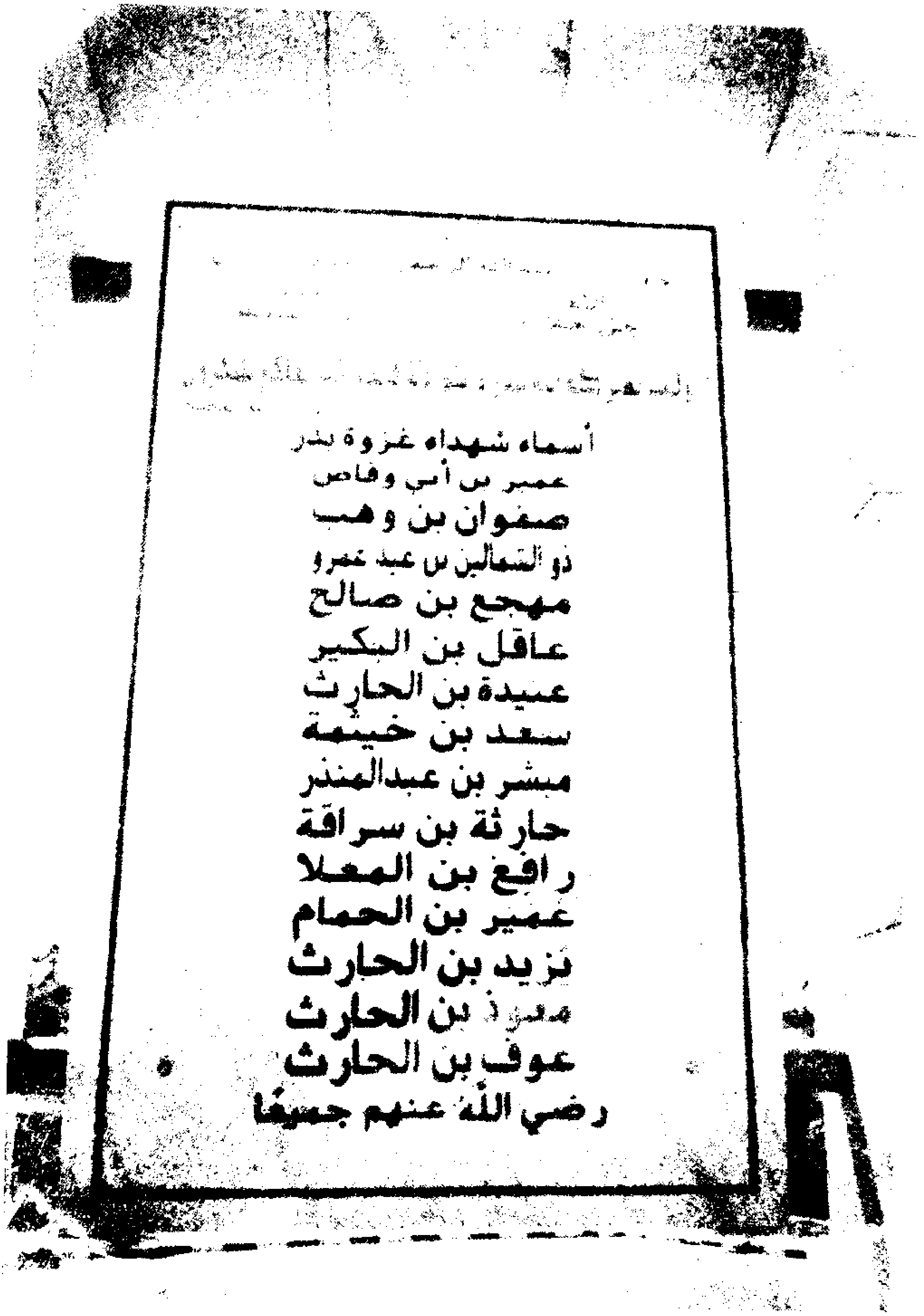

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

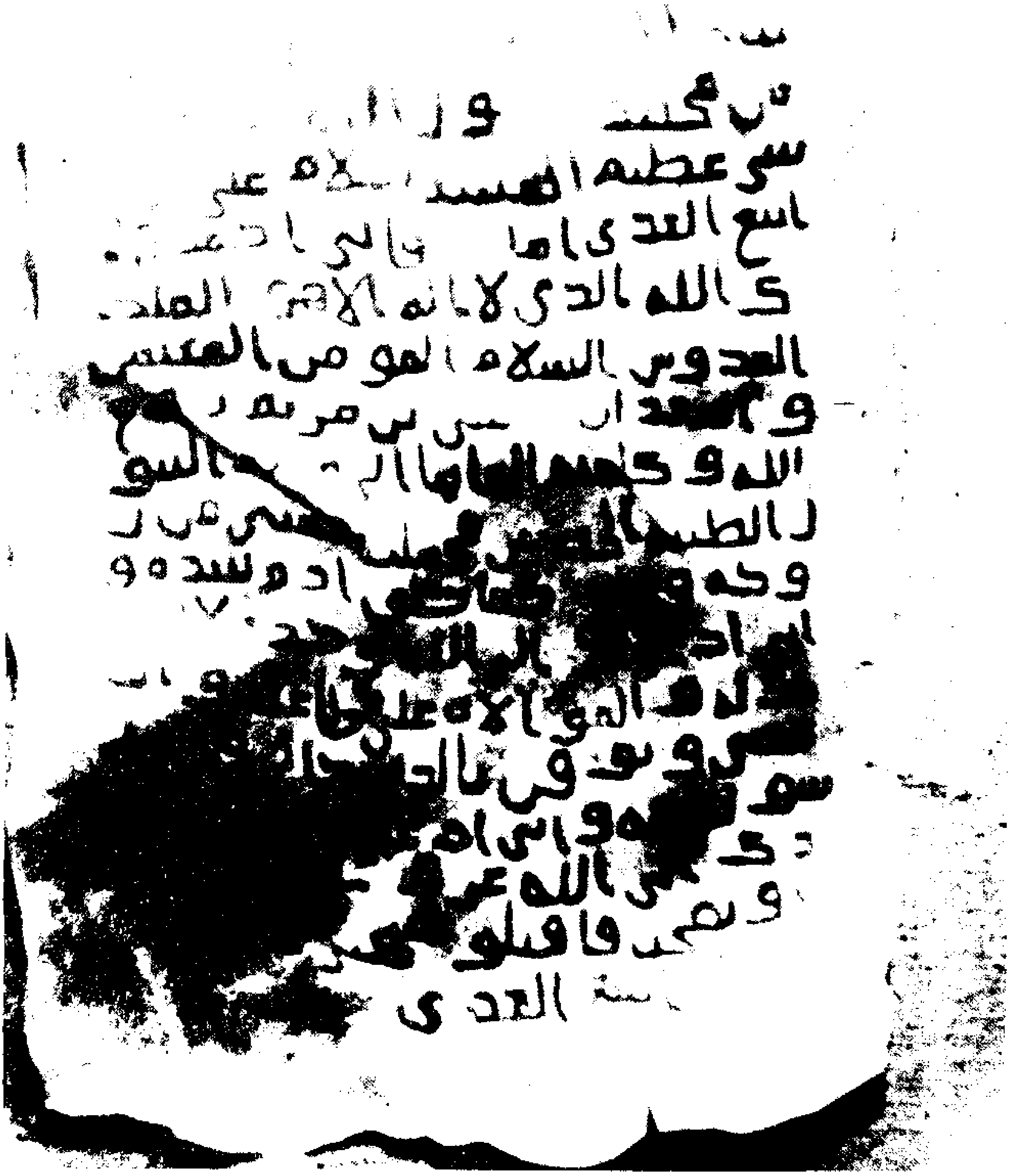

نجاشی، حبشہ کے نام خط

Marfat.com
Marfat.com

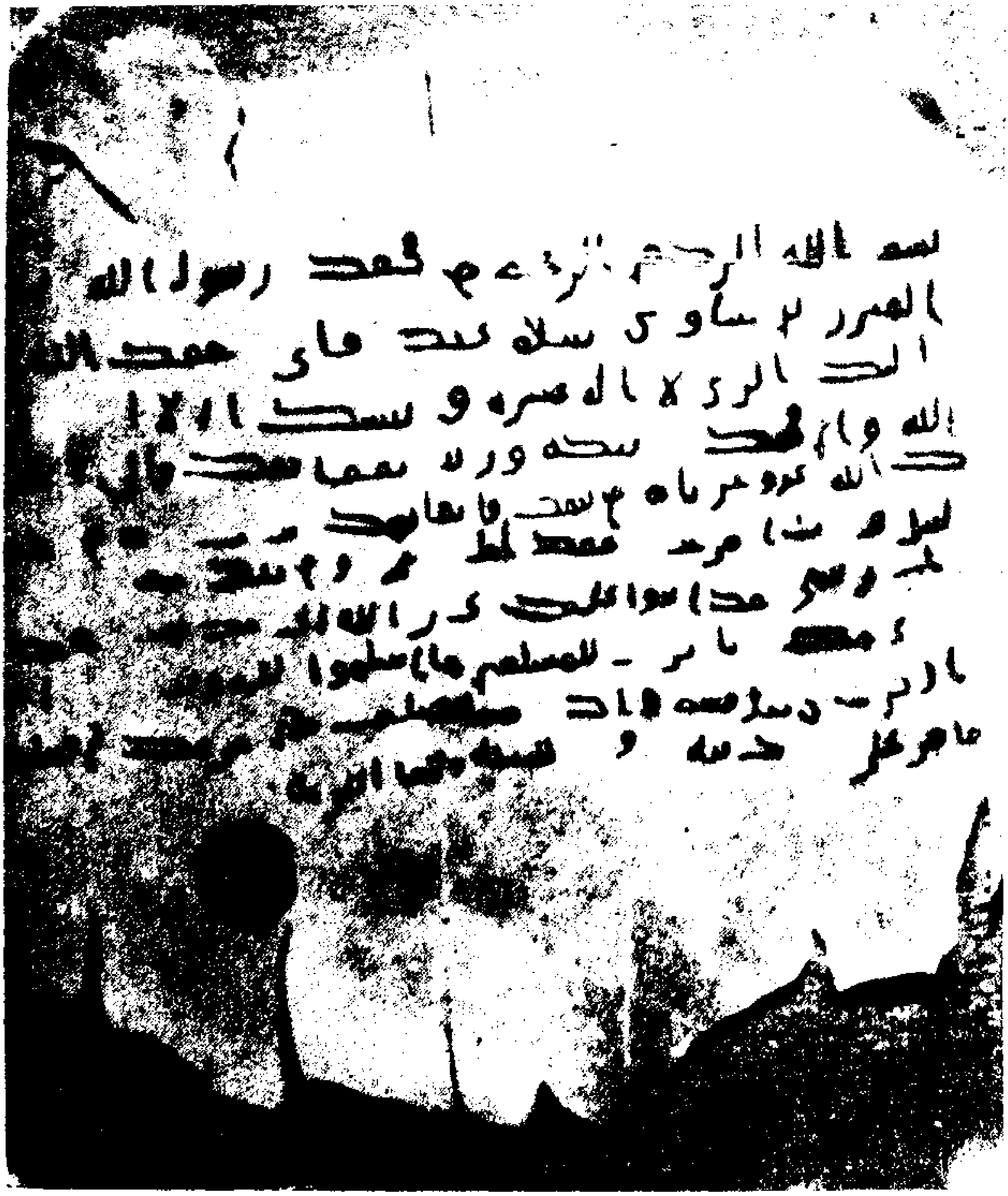

المنذربن ساوی' امیرالبحرین کے نام خط

Marfat.com
Marfat.com

مقوقس عظیم کے نام خط

Marfat.com
Marfat.com

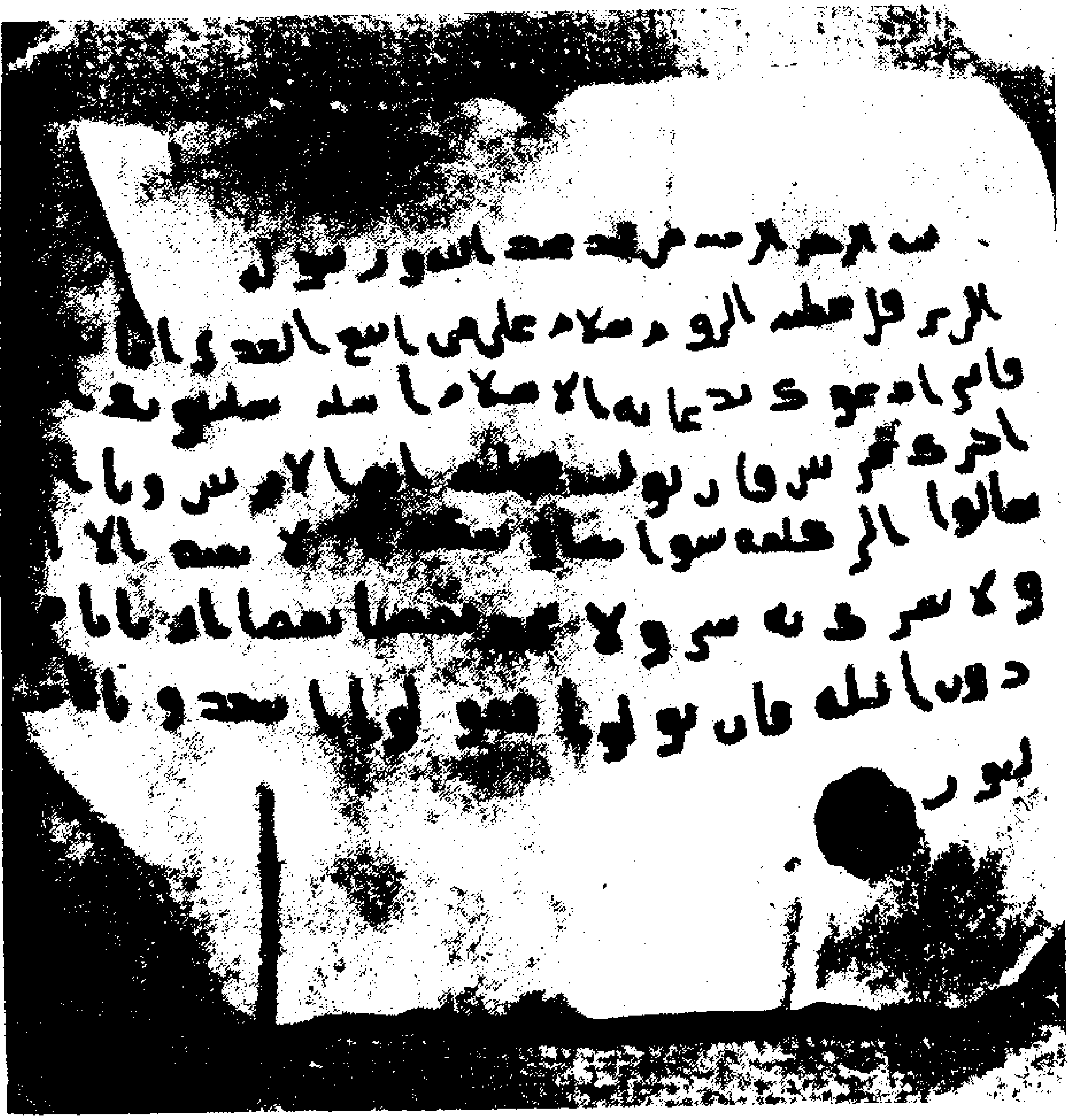

ھرقل، قیصر روم کے نام خط

Marfat.com
Marfat.com

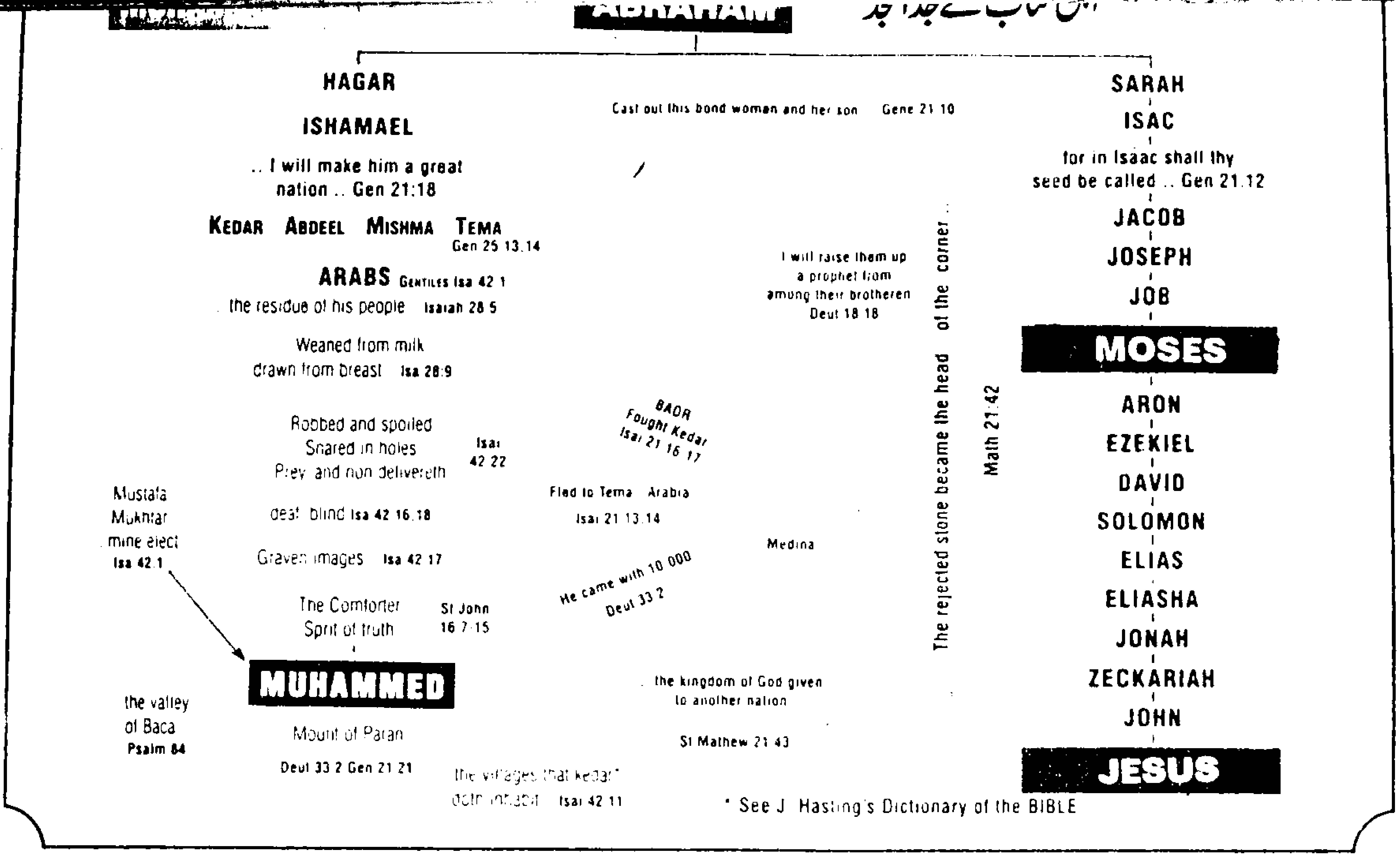

Marfat.com
Marfat.com

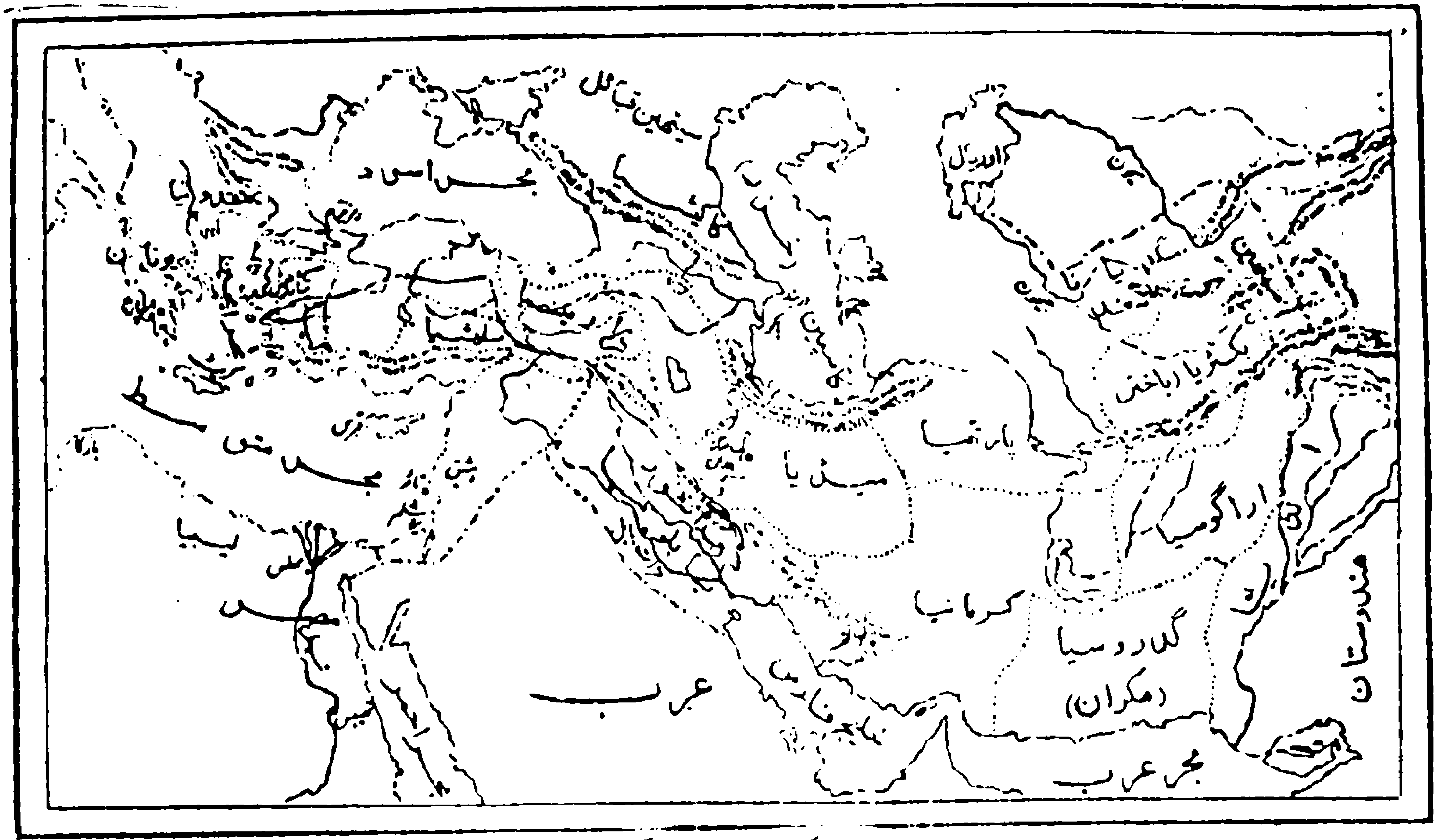

امام شاملؒ کی جدو جہد کا مرکز

Marfat.com
Marfat.com

حضور اکرم ﷺ کی شخصیت مغربی مفکرین کی نظر میں

"ایک خدا یعنی اللہ کی عبادت کے تحت عرب کے جنگجو قبائل کو متحد کرنے میں حضرت محمدؐ کی یادگار کامیابی اور اللہ کے رسولؐ کی حیثیت سے اپنے نام کو باقی رکھنے کی کامرانی ہمارے دلوں میں حیرانی اور تعریف کے جذبات کو ابھارے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ انہوں نے مدینہ میں سخت غربت کو جس بہادری کے ساتھ برداشت کیا تھا وہ سب کو معلوم ہے۔ ان کی رہائش ایک ایسی جھونپڑی میں تھی جہاں کم سے کم فرنیچر تھا..... حضرت محمدؐ ایسے انسان تھے جو اپنے پیروکاروں کے اندر جوش و خروش اور اپنی ذات کے لئے محبت پیدا کر سکتے تھے۔ وہ خطرات میں پرسکون رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے انہوں نے غار ثور میں ابوبکر کو یہ یقین دلایا تھا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے..... شراب نوشی اور فحاشی کا قلع قمع کر کے انہوں نے بلاشبہ عرب والوں کی زندگیوں کی اصلاح کر دی تھی۔"

آر۔ میک گریگر (پادری)' یارک شائر پوسٹ' ۸ جون ۱۹۳۵ء

☆ ☆ ☆

"مجموعی طور پر مجھے یہ حیرانگی نہیں کہ حضرت محمدؐ مختلف حالات کے تحت ظاہر طور پر کتنے مختلف تھے بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ ان کی شخصیت میں کتنی کم تبدیلی پیدا ہوئی تھی۔ صحرائی گلہ بان' شامی تاجر' غار حرا کے خلوت گزین' اقلیتی جماعت کے مصلح' مدنی مہاجر' مسلمہ فاتح' ایرانی بادشاہوں اور یونانی ہیرکلیس (Heraclius) کا ہم مرتبہ ہونے کے باوجود ہم ان کی شخصیت میں ٹھوس وحدت کا سراغ پا سکتے ہیں۔ مجھے شک ہے کہ اگر کسی اور آدمی کے خارجی حالات اس قدر زیادہ بدل جاتے تو اس کی ذات میں اس قدر کم تبدیلی رونما ہوتی۔ حضرت محمدؐ کے خارجی حالات تو تبدیل ہوتے رہے مگر ان تمام حالتوں میں مجھے ان کی

Marfat.com
Marfat.com

ذات کا جوہر ایک جیسا ہی دکھائی دیتا ہے۔"

آر با سورتھ سمتھ' (محمدؐ اور محمڈن ازم ص ۹۳' لندن ۱۸۷۶ء)

☆ ☆ ☆

"اگر حضرت محمدؐ کے مذہبی کارنامہ اور کامرانی کے کسی حصے کو انوکھا کہا جا سکتا ہے تو وہ ان کی نبوت کا وہ حصہ ہے جس نے عرب کی سابقہ حالت کو بدل دیا تھا۔ انہوں نے بت پرست عربوں کی سوسائٹی اور پرستش کی تمام وحشیانہ نفرتوں' ان کی قبائلی زندگی اور ان کے تصور دنیا کا خاتمہ کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں انہوں نے اسلامی اطوار کی مخالف اس وحشت و بربریت کا قلع قمع کر دیا جسے قرآن جاہلیہ (جہالت) کہتا ہے۔"

اگنز گولڈزیہر' (اسلامی الٰہیات اور قانون کا تعارف۔ ترجمہ از اینڈرس اور روتھ' ص ۱۳' امریکہ' ۱۹۸۱ء)

☆ ☆ ☆

"حضرت محمدؐ تاریخ کی ان عظیم شخصیات میں سے تھے جن کا غالب عقیدہ یہ تھا کہ خدا ایک ہے اس لئے مسلمانوں کی بھی ایک ہی جماعت (۲) ہونی چاہئے۔ ایک مدبر کی حیثیت سے انتہائی پیچیدہ مسائل کو سلجھانے کے لئے ان کی صلاحیت واقعی حیرت انگیز ہے۔ افواج' پولیس اور سول سروس کی طاقت رکھنے کے باوجود کوئی عرب بھی حضرت محمدؐ کی طرح اپنے اہل وطن (۳) کو متحد کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہوا تھا۔

(الفریڈ گیلام' اسلام۔ ص ۲۳۔۱۹۷۶ء)

☆ ☆ ☆

(i) "معلوم ہوتا ہے کہ اس طاقتور انقلاب کو رونما کرنے والے انسان حضرت محمدؐ کو

Marfat.com
Marfat.com

پاک اور غور و فکر کرنے والی طبیعت عطا کی گئی تھی۔"

(رومی سلطنت کا زوال ص ۶۸۹' لندن ۱۹۶۸ء)

(ii) "حضرت محمدؐ کی عقل سلیم کو شاہانہ شوکت سے نفرت تھی۔ خدا کا یہ رسولؐ اپنے خاندان کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں بخوشی لگا رہتا تھا۔ مثلاً وہ آگ جلاتے' فرش کو صاف کرتے' گائیوں کا دودھ دوہتے اور اپنے ہاتھوں ہی سے اپنے جوتے اور اونی لباس کی مرمت کیا کرتے تھے۔"

(رومی سلطنت کا زوال ص ۶۹۱' لندن ۱۹۶۸ء)

(iii) "زندگی کے عام معمولات میں حضرت محمدؐ نے اپنے ملک کی اہم اور رسمی خوش اخلاقی کی پابندی کی تھی۔ امیر اور طاقتور لوگوں کی طرف احترام آمیز انداز میں توجہ کرنے کے ساتھ ساتھ وہ مکہ کے غریب ترین انسانوں کے ساتھ بھی محبت اور خوش اخلاقی سے پیش آتے رہے۔ اس چیز نے ان کی شخصیت کو باوقار بنا دیا تھا۔ وہ ذہن رسا' غضب کی یادداشت' بلا تکلف اور سماجی ظرافت' شاندار تخیل' واضح فوری' اور فیصلہ کن عدل کے مالک تھے۔ علاوہ ازیں وہ فکر و عمل کی جرات بھی رکھتے تھے۔"

(ایڈورڈ گبن' رومی سلطنت کے زوال کی تاریخ ص ۳۳۵' لندن ۱۹۳۸ء)

"حضرت محمدؐ کی مکہ میں ناکامی در پردہ ایک نعمت ثابت ہوئی۔ اگر وہ وہاں اپنے ساتھ رہنے والے قریش شہریوں کو اپنے مذہب کا پیروکار بنانے کی کوشش میں کامیاب ہو جاتے تو پھر ان کے مذہب پر قبائلی محدودیت کی چھاپ لگ جاتی۔ اپنے قبیلے سے جنگ کرنے پر مجبور ہو کر انہوں نے اپنی نئی جماعت کو بنیادی طور پر قبائلی نظام سے بالاتر بنا دیا اور اس جماعت کی اساس بادشاہت کی بجائے ایک نظریئے پر رکھی۔"

(ایس ڈی گو یٹن 'اسلامی تاریخ اور اسلامی اداروں کا مطالعہ' ص ۳۴' نیدر لینڈ' ۱۹۶۸ء)

Marfat.com
Marfat.com

"مدینہ میں آ کر حضرت محمدؐ ایک ریاست کے سربراہ بن گئے تھے۔ حضرت محمدؐ کی زندگی کے اس آخری دور میں مذہب کے ساتھ ساتھ مسلم ریاست بھی معرض وجود میں آ گئی تھی۔ اس طرح وہ بیک وقت پیغمبر بھی تھے اور حکمران بھی۔ اس لحاظ سے اسلام کو کلیسا (چرچ) اور اسٹیٹ میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ نوزائیدہ مملکت چپقلش کے باوجود پروان چڑھی تھی اس لئے مذہب اور خدا کے لئے جنگ کرنا ایک فریضہ بن گیا تھا۔"

(اے۔ ایس۔ ٹرٹن' اسلام۔ عقیدہ اور اعمال' ص ۱۳' ۱۹۵۱ء)

☆ ☆ ☆

"جب تک حضرت محمدؐ زندہ رہے تنازعات کا فیصلہ کرنے کے لئے قدرتی طور پر انہیں مثالی شخصیت تصور کیا جاتا تھا۔ مدینہ میں اپنی حکمرانی کے دوران میں انہیں مختلف قسم کے قانونی مسائل سے واسطہ پڑا ہو گا۔ حضرت محمدؐ کو ﷺ نے اعلیٰ کا بلند مرتبہ عطا کیا گیا تھا تاکہ وہ وحی خداوندی کی عام دفعات کی تشریح و تعبیر کا کام سرانجام دے سکیں۔"

(این۔ جے۔ کولسن' اسلامی قانون کی تاریخ' ص ۲۲۔ ۲۱' ایڈنبرا)

☆ ☆ ☆

"جو شخص عرب کے اس عظیم پیغمبرؐ کی زندگی اور کردار کا مطالعہ کر کے ان کی تعلیمات اور طرز حیات سے آگاہ ہو جاتا ہے' اس کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ خدا کے بڑے بڑے رسولوں میں سے اس طاقتور نبی کے لئے احترام کا جذبہ نہ رکھے۔ میں بذات خود جب کبھی ان کے حالات کا دوبارہ مطالعہ کرتی ہوں تو میں عرب کے اس طاقتور معلم کے بارے میں احترام اور تعریف کا نیا احساس اور نیا انداز پاتی ہوں۔"

(اینی بے سینٹ' حضرت محمدؐ کی زندگی اور تعلیمات' ص ۴' مدراس ۱۹۳۲ء)

☆ ☆ ☆

Marfat.com
Marfat.com

"زوال پذیر بازنطینی سلطنت کی نسبت حضرت محمدؐ مشرق وسطیٰ کے طول و عرض میں اپنے پیروکاروں میں زیادہ وسیع، زیادہ صاف، تازہ اور زیادہ قوی سیاسی اور سماجی نصب العین راسخ کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ انہوں نے معجزات دکھانے کے تمام دعاوی کو رد کر دیا تھا۔ انہیں شان و شوکت سے نفرت تھی۔ اگرچہ وہ تارک الدنیا نہیں تھے تاہم انہوں نے اپنے اصول کے مطابق بدرجہ اولیٰ سادہ زندگی بسر کی تھی۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کا برتاؤ بھی سادہ ہوتا تھا۔ اس بارے میں ہمیں شک کرنے کی کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی۔ وہ اپنے ہاتھوں سے بڑے معمولی کام کیا کرتے تھے۔ وہ بنیادی طور پر مذہبی امور میں سخت تھے اور یہ فرماتے تھے کہ خدائی وحی نے انہیں سونا اور ریشم پہننے سے منع کر رکھا ہے۔"

(اے۔ سی بوکٹ، تقابل ادیان، ص ۲۷۰، لندن ۱۹۵۴ء)

☆ ☆ ☆

"حضرت محمدؐ وہ عظیم عرب مقنن تھے جن کی قسمت میں اپنے عہد کی دنیا کو مکمل طور پر بدل ڈالنا اور آنے والے تمام زمانوں میں دنیا پر اہم اثر ڈالنا لکھ دیا گیا تھا۔"

(ایڈورڈ۔ اے۔ فری مین، مسلمان عربوں کی تاریخ اور فتوحات، ص ۳۱، لندن ۱۸۷۷ء)

☆ ☆ ☆

"مذہب کے اقرار کے دوسرے حصے یعنی خدا کے نام کے فوراً بعد حضرت محمدؐ کے نام کی تکرار کا بالکل قدرتی نتیجہ یہ نکلا ہے کہ حضرت محمدؐ کا روحانی مقام دوسرے انسانوں سے بالاتر کر دیا گیا۔ ان کے وجود کو کائنات کی تخلیق سے قبل قرار دے کر یہ تصور پیش کیا گیا کہ تمام جہان فقط ان کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ حدیث قدسی لولاک میں ہے "اے نبی! اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو بھی پیدا نہ کرتا۔" اس حدیث کا صوفیانہ لٹریچر اور شاعری میں

Marfat.com
Marfat.com

وسیع استعمال حضرت محمدؐ کی ابدی شان کا مظہر ہے۔ اس تصوف آمیز دینیات کو اس نظریئے سے عظمت اور کامیابی مل گئی کہ حضرت محمدؐ انسان الکامل یعنی کامل اور افضل انسان ہیں اور وہ ایک ایسا مرکزی نقطہ ہیں جہاں آ کر خدائی اور انسانی دائرے مل جاتے ہیں۔"

(این۔ میری۔ شمل' بال جبریل' ص ۱۵۰' ۱۹۶۳ء)

☆ ☆ ☆

"بہت سے لوگ حضرت محمدؐ کو اس دھند میں سے دیکھتے ہیں جو خوف اور جہالت نے ان کے اردگرد پھیلا رکھی ہے۔ ایسے لوگوں کی نگاہ میں وہ ایک خوف ناک شخصیت ہیں جن کے خلاف ہر قسم کی برائی بیان کی جا سکتی ہے۔ لیکن اب تعصب کی دھند دور ہو چکی ہے۔ اس لئے ہم بانی اسلام کو زیادہ روشنی میں دیکھ سکتے ہیں۔"

(بشپ بوئڈ کارپینٹر' مذہب کا دائمی عنصر' ص ۳۰)

"حضرت محمدؐ نے فوراً ہی مذہب اور ریاست کو قائم کر دیا تھا۔ جب تک وہ بقید حیات رہے ان دونوں کے حلقوں میں یکساں طور پر وسعت پیدا ہوتی گئی۔ خدا کا رسول اور نبی ہونے کی بنا پر وہ اکیلے ہی مذہبی اختیار اعلیٰ کو بروئے کار لاتے تھے۔ ان کی یہ روحانی طاقتیں ان کی رائے میں اور ان کے صحابہؓ کے خیال میں دوسروں کو تفویض نہیں ہوئیں اور نہ ہی ان کی وفات کے بعد اس روحانی اقتدار کو ورثے میں پایا جا سکتا تھا۔ خدائی الہام کا سلسلہ یعنی قرآن قطعی طور پر حضرت محمدؐ پر جا کر ختم ہو گیا تھا جس کے بعد مومنین کا کام صرف یہ تھا کہ وہ قرآنی تعلیمات پر خلوص دل سے عمل کریں۔ اس لئے اسلام میں کسی مذہبی پیشوائیت کا سراغ نہیں ملتا۔ عیسائیت کے برعکس اسلام میں خدا اور فرد مسلم کے درمیان کوئی دوسرا حائل نہیں۔"

(تھامس ڈبلیو آرنلڈ' خلافت' ص ۱۹۹۔۱۹۸)

Marfat.com
Marfat.com

"ان کا گھرانہ سب سے زیادہ کفایت شعار تھا۔ ان کی عام خوراک جو کی روٹی اور پانی پر مشتمل ہوتی تھی۔ بعض اوقات ان کے چولھے میں کئی ماہ تک آگ روشن نہیں ہوتی تھی۔ ان کے سوانح نگاروں کا فخریہ کہنا ہے کہ وہ خود اپنے جوتوں کی مرمت کرتے اور اپنے لبادے میں پیوند لگایا کرتے تھے۔ حضرت محمدؐ تو غریب محنتی اور بے سازوسامان انسان تھے۔ میری رائے میں اگر وہ اعلیٰ صفات کے مالک نہ ہوتے تو عرب کے وحشی اور ان کے سامنے تئیس سال تک آپس میں لڑنے جھگڑنے والے اور ہمیشہ ان سے گہرا ربط رکھنے والے کبھی ان کی اتنی تعظیم نہ کرتے۔ ایسے لوگوں کو کوئی شخص اپنی صحیح قدر و قیمت اور مردانگی کے بغیر اپنا مطیع نہیں بنا سکتا تھا۔ کسی شہنشاہ نے اپنے تاج اور شاہی کلاہ کے باوجود اپنی اتنی اطاعت نہیں کروائی جتنی کہ پیوند لگے ہوئے جبہ پوش اس شخص کی ہوتی ہے۔ ان کی تئیس سالہ پر از مشقت اور حقیقی آزمائشوں میں مجھے تو اپنے لئے حقیقی ہیرو کی خوبیاں نظر آتی ہیں۔"

(تھامس کارلائل، ہیروز، ہیرو ورشپ اور تاریخی بہادر، ص ۶۱، لندن، ۱۸۸۸ء)

☆ ☆ ☆

"حضرت محمدؐ سب چیزوں میں بہت زیادہ عمل پرست انسان تھے۔ جب ان کے چہیتے بیٹے ابراہیمؓ کا انتقال ہوا تو اس دن گرہن کا واقعہ پیش آیا تھا۔ لوگوں میں بہت جلد یہ افواہیں پھیل گئیں کہ خدا خود ماتم گساری کر رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس افواہ کو سن کر حضرت محمدؐ نے یہ اعلان کیا۔ "گرہن ایک قدرتی امر ہے اس لئے کسی انسان کی موت یا پیدائش سے ایسی باتوں کو منسوب کرنا حماقت ہے۔" حضرت محمدؐ کی اپنی وفات پر انہیں خدائی درجہ دینے کی کوشش کی گئی لیکن ان کے ہونے والے انتظامی جانشین نے اپنی ایک تقریر میں اس دیوانگی کا خاتمہ کر دیا۔ اس جانشین کی یہ تقریر مذہبی تاریخ کی عمدہ ترین تقاریر میں سے ہے۔ اس تقریر کے الفاظ یہ تھے۔ اگر تم میں سے کوئی حضرت محمدؐ کی پوجا کرتا تھا تو اسے جان لینا

Marfat.com
Marfat.com

چاہئے کہ وہ آج وفات پا چکے ہیں لیکن اگر تم خدا کی عبادت کرتے تھے تو وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔"

جیمز۔ اے مچنر' اسلام۔ غلط سمجھا ہوا مذہب' ریڈرز ڈائجسٹ ص ۶۷۔۶۸' مئی ۱۹۵۵ء)

☆ ☆ ☆

"مذہب اسلام کے بارے میں زیادہ تر عیسائیوں کی لاعلمی کا اظہار خوف ناک ہے۔ وہ اس حقیقت کو نظرانداز کر دیتے ہیں کہ جس مذہب کو نسل انسانی کے چھٹے حصے نے قبول کرتے ہوئے اسے عملی جامہ پہنایا ہے' اس میں لازماً" بہت سی خوبیاں ہوں گی اور اسے بہت ہی ٹھوس بنیادوں پر استوار کیا گیا ہو گا۔ دنیا کے کثیرا انسانوں کے کردار کی تشکیل کرنے والے ایسے مذہب کی عمارت کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا نہ سمجھنا ایک احمقانہ مفروضہ ہے۔ اپنے زمانے کی قوموں کے درمیان حضرت محمدؐ اکیلے ہی دیگر خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا میں ایمان رکھتے تھے۔ انہوں نے طرز عمل کے سرچشمہ یعنی نیکی' والدین کے فرائض' ہمیشہ زندہ رہنے ولے خدا کی کثرت عبادت' دوسری قوموں کی عزت اور سب کے ساتھ انصاف اور رحمت کرنے پر زور دیا تھا۔ وہ منشیات (نشہ آور اشیاء) سے کامل پرہیز' تمام چیزوں میں میانہ روی اور ہر قسم کے علم کے بہت زیادہ احترام کے قائل تھے۔ عیسائی قرآن کے بارے میں ہمیں بہت سی ان فضول باتوں میں یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جنہیں حضرت محمدؐ نے بذات خود کبھی بیان نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں وہ مفروضہ لغویات قرآن کے کسی صحیح ترجمے میں ملتی ہیں۔"

(جی۔ لنڈسے جانسن' دور دنیائیں' مانچسٹر ۱۹۴۰ء)

☆ ☆ ☆

"حضرت محمدؐ کا مذہب روس کی مطلق العنانیت اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی

Marfat.com
Marfat.com

جمہوریت دونوں کے لئے یکساں طور پر موزوں ہے۔ یہ مذہب لازماً" ایک عالمگیر سلطنت کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔"

(جوزف۔ جے۔ نونن' اسلام اور یورپی تہذیب و تمدن' ص ۳۷' ۱۹۱۲ء)

☆ ☆ ☆

(i) "یہ بات یقینی ہے کہ حضرت محمدؐ کے دشمنوں نے انہیں اپنے دفاع کی خاطر اسلحہ اٹھانے پر مجبور کیا تھا اور اس طرح انہوں نے اپنے نظام افکار کو عمل سے ہم آہنگ کر دیا تھا۔ ایسے موقع پر بھی وہ محتاط تھے اور انہوں نے اپنے ماننے والوں کو متنبہ کیا کہ وہ جارحیت میں پہل نہ کریں۔"

(اسلام۔ اس کا آغاز' ذہانت اور مشن' ص ۴۶' لندن' ۱۸۷۸ء)

(ii) "حضرت محمدؐ نے اسلام سے اپنی شدید محبت کے عمل کو اس نیت کے ساتھ پیش کیا تھا کہ اس کی پیروی کی جا سکے۔ اس بارے میں ہماری سابقہ تعلیم سے پیدا شدہ تعصبات اس قدر مضبوط ہیں کہ ہم آسانی سے اس بات کو نہیں مانیں گے کہ برادرانہ محبت حضرت محمدؐ کی تعلیمات کا حصہ ہے۔"

(اسلام۔ اس کا آغاز' ذہانت' اور مشن' ص ۵۶' لندن' ۱۸۷۸ء)

(iii) "ہم ابھی تک اسلام کو وحشت کے ساتھ وابستہ خیال کرتے ہیں جبکہ ہم خود عیسائیت کی بدنامی کا باعث بن کر عیسائی ہونے کے نام کے پردے میں اپنے مظالم کو چھپاتے ہیں۔ سچے عیسائیوں کو چاہئے کہ وہ ان غیر عیسائی اصولوں کو مسترد کر دیں جنہوں نے اپنے آپ کو صداقت کی مسند پر براجمان کر رکھا ہے۔ حضرت محمدؐ کی تعلیم کے بارے میں یہ الزامات درست نہیں۔ یہ ایک نادر حقیقت ہے کہ جس وقت باقی دنیا غلامی میں ڈوبی ہوئی تھی' اس وقت عالم اسلام میں "حریت' اخوت اور مساوات" پر عمل ہو رہا تھا۔ اس وقت

Marfat.com
Marfat.com

کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو اپنا غلام نہیں بنا سکتا تھا۔ غیر مسلم جنگی قیدی حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد فی الحقیقت آزاد ہو جاتا تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ اپنے مخصوص رنگ کے بلاجود وہ نظریاتی اور عملی طور پر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مساوی درجہ رکھتا تھا۔"

(جان۔ جوزف۔ لیک' اسلام۔ اس کا آغاز' ذہانت اور مشن' ص ۵۷۔ ۵۶' لندن' ۱۸۷۸ء)

☆ ☆ ☆

"۵۶۹ء میں جسٹینین کی وفات ہوئی تھی۔ اس کے چار سال بعد عرب کے شہر مکہ میں وہ انسان پیدا ہوا جس نے سب لوگوں سے بڑھ کر نسل انسانی پر عظیم ترین اثر ڈالا ہے۔"

(جان۔ ولیم۔ ڈریپر" یورپ کی ذہنی بالیدگی کی تاریخ' جلد اول' لندن' ۱۸۷۵ء)

☆ ☆ ☆

"مکہ میں حضرت محمدؐ نے ایک مذہبی مصلح کی حیثیت سے اپنی عوامی سرگرمیاں شروع کی تھیں مگر مدینہ میں وہ مذہب پر مبنی ایک نئی سوسائٹی کے حکمران اور قانون ساز بن گئے تھے۔ اس نئی سوسائٹی کا مقصد عرب کی قبائلی معاشرت کی تبدیلی اور تنسیخ کا فوری آغاز تھا۔"

(جوزف' کیمبرج ہسٹری آف اسلام' جلد دوم' ص ۵۳۹)

☆ ☆ ☆

"ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ میں حضرت محمدؐ فی الحقیقت مدینے کے روحانی اور برائے نام دنیوی حکمران بن گئے تھے اور ان کے ہاتھ دنیا میں تہلکہ مچا دینے کے لئے ہر وقت تیار تھے۔"

(جان۔ آسٹن' حضرت محمدؐ۔ اللہ کے پیغمبر' ۱۹۲۷ء)

Marfat.com
Marfat.com

"جس چیز نے ان عربوں کے نظریات کی کایا پلٹ کر رکھ دی تھی وہ حضرت محمدؐ کے زیر قیادت کام کرنے والی جماعت کے ساتھ ان کے کامل ربط و تعلق کا تجربہ تھا۔ اس جماعت کی مرکزی شخصیت حضرت محمدؐ خود تھے۔ اپنے مشن میں اعتماد' اپنے اختیار کی نمود اور اپنی قوت حیات کی بنا پر حضرت محمدؐ لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے تھے۔ چونکہ وہ قرآن کے آفاقی تصور میں بدل و جان یقین رکھتے تھے اس لئے ان کی مداحین بھی ویسا ہی کرنے پر مائل ہوتے تھے۔ اس عالمگیر تصور میں یہ عقیدہ بھی شامل تھا کہ حضرت محمدؐ انبیاء و رسل کے طویل سلسلے کے خاتمہ پر مبعوث ہوئے ہیں۔ اس طرح حضرت محمدؐ کو تاریخ اور دنیا کے لئے خدائی غرض و غایت میں اہم مقام حاصل تھا۔ اس عقیدے سے یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت محمدؐ کے پیروکاروں کی جماعت بھی تاریخ اور خدائی مقاصد میں اہم مقام کی حامل ہے۔"

(ڈبلیو منٹگمری۔ واٹ' اسلام کی شوکت رفتہ' ص ۵۹-۵۸' لندن' ۱۹۷۴ء)

☆ ☆ ☆

"حضرت محمدؐ کے ذریعے ہمیں وہ حقائق معلوم ہوئے ہیں جن کی وجہ سے عیسائیت معدوم مذاہب کی صفوں میں شامل نہیں ہوئی ہے۔"

(ڈبلیو۔ ایم۔ تھامسن' جمہوری مطالعہ' ص ۷۳)

☆ ☆ ☆

(i) "یہ امر ناقابل تردید ہے کہ حضرت محمدؐ نے ایک ایسا مستحکم نظام جاری کیا تھا جس نے اسلامی کلچر کی نشو و نما کو بے مثال حرکت کا حامل اور للکارنے والی قوت والا حقیقی انقلاب بنایا۔"

(حضرت محمدؐ بطور معلم' ص ۵' لاہور' ۱۹۷۵ء)

(ii) "تیرہ سو سال ہوئے حضرت محمدؐ نے عورتوں کو یہ حق دیا تھا کہ وہ جائیداد

Marfat.com
Marfat.com

مالک بن سکیں۔ یہ وہ حق تھا جو انگلستان نے ۱۸۷۵ء سے پہلے عورتوں کو نہیں دیا تھا۔"

(iii) "حضرت محمدؐ کو سب سے پہلا منصف ہونے کا اعزاز حاصل ہے جنہوں نے پہلے سے سوچ سمجھے ہوئے بالا رادہ قتل اور اچانک ہلاکت کے درمیان خط امتیاز کھینچا۔ مسلمان ماہر قانون سے یہ تقاضا کیا جاتا تھا کہ وہ فریقین کے بیانات سننے کے بعد عدالت میں پیش کردہ ریکارڈ کو مدنظر رکھ کر کسی مقدمہ کا فیصلہ کرے۔"

(iv) "حضرت محمدؐ نے ایک مقررہ جگہ پر سورج کی گردش اور گیارہ سیاروں کے بارے میں بھی کہا تھا مگر کلیسا کے حکام نے اس سلسلے میں جو باتیں بیان کی تھیں ان سے۔ علم نجوم کی تصدیق نہ ہوئی۔ حضرت محمدؐ کی وحی کی اس صداقت کو جاننے کے لئے سائنس دانوں کو ایک ہزار سال لگ گئے۔"

(رابرٹ ایل گلک 'حضرت محمدؐ بطور معلم' ص ۹۰' لاہور' ۱۹۷۵ء)

☆ ☆ ☆

(i) "حضرت محمدؐ نے کسی نئے مذہب کی تبلیغ کا بہانہ نہیں بنایا تھا۔ انہوں نے اللہ کے نام پر خدا کے اسی اسلام (خدا کی اطاعت) کو ماننے کا مطالبہ کیا تھا جس کا مطالبہ حضرت موسیٰؑ اور ان سے پہلے گذرے ہوئے دیگر انبیاء اور رسل کر چکے تھے۔"

(ii) "حضرت محمدؐ کے مذہب کے بارے میں از منہ وسطیٰ میں ہمارے آباؤ اجداد نے جو تصویر پیش کی تھی وہ اب ہمیں اتہام آمیز اور مضحکہ خیز نظر آتی ہے۔ رومن کیتھولک مذہب کے حامی' پروٹسٹنٹ مذہب کے ماننے والوں کو برا بھلا کہنے کے لئے اکثر اوقات ان کا موازنہ دین محمدیؐ سے کیا کرتے تھے۔ اس زمانے کے اہل یورپ ترکوں سے خوف زدہ رہتے تھے اور ترکوں کے دینوی اقتدار کے لئے۔ان کے مذہب کی اہمیت سب کو بخوبی معلوم تھی۔"

(سی۔ سنوک' ہرگرونجے' محمڈن ازم' ص ۶۔۴' لندن او ر نیویارک' ۱۹۱۶ء)

Marfat.com
Marfat.com

(i) ”ہم حضرت محمدؐ کے بارے میں کسی اور بات کا تو انکار کرتے ہیں مگر ہم کبھی اس امر کو نہیں جھٹلا سکتے کہ وہ عظیم صلاحیتوں اور ذہانتوں کے حامل انسان تھے۔“

(عالم اسلام‘ ص ۷‘ نیویارک‘ ۱۹۰۸ء)

(ii) ”قدیم عیسائی نعرہ کے مقابلہ میں اب ایک اور نعرہ آ گیا ہے۔ گویا اب اسلام مغربی ممالک کو للکار کر یہ کہہ رہا ہے کہ وہ حضرت محمدؐ کو انسانیت کے لئے امید کی حیثیت سے قبول کر لیں۔“

(سیموئل۔ ایم۔ ذویمر‘ عالم اسلام سے پرے‘ ص ۱۹)

☆ ☆ ☆

”حضرت محمدؐ نے اپنے لوگوں کو جو مذہب دیا تھا‘ اس کا اثر ۶۳۲ء میں ان کی وفات کے بعد بھی کم نہ ہوا۔ اس کے برعکس یہ سال بہ سال قرآن کے ذریعے بڑھتا گیا۔ قرآن وہ مقدس کتاب ہے جس کے بارے میں یہ باور کیا جاتا ہے کہ اسے آسمان سے حضرت محمدؐ پر نازل کیا گیا تھا۔ اگرچہ خلفاء آتے جاتے رہے اور فوجی کمانڈر لائق یا نالائق ثابت ہوئے تاہم قرآن کی طاقت نے عربوں کو اپنے مقصد کے ساتھ مخلص رکھا اور وحدت کی اس روح کو برقرار رکھا جس کی بنیادیں حضرت محمدؐ نے ڈالی تھیں۔“

(سٹین وڈ کوب‘ تہذیب و تمدن میں اسلامی حصہ‘ ص ۹‘ واشنگٹن‘ ۱۹۶۳ء)

☆ ☆ ☆

(i) ”حضرت محمدؐ کے ذمہ جن لوگوں کی حفاظت ہوتی وہ ان کے لئے سب سے زیادہ وفادار ہوتے تھے۔ اپنی گفتگو میں وہ سب سے زیادہ شیریں اور دل پذیر ہوتے تھے۔ ان کو دیکھنے والوں کے دل میں فوراً ہی ان کا احترام پیدا ہو جاتا تھا۔ ان کو قریب سے دیکھنے والا ان سے محبت کرنے لگتا اور ان کے بارے میں وہ یہ کہتا ”میں نے اس سے پہلے یا اس کے بعد

Marfat.com
Marfat.com

ان جیسا کوئی انسان نہیں دیکھا ہے۔" وہ بہت کم گو تھے لیکن جب وہ باتیں کرتے تو ان کی بات چیت میں زور اور غور کا عنصر شامل ہوتا تھا اور ان کی گفتگو کو کبھی بھلایا نہیں جا سکتا تھا۔"

(حضرت محمدؐ کی تقاریر اور ٹیبل ٹاک' ص ۲۹۔۲۷' لندن ۱۸۸۲ء)

(ii) "فتح مکہ کے موقع پر حضرت محمدؐ کی اپنے دشمنوں پر عظیم ترین فتح کا دن ان کے اپنے عظیم ترین ضبط نفس کا بھی دن تھا۔ قریش نے سالہا سال تک انہیں مختلف غموں اور نفرت و حقارت کا نشانہ بنایا تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے قریش کو معاف کر دیا اور مکہ کی تمام آبادی کو بھی عام معافی دی۔ ان کی تقلید کرتے ہوئے ان کی فوج بھی مکہ کے شہر میں بڑی خاموشی اور امن کے ساتھ داخل ہوئی۔ اس دن نہ تو کسی گھر کو لوٹا گیا اور نہ ہی کسی عورت کی عزت سے کھیلا گیا۔ اس دن صرف ایک چیز کی بربادی عمل میں آئی یعنی حضرت محمدؐ کعبہ میں رکھے ہوئے تین سو ساٹھ بتوں میں سے ہر ایک بت کے سامنے کھڑے ہوتے اور اپنی چھڑی سے اس کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے۔ "حق آگیا ہے اور باطل بھاگ گیا ہے۔" ان کے ان الفاظ کو سن کر ان کے ساتھی اسے توڑ پھوڑ کر نیچے گرا دیتے تھے۔ اس طرح کعبہ اور مکہ کے گھروں میں رکھے ہوئے تمام بتوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اس انداز سے حضرت محمدؐ اپنے آبائی شہر مکہ میں دوبارہ داخل ہوئے تھے۔ ساری تاریخ فتوحات میں سے کسی فتح کا بھی اس فاتحانہ داخلہ سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔"

(حضرت محمدؐ کی تقاریر اور ٹیبل ٹاک' ۴۷۔۴۶' لندن' ۱۸۸۲ء)

"حضرت محمدؐ کی زندگی کسی دیوتا کی نہیں بلکہ شروع سے لے کر آخر تک نہایت پرجوش (۶) انسان کی زندگی ہے۔"

(سٹینلے لین پول' مسجد کا مطالعہ' ص ۴۹' دوسرا ایڈیشن' لندن' ۱۸۹۳ء)

Marfat.com
Marfat.com

"ازمنہ وسطیٰ کے عیسائیوں نے حضرت محمدؐ کو غلط سمجھا اور انہیں ناپسندیدہ کردار تصور کیا تھا۔ جیسا کہ بعد ازاں بتایا جائے گا اس کی وجوہات نظریاتی ہونے سے زیادہ تاریخی یعنی اقتصادی اور سیاسی نوعیت کی تھیں۔ ہمارے مذہبی حلقوں سے حضرت محمدؐ کو دشمن مسیح کے طور پر پیش کیا ہے۔"

(فلپ۔ کے۔ ہٹی' اسلام۔ ایک طریق حیات' ص ۲۳' ۲۲' امریکہ' ۱۹۷۰ء)

☆ ☆ ☆

"فاتح مکہ یعنی حضرت محمدؐ عالی ظرف اور کریم النفس فاتح ثابت ہوئے۔ اس موقع پر اہل مکہ سے کہا گیا کہ وہ بت پرستی کو ترک کرتے ہوئے اپنے بتوں کو برباد کر دیں۔ کفار مکہ نے ایسا ہی کیا۔ فتح مکہ کے وقت تقریباً کوئی خون نہ بہایا گیا۔ اہل مکہ کو یہ یقین دلایا گیا تھا کہ ان کا شہر حضرت محمدؐ کو تمام روئے زمین سے زیادہ پیارا ہے۔"

(کینتھ کریگ' مینار کی پکار' ص ۸۹ امریکہ ۱۹۵۶ء)

☆ ☆ ☆

"مدینہ میں حضرت محمدؐ کی حکمرانی کے دس سالوں اور ان کی وفات کے بعد شاید تیس سالوں نے ایک ایسے دور کو متشکل کیا جس میں انسانی سوسائٹی متوقع کمال کے قریب پہنچ گئی تھی۔"

(گستاف ایوان گرون بام' زمنہ وسطیٰ کا اسلام' ص ۱۴۳' شکاگو ۱۹۴۵ء)

☆ ☆ ☆

(i) "حضرت محمدؐ کی ذہانت و فطانت کا انحصار ان کی گہری سنجیدگی' عظیم اخلاقی طاقت' استعداد کار' سیاسی بصیرت و فراست' آہنی عزم اور لامتناہی صبر و تحمل میں پوشیدہ تھا۔"

(اسلام اور اس کی اخلاقی و روحانی قدر و قیمت' ص ۱۰۳' لندن' ۱۹۰۹ء)

Marfat.com
Marfat.com

(ii) ''اگرچہ حضرت محمدؐ پیدائش کی رو سے اتفاقیہ عرب تھے تاہم انہوں نے ہر چیز پر خدا اور فطرت کو ترجیح دی تھی۔ اس اقدام نے انہیں انسانیت دوست اور اپنے زمانے کا پیش رو (۶) بنا دیا تھا۔ کسی شک و شبہ کے بغیر حضرت محمدؐ اپنے زمانے سے کئی صدیاں آگے تھے۔''

(اسلام اور اس کی اخلاقی و روحانی قدر و قیمت' ص ۱۰۹' لندن' ۱۹۰۹ء)

(iii) ''اپنے تصور خدا' زمانہ قدیم کے فرضی نظریہ تقدس کی تردید اور حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت کے انکار کی وجہ سے حضرت محمدؐ بنیادی طور پر بیسویں صدی کے جدید انسان تھے۔ اس وسیع المشربی نے اسلام کو وسعت دے کر ایک ایسی روحانی طاقت عطا کی جس نے اپنی آغوش میں بہت سی قومی وحدتوں کو لے رکھا ہے۔''

(میجر آرتھر گلن لیئو نارڈ' اسلام اور اس کی اخلاقی و روحانی قدر و قیمت' ص ۱۱۰' لندن' ۱۹۰۹ء)

(i) ''حضرت محمدؐ کے برپا کردہ انقلاب کا مقصد اللہ کے تصور کو تمام فطرت پسندانہ الجھنوں اور پیچیدگیوں سے چھڑا کر بلند کرنا اور اسے اعلیٰ خدائے واحد کے طور پر پیش کرنا تھا۔ اس طرح ایک ہی ضرب میں عربوں کا مذہبی افق تمام نظر آنے والی' زمین سے پیوستہ اور ذاتی چیزوں کی بجائے ایک نادیدنی قادر مطلق اور ادراک سے ماوراء ہستی تک بلند کر دیا گیا تھا۔''

(اسلامی تہذیب و تمدن کا مطالعہ' ص ۱۸۸۔۱۸۷)

(ii) ''یہ بات آفاقی طور پر تسلیم شدہ ہے کہ حضرت محمدؐ کی اصلاحات نے عورتوں کے مرتبہ کو عام طور پر بلند کر دیا تھا۔''

(ہملٹن۔ اے۔ آر گب' محمڈن ازم' ص ۳۳ لندن' ۱۹۵۳ء)

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

خانہ کعبہ میں پہلا اِنقلابی خُطبہ

خلیفہ اوّل حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے اسلام قبول کرنے کے بعد خُفیہ طور پر دعوت پھیلانے کے بعد کھُلے عام انقلاب "دعوت توحید و رسالت" کی ابتدا، خانہ کعبہ میں کی گئی تو ردِّ عمل میں کفار و مُشرکین مکہ مُسلمانوں پر ٹوٹ پڑے حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ باوجود یہ کہ مکہ مکرمہ میں انکی عام طور پر عظمت اور شرافت مسلّم تھی نے جب خُطبہ شروع کیا تو انکو اِس قدر مارا کہ تمام چہرہ مُبارک خُون سے بھر گیا ناک اور کان لہولہان ہو گئے، پہچانے نہ جاتے تھے، جُوتوں اور لاتوں سے مارا، پاؤں میں روندا گیا اور جو نہ کرنا تھا وہ سب کچھ ہی کیا گیا حضرت ابُوبکر صدّیق بے ہوش ہو گئے۔ بنو تمیم یعنی حضرت ابُوبکر رض کے قبیلہ کے لوگوں کو خبر ہوئی وہ وہاں سے اٹھا کر لائے کسی کو بھی اِس میں تردّد نہ تھا کہ یہ انقلابی شخصیت اِس وحشیانہ حملہ سے زندہ بچ سکیں گے۔ بنو تمیم نے مسجدِ کعبہ میں آ کر اعلان کیا کہ حضرت ابُوبکر رض اگر اِس حادثہ میں فوت ہو گئے تو ہم لوگ ان کے بدلہ میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے کیونکہ عتبہ نے اِن کو مارنے میں بہت زیادہ بدبختی کا مظاہرہ کیا تھا اِسی لیے تو حضرت ابُوبکر صدیق رض کیلئے جنّت کے آٹھ دروازوں میں سے ہر دروازہ کی خواہش ہو گی کہ صدّیقِ اکبر رض میرے ذریعہ جنّت میں داخل ہو جائیں۔

اِسی لیے تو کسی نے کہا ہے۔

یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مُسلماں ہونا

Marfat.com
Marfat.com